انوار البیان

فی حل

لغات القرآن

حصہ اول

تالیف

علی محمد پی۔سی۔ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انوار البیان

فی حل

لغات القرآن

حصہ اوّل

تالیف

علی محمدؒ ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

الناشر

مکتبہ سید احمد شہیدؒ

۱۰- الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

اَلْاِنْتِسَابُ

میں اپنی اس تالیف کو مقصودِ کائنات تاجدارِ مدینہ حضرت محمدِ مُصطفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بابرکت نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اور میں اس کو اپنے لئے ذریعۂ نجات ومغفرت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

نام کتاب ________ انوار البیان فی حل لغات القرآن
نام مؤلف ________ چوہدری علی محمد ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر
ناشر ________ مکتبہ سید احمد شہیدؒ ۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
دوسرا ایڈیشن ________ ۲۰۰۵ء
سرورق ________ حضرت سید نفیس شاہ صاحب زید مجدہم
کتابت ________ عبدالرشید میلسوی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور
تعداد ________ ایک ہزار
مطبع ________ عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار روڈ لاہور
قیمت ________

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

....

یہ کتاب قرآن حکیم کے اُن طالب علموں کے لئے لکھی گئی ہے جو زبانِ عربی کا کم از کم ابتدائی علم رکھتے ہوں اور صرف و نحو کی مبادیات سے واقف ہوں اور اس سلسلہ میں مزید معلومات کے خواہشمند ہوں۔ یہ کتاب نہ صرف اُن کو قرآنی عبارت کے مختلف الفاظ اور جملوں کی تعلیل صرفی اور ترکیب نحوی میں مددگار ثابت ہوگی بلکہ ربط الفاظ و آیات میں بھی معاونت کرے گی۔

عام لغات (ڈکشنری) کی کتابوں میں الفاظ کے مواخذ و معنی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان سے صرفی و نحوی پہلو کو چھوڑ دیا گیا ہے اس طرح طالب علم، نہج عبارت اور نشستِ الفاظ کی اصولی وجوہ سے ناواقف رہ جاتا ہے۔ بقول مولانا محمد نذیر عرشی مصنف مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رح۔

"ترکیب نحوی نہ جاننے والے لوگوں کی زباندانی کی مثال اس کوتاہ نظر راہرو کی سی ہے جس کی نظر پگڈنڈی کے صرف اتنے ہی حصے پر ہے جو اس کے پاؤں کے سامنے ہے اور وہ اس تسلسلِ نظر کے ساتھ اپنی مسافت طے کرتا جا رہا ہے بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہے کہ یہ کلمہ فعل ہے یہ فاعل ہے یہ اسم موصول ہے یہ جملہ اس کا صلہ ہے، یہ کلمہ مقدم آنا واجب ہے اور یہ مؤخر ہونا چاہئے اس کلمہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس کا مرجع یہ ہے وغیرہ وغیرہ، اس پر عبارت کا مطلب و مدّعا خود بخود آئینہ ہو جاتا ہے اور جب وہ عبارت کا ترجمہ کرتا ہے تو ایک مُبصّر کی حیثیت سے کرتا ہے اس کی مثال اس وسیع النظر اور دور بین راہرو کی سی ہے جس نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے نقشہ کے ذریعہ، سفرناموں کے مطالعہ سے اور واقفانِ راہ سے گفتگو کر کے تمام منازلِ سفر پر نظر ڈال لی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس کا سفر خطرات سے محفوظ ہو گا"

ایسی ہی وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری الفاظ، جملوں اور آیات کی صرفی و نحوی لحاظ سے وضاحت کر دی گئی ہے اس طرح اصطلاحاً یہ کتاب نہ تو ایک لغات (ڈکشنری) ہے نہ تفسیر نہ ترجمہ، اس بناء پر اس کا نام **انوار البیان فی حل لغۃ القرآن** رکھا گیا ہے۔

سورت اور اس کی آیات کو یا آیات میں مندرجہ جملوں یا الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا گیا ہے کہ پہلے

صورت کا نمبر دیا ہے اس کے بعد آیت کا نمبر ہے۔ ازاں بعد جملہ یا الفاظ کا حوالہ ہے مثلاً ۳ : ۱۱۹ میں ۳ : سورۃ آل عمران کو ظاہر کرتا ہے اور ۱۱۹۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۹ کو، اور اس آیت میں مندرج مشکل الفاظ کو اس آیت کے محاذ درج کیا ہے۔

چونکہ اس کتاب میں صرف مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے لہذا ضروری نہیں کہ ہر سورۃ یا ہر پارہ اس کے انہی الفاظ سے شروع ہو جو قرآن میں ہیں۔

جن کتابوں سے کتاب ہذا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست آخر میں درج کی گئی ہے۔ چونکہ کتاب ہذا کا مقصد طالب علم کو قرآن حکیم کے سمجھنے میں معاونت کرنا ہے لہذا ان کتب سے دل کھول کر مدد لی گئی ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کو اپنی کوتاہی علم کا شدت سے احساس ہے لہذا کتاب ہذا میں جو محاسن نظر آئیں ان کے لئے سزاوارِ تحسین وہ ہستیاں ہیں جن کے گلستانِ تصنیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے البتہ جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کے لئے ذمہ دار وہ خود مؤلف ہے جس کے لئے وہ بارگاہ ایزدی سے معافی کا خواستگار ہے۔

اعتذار

خداوند تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ جب تالیف کا کام آخری مراحل میں تھا تو مؤلف کو رعشہ کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جس سے مؤلف کی کارکردگی اور قوت حافظہ بری طرح متاثر ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب کا مسودہ مکمل ہونے پر اس کو دوبارہ دیکھنے اور اغلاط کو درست کرنے کی طاقت نہ رہی۔

لیکن بایں ہمہ کتاب کی اہمیت و عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کرمفرما مولانا مبشر احمد صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے سپرد کر دی جنہوں نے ماشاء اللہ پوری توجہ اور حسب استطاعت بشری نظر ثانی کر دی ہے جس کے لئے میں ان کا بیحد مشکور و ممنون ہوں۔

مشورہ

وہ طالب علم جو قرآن حکیم کو لغات (ڈکشنری) یا امدادی کتابوں کا سہارا لے کر پڑھتے ہیں

ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نظریہ کے مطابق کسی مستند ترجمہ کو زیرِ نظر رکھیں تاکہ آیات کا ربط اور مضمون کا تسلسل قائم رہے

فقط والسلام

طالبِ دعا
رَاجِی رَحْمَۃِ اللہِ عَلِی مُحَمَّدٌ
غَفَرَ اللہُ لَہٗ وَلِوَالِدَیْہِ ط

تقریظ

یادگار سلف شیخ طریقت سلطان القلم جناب حضرت **سید انور حسین شاہ**
صاحب مدظلہ العالی۔ خلیفہ مجاز حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

باسمہٖ سبحانہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

پیش نظر کتاب "اَنْوَارُ الْبَیَانْ فِیْ حَلِّ لُغَاتِ الْقُرْآن"

جو کہ چوہدری علی محمد صاحب زاد اللہ محاسنہٗ نے تقریباً عرصہ ۱۳ سال میں تصنیف فرمائی ہے لاریب بڑی محنت سے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے مخدوم مولانا مفتی بشیر احمد صاحب زید مجدہم نے از اوّل تا آخر اس پر نظرِ ثانی فرمائی ہے جو اس کتاب کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ مؤلف ممدوح کی سعی مشکور فرماتے اور مسلمانوں کو اس سے متمتع ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

تقریظ

حضرت العلّامہ المفتی مُبَشّرْاَحْمَدْ صاحب اُسْتَاذُالْحَدِیْث

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن لاہور

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ۰ امابعد ۰

قرآن مجید کا اصلی موضوع انسان کے لئے ایسی راہنمائی فراہم کرنا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ ایسی زندگی گذار سکے۔ جو بعد کی زندگی کے لئے مفید ہو۔ جیسے کہ حضرت مولانا الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ نے فرمایا ہے کہ نزول قرآن کا مقصدِ اصلی انسانوں کی تہذیب وتربیت اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی اصلاح ہے۔

قرآن کریم کی دو شانیں ہیں ایک شانِ تَعَبُّدْ اور دوسری شانِ تدبُّر۔

شانِ تعبد کا مفہوم ہے کہ اس کی تلاوت کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ذکر ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا کہ وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور شانِ تدبُّر کا مطلب ہے کہ اس میں غور وفکر اور نزول قرآن کے مقاصد کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا تو اس کے لئے تعلیم قرآن کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی مقاصد نبوت میں سے ایک مقصد ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ یعنی وہ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے

حالاتِ حاضرہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کی گرمی کچھ مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی عمومی زندگی کا تدبُّرِ قرآن سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ پھر سے مسلمانوں کا تعلق قرآن فہمی سے جڑ جائے ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری علی محمد صاحب دام اقبالہٗ (بی اے آنرز) پی سی ایس ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر نے قلم اٹھایا اور رات دن محنت کر کے اختصار کے ساتھ لغات قرآن کے حل کے لئے ایک مسوّدہ مرتب کیا جس کا نام انوار البیان فی حل لغات القرآن تجویز کیا۔

اس تالیف سے ان کا اولین مقصد تو نجاتِ اخروی ہے اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ اور ثانیاً یہ مقصود ہے کہ شاید میری اس حقیر سی کاوش سے مسلمان استفادہ کر کے تدبّرِ قرآن کی طرف راغب ہو جائیں اور اپنی آخرت بھی سنوار لیں۔

چوہدری صاحب موصوف کی اس تالیف کو بندہ نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ تالیف موجودہ دور کے اردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

چوھدری صاحب موصوف نے حل لغات کے علاوہ کہیں کہیں آیات کا مفہوم بھی اس اچھوتے انداز میں واضح کیا ہے کہ پڑھ کر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔

خصوصیاتِ تالیفِ ھذا

اس تالیف کی خصوصیات یہ ہیں!

۱۔ حل لغات وتراکیب آیات
۲۔ بیان نحوی وصرفی تحقیقات
۳۔ مختصر وآسان تشریحات
۴۔ عمدہ وعجیب وغریب نکات
۵۔ قیمتی وبہترین اشارات
۶۔ مسائل پر جید استدلالات
۷۔ مستند اور مضبوط حوالہ جات

بندہ بارگاہ الہی میں دعا گو ہے کہ یہ تالیف چوہدری صاحب موصوف کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے ذخیرۂ آخرت بنے اور عوام وخواص کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

احقر مبشر احمد غفر لہ الاحد

خادم الحدیث بجامعہ دار العلوم الاسلامیہ

اقبال ٹاؤن لاہور

خلاصہ تقریظ از جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زیر نظر کتاب لغات القرآن الکریم صرف منتہی حضرات کے استفادہ کے لئے ہے اس سے عام قاری کی بجائے وہی استفادہ کر سکتا ہے جو عربی زبان و ادب سے بنیادی واقفیت رکھتا ہو۔ ایک شخص جس نے عربی گرامر کبھی نہیں پڑھی اس کے لئے قواعد یا حذف یا الفاظ کے باہم مقلوب ہونے یا تقدیم و تاخیر کی بحثیں چنداں مفید نہیں۔

اگر مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ بنیادی عربی قواعد و زبان سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے مزید فہم القرآن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ تو نہایت مفید ہے اور اردو زبان میں شاید یہ پہلا کام ہے جس میں پرانی جملہ تفاسیر کے محاسن کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انداز بیان نہایت شستہ اور رواں ہے۔ یہ تالیف ترکیب نحوی پر مبنی ہے۔ اس میں احکام پر مشتمل آیات میں تاریخی و دیگر تفسیری روایات کی بجائے قواعد زبان کی نشاندہی پر زور دیا گیا ہے اردو میں اس نوع کی تفسیر یقیناً ایک خلاء کو پُر کرے گی!

تاہم اس قسم کی لغوی بحثیں زیادہ شرح و بسط کے ساتھ الفراء م ۲۰۷ ھ کی معانی القرآن میں وارد ہیں زیر نظر کتاب لغات القرآن عربی طلبہ کے استفادہ کے لئے ترتیب دینا مقصود ہے تو مذکورہ کتاب سے استفادہ اس کے حسن کو اور بڑھا دے گا۔

جناب چوہدری علی محمد صاحب نے ایک نہایت علمی کام مکمل فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت شاقہ اور کار خیر پر خیر کثیر عطا فرمائے۔ واللہ الموفق

ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری
صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

پارہ الٓمّٓ

(۱)

سورۃ الفاتحۃ

و

البقرۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ (۵)

سُوْرَةٌ: جس طرح دنیا کی دوسری کتابیں مختلف ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں اسی طرح قرآن حکیم کو بھی مختلف حصوں یا ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ کو سورۃ کہتے ہیں اس صورت میں یہ سُؤْرَةٌ (مہموز العین) سے مشتق ہے جس کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ (ٹکڑہ) کے ہیں۔ اور سورۃ بھی قرآن کا ایک ٹکڑہ اور حصہ ہے۔ اس صورت میں واؤ کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے گا۔

۲۔ السُّوْرَةُ، کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ جیسا کہ نابغہ کا ایک شعر ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَعْطَاكَ سُوْرَةً ۔ تَرٰی كُلَّ مَلِكٍ دُوْنَهَا يَتَذَبْذَبُ

(بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا مرتبہ بخشا ہے۔ جس کے ورے ہر بادشاہ متذبذب نظر آتا ہے)

قرآن کی ہر سورت اپنی بلند رتبت کی وجہ سے سورۃ کہلاتی ہے۔

(۳) یا سورۃ القرآن سورۃ المدینۃ سے مشتق ہے جس کے معنی شہر پناہ یا شہر کے گرد حفاظت کے لئے بنائی گئی فصیل کے ہیں اور ہر سورۃ القرآن بھی فصیل کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوتے ہے۔ (۲) اور (۳) کی صورت میں یہ سور سے مشتق ہے اور اس کا واؤ اصلی ہے کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی سورتیں طویل، درمیانی، اور مختصر ہیں، مختصر سے مختصر سورۃ تین آیات کی ہے۔ مثلاً سورۃ العصر (۱۰۳) اور سورۃ الکوثر (۱۰۸)

اَلْفَاتِحَةُ: اسم فاعل واحد مؤنث، فَتْحٌ مادہ سے مشتق ہے۔ اَلْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں۔ یہ ازالہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے جیسے فَتْحُ الْبَابِ (دروازہ کھولنا) مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ (۱۲:۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔

دوم: جس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً فَلَمَّا نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (۶:۴۴) جب انہوں نے اس نصیحت کو جو اُن کو دی گئی تھی فراموش کر دیا۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی۔

اس سورۃ کے کئی نام ہیں۔ اَلْفَاتِحَةُ کھولنے والی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورت ہونے کے باعث

باقی قرآن حکیم کے لئے مثل دروازہ کے ہے اور اس دروازہ کے کھلنے سے باقی قرآن حکیم آتا ہے (۲) ہر چیز کے مبدأ کو الفاتحۃ کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جاتے اسی لئے سورۃ فاتحہ کو فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے۔ (۲) سبع مثانی (سات دوہرائی جانے والی آیتیں) کیونکہ بالاتفاق اس کی سات آیات ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ (۳) اُمّ الکِتَابْ و اُمّ القُرْاٰن۔ کہ قرآن حکیم کے جملہ مضامین کو مشتمل ہے۔ (۴) سورۃ الصلوٰۃ: کہ اس کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ (۵) سُوْرَۃُ الْحَمْدِ۔ کہ لفظ اَلْحَمْدُ سے شروع ہوتی ہے (۶) سورۃ الشفاء کہ یہ سورۃ ہر مرض کی شفاء ہے (۷) سورۃ الرُّقْیَۃ۔ یعنی پڑھ کر دم کرنے یا پھونک مارنے والی سورۃ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔

(۸) اساس القرآن۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی جڑ ہے اور بنیاد ہے۔

(۹) سورۃ الکنز۔ کیونکہ یہ مطالب اور معارف کا خزانہ ہے (۱۰) سورۃ الوافیہ (کہ ہر قرات میں اسے سالم ہی پڑھا جاتا ہے توڑ کر نہیں پڑھا جاتا۔ جیسا کہ بعض دیگر سورتوں کو پڑھا جا سکتا ہے (۱۱) سورۃ الکافیہ۔ کہ نماز میں یہی سورۃ بدوں کسی دوسری سورۃ کے کافی تو ہو سکتی ہے لیکن کوئی دوسری سورت بدوں اس سورۃ کے کافی نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ب حرف جار ہے۔ جو مصاحبت یا استعانت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر مصاحبت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہوئے۔ اور اگر استعانت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کرتے ہوئے (گویا اس کے معنی ہیں ساتھ، مدد کے ساتھ) اِسْم۔ نام۔ مادہ س۔م۔و سے مشتق ہے۔ سَمَا یَسْمُوْ (باب نصر) سُمُوٌّ بمعنی بلند ہونا جیسے عربی میں کہتے ہیں سَمَوْتُ اِلَیْہِ بَصَرِیْ۔ میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔ جب کسی کا نام لیا جاتا ہے تو گویا اس کو بلند و بالا کرتے ہیں تاکہ وہ آنکھوں میں نچ جائے۔ اِسْم کی جمع اَسْمَاء ہے بعض کے نزدیک اس کا مادہ وِسْمٌ ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اور واؤ ہمزہ سے بدل گئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، عربی زبان کا عام ضابطہ ہے کہ کسی لفظ کے مادہ کے اصلی حروف تصغیر میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں اس قاعدہ کے موافق اگر اسم مادہ وِسْم سے قرار دیا جائے تو اس کا اسم تصغیر وُسَیْمٌ اور جمع اَوْسَام ہوگی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اسم کی تصغیر سُمَیٌّ اور جمع اَسْمَاءٌ ہے جو قاعدہ کے موافق ہے، لہٰذا اِسْمٌ سُمُوٌّ سے مشتق ہے نہ کہ وِسْمٌ سے۔

بِسْمِ۔ میں اسم کا الف کثرتِ استعمال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اس کے بدلے میں ب لمبی لکھی جاتی ہے بِسْمِ اللّٰہِ میں ب کا تعلق فعل سے ہے یا اسم سے جو ہر دو یہاں محذوف ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال دونوں طرح کیا ہے۔ متعلق اسم ہونے کی صورت میں عبارت کچھ یوں ہوگی بِسْمِ اللّٰہِ اِبْتِدَائِیْ (اللہ کے نام سے میری ابتداء ہے) قرآن مجید میں اس کی مثال۔ وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْھَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىھَا وَمُرْسٰىھَا (۱۱:۴۱) سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور اللہ کے نام سے اس کا ٹھہرنا ہے۔ متعلق فعل کی صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ اَبْدَاُ بِسْمِ اللّٰہِ (میں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں. قرآن مجید میں اس کی مثال اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ۔ (۹۶: ۱) پڑھ اپنے رب کے نام سے

۱ اللہ ۔ اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات آیا ہے یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا ۔ باقی تمام صفات خداوندی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ۔ نزول قرآن سے پہلے بھی اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن (از مولانا آزاد) ۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط ۔ یہ دونوں نام رَحْمَةٌ سے مشتق ہیں، دونوں میں مبالغہ ہے رَحْمٰن کے معنی میں رَحِیْم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اس میں رَحِیْم کی نسبت ایک حرف زائد ہے اور زِيَادَةُ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلٰى زِيَادَةِ الْمَعْنٰى یعنی زائد حروف زیادۃ معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں۔ رحمٰن کا لفظ اللہ کی طرح ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (۱۷: ۱۱۰) کہہ دو تم (خدا کو) اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں ۔ بخلاف اس کے رحیم کا لفظ ماسوی اللہ کے لئے بھی مستعمل ہے مثلاً رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کہا گیا ہے آیۃ شریفہ ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۹: ۱۲۸) (لوگو) تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے انہیں بہت گراں گذرتی ہے تمہاری بھلائی کے حریص ہیں ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں ۔

بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمٰن اور آخرت میں رحیم ہے کہ دنیا میں مؤمن اور کافر سب اس کی رحمت سے متمتع ہوتے ہیں اور آخرت میں رحمت سے فائدہ اٹھانے والے صرف مؤمن ہوں گے ۔ اس بارہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں

گرامر کے لحاظ سے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اللہ کی صفت ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا اللہ کے نام سے جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے (۲) یہ اللہ کا بدل ہے اور ترجمہ ہے اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے ۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ کی ب کا تعلق اسم (محذوف) سے ہے یا فعل (محذوف) سے ۔ اول الذکر کی صورت میں یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور مؤخر الذکر کی صورت میں جملہ فعلیہ ۔ اس کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہوگی ۔

ب .... حرف جار
اسم .... مضاف
اللہ .... مضاف الیہ موصوف | موصوف صفت مل کر مضاف الیہ | مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور | جار مجرور مل کر متعلق فعل
الرَّحْمٰن .... صفت اول
الرَّحِيْم .... صفت ثانی } صفت

اَبْدَاُ .... فعل (محذوف)
اَنَا .... ضمیر فاعل مستتر در فعل محذوف] پس فعل اپنے فاعل اور متعلق فعل

مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کیا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کا حصہ ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مکہ اور کوفہ کے قاری اسے قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء کا کہنا ہے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں (شوکانی زیر آیت ۱:۱) مؤخر الذکر قراء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ آیت سورۃ فاتحہ کا حصہ ہے باقی سورتوں کا نہیں۔

جو اس کو سورۃ فاتحہ کا حصہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ ایک مکمل آیت ہے لہٰذا اس کو علیحدہ نمبر دیتے ہیں اور باقی آیات کی تعداد چھ شمار کر کے کل سات آیات (سبع مثانی) مکمل کرتے ہیں اور جو اسے سورۃ فاتحہ کا حصہ شمار نہیں کرتے وہ آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر وقف کر کے علیحدہ آیت نمبر ۶ شمار کرتے ہیں۔ جبکہ اول الذکر گروہ اسے ایک ہی آیت شمار کرتا ہے۔

اَلْحَمْدُ۔ حَمِدَ يَحْمَدُ، (باب سَمِعَ) سے مصدر ہے۔ ثنا کرنا۔ تعریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور ثناء کو حمد کہتے ہیں۔ یہ مدح سے خاص اور شکر سے عام ہے۔ کیونکہ مدح ان افعال پر بھی ہوتی ہے جو کہ انسان سے اختیاری طور پر سرزد ہوتے ہیں اور ان اوصاف پر بھی جو پیدائشی طور پر اس میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس طرح مال کے خرچ کرنے اور علم و سخا پر انسان کی مدح ہوتی ہے اسی طرح اس کی درازیٔ قد و قامت اور چہرہ کی خوبصورتی پر بھی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن حمد صرف افعال اختیاریہ پر ہوتی ہے نہ کہ اوصاف اضطراریہ پر۔ اور شکر تو صرف کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کو کہتے ہیں۔ لہٰذا ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں ہے اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد فرماتے ہیں، عربی میں حمد کے معنیٰ ثناء جمیل کے ہیں یعنی اچھی صفتیں بیان کرنے کے۔ اگر کسی کی بُری صفتیں بیان کی جائیں۔ تو یہ حمد نہ ہوگی۔

حمد۔ پر الف لام (ال) تعریف کا ہے یہ یا تو جنس کے لئے ہے اور حمد کے اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جسے ہر شخص جانتا ہے یا یہ استغراق کے لئے ہے۔

لِلّٰهِ میں لام اختصاص کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَلدَّارُ لِزَيْدٍ۔ پس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے معنی یہ ہوئے کہ حمد و ثناء میں جو کچھ اور جیسا کچھ بھی کہا جا سکتا ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے کیونکہ خوبیوں اور کمالوں میں سے جو کچھ بھی ہے سب اسی سے ہے اور اسی میں ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جملہ خبریہ اسمیہ ہے اور استحقاقِ حمد کے استمرار پر دلالت کرتا ہے

اس جملہ سے ثناء کرنا مقصود ہے اور بندوں کو حمد کی تعلیم دی گئی ہے تقدیر جملہ یہ ہے قُوْلُوْا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (لوگو! الحمد للہ کہا کرو) اس تقدیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے مناسبت پیدا ہو جائے۔

کیونکہ نَعۡبُدُ کے قائل بندے ہیں۔

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ربّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے رَبَّ یَرُبُّ (باب نَصَرَ) سے۔ استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے مطلق صورت میں یعنی اضافت اور تعریف سے خالی ہونے کی صورت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور دوسروں پر بھی جیسے رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ (اللہ تعالیٰ کی صفت: تمام جہانوں کا پالنے والا۔ رَبُّ الدَّارِ (ماسوی اللہ کے لئے: گھر کا مالک)

ربّ بمعنی کسی پر سیاست رانی کرنا مثلاً رَبَّ الۡقَوۡمِ ۔ کسی کا کام درست کرنا۔ جیسے رَبَّ الۡاَمۡرِ ۔ کسی کو پالنا جیسے رَبَّ الۡوَلَدَ ۔

رَبُّ : تربیت کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ تربیت دینا۔ یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال کو پہنچانا۔ اس پرورش میں محبت شفقت، حفاظت، نگہداشت، اور رافت کا عنصر موجود ہوتا ہے، جیسے ماں کا بچے کو پالنا۔ یا ماں باپ کا بچے کی نشوونما میں اس کی نگہداشت کرنا۔ اور ہر ضرورت کو بروقت اور حسب وقع اس کی استعداد کے مطابق پورا کرنا۔ اس لئے رَبٌّ بمعنی پروردگار، پالنہار، پالنے والا آتا ہے۔

عَالَمِیۡنَ ۔ عَالَمٌ کی جمع ہے (استعمال میں اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں پایا جاتا۔ یعنی قرآن مجید میں لفظ عالم بصیغہ مفرد استعمال نہیں کیا گیا) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو عالم کہتے ہیں اس میں تمام وہ مخلوق شامل ہے خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کا) مالک و پروردگار ہے

عالم نام ہے اس چیز کا جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم ہو پھر غلبۃً استعمال ہونے لگا ان چیزوں میں جن کے ذریعہ صانع یعنی باری تعالیٰ کا علم حاصل ہو۔

چونکہ عالم کے تحت میں اجناس مختلف موجود ہیں اس لئے عالمین بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے بدیں وجہ مجرور ہے۔

(۲:۲) اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ ہر دو کی وضاحت اوپر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بیان میں ہو چکی ہے اللہ کی صفت، دوم، سوم یا اللہ کا بدل ہیں۔

(۳:۲) مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۔ مٰلِكِ مضاف یَوۡمِ الدِّیۡنِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، لہٰذا مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ صفت چہارم ہے اللہ کی۔ بعض کے نزدیک یہ اللہ کا بدل ہے صفت نہیں کیونکہ اللہ معرفہ ہے۔ اور یہ نکرہ۔ اس کے نکرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل جب حال یا مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو مضاف الی المعرفہ بھی معرفہ نہیں بنتا۔ الملک جزاء و حساب کے دن کا مالک۔ یوم الدین کی قرآن مجید میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۙ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ؕ يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ

لِنَفْسٍ شَيْئًا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (٨٢: ١٩) جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آسکیگا اور حکم تمام تر اس روز صرف اللہ ہی کا ہوگا۔

علامہ پانی پتیؒ رقمطراز ہیں : یَوْمِ الدِّیْنِ : قیامت کا دن ہے دِیْن جزا، اور بدلے کو کہتے ہیں اور کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ دِیْن ہی سے مشتق ہے (یعنی جیسے تو فعل کرے گا ویسا ہی بدلہ لیگا..... یا لفظ دین سے اسلام اور اطاعت مراد ہے کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دیگی

مُجاھد کہتے ہیں کہ یَوْمِ الدِّیْنِ بمعنی یوم الحساب ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یعنی یہ سیدھا حساب ہے

(١: ٤) اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ

نَعْبُدُ ... فعل	فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا	معطوف علیہ
نَحْنُ ...... (ضمیر مستتر) فاعل		
اِیَّاكَ .... مفعول۔ (جو تخصیص کے لئے مقدم کر دیا گیا ہے)		
وَ ... حرف عطف		
نَسْتَعِیْنُ .... فعل	فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا	معطوف
نَحْنُ .... (ضمیر مستتر) فاعل		
اِیَّاكَ ...... مفعول (مقدم برائے تخصیص)		

اِیَّاكَ ۔ اِیَّا ۔ اور كَ سے مرکب ہے، یعنی تجھ ہی سے ۔ علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ ضمیر منصوب منفصل کے تلفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جب ضمیر منصوب اپنے عامل پر مقدم ہو یا اس پر کسی کلمہ کا عطف ڈالا جائے یا اِلّا کے بعد آئے تو اس کے ساتھ (یعنی اِیَّا کے ساتھ) استعمال ہوتی ہے[1] مثلاً تقدیم کی صورت میں ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) (٢) عطف کی صورت میں قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ (١٧: ٣١) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور (٣) اِلّا کے بعد: وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ (١٧: ٢٣) اور تیرے پروردگار نے قطعی طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو!

مفعول مقدم کی صورت میں تخصیص کے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ گویا جب کہا جائے نَعْبُدُكَ تو اس کے معنیٰ ہوں گے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جب کہا جائے اِیَّاكَ نَعْبُدُ تو اس کے معنی ہوں گے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں

نَسْتَعِیْنُ : مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) سے عَوْن ۔ مادہ۔ ہم مدد چاہتے ہیں، ہم مدد مانگتے ہیں اِیَّاكَ ۔ صرف تجھی سے ۔

فائدہ اوّل: یہاں اِیَّاکَ جو کہ بطور مفعول مستعمل ہے اسے فعل سے قبل لانے اور پھر اسے دوہرانے سے مقصود اس کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے اور عبادت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنا ہے یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تیرے سوا کسی سے امداد طلب نہیں کرتے۔ اس حصر و تخصیص کے مدِّ نظر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اس سے مدد مانگنا قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ خواہ وہ کوئی انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، حیوانات سے ہو نباتات سے ہو یا جمادات سے ہو، استعانت (مدد طلب کرنا) سے یہاں اعانت کے بنیادی معنی مراد ہیں جس میں اس کے جملہ پہلو شامل ہوں، ورنہ اس عالم اسباب میں بعض قسم امداد ماسوی اللہ سے طلب کرنا منع نہیں ہے مثلاً آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں سکتے اور کسی اور کو اٹھنے میں مدد دینے کو کہتے ہیں، آپ طالب علم ہیں اور استاد سے یا کسی عالم سے اپنے علم کی تحصیل کے لئے امداد کے طالب ہیں - علیٰ ہٰذا القیاس۔ حالانکہ آپ کا فی الواقع اٹھنے کے قابل ہونا۔ یا مرض سے شفا پانا۔ یا علم کا حاصل کرنا بالآخر قبضہ قدرت میں ہے آپ صرف دنیاوی اسباب سے استفادہ چاہتے ہیں اور حقیقتاً ان اسباب کے مہیا کرنے کا مُسبّب وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کامل اطاعت اور پورے دین کا حاصل صرف یہی دو چیزیں ہیں (عبادت اور استعانت) بعض سلف کا قول ہے کہ سارے قرآن کا راز سورۃ الفاتحہ میں ہے۔ اور پوری سورۃ کا راز اس آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں ہے۔

فائدہ دوم خداوند تعالیٰ کی حمد ہو چکی، اس کی ربوبیت اس کی رحمانیت اور اس کی رحیمیت اس کا روزِ جزاء و سزا کا مالک مطلق ہونا بیان ہو چکا اس کی حقیقت دل کی گہرائیوں میں اتر چکی اس کا اثر جسم کے روئیں روئیں میں بس گیا۔ تو بندہ بصد عجز و انکسار عبادت میں اس ذات وحدہٗ لاشریک کے آگے جھک گیا۔ اور صرف اور صرف اسی کو حامی و ناصر جانتے اور مانتے ہوئے پکار اٹھا۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ اس یک لخت غیب کے درجہ سے مرتبہ خطاب کی جانب عدول کے متعلق تفسیر مظہری میں یوں تحریر ہے :-

"اگر کسی چیز کے احوال و صفات ناقابل اشتراک اور مخصوص ہوں اور وہ صفات ذکر کر دی جائیں تو اس چیز کی ذہن میں ایسی تعیین ہو جاتی ہے کہ گویا وہ سامنے آ گئی، شدتِ تخیل غیر محسوس کو محسوس کر کے دکھا دیتی ہے علم غائبانہ شہود سے بدل جاتا ہے، حضور ذہنی وجود خارجی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علم حصولی معاینہ میں تبدیل ہو جاتا ہے پس جب ذاتِ ربوبیت کا نام ذکر کر دیا اور مخصوص صفات کو بھی بیان کر دیا تو ذاتِ غائب شدتِ استحضار کی وجہ سے عارف کی نظر کے سامنے آ گئی۔ اس لئے اس نے غائبانہ طرز کلام سے انتقال کر کے تخاطب کا اسلوب اختیار کیا۔ جس ذات کا وہ غائبانہ ذکر کر رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے حاضر ہو گئی اور اس نے

حاضر ذہنی سے اس طرح بات کرنی شروع کر دی جیسے حاضر مرئی خارجی سے کی جاتی ہے۔

۱: ۵ - اِهْدِنَا - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم هِدَايَةٌ باب ضرب، مصدر سے، تو ہم کو راہ بتلا، تو ہماری رہنمائی کر، اصل میں فعل لازم ہے اور لِ الیٰ کے ساتھ متعدی کے معنی دیتا ہے لیکن بغیر صلہ کے بھی بطور متعدی استعمال ہوتا ہے مثلاً هَدَى الرَّجُلُ آدمی کا ہدایت پانا۔ (فعل لازم) اور هَدَاهُ الطَّرِيْقَ کسی کو راہ بتانا۔ بمعنی هَدَاهُ اِلَى الطَّرِيْقِ وَلِلطَّرِيْقِ۔ فعل متعدی ہے۔

ہدایت کے اصلی معنیٰ لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا استعمال ہمیشہ خیر و نیکی میں ہوا کرتا ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر مقصد تک پہنچانے کے معنی میں ہوتی ہے۔

الصِّرَاطَ۔ راہ۔ راستہ، سیدھے اور آسان راستے کو صِرَاط کہتے ہیں اس کی جمع صُرُطٌ ہے۔ الصِّرَاط یہاں موصوف ہے اس کی صفت الْمُسْتَقِيْمَ آگے آتی ہے۔

اَلْمُسْتَقِيْمَ اسم فاعل۔ واحد مذکر منصوب۔ اِسْتِقَامَةٌ (استفعال) قَوْمٌ۔ مادہ بمعنی سیدھا۔ صحیح، الصِّرَاط کی صفت ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، کی ترکیب یوں ہوگی۔

اِهْدِ .... فعل		فعل اپنے فاعل اور دو مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔
اَنْتَ - ضمیر مستتر فاعل		
نَا ...... مفعول اول		
الصراط ..... موصوف۔	موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی	
الْمُسْتَقِيْمَ ..... صفت		

۱: ۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یہ جملہ بدل کل ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے۔ ترکیب یوں ہوگی۔

صِرَاطَ			مضاف	مضاف، مضاف الیہ مل کر بدل کل الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے
الَّذِيْنَ		موصول	موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ	
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ فعل بافاعل وضمیر مفعول عائد الی الذین مل کر جملہ فعلیہ ہو کر	صلہ			

یعنی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے مقصود وہ سیدھا راستہ ہے جس کی طرف رہنمائی کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا ہے۔ یہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں؟ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ

الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (۴: ۶۹)
اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔

انعام کے معنیٰ ہیں وہ کیفیت جسے انسان لذیذ پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان اشیاء پر ہونے لگا جو اس لذت کا سبب بنتی ہیں

۷۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ یہ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے بدل ہے (یعنی تیرے انعام یافتہ بندے وہ ہیں) جو (تیرے) غضب اور گمراہی سے سالم اور محفوظ ہیں۔ یعنی جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے

فائدہ: نعمتوں کی قسمیں۔ دنیاوی، اخروی۔

وہبی۔ کسبی۔

جسمانی۔ روحانی۔

وہبی یعنی خداداد۔ جیسے روح۔ عقل، بینائی۔ قوتِ شنوائی، قوت گویائی وغیرہ۔

کسبی۔ جو اپنی محنت سے حاصل ہو۔ | جیسے نفس کو رذائل سے پاک کرنا، اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنا اور بدن کو خوبصورت کپڑوں اور زیورات سے زینت دینا۔

اور مال وجائداد و عہدہ حاصل کرنا۔

اخروی۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیوں کو معاف کردے اور راضی ہو کر اعلیٰ علیین میں ملائکہ مقربین کے ساتھ ٹھکانہ دے۔

فائدہ: اگر مضمون کی خاطر غَیْرِ کی تکرار مطلوب ہو تو دوسری دفعہ غَیْرِ کی بجائے لا لاتے ہیں جس کا مابعد مجرور ہوگا۔ مثلاً مِنْ غَیْرِ اَبٍ وَّلَا اُمٍّ۔ بغیر باپ کے اور بغیر ماں کے۔ یا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝ (۳۱: ۲۰) اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے۔ یا آیت زیر غور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام و فضل ہوا۔ جن پر تیرا غضب نہ ہوا اور جو نہ گمراہ ہوئے، بعض کے نزدیک وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں لا زائد تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ بمعنی غیر صراط الذین غضبت علیہم وغیر الضّالّین عن الھدیٰ بھی ہو سکتا ہے۔ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ راستہ ان لوگوں کا جو ہدایت کے راستہ سے گمراہ ہوگئے۔

فائدہ: بعض کے نزدیک مغضوب علیہم سے مراد اہل یہود ہیں اور الضّالّین سے نصاریٰ۔

ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الیھود مغضوب علیہم و النصاریٰ ضلال ۔ لیکن علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ المغضوب علیہم ولا الضآلین ۔ ایسے دو عام لفظ ہیں جس کے تحت تمام کفار اور خدا کے نافرمان اور بدعتی سب لوگ داخل ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں جو کسی ممنوع القتل کو عمداً قتل کرے غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ (۴ : ۹۳) فرمایا ہے اور کفار اور بدعتیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖ (۱۰ : ۳۲) اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا، اور اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا (۱۸ : ۱۰۴) (وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی)

اَلۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ ۔ غَضِبَ یَغۡضَبُ (باب سمع) فعل لازم ہے بمعنی غضبناک ہونا ۔ عَلٰی کا صلہ لگا کر مَغۡضُوۡبِ عَلٰی اسم مفعول بنایا گیا ہے وہ جس پر غضب نازل ہوا۔

الغضب کے اصل معنی ہیں انتقام کے لئے دل میں خون کا جوش مارنا۔ لیکن غضب الٰہی سے مراد سزا اور عذاب ہوتا ہے غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ (۴ : ۹۳) اور خدا اس پر غضبناک ہو گا ۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ میں غیر نفی کے لئے ہے جملہ کا مطلب ہے جن پر غضب نازل نہیں ہوا۔

وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۔ وَ عاطفہ ہے لَا ۔ غَیۡرِ کی جگہ تکرار کی خاطر لایا گیا ہے وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کا عطف جملہ سابقہ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ پر ہے ۔ الضَّآلِّیۡنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ضَآلٌّ واحد بحالت رفع، بہکے ہوئے گمراہ، راہ بھولے ہوئے ۔ اَلضَّلَال کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے ہیں اور یہ ھِدَایَۃ بالمقابل استعمال ہوتا ہے ۔

فائدہ : سورۃ فاتحہ کے ختم پر قدرے فصل کے ساتھ آمین کہنا مسنون ہے، صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (لوگو!) جب امام ولا الضآلین تک پہنچ جائے تو آمین کہا کرو۔ کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں ۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے تمام گذشتہ گناہوں پر قلم عفو کھینچ دیا جائیگا۔

اٰمِیۡن کے معنی ہیں : اِسۡمَعۡ وَاسۡتَجِبۡ ؛ (یعنی خداوندا ہماری دعا سن اور قبول فرمالے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) یا اِفۡعَلۡ : (یا اللہ ایسا ہی کر)

یاد رہے کہ آمین قرآن مجید کا حصہ نہیں، اور اسی لئے اسے لکھا نہیں جاتا، بعض کے نزدیک مَنۡ قَالَ اِنَّ اٰمِیۡن من القراٰن کفر : جس نے کہا کہ آمین قرآن کا حصہ ہے اس نے کفر کیا ۔ (روح المعانی)

(۲) سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ (۸۷)

۲:۱ - الٓمّٓ الف ۔ لام ۔ میم ۔ ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ ان کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک ان کے معانی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو معلوم ہیں۔ هٰذَا سِرٌّ بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَ الرَّسُوْلِ (یہ ایک بھید ہے مابین اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے) بعض علماء نے کہا ہے کہ ان حروف مقطعات اور متشابہات (۳:۷) کا علم نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ آپ کے اتباع کاملین کو بھی تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ میں راسخین فی العلم (۳:۷) میں سے ہوں اور جو لوگ متشابہات اور مقطعات کی تفسیر کے عالم ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں

حروف مقطعات کا استعمال عربی کلام میں پایا جاتا ہے لیکن بہت کم، مثلاً الراجز کا شعر ہے:

قُلْتُ لَهَا قِفِيْ فَقَالَتْ قَافْ ـ لَا تَحْسَبِيْ اِنَّا نَسِيْنَا الْاِيْجَافْ

اس میں قَافْ سے وَقَفْتُ ہے۔ لو میں ٹھیر گئی۔

۲:۲ - ذٰلِكَ الْكِتَابُ ـ ذٰلِكَ ۔ اسم اشارہ بعید ہے۔ اور واحد مذکر ہے اس کی تثنیہ اور جمع یہ ہو گی تثنیہ ذٰنِكَ اور جمع اُولٰئِكَ؛ اور مؤنث کی صورت میں واحد تِلْكَ۔ تثنیہ تَانِكَ اور جمع۔ اُولَاكَ ذٰلِكَ اگرچہ اسم اشارہ بعید کے لئے ہے لیکن اس کا استعمال بطور اشارہ قریب بھی آتا ہے۔ مثلاً خفاف کا شعر ہے۔

اقول لہ والرمح یاطر مقفہ ـ تَاَمَّلْ خِفَافًا اِنَّنِيْ اَنَا ذٰلِكَ ـ

(میں نے اس کو کہا جب کہ نیزہ اس کی کمر کو دوہرا کر رہا تھا۔ خفاف کو اچھی طرح دیکھ لے۔ میں یہاں ہوں) قرآن مجید میں بھی ذٰلِكَ اسم اشارہ قریب کے لئے اکثر جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ: (۳:۴۴) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس وحی کرتے ہیں۔

بقول امام رازی: هٰذَا اور ذٰلِكَ میں اصل لفظ ذَا ہے جو کہ صرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲: ۲۵۵) کون ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے۔ یا مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا (۲:۲۴۵) کون ہے کہ وہ خدا کو قرض حسنہ دے، ھَا ماقبل ذَا توجہ دلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں پس جب کوئی چیز قریب ہوتی ہے تو اس کو هٰذَا سے بیان کرتے ہیں۔ یعنی اے مخاطب یہ رہی مشار الیہ چیز، لیکن جب

کوئی چیز دور ہوتی ہے تو مخاطب کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ چیز تجھ سے دور ہے اسم اشارہ ذا کے ساتھ کَ خطاب کا اور لَ تاکید کا لگا دیتے ہیں۔ پس ذٰلِكَ اگرچہ عرف عام میں اشارہ بعید کے معنوں میں آتا ہے اس کے بنیادی معنوں میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔

جس طرح بعض دفعہ ھٰذَا کا لفظ تحقیر و تنقیص کے لئے بولتے ہیں مثلاً اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ وَّلَا یَکَادُ یُبِیْنُ ؕ (۴۳: ۵۲) بے شک میں اس شخص سے بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا۔ اور نہ صاف گفتگو کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہاں ذٰلِكَ کے لفظ کے استعمال سے الْکِتٰبُ کی تعظیم شان کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

اَلْکِتٰبُ: مشارٌالیہ۔ اس سے مراد قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو سورۃ البقرۃ سے پیشتر نازل ہو چکا تھا۔ (۲) یہ بھی ممکن ہے کہ سارے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہو۔ (۳) الٓ عہد کا ہے و الکِتٰبُ الموعود انزالہ اور اَلْکِتٰبُ سے مراد وہ کتاب جس کے انزال کا عہد کر رکھا ہو، جیساکہ آیت شریفہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ (۲: ۱۲۹) سے ظاہر ہے کہ انبیاء سابقہ کو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشگی علم تھا اور اَلْکِتٰبُ (القرآن) کا ان پر منزل من اللہ ہونا بھی معلوم تھا (۳) الٓ تخصیص کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی ایسی کامل کتاب کہ اس کا ثانی نہ ہو، جس کے سامنے اور کتاب۔ کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔

لَا رَیْبَ فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ لَا۔ نفی جنس کے لئے ہے۔ بدیں وجہ لَا رَیْبَ مبنی بر فتحہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ لَا جنس کے بعد نکرہ مفرد ہو تو مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔ جیسے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ۔

رَیْبٌ: رَابَ یُرِیْبُ: (باب ضرب کا مصدر ہے۔ اور رَیْبٌ اس شک یا گمان کو کہتے ہیں جس کی حقیقت بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے، رَیْبٌ: ذہنی اضطراب، تہمت، اور سوء ظن کے معنوں میں بھی آتا ہے

فِیْہِ: جار مجرور ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الْکِتٰبُ کے لئے ہے۔ یا اس کا مرجع کلام ما سبق بھی ہو سکتا ہے

ھُدًی: ھَدٰی یَھْدِیْ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ ہدایت کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنے کے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ھدایۃ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ راہنمائی کرنے کے ہیں تو پھر قرآن مجید میں ہے فَاھْدُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ہ (۳۷: ۲۳) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ اور وَیَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ط (۲۲: ۴) اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا کیوں استعمال ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں طنزاً کافروں کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جیساکہ اور جگہ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ؕ (۸۴: ۲۴) تو (اے پیغمبر) انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔

لِلْمُتَّقِیْنَ۔ مُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجرور، لِلْمُتَّقِیْنَ۔ متقیوں کے لئے، تقوٰی کرنے والوں

کے لئے ۔ شرع میں تقویٰ سے مراد ہر اس چیز سے بچنا ہے جو گناہ کی طرف لیجائے ۔ و ق ی ۔ مادہ۔

یہاں لَا رَیْبَ کے بعد ج صلے نشان وقف مندرج ہے اور فِیْہِ کے بعد ج کا نشان وقف ، اور حاشیہ میں مع درج ہے ، مع معانقہ کا مخفف ہے جس کے لغوی معنی گلے ملنے کے ہیں ۔ یہاں دو جگہ قریب قریب ہیں جن پر تین نقطے لکھے ہوئے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے دوسرے کو پہلے سے وہ ارتباط ہے جو دوسرے لفظ کو اگلے لفظ کے ساتھ ہے پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو ۔ اور دوسرے کو اس سے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھ لو ۔ اس صورت میں دوسرے لفظ کا ربط پہلے لفظ کے ساتھ ہوگا ۔ نہ کہ اگلے لفظ کے ساتھ ، بہر صورت اگر ایک پر وقف کرو تو دوسرے پر ہرگز وقف نہ کرو۔

تمام قرآن مجید میں متقدمین کے نزدیک ۱۶ معانقے ہیں لیکن متاخرین کے نزدیک ان کی تعداد ۱۸ ہے ۔ آیت زیر غور کی مندرجہ بالا کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو صورتیں ہوں گی ۔

(۱) ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ : یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں ۔ اس صورت میں هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ سے پہلے فِیْهِ محذوف سمجھا جائے گا ۔ اور عبارت یوں ہوگی ، ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ج صلے (فِیْهِ) هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں ۔ اس میں متقیوں کے لئے راہنمائی ہے ۔ وقف کی یہ صورت بہتر سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں نسبتاً مبالغہ زیادہ ہے اس کی تائید قرآن مجید میں اور جگہ بھی ہوتی ہے مثلاً ۔ تَنْزِیْلُ الْكِتَابِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (۳۲ : ۲) اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے ۔

(۲) دوسری صورت میں عبارت یوں ہوگی ۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَیْبَ ج صلے فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ اس صورت میں لَا رَیْبَ کے بعد فِیْهِ محذوف سمجھا جائیگا ۔

عربی میں فِیْهِ کے حذف کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں ۔ چنانچہ جب یہ کہنا مقصود ہو کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں تو لَا بَاْسَ فِیْهِ کی بجائے صرف لَا بَاْسَ کہہ لیتے ہیں ۔ قرآن مجید میں اس کی مثال قَالُوْا لَا ضَیْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ (۲۶ : ۵۰) وہ بولے کچھ ڈر نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں ۔ (یعنی تمہارے ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ہمیں سولی پر لٹکانے میں کوئی ڈر نہیں ۔ یہاں لَا ضَیْرَ فِیْهِ کہنے کی بجائے صرف لَا ضَیْرَ کہہ دیا ۔

علامہ پانی پتی رح لَا رَیْبَ فِیْهِ ... کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَا رَیْبَ فِیْهِ یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور اس درجہ روشن ہیں کہ نظر صحیح کے بعد منصف آدمی اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا سا شک نہیں کر سکتا ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں خبر انشاء کے معنی میں ہے ، یعنی لوگو! اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں شک و شبہ نہ کرو ۔ لَا رَیْبَ میں لَا نفی جنس کے لئے ہے رَیْبَ اسم اور فِیْهِ خبر ، یا یوں کہو ،

کہ فِیْهِ صفت اور لِلْمُتَّقِيْنَ خبر، اور هُدًى بلحاظ حال منصوب، یا لَا کی خبر تو محذوف مانو۔ جیسے لَاضَيْرَ میں اور فِیْهِ کو هُدًى کی خبر کہہ دو جو هُدًى کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اس پر مقدم ہو گئی ہے۔ تقدیر عبارت یوں سمجھو لَا رَيْبَ فِیْهِ، فِیْهِ هُدًى (یہ سب توجیہیں گو بجائے خود درست اور بجا ہیں، لیکن بہتر اور سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہ سب مسلسل مگر علیحدہ علیحدہ جملے قرار دیئے جائیں اور ہر جملہ لاحقہ کو سابقہ کی تاکید مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دو جملوں کے بیچ میں حرف عطف نہیں لایا گیا۔ پس ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ایک ایسا جملہ ہے جو اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ یہ کتاب ایسے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو غایت کمال کے ساتھ موصوف ہے اور اس حیثیت سے اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسی پر قیاس کر لو هدى للمتقين کو،

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ : متقیوں کے لئے ہادی و رہنما اس کتاب کو اس لئے کہا گیا کہ گو بمطابق ارشاد باری تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ط (۲: ۱۸۵) تمام انسانوں کے لئے رشد و ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ صرف متقی اور پرہیزگار ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ جن میں اس سے استفادہ حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

(۱) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (۱۷: ۸۲) اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں اور ظالموں کا اس سے اور نقصان بڑھتا ہے۔

(۲) قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط (۴۱-۴۴) کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں موجب نابینائی ہے۔

(۲-۳) اَلَّذِيْنَ ...... اسم موصول جمع مذکر۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ : اٰمَنَ يُؤْمِنُ اِيْمَانًا۔ (افعال) سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ اٰمَنَ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے بؔ اور لؔ کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی مستعمل ہے ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی ماننا اور قبول کرنا جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ میں نے اللہ کو مانا۔ قبول کیا۔ اللہ پر ایمان لایا۔ اور اٰمَنَ لَهٗ۔ تابعدار اور مطیع ہونا۔ شرع کی اصطلاح میں ایمان کے معنی ہیں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔

اَلْغَيْبِ : یہ غَابَ يَغِيْبُ (باب ضَرَبَ يَضْرِبُ) کا مصدر ہے غِيَابٌ وَغَيْبَةٌ وَغُيُوْبٌ، دیگر مصادر ہیں۔ اس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل ہونے کے ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ۔ حشر و نشر، جنت و دوزخ سب شامل ہیں

جملہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ صلہ ہے اَلَّذِیْنَ ۔ اسم موصول کا۔ اور معطوف علیہ اگلے جملہ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کا۔
وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ۔ واؤ عاطفہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ جملہ فعلیہ ہے اور معطوف جس کا عطف جملہ سابقہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ پر ہے۔

یُقِیْمُوْنَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ اِقَامَۃٌ (باب افعال) مصدر۔ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ۔ اقامت بمعنی سیدھا کھڑا کرنا ہے یعنی تعدیل ارکان ، نہایت خشوع وخضوع اور حضور قلب سے نماز ادا کرنا وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اور نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں ۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ مِمَّا مرکب ہے مِنْ جار اور ما موصولہ سے رَزَقْنَا فعل بافاعل ھُمْ مفعول رَزَقْنٰھُمْ جملہ فعلیہ ہوکر مَا موصول کا صلہ ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مِنْ حرف جار کا مجرور ہوا ۔ اور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل یُنْفِقُوْنَ سے متعلق ہے ، فعل وفاعل ومتعلق فعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جملہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا معطوف ہوا ۔ یُنْفِقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر وہ خرچ کرتے ہیں ۔

تینوں جملے جو ایک دوسرے پر معطوف ہیں صلہ ہوئے موصول اَلَّذِیْنَ کے ۔ اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مُتَّقِیْنَ کی صفت ہوئی ۔ یعنی متقین وہ ہیں جو (۱) غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور (۳) جو روزی ہم نے ان کو دی ہوئی ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ۔

(۲ : ۴) وَالَّذِیْنَ ۔ واؤ عاطفہ ہے ۔ اَلَّذِیْنَ موصول ثانی ۔ یُؤْمِنُوْنَ بِ فعل با فاعل ۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ۔ مَا موصولہ ۔ اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اِلَیْکَ جار مجرور مل کر متعلق فعل اُنْزِلَ ۔ فعل اپنے نائب فاعل (مفعول مالم یسم فاعلہ) اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا مَا موصولہ کا ۔ موصول وصلہ مل کر معطوف علیہ ہوا اگلے جملہ کا ۔

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۔ واؤ عاطفہ ، مَا موصولہ ، اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب (ضمیر مالم یسم فاعلہ یا نائب فاعل کی طرف راجع ہے) مِنْ حرف جار ، قَبْلِکَ مضاف ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل اُنْزِلَ ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق فعل سے مل کر مَا موصولہ کا صلہ ہوا ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہے جملہ سابقہ پر ، معطوف علیہ اور معطوف دونوں جملے مفعول ہوئے یُؤْمِنُوْنَ کے ، یُؤْمنون اپنے فاعل ضمیر اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا ۔ اور صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا ۔ اَلَّذِیْنَ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہوا پہلے اَلَّذِیْنَ پر یا مُتَّقِیْنَ پر ۔

وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ ، بِالْاٰخِرَۃِ جار مجرور مل کر متعلق فعل یُوْقِنُوْنَ کے ، یُوْقِنُوْنَ فعل بافاعل اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہوئی ھُمْ کی ، جو مبتدا ہے ، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ

اسمیہ ہوا۔ اور یہ جملہ اسمیہ یُؤْمِنُوْنَ کا معطوف ہوا۔ معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ ہوئے اپنے موصول اَلَّذِیْنَ کا۔ الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر پہلے اَلَّذِیْنَ پر معطوف ہوا۔ اور معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ہوئی ... المتقین کی:

وَالَّذِیْنَ ...... یُوْقِنُوْنَ ۝ (آیۃ ۴) کا ترجمہ ہوا۔ (وہ کتاب ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا آپ پر اور جو نازل کیا گیا آپ سے پہلے اور وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

گویا متقین کی مندرجہ ذیل تین مزید صفات ہیں۔

(۱) وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر نازل کیا گیا۔

(۲) وہ ایمان لاتے ہیں ان کتب الٰہیہ اور ان صحیفوں پر جو آپ سے قبل (دوسرے پیغمبروں پر) نازل کئے گئے۔

(۳) وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

الاٰخِرَۃ: ضد ہے دنیا کی: دنیا مشتق ہے دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونا کے ہیں۔ خواہ یہ قرب ذاتی، حکمی، مکانی، زمانی، یا بلحاظ مرتبہ کے ہو۔ چونکہ وہ حال کے بہت ہی قریب ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں۔ اسی طرح آخرت کو اس کے متاخر اور پیچھے ہونے کی وجہ سے آخرت کہتے ہیں۔ اصل میں دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں اب ان پر اسمیت غالب آئی اور استعمال میں دنیا و آخِرت اسم کہلائے جانے لگے۔

هُمْ: ضمیر حصر کے فائدہ کی غرض سے یُوْقِنُوْنَ ۝ پر مقدم کی گئی۔ یعنی آخرت کے گھر کا یقین صرف انہی پرہیزگاروں کو حاصل ہے جن کی چند صفتیں اوپر مذکور ہو چکیں۔

یُوْقِنُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب اِیْقَانٌ (افعال) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔

۲ : ۵ - اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ لبعید، جمع مذکر۔ وہ سب، یعنی وہ مؤمن اور متقی لوگ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ: کلمہ عَلٰی متقی لوگوں کے ہدایت خداوندی پر متمکن و مستقر ہونے پر دلالت کرتا ہے ای ثَابِتُوْنَ عَلَی الْهُدٰی ہدایت پر ثابت قدم رہنے والے۔ هُدًی کو نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے اور اس ہدایت کا مِنْ رَّبِّهِمْ ہونا تعظیم کی مزید تاکید ہے۔

وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، واؤ عطف کی ہے۔ اُولٰٓئِکَ مبتدا، هُمْ مبتدا۔ اَلْمُفْلِحُوْنَ: خبر، دونوں مل کر اُولٰٓئِکَ کی خبر ہوئے۔ یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جملہ سابقہ کا معطوف ہوا۔

هُمْ ضمیر مقدم برائے حصر لائی گئی ہے یعنی فلاح بھی انہی کا حصہ ہے جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں

اَلْمُفْلِحُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اَلْمُفْلِحُ واحد اِفْلَاحٌ (اِفعال) مصدر، فلاح پانے والے، مراد پانیوالے کامیابی حاصل کرنیوالے۔

کَفَرُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، کُفْرٌ و کُفْرَانٌ و کُفُوْرٌ۔ مصادر ہیں۔
الکُفْرُ: کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اسی لئے رات کو بھی کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔ یا کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین کے اندر چھپا دیتا ہے۔ کفر زیادہ تر شریعت حقہ سے انکار یا دین سے انکار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سب سے بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کے فرستادہ انبیاء سے یا ان کی لائی ہوئی شریعت سے انکار ہے۔
کُفْرَانٌ۔ زیادہ تر نعمت کے انکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کُفُوْرٌ دونوں قسموں کے انکار پر بولا جاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اے پیغمبر) جن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کیا۔ سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ: سَوَآءٌ برابر، اسم مصدر ہے بمعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سَوِیٌّ مادّہ۔
ءَ اَنْذَرْتَہُمْ: ءَ ہمزہ استفہام ہے۔ لیکن یہاں یہ ہمزہ تسویہ کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی دونوں چیزوں کی برابری کرنے کے لئے۔ خواہ۔ ءَ اَنْذَرْتَ، ماضی واحد مذکر حاضر، اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی ڈرانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہے خواہ تو ان کو ڈرائے۔ اِنْذَارٌ: عذاب الٰہی سے خوف دلانے کو کہتے ہیں۔ اَمْ۔ خواہ۔ یا۔ کیا۔ ءَ (ہمزہ) اور اَمْ، گو دونوں استفہام کے لئے آیا کرتے ہیں۔ لیکن یہاں ان کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ معنی استواء کی تاکید کے لئے مستعمل ہیں۔
لَمْ تُنْذِرْھُمْ۔ لَمْ تُنْذِرْ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر حاضر، ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ...... لَمْ تُنْذِرْھُمْ۔ ان کے لئے یکساں ہے کہ آپ ان کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں
لَا یُؤْمِنُوْنَ: مضارع نفی جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔
اس آیت کی ترکیب نحوی یوں ہوگی! اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِیْنَ، اسم موصول کَفَرُوْا جملہ فعلیہ ہو کر اپنے موصول کا صلہ، موصول اور صلہ مل کر اسم اِنَّ۔ سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَ اَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ خبر اِنَّ کی۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ جملہ فعلیہ خبر ثانی اِنَّ کی۔
۲ : ۷۔ خَتَمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَتْمٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے مہر لگائی۔ اس نے مہر لگادی۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں۔ اَلْخَتْمُ۔ اَلطَّبْعُ کے لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی تو خَتَمْتُ، اور طَبَعْتُ کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانے کے ہیں۔ اور کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے۔
اور مجازاً کبھی اس سے کسی چیز کے متعلق وثوق حاصل کر لینا۔ اور اس کا محفوظ کر لینا مراد ہوتا ہے جیسا کہ کتابوں یا دروازوں پر مہر لگا کر انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ کوئی چیز ان کے اندر داخل نہ ہو۔

یہاں آیت ہذا میں بھی خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ کے معنی ہیں : خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے کہ نصیحت و پندار کا ان میں دخل نہیں ہوتا۔

وَعَلٰی سَمْعِہِمْ : واؤ عاطفہ ہے۔ عَلٰی سَمْعِہِمْ معطوف ہے عَلٰی قُلُوْبِہِمْ پر۔ اَیْ وَخَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی سَمْعِہِمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی۔ سَمْعٌ اصل میں مصدر ہے اور مصادر جمع کی صورت میں نہیں لائے جاتے اس لئے یہاں لفظ سَمْعٌ مفرد لایا گیا ہے۔ اَبْصَارِہِمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی آنکھیں۔ اَبْصَارٌ۔ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی ہے کسی چیز کا آنکھ سے ادراک کرنا۔ لیکن کبھی اس کا اطلاق قوتِ باصرہ پر بھی ہوا کرتا ہے۔ کبھی نفس آنکھ کو بھی بصر کہتے ہیں۔

غِشَاوَۃٌ ۔ غَشِیَ یَغْشٰی (باب سمع) کا مصدر ہے۔ غَشْیَۃٌ، غِشَاوَۃٌ، وَغِشَاءٌ اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غِشَاوَۃٌ (اسم) وہ پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔

وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشَاوَۃً۔ (۴۵:۲۳) اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی (۹۲:۱) رات کی قسم جو (دن کو) چھپا لے۔

فائدہ : علامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں خَتَمَ اللّٰہُ .... الخ۔ یہ اس دعویٰ کی (کہ ان پر ہدایت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ وعظ کرنا نہ کرنا برابر ہے) دلیل ہے اور یہ دلیل اس لئے بیان ہوئی ہے کہ بظاہر اس دعویٰ کا ثبوت نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یعنی ان کی جبلّت میں تاریکی ہے اور بہیمیت کی اندھیریوں نے ان کو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا۔

(۲ : ۸) وَمِنَ النَّاسِ ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی بعض ایسے بھی ہیں۔ یہ آیت عبد اللہ بن ابی بن سلول اور معتب بن قشیر، اور جد بن قیس اور ان کے رفقار کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جن میں اکثر یہودی تھے۔ اور بعض منافق ــــ نَاسٌ اصل میں اُنَاسٌ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض حرف تعریف یعنی الف لام لے آئے یہ جمع ہے انسان کی۔ اور بعض کے نزدیک جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے کیونکہ جمع کے اوزان میں فُعَالٌ نہیں آیا۔ یہ یا تو اَنِسَ یَاْنَسُ اُنْسٌ مصدر باب سَمِعَ سے۔ بمعنی مانوس ہونا۔ یا اٰنَسَ یُؤْنِسُ اِیْنَاسٌ (باب افعال) سے مشتق ہے، جس کے معنی دور سے دیکھنا یا محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ آدمی ایک دوسرے کو دکھائی دیتے ہیں اس لئے انہیں نَاسٌ کہتے ہیں۔ جس طرح جنوں کو ان کے مخفی اور پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جنّ کہتے ہیں۔

مَنْ یَّقُوْلُ : مَنْ اسم موصول یقولُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ صلہ ہے بِاللّٰہِ معطوف علیہ

ہے اور بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ معطوف۔ ای اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَاٰمَنَّا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ واؤ حالیہ ہے اور جملہ مابعد جملہ حالیہ۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔

(۹:۲) يُخٰدِعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُخَادَعَةٌ۔ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ فریب کرتے ہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں کہ جو کچھ دل میں ہو اس کے برعکس ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو۔

امام راغبؒ رقمطراز ہیں: (اس میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے سے مراد اس کے رسول اور اولیاء کو فریب دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی سا معاملہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (۱۰:۴۸) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔

اَللّٰهَ۔ فعل يُخٰدِعُوْنَ کا مفعول ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ واؤ عطف کا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ موصول وصلہ مل کر معطوف اور اَللّٰهَ معطوف علیہ۔ ای وَيُخٰدِعُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور وہ دھوکہ دیتے ہیں ایمان لانے والوں کو۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ مَا نافیہ۔ يَخْدَعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ خَدْعٌ۔ مصدر (باب فتح سے) اَنْفُسَهُمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مفعول يَخْدَعُوْنَ کا۔ ترجمہ: حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اَنْفُسُ جمع ہے نَفْسٌ کی۔ نفس ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض۔ (جو بذات خود قائم ہو وہ جوہر ہے مثلاً ذات باری تعالیٰ کہ اس کے لئے بھی نفس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ (۵:۱۱۶) تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے ضمیر میں ہے) عرض وہ چیز جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۔ واؤ حالیہ، مَا يَشْعُرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ يَخْدَعُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ يَشْعُرُوْنَ۔ شُعُوْرٌ مصدر، (باب نصر) سے ہے۔ مطلب یہ ہے وہ حواس سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے۔ یہ اَلشَّعْرُ سے ہے جس کے معنی بال ہیں اور اس کی جمع اَشْعَارٌ ہے ۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں، شَعَرْتُ کے معنی بالوں پر مارنے کے ہیں اور اسی سے شَعَرْتُ كَذَا مستعار ہے۔ جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں۔ اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافت نظر کی وجہ سے ہی شاعر کہا جاتا ہے۔ تو لَيْتَ شِعْرِيْ كَذَا کے محاورہ میں شعر اصل میں علم لطیف کا

نام ہے۔ پھر عرف میں موزوں اور مقفّی کلام کو شعر کہا جانے لگا۔

(۲: ۱۰) مَرَضٌ ۔ اَلْمَرَضُ ۔ کے معنی ہیں انسان کے مزاجِ خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا یہ دو قسم پر ہے (۱) مرض جسمانی جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ (۲۴: ۶۱) اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے۔ (۲) مَرَضٌ کا لفظ اخلاق کے بگڑنے پر بھی بولا جاتا ہے اور اس سے اخلاق رذیلہ مثلاً جہالت، شک، بزدلی۔ بخل، نفاق وغیرہ مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ:۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (۹: ۱۲۵) اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا۔ آیت ہذا میں یہی دوسرے معنی لئے گئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح مرض جسمانی انسان کے بدن کو کمزور کر دیتا ہے اسی طرح یہ اخلاق رذیلہ بھی انسان کے دین کو ضعیف کر دیتے ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ ۔ فَ ۔ نتیجہ کے لئے ہے۔ ای نتیجۃً۔ زَادَ۔ يَزِيْدُ۔ (باب ضرب) زَيْدٌ وَزِيَادَةٌ مصدر، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے زیادہ کیا۔ اس نے بڑھایا۔ زَادَ۔ فعل لازم اور متعدی ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے، یہاں یہ بطور فعل متعدی استعمال ہوا ہے۔ فعل لازم کی مثال قرآن مجید میں ہے ۔ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (۳۷: ۱۴۷) اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۔ یا وہ زیادہ تھے)

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَللّٰهُ۔ فاعل۔ مَرَضًا مفعول ثانی زَادَ فعل کا۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ خدا نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان منافقین کے دلوں میں شک و نفاق کا مرض ہے۔ انہوں نے اس مرض کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ جڑ پکڑ گئی اور قانونِ قدرت کے مطابق بڑھتی گئی۔

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ موصوف صفت، اَلِمَ يَاْلَمُ اَلَمٌ۔ (باب سمع) اَلِمٌ۔ اسم فاعل۔ فعل لازم قرآن مجید میں ہے يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ (۴: ۱۰۴) تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو اسی طرح وہ بھی شدید درد پاتے ہیں۔ اٰلَمَ يُؤْلِمُ اِيْلَامٌ (افعال) دکھ درد دینا۔ مُؤْلِمٌ۔ اسم فاعل۔ یہاں اَلِيْمٌ بمعنی مُؤْلِمٌ ہے۔ دکھ دینے والا۔ دردناک۔ (راغب)

بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔ بَ سببیہ ہے۔ اور مَا مصدریہ۔ كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ بہ سبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ بہ سبب ان کے کذب کے (كَذَبَ يَكْذِبُ كِذْبٌ جھوٹ بولنا)

(۲: ۱۱) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۔ وَاوٌ عاطفہ ہے۔ اِذَا شرطیہ، قِيْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ قَوْلٌ (باب نَصَرَ) مصدر، یہ کثیر المعانی لفظ ہے۔ اور قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال

ہوا ہے۔ مثلاً بولنا۔ رائے۔ نظریہ کسی کو کوئی بات الہام کرنا حکم دینا۔ روایت کرنا وغیرہ۔

قِیْلَ اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن قرآن مجید میں جس جگہ حرف شرط کے بعد آیا ہے وہاں مضارع کا ترجمہ کیا جائے گا۔ کہیں حال کا کہیں مستقبل کا۔ کہا گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہا جائے گا۔

لَا تُفْسِدُوْا: فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو۔ فِی الْاَرْضِ جار مجرور مل کر متعلق لَا تُفْسِدُوْا لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ، مقولہ نائب فاعل قِیْلَ کا ہے۔ سارا جملہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ اگلا جملہ قَالُوْا... مُصْلِحُوْنَ تک۔ اس شرط کی جزا ہے۔

اِنَّمَا۔ یہ مرکب ہے اِنَّ اور مَا۔ بے شک۔ تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتی ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتی ہے۔

مُصْلِحُوْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر، درست اعمال کرنے والے، نیک، اصلاح کرنے والے۔ بگاڑ کرنے والے۔

۲: ۱۲) اَلَا۔ خبردار ہو جاؤ، سن لو، جان لو، حرف تنبیہ ہے۔

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ۔ هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب، تاکید کے لئے ہے۔ اَلْمُفْسِدُوْنَ ہ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اَلْمُفْسِدُ۔ واحد۔ فساد ڈالنے والے۔ بگاڑ کرنے والے (بے شک) یہی فساد ڈالنے والے ہیں

لَا یَشْعُرُوْنَ ہ مضارع منفی جمع مذکر غائب، وہ شعور نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں، نیز ملاحظہ ہو (۲: ۹)۔ اٰمِنُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِیْمَانٌ۔ (افعال) مصدر تم ایمان لاؤ۔

کَمَا مرکب ہے کَ اور مَا سے کَ حرف تشبیہ ہے۔ مَا مصدریہ ہے، ای اٰمِنُوْا اِیْمَانًا مِثْلَ اِیْمَانِ النَّاسِ۔

السُّفَهَآءُ۔ السَّفِیْهُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل۔ بے سمجھ، احمق۔ السَّفِیْهُ کے اصل معنی جسمانی ہلکاپن کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں سَفِهَتِ الرِّیْحُ الشَّیْءَ۔ اس چیز کو ہوا لے اڑی۔ پھر بسبب خفیف ہونے عقل کے اس کا اطلاق بے وقوفی اور حماقت پر ہونے لگا۔ سَفِیْهٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ اسم فاعل ہے بمعنی بے وقوف

اَلنَّاسُ۔ (۱) اَلْ جنس کے لئے ہے۔ جس سے مراد مرد کامل ہے کیونکہ جنس بول کر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہم بولتے ہیں "فلاں انسان ہے" یعنی کامل انسان ہے اس تقدیر پر اَلنَّاسُ سے مراد اہل ایمان ہیں جو صحیح معنی میں انسان ہیں۔ (۲) اَلْ عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

(۲: ۱۴) لَقُوْا: ماضی جمع مذکر غائب، لَقِیَ لِقَآءٌ (باب سَمِعَ) مصدر، لَقُوْا اصل میں لَقِیُوْا تھا۔ یَا پر ضمہ دشوار تھا۔ ماقبل کو دیا۔ ی بسبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لَقُوْا ہو گیا۔ جب وہ ملتے ہیں، جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوْا ماضی کا صیغہ ہے۔ لیکن حرف شرط کے بعد آنے کی وجہ سے بمعنی مضارع آیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۲: ۱۱)

اَلَّذِیْنَ: اسم موصول۔ اٰمَنُوْا صلہ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر لَقُوْا کا مفعول ہے
خَلَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ (ماضی بمعنی مضارع بحوالہ ۲ : ۱۱) خَلَا یَخْلُ ۔ (باب نَصَرَ) خَلَاءٌ مصدر
وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ خَلَاءٌ خلوت میں ہونا یا اکیلا ہونا۔ خَلَا اِلٰی۔ کسی کے ساتھ اکیلا ہونا۔ یا خلوت میں ہونا
وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اور جب وہ اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔ یعنی جب اہلِ
ایمان ان کے پاس نہیں ہوتے
مُسْتَهْزِءُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مصدر، هَزْءٌ۔ مادہ۔ مذاق کرنے
والے۔ ٹھٹھا کرنے والے۔ مذاق بنا کر انکار کرنے والے
(۲ : ۱۵) یَسْتَهْزِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْتِهْزَاءٌ۔ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ عربی زبان میں جب
وہی یا ویسا ہی فعل جواباً استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس فعل کی سزا دینا یا اس کی مدافعت
کرنا۔ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ۔ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ ان سے مذاق کرے گا۔ بلکہ اس کے معنی ہیں یرجع
وبال الاستهزاء عَلَيْهِمْ ان کے استہزاء کا بوجھ یا عذاب ان ہی پر لوٹا دے گا۔ (بیضاوی)
بعض علماء نے الفاظ پر مبنی دیگر تاویلات بھی کی ہیں۔ جو کتب تفسیر میں دیکھی جا سکتی ہیں۔
یَمُدُّهُمْ ۔ یَمُدُّ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ مَدَّ یَمُدُّ۔ (باب نَصَرَ) مَدٌّ۔ مصدر۔ وہ
ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ مہلت دے رہا ہے۔ هُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع وہ لوگ
ہیں جو، (۲ : ۸) میں مذکور ہوئے۔ جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے لیکن حقیقۃً وہ
ایمان نہیں رکھتے۔
اَلْمَدُّ۔ کے اصل معنی (المبائی میں) کھینچنے کے ہیں۔ اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّۃ
کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵ : ۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا
کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے مَدَدْتُ عَيْنِيْ اِلٰی كَذَا۔ للچائی ہوئی نظروں
سے دیکھنا۔ مثلاً۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۱۵-۸۸) اور ہم نے کفار
کے کئی جوڑوں کو جو فوائد دنیا سے متمتع کیا ہے۔ تم ان کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا اور۔
مَدَدْتُهٗ فِیْ غَيِّهٖ بمعنی گمراہی پر مہلت دینا۔ فوراً گرفت نہ کرنا۔ باب افعال سے اَمَدَّ یُمِدُّ
بمعنی مدد کرنا وغیرہم۔
طُغْيَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ ان کی سرکشی، طَغِیَ یَطْغٰی ۔باب سَمِعَ۔ اور طَغٰی یَطْغٰی
(باب فَتَحَ) طُغْيَانٌ۔ اپنی حد سے بڑھ جانا۔ نافرمانی اور معصیت کوشی میں حد سے بڑھ جانا۔ هِمْ
ضمیر جمع مذکر غائب۔ یَعْمَهُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَمَهٌ (باب فتح۔ سمع) مصدر

بمعنی حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں ومتردد پھرنا۔ یَعْمَهُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر ھِمْ کا حال ہے۔

عَمَهٌ کے معنی لغوی یہ ہیں کہ کسی معاملہ میں سرگشتہ وحیران ہونا جیسا کہ اعمٰی (اندھے) کا حال ہوتا ہے

ترجمہ یوں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے یعنی انہیں ٹھٹھا کرنے کی سزا دیتا ہے اور اُن کو اُن کی سرکشی میں ڈھیل دیئے جاتا ہے۔ (اور ان کی حالت یہ ہے کہ) وہ حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں ومتردد بھٹک رہے ہیں۔

(۲: ۱۶) اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ، یہی وہ لوگ ہیں

اِشْتَرَوُا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر، بیچنے اور خریدنے ہر دو معنوں میں آتا ہے اور یہاں بمعنی خرید کرنا ہے۔ انہوں نے خرید کیا۔ انہوں نے مول لیا۔ مُشْتَرِیْ خرید کرنے والا۔

الضَّلٰلَةَ۔ گمراہی، بھٹکنا، گمراہ ہونا۔ ضَلَّ يَضِلُّ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا، راہِ حق سے بھٹک جانا۔ ھِدَايَة کی ضد ہے اشتروا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

بِالْهُدٰى۔ بَ عوض اور بدلہ کے لئے ہے۔ ھُدٰی بمعنی ہدایت، یعنی انہوں نے ہدایت دے کر اس کے بدلے میں گمراہی مول لے لی۔

فَمَا۔ فَ۔ تفریعیہ (مستنبط) مَا نافیہ۔ رَبِحَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ رِبْحٌ و رَبَاحٌ۔ (باب سَمِعَ) کا مصدر۔ (تجارت کا نفع دینا (آدمی کا تجارت میں) نفع کمانا۔

تِجَارَتُهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی تجارت (پس ان کی تجارت نفع آور نہ ہوئی)

مُهْتَدِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ ہدایت پانے والے۔

اِسْتَوْقَدَ۔ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِسْتِيْقَادٌ (استفعال) مصدر۔ اس نے آگ جلائی۔ اسی سے ہے وَقُوْدٌ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔

فَلَمَّآ۔ فَآء عطف اور ترتیب کے لئے ہے لَمَّآ حرف شرط ہے اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ اس کی جزاء۔ پس جب۔

اَضَآءَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل۔ نَارًا کی طرف راجع ہے اِضَاءَةٌ (باب افعال) مصدر ض و ء مادہ۔ روشن کرنا یعنی جب اس نے آگ کو روشن کر دیا۔

مَاحَوْلَهٗ۔ مَآ۔ صلہ حَوْلَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر موصول۔ حَوْل۔ اردگرد، آس پاس۔ جو اس کے اردگرد یا آس پاس تھا۔ ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع المستوقد۔ آگ جلانے والا ہے، موصول وصلہ مل کر اضاءت کا مفعول ہے

بِنُوْرِهِمْ۔ بَ حرف جار تعدیہ کا ہے۔ نُوْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر، مجرور، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ (تو) اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا۔ ان کی روشنی سلب کر لی۔

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ واؤ عاطفہ ہے تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فِي ظُلُمٰتٍ متعلق فعل تَرَكَ۔ **اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔**

لَا يُبْصِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِبْصَارٌ (افعال) مصدر، یہ جملہ حال ہے اپنے ذوالحال هُمْ کا۔ درآں حالیکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

فائدہ: آیت ہذا میں الذی بمعنی اَلَّذِيْنَ استعمال ہوا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ذَهَبَ اللهُ بِنُوْرِهِمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع لائی گئی ہے الذی کا لفظ جمع کے معنوں میں اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا (۹:۶۹) اور تم لوگ بھی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (۳۳:۳۹) اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا۔ تو یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

(۲:۱۸) صُمٌّ۔ بہرے، اَصَمُّ کی جمع ہے اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر، صُمٌّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر

بُكْمٌ۔ گونگے۔ اَبْكَمُ کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں۔

عُمْيٌ۔ اَعْمٰى کی جمع۔ اَعْمٰى کا استعمال آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لئے ہوتا ہے، صُمٌّ خبر اول ہے مبتدا محذوف هُمْ کی بُكْمٌ خبر دوم اور عُمْيٌ خبر سوم، مبتدا محذوف اپنی ہر سہ اخبار سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اور یہ معطوف علیہ ہے اگلے جملہ کا۔

فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ فاء حرف عطف بمعہ ترتیب کے۔ هُمْ مبتدا۔ لَا يَرْجِعُوْنَ فعل بافاعل جو جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا، اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔

وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ (کسی طرح سیدھے راستہ کی طرف) نہیں لوٹیں گے!

(۲-۱۹) اَوْ۔ اَوْ۔ اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں اس کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا کہ جہاں شک مقصود نہیں جیسا کہ بولتے ہیں جَالِسِ الْحَسَنَ اَوِ ابْنَ سِيْرِيْنَ۔ کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے، دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے۔ اس مقام پر (آیت ہذا) بھی یہ کلمہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے کہ منافقوں کو خواہ آگ جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں (تفسیر حقانی) اَوْ کے معنی یا ہیں یہ حرف عطف ہے۔

كَصَيِّبٍ: كَ تشبیہ کا ہے۔ صَيِّبٍ۔ صَوْبٌ مصدر (باب نصر) سے مشتق ہے اور فَيْعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بارش یا مینہ برسانے والا بادل ہیں۔

صَیِّبٍ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای اَصْحَابِ صَیِّبٍ۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: اَوْ مَثَلُھُمْ کَمَثَلِ اَصْحَابِ صَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ یا پھران کی مثال آسمانی بارش والوں کی سی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ: منافقوں کو دونوں قصوں سے تشبیہ دینا برابر ہے)

السَّمَآءِ۔ (سموّ مادہ) ہر شے کے بالائی حصہ کو سَمَآءٌ کہا جاتا ہے جس طرح اَرْض بول کر کسی چیز کا نیچے کا حصہ مراد لے لیتے ہیں۔ جیسے شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے، د

وَاَحْمَرُ کَالدِّیْبَاجِ اَمَّا سَمَاؤُہٗ ۔ فَرَیَّا وَاَمَّا اَرْضُہٗ فَمَحُوْلٗ

(وہ دیبا کی طرح سُرخ ہے اس کا بالائی حصہ موٹا اور گداز ہے۔ اور اس کا زیریں حصہ (یعنی ٹانگیں) لاغر اور سخت ہے)

بعض نے کہا ہے کہ یہ اسمائے نسبیہ سے ہے کہ ہر سمار اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَمَآءٌ ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے اَرْضٌ ہے۔ بجز سمار علیا (فلک الافلاک) کے کہ وہ ہر لحاظ سے سَمَاءٌ ہی ہے اور کسی کے لئے ارض نہیں بنتا۔

نیز بارش کو بھی سَمَاء کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اوپر سے آتی ہے۔ بادل اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے آیت ہذا میں مراد بادل ہے۔

فِیْہِ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع صَیِّبٌ ہے یا سَمَآءٌ کیونکہ لفظ سمار مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے (۱) وَالسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِہٖ (۷۳: ۱۸) اور جس سے آسمان پھٹ جائیگا (مذکر) (۲) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (مونث)

ظُلُمٰتٌ۔ جمع ہے ظُلْمَۃٌ کی تاریکیاں۔ اندھیرے۔

رَعْدٌ۔ گرج کو کہتے ہیں۔ مثلاً بولا جاتا ہے رَعَدَتِ السَّمَآءُ وَبَرَقَتْ۔ بادل گرجا اور چمکا۔

بَرْقٌ۔ بادلوں میں پیدا ہونے والی چمک۔ ملاحظہ ہو رَعْدٌ۔ متذکرہ بالا۔

یَجْعَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَعْلٌ (باب فَتَحَ) مصدر،

جَعَلَ۔ یہ لفظ ہر کام کرنے کے لئے بولا جا سکتا ہے اور فَعَلَ۔ صَنَعَ کی بہ نسبت عام ہے، یہ پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بمعنی صَارَ وَطَفِقَ۔ اس صورت میں یہ متعدی نہیں ہوتا۔ مثلاً جَعَلَ زَیْدٌ یَقُوْلُ کَذَا۔ زید یوں کہنے لگا۔

(۲) بمعنی اَوْجَدَ۔ (یعنی ایجاد کرنا۔ پیدا کرنا) جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۶: ۱) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔

(۳) ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (۴۲: ۱۱) اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔ اور وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (۱۶: ۸۱) اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۴) بمعنیٰ تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے قرآن میں ہے الذی جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲: ۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

(۵) کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا۔ عام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۲۸: ۷) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور پھر اسے پیغمبر بنا دیں گے باطل کی مثال۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ۔ (۱۶: ۵۷) اور یہ لوگ خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

اَصَابِعَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کی انگلیاں اِصْبَعٌ کی جمع۔

اٰذَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے کان۔ اُذُنٌ کی جمع۔

مِنَ الصَّوَاعِقِ۔ جار مجرور مل کر اپنے فعل يَجْعَلُوْنَ کے متعلق ہے۔ الصَّوَاعِقِ جمع الصَّاعِقَةُ کی۔ کڑک، بجلی کی کڑک۔ صَاعِقَةٌ یا تو صَعِقَ يَصْعَقُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنیٰ بے ہوش ہونے کے ہیں۔ یا صَعِقٌ سے بمعنی مذکر اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اور آواز رعد کی صفت ہے یا خود رعد کی صفت ہے اخیر صورت میں ۃ اس میں مبالغہ کے لئے ہوگی۔

حَذَرَ الْمَوْتِ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اپنے فعل يَجْعَلُوْنَ کا مفعول لہٗ ہیں۔ موت کا ڈر، موت کے ڈر سے۔ یعنی بجلی کی کڑک کے باعث موت کے خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں۔

مُحِيْطٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر قیاسی اِحَاطَةٌ۔ مصدر (باب افعال) حوط۔ مادّہ۔ ہر طرف سے احاطہ کر لینے والا ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ۔ جملہ معترضہ ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ۔ يَكَادُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قریب ہے۔ كَادَ۔ يَكَادُ۔ كَوْدٌ۔ مصدر (باب سمع) افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اگرچہ یہ فعل تامہ ہے لیکن استعمال میں اس کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے آیت ہذا میں: يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۷۱)

يَخْطَفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ خَطْفٌ مصدر (باب سَمِعَ) اچک لے۔ جھپٹ لے جائے، بَازٍ مُخْطِفٌ۔ باز جو اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ گویا کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں ان کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے وہ اندھے ہی ہو جاویں گے۔

كُلَّمَا۔ جب کبھی۔ کلمہ شرط ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلٌّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلٌّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے۔ کُلَّمَا کے بعد اکثر فعل ماضی آتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں کُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ آیا ہے یا جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۷۱: ۷) جب بھی میں نے ان کو بلایا۔ یا جیسے كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ۔ (۳: ۳۷) حضرت زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے۔ وغیرہ۔

اَضَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِضَاءَةٌ (انعال) مصدر، اس نے روشن کیا۔ ضَوْءٌ مادّہ، الضَّوْءُ۔ کے معنی نور اور روشنی کے ہیں۔ ضَاءَتِ النَّارُ۔ آگ روشن ہوگئی۔ فعل میں ضمیر فاعل کا مرجع اَلْبَرْقُ ہے۔ اس میں مفعول محذوف ہے ای اضاء الصراط لهم جب بجلی کی روشنی ان کے لئے راستہ کو روشن کرتی ہے۔ مَشَوْا فِيْهِ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مَشْيٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر فِيْهِ میں هِ ضمیر واحد مذکر غائب الصراط (محذوف) کے لئے ہے۔ اَظْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِظْلَامٌ (انعال) کا مصدر، اس نے اندھیرا کیا۔ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ وہ ان پر اندھیرا کرتا ہے، یعنی جب ان پر اندھیرا طاری ہو جاتا ہے (برق کے نہ چمکنے سے)

لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ اگر۔ حرف تمنا میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کاش۔

شَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِيْئَةٌ (باب سمع) سے مصدر۔ چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ شَاءَ۔ اصل میں شَيِئَ۔ (سَمِعَ) تھا۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح۔ اس لئے یَ کو الف سے بدل دیا گیا۔ شَاءَ ہوگیا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے چاہا۔ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ۔ اگر خدا چاہے۔ اگر خدا چاہتا۔

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ۔ لام جزا میں تاکید کے لئے ہے بَ تعدیہ کا ہے سَمْعٌ۔ اَلسَّمْعُ کے معنی قوت سامعہ کے ہیں لیکن کبھی بطور مصدر بمعنی سننا۔ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے خود کان بھی مراد ہوتے ہیں۔ آیت ہذا میں قوت سامعہ مراد لی گئی ہے (یعنی اگر اللہ چاہتا) تو ان کی سننے کی قوت کو لے جاتا یا زائل کر دیتا۔

کان کے معنی میں بھی آیا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔ (۲: ۷) اور بطور مصدر اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۔ (۲۶: ۲۱۲) اور وہ (وحی کے) سننے سے محروم کئے جا چکے ہیں۔

وَاَبْصَارِهِمْ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَیْ لَذَهَبَ بِاَبْصَارِهِمْ۔ اور لے جاتا۔ یا زائل کر دیتا ان کی قوتِ بینائی کو، یا ان کی آنکھوں کو، اَبْصَارٌ۔ بمعنی آنکھیں (۲: ۷) میں مستعمل ہے: وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

قَدِیْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِیْرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کے سوا کسی مخلوق کو قَدِیْر نہیں کہہ سکتے۔

۲:۲۱ اُعْبُدُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، عِبَادَۃٌ وَعُبُوْدَۃٌ مصدر (باب نصر) تم بندگی کرو، تم عبادت کرو
لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ کی اصل وضع امید یا اندیشہ کے لئے ہے لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے لَعَلَّ الشَّبَابَ یَعُوْدُ۔ کہنا غلط ہے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں فرعون کا جو قول لَعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۙ (شاید میں آسمانی اسباب تک پہنچ جاؤں) آیا ہے۔ (حالانکہ اس کا آسمان تک پہنچنا نا ممکن تھا) اس کی یہ دو وجوہات دی گئی ہیں۔

(۱) اس کی جہالت کہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ آسمان کہاں ہے اور یہ کہ اس کا وہاں تک پہنچنا نا ممکن ہے،

(۲) فرعون اہل دربار کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ وہ فریب کے ساتھ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس کے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔

اگرچہ لَعَلَّ امید اور اندیشہ کے معنی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے لیکن جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اس کے معنیٰ میں قطعیت آجاتی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی مراد لینا صحیح نہیں۔

لَعَلَّكُمْ: شاید کہ تم۔ امید ہے کہ تم۔

تَتَّقُوْنَ ۝ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے ہو۔ تم پرہیز کرتے ہو، تم پرہیزگار ہوتے ہو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الَّذِیْ۔ اسم موصول۔ رَبَّكُمْ کے لئے ہے۔

فِرَاشًا۔ جس کو بچھایا جاتا ہے۔ یعنی بستر

بِنَآءً۔ چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے۔ بناء کہلاتی ہے۔

اَلْاَرْضَ۔ جعل۔ کا مفعول اول ہے فِرَاشًا مفعول ثانی، دونوں مل کر معطوف علیہ ہوئے السماء بِنَآءً کے۔ واؤ عاطفہ ہوا۔ السَّمَآءَ مفعول اول اور بِنَآءً مفعول ثانی۔ دونوں مل کر معطوف جملہ سابقہ کے معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول اول و دوم ہوئے جَعَلَ کے جعل فاعل اور دونوں مفعول سلہ ہوئے الَّذِیْ کا۔

رِزْقًا۔ روزی، رزق، اَخْرَجَ کا مفعول ہے

اَنْدَادًا۔ مفعول ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ بمعنی مقابل، برابر، نِدٌّ کی جمع ہے۔ نِدّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ یہ جملہ حالیہ ہے۔ یہ حال ہے لا تجعلوا کی ضمیر سے۔

(۲:۲۳) اِنْ کُنْتُمْ - اِنْ شرطیہ ہے۔

رَیْبٍ - رَابَ - یَرِیْبُ - رَیْبٌ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے بمعنی شک میں ڈالنا۔ اَرَابَ یُرِیْبُ اِرَابَۃً (باب افعال) سے بھی شک میں ڈالنا کے معنی آتے ہیں، ریب۔ اس شک یا وہم کو کہتے ہیں جس کا بعد میں ازالہ ہو جاتے۔ جیسے آیت ہذا۔ یا اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ من البعث (۲۲:۵) اگر تم کو قیامت کے دن) پھر جی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو۔

رَیْبَ الْمَنُوْنِ ۝ (۵۲:۳۰) گردشِ زمانہ، زمانہ کے حوادث کہ ان کے وقوع میں شک رہتا ہے کہ کب وقوع پذیر ہو جاویں۔

مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے مِنْ جار ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اس کا صلہ اگلا جملہ نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا ہے۔ نَزَّلْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ تَنْزِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تَنْزِیْلٌ۔ کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا۔ اور اِنْزَالٌ کے معنی ہیں یکبارگی نازل کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (۹۷:۱) بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے۔ یعنی اس شب میں یہ کلام لوحِ محفوظ سے بیت المعمور تک یکبارگی نازل ہوا۔ اور وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسب ضرورت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا رہا

فَاْتُوْا: ف - جزائیہ ہے (جواب شرط میں) اِئْتُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْیَانٌ مصدر۔ اَتٰی یَاْتِیْ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) ا ت ی۔ مادہ۔ ب کے صلہ کے ساتھ تو لاؤ تم۔

سُوْرَۃٍ: سورت (ملاحظہ ہو ابتداء سورۃ الفاتحہ) یہاں سورۃ سے مراد ایک سورۃ کی مقدار ہے (جو کم از کم تین آیات پر مشتمل ہو) نہ کہ فرد سورۃ مراد ہے۔

مِنْ مِّثْلِہٖ۔ یہ سورت کی صفت ہے یعنی قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت لے آؤ۔ جو بلاغت اور حسنِ نظم میں قرآن کی سورتوں جیسی ہو۔ اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور مثلہ کی ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا نَزَّلْنَا ہے (یعنی قرآن مجید)

فائدہ۔ یہ امر، امر تعجیز ہے کہ مخاطب ایسا کرنے سے عاجز رہیگا۔ خود قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا (۱۷:۸۸)

کہہ دو، اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں۔ تو اس جیسا نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

ادعُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر دعوۃ مصدر (باب نصر) تم بلاؤ۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر مِنْ جار کا مجرور۔ دُوْنَ معنی ورے سوائے ۔ جو کسی شے سے چھوٹا اور فاصر ہو وہ دُوْنَ کہلاتا ہے اصل میں دُوْنَ کے معنیٰ پاس اور قریب جگہ کے ہیں ۔ اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے مضمون کے قریب اور متصل پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا۔ مثلاً زید دُوْنَ عَمرٍو ۔ زید عمرو سے کم رتبہ ہے اسی لئے حقیر چیز کو دُوْنَ یا دَنِیٌّ کہتے ہیں ۔ اس عالم کو کہ حقیر اور ذلیل ہے دُنیا (مؤنث کا صیغہ) کہتے ہیں ۔ یا اس لئے کہ قریب اور پاس ہے اور آخرت عالم بعید ہے ۔ پھر اس میں بھی وسعت دی گئی ہے اور اس کلمہ کا ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے پر اطلاق ہوا۔ اور لفظ غیر کے ہے المعنیٰ ہو گیا۔ اس مقام پر یعنی آیت ہذا میں) اس کے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر اور اس کے سوا۔ (تفسیر حقانی)

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ جملہ شرطیہ ہے ۔ جواب شرط محذوف ہے ۔ ای فَافْعَلُوْا تو کر دیکھو۔

۲ : ۲۴) فَاِنْ ۔ ف ۔ عاطفہ ہے ۔ اِنْ شرطیہ ۔ لَمْ تَفْعَلُوْا ۔ فعل مضارع نفی جحد بلَمْ (بمعنیٰ ماضی) تم نہ کر سکے ۔ تم نے نہ کیا ۔

وَلَنْ تَفْعَلُوْا (اور ہرگز نہ بنا سکو گے) یہ جملہ معترضہ ہے لن تفعلوا ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ ۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ۔ فَ جزائیہ ہے ۔ جملہ جواب شرط ہے (جزائیہ) اِتَّقُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ اتقاء (افتعال) مصدر ۔ تم ڈرو ، تم بچو ، تم پرہیزگاری اختیار کرو ۔

وَقُوْد ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے ۔ وَقَدَ یَقِدُ (باب ضرب) آگ کا سلگنا ۔ باب افعال سے اَوْقَدَ یُوْقِدُ آگ جلانا ۔ روشن کرنا ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ النَّار کے لئے ہے

اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۔ جملہ خبریہ ہے اور النَّار سے موضع حال میں ہے اُعِدَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب ۔ اِعْدَادٌ (باب افعال) سے مصدر ۔ وہ تیار کی گئی ۔ ع د د ۔ مادہ ۔

۲ : ۲۵) وَبَشِّرِ ۔ فعل امر ۔ واحد مذکر حاضر تَبْشِیْر (تفعیل) سے مصدر ۔ تو خوشخبری دے ، تو بشارت دے ۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ صلہ اور موصول مل کر جملہ ۔ فعل بَشِّرْ کا مفعول ہے ۔

اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۔ یہ جملہ اپنے فعل بَشِّرْ کے متعلق ہے ۔ اس کی اپنی ترکیب یہ ہے ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل جَنّٰتٍ موصوف ۔ تجری من تحتھا الانھٰر جملہ فعلیہ ہو کر جَنّٰتٍ کی صفت ۔ موصوف صفت مل کر اَنَّ کا اسم ۔ لَھُمْ ۔ اَنَّ کی خبر ۔

ترجمہ:۔ کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔
(۱) نہریں ان باغوں کے نیچے زیر زمین بہتی ہیں۔ اور درختوں کی جڑیں ان سے مطلوبہ نمی حاصل کرتی ہیں
اصل عبارت تَحْتَ اَشْجَارِھَا ہے۔ مضاف حذف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کا قائم مقام بنایا گیاہے۔ یعنی باغات کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جیسا کہ عام طریقہ آبپاشی ہے۔
(۳) تَحْتِهَا بمعنی تَحْتَ اَوَامِرِ اَهْلِهَا۔ یعنی ان باغات میں نہریں ہیں جو باغات میں رہنے والوں کے حکم کے تحت چلتی ہیں۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ۔ (۴۳ : ۵۱)
اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (حکم کے) تحت نہیں بہہ رہیں۔
(۴) یہ نہریں نہ صرف باغات کی آبپاشی کی ضروریات کے لئے ہوں گی۔ ان کی دیگر صفات بھی قرآن میں مذکور ہیں۔ مثلاً:۔
(۱) فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (۴۷ : ۱۵) (جنت) میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں کریگا۔
(۲) وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (ایضاً) اور دودھ کی نہریں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔
(۳) وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ (ایضاً) اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہیں۔
(۴) وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (ایضاً) اور شہد مصفیٰ کی نہریں ہیں۔
جَنّٰتٍ جمع ہے جَنَّةٍ کی، جنتیں، بہشتیں۔ باغات۔ یہ مشتق ہے اَلْجَنُّ (باب نصر) سے جس کے اصل معنیٰ کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ (۶ : ۷۷) جب رات نے ان کو (اپنے پردہ تاریکی سے چھپالیا۔ اَلْجَنَّةُ۔ ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے۔ اگرچہ دونوں میں بُعدِ بعید ہے۔ اور یا اس لئے کہ بہشت کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (۳۲ : ۱۷) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جَنّٰتٍ بوجہ اسم اَنَّ ہونے کے منصوب ہے بسبب جمع مؤنث سالم کے نصب تابع جر کے آئی ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:۔
جنّٰتٍ: جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن

(۳) جنت النعیم (۴) دار الخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دار السّلام (۷) علّیّین۔

تَجْرِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْیٌ وَجَرَیَانٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر۔ وہ بہتی ہے، وہ جاری ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

تَحْتِهَا۔ مضاف، مضاف الیہ، تَحْتِ بمعنی نیچے۔ اسم ظرف ہے یہ فوقٌ کی ضد ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنّٰتٍ کے لئے ہے۔

كُلَّمَا۔ جب بھی۔ جس بار بھی۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلَّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے، اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے

مِنْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے۔

رِزْقًا۔ رُزِقُوْا کا مفعول بہ ہے، جب بھی ان کو ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور اگلا جملہ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ جواب شرط ہے۔

هٰذَا کا اشارہ نوع رزق کی طرف ہے اور اَلَّذِیْ رُزِقْنَا سے قبل مِثْلَ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ هٰذَا مِثْلُ الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ یہ پہلے رزق کی مثل ہے لفظ مثل تشبیہ بلیغ کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا۔ گویا یہ دوسری دفعہ کا میوہ بعینہٖ پہلا ہی ہے۔

مِنْ قَبْلُ۔ سے مراد دنیا کے میوے ہیں یا بہشت کے میوے جو کہ صورۃً سب یکساں نظر آئیں گے۔ لیکن ذائقہ اور لذت میں مختلف۔

قَبْلُ۔ ظرف زمان اور ظرف مکان ہر دو طرح مستعمل ہے۔ بَعْدُ کی ضد ہے اضافت اس کو لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے آیت ہذا میں ہے۔

اُتُوْا بِهٖ۔ اُتُوْا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِتْیَانٌ۔ مصدر (باب ضرب) باء کے صلہ کے ساتھ بمعنی لانا۔ ان کے پاس لایا جائے گا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ رُزِقُوْا کی طرف راجع ہے۔

مُتَشَابِهًا۔ اسم فاعل واحد مذکر، منصوب، اَلتِّشْبِیْهُ، اَلشَّبَهُ، اَلشِّبْهُ۔ کے اصل معنی مماثلت بلحاظ کیف کے ہیں۔ اس کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اندرونی یا بیرونی کیفیت میں ایک جیسی ہوں مثلاً رنگ۔ شکل، انصاف۔ ظلم۔ وغیرہ۔ اگر دو چیزیں محض ایک ہی طرح کی ہوں۔ تو ایک چیز دوسری چیز کی شبیہ کہلائے گی۔ لیکن اگر حسیّ یا معنوی تماثل اتنا گہرا ہو کہ دونوں چیزوں میں امتیاز نہ ہو سکے۔ تو

اس کو شُبْهَةٌ کہاجائے گا۔ پس مُتَشَابِهًا (باہم ملتا جلتا۔ ایک دوسرے کی مانند) کا مطلب یہ ہے کہ (اور) ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے۔ جو اصل اور مزہ میں مختلف ہونے کے باوجود۔ رنگت اور شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے (راغب) وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا جملہ معترضہ ہے

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔ موصوف، صفت، اَزْوَاجٌ، زَوْجٌ کی جمع ہے بمعنی جوڑے ہم مثل چیزیں اقران حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو۔ خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔

یہاں آیت میں ازواج سے مراد بیبیاں، عورتیں، مراد ہیں۔

مُطَهَّرَةٌ۔ تَطْهِيْر (تفعیل) مادہ طھر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پاک کی ہوئی، پاکیزہ،

ازواج مطھرۃ۔ پاکیزہ بیبیاں۔

وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ واؤ حالیہ ہے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ جملہ اسمیہ ہے اور لَهُمْ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيْهَا۔ ای فِيْ جَنّٰتٍ۔ خٰلِدُوْنَ۔ خُلُوْدٌ۔ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ کسی شے کے بربادی سے بچنے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہنے کا نام خُلُوْد ہے۔ اسی بنا پر اہل عرب عام طور پر خلود کا استعمال اس چیز کے لئے کرتے ہیں جو دیر پا ہو۔ اور اس میں تغیر و فساد مدت کے بعد پیدا ہو۔

۲: ۲۶) لَا يَسْتَحْيٖ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ استحیاءٌ (استفعال) سے مصدر۔ وہ نہیں جھجکتا وہ نہیں شرماتا۔ وہ نہیں جھینپتا۔

اَنْ يَّضْرِبَ: اَنْ مصدریہ ہے۔ يَضْرِبَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے۔ کہ وہ بیان کرے۔

مَثَلًا مَّا۔ مَثَلًا۔ مفعول ہے فعل يَضْرِبَ کا۔ مَا۔ ابہامیہ ہے جو نکرہ کے ابہام کو زیادہ کرتا ہے۔ کوئی سی مثال۔ جیسے کہتے ہیں اَعْطِنِیْ كِتَابًا مَّا (ای اَیَّ كِتَابًا) مجھے کوئی سی کتاب دیدو۔

بَعُوْضَةً۔ واحد اس کی جمع بَعُوْضٌ ہے بمعنی مچھر، یہ بَعْضٌ سے مشتق ہے۔ چونکہ حیوانات کی نسبت اس کا جسم ذرا سا ہوتا ہے اس لئے اس کو بَعُوْضَةً کہنے لگے، یہ مَثَلًا کا عطف بیان ہے۔

فَمَا فَوْقَهَا۔ فاء عطف کے لئے ہے۔ مَا موصولہ، اور فَوْقَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ، موصول وصلہ مل کر معطوف ہے بَعُوْضَةً معطوف علیہ کا۔ یا وہ بیان کرے مثال اس سے کسی بڑی شے کی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

فاء تعقیبیہ ہے اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ (اَمَّا وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اس لئے اس کے جواب میں فاء آتی ہے۔ اس کے بعد جو اسم آتا ہے اس کو

مبتدا، اور جس پر فآء داخل ہوتی ہے اس کو خبر کہتے ہیں، پس اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا موصول وصلہ مل کر مبتدا اور فَیَعْلَمُوْنَ .... مِنْ رَّبِّهِمْ (تمام ترکیبی تفصیلات کے ساتھ) اس کی خبر ہوئی۔

اَنَّهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَثَلًا کے لئے ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... الخ پر ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ بتدا متضمن بمعنیٰ شرط ہے۔ باقی جملہ اپنی تمام تفصیلات ترکیبی کے ساتھ خبر ہے اپنے مبتدا کی۔

(مَا استفہامیہ ذَا بمعنی اَلَّذِیْ۔ اور جملہ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ مقولہ ہے اپنے قول کا)

ترجمہ: اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے خدا کی مراد ہی کیا ہے؟

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر جملہ مستانفہ اپنا جملہ ہے، یا جواب ہے مَاذَا کا یا ان دونوں جملوں کا، کہ جن کے ابتدا میں اَمَّا ہے) بیان ہے۔

الْفٰسِقِیْنَ: اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْفَاسِقُ۔ واحد۔ فَسَقَ یَفْسِقُ (باب ضَرَبَ) فَسَقَ یَفْسُقُ (باب نَصَرَ) فِسْقٌ وَفُسُوْقٌ مصدر۔ فِسْقٌ کے معنی نکلنے کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں فَسَقَ الرُّطَبُ عَنْ قِشْرِهٖ: چھوہارہ اپنے چھلکے سے باہر نکل آیا۔ عرف شرع میں فِسْق خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کر کے خارج ہونے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ (۱۸: ۵۰) اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا۔

شرع میں فسق کے تین درجے ہیں (۱) تغابی۔ باوجودیکہ گناہ کو برا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اس کا مرتکب ہو جاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کر لے اور کچھ پرواہ نہ کرے (۳) جحود۔ یہ کہ گناہ کو اچھا جان کر عمل میں لاوے۔ اور خدا اور رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اس تیسرے درجے میں انسان کافر ہو جاتا ہے۔

(۲-۲۷) یَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَقْضٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ توڑتے ہیں۔

مِیْثَاقِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمِیْثَاقُ۔ اس عہد کو کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو، اسم۔ واحد مذکر۔ اس کی جمع مواثیق ہے۔ بمعنی عہد۔ اَوْثَقَ یُوْثِقُ (باب افعال) رسی سے مضبوط باندھنا۔ زنجیر میں جکڑنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (۸۹-۲۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا: اور وَثِقَ یَثِقُ (ضَرَبَ) وُثُوْقٌ.... بِفُلَانٍ۔ اعتبار کرنا، بھروسہ کرنا۔ ثِقَةٌ قابل بھروسہ آدمی۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عہد ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ اس (عہد) کو پختہ اور مضبوط باندھنے کے بعد

یَقْطَعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب، قَطْعٌ مصدر۔ باب فتح۔ وہ کاٹتے ہیں۔

مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ۔ مَا۔ موصولہ۔ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یُوْصَلَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْصَالٌ (اِفعال) مصدر بمعنی جوڑا جانا۔ اَنْ یُّوْصَلَ کہ اس کو جوڑا جائے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں (مثلاً صلہ رحمی)

اَلْخٰسِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ گھاٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانے والے۔ خُسْرٌ و خُسْرَانٌ مصدر (باب سمع) سے۔

(۲: ۲۸) کَیْفَ حرف استفہام ہے۔ کیسے، کیونکر، کس طرح۔ یہاں سوال سے مقصود کفار کی جرأت انکار پر استعجاب ہے یا برائے زجر و توبیخ آیا ہے۔ کَیْفَ کا استعمال قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آیا ہے سیاق ہمیشہ توبیخ و تنبیہ ہی رہا ہے۔

وَكُنْتُمْ .... الخ۔ جملہ حالیہ ہے۔ جملہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ سے حال ہے (توجیہہ کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی آیۃ ہذا)

الف: کُنْتُمْ اَمْوَاتًا۔ (حالانکہ) تم بے جان تھے۔ پیدائش سے پہلے، صلبِ پدر میں تشکیل سے پہلے۔

ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ما قبل سے ما بعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو۔ مثلاً۔ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِہٖ (۱۰: ۵۱) کیا جب وہ آ واقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ گے۔

یا یہ متاخر ہونا رتبہ یا مرتبے کے لحاظ سے ہو ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں: اس سے بھی بڑھ کر مثلاً اگلی ہی آیت (۲: ۲۹) میں ارشاد ہوتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اس کے معنی یہ ہیں (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات آسمان درست کر کے بنا دیئے۔ زمین و مافیہا کی خلقت کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر مؤخر الذکر کی عظمت و تفضل کے لئے ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں آسمانوں کے بنائے جانے کے بعد زمین کا بنایا جانا صاف ظاہر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (۷۹: ۳۰) اور اس کے بعد اس نے زمین کو پھیلایا۔

تراخی فی المرتبہ کی دوسری مثال وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ (۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (۹) (۳۲: ۷-۹) اور اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی حقیر پانی

سے پیدا کیا۔ پھر اس کو درست کیا۔ پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ اس میں تراخی فی الوقت بھی ہے۔

تراخی فی المرتبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا شعر ہے۔

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ - شِقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ اَكْلِ الطَّعَامِ۔

شرم کی بات ہے۔ بہت ہی شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ کہ آدمی کھانا کھاکر بیمار ہوجائے یا متاخر ہونا وقت کے لحاظ سے ہو۔ مثلاً ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (۲: ۵۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کردیا تاکہ تم شکر کرو،

ثُمَّ عام طور پر تراخی وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی پھر۔ اس کے بعد۔

(ب) ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ۔ پھر تمہیں مار یگا دنیوی زندگی ختم ہونے پر۔

(ج) ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ یعنی جس دن صور پھونکا جائیگا۔ تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

(د) ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ پھر تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے (حساب وکتاب اور سزا وجزاء کے لئے)

تُرْجَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجْعٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔

(۲: ۲۹) ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔

ثُمَّ کی بحث کے لئے آیت (۲: ۲۸) متذکرہ بالا ملاحظہ ہو۔ یہاں تراخی فی المرتبہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر، مزید برآں۔

اِسْتَوٰى :۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا ہوکر بیٹھا اِسْتِوَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

اِسْتَوٰى کے جب دو فاعل ہوتے تو اس کے معنی دونوں کے برابر اور مساوی ہونے کے آتے ہیں جیسے لَا يَسْتَوِىْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۵۹: ۲۰) اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں۔ اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے، اور سیدھے ہونے کے معنی آتے ہیں جیسے فَاسْتَوٰى (۶) وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (۷) (۵۳: ۶-۷) پھر سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ اور وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى۔ (۲۸: ۱۴) جب وہ پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔ اس صورت میں اِسْتَوٰى کے معنی کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔

جب اس کا تعدیہ علٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱: ۴۴) اور وہ (کشتی) جودی پہاڑ پر جا ٹھہری یا جا لگی۔ اور لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ (۴۳: ۱۳) تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔

اور جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے آیۃ ہذا میں۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ۔ پھر اس نے قصد کیا آسمان کی طرف۔ پھر اس نے توجہ کی آسمان کی طرف۔

فَسَوّٰھُنَّ۔ فَ نتیجہ کا ہے سَوّٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر اس نے پورا پورا بنایا۔ ھُنَّ۔ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع السَّمَآءِ ہے۔

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان۔ یہ ھُنَّ کا بدل ہے۔

(۲: ۳۰) وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِذْ۔ بالعموم بطور اسم ظرفِ زمان مستعمل ہے۔ لیکن بطور ظرف مکان یا حرف مفاجات یا حرف مؤکد بھی استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے تو وہاں لفظ اُذْکُرْ محذوف ہے۔ ای وَاذْکُرْ اِذْ۔ اور آپ ان سے بیان کر دیجئے کہ جب (یا جبکہ۔ جس وقت) آپ کے رب نے فرمایا۔

اَلْمَلٰٓئِکَۃِ۔ مَلْاَکٌ سے جمع ہے، جیسے شَمْئَلٌ کی جمع شَمَائِلُ ہے۔ اَلْمَلٰٓئِکَۃُ میں ۃ تانیث الجمع کی ہے۔ مَلَکٌ وَمَلَاکٌ بھی بصیغہ واحد بمعنی فرشتہ ہے

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یہ جملہ مقولہ ہے قول قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کا۔ جَاعِلٌ۔ واحد مذکر۔ اسم فاعل۔ جَعْلٌ سے۔ بنانے والا۔ کرنے والا۔ خَلِیْفَۃً مفعول بہ ہے جَاعِلٌ کا۔ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، مقرر کرنے والا ہوں۔

خَلِیْفَۃً۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر (خَلِیْفٌ ہے اس لئے اس کی جمع خُلَفَاءُ آتی ہے۔ مگر مبالغہ کے لئے ۃ کو زیادہ کر کے خلیفۃ بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے۔ خَلْفٌ سے مشتق ہے

فِیْھَا۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَرْض کی طرف راجع ہے۔

مَنْ موصولہ ہے۔ جو

یَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔ یَسْفِکُ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَفْکٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بہانا۔ الدِّمَآءَ خون۔ واحد دَمٌ۔ مفعول ہے اپنے فعل یَسْفِکُ کا۔ (جو) خون بہائے گا۔ یعنی قتل و خون کریگا۔ خون ریزیاں کریگا۔

نُسَبِّحُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْبِیْحٌ مصدر۔ (باب تفعیل) ہم پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسبیح خدا تعالیٰ کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا ہے، خواہ زبان سے ہو یا دل سے ہو۔ دلالت حال سے بیان کی جاتے

نُقَدِّسُ۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تَقْدِیْسٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تقدیس کے معنی اس تطہیر الٰہی کے ہیں جو آیت وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (۳۳: ۳۳) میں مذکور ہے (اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے) اس تطہیر کے معنی ازالہ نجاستِ محسوسہ کے نہیں۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم تیرے

بجاآوری میں اشیاء کو پاک وصاف کرتے ہیں۔
مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا موصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) اس کا صلہ۔ جو تم نہیں جانتے ہو۔

(۲: ۳۱) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ یہاں اسماء سے مراد محض چیزوں کے نام ہی نہیں بلکہ کلمۃ کی انواع ثلثہ یعنی مخبر عنہ (اسم) خبر۔ اور رابطہ (حرف) تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں اسماء سے کلام کی انواع ثلثہ۔ ان کی صورتیں بمعہ ان کی ذوات وخصوصیات مراد ہیں
کُلَّھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے مؤکد الاسماء کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب، تمام، (جملہ تفصیلات)
عَرَضَھُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔ عَرَضَ عَلٰى دکھلانا، پیش کرنا۔ سامنے کرنا۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب راجع ہے طرف مسمیات کے جو کہ ضمناً سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ تقدیر کلام یہ ہے۔ اَسْمَاءَ الْمُسَمَّيَاتِ۔ مضاف الیہ کو حذف کر دیا۔
فَقَالَ۔ فَاء عاطفہ ہے قَالَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔
اَنْۢبِـُٔوْنِىْ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ نَ وقایہ۔ اور ىْ ضمیر واحد متکلم (مفعول بہ اپنے فعل اَنْۢبِـُٔوْا کا) اِنْبَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مجھے بتاؤ۔ مادّہ ن ب ء۔
اَسْمَاءِ ھٰٓؤُلَآءِ۔ مضاف مضاف الیہ ھٰٓؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ جمع۔ اس کا اشارہ چیزوں کی طرف ہے۔
(۲: ۳۲) سُبْحٰنَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تو پاک ہے۔
اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ اِلَّا حرف استثناء۔ مَا موصولہ عَلَّمْتَنَا فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ منہ (عِلْمَ) کا (ہمیں تو کچھ علم نہیں) مگر وہی جو تو نے ہمیں علم دیا۔
اَلْعَلِيْمُ۔ بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔
اَلْحَكِيْمُ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے حکمت والا۔
(۲: ۳۳) مَا تُبْدُوْنَ۔ مَا موصولہ تُبْدُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ تُبْدُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو۔ تم ظاہر کرو گے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی نمایاں طور پر ظاہر کرنا۔ یا ظاہر ہونا۔ بدء۔ مادّہ
كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، تم چھپاتے تھے۔ كِتْمَانٌ۔ كَتْمٌ (باب نَصَرَ)۔ چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔
(۲: ۳۴) وَاِذْ قُلْنَا۔ ملاحظہ ہو (۲: ۳)
اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ: یہ جملہ مقولہ ہے قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ کا۔ اُسْجُدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، سُجُوْدٌ

، باب نَصَرَ سے مصدر تم سجدہ کرو

اِبْلِيْسُ شیطان کا نام ہے بوجہ معرفہ و عجمہ کے غیر منصرف ہے۔ بعض نے اسے اِبْلَاسٌ (اِفْعَالٌ) بمعنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہونا سے مشتق کہا ہے۔

اَبٰی۔ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب ضَرَبَ و فتح) مصدر اس نے سختی سے انکار کیا۔

اِسْتَكْبَرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِكْبَارًا (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر اس نے تکبر کیا۔ اس نے گھمنڈ کیا۔ اس نے غرور کیا۔

كَانَ ماضی واحد مذکر غائب۔ كَوْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر، یہ بطور فعل ناقص و فعل تام آتا ہے۔ یہاں بطور فعل تام آیا ہے۔ بمعنی صَارَ۔ ہو گیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَسُيِّرَتِ الجبالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (۷۸ : ۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔

۲ : ۳۵ اُسْكُنْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ ضمیر اُسْكُنْ کی تاکید کے لئے ہے۔ اَلْجَنَّةَ مفعول فیہ اُسْكُنْ کا۔ یعنی تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

اَنْتَ وَزَوْجُكَ۔ اَنْتَ معطوف علیہ۔ وَ حرف عطف۔ زَوْجُكَ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف تو اور تیری بیوی۔

كُلَا۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، تم دونوں کھاؤ۔ مِنْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْجَنَّةَ کے لئے ہے۔

حَيْثُ ؛ جہاں۔ جس جگہ ظرف مکان ہے بمبنی برضمہ، مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے

شِئْتُمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر حاضر، مَشِيَّةٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے شَاءَ، يَشَاءُ۔ شَاءَ اصل میں شَيِئَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح اس لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ تم دونوں نے چاہا حَيْثُ شِئْتُمَا۔ جہاں سے چاہو حَيْثُ مضاف شِئْتُمَا جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ كُلَا کا۔

رَغَدًا ۔ بافراغت، وسیع۔ خوب، یہ اصل میں باب سَمِعَ سے مصدر ہے۔ رَاغِدًا کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے رَغَدًا صفت ہے اَكْلًا (مصدر محذوف کی) ای وَكُلَا مِنْهَا اَكْلًا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا اور (وہاں جنت میں) جہاں سے چاہو دل بھر کر خوب کھاؤ۔

لَا تَقْرَبَا۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر۔ قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر تم دونوں مت قریب جاؤ۔

فَتَكُوْنَا ۔ فَ جواب نہی کے لئے ہے تَكُوْنَا مضارع تثنیہ مذکر حاضر، قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم دونوں ہو جاؤ گے گنہگاروں میں سے۔

اَزَلَّهُمَا۔ اَزَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِزْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ اَلزَّلَّةُ کے اصل معنی بلاقصد کے قدم پھسل جانے کے ہیں۔ جو گناہ بلاقصد سرزد ہو جائے اسے بھی بطور تشبیہ زَلَّةٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ

قرآن مجید میں ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ (۲: ۲۰۹) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔ هُمَا ضمیر مفعول بہ تثنیہ غائب۔ حضرت آدم اور حضرت حوا کے لئے ہے یعنی اس نے (شیطان نے) ان دونوں کو پھسلا دیا ان دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے۔

عَنْهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب شَجَرَةَ کی طرف راجع ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع جنت ہے۔

مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا اسم موصول سے۔ كَانَا فِيْهِ صلہ ہے موصول کا ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یا الجنۃ کے لئے ہے یا جنت کی نعمتوں اور راحتوں کے لئے۔ اگلے جملہ میں لفظ اِهْبِطُوْا (تم اترو۔ تم اتر جاؤ) آیا ہے اس کی رعایت سے یہاں ہٖ کا مرجع الجنۃ زیادہ موزوں ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور اس نے نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے۔

اِهْبِطُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُبُوْط (باب ضَرَبَ) مصدر جس کے معنی کسی چیز کے بے اختیاری حالت میں نیچے اترنے کے ہیں۔ جیسا کہ پتھر بلندی سے گر پڑتا ہے۔

اِهْبِطُوْا (تم سب نیچے اترو) جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت آدم، اور حضرت اور شیطان ہر سہ کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یا ہبوط آدم کے ان کی نسل ان کے ساتھ شامل ہوگئی۔ اس لئے صیغہ جمع کا استعمال ہوا ہے

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے) یہ جملہ اِهْبِطُوْا سے موضع حال میں ہے۔ یعنی تمہاری نسل ہیں باہم عداوت، حسد، بغض، خود غرضی وغیرہ رہیگی۔

مُسْتَقَرٌّ۔ اسم ظرف مکان (استفعال) قرارگاہ، ٹھہرنے کی جگہ، یہ مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے

مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتِعَةٌ جمع۔ معین اور طویل مدت تک فائدہ اٹھانا۔ معاش، فائدہ، نفع، وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ محاورہ ہے۔ متع اللہ بکذا۔ وامتعہ اللہ اسے دیر تک فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔

حِيْنٍ، وقت، زمانہ، مدت۔ اَحْيَانٌ جمع۔ اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک

تَلَقّٰى، ف۔ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ تَلَقّٰى باب تفعل، اور التقیٰ (باب افتعال) التقی منہُ بمعنی اخذہ منہ۔ پانا، وصول کرنا، جب بہشت سے نکل جانے کا حکم ہوا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام فرط ندامت سے مدت مدید و عرصہ بعید تک روتے اور اتنا روئے کہ رحمتِ خداوندی کو ترس آ گیا۔ یا رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر کلمات القاء کئے جو حضرت آدمؑ نے اخذ کر لئے، اور ان پر عمل کرتے ہوئے توبہ کی وہ کلمات کون سے تھے ؟ جمہور کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (۷: ۲۳) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشنگا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہی حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ وہ کلمات یہ تھے
سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمدِکَ وَتَبَارَکَ اسمُکَ وَتَعَالیٰ جَدُّکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنتَ۔ ظَلَمتُ نَفسِی
فَاغفِرلِی فَاِنَّہٗ لَا یَغفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّآ اَنتَ۔ اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ
تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم
کیا۔ مجھے بخش دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہ کو بخشنے والا نہیں۔

فَتَابَ عَلَیہِ۔ پس اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

فَائِدَہ ۔ یہاں بھی محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے کلمات مغفرت حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر القار کئے انہوں نے یہ کلمات اخذ کر لئے۔ ان پر عمل کرتے ہوئے ان کلمات سے دعائے مغفرت شروع کر دی۔ خداوند تعالیٰ کو اپنے بندہ کی گریہ وزاری پر رحم آیا اور اس کا گناہ (لغزش) معاف کر دیا۔

تَابَ عَلیٰ۔ تَوبٌ وَتَوبَۃٌ مصدر سے تَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ التَّوبُ یا التَّوبَۃُ کے معنی گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ امام خطابی فرماتے ہیں التوبۃ عود العبد الی التوبۃ بعد المعصیۃ (توبہ کے معنی گناہ کے بعد بندہ کا نیکی کی طرف پلٹنا۔ امام راغب فرماتے ہیں (گناہ کا باحسن وجوہ چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے یہ تَابَ یَتُوبُ کا مصدر ہے باب نصر سے اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے جب اس کا تعدیہ الیٰ کے ساتھ آئے تو بندہ کا اللہ کی طرف توجہ کرنا اور رجوع کرنا کے معنی ہوتے ہیں اور بندہ کے گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ اور جب اس کا تعدیہ علیٰ کے ساتھ آئے تو اللہ تعالیٰ کا بندہ کی توبہ قبول کرنا یا توبہ کی توفیق دینے کے معنی ہوتے ہیں تَابَ بمعنی: اس نے توبہ کی، وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا اس نے معاف کیا۔

فائدہ ۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا توبہ اور اس کی توبہ قبول کرنا بیان فرمایا ہے حضرت حوّا کا توبہ کرنا ذکر نہیں کیا۔ یہ اس لئے کہ عورت احکام میں تابع ہے مرد کے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اکثر مرد ہی مخاطب ہیں

اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ ط یہ جملہ اسمیہ معترضہ ہے۔

اَلتَّوَّابُ۔ تَوبَۃٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ کرنے والا۔ بہت معاف کرنے والا بہت توبہ قبول کرنے والا۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو توّاب کہتے ہیں۔
بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید میں توّاب کا لفظ جہاں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ کی

صفت کے لئے آیا ہے

۲ : ۳۸ - قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ قُلْنَا۔ ہم نے کہا (ماضی جمع متکلم) قول ہے۔ اور اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا۔ اس کا مقولہ۔ اگلی عبارت تا اختتام آیت ۳۹۔ قُلْنَا کا مقولہ ہے اھبطوا۔ آیۃ (۲ : ۳۶) میں بھی آیا ہے اس آیت میں اس کا اعادہ پھر کیا گیا ہے تاکہ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ .... الخ کا پورا پورا ارتباط اس کے ساتھ ہو جائے جَمِيْعًا۔ لفظاً اھبطوا سے حال ہے اور معنًی تاکید ہے یعنی سب اترو مجتمع ہو کر یا الگ الگ۔ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔

فَاِمَّا۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے آیا ہے اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ للتاکید سے مرکب ہے۔ پھر اگر!

يَاْتِيَنَّكُمْ۔ يَاْتِيَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ اِتْيَانٌ مصدر (باب ضرب) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، كُمْ ضمیر جمع کی، آدم و حوّا اور بشمول ابلیس لائی گئی ہے یا آدم و حوّا اور ان کی اولاد کے لئے کہ وہ احکام ہدایت منجانب اللہ کی مکلف ہے۔

فَمَنْ۔ فَ ربط کے لئے ہے اور مَنْ شرطیہ ہے۔

هُدَایَ، مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر تَبِعَ کا مفعول۔ فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ - جملہ شرطیہ اس سے اگلا جملہ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ جواب شرط جملہ جزائیہ) یہ جملہ شرط و جزاء دونوں مل کر شرط اول۔ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی کی جزاء۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ معطوف علیہ اور وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ معطوف ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ واؤ عطف کا ہے لَا مشابہ بِلَيْسَ منفی ہے هُمْ مبتدا۔ يَحْزَنُوْنَ فعل با فاعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حزنٌ باب سمع مصدر۔ غمگین ہونا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(۲ : ۳۹) خَالِدُوْنَ ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ خُلُوْدٌ باب نصر سے مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔

(۲ : ۴۰) يٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ - یاء حرف ندا۔ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ مضاف، مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اصل میں بَنِيْنَ تھا۔ ن جمع اضافت کے سبب گر گیا۔ اِسْرَآءِيْلَ منصوب بوجہ غیر منصرف عجمہ و معرفہ ہونے کے ہے۔ اِسْرَآءِيْلَ کے معنی عَبْدُ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کا بندہ ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اے اسرائیل کے بیٹو، یا اے اسرائیل کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔

اُذْكُرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذِكْرٌ باب نَصَرَ تم یاد کرو،

نِعْمَتِیَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری نعمتیں، میرے احسان۔ یہاں نعمت لفظاً واحد ہے لیکن اس کے معنی جمع کے ہیں کیونکہ نعمت ایک نہ تھی بلکہ غیر متناہی نعمتیں۔ یَ ضمیر واحد متکلم کی ہے۔ میری نعمتیں۔

اَوْفُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِيْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) تم پورا کرو۔

عَھْدِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میرا عہد۔

اُوْفِ ۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ایفاء (افعال) مصدر، میں پورا کروں گا۔

بِعَھْدِکُمْ ۔ یعنی وہ وعدہ جو میں نے تم سے کیا ہے اُوْفِ اصل میں اُوْفِیْ تھا۔ لیکن اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ جملہ جزاء ہے جیسا کہ جملہ اولیٰ شرطیہ کی خبر دے رہا ہے اس لئے اُوْفِ میں یؔ حذف ہو گئی۔

وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ ۔ واؤ عاطفہ ہے اِیَّایَ میں فعل محذوف ہے گویا عبارت یوں ہے اِیَّایَ ارْھَبُوْا اِیَّایَ ۔ ضمیر منصوب منفصل مفعول ہے۔ اور حصر کا فائدہ دیتی ہے، اور مفعول کو تخصیص کے لئے فعل سے مقدم لایا گیا ہے (ملاحظہ ہو ۱: ۴)

اِرْھَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو،

فَارْھَبُوْنِ ۔ دوسرا جملہ ہے ف جزا کا ہے۔ اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے گویا کلام یوں ہے ان کنتم راھبین شیئًا فَارْھَبُوْنِیْ ۔ اگر تم کسی شے سے ڈرتے ہو تو مجھ سے ڈرو۔ اِرْھَبُوْنِ ۔ اِرْھَبُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ اور ی متکلم محذوف ہے اِرْھَبُوْا رَھْبَۃً ۔ مصدر باب سَمِعَ سے ہے رَھْبَۃً ایسے خوف یا ڈر کو کہتے ہیں۔ جس میں احتیاط اور اضطراب دیے چینی شامل ہو۔

(۲: ۴۱) مَآ اَنْزَلْتُ ما موصولہ اور اَنْزَلْتُ اس کا صلہ ۔ اس کی تقدیر یوں ہے بِمَآ اَنْزَلْتُہٗ جو میں نے نازل کیا ہے ۔ یعنی قرآن مجید

مُصَدِّقًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر سے ۔ سچا ماننے والا، سچا کہنے والا۔ تصدیق کرنے والا۔ یہ حال مؤکدہ ہے حال محذوفہ سے جو کہ اَنْزَلْتُ میں ہے ای اَنْزَلْتُہٗ مُصَدِّقًا ۔

مَا مَعَکُمْ ، مَا موصولہ مَعَکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ مراد اس سے تورات ہے۔

بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ کا مرجع مَآ اَنْزَلْتُہٗ ہے، یعنی قرآن مجید۔

لَاتَشْتَرُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم مت خریدو، تم مت مول لو وَلَاتَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور میری آیات میں (تحریف کر کے) ان کے بدلے تھوڑی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو،

اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ قیمت کے عوض ایسا کرنا روا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کر کے جو قیمت بھی وصول کرو گے وہ حقیر ہے۔ کیونکہ دنیا کا مال خواہ کتنا ہی ہو۔ آخرت کی لذات کے مقابلہ میں وہ لاشی اور حقیر ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۔ (۹: ۳۸) سو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تو بہت ہی قلیل ہے

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۔ اور مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو (ملاحظہ ہو ۲: ۴۰) پہلی آیت میں فَارْھَبُوْنِ فرمایا کیونکہ خطاب بنی اسرائیل کے لوگوں سے تھا۔ اور یہود میں جو خدا ترس تھے ان کو راہب کہتے تھے۔ بعد میں اِیَّایَ

فَاتَّقُوْنِ ؕ ارشاد ہوا کیونکہ جب وہ راہب ایمان لاکر امت محمدیہ میں داخل ہوجائیں گے۔ تو امت محمدیہ میں خداترس کو متقی کہتے ہیں۔

۲:۴۲ لا تلبسوا الحق ۔ لا تلبسوا فعل نہی جمع مذکر حاضر، لَبْسٌ مصدر (باب ضَرَبَ) سے دراصل لَبْسٌ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں لیکن دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ (۶: ۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ یا آیت ہذا لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔

لَبِسَ الثَّوْبَ کے معنی کپڑا پہننے کے ہیں۔ اور جو چیز پہنی جائے اسے لباس کہتے ہیں۔ تمثیل اور تشبیہ کے طور پر تقویٰ کو بھی لباس کہا ہے مثلاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰی (۷: ۲۶) اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے۔

وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ ای ولا تکتموا الحق اور حق بات کو نہ چھپاؤ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ پر ہے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم اس بات کا علم رکھتے ہو۔ اس سے خوب واقف ہو، اس کو خوب جانتے ہو۔

۲:۴۳ - اقیموا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقَامَۃٌ (افعال) جس کے معنی ٹھہرنے قائم کرنے اور درست رکھنے کے ہیں نماز کے ساتھ اَقَامَ یُقِیْمُ کا مطلب ہے نماز پر دوام اور اس کے ارکان کی حفاظت کرنا۔ سو اقیموا الصَّلٰوۃَ کے معنی ہوئے نماز کو باقاعدہ اور ہمیشگی کے ساتھ ادا کیا کرو۔

ق د م مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں

اٰتُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ایتاءٌ (افعال) مصدر، تم دو۔

الزکوٰۃ۔ مادہ ۔ ز ک ی ۔ اس کے اصل معنی اس نمو (افزونی، بڑھوتری) کے ہیں جو برکتِ الٰہیہ سے حاصل ہو اور اس کا تعلق دنیاوی چیزوں سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی۔ شرع میں زکوٰۃ وہ حصہ مال ہے جو مال سے حق الٰہی کے طور پر نکال کر فقراء کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ یعنی خیرات و برکات کے ذریعے اس میں نمو ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کے تسمیہ میں ان ہر دو امور کا لحاظ کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ دونوں خوبیاں زکوٰۃ میں موجود ہیں۔

زَکّٰی یُزَکِّیْ تَزْکِیَۃً (باب تفعیل)، پاک کرنا، اصلاح کرنا۔ مثلاً قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (۹۱: ۹) جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔

وَارْکَعُوْا ۔ واؤ عطف کا ہے اِرْکَعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، الرُّکُوْعُ (باب فَتَحَ) مصدر سے جس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے پھر کل کو جزء کے ساتھ تعبیر کرکے رکوع سے

مراد نماز بھی لی جاتی ہے اور یہاں اشارہ نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف ہے، محض عاجزی اور انکساری کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثلاً لبید کا شعر ہے۔

اُخَبِّرُ اَخْبَارَ الْقُرُوْنِ الَّتِیْ مَضَتْ۔
اَدِبُّ کَاَنِّیْ کُلَّمَا قُمْتُ رَاکِعٌ ،

میں گذشتہ لوگوں کی خبر دیتا ہوں (میں سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے) رینگ کر چلتا ہوں اور خمیدہ پشت کھڑا ہوتا ہوں۔

۲:۴۴۔ اَتَاْمُرُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور جملہ تَاْمُرُوْنَ النَّاسَ ... الخ پر داخل ہے یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا مت کرو۔ تَاْمُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اَمْرٌ مصدر (باب نَصَرَ) تم حکم دیتے ہو۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو (اور ..... الخ) اَلْبِرّ۔ نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ نیکوکاری مصدر ہے۔

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ، یہ جملہ حال ہے ضمیر فاعل تَنْسَوْنَ۔ سے۔

تَتْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تِلَاوَۃٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ تم پڑھتے ہو، تم تلاوت کرتے ہو۔ اَلْکِتٰبَ سے مراد یہاں توراۃ ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ ہے۔ اس صورت کی مندرجہ ذیل توجیہات ہیں۔

(۱) جیسا کہ اجزائے جملہ معطوفہ کا عام قاعدہ ہے کہ حرف استفہام حرف عطف کے بعد آتا ہے مثلاً فَاَیْنَ تَذْھَبُوْنَ فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ۔ وغیرہ۔ لیکن ہمزہ استفہامیہ حرف عطف پر اس امر پر آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔ اس کی چند اور مثالیں قرآن مجید میں یہ ہیں۔ اَوَکُلَّمَا عٰھَدُوْا عَھْدًا۔ (۲: ۱۰۰) اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰی (۷: ۹۷) اور اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ (۱۰: ۵۱)

(۲) ہمزہ استفہامیہ کے بعد عبارت مقدر ہے جو اگلے جملہ معطوف کے لئے معطوف علیہ ہے۔ یعنی تقدیر کلام یہ ہے اَتَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کیا تم کتاب پڑھتے ہو۔ پھر کیوں نہیں سمجھتے ؟

(۲: ۴۵) اِسْتَعِیْنُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِعَانَۃٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔ ملاحظہ ہو (۱: ۴)

اِنَّھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الصَّلٰوۃ ہے۔

لَکَبِیْرَۃٌ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے کَبِیْرَۃٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ الصَّلٰوۃ کی صفت ہے بمعنی شاق، دشوار۔

اَلْخٰشِعِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُشُوْعٌ مصدر (باب فتح) ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے

والے۔

۲ : ۴۶ اَلَّذِیْنَ ..... اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ صفت ہے اپنے موصوف الخٰشِعِیْنَ کی۔

مُلٰقُوْا رَبِّہِمْ۔ مُلٰقُوْا۔ اسم فاعل جمع مذکر مضاف، رَبِّہِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ (اضافت کی وجہ سے مُلٰقُوْنَ کا نون جمع گر گیا ہے) اپنے رب کو پہنچنے والے، اپنے رب کو پانے والے۔

رٰجِعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر رُجُوْعٌ مصدر رَاجِعٌ واحد، لوٹنے والے۔ پھر آنے والے۔

۲ : ۴۷ ۔ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ تمام عالموں پر، تمام جہانوں پر۔ اگرچہ عالم کا اطلاق ماسوی اللہ کے جمیع مخلوق پر ہوتا ہے۔ اور جب اس کو جمع کر کے عالمین بولا جاتے تو اور بھی شمول اور عموم کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ ایک محاورہ ہے جس سے مراد اکثر لوگ ہیں، یعنی ہم نے تم کو دنیا کے اکثر لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔

اسی طرح کُلّ بول کر اکثر چیزیں مراد لی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ملکہ بلقیس کے متعلق وارد ہے وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور اسے دیا گیا تھا ہر چیز سے حصہ۔ حالانکہ بہت سی چیزیں اس کو نہ ملی تھیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسے اکثر چیزیں دی گئی تھیں۔

۲ : ۴۸ ۔ لَا تَجْزِیْ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع نَفْسٌ ہے) جَزَآءٌ (باب ضَرَبَ) وہ کام آئے گی۔ وہ بدلہ ہوگی۔

شَیْئًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اگر شَیْئًا سے مراد حق ہو تو اس وقت لفظ شَیْئًا آیہ میں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور آیہ کے معنی ہوں گے۔ کہ کوئی کسی کے لئے حق کا بدلہ نہ دے گا۔

(۲) اگر شَیْئًا سے مراد جزاء ہو تو مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور آیت کے معنی ہوں گے، کہ کوئی کسی کو بدلہ نہ دے گا۔ خواہ کسی قسم کا بدلہ دینا ہو

(۳) بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا۔

(۴) یہ بھی کہا ہے کہ کوئی قیامت کی سختیوں اور عذاب میں کسی کے لئے کفایت نہ کرے گا۔

لَا تَجْزِیْ..... الخ یَوْمًا کی صفت ہے

شَفَاعَۃٌ۔ شفاعت شفع بمعنی جفت ہے۔ یعنی طاق کی ضد۔ گویا شفاعت کرنے والا۔ اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا کر (کہ جس کی یہ سفارش کرتا ہے) اس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔

لَا یُؤْخَذُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر وہ نہیں لیا جائے گا۔

منہا۔ ضمیر ھا کا مرجع نفس عاصیہ (گنہگار شخص بھی ہو سکتا ہے اور نفس شافعہ (سفارش کرنے والا شخص)

بھی، راجح قول نفس عاصیہ ہے۔

عَدْلٌ کے معنی برابری کے ہیں۔ چونکہ معاوضہ اور فدیہ دے کر دونوں برابر ہو جاتے ہیں اس لئے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہنے لگے۔ اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ واؤ عاطفہ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

۲: ۴۹۔ وَاِذْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِذْ بمعنی حب۔ جبکہ۔ جس وقت، چونکہ۔ اسم ظرف ہے اِذْ کبھی مفاجات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے) اس سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر یوں ہے۔ وَاذْكُرُوْا اِذْ..... اور یاد کیجئے (یا ان سے ذکر کیجئے جب ..... قرآن مجید میں جہاں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْكُرْ محذوف ہے۔ یہاں یہ جملہ اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ (۲: ۴۷) کا معطوف ہے۔ اور اسی طرح وَاِذْ فَرَقْنَا (۲: ۵۰) وَاِذْ وٰعَدْنَا (۲: ۵۱) وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى (۲: ۵۳) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى (۲: ۵۴) وَاِذْ قُلْتُمْ (۲: ۵۵) وغیرہ کا عطف اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ پر ہے۔

نَجَّيْنٰكُمْ۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو بچایا۔ ہم نے تم کو نجات دی۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مفعول سَوْمٌ۔ باب نَصَرَ مصدر۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے وہ تم کو مجبور کرتے تھے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۴-۶)

سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر يَسُوْمُوْنَ کا مفعول ثانی۔ سُوْٓءٌ۔ برائی، برا کام سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ عذاب کی سختی یعنی سخت عذاب۔

جملہ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ حال ہے اٰلِ فِرْعَوْنَ سے یا ضمیر نَجَّيْنٰكُمْ یا دونوں سے۔ دونوں جملے يَسُوْمُوْنَكُمْ سے حال ہیں

ذٰلِكُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذَا اسم اشارہ بعید ہے اور كُمْ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ اس کا اشارہ التذبیح اور الاستحیاء (بیٹوں کا ذبح کرنا اور عورتوں کو زندہ رکھنا) کی طرف ہے

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ۔ جملہ معطوف علیہ ہے۔ اور جملہ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ معطوف۔

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔ بَلَآءٌ موصوف، عَظِيْمٌ صفت مِنْ جار۔ رَبِّكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق موصوف،

(۲: ۵۰) وَاِذْ ..... ملاحظہ ہو ۲: ۴۹

فَرَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم ہم نے پھاڑ دیا۔ ہم نے الگ الگ کر دیا۔ فَرْقٌ مصدر بمعنی الگ الگ ہونا

الگ الگ ہونا۔ اسی سے فرقہ ہے جو جماعت سے الگ ہو گیا ہو۔ بِ معنی لَ ہے۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ۔ جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا فلقَ بھی قریب قریب انہی معنوں میں آتا ہے قرآن مجید میں ہے فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ۔ (۲۶ : ۶۳) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا۔ گویا بڑا پہاڑ ہے البحر سے مراد بحیرۂ قلزم ہے جسے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم نے مصر سے ہجرت کے وقت طے کیا تھا۔

فَاَنْجَیْنٰکُمْ۔ فَ تعقیب کی ہے اَنْجَیْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِنْجَآءٌ (افعال) مصدر نجو مادہ۔ بچالینا، نجات دینا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پس ہم نے تم کو بچالیا دریا میں ڈوبنے سے، یا فرعون اور اس کی فوج کے ہاتھوں پکڑے جانے سے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ٥ جملہ حالیہ ہے اَغْرَقْنَا سے درآں حالیکہ تم ان کا غرق ہونا دیکھ رہے تھے۔

۲ : ۵۱ ۔ وٰعَدْنَا ماضی جمع متکلم مواعدۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ باب مفاعلہ اگرچہ اشتراک عمل چاہتا ہے لیکن اہل عرب کے روزمرہ میں واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں دَاوَیْتُ الْعَلِیْلَ۔ میں نے بیمار کا علاج کیا۔ عَاقَبْتُ اللِّصَّ میں نے چور کو سزا دی۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے (موسیٰ سے) وعدہ کیا

اشتراک کی صورت ... یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ کیا۔ اور حضرت موسیٰ نے اسے قبول کیا۔ گویا حضرت موسیٰ کا وعدہ کو قبول کرنا وعدہ سے مشابہ فعل ہونے کی وجہ سے وعدہ ہی کے ضمن میں آتا ہے

فائدہ :۔ جب بنی اسرائیل غلامی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے آزادی کی نعمت سے سرفراز کئے گئے۔ تو مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ انہیں ایک کتاب شریعت دی جائے جس میں پورا نظام شریعت اور دستور زندگی مندرج ہو۔ جس پر عمل کر کے وہ بے راہ روی سے بچتے رہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو کوہِ طور پر چالیس روز کا چلہ پورا کرنے کا حکم ہوا۔ جسے حضرت موسیٰ نے تسلیم کیا۔ یہی یہ وعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اربعین لیلۃً۔ چالیس راتیں۔ مراد چالیس دن اور رات۔

ثُمَّ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے۔

اِتَّخَذْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اتخاذ (افتعال) مصدر۔ تم نے اختیار کیا۔ تم نے بنا لیا۔ اَلْعِجْلَ بچھڑا۔ گائے کا بچہ۔ اس کی جمع عُجُوْلٌ اور مؤنث عِجْلَۃٌ ہے۔ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول ہے۔

اس جملہ اِتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ میں مفعول ثانی محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ اِلٰھًا تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے فاعل اِتَّخَذْتُمْ سے اور حال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے تم نے عبادت کو اس کی غلط جگہ پر ٹھہرایا لہٰذا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوئے۔

۲: ۵۲ - عَفَوْنَا عَنْكُمْ - عَفَوْنَا (الصلۃ عَنْ) ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ عَفْوٌ (باب نصر) سے مصدر عن کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی معاف کرنا۔ عَفَا عَنْ ذَنْبِہٖ۔ اس نے اس کا گناہ معاف کر دیا عَفَا اللّٰہُ عَنْہُ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے۔

لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ۔ حرف مشابہ بالفعل ہے امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ (۴۲: ۱۷) شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو، کُمْ اسم ہے لَعَلَّ کا۔ شاید تم۔

تَشْكُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، شُكْرٌ و شُكُوْرٌ (باب نصر) مصدر۔ شکر ادا کرنا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ شاید کہ تم شکرگذار بن جاؤ۔

(۲: ۵۳) اَلْكِتٰبَ۔ سے مراد۔ تورات ہے۔

اَلْفُرْقَانَ کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ اَلْفُرْقَانُ فَرْقٌ سے ابلغ ہے کیونکہ یہ حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے فَرْقٌ کا لفظ عام ہے جو حق اور باطل کو الگ الگ کرنے کے لئے بھی آتا ہے اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔

علماء کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اَلْكِتٰبُ اور اَلْفُرْقَانُ کے درمیان عطف تفسیری ہے۔ اور مراد دونوں سے ایک ہی ہے (۲) اس سے مراد یہاں توریت اپنے احکام و شرائع کے لحاظ سے ہے۔ (۳) اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوتے تھے۔ (۴) اس سے مراد وہ فتح و غلبہ ہے جو بنی اسرائیل کو حکومت فرعونی کے مقابلہ میں عطا ہوا تھا۔

۲: ۵۴ - وَاِذْ قَالَ - ملاحظہ ہو ۲: ۴۹ - يٰقَوْمِ - یا حرف ندا، قَوْمِ منادیٰ۔ قَوْمِ اصل میں قَوْمِیْ تھا۔ یٔ متکلم حذف کر کے کسرہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ۔ باء سببیہ ہے اِتِّخَاذِ مصدر۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۵۱) مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ اَلْعِجْلَ مفعول اِتِّخَاذُ مصدر کا۔ اپنی گئوسالہ گیری کے سبب سے۔ یعنی گائے کے بچھڑے کو بطور معبود کے اپنا لینے کے سبب سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

فَتُوْبُوْا۔ فَ سببیہ ہے۔ تُوْبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ پس تم توبہ کرو۔

بَارِئِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ بَارِئٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے۔ ایجاد و اختراع کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اس کا مادہ بُرْءٌ ہے۔ اَلْبُرْءُ و اَلْبُرْآءُ و اَلْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں یا بیزاری ظاہر کرنے کے۔ مثلاً بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں نے بیماری سے

نجات پائی یعنی میں تندرست ہوگیا۔ اور بَرِئْتُ مِنْ فُلَانٍ وَتَبَرَّأْتُ میں فلاں سے بیزار ہوں قرآن مجید میں ہے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

بَارِئِكُمْ تمہارا خالق، تمہارا پیدا کرنے والا

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔فاء تعقیب کا ہے اُقْتُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ قَتْلٌ مصدر (باب نصر سے) اَنْفُسَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُقْتُلُوْا کا۔ پس قتل کرو اپنی جانوں کو، یعنی تم میں سے جو بری ہیں وہ مجرموں کو قتل کریں (خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں)

ذٰلِكُمْ ۔ یہی یعنی التوبة والقتل ۔ توبہ اور قتل (جو اوپر مذکور ہے)

خَيْرٌ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ہمزہ محذوف ہے ای ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنَ العصیان والاصرار علی الذنب یعنی عصیان اور اصرار گناہ کے مقابلہ میں یہ توبہ اور قتل تمہارے لئے بہتر ہے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے تو اس کا جملہ شرطیہ محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے ان فعلتم ما اُمرتم بہ فقد تاب علیکم ۔ اگر تم نے وہی کیا جس کا تمہیں حکم ملا تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لیگا

(۲) اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے تو فَتَابَ عَلَيْكُمْ جملہ معطوف ہے جس کا عطف محذوف عبارت پر ہے ای فعلتم ما امرتم بہ فتاب علیکم ۔ تم نے وہی کیا جس کا تم کو حکم ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی

۲ : ۵۵ ۔ وَاِذْ قُلْتُمْ .... (ملاحظہ ہو ۲ : ۴۹)

لَنْ نُّؤْمِنَ ۔ مضارع منفی تاکید بلَن ۔ لَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے صیغہ جمع متکلم ۔ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

جَهْرَةً ۔ جَهَرَ يَجْهَرُ ۔ (باب فتح) سے مصدر ہے، جس کا مطلب آواز کو بلند کرنا ہے۔ جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ میں نے پڑھنے میں آواز کو اٹھایا۔ یا بلند کیا ۔ مگر یہاں دیکھنے کے معنی میں مستعار لیا گیا ہے کھلم کھلا یا روبرو دیکھنا جَهْرَةً یا تو نَرٰی کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ جَهْرَةً میں بھی ایک قسم کی رؤیت پائی جاتی ہے یا فاعل ضمیر فاعل نَرٰی یا مفعول بہ اللہ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الصّٰعِقَةُ ۔ بجلی کی کڑک، ہولناک دھماکہ، بعض علماء کے نزدیک صاعقہ تین قسم پر ہے ۔ (۱) بمعنی موت وہلاکت، جیسے فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۳۹ : ۶۸) اور جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مر جائیں گے۔ (۲) بمعنی عذاب مثلاً اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (۴۱ : ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔ (۳) بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک جیسے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳ : ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی

دیتا ہے۔

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے۔

۲ : ۵۶ بَعَثْنٰكُمْ ۔ بَعَثْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔

چنانچہ یَوْمُ الْبَعْثِ اس سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن۔

لَعَلَّكُمْ شاید کہ تم۔ (ملاحظہ ہو ۲ : ۲۱، ۲ : ۵۲)

(۲ : ۵۷ - وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ۔ اور اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ہر دو جملوں کا عطف بَعَثْنٰكُمْ پر ہے۔ ظَلَّلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَظْلِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے، ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔

عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ۔ عَلَيْكُمْ ۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل ہے اور الْغَمَامَ اسم جنس ہے اور فعل ظَلَّلْنَا کا مفعول ہے بمعنی ابر، یا دل۔ اَلْمَنَّ اسم ہے شبنمی گوند جو وادی تیہ میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے اللہ تعالیٰ روزانہ درختوں پر جما دیتا تھا۔

اَلسَّلْوٰى ۔ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں

كُلُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَكْلٌ (باب نصر) مصدر سے اصل میں اُءْكُلُوْا تھا۔ تم کھاؤ۔

طَيِّبٰتِ ، ستھری چیزیں ۔ پاکیزہ چیزیں۔ طَيِّبَةٌ کی جمع طَيِّبٰت مضاف ہے مَا رَزَقْنٰكُمْ ما موصولہ رَزَقْنٰكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول اور صلہ مل کر مضاف الیہ طَيِّبٰت کا۔

جو بطور رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں کا صاف ستھرا و پاکیزہ حصہ۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا ۔ ما نافیہ ہے جملہ کا عطف محذوف عبارت پر ہے

فَظَلَمُوْا وَلَمْ يُقَابِلُوْا النِّعَمَ بِالشُّكْرِ ۔ پس انہوں نے ظلم کیا اور نعمتوں کو شکر کے ساتھ قبول نہ کیا۔ وَمَا ظَلَمُوْنَا (اس ناشکری سے) انہوں نے ہم پر تو ظلم نہ کیا (یعنی ہمارا تو کچھ نہ بگاڑا) وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ لیکن اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے۔ یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑتے رہے۔ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔

فائدہ مَا رَزَقْنٰكُمْ تک مخاطبین سے بلاواسطہ خطاب تھا۔ اب ان کی اہانت کے لئے ضمیر غائب لائی گئی ہے کہ تم نے ہماری نعمتوں کی قدردانی نہ کی اور کفران نعمت کے مرتکب ہوئے لہٰذا تم خطاب کے لائق نہیں رہے۔

اس التفاتِ ضمائر کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۲ : ۵۸ - منها ۔ ھا ، ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْقَرْيَةِ کی طرف راجع ہے ای من طعام القریۃ و ثمارھا یعنی اس قریہ میں جو طرح طرح کی نعمتیں اور میوے ہیں وہ کھاؤ۔

اَلْقَرْيَةِ بستی۔ منصوب بوجہ ظرفیت یا بوجہ مفعول ہے اس کی جمع القُرٰی ہے۔ یہ کونسی بستی تھی اس کے متعلق

مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد اریحا ہے بعض کے نزدیک اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایلیاہے۔ اور بعض اس سے شام مراد لیتے ہیں۔

حَیْثُ شِئْتُمْ۔ حَیْثُ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی برضمہ ہے شِئْتُمْ۔ شَاءَ یَشَآءُ مَشِیَّۃً (باب سمع) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں شَیِئْتُمْ تھا۔ یِ کی حرکت ما قبل کو دی۔ اور ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرگیا۔ شِئْتُمْ ہوگیا۔ تم نے چاہا۔ حَیْثُ شِئْتُمْ جہاں سے چاہو۔

رَغَدًا بافراغت، خوب، اچھی طرح۔ وسیع۔ یہ اصل میں رَغِدَ یَرْغَدُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے۔ اور صفت مشبہ ہوکر مستعمل ہے رَاغِدٌ کی جمع بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ۔ مطلب یہ کہ کھاتے پھرو، اس میں جہاں چاہو محظوظ ہوکر (رغبت سے خوب اچھی طرح) منصوب بوجہ مصدر کے ہے یا ضمیر فکلوا سے حال ہے۔

اَلْبَابَ۔ دروازہ اَلْبَابَ معرفہ لایا گیا ہے کہ اس سے مراد القریۃ کا دروازہ ہے جو اَلْقَرْیَۃَ سے اریحا مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک۔ الباب سے مراد اس شہر کا کوئی بھی دروازہ ہے اور اس کے سات دروازے بتائے جاتے ہیں

فمن قال ان القریۃ اریحا قال ادخلوا من ای باب کان من ابوابھا وکان لھا سبعۃ ابواب، اور جن کے نزدیک القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے الباب سے مراد بیت المقدس کا خاص دروازہ ہے جسے باب حطہ کہتے ہیں و من قال ان القریۃ ھی بیت المقدس قال ھو باب حطۃ۔

سُجَّدًا ضمیر ادخلوا سے حال ہے سجدہ کرتے ہوئے۔ سُجَّدًا سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ بعض نے سجدہ کے یہاں لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی تذلیل و انکسار، خشوع و خضوع۔ اور جملہ کا مطلب ہے کہ جب تم دروازے سے داخل ہو تو نہایت انکساری اور تواضع سے مطیع اور فرمانبرداروں کی طرح داخل ہو

اور جنہوں نے اس کے شرعی معنی لئے ہیں ان کے نزدیک مطلب یہ ہوگا کہ جب تم دروازہ کے اندر داخل ہوجاؤ تو سجدہ شکر بجالاؤ۔ بعض نے اس سے جھکنا اور رکوع مراد لیا ہے

حِطَّۃٌ۔ حَطَّ یَحُطُّ (باب نَصَرَ) حَطٌّ مصدر، اترنا، نازل ہونا۔ ای اَنْزَلَہٗ۔ اس نے اسے اونچی جگہ سے نیچی جگہ رکھا چنانچہ کہتے ہیں حَطَطْتُ الرَّحْلَ میں نے سواری سے پاؤں اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اور یہاں حِطَّۃٌ سے مراد یہ ہے حُطَّ عَنَّا ذُنُوْبَنَا۔ (اے اللہ ہمارے گناہ ہم سے اتار دے یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی دعا کرو)

بعض کے نزدیک اس کے معنی معلوم نہیں محض امتثال امر مقصود تھا۔ بعض نے اسے توبہ کے معنی میں لیا ہے۔ اور یہ قُوْلُوْا کا مفعول بھی ہوسکتا ہے یعنی تم حِطَّۃُ حِطَّۃٌ کہتے ہوئے داخل ہو۔

نَغْفِرْ لَکُمْ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بوجہ جواب امر کے مجزوم ہے۔ تو ہم تمہیں معاف کردیں گے۔

خَطٰیٰکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری خطائیں۔

سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ۔ سَ مضارع پر داخل ہوکر اسے مستقبل کے معنی دیتا ہے مُحْسِنِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُحْسِنٌ واحد، نیکوکار مرد۔ احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ یعنی اس حکم کی تعمیل پر تم میں سے جو گنہگار ہیں ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان کو مغفرۃ عطا ہوگی، اور جو تم میں پہلے ہی نیک اور فرمانبردار ہیں ان کے لئے ثواب بڑھادیں گے۔

۲: ۵۹ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ۔ فاء عاطفہ ہے بَدَّلَ فعل الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا یہ جملہ فاعل ہے فعل بَدَّلَ کا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے فعل بَدَّلَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا (یعنی جو نافرمانی کرنے والے تھے) اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل کر کوئی غیر قول بولنے لگے۔ یعنی جو الفاظ ان کو تلقین کئے گئے تھے۔ انہیں ترک کر کے ازراہ استہزاء اور کلمات بکنے لگے۔ اس امر میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کلمات کیا تھے لیکن حاصل یہی ہے کہ بجائے توبہ و انابت کے وہ تمسخر سے کام لینے لگے۔

فَاَنْزَلْنَا۔ فاء ترتیب کی ہے اس پر۔ تو۔ پس ہم نے اتارا یا نازل کیا

رِجْزًا۔ عذاب، بلا، عقوبت۔ آفت۔ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ ایک آسمانی آفت۔

بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ، باء سببیہ ہے مَا موصولہ اور کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ، ماضی استمراری جمع مذکر غائب فِسْقٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے، بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے یا کرتے رہے تھے۔

۲: ۶۰۔ وَاِذْ یاد کرو، جب۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲-۴۹)

اِسْتَسْقٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِسْقَاءٌ (اِسْتِفْعَال) مصدر اس نے پانی مانگا۔ اس نے پانی طلب کیا سَقْیٌ مادہ۔ السَّقْیُ وَالسُّقْیَا کے معنی پانی پینے کی چیز دینے کے ہیں (مثلاً پانی۔ شربت۔ شراب وغیرہ)۔ سَقٰی یَسْقِیْ (باب ضَرَبَ)، وَاَسْقٰی یُسْقِیْ (باب افعال) پانی پینے کے لئے دینا۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں۔ (۱) باب ضَرَبَ سے وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا۔ (۷۶-۲۱) اور اُن کا پروردگار اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (۲) باب افعال سے وَاَسْقَیْنٰکُمْ مَآءً فُرَاتًا (۷۷-۲۷) اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا۔ السِّقَایَۃُ پینے کا برتن۔ جَعَلَ السِّقَایَۃَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْہِ (۱۲: ۷۰) اس نے اپنے بھائی کے شلیتے یا پالان میں پینے کا برتن رکھ دیا۔

اَلْحَجَرَ۔ پتھر۔ اس میں الف لام عہد کا ہے (یعنی خاص پتھر مراد ہے) بعض کے نزدیک الف لام جنس کا ہے کوئی خاص پتھر نہ تھا۔ بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جس پتھر پر عصا مارتے اس میں سے چشمے ابل پڑتے

فَانْفَجَرَتْ۔ فَا سببیہ ہے۔ فَانْفَجَرَتْ سے قبل عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَضَرَبَ فَانْفَجَرَتْ۔

اِنْفَجَرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِنْفِجَارٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر۔ خوب پھوٹ نکلنا۔ اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ مثلاً بولتے ہیں فَجَرْتُهٗ فَانْفَجَرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا تو وہ بہہ گیا۔ صبح کو فجر اس لئے بولتے ہیں کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے .... اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ (۷: ۱۶۰) تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مار دو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

اِنْفِجَارٌ اور اِنْبِجَاسٌ میں فرق یہ ہے کہ انبجاس صرف کسی تنگ چیز سے بہہ نکلنے کا نام ہے اور انفجار کا استعمال تنگ مقام ہو یا فراخ دونوں کے متعلق ہوتا ہے۔

كُلُّ اُنَاسٍ۔ اُنَاسٌ جمع جس کی لفظی طور پر واحد نہیں ہے بعض کے نزدیک غیر لفظی طور پر اِنْسَانٌ کی جمع ہے یا اِنْسٌ کی۔ اس کے معنی ہیں لوگ۔ یہاں كُلُّ اُنَاسٍ کے معنی كُلُّ سِبْطٍ ہر قبیلہ نے ہر گروہ نے۔

مَشْرَبَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَشْرَبَ اسم ظرف مکان ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کے لئے ہے۔

لَا تَعْثَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر عِثِيٌّ اور عُثِيٌّ (باب سمع) مصدر سے۔ جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں۔

مُفْسِدِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، فساد ڈالنے والے، فساد کرنے والے۔ یہ لَا تَعْثَوْا کا حال مؤکدہ ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ:۔ ای وا ذکر الوقت اِذْ قُلْتُمْ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا۔

طَعَامٍ وَّاحِدٍ۔ مراد اس سے وہ خوراک تھی جو صحرائے تیہ میں ان کو بصورت من و سلویٰ ملتی تھی۔ طَعَامٍ وَّاحِدٍ اس لئے کہا کہ روز یہی دو چیزیں ایک ہی قسم کی بلا تنوع ملتی تھیں اور بس۔

فَادْعُ لَنَا۔ فاء عاطفہ سببیہ ہے۔ ہمارے عدم صبر کے سبب سے ہمارے لئے مانگو۔ اُدْعُ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ باب نصر۔ مصدر سے۔ تو مانگ۔ تو دعا کر۔

يُخْرِجْ لَنَا۔ يُخْرِجْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع رَبَّكَ (تیرا رب) ہے کہ ہمارے لئے پیدا کرے۔ يُخْرِجْ لَنَا کے بعد شَيْئًا محذوف ہے کہ کوئی ایسی شے پیدا کرے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے۔

تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ۔ تُنْۢبِتُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِنْۢبَاتٌ (اِنْفَعَالٌ) مصدر۔ جو زمین اگاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنے رب سے دعا کرو کسی ایسی چیز کے پیدا کرنے کی جو زمین سے اُگتی ہو لہٰذا ازقسم ساگ .... الخ،

مِنْۢ بَقْلِهَا۔ مِنْ بیانیہ ہے بَقْل ساگ، ترکاری۔ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب (الارض کے لئے) مضاف الیہ۔

قِثَّآئِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ قِثَّآء۔ اسم جنس ہے۔ اس کی جمع نہیں آتی۔ ککڑی۔ یا ککڑیاں۔

فُوْمِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ فُوْم۔ گیہوں۔ (راغب، ابن عباس) بنو ہاشم کی زبان میں بھی فُوْم گیہوں کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ بعض کے نزدیک جس اناج کی روٹی پکتی ہو اسے فُوم کہتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ اصل میں ثُوم تھا۔ جس کے معنی لہسن کے ہیں۔ ثاء کو فاء سے بدل دیا ہے اور یہ جائز ہے۔ جیسا کہ مَغَاثِیْرُ (مُغْثُرٌ کی جمع ایک قسم کی گوند ہے) مَغَافِیْرُ (مِغْفَرٌ کی جمع ایک درخت کی گوند) کہا جاتا ہے۔

عَدَسِهَا مضاف مضاف الیہ عَدَسٌ بمعنی مسور۔

بَصَلِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَصَلٌ بمعنی پیاز۔

ان سب میں ھَا ضمیر واحد مونث غائب اَلْاَرْضُ کے لئے ہے۔

قَالَ ای قَالَ مُوْسٰی اوقال اللہ۔ اس سے اگلی عبارت مَا سَاَلْتُمْ تک اس قول کا مقولہ ہے۔

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے۔ تَسْتَبْدِلُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِسْتِبْدَالٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تم بدلتے ہو۔

اَلَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی۔ اپنی جملہ تراکیب کے ساتھ یہ جملہ مفعول بہ ہے فعل تَسْتَبْدِلُوْنَ کا۔ اور بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ متعلق فعل تَسْتَبْدِلُوْنَ کا۔

اَدْنٰی مادہ دُنُوٌّ سے مشتق ہے۔ اور دَانٍ دَدَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔ (۱) اگر اَقْصٰی کے بالمقابل آئے تو اَقْرَبُ کے معنی دیتا ہے مثلاً اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی (۸-۴۲) جب تم (مدینے کے) قریب کے ناکے پر تھے۔ اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر (دُنْیَا مونث ہے۔ اَدْنٰی کی اور قُصْوٰی مونث ہے اقصٰی کی۔

(۲) اگر اکبر کے مقابلہ میں آئے تو بمعنی اَصْغَرُ آتا ہے۔ مثلاً۔ وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ۔ (۳۲-۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے دن) بڑے عذاب کے سوا عذاب اصغر (دنیا کے عذاب) کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ (۳) کبھی بمعنی اول (اَلنَّشْاَةُ الْاُوْلٰی) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِرُ (النشاۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ (۲۲-۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

(۴) کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْذَلُ بھی آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ (۲:۶۱) بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

جب اَدْنٰی بمعنی ارذل ہو تو دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہوگا۔ دوسری صورتوں میں دَانٍ سے۔

اِھْبِطُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ھُبُوْطٌ (باب ضَرَبَ) تم سب اترو، (نیز ملاحظہ ہو ۲:۳۶ متذکرۃ الصدر)

مِصْرًا۔ اسم نکرہ باتنوین بمعنی کوئی شہر۔ مَصْرٌ (باب نَصَرَ) شہر بنانا۔ شہر کو آباد کرنا۔ اِھْبِطُوْا مِصْرًا۔ جاؤ کسی شہر میں جا رہو۔

فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ یہ جملہ امر بالہبوط کی علت ہے یا جواب امر ہے۔ پس بے شک جو تم مانگتے ہو تم کو مل جائیگا
ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ۔ اَلضَّرْبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے یعنی مارنے کے ہیں۔
اور مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) ہاتھ۔ لاٹھی تلوار وغیرہ سے مارنا۔
جیسے فَضَرْبَ الرِّقَابِ (۴۷:۴) تو ان کی گردنیں اڑا دو۔ یا۔ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲:۶۰) اپنی لاٹھی پتھر
پر مارو، وغیرہ (۲) ضَرْبُ الْاَرْضِ بِالْمَطَرِ۔ بارش کا برسنا۔ (۳) ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ، دراہم کو ڈھالنا۔ (۴)
ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ۔ سفر کرنا۔ (۵) ضَرْبُ الْخَيْمَةِ خیمہ لگانا وغیرہ۔

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ۔ یا ضَرْبُ الْخَيْمَةِ سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ کہ ذلت اور ناداری نے انہیں اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے یا یہ محاورہ ضُرِبَتِ الطِّيْنُ عَلَى الْحَائِطِ (مٹی دیوار پر لیس دی گئی) سے مشتق ہے یعنی ذلت اور ناداری کو ان پر لیس دیا گیا یا چپکا دیا گیا۔ اَلْمَسْكَنَةُ کو فقر یا ناداری اس لئے کہتے ہیں کہ فقر آدمی کو نچلا بٹھا دیتا ہے اور چلبلاپن اور اکڑ سب جاتی رہتی ہے۔ ترجمہ ہے۔ اور ان پر ذلت و غربت مسلط کر دی گئی

بَآءُوْ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا۔ وہ لوٹے، وہ پھرے۔ بَوَاءٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مَكَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وہ ایسی جگہ اترے کہ ان کے ساتھ اللہ کا غضب ہے یہاں بِغَضَبٍ موضع حال میں ہے جیسے خَرَجَ بِسَيْفِهٖ میں ہے اور مُرَّ بِزَيْدٍ کی طرح مفعول نہیں ہے اور بِغَضَبٍ پر باء لاکر تنبیہ کی ہے کہ موافق جگہ میں ہونے کے باوجود وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہیں تو ناموافق جگہ میں تو بالاولیٰ ان پر غضب ہوگا۔ اس کا مادہ بَاءَ وَ ہے۔

ذٰلِكَ کا مشارالیہ غَضَب ہے۔ یا ذلت و فقر و غضب ہر سہ کی طرف اشارہ ہے
بِاَنَّهُمْ میں باء سببیہ ہے۔ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (سبب اول) وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (سبب دوم) یعنی اس ذلت و فقر و غضب کا سبب ان کا آیات اللہ سے انکار اور نبیوں کا ناحق قتل تھا

فائدہ۔ نبیوں کا قتل تو ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ کا لفظ زور دینے کیلئے بڑھایا گیا ہے گویا ان کے فعل کے ناحق ہونے کو تکراراً بیان کیا ہے، جن نبیوں کو قتل کیا گیا ان میں حضرت شعیار، حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام بھی ہیں۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) اگر ذٰلِكَ کا اشارہ آیات اللہ سے انکار اور قتل انبیاء کی طرف ہے تو بِمَا میں باء سببیہ ہے اور مَا موصولہ اور مطلب یہ ہوگا کہ ان کا آیات اللہ سے انکار اور انبیاء کا ناحق قتل کا سبب ان کی نافرمانی اور حدود اللہ سے

تجاوز تھا۔ یعنی ان کا مسلسل کفر اور تجاوز حدود اللہ ان کو آہستہ آہستہ قتلِ انبیاء جیسے گھناؤنے جرم کے ارتکاب تک لے گیا۔

(۲)، بعض کے نزدیک اسم اشارہ ذٰلِكَ تکراراً مضمون کو پُر زور بنانے کے لئے آیا ہے اور بآء بمعنی مع ہے اور مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان پر ذلت و فقر چسپاں کر دیا۔ اور وہ مورد غضب الٰہی اس لئے ہوئے کہ وہ آیاتِ الٰہی سے منکر ہوئے۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ مسلسل نافرمانی کے مرتکب ہوئے اور تجاوز حدود اللہ پر مصر رہتے۔

عَصَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب عِصْيَانٌ مَعْصِيَةٌ (باب ضرب) انہوں نے نافرمانی کی۔ عَصَوْا۔ اصل میں عَصَيُوْا تھا۔ یاء متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا۔ واؤ اور یآء ہر دو ساکن ہوتے الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ عَصَوْا رہ گیا۔

كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وہ زیادتی کیا کرتے تھے۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لا چکے ہیں۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں۔ جو آخری رسول اور آخری کتاب پر (ایمان لا چکے ہیں) یعنی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ایمان لانے کے معنیٰ۔ کل عقائد ضروریہ کے تسلیم کر لینے کے ہیں۔ توحید پر ایمان۔ رسالت پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان۔ آسمانی کتابوں پر ایمان، سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اور اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مطلق صورت میں قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے مراد اس سے مسلمان ہی ہیں

اَلَّذِيْنَ هَادُوْا۔ جو یہودی ہوئے۔ هَادُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے هُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر ہے اَلنَّصٰرٰى۔ جمع معرفہ۔ عیسائی لوگ، یہ نَصْرَانٌ کی جمع ہے جیسے نَدَامٰى جمع ہے نَدْمَانٌ کی

اَلصّٰبِئِيْنَ۔ ایک مذہبی فرقہ کا نام۔ جس کے عقائد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

عراق، روم، شام، الجزیرہ میں آباد تھے۔ لیکن ان ممالک میں جب دوسرے مذاہب کا غلبہ ہوا یہ نصاریٰ سے جا ملے لیکن خفیہ طور پر بت پرستی کرتے رہے، اب بھی اس لادینی بت پرستی کے پیرو کار کہیں کہیں موجود ہیں لیکن اپنے اعتقادات کو نہایت سختی سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ لفظ صَابِئٌ کے عربی ہونے میں علماء میں اختلاف ہے

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ۔ میں مَنْ موصولہ ہے اور اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ اس کا صلہ ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں میں سے (جو بیشتر ایمان لا چکے ای اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) یہودیوں میں سے نصاریٰ میں سے۔ اور صابئین میں سے جو مسلمان آئندہ زمانہ میں بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیگا اور جو یہودی۔ نصاریٰ یا صابئین اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔ ان کو ان کے رب کے ہاں اجر ملیگا۔ اور ان کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہوگا۔ اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب تفسیر

لکھتے ہیں کہ : یعنی اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اور وہ ایمان ہر قسم کی شرکت آمیزی سے پاک ہو۔ اس ایمان باللہ کے تحت میں اس کے سارے لوازم و تضمنات بھی داخل ہیں ورنہ خدا پر مطلق ایمان تو کسی نہ کسی صورت میں تقریبًا ہر انسان کا ہے۔ اور ان لوازم توحید میں سب سے اونچے نمبر پر ایمان بالرُّسُل ہے کہ بندوں کا صحیح تعلق اللہ کے ساتھ قائم کرنے والی اور اس کا سیدھا راستہ بتانے والی ذات رسول ہی کی ہوتی ہے۔

یوم آخرت پر ایمان لانے کے معنٰی ہی یہ ہیں کہ سارے احکامات آخرت پر ایمان لایا جائے۔

فائدہ۔ جلالین میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ای امنوا بالانبیاء من قبل۔ بیضاوی اس کے معنی لکھتے ہیں۔ الذین اٰمَنُوْا بِاَلْسِنَتِھِمْ جو محض زبانی ایمان لائے۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں (ملاحظہ ہو روح المعانی

فَلَھُمْ میں فاء جزائیہ ہے۔ اس سے قبل جملہ مَنْ اٰمَنَ ... عَمِلَ صَالِحًا جملہ شرطیہ ہے اور بعد کی عبارت ... یَحْزَنُوْنَ تک جزائیہ ہے۔

فائدہ: صابئین۔ صابی فرقہ کے لوگ، یہ ایک ستارہ پرست قوم تھی جو بابل اور بلادِ عراق میں آباد تھی۔ اس لفظ کے عربی ہونے میں اختلاف ہے عراق پر مختلف ادوار میں بیرونی اقوام کی فتح یابی کی صورت میں ان میں سے بعض فاتح قوم کا مذہب اختیار کر لیتے رہے۔ جب عراق، شام اور مصر میں اسلام کا غلبہ ہوا تو ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ کھلم کھلا اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اور کچھ اپنے قدیم دستور پر تقیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسماعیلیہ کی حیلہ گری اسی فرقہ کے تقیہ کی ایک نمود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص)

وَاِذْ اَخَذْنَا۔ ای وَاذْكُرُوْا اِذْ اَخَذْنَا۔ اور یاد کرو وہ وقت (جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا)

مِیْثَاقَکُمْ، مضاف، مضاف الیہ، مِیْثَاقٌ پختہ عہد، قول و قرار جس پر قسم کھائی گئی ہو۔ یا پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ (وِثَاقَۃٌ سے اسم آلہ) یا پختگی اور مضبوطی بمعنی مصدر جیسے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ من بعد میثاقہٖ (۲:۲۷)

وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد (نیز ملاحظہ ہو ۲:۲۷)

یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور تورات پر عمل کرنے کا تھا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ واؤ عاطفہ ہے فَوْقَ۔ اسم ظرف اوپر۔ تَحْتُ کی ضد ہے اَلطُّوْرُ عربی زبان میں طُور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں طور کا استعمال ایک مخصوص اور متعین پہاڑ کے لئے ہوا ہے چنانچہ الطور میں الف لام عہد کا ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جملہ کا ترجمہ ہے اور ہم نے طور کو تم پر بلند کیا اور کھڑا کیا۔ اس کی فی الواقع کیا صورت تھی اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ اپنی جگہ سے الگ کر کے بنی اسرائیل کے سروں پر سائبان کی طرح لا کھڑا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اگر تم تورات کو نہ مانو گے تو یہ پہاڑ تم پر چھوڑ

دیا جائے گا۔ بعض نے توریت کے اس بیان سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے آکھڑے ہوتے اور کوہِ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا اور سارا پہاڑ متزلزل ہو گیا۔ (باب خروج ۱۹ آیت ۱۸-۱۸) اور ان کو حکم ہوا کہ توریت کو قبول کرو۔ ورنہ پہاڑ کو تم پر گرا دیا جائے گا۔ اور تم اس کے نیچے دفن ہو کر رہ جاؤ گے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ۔ خُذُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم لو، تم پکڑو۔ مَا موصولہ اور اٰتَیْنٰکُمْ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ موصول و صلہ مل کر خُذُوْا کا مفعول ہوا۔ مراد توریت۔

بِقُوَّۃٍ۔ جار مجرور۔ مضبوطی سے

لَعَلَّکُمْ۔ لَعَلَّ۔ حرف مشبہ بالفعل کُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔ تاکہ تم (یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں)

تَتَّقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم پرہیزگار بنتے ہو۔

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ۔ پھر، ازاں بعد۔ حرف عطف ہے۔ تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے۔

تَوَلَّیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلِّیٌ (تفعّل) تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا

لَوْلَا۔ امتناعیہ ہے۔ اور لَوْ حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے

فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ۔ فَضْلُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ عَلَیْکُمْ جار مجرور مل کر متعلق فَضْلُ۔ فَضْلُ اپنے متعلق اور مضاف الیہ (اللّٰہ) سے مل کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف وَرَحْمَتُہٗ کا۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا جس کی خبر حَاضِرٌ محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔

لَکُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔ لام تاکید کا ہے جوابِ شرط میں آیا ہے۔ یہ جملہ جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط ہے۔ تو تم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوتے۔

(۲ : ۶۵) وَلَقَدْ۔ واؤ۔ عاطفہ ہے لام تاکید کا۔ قَدْ، ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ سو لام تاکید اور قَدْ فعل عَلِمْتُمْ پر داخل ہونے پر معنی ہوں گے۔ تحقیق تم خوب جانتے ہو۔ تاکید بالائے تاکید۔

اِعْتَدَوْا۔ انہوں نے زیادتی کی۔ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے گذر گئے۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حق سے تجاوز کرنے کو اِعْتِدَاءٌ کہتے ہیں۔

فِی السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن کے دوران سَبْتٌ کے اصل معنی قطع کرنے کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سَبَتَ اَنْفَہٗ اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ پھر اس کے معنی ہفتہ کا دن ہے۔ کیونکہ اہل یہود اس روز کاروبار چھوڑ دیتے تھے اس لئے اس روز کا دوسرے کاروباری ایام سے رشتہ کٹ گیا۔ اس طرح آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا (۷۸ : ۹) اور ہم نے تمہاری نیند کو موجب راحت بنایا۔ اس میں سُبَاتٌ کے معنی حرکت و عمل سے کٹ کر آرام کرنا کے ہیں،

بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کو سبت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قطع کیا یعنی پیدا کیا۔ یا اس لئے کہ یہود کو اس دن عبادت کے سوا اور کل کاموں سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہوا تھا۔

قِرَدَۃً۔ بندر۔ جمع کا صیغہ ہے۔ قِرْدٌ واحد ہے یہ منصوب بوجہ کُوْنُوْا کی خبر کے ہے۔

خٰسِئِیْنَ۔ خَسْءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ذلیل وخوار۔ خَسْئًا کسی کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے۔ مثلاً خَسَأْتُ الْکَلْبَ۔ میں نے کتے کو دھتکارا۔ خٰسِئِیْنَ۔ کُنْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے یا قِرَدَۃً کی صفت

فَجَعَلْنٰھَا۔ میں ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ یا اَلْقَرْیَۃَ کے لئے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یا خِسْیَانٌ کے لئے ہے یا واقعہ کے لئے ہے یا اس قصہ کے لئے۔

نَکَالاً۔ نَکْلٌ جانور کی بیڑی اور لوہے کی لگام کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَنْکَالٌ ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالاً وَّجَحِیْمًا (۷۳: ۱۲) بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ۔ نَکَالاً مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا کا مَابَیْنَ یَدَیْھَا۔ جو اس کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَھَا۔ اور جو اس کے بعد میں ہے۔ ہر دو جملہ میں مَا بمعنی مَنْ ہے اور مراد اس وقت کے موجود لوگ اور اس زمانہ کے بعد میں آنے والے لوگ ہیں ھَا ضمیر کا مرجع وہی ہے جو جَعَلْنَا ھَا میں اوپر بیان ہوا۔

وَ مَوْعِظَۃً۔ ای وَجَعَلْنٰھَا مَوْعِظَۃً۔ اور ہم نے بنا دیا اس واقعہ کو متقیوں پرہیزگاروں کے لئے نصیحت۔ مَوْعِظَۃً اسم مصدر بمعنی نصیحت ہے۔ قاموس القرآن میں ہے مَوْعِظَۃً اس نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے۔ خلیل نحوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو بھلائی کی یاد دہانی کرانا اس طرح پر کہ اس کے دل پر اثر ہو موعظۃ اور وعظ کہلاتا ہے اور بقول بعضے موعظۃ وہ کلام ہے جس میں ترغیب وترہیب کے ذریعہ خیر وصلاح کی دعوت دی گئی ہو۔ (تفسیر خازن)

علامہ عبد اللہ بن احمد نسفیؒ لکھتے ہیں۔ موعظۃ وہ نصیحت ہے جس میں محبوب ومرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے اور ہر مکروہ وناپسند چیز سے روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت موعظۃ فرمائی ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ (۱۰: ۵۷) اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔

اَلْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پرہیزگار۔ تقویٰ والے۔ اِتِّقَاءٌ مصدر۔

(۲: ۶۷) اَنْ تَذْبَحُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تَذْبَحُوْا۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ذَبْحٌ (باب فتح) مصدر سے کہ تم ذبح کرو۔

اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا؟ ء ہمزہ استفہامیہ تَتَّخِذُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر سے تو بناتا ہے۔ تو پکڑتا ہے نَا۔ ضمیر مفعول جمع متکلم۔ ھُزُوًا۔ مفعول ثانی۔ مصدر باب فتح۔ بمعنی اسم مفعول۔ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ مسخرا۔ کیا تو ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔

اَعُوْذُ ۔ مضارع واحد متکلم عَوْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے ۔ جس کا معنی دوسرے سے التجا کرنا اور پناہ مانگنا ہے میں پناہ چاہتا ہوں بِاللّٰہِ اللہ کی۔

اَنْ اَکُوْنَ ۔ اَنْ مصدریہ اَکُوْنَ مضارع منصوب واحد متکلم ۔ کَوْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے ، کہ میں ہوجاؤں ۔

اَلْجٰهِلِیْنَ ۔ جَاهِلٌ کی جمع بحالتِ جر اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جہالت تین قسم پر ہے (١) انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں (٢) کسی چیز کے خلاف واقع یقین وا عتقاد کرلینا (٣) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا ۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط ۔ اسی لحاظ سے آیت ہذا میں هُزُوًا کو جہالت قرار دیا ہے ۔ جہالت کے معنی ناواقفیت کے بھی ہوسکتے ہیں ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے : یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (٢ : ٢٧٣) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے ۔

٢ : ٦٨ ۔ اُدْعُ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے ۔ تو دعا کر، تو مانگ ۔

یُبَیِّنْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب، تَبْیِیْن (تفعیل) مصدر سے ۔ وہ کھول کر بیان کر دے

مَا هِیَ ۔ وہ کیسی ہے؟ یہاں گائے کی ماہیت یا جنس دریافت نہیں کی گئی ۔ کیونکہ یہ تو ان کو معلوم ہی تھا صرف تجاہل عارفاً سے بال کی کھال اتارنے لگے تھے ۔

فَارِضٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر، فَرْضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے ۔ جس کے معنی لکڑی کاٹنا ۔ یا کسی ٹھوس چیز کو کاٹنا ہے ۔
فَارِضٌ ۔ وہ بیل یا گائے جس نے اپنی جوانی کی عمر کاٹ دی ہو اور عمر رسیدہ ہو گئی ہو، یا زمین کو جوتنے والا بیل یا گائے ۔
بِکْرٌ ۔ بن بیاہی ۔ کنواری ۔ جس نے ابھی بچہ نہ جنا ہو ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْکَارًا (٥٦ : ٣٦) تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایا۔

عَوَانٌ ۔ میانہ عمر ۔ عورتوں اور مویشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو اس کو عَوَان کہتے ہیں اس کی جمع عُوْنٌ ہے۔

بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ ۔ موصوف صفت، زرد رنگ کی گائے ۔ صَفْرَاءُ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع بروزن فَعْلَاءُ، فُعْلٌ، صُفْرٌ ہے ۔ صَفْرَاءُ صفت اول ہے بَقَرَةٌ کی ۔

فَاقِعٌ لَّوْنُهَا ۔ فَاقِعٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۔ لَوْنُهَا مضاف مضاف الیہ مل کر فَاقِعٌ کا فاعل ۔ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر بقرہ کی صفت ثانی ہے ۔ فَاقِعٌ شوخ زرد رنگ ۔

تَسُرُّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ، سُرُوْرٌ (باب نَصَرَ) وہ بھاتی ہے ۔ خوش آتی ہے ۔ تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ دیکھنے والوں کو بھاتی ہے ، بھلی لگتی ہے ۔ یہ صفت سوم ہے بقرۃ کی ۔

تَشٰبَهَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَشَابُهٌ (تفاعل) مصدر بمعنی باہم مشابہ و مماثل ہونا ۔ تَشٰبَهَ وہ مشابہ ہوا ۔ وہ مشتبہ ہوا
اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا ۔ بے شک ہمیں گایوں میں شبہ پڑ گیا ۔ یہ مکرر سوال کرنے کا عذر ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جن صفات کی گائے ارشاد ہوئی اس جیسی بکثرت پائی جاتی ہیں ۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصود حاصل

ہوگا۔ یہاں تشابہت مؤنث کا صیغہ اس لئے استعمال نہیں کیا کہ لفظ البقر مذکر ہے (اگرچہ مراد مؤنث ہے)
لَمُهْتَدُوْنَ ہ ای لمھتدون الی البقرۃ المراد بذ بحھا۔ ہم ضرور راہ پالیں گے (یعنی تلاش کرلیں گے) وہ گائے جس کا ذبح کرنا مقصود ہے۔ لام تاکید کا ہے۔
مُهْتَدُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتِدَاءٌ (افتعالٌ) مصدر، ہدایت پاتے والے، راہ راست پانے والے
(۲ : ۷۱) ذَلُوْلٌ ۔ نرم، مطیع۔ ہموار، پست، ذِلٌّ ۔ اور ذُلٌّ ۔ سے، (باب ضَرَبَ) منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔ اس قسم کی مطیع اور منقاد سواری کو ذَلُوْلٌ کہا جاتا ہے۔
تُثِيْرُ : مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِثَارَةٌ ۔ (باب افعال) مصدر بمعنی برانگیختہ کرنا۔ ابھارنا۔ زمین کے جوتنے اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے میں چونکہ یہ معنی موجود ہیں اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جوتنے کے لئے آیت ہذا۔ اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے کے لئے اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا۔ (۳۰ : ۴۸) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں (اوپر اٹھاتی ہیں)
وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۔ لَا تَسْقِيْ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ سَقْيٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ نہ وہ پانی پلاتی ہے۔ نہ وہ سیراب کرتی ہے۔ اَلْحَرْثَ ۔ کھیتی، زراعت حَرَثَ يَحْرِثُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی بیج ڈالنا۔ کھیتی کرنا۔ کھیت کو بھی حَرْث کہتے ہیں۔
لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ نہ (ایسی) مطیع و منقاد کہ زمین جوتے۔ یہ صفت ہے بَقَرَةٌ کی۔ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۔ اور نہ کھیت سیراب کرتی ہے یہ صفت دوم ہے بَقَرَةٌ کی۔
مُسَلَّمَةٌ اسم مفعول واحد مؤنث تَسْلِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ سالم، بے داغ۔ یہ صفت سوم ہے بَقَرَةٌ کی۔
شِيَةٌ ۔ داغ۔ نشان، علامت۔ شِيَاتٌ ۔ جمع شِيَةٌ اصل میں وَشِيَةٌ تھا۔ اور وَشْيٌ يَشِيْ باب ضَرَبَ کا مصدر ہے۔ اس کی ھَا واؤ محذوف کے عوض میں ہے وَشْيٌ کے اصل معنی کسی چیز میں اس کے تمام رنگوں کے خلاف اور رنگ لگانے کے ہیں۔ یعنی ایسا رنگ جو سارے بدن کے رنگ کے خلاف ہو، وَشْيٌ مادہ۔ لَا شِيَةَ فِيْهَا اس میں اپنے رنگوں کے علاوہ کوئی خلاف رنگ نہ ہو۔ یعنی بے داغ ہو، یہ صفت چہارم ہوئی بَقَرَةٌ کی۔
اَلْـٰٔنَ ۔ اب۔ ظرف زمان ہے۔ مبنی برفتح ہے، الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے، راغب اصفہانی المفردات میں کہتے ہیں اَلْـٰٔنَ ۔ ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے درمیان فرض کیا جاوے۔ اسے اَلْـٰٔنَ کہتے ہیں۔ جیسے اَلْـٰٔنَ اَفْعَلُ كَذَا ۔ میں اب کرتا ہوں۔ اور اَلْـٰٔنَ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ آتا ہے۔ اون مادہ ہے۔
اَلْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۔ اب تو لایا ہے صحیح پتہ۔ یعنی اب پوری حقیقت اس گائے کی بیان کی ہے۔

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔ كَادَ يَكَادُ كَوْدٌ (باب سَمِعَ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے کَادَ افعال مقاربہ میں سے ہے اور فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے (ا) کَادَ۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲ : ۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی ہی اچک لے جائے (گو ابھی اس نے ان کی بینائی اچکی نہیں ہے لیکن قریب ہے کہ ایسا ہو جائے) (ب) اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن قریب تھا کہ واقع نہ ہی ہوتا۔ جیسے آیت ہذا میں ہے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔ پھر انہوں نے گائے کو ذبح کیا اور قریب تھا کہ وہ ذبح نہ ہی کرتے۔ یعنی ذبح کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے (نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۰) كَوْدٌ۔ بمعنی ارادہ اور خواہش بھی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى (۲۰ : ۱۵) بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

(۲ : ۷۲) فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا۔ فاء عاطفہ ہے۔ اِدّٰرَأْتُمْ اصل میں تَدَارَءْتُمْ تھا تَدَارُءٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر جس کے معنی لڑائی میں ایک دوسرے پر سے ہٹانا۔ متفق نہ ہونا۔ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا ای تَدَافُعٌ۔ تَدَارَءْتُمْ۔ کی تاء کو دال میں بدل کر دال مابعد میں مدغم کر دیا۔ پھر ابتدا بالسکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ وصل لائے۔ اِدّٰرَأْتُمْ ہو گیا۔ معنی یہ ہے کہ۔ تم ایک دوسرے پر (اس قتل کا) الزام لگانے لگے۔

فِيْهَا ای فِيْ قَتْلِ نَفْسٍ ۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسًا ہے۔

مُخْرِجٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ نکالنے والا۔ باہر نکالنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔ مَاكُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۔ مَا موصولہ، كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اس کا صلہ۔ جو تم چھپا رہے تھے۔ اور موصول وصلہ مل کر مُخْرِجٌ کا مفعول بہ ہے۔ یعنی جو تم چھپا رہے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ كِتْمَانٌ یا كَتْمٌ مصدر۔

(۲ : ۷۳) فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نَفْسٌ ہے، چونکہ مقتول شخص آدمی تھا اس لئے ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔ بِبَعْضِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب بَقَرَةٌ کے لئے ہے۔ پس ہم نے کہا کہ مقتول کی میت کو گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو، یا اس کا کوئی پارچہ مقتول کی لاش پر رکھ دو۔

فائدہ : بِبَعْضِهَا۔ کے بعد عبارت مقدر ہے۔ ای فَضَرَبُوْهُ فَحَيِيَ۔ پس انہوں نے مقتول کو (گائے کے جسم کا ایک ٹکڑا لگایا۔ تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح۔ یعنی مقتول کے زندہ ہونے کی طرح۔ جس طرح یہ مقتول زندہ ہو گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ - يُرِيْ - مضارع واحد مذکر غائب - اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر سے - وہ دکھاتا ہے - فعل بافاعل - کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر - مفعول اوّل اٰيٰتِهٖ مضاف مضاف الیہ - مفعول ثانی - وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے - یہاں خطاب ان لوگوں سے ہے جو یا تو اس قتل کے وقت کے تھے - یا نزول آیت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں -

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ - لَعَلَّكُمْ - شاید تم سمجھ جاؤ - تاکہ تم عقل سے کام لو - (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۵۲) تَعْقِلُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر - عَقْلٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے جس کے معنی سمجھنے اور عقل رکھنے کے ہیں -

ثُمَّ - پھر - تب ، (ملاحظہ ہو ۲: ۲۸) یہاں ثُمَّ استبعادِ قسوۃ کے لئے ہے - یعنی اتنی رقت اور نرمی کے اسباب دیکھنے پر یہ قساوت ہے جو نہایت بعید ہے - بہت بڑی قساوت ہے - قساوۃ اصل میں اس موٹائی کو کہتے ہیں جو سختی اور کرختگی لئے ہوئے ہو - اور یہاں رحمت اور نرمی اور خیر کا دلوں سے نکل جانا مراد ہے -

بعض کے نزدیک یہ تراخیٔ زمان کے لئے ہے روح المعانی میں ہے وقیل انہا للتراخی فی الزمان لانہم قست قلوبہم بعد مدۃ حین قالوا ان المیت کذب علیہم - یہ تراخی زمان کے لئے ہے کیونکہ ان کے دل کچھ مدت کے بعد سخت ہوگئے ، جب وہ یہ کہنے لگے کہ میت نے ان کے خلاف جھوٹ کہا ہے -

قَسَتْ - ماضی - واحد مؤنث غائب قَسْوَةٌ وَقَسَاوَةٌ (باب نصر) بمعنی دل کا سخت ہونا - بے رحم ہونا - سنگ دل ہونا - حَجَرٌ قَاسٍ - سخت پتھر - قَسِیُّ الْقَلْبِ ، سخت دل ، پتھر دل -

فَهِيَ - فَاءٌ عاطفہ هِيَ ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قلوب ہے

كَالْحِجَارَةِ - کاف تشبیہ کے لئے ہے - پتھر کی طرح (سخت)

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً - اَوْ بمعنی یا ، اور بمعنی بَلْ - اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے - زیادہ شدید قَسْوَةً (تمیز) سختی اور غلظت کے لحاظ سے -

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - اَوْ کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں -

(۱) بمعنی یا - تشبیہ میں اختیار دینے کے لئے - یعنی مخاطب کو اختیار ہے کہ ان کے دلوں کو خواہ پتھر سے تشبیہ دے یا پتھر سے بھی زیادہ سخت سے - دونوں صورتیں صحیح ہیں

(۲) بمعنی بَلْ - بلکہ - ان کے دل سختی میں گویا پتھر ہیں - بلکہ سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں -

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ - واؤ عاطفہ ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل مِنَ الْحِجَارَةِ جار مجرور - مل کر اِنَّ کی خبر مقدم لَمَا میں لام تاکید کی ہے - اور مَا اسم موصول (بمعنی الَّذِیْ) يَتَفَجَّرُ - فعل مِنْهُ جار مجرور مل کر متعلق فعل - الْاَنْهٰرُ فاعل - فعل ، متعلق فعل اور فاعل مل کر صلہ اپنے موصول کا ہے موصول اور صلہ مل کر اِنَّ کا اسم مؤخر ہے اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا - ترجمہ ہوگا - بے شک جن میں سے

دریا یا نہریں پھوٹتی ہیں۔ وہ پتھروں میں سے ہی تو ہیں یا پتھروں سے ایسے پتھر بھی تو ہیں جن سے دریا پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ یَتَفَجَّرُ، مضارع واحد مذکر غائب۔ تفجُّرٌ (تفعُّلٌ) مصدر، پھوٹ کر نکلتی ہے اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

فُجُوْرٌ کے معنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ بدکردار اور کاذب کو فاجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدکرداری اور کذب بیانی بھی فجور کی ایک قسم ہے۔ اور فَجَّرَ کے معنی پانی یا چشمہ جاری کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا (۵۴: ۱۲) اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔

یَشَّقَّقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَشَقُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ یَشَّقَّقُ اصل میں یَتَشَقَّقُ تھا۔ ت کو ش میں بدل کر ش کو ش میں مدغم کر دیا۔ وہ پھٹ جاتا ہے وہ شق ہو جاتا ہے۔ اَلشِّقَّۃُ پھاڑا ہوا ٹکڑا۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا اور بعض ایسے پتھر ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

یَھْبِطُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر هُبُوْطٌ، مصدر (باب ضرب) وہ اُوپر سے نیچے کو گر پڑتا ہے۔ وہ اترتا ہے، یعنی ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف سے (اوپر سے) نیچے گر پڑتے ہیں۔ مِنْھَا میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور ھَا ضمیر کا مرجع الحجارۃُ ہے۔

عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ، عَمَّ اور عَمَّا میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر میں مَا کے الف کو ادغام کے وقت حذف کر دیا گیا ہے اور مؤخر الذکر میں اسے بحال رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَا استفہامیہ (اول الذکر) اور ما موصولہ خبریہ (مؤخر الذکر) میں تمیز ہو سکے۔ قرآن مجید میں ہے عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۷۸: ۱) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔

(۲: ۷۵) اَفَتَطْمَعُوْنَ، ہمزہ استفہامیہ۔ فَاءُ عاطفہ (ملاحظہ ہو ۲-۴۴) تَطْمَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر طَمْعٌ۔ مصدر (باب فتح) تم توقع رکھتے ہو۔ تم طمع رکھتے ہو۔

اَنْ یُّؤْمِنُوْا۔ اس سے قبل حرف جر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فِیْ اَنْ یُّؤْمِنُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یُؤْمِنُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تقدیر کلام اَفَتَطْمَعُوْنَ فِیْ اِیْمَانِهِمْ۔ جملہ اَنْ یُّؤْمِنُوْا..... وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۰ اپنی تمام تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے تَطْمَعُوْنَ کا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اگلا صفحہ۔ آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور بیان یہودیوں کا ہے۔

کَلٰمَ اللهِ ای التوراۃ۔

یُحَرِّفُوْنَهٗ۔ یُحَرِّفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَحْرِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے۔ بگاڑ دیتے ہیں، بدل دیتے ہیں۔ یہ تحریف معنوی بھی ہو سکتی ہے اور لفظی بھی۔ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ۔ ای یسمعون

التَّوْرَاةَ وَيُؤَوِّلُوْنَهَا تَاوِيْلاً فَاسِدًا حَسْبَ اَغْرَاضِهِمْ۔ توراۃ کو سنتے پھر اپنی اغراض کے مطابق اس کی مختلف فاسد تاویلیں کرتے ہیں۔

(۲ : ۷۶) لَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ لُقِیٌّ وَلِقَاءٌ (باب سمع) مصدر، وہ ملے۔ مطلب یہ کہ جب وہ ملتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوْا اصل میں لَقِیُوْا تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا ماقبل کو دیا۔ ی بسبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لقی مادہ۔

خَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب خَلَاءٌ (باب نصر) مصدر بمعنی خلوت میں ہونا۔ اکیلے ہونا۔ خَلَا۔ وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ وہ خلوت میں ہوا۔ مطلب۔ جب ان میں سے بعض دوسرے کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں۔

۲ : ۷۵ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

اَ ہمزہ استفہامیہ۔ فَ۔ حرف عطف۔ تَطْمَعُوْنَ۔ فعل بافاعل۔ اَنْ مصدریہ۔ يُؤْمِنُوْا فعل اس میں ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر ذوالحال لَكُمْ جار مجرور متعلق ہوا يُؤْمِنُوْا فعل کے۔ واؤ حالیہ قَدْ تحقیق کا۔ كَانَ فعل ناقص۔ فَرِيْقٌ موصوف مِنْهُمْ جار مجرور متعلق كَائِنٌ محذوف کے کَائِنٌ اپنے متعلق سے مل کر صفت ہوئی فَرِيْقٌ موصوف کی۔ صفت موصوف سے مل کر اسم ہوا كَانَ کا۔

يَسْمَعُوْنَ فعل اس میں ھُمْ ضمیر اس کا فاعل كَلَامَ مضاف اللّٰهِ مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول ہوا فعل يَسْمَعُوْنَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ ثُمَّ حرف عطف يُحَرِّفُوْنَ۔ فعل مضارع ھُمْ ضمیر اس کا فاعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر ذوالحال مِنْ حرف جار بَعْدِ مضاف مَا مصدریہ عَقَلُوْا فعل ھُمْ ضمیر فاعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مضاف الیہ ہوا بَعْدِ مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا جار کا۔ جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا يُحَرِّفُوْنَ کا۔

وَ۔ حالیہ ھُمْ ضمیر مبتدا۔ يَعْلَمُوْنَ فعل بافاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا خبر سے مل کر حال ہوا ذوالحال يُحَرِّفُوْنَ کا۔ يُحَرِّفُوْنَ فعل اپنے فاعل (ھُمْ) اور مفعول (ہٗ) اور متعلق (مِنْۢ بَعْدِ) سے مل کر معطوف ہوا۔ معطوف علیہ يَسْمَعُوْنَ کا۔

معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر ہوئی كَانَ کی۔ كَانَ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہوا ذوالحال (اَنْ يُّؤْمِنُوْا) کا۔ اَنْ يُّؤْمِنُوْا فعل اپنے فاعل (ھُمْ) اور متعلق (لَكُمْ) سے مل کر بتاویل مصدر مفعول ہوا تَطْمَعُوْنَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ : الف استفہامیہ، تُحَدِّثُوْنَ ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَحْدِيْث (تفعیل) مصدر بمعنی باتیں کرنا۔ بیان کرنا، کہنا۔ هُمْ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب (ضمیر کا مرجع مسلمان ہیں) کیا تم ان کو (مسلمانوں کو بتا دیتے ہو۔

بِمَا ۔ بَ حرف جار ہے مَا موصولہ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مجرور بَ کا۔ جار مجرور مل کر فعل تُحَدِّثُوْنَ کے متعلق۔

لِيُحَآجُّوْكُمْ میں لام کَیْ کا ہے بمعنی تاکہ۔ يُحَآجُّوْا فعل مضارع منصوب جمع مذکر غائب، مُحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ وہ (یعنی مسلمان) جھگڑا کریں تم سے (یعنی اہل یہود سے)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ الف استفہامیہ ہے فَ عاطفہ۔ حرف استفہامیہ کے حرف عطف سے متقدم ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو۔ (۲ : ۴۴) کیا تم نہیں سمجھتے۔

قَالُوْا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ ...... تَعْقِلُوْنَ ۔ وہ (یعنی اہل یہود) کہتے ہیں (اپنے ساتھیوں سے خلوت میں) کیا تم ان کو (یعنی مسلمانوں کو) وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں (یعنی توراۃ میں جو باتیں دین اسلام کے برحق ہونے کے متعلق آئی ہیں) تاکہ وہ (یعنی مسلمان) تمہارے مقابلہ میں تمہارے رب کے حضور قیامت کے روز بطور حجت پیش کر سکیں۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

۲ : ۷۷ ۔ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ ۔ الف ۔ استفہامیہ واؤ عاطفہ (ملاحظہ ہو ۲ : ۴۴) يَعْلَمُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اہل یہود کے لئے ہے۔

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۔ ما موصولہ۔ يُسِرُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (صلہ اپنے موصول کا) جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

يُعْلِنُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) جو وہ ظاہر کرتے ہیں

۲ : ۷۸ ۔ مِنْهُمْ ۔ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب الیہود کے لئے ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

اُمِّيُّوْنَ ۔ بے پڑھے لکھے۔ اُمِّيٌّ کی جمع۔ اُمِّيٌّ ۔ اُمٌّ (ماں) کی طرف منسوب ہے یعنی وہ جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ویسا ہی رہا۔ کچھ لکھا پڑھا نہ ہو۔ عرب والوں کو اہل یہود اس واسطے اُمِّيُّوْن کہتے تھے کیونکہ وہ قوم پڑھی لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اُمّی کہا گیا ہے تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمّیین کے ایک فرد تھے یا اس لئے کہ آپ نے کسی مخلوق کی شاگردی کر کے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے۔ اگرچہ بواسطہ وحی الٰہی آپ کو وہ علوم حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی مخلوق کو نہ حاصل ہوئے نہ ہوں گے۔

الْكِتٰبَ :۔ ای التوراۃ ۔ جیسا کہ کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ اس میں ال عہد کا ہے۔

اَمَانِيَّ ۔ جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے۔ اَمَانِيُّ بروزن اَفَاعِيْل (بتشدید یاء ہے اُمْنِيَّةٌ کی جمع

م ن ی حروف مادہ. قرآن مجید میں اور جگہ ہے ۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ (۲: ۱۱۱) اور وہ (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا اور کوئی بہشت میں نہ جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطلہ ہیں اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ (۲۲: ۵۲) اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کا حال یہ تھا کہ) جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا۔ نیز قرآن مجید میں ہے وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ.... (۴: ۱۱۹) اور میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور ان کو (جھوٹی) امیدیں دلاتا رہوں گا۔

المفردات میں ہے۔ کہ کسی چیز کی تمنا سے جو صورت ذہن میں آتی ہے اسے اُمنیۃ کہا جاتا ہے۔ اور کذب چونکہ کسی غیر واقعی چیز کا تصور کر کے لفظوں میں بیان کر دینے کو کہتے ہیں گویا تمنّی جھوٹ کا مبدأ ہے لہذا جھوٹ کو تمنّی سے تعبیر کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی معنیٰ میں حضرت عثمانؓ کا قول ہے مَا تَغَنَّيْتُ وَلَا تَمَنَّيْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ (میں نے جب سے مسلمان ہوا نہ راگ گایا ہے نہ جھوٹ بولا ہے۔

وَاِنْ هُمْ اِلَّا ۔ میں ان نافیہ ہے۔ اور اِلَّا حرف استثناء

يَظُنُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نَصَرَ) سے مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ مطلب، اور وہ محض اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔

ظَنٌّ : کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظنّ کہتے ہیں، یہ علامات قوی ہوں تو اُن سے علم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے، مگر جب بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنَّ یا اَنْ استعمال ہوتا ہے مثلاً يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے، مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ صرف اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے عدم کے ساتھ مختص ہوتا ہے مثلاً وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱: ۸۷) اور ذوالنون کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے۔

۲: ۷۹ ۔ وَيْلٌ ۔ اسم مرفوع ۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، عذاب کی شدت، رسوائی، کلمہ حسرت و ندامت، اگر وَيْلٌ : وَيْلَةٌ کی اضافت ضمیر کی جانب ہو تو غیبت، خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً وَيْلَتَنَا مضاف مضاف الیہ (ہائے ہماری ہلاکت) (۱۸: ۴۹) وَيْلَكَ ۔ مضاف مضاف الیہ، تو مرے وَيْلَنَا (۲۱: ۱۴) ہائے ہماری موت (کلمہ حسرت)۔

تفسیر حقانی میں ہے وَیْلٌ زبانِ عرب میں ناراضگی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں تُف اور پھٹے منہ بولتے ہیں پس وہ جو امام احمد اور ترمذی اور ابویعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم میں ایک کنواں ہے اور ابن جریرؒ نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم میں پہاڑ ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے کلمۂ ویل کا مظہر ہیں یعنی ان کی ناراضگی ان صورتوں میں ظہور کرے گی۔ سو یہ سب سچ ہے

مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ تعلیلیہ (متعلق بہ ویل) اور مَا موصولہ ہے۔ یعنی تُف ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا۔

کَتَبَتْ اَیْدِیْھِمْ۔ اَیْدِیْ جمع یَدٌ کی۔ مضاف، ھِمْ مضاف الیہ مضاف الیہ مل کر فاعل کَتَبَتْ کا ان کے ہاتھوں نے لکھا۔ یہ جملہ صلہ ہے اپنے موصول کا۔

باوجودیکہ لکھتے ہاتھوں ہی سے ہیں نہ کہ پاؤں سے۔ پھر اس کو جو ذکر کیا تو تاکید کے لئے ہے۔

مِمَّا یَکْسِبُوْنَ۔ بوجہ اس کے جو انہوں نے کمایا۔ مِمَّا کے لئے اوپر تحریر ہو چکا

یَکْسِبُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے کَسْبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ وہ کماتے ہیں۔ وہ کمائی کرتے ہیں۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ۔ لَنْ تَمَسَّ۔ فعل مضارع نفی تاکید بلَنْ واحد مؤنث غائب کا صیغہ۔ مَسٌّ باب نَصَرَ ضَرَبَ) سے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم کو ہرگز نہ چھوئے گی۔

اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔ موصوف وصفت اَیَّامٌ۔ یَوْمٌ کی جمع ہے۔ اصل میں اَیْوَامٌ تھا۔ واؤ کو یا بنایا اور یا کو یا میں مدغم کیا۔ اَیَّامٌ ہو گیا۔ اَیَّامًا بوجہ ظرف منصوب ہے اور مَعْدُوْدَةً اپنے موصوف کی نسبت سے منصوب ہے۔ مَعْدُوْدَةٌ۔ اسم مفعول واحد مؤنث ہے۔ اور اس کی جمع مَعْدُوْدَاتٌ ہے۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً گنتی کے چند دن۔ عَدٌّ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ عَدَدٌ۔ گنتی۔ شمار۔

اَتَّخَذْتُمْ۔ اصل میں اَاِتَّخَذْتُمْ تھا۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے۔ اِتَّخَذْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِتِّخَاذٌ مصدر (افتعال) سے۔ کیا تم نے اختیار کیا ہے یا لے رکھا ہے عَھْدًا مفعول عِنْدَ اللّٰہِ اللہ کے حضور، اللہ کے پاس۔ یعنی اللہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗ۔ یہ جملہ جواب شرط میں ہے اس سے قبل شرط مقدر ہے ای اِنِ اتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰہِ عَھْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗ۔ اگر تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ فَا جواب شرط مقدرہ کے لئے ہے۔ لَنْ یُّخْلِفَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ اِخْلَافٌ (اِفعال) مصدر۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ۔ میں اَمْ متصلہ اور منقطعہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں اسے اَمْ مُعَادِلَۃٌ کہیں گے اور

یہ ہمزہ استفہامیہ کے معنی دے گا۔ تقدیر کلام یوں ہوگی أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ ام تَقُوْلُوْنَ عَلَیْهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ دوسری صورت میں (یعنی بصورت منقطعہ) بمعنی بَلْ ہوگا۔ ای بَلْ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یا کیا تم اللہ پر وہ باتیں بناتے ہو جن کو تم خود بھی نہیں جانتے۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں اَمْ متصلہ یا اس کو منقطعہ کہا جاوے بمعنی بَلْ ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸:۹)

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ اس میں مَا موصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے۔ جسے تم خود نہیں جانتے

۲: ۸۱۔ بَلٰی۔ ہاں۔ حرف ایجاب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳:۷۶)

مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً ۔۔۔۔ خٰلِدُوْنَ۔

مَنْ موصولہ ہے۔ کَسَبَ سَیِّئَةً جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ (مَنْ موصولہ کا) صلہ اور موصول مل کر مبتدا۔ متضمن بمعنی شرط۔ فَ جزائیہ۔

اُولٰٓئِكَ، مبتدا، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اول۔

هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ۔ هُمْ مبتدا فِیْهَا متعلق خَالِدُوْنَ۔ جو خبر ہے مبتدا کی۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی ہے مبتدا اُولٰٓئِكَ کی۔ یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا متذکرہ بالا کی۔ اب یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف (آیۃ ۸۲) کا نقشہ یوں ہوگا۔

مَنْ — موصولہ

کَسَبَ سَیِّئَةً — جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ } دونوں مل کر صلہ اپنے موصول کا } موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مبتدا (۲)

وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف

فَ۔ حرف جزا

اُولٰٓئِكَ — مبتدا

اَصْحٰبُ النَّارِ — خبر اول

هُمْ۔ — مبتدا

فِیْهَا متعلق خٰلِدُوْنَ } جملہ اسمیہ ہو کر خبر ثانی مبتدا اُولٰٓئِكَ کی } مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا (۲) کی

خَالِدُوْنَ — خبر

مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ اپنے معطوف (آیۃ ۸۲) کا

کَسَبَ کے معنی لغت میں نفع حاصل کرنے کے ہیں۔ سَیِّئَةً (گناہ) کے ساتھ اس کا تعلق بطور استہزاء کے ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد بار ایسا استعمال آیا ہے مثلاً بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ (۴:۱۳۸)

اے پیغمبر بالبشارت سنادو منافقوں کو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے
وَ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ ۔ اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا ہو۔ یعنی وہ اپنے گناہوں میں گھر گیا ہو اور اسے توبہ نصیب نہ ہوئی ہو۔
فَاُولٰٓئِكَ ۔ پس وہی لوگ۔
خٰلِدُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔
۲ : ۸۲ ۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت پر ہے۔
۲ : ۸۳ ۔ اِذْ فعل محذوف ۔ اُذْكُرْ کے متعلق ہے اسم ظرفِ زمان ہے۔ بطور اسم ظرفِ مکان یا حرفِ مفاجاۃ بھی آتا ہے۔
مِيْثَاقٌ بروزن مِفْعَالٌ اسم آلہ ہے۔ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ۔ وَثَاقَةٌ سے ۔ یا پختگی اور مضبوطی (بمعنی مصدر) جیسے اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (۲ : ۲۷) وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں۔ مِيْثَاقٌ اس عہد کو بھی کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۷) مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد۔ اَخَذْنَا کا مفعول ہے۔
لَا تَعْبُدُوْنَ سے لے کر وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ تک میثاق کا مضمون ہے۔
لَا تَعْبُدُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) خبر بمعنی نہی ہے (تم پرستش نہیں کرو گے بمعنی تم پرستش مت کرو) یہ صریح امر یا نہی سے ابلغ ہے۔ ایسے ہی اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ (۲ : ۲۸۲) اور نہ نقصان پہنچایا جاوے لکھنے والا اور نہ گواہ ۔ لَا يُضَآرَّ بمعنی نہی ہے یعنی کاتب اور گواہ کو نقصان مت پہنچاؤ۔
اسی بناء پر یہ اَحْسِنُوْا (جو بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا سے قبل محذوف ہے) اور قُوْلُوْا (جو آگے آرہا ہے) کا عطف لَا تَعْبُدُوْنَ پر مستحسن ہو گیا۔
وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ای وَ اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور ماں باپ سے بھلائی کرتے رہنا)
وَ ذِي الْقُرْبٰى ۔ اس کا عطف جملہ ماقبل میں اَلْوَالِدَيْنِ پر ہے ۔ یعنی اور قرابت داروں کے ساتھ (بھی) حسن سلوک کرنا ۔ اَلْقُرْبٰى مثل الحُسْنٰى یا الرُّجْعٰى مصدر ہے۔
وَ الْيَتٰمٰى ۔ یتیم کی جمع ہے ۔ اس کا عطف بھی مثل ذِي الْقُرْبٰى ۔ اَلْوَالِدَيْنِ (جملہ سابقہ) پر ہے
وَ الْمَسٰكِيْنَ ۔ مسکین کی جمع ۔ اس کا عطف بھی مثل ذی القربٰی والیتٰمٰی ہے ۔ مِسْكِيْنٌ بروزن مفعیل سُكُوْنٌ سے مشتق ہے ۔ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ اسے فقر اور تنگدستی نے ایک جگہ ساکن کر دیا ہے۔
وَ قُوْلُوْا ۔ اس کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے (اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا)
حُسْنًا ۔ نیک بات ۔ مصدر ہے ۔ مبالغہ کے طور پر قول کو حُسْنٌ (نیکی) کہہ دیا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات

کہو جو سراپا نیکی ہو
وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔ ہر دو جملوں کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے۔
ثُمَّ ۔ پھر ۔ تراخی زمان کے لئے ہے اس میں توبیخ ہے مخاطبین کے لئے کہ مدت مدید تک اس میثاق کے زیر اثر رہنے کے بعد تم پھر پھر گئے۔
تَوَلَّیْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلّیٌ مصدر سے ۔ تم پھر گئے ۔ تم نے منہ موڑ لیا۔
وَاَنْتُمْ مُعْرِضُوْنَ ۔ جملہ حالیہ مؤکدہ ہے فاعل تَوَلَّیْتُمْ سے یا یہ جملہ معترضہ ہے اور تم تو ہو ہی ایسی قوم جو عادۃً مواثیق سے پھر جانے والی ہے ۔ مُعْرِضُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر حاضر اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، منہ موڑنے والے ۔ رخ گردانی کرنے والے ۔ شروع رکوع سے بنی اسرائیل کو بطور غیبت ارشاد فرمایا اور ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ صیغہ خطاب سے کلام کا رُخ موڑ دیا ۔ جو بنی اسرائیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور جو آپ سے پہلے تھے سب کو بطور تغلیب خطاب ہے
۲ : ۸۴ ۔ لَا تَسْفِکُوْنَ (مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر) خبر بمعنی نہی ۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو آیۂ سابقہ ۲ : ۸۳ لَا تَعْبُدُوْنَ کے محاذ ، تَسْفِکُوْنَ ۔ سَفْکٌ ۔ مصدر (باب ضرب) سے مشتق ہے جس کے معنیٰ خون بہانا ۔ اور آنسو بہانے کے ہیں ۔ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَاءَکُمْ آپس میں کشت و خون نہیں کرو گے ۔
دِمَاءَکُمْ ۔ مضاف، مضاف الیہ ۔ تمہارا خون
فائدہ ۔ لَا تَسْفِکُوْنَ سے لے کر مِنْ دِیَارِکُمْ تک میثاق کا مضمون ہے اور یہ بدل ہے میثاق کا
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ ۔ ثُمَّ تراخی فی الرتبۃ ۔ اَقْرَرْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اِقْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے پھر تم نے اس پر پابند رہنے کا اعتراف بھی کر لیا
وَاَنْتُمْ تَشْھَدُوْنَ ۔ حال مؤکدہ ہے ۔ یعنی اور تم اس بات کے گواہ ہو کہ یہ عہد ہوا تھا ۔ تَشْھَدُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر شُھُوْدٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنیٰ حاضر ہونے اور موجود ہونے کے ہیں یا اس کا مصدر شَھَادَۃٌ ہے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں
۲ : ۸۵ ۔ ثُمَّ ۔ یہاں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں بلکہ بُعدِ عہد کے لئے ہے ۔ عہد کے توڑ دینے کے استبعاد کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے ۔ ثُمَّ اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ ۔ پھر یہ تمہی ہو کہ اس میثاق کو توڑ کر آپس میں خون ریزی کرتے ہو
اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ ۔ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں اَنْتُمْ مبتدا ہے اور ھٰٓؤُلَآءِ خبر ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ : پھر تم وہی بد عہد ہو جیسے کہا کرتے ہیں کیا تم وہی شخص ہو جس نے ایسا کیا ۔ صفت بدلنے کو بمنزلہ ذات کے بدلنے کے ٹھہرا کر ایسے کلام کا استعمال کیا کرتے ہیں اور جملہ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ یا تو حال ہے اور عامل اس میں معنیٰ اشارہ کے ہیں اور یا اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ کا بیان ہے اور یا یہ کہا جائے ھٰٓؤُلَآءِ بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور جملہ

تَقْتُلُوْنَ ..... الخ. صلہ ہے اور صلہ و موصول مل کر اَنْتُمْ کی خبر ہے

تَظٰهَرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَظَاهُرٌ (تفاعُلٌ) مصدر سے، تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہو اصل میں تتظٰهرُوْنَ تھا۔ ایک تاء گر گئی۔ عَلَيْهِمْ ۔ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے وہ کشت و خون کرتے ہیں اور جن کو وہ ان کے گھروں سے باہر نکالتے ہیں۔

اَلْعُدْوَانِ ۔ ظلم و زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُوْا (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے۔ عدوان کے معنی تعدی اور ظلم کے ہیں (امام ابوبکر سجستانی) بعض علماء سے نقل ہے کہ عدوان کے معنی بُری طرح حد سے بڑھ جانے کے ہیں خواہ یہ بات قوت میں ہو یا فعل میں ہو یا حال میں ہو۔ عدُوان اس زیادتی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو ظلم کے بدلہ کے طور پر ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۱۹۳) ظلم کا بدلہ صرف ظالموں ہی سے لیا جائیگا۔ یا زیادتی نہیں صرف ظالم لوگوں پر۔ یا جرم کی سزا صرف ظالموں ہی کو ملے گی۔

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ یہ جملہ فاعل تُخْرِجُوْنَ سے حال ہے۔

يَاْتُوْكُمْ ۔ يَاْتُوْا ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شَرْطِيَّة) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر (وہی لوگ غیر قوموں کے) قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں۔ اُسٰرٰی ۔ اَسِيْرٌ کی جمع ۔ قیدی ۔

تُفٰدُوْهُمْ : تُفَادُوْا ۔ مضارع مجزوم (جواب شرط) صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُفَادَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر، جس کا مطلب ہے فدیہ دے کر چھڑانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع فعل يَاْتُوْا کی ضمیر فاعل ہے، یعنی وہ لوگ جو قیدی بن کر آتے ہیں تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۔

واؤ حالیہ ہے هُوَ ضمیر شان جو اِخْرَاجُ کی طرف عائد ہے۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔ جملہ حالیہ ہے اور هُمْ ضمیر فاعل يَاْتُوا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ تو کیا تم ایمان لاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۴)

فَمَا ۔ فَاءٌ ۔ عاطفہ ۔ مَا ۔ نافیہ ۔

خِزْيٌ ۔ ذلت و خواری ۔ رسوائی ۔ خَزِيَ يَخْزٰى (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ مضاف، مضاف الیہ يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ کے منصوب ہے۔

يُرَدُّوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، رَدٌّ (باب نَصَرَ) مصدر ۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔

اَشَدَّ ۔ نہایت سخت، بہت شدید ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے

اَلْعَذَابِ : مضاف الیہ ۔ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ اى الى عذاب اشدُّ مِن عذاب الدنیا ۔ (اور قیامت کے روز) ایسے عذاب کی طرف لوٹائے جاؤ گے، جو اس دنیاوی عذاب سے شدید تر ہوگا۔

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ جملہ معترضہ ہے مَا نافیہ ہے۔ عَمَّا۔ عَنْ حرف جار۔ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔

فائدہ۔ مدینہ میں مشرکوں کے دو قبیلے تھے۔ اوسؔ اور خزرجؔ۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔ یہودیوں کے بھی اس وقت مدینہ میں یا کہ جوارِ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے، بنی نضیر اور بنی قریظہ، یہ دونوں قبیلے بھی باہمی کدورتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے حریف تھے۔ ان دونوں میں بنی نضیر قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ اور بنی قریظہ قبیلہ اوسؔ کے ساتھی تھے اوس اور خزرج کی باہمی خانہ جنگیوں میں یہودی قبیلے بھی اپنے اپنے حلیف کے ہمراہ اپنے ہی ہم مذہب قبیلوں کے مقابل لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے بے گھر کرتے تھے۔ لیکن (عجیب بات ہے کہ) ان یہودی قبیلوں میں سے کوئی لڑائی کے دوران اگر دوسری قوم کے ہاتھ میں اسیر ہوجاتا تو اسرائیلی کا آزاد کرانا کارِ ثواب سمجھ کر فدیہ دے کر اسے رہا کرا لیتے تھے حالانکہ اس کا جلاوطن کرنا ہی حرام تھا جس کے سبب وہ اسیر ہوا تھا۔

۲ : ۸۶ أُولٰٓئِكَ ۔ اسم اشارہ بعید مذکر، اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کی کرتوتیں اوپر مذکور ہوئیں۔

اِشْتَرَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعالٌ) مصدر جس کے معنی بیچنا اور خریدنا دونوں ہیں۔ ش ر ی۔ مادہ۔ آیت ہذا میں یہ بمعنی خریدنے کے ہے۔ یعنی جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔ اردو میں اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور مشتری خریدار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ مثل ہے، مشتری ہوشیار باش۔ خریدار کو چوکس رہنا چاہئے۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۹ : ۱۱۱) خدا نے مومنوں سے .... خرید لئے ہیں۔

اور بیچنے کے معنی میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ (۱۲ : ۲۰) اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا۔

لَا يُخَفَّفُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَخْفِيْفٌ (تفعِیلٌ) ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ کمی نہیں کی جائے گی۔ تخفیف نہیں کی جائے گی۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے لَا نافیہ هُمْ مبتدا۔ يُنْصَرُوْنَ۔ فعل مضارع مجہول ہے جو جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا کی خبر ہے۔ اور جملہ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ہے جملہ سابقہ کا۔ يُنْصَرُوْنَ۔ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۲ : ۸۷۔ اَلْكِتٰبَ : ای التَّوْرَاةَ۔

قَفَّيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَقْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ پیچھے بھیجنا۔ پیچھے کر دینا۔ اس کا مادہ قفا ہے۔ قفا کا معنیٰ گردن اور سر کا پچھلا حصہ (گدّی) قَفْوٌ۔ اور قُفُوٌّ پیچھے چلنا، پیروی کرنا (اس معنی میں مجرد باب نصر سے مستعمل ہے) تَقْفِيَةٌ (باب تفعیل) دو مفعول چاہتا ہے اور اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں

(۱) کبھی دونوں مفعول پر حرف جر نہیں ہوتا۔ مثلاً قَفَّيْتُ زَيْدًا عَمْرًوا میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔
(۲) کبھی مفعول دوم پر بؔ آتا ہے۔ قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہے مثلاً آیت ہذا۔ اور ہم نے اس کے پیچھے رسول بھیجے اور ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۷ : ۲۷) پھر ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسول بھیجے۔ (۳) کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (۵۷ : ۲۷) اور (پھر ان رسولوں کے) پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

اَلْبَيِّنَاتِ۔ بَيِّنَةٌ کی جمع ہے بوجہ جمع مؤنث سالم کے منصوب ہے۔ روشن دلیلیں۔ کھلی ہوئی دلیلیں۔
اَيَّدْنَاهُ۔ اَيَّدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاْيِيْدٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر بمعنی مدد کرنا۔ قوت دینا۔ تائید کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی تائید کی۔

رُوْحِ الْقُدُسِ۔ مضاف مضاف الیہ، یہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے جیسے کہتے ہیں حَاتِمُ الْجُوْدِ اور رَجُلُ صِدْقٍ۔ اور یہ مبالغہ کے اختصاص کے لئے ہے۔ یہاں بھی اَلْقُدُسِ (پاکی) روح کی صفت ہے۔ پاک ومقدس روح۔ روح القدس سے مراد یا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور روح سے مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر پھونکی تھی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ (۲۶- ۱۲) ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا۔ اس میں متعدد اقوال ہیں جو کسی تفسیر میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

اَفَكُلَّمَا۔ ہمزہ استفہامیہ فاء عاطفہ ہے۔ کُلَّمَا مرکب ہے کُلَّ اور مَا سے۔ مَا مصدریہ ہے۔ اور کُلَّمَا کے معنی كُلَّ وَقْتٍ۔ یعنی جب، جبکہ، جس جس وقت، جب بھی۔ اسی وقت کے معنی کی وجہ سے اس مَا کو مصدریہ ظرفیہ یعنی ظرف کا نائب کہتے ہیں نہ کہ خود ظرف۔ کُلَّمَا میں لفظ کُلَّ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی شے کی طرف مضاف ہے جو ظرف کی قائم مقام ہے۔ کُلَّمَا تکرار کے واسطے آتا ہے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے مثلاً كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ (۴ : ۵۶) كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۷۱ : ۲) اَفَكُلَّمَا تو کیا جب کبھی

مَا لَا تَهْوٰى۔ مَا موصولہ ہے۔ لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمْ اس کا صلہ۔ لَا تَهْوٰى مضارع منفی واحد مؤنث غائب هَوًى (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی خواہش کی طرف نفس کا مائل ہونا۔ جسے تمہارے جی ناپسند کرتے ہیں۔
اِسْتَكْبَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِكْبَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر تم نے تکبر کیا۔ تم نے غرور کیا۔ یعنی ایمان لانے اور پیغمبروں کے اتباع سے تکبر کرنے لگے۔

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ہ پس کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی گروہ کو قتل کرنے لگے، یہاں صیغہ مضارع اس لئے استعمال ہوا کہ یہ ایک امر عظیم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو امر عظیم ہوتا ہے اس کو اس طرح بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ بالکل پیش نظر ہو جاوے گویا اب ہو رہا ہے۔ (مظہری)

غُلْفٌ، جمع اَغْلَفُ واحد۔ اَغْلَفُ اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں بند ہو۔ چنانچہ غَلَّفْتُ السَّیْفَ کے معنی ہیں، میں نے تلوار کو نیام میں بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں اس لئے قرآن مجید کی باتیں ہمارے تک نہیں پہنچ سکتیں۔

بعض کے نزدیک غُلْفٌ اصل میں غُلُفٌ تھا۔ لام کے ضمہ کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا اور یہ غِلَافٌ کی جمع ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ غِلَافٌ کے معنی مخزن ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمارے دل خود ہی علوم و معارف کے گنجینے اور مخزن ہیں لہٰذا ہمیں دوسروں کے علوم سے استفادہ کی ضرورت نہیں۔

بَلْ حرف اِضْرَاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر بند ہیں یا وہ علوم و معارف کے خزانے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔
بَلْ کے متعلق ملاحظہ ہو (۲ : ۱۳۵)

فَقَلِیْلًا۔ میں فاء سببیہ ہے۔ قَلِیْلًا منصوب ہے اس لئے کہ یہ صفت ہے مفعول مطلق محذوف (اِیْمَانًا کی اور مَا زائدہ ہے۔ ای فَاِیْمَانًا قَلِیْلًا یُؤْمِنُوْنَ ۝ پس یہ تھوڑے ہی پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲ : ۸۹) لَمَّا۔ جب م شرطیہ ہے، نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۱۴۰ (۲)
کِتٰبٌ یعنی قرآن۔ نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے۔
مُصَدِّقٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَصْدِیْقٌ مصدر (باب تفعیلٌ) تصدیق کرنے والا۔ سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔
مَا مَعَھُمْ ما۔ موصولہ مَعَھُمْ۔ صلہ (کتاب) جو ان کے پاس تھی۔ یعنی توراۃ۔
وَلَمَّا جَآءَھُمْ کِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ ای اَنْکَرُوْہُ انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یہ جملہ یا ضمیر فاعل کَانُوْا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ حالانکہ وہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے (اس نبی کے وسیلہ سے)،

مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ اسم ظرف ہے۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں کے لئے آتا ہے یہ ظروف مبنیہ میں سے ہے بعض ان میں سے ضمہ پر بعض فتحہ پر اور بعض سکون پر مبنی ہیں۔

اسماء جہات ستہ یعنی۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ۔ تَحْتُ۔ فَوْقُ۔ قُدَّامُ۔ خَلْفُ۔ مبنی بر ضمہ ہیں۔ ان پر ضمہ آتا ہے جب ان کا مضاف الیہ محذوف ہو اور دل میں مقصود ہو۔ جیسا کہ آیت ہذا میں کہ اصل میں مقصود یہ تھا مِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ۔ لیکن اگر مضاف الیہ محذوف نہ ہو تو حرف جار کا اثر قبول کریں گے۔ جیسے مِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ مِنْ بَعْدِہٖ۔ قَبْلُ کا استعمال چار طور پر ہوتا ہے (۱)، تقدم زمانی۔ جیسے قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

غُرُوْبِهَا. (۲۰:۱۳۰)
(۲) تقدم مکانی کسی مقام کا دوران رفتار میں پہلے واقع ہونا۔ اور دوسرے مقام کا بعد کو واقع ہونا۔ مثلاً لاہور سے کراچی جاتے ہوئے ساہیوال قبل آئے گا اور ملتان بعد میں اور کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان قبل آئیگا اور ساہیوال بعد میں۔ (۳) تقدم بلحاظ مرتبہ جیسے عبد الملک قبل الحجاج۔ عبدالملک مرتبہ میں حجاج سے پہلے ہے یعنی بڑا ہے (۴) ترتیب فنی وتعلیمی میں تقدم۔ جیسے تعلم الهِجَاءِ قَبْلَ تَعَلُّمِ الخَطِّ۔ ہجا کی تعلیم کتابت سیکھنے سے پہلے دی جاتی ہے۔ (راغب)

قرآن مجید میں لفظ قَبْلُ عموماً تقدم زمانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

كَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، اِسْتِفْتَاحٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ وہ فتح مانگا کرتے تھے۔ یعنی جب کبھی یہود کی کفار ومشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اس نبی کی وساطت سے اللہ سے مخالفین پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر اور بعثت کا وعدہ تورات میں دیا گیا تھا۔ اور ان الفاظ سے دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ نَبِيِّكَ الَّذِيْ وَعَدْتَنَا اَنْ تَبْعَثَهٗ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْيَوْمَ عَلٰى عَدُوِّنَا۔ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اس نبی آخر الزمان کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ تو آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح دے (روح المعانی)

فَلَمَّا۔ پس جب (شرطیہ ہے)

مَا عَرَفُوْا۔ مَا موصولہ ہے اور ضمیر جو اس کی طرف عائد ہے محذوف ہے۔ عَرَفُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ مَعْرِفَةٌ وعِرْفَانٌ سے۔ انہوں نے پہچانا۔ انہوں نے جانا۔ جس کو وہ جان اور پہچان چکے تھے۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ كَفَرُوْا بِهٖ جواب شرط ہے۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

اَلْكٰفِرِيْنَ۔ میں الْ عہد کا ہے۔ یعنی یہ لوگ (جن میں کفر موجود ہے) لعنت کے مستحق ہیں۔ یا الْ جنس کا ہے یعنی تمام کافروں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے (اس میں یہ منکرین بھی آگئے)

بِئْسَمَا۔ مرکب ہے بِئْسَ اور مَا سے۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بمعنی برا ہے اصل میں بَئِسَ تھا۔ باب سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِيْ اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔ پس بری ہے وہ چیز جس کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ: اَنْ مصدریہ ہے

بَغْيًا۔ مفعول لہٗ ہے يَكْفُرُوْا کا۔ بمعنی بوجہ سرکشی، زیادتی، ضد، حسد

اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ ...... مِنْ عِبَادِهٖ اَنْ مصدریہ ہے یہ جملہ بَغْيًا کا مفعول لہٗ ہے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا چکایا وہ بہت بُری ہے۔ اور سودا کیا تھا؟ یہ کہ انہوں نے انکار کردیا اس کلام سے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اور ان کے انکار کی وجہ کیا تھی؟ بَغْيًا۔ یعنی ان کی سرکشی ضد و حسد (جو ان کے انکار کے محرکات تھے) (اور ان محرکات کی کیا وجہ تھی؟) یہ کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے ازراہِ فضل اپنا کلام کیوں نازل فرماتا ہے۔ ان کی توقعات و خواہشات کی تکمیل کیوں نہیں ہوتی؟ (کہ یہ نبی جس پر قرآن نازل ہو رہا ہے بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہئے تھا نہ کہ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے)

فَبَآءُوْا۔ فَ عاطفہ ہے۔ بَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب بَوْءٌ مصدر سے (باب نَصَرَ) انہوں نے کمایا وہ لوٹے۔ سو انہوں نے کمایا (غضب بالائے غضب) یعنی اپنے پر غضب بالائے غضب لے آئے۔

غَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ۔ غضب کے بعد غضب، یہاں اس سے مراد محض دو غضب نہیں بلکہ پے در پے متعدد غضب۔ مثلاً ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ اور اللہ کا ان پر اس سبب سے غضب ہوا۔ اور اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرنے اور توراۃ پر عمل نہ کرنے، گئو سالہ کی عبادت کرنے وغیرہ سے بھی غضب الٰہی میں مبتلا تھے اب غضب پر غضب ہوگیا۔

مُّهِيْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ مصدر (افعال) هون۔ مادہ۔ ذلیل کرنے والا۔ اہانت آمیز

۲: ۹۱ - اِذَا قِيْلَ لَهُمْ ...... اَنْزَلَ اللّٰهُ جملہ شرطیہ ہے قَالُوْا ...... عَلَيْنَا جواب شرط ہے۔ اور وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ جملہ حالیہ ہے قَالُوْا کی ضمیر مستتر سے وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ حال مؤکدہ ہے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد قرآن اور تمام کتب سماویہ ہیں مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا سے مراد توراۃ ہے۔

مَا وَرَآءَهٗ۔ میں مَا موصولہ ہے اور وَرَآءَهٗ مضاف، مضاف الیہ مل کر صلہ۔ مراد اس سے توراۃ کے علاوہ جو کتب سماویہ ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب توراۃ کے لئے ہے (جو ان (یہود) پر نازل ہوئی۔

وَرَآءَ۔ وَرَآءَ۔ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

وَهُوَ۔ میں هُوَ ضمیر قرآن پاک کی طرف راجع ہے۔ یا قرآن اور انجیل کی طرف۔ مَا مَعَهُمْ جو ان کے پاس ہے

قُلْ۔ ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازاں بعد آیت کے آخر تک مقولہ ہے۔

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ ...... مِنْ قَبْلُ جزا ہے جو شرط سے مقدم آئی ہے بعد کا جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اگر تم ایماندار تھے تو خدا کے رسولوں کو پہلے کیوں قتل کیا کرتے تھے۔

فَلِمَ۔ میں فاء جوابِ شرط پر دلالت کرتا ہے (جزائیہ ہے) لِمَ میں لام تعلیل کا ہے۔
مَ۔ اصل میں مَا تھا۔ جو استفہامیہ ہے (کس لئے۔ کیوں) مَا استفہامیہ کو مَا خبریہ سے جدا کرنے کے لئے الف کو حذف کردیا گیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں فِیْمَ اور بِمَ اور عَمَّ آیا ہے مثلاً فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (۱۵: ۵۴) تو کاہے کی خوشخبری دیتے ہو۔ اور عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۷۸: ۱) (یہ) لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔ اور قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ (۴: ۹۷) (فرشتوں نے) پوچھا تم کس حال میں تھے؟
تَقْتُلُوْنَ بمعنی قَتَلْتُمْ ہے۔ مضارع کا صیغہ۔ ازمنہ گذشتہ میں ان کے قتل انبیاء کے فعل کے استمرار کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ انبیاء کا قتل کرنا اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے آباء واجداد سے ظہور میں آیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ خلف اپنے سلف کے افعال سے راضی اور ان کے متبع ہیں اس لئے ان کے قتل کو ان کی طرف بھی منسوب کردیا گیا ہے۔
۲: ۹۲۔ وَلَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ تحقیق کا ہے۔ اور بیشک تمہارے پاس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آئے۔
بَیِّنٰتِ۔ روشن دلائل۔ یہاں مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ مثلاً عصا۔ ید بیضاء۔ انفلاق البحر (سمندر کو پھاڑ کر قوم کو پار کرنا) وغیرہ یہ نو معجزات تھے۔ بِالْبَیِّنٰتِ۔ میں باء تعدیہ کے لئے ہے یعنی حضرت موسیٰ لائے۔
اِتَّخَذْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) تم نے اختیار کیا (بطور معبود کے)
اَلْعِجْلَ۔ بچھڑا۔ گئو سالہ۔ گائے کا بچہ۔
مِنْ بَعْدِہٖ۔ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد۔ یا آپ کے کوہِ طور پر جانے کے بعد۔
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے۔

(۲: ۹۳) وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ ملاحظہ ہو (۲: ۶۳)

وَاسْمَعُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِسْمَعُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ سَمَاعٌ (باب سَمِعَ) سے۔ تم سنو۔ (یعنی قبول کرو اور اطاعت کرو، اطاعت کو سننے سے اس لئے تعبیر کیا کہ سننا اطاعت کا سبب ہے۔
عَصَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے نہیں مانا۔ مَعْصِیَۃٌ وَعِصْیَانٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر۔
وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِھِمْ۔ اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گویا) ان کے دلوں میں رچ گیا یا اَلْعِجْلَ۔ مضاف الیہ ہے اس کا مضاف حذف کیا گیا ہے اصل میں حُبُّ الْعِجْلِ تھا۔ معنی ہوں گے اور پلادی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بہ سبب ان کے کفر کے۔ عربی محاورہ میں جب کسی کی محبت

یا بُغض دل کے اندر سرایت کر جائے تو اس کے لئے لفظ شَرَابٌ کو لطور استعارہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بدن میں نہایت تیزی سے سرایت کرتی ہے۔

بِئْسَمَا ۔۔۔۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ تقدیر کلام یوں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَبِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ۔ پہلا جملہ شرط اور دوسرا جوابِ شرط۔ اگر تم (بقول تمہارے) ایمان دار ہو تو تمہارا ایمان بہت بری بات بتاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم ایماندار ہی نہیں ورنہ ایسے قبیح افعال کے تم مرتکب نہ ہوتے۔

۲:۹۴۔ خَالِصَةً۔ خاص کر کے۔ خَاصَّةً۔ مخصوص خصوصی طور پر۔ خالص۔ خُلُوْصٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اَلدَّارُ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ سب لوگوں کو چھوڑ کر۔ یعنی دوسروں کے لئے نہیں۔ اَلنَّاسِ میں الؔ یا تو استغراق کا ہے یا جنس کا۔ یا مسلمانوں کے لئے ہے یا یہ الؔ عہد کا ہے۔

اِنْ كَانَتْ ۔۔۔۔۔۔ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ شرط اوّل۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں۔ جملہ دوم شرطیہ ہے (شرطِ دوم) اور جملہ اول جوابِ شرط۔ لہٰذا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ شرط اول دوم دونوں کا جواب ہے۔

تَمَنَّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم آرزو کرو، تم تمنا کرو، تَمَنِّيٌّ (تفعّل) مصدر

وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ۔ يَتَمَنَّوْا اصل میں يَتَمَنَّوْنَ تھا۔ نون اعرابی لَنْ کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع اَلْمَوْتَ ہے۔

اَبَدًا۔ ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ کبھی بھی۔

بِمَا۔ میں ب سببیہ ہے۔ اور مَا موصولہ۔

قَدَّمَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ پہلے بھیج چکے۔ پہلے کر چکے۔ (جو ان کے ہاتھوں نے کر کے بھیجے)

(۲:۹۶) لَتَجِدَنَّهُمْ۔ لام تاکید کا۔ لَتَجِدَنَّ مضارع بلامِ تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وُجُوْدٌ (باب ضَرَبَ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع اہل یہود ہیں جن سے اوپر خطاب ہے تو ان کو ضرور پائے گا۔ تو ان کو ضرور پاتا ہے

اَحْرَصَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ لالچی۔ بڑا لالچی حِرْصٌ سے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ ای وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ مِنَ النَّاسِ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ اور تو بے شک ان کو ضرور پائے گا زندگی کے لئے زیادہ حریص بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اور بہ نسبت مشرکین کے اسی طرح وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا کا عطف النَّاسِ پر ہے اگرچہ مشرکین اَلنَّاسِ میں داخل

تھے لیکن کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے ان کو علیحدہ ذکر کیا۔
یہاں کلام میں معانقہ ہے۔ مندرجہ بالا صورت اَشْرَکُوْا پر وقف کرنے پر ہو گی۔ لیکن اگر حَیٰوۃٍ پر وقف کیا جائے تو جملہ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اگلے جملہ کے ساتھ مل کر معنیٰ دے گا۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا (ناسٌ) یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ یہاں مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا سے مراد یہود ہیں۔ جو قائل تھے کہ حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُنِ ابْنُ اللّٰہِ (۹: ۳۰) اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ مطلب اس صورت میں یہ ہوگا۔ اور یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش جیتا رہے ہزار برس۔
یَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّۃٌ (باب سَمِعَ) پسند کرتا ہے۔ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔
لَوْ۔ یہاں لَوْ تمنائی ہے اور لَیْتَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کاش۔ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ کاش وہ ہزار برس جیتا رہے۔
وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِہٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ۔ میں واو عاطفہ ہے مَا نافیہ۔ مُزَحْزِحٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اَلزَّحْزَحَۃُ مصدر بمعنی دور ہٹانا۔ برطرف کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (۳: ۱۸۴) پس جو شخص آگ سے دور رکھا گیا۔
ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اَحَدُھُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اَنْ یُّعَمَّرَ فاعل ہے مُزَحْزِحِہٖ کا۔ اور معنی یہ ہیں کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں کہ اس کو عمر دیا جانا عذاب سے بچا سکے۔
اَنْ مصدریہ ہے۔ اور یُعَمَّرَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَعْمِیْرٌ مصدر (باب تفعیل) کہ اس کی عمر (زیادہ) کی جائے۔ اس کو عمر دی جائے۔
۲: ۹۷۔ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ جملہ شرطیہ ہے۔ اس کا جواب فَھُوَ عَدُوٌّ اللّٰہِ (وہ اللہ کا دشمن ہے) محذوف ہے۔
فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ۔ فا تعلیلیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ جِبْرِیْلَ۔ کی طرف راجع ہے اور نَزَّلَہٗ میں ہٗ ضمیر مفعول اور مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ ترجمہ۔ کس لئے کہ اس نے تو اس قرآن مجید کو اتارا۔
عَلٰی قَلْبِکَ۔ تیرے دل پر۔ حق عبارت یہ تھا کہ عَلٰی قَلْبِیْ (میرے دل پر) ہوتا۔ کیونکہ قُلْ کے بعد مقولہ حکم کے مخاطب کی زبان سے ہے۔ لیکن بطور حکایتِ کلامِ باری تعالیٰ کے عَلٰی قَلْبِکَ فرمایا۔
بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ بَ حرف جار اِذْنِ اللّٰہِ مضاف۔ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ یہ نَزَّلَ کے فاعل سے حال ہے
مُصَدِّقًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ نَزَّلَہٗ کی ضمیر ہٗ سے حال ہونے کے ہے۔

لِمَا بَیْنَ یَدَیْهِ (تصدیق اس کی جو) جو اس سے پہلے (یعنی پہلے اتر چکا ہے۔ یَدَیْهِ میں ہٖ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے
لام حرف جر ہے بَیْنَ مضاف یَدَیْهِ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اور مضاف مضاف الیہ مل کر ما موصولہ کا
صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مجرور

وَهُدًی وَّبُشْرٰی۔ هُدًی وَّبُشْرٰی بھی مُصَدِّقًا کی طرح نَزَّلَهٗ کے ھا ضمیر سے حال ہیں۔ هُدًی راہنمائی۔
ہدایت۔ راہ دکھانا (باب ضَرَبَ) مصدر و اسم مصدر۔

بُشْرٰی۔ خوشخبری۔ ایسی خبر کہ جس کو سن کر بشرہ پر مسرت و خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں۔

۲:۹۸ ۔ مَنْ شرطیہ ہے جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ مَنْ کَانَ عَدُوًّا ......
وَمِیْکٰلَ فھو کافر مجزی باشد العذاب۔ جو کوئی مخالف (یا دشمن) ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے
پیغمبروں کا یا جبرئیل کا یا میکائیل کا تو وہ کافر ہے اور مستوجب عذاب شدید ہے۔

عربی میں واؤ صرف عطف ہی کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ بمعنی اَوْ (یا) بھی مستعمل ہے، یہاں اسی معنی میں آیا ہے۔
یعنی ان میں سے جو کسی ایک کا دشمن ہے وہ سب کا دشمن ہے۔

عَدُوًّا۔ عَدُوٌّ۔ مصدر بھی ہے اور اس صورت میں یہ ضد ہے دوستی اور محبت کا۔ عَدُوٌّ اسم بھی ہے اس صورت
میں یہ مقابل ہے دوست کا۔ یہاں مؤخر الذکر صورت میں استعمال ہے عَدُوًّا بوجہ خبر کَانَ کے منصوب ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ ۔ میں فاء جزائیہ ہے۔ اس صورت میں جملہ سابقہ شرطیہ اور فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ ۔ جواب شرط ہوگا
ترجمہ آیت یوں ہوگا۔ جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا۔ یا میکائیل کا۔ تو
اللہ (بھی) بالیقین مخالف ہے (ایسے) کافروں کا۔ (تفسیر الماجدی)

۲:۹۹ ۔ وَلَقَدْ ۔ واؤ عاطفہ۔ لام تاکید کا۔ اور قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے۔
مَا یَکْفُرُ بِهَا۔ میں مَا نافیہ ہے اور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیٰتٍ کی طرف راجع ہے۔

اَلْفٰسِقُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فِسْقٌ وَفُسُوْقٌ مصدر۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی ہیں کسی شخص کا دائرۂ شریعت
سے نکل جانا۔ اور یہ فَسَقَ الرُّطَبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدری کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر
نکل آنا کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار
کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۲:۱۰۰ ۔ اَوَکُلَّمَا۔ ہمزہ استفہامیہ (استفہام انکاری کے لئے) واؤ عاطفہ کُلَّمَا۔ کُلَّ اور مَا سے مرکب ہے بمعنی
کُلَّ وَقْتٍ۔ جب۔ جب کبھی، جب بھی۔ جس جس وقت (نیز ملاحظہ ہو ۲:۸۷)

عٰهَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُعَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ انہوں نے عہد باندھا۔ انہوں نے
عہد کیا۔ اَوَکُلَّمَا عٰهَدُوْا۔ کیا ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہا کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا۔ (تفہیم القرآن)

کیا یوں نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا۔ (ضیاء القرآن)
نَبَذَهٗ۔ نَبَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَبْذٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بمعنی پھینکنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس نے اس کو پھینک دیا۔ یا توڑ دیا۔ ضمیر کا مرجع عَهْد ہے (باب نَصَرَ سے بمعنی نچوڑنا بھی آتا ہے اسی سے نَبِيْذٌ نچوڑا ہوا عرق۔
بَلْ۔ حرف اضراب ہے پہلے قول سے اعراض اور دوسرے کی توثیق۔ یعنی ایک فریق کی تو بات ہی کیا بلکہ ان میں سے اکثر کا تو اس عہد پر ایمان ہی نہ تھا (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۱۴۵)
۲ : ۱۰۱۔ لَمَّا جب۔ لَمَّا کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔
(۱) بطور حرفِ شرط۔ اس صورت میں ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے مثلاً آیت ہذا۔ کہ ماضی کے دو جملوں جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ...... نَبَذَ فَرِيْقٌ۔ جو بالترتیب جملہ شرطیہ جملہ جزائیہ ہیں۔ یا اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ۔ (۱۷-۶۷) پھر جب وہ (ڈوبنے سے) بچا کر تم کو خشکی کی طرف لے آیا تم نے منہ پھیر لیا۔ جب کے معنی میں اسم ظرف بھی ہے۔ ای۔ اِذْ
(۲) بطور حرف استثناء۔ بمعنی اِلَّا۔ مگر۔ مثلاً اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔ (۸۶ : ۴) کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔
(۳) حرف جازم فعل۔ مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی مؤکد کر دیتا ہے
(الف) ماضی کی نفی زمانہ حال تک باستمرار چلی آتی ہے۔
(ب) جس فعل کی نفی ہوتی ہے اس کے ثبوت (یعنی ہو جانے کی توقع رہتی ہے۔
مثلاً (۱) بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ (۳۸ - ۸) بلکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ ابھی تک چکھا ہی نہیں (گو ان کا یہ مزہ چکھنا متوقع امر ہے)
(۲) وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ (۴۹ : ۱۴) اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا (گو اس کا تمہارے دلوں میں داخل ہونا متوقع ہے)
(۴) لَمَّا یہ لَمَّ يَلُمُّ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے۔ اپنا اور دوسروں کا حصہ کھا لینا لَمَمْتُ اَجْمَعَ۔ میں نے سب سمیٹ لیا۔ قرآن مجید میں ہے وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (۸۹ : ۱۹) اور تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۱۴)
لَمَّا جَآءَ ...... مَا مَعَهُمْ۔ جملہ شرطیہ اور نَبَذَ فَرِيْقٌ .... ظُهُوْرِهِمْ جواب شرط اور كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ط موضع حال میں ہے۔
مُصَدِّقٌ۔ صفت ہے رَسُوْلٌ کی۔

مَا مَعَهُمْ۔ موصول وصلہ مل کر مجرور ہے لام حرف جار کا۔ اور جار مجرور مل کر متعلق مُصَدِّقٌ کا۔
كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ہ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ اس کا اسم لَا يَعْلَمُوْنَ فعل بافاعل ہے۔ فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر كَاَنَّ کی خبر۔ كَاَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر فَرِيْقٌ سے حال ہے ۔ گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

وَرَآءَ۔ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اضافت فاعل کی طرف بھی ہوتی ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ اس کا معنیٰ ہے آڑ۔ حدِّ فاصل۔ کسی چیز کا آگے یا پیچھے ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ۔ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ یعنی قابلِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے اس پر عمل نہ کیا۔

اِتَّبَعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ انہوں نے پیروی کی۔ انہوں نے اتباع کیا۔ مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ۔ مَا موصولہ۔ تَتْلُوْا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ پڑھتی ہے۔ وہ (جماعت شیاطین) پڑھتی ہے۔ وہ تلاوت کرتی ہے۔ مضارع بطور حکایت حال ماضی آیا ہے اس لئے ماضی کے معنی دیتا ہے۔ تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے۔ جو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔ اِتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے۔ جو (حضرت سلیمان کے عہدِ سلطنت میں) پڑھا کرتے تھے۔

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ عَلٰى بمعنی فِیْ ہے سُلَيْمٰنَ۔ بوجہ عجمہ و معرفہ۔ غیر منصرف منصوب ہے عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ سلیمان کے زمانہ حکومت میں۔

اَلشَّيٰطِيْنُ۔ جمع شیطان کی ہے۔ شَطَنَ مادہ سے فَيْعَالٌ کے وزن پر۔ ہر سرکش اور شریر شخص کو شیطان کہتے ہیں خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶: ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں کو اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔

الشَّيٰطِيْنَ۔ بوجہ عمل لٰكِنَّ منصوب ہے

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا۔ یہاں جادو کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے، يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ کہ وہ لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے، یعنی لوگوں کو جادو سکھانا یا اس پر خود عمل کرنا حضرت سلیمان ؑ کا فعل نہ تھا بلکہ اس وقت کے سرکش اور شریر افراد کا یہ کام تھا کہ لوگوں کو

جادو سکھاتے تھے۔ یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ حال ہے کَفَرُوْا کی ضمیر فاعل مستتر ھُمْ سے
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔
واؤ عاطفہ ہے اور جملہ کا عطف جملہ سابقہ مَا تَتْلُوْا ..... عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ پر ہے۔ یعنی وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمانؑ کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور ان (علوم و فنون کے پیچھے) جو بابل میں ہاروت و ماروت کو حاصل تھے۔
چونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اس لئے مَآ اُنْزِلَ سے سحر کی نوع دیگر مراد ہے یا سحر کے سوا دیگر علوم و فنون (عبداللہ یوسف علی)، اُنْزِلَ سے نازل من اللہ مراد نہیں بلکہ ان دونوں کی علمی استعداد جو ان کو اللہ کی طرف سے حاصل تھی (بابل میں ہاروت ماروت پر کوئی جادو وادو نازل نہیں ہوا تھا۔ (حقانی)
بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ بوجہ عجمہ و معرفہ غیر منصرف ہیں اور بدیں وجہ منصوب۔
صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جن کو ان کے عجائب افعال اور نیک چلنی کی وجہ سے ان کو لوگ فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا۔ یہ شخص اس فن سے واقف تھے مگر اس کو برا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شخص ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے۔ کہ بھائی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔
ان کے متعلق یہ کہانی کہ وہ دو فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین بابل میں آئے تھے ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے اور اس کے بہکانے پر غیر شرعی کام کئے اور سزا میں ایک کنوئیں میں اُلٹے لٹکائے گئے وغیرہ۔ سب بے حقیقت اور بے تکی باتیں ہیں)
وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ۔ مَا نافیہ۔ یُعَلِّمٰنِ مضارع تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے۔
تَعْلِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے
حَتّٰی۔ اِلٰی۔ اَنْ۔ جب تک۔
یَقُوْلَا۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ حتّٰی کے بعد اَنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب آیا ہے۔ قَوْلٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ دونوں کہہ دیتے تھے۔
فِتْنَةٌ۔ آزمائش۔ فِتْنَةٌ۔ فَتْنٌ۔ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں لفظ فِتْنَةٌ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً آزمائش، (ایذا) آفت، مصیبت، فساد، کفر، بدنظمی، عبرت، ایذا وغیرہ۔
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ میں اِنَّمَا کلمہ حصر ہے۔ ہم تو صرف آزمائش ہیں۔
لَا تَکْفُرْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو کافر مت بن

فَيَتَعَلَّمُوْنَ۔ فاء عاطفہ ہے۔ يَتَعَلَّمُوْنَ کا عطف يُعَلِّمٰنِ پر ہے اور نفی میں شامل نہیں۔ تقدیر کلام کچھ ایسے ہے وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (يُعَلِّمٰنِهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقَوْلِ) فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا ..... الخ۔ وہ دونوں کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں، "تو کافر نہ بن"، "لیکن جب وہ اس پر بھی سیکھنے پر اصرار کرتے تو) وہ ان کو اس قول کے بعد سکھانے پر آمادہ ہو جاتے اور وہ لوگ ان دونوں سے سیکھتے ایسی بات کہ ..... الخ

يَتَعَلَّمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَعَلُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ وہ سیکھتے تھے

مَا يُفَرِّقُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے يُفَرِّقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تَفْرِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ جدائی پیدا کرتے تھے بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ جادو جو وہ ہاروت و ماروت سے سیکھتے تھے جدائی ڈالنے کے لئے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ۔ واؤ حالیہ ہے۔ مَا نافیہ مشابہ بِلَيْسَ۔ بِضَآرِّيْنَ میں باء زائدہ ہے اور مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے بِهٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو ہ متذکرۃ الصدر میں ہے۔ مطلب۔ اَىْ مَا يَضُرُّوْنَ بِهٖ اَحَدًا ہ اس سے وہ کسی کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے جملہ حالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا.... الخ پر ہے مَا يَضُرُّهُمْ میں مَا موصولہ ہے يَضُرُّهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اور وَلَا يَنْفَعُهُمْ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ وہ لوگ وہ بات سیکھتے تھے جو ان کو ضرر دیتی تھی اور ان کو نفع نہیں دیتی تھی۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر، تحقیق کے معنی دیتا ہے عَلِمُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اَلْيَهُوْد کے لئے ہے۔

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط۔ لام ابتدائیہ (جو مبتدا پر داخل ہوتا ہے) مَنْ موصولہ اِشْتَرٰىهُ (اِشْتَرٰى فعل بافاعل ہٗ مفعول جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر) صلہ اپنے موصول کا اور موصول وصلہ مل کر مبتدا ہے (جس پر کہ لام ابتدا داخل ہوا ہے)

ترجمہ:۔ اور بے شک وہ (یہود) جان چکے تھے کہ جس نے اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) خریدا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جملہ لَمَنِ اشْتَرٰىهُ ..... مِنْ خَلَاقٍ مفعول ہے عَلِمُوْا کا

اِشْتَرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِشْتِرَآءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ اس نے خریدا۔ اس نے مول لیا۔

ریا اس نے بیچا) ہٗ ضمیر مفعول سحر کے لئے ہے۔
خَلَاقٍ۔ حصہ۔ اپنی عادت اور خلق سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاق ہے۔
وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ۔ واؤ عاطفہ مَا موصوفہ ہے۔ شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صفت (ہٖ کا مرجع مَا بمعنی شَيْئًا ہے)، بِئْسَ فعل ذم ہے۔ بُرا ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ اور جس شئے کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔ شَرَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب شِرَاءٌ (باب ضَرَبَ) سے بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ ہر دو معنی یعنی خریدنا اور فروخت کرنا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ کاش وہ جانتے۔
فَائِدَہ۔ اگر کوئی بطور شبہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بطور تاکید یہ فرمادیا وَلَقَدْ عَلِمُوْا (بیشک جان چکے) تو پھر لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش وہ جانتے) کے کیا معنیٰ ہوں گے؟
جواب یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم سطحی ہے جو محض زبان پر ہے اس کا دل سے یا عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا علم جو قلب کی گہرائیوں تک جا گھسے اور اس کو منور کر دے۔ اور یہی علم نافع ہے۔ یہود کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچاننا بھی اسی قبیل سے تھا۔ کہ وہ سطحاً جانتے تھے اور مانتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن یہ اقرار ان کی زبانوں تک ہی محدود تھا ان کے دل اس کے نور سے عاری تھے اس لئے ان کی یہ پہچان ان کو کچھ نافع نہ تھی (تلخیص از تفسیر مظہری)
قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات متعلقہ ہیں۔ ۲ : ۱۴۶ اور ۶ : ۲۰۔
۲ : ۱۰۳۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا۔ (ای اٰمَنُوْا بِالرَّسُوْلِ اَوْ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ او بالتورٰىةِ) واؤ۔ عاطفہ ہے لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا۔ جملہ شرطیہ اور وَاتَّقَوْا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جملہ شرطیہ دوم ہے۔ اور جملہ لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ۔ جواب شرط ہے اصل اس کی یوں ہو گی۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَاُثِيْبُوْا مَثُوْبَةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرًا مِّمَّا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ
اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو وہ ضرور صلہ پاتے خدا کے ہاں سے جو اس چیز سے بہتر ہوتا جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا
لَمَثُوْبَةٌ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ مَثُوْبَةٌ۔ ثَوْبٌ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں۔ یا غور و فکر سے جو حالت مقدر اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے ہیں۔ اول الذکر کی مثال ثَابَ فُلَانٌ اِلٰى دَارِهٖ۔ فلاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ یا ثَابَتْ اِلَىَّ نَفْسِىْ میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔ مؤخر الذکر کی مثال ثَوْبٌ ہے۔ کیونکہ سوت کاتنے سے مقصود کپڑا بننا ہے لہذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالتِ مقصود کی طرف لوٹ آتا ہے۔

یہاں مَثُوْبَۃٌ بمعنی اچھا بدلہ۔ ثواب، جزاء ہے۔ خَیْرٌ یہاں بطور صیغہ افعل التفضیل ہے۔ مفضل علیہ (سحر) کو یا تو اس لئے حذف کیا گیا کہ مفضل کو مفضل علیہ سے اس قدر عالی سمجھا کہ مفضل علیہ سے اس کو کسی قسم کی مناسبت ہو۔ یا اس واسطے کہ تخصیص کسی شے کی نہ رہے۔ تفضیل کل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ مفضل جملہ اشیاء سے بہتر ہے لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ آیت سابقہ ملاحظہ ہو۔

۲ : ۱۰۴۔ رَاعِنَا۔ ر ع ی۔ مادہ سے مشتق ہے مُرَاعَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے مُرَاعَاۃٌ بمعنی حفاظت کرنا۔ کسی کی طرف کان لگانا۔ مثلاً رَاعَیْتُہٗ سَمْعِیْ۔ میں نے اس کی طرف کان لگایا۔ یا کسی کی بات کی طرف دھیان دیا۔ مثلاً ھُوَ لَا یُرَاعِیْ اِلٰی قَوْلِ اَحَدٍ۔ وہ کسی کی بات پر دھیان نہیں دیتا۔ رَاعِنَا۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہماری طرف متوجہ ہو۔

اَلرَّعْیُ۔ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً اَرْعَیْتُہٗ میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ اور رَعَیْتُہٗ میں نے اس کی نگرانی کی۔ اسی سے رِعْیٌ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرْعٰی چراگاہ کو۔ اسی سے رَاعِیْ چرواہا کو کہتے ہیں۔ نیز رَاعِنْ یہود کی زبان میں ایک نہایت فحش گالی تھی۔ رَاعِنَا (ہماری طرف کان لگا یا متوجہ ہو) کو ذرا زبان دبا کر رَاعِیْنَا بولتے اور اپنے دل میں اس کے معنی لیتے۔ اے ہمارے چرواہے یا بطور گالی رَاعِنَا۔ رَاعِیْنَ سے بمعنی احمق۔ استعمال کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ان کی نیت کو جانے بغیر مسلمان بھی کبھی یہ لفظ (بمعنی ہماری طرف متوجہ ہو) استعمال کر لیتے تھے۔ آیت ہذا میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے تاکہ یہ ذو معنی لفظ کسی گستاخی کا باعث نہ بن سکے۔ اور ہدایت فرمائی کہ وہ (یعنی مسلمان) رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرْنَا کہا کریں۔

وَاسْمَعُوْا۔ واؤ عاطفہ۔ اِسْمَعُوْا سِمَاعٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم سنو۔ تم سنتے رہو۔ یعنی اُنْظُرْنَا (آپ ہماری طرف نظر فرمائیں۔ کہو اور پھر دھیان سے سُنو۔

۲ : ۱۰۵۔ مَا یَوَدُّ۔ مَا نافیہ ہے۔ یَوَدُّ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّۃٌ مصدر۔ باب سَمِعَ۔ نہیں پسند کرتے۔ نہیں چاہتے ہیں۔

مِنْ بیانیہ ہے۔ اور وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ میں واؤ عاطفہ اور لَا زائدہ ہے اَنْ یُّنَزَّلَ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ یُنَزَّلَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے بمعنی نازل کیا جانا۔ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ یہ جملہ مفعول ہے یَوَدُّ کا۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ لوگ جو کافر ہیں کتاب والے ہوں یا مشرک تمہارے رب کی طرف سے تم پر کسی بھلائی کے نازل کئے جانے پر خوش نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ میں واؤ حالیہ ہے۔

یَخْتَصُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِخْتِصَاصٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ وہ خاص کرتا ہے۔ ترجمہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے مخصوص کرلے۔

ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ ذُوْا مضاف۔ الْفَضْلِ موصوف الْعَظِیْمِ۔ صفت۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ عظیم فضل والا۔ بڑے ہی فضل کا مالک۔

۲: ۱۰۶۔ مَا شرطیہ ہے اور جازم فعل ہے۔ مَامِنْ اٰیَةٍ جو آیت بھی۔ جس آیت کو بھی۔

نَنْسَخْ۔ مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ نَسْخٌ (باب فتح مصدر بمعنی زائل کرنا۔ بدل دینا۔ بیکار کردینا۔ ایک چیز کو دوسری کی جگہ قائم کرنا۔ صورت بدل دینا۔ لکھنا۔ اَلْاِسْتِنْسَاخُ (باب استفعال) کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن بمعنی نسخ (لکھنا) بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔ مثلاً۔ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵: ۲۹) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔ تَنَاسُخْ ایک کے بعد دوسری چیز کا اس کے قائم مقام ہونا۔ جیسا کہ اہل ہنود میں مسئلہ تناسخ ہے کہ آتما یعنی روح ہر موت پر دوسرا روپ دھار لیتی ہے اور عمل جاری رہتا ہے تاآنکہ آتما کو نروان (نجات) حاصل ہو۔

آیت ہذا میں جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ ہم جس آیت کو منسوخ کردیتے ہیں۔

اَوْ۔ یا۔ حرف عطف ہے۔

نُنْسِهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ اصل میں نُنْسِیْهَا تھا۔ یا کو ساقط کیا گیا ہے۔ یہ اِنْسَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے اَنْسٰی یُنْسِیْ۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع آیت ہے ہم اسے فراموش کرا دیتے ہیں نَسِیَ۔ مادہ۔

نَاْتِ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ یہ فعل لازم ہے۔ لیکن هاء کے صلہ کے ساتھ آئے تو متعدی کے معنی دیتا ہے۔ ہم لاتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں۔

ها ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیَةٍ کے لئے ہے۔ نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ جملہ جواب شرط ہے۔

(۲: ۱۰۷) اَلَمْ تَعْلَمْ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَمْ تَعْلَمْ نفی جحد بلم کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔

مَالَکُمْ میں مَا نافیہ ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا۔

وَلِیٌّ۔ وِلَایَةٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صیغہ صفت ہے۔ مددگار

نَصِیْرٌ۔ نَصْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صیغہ صفت ہے۔ بچانے والا۔

۲: ۱۰۸۔ اَمْ۔ یا۔ کیا۔ خواہ۔ حرف عطف ہے استفہام کے معنیٰ دیتا ہے کبھی بمعنیٰ بَلْ (حرف اضراب

بلکہ) اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہامیہ ہوتا ہے۔ جیساکہ آیت ہذا میں ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اَمْ اَنَا خَیْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَیْرٌ (کیا تم نہیں دیکھتے میں بہتر ہوں.....)

تُرِیْدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَۃٌ مصدر (باب افعال) کیا تم چاہتے ہو، کیا تم ارادہ کرتے ہو۔

اَنْ ۔ مصدریہ ہے۔

كَمَا۔ کاف حرف تشبیہ ہے۔ مَا موصولہ (بعد کو آنے والا جملہ اس کا صلہ) جیساکہ۔

مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ۔ مضارع مجزوم بوجہ شرط وصل کی وجہ سے مجزوم کو مکسور کر دیا گیا۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ تَبَدُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر، بدلہ میں لینا مَنْ شرطیہ۔ جو ایمان کے بدلہ میں کفر کو لے گا۔ یا ایمان چھوڑ کر کفر لے گا۔

فَقَدْ۔ میں فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ سارا جملہ جواب شرط ہے۔

قَدْ ضَلَّ۔ ماضی پر آنے کی وجہ سے قَدْ تحقیق کے معنی میں ہے۔ ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ کھو گیا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

سَوَاءَ السَّبِيْلِ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر ضَلَّ کا مفعول۔ بمعنی راہ راستگی۔ سو بے شک وہ راہ راستگی کھو بیٹھا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

۲: ۱۰۹۔ وَدَّ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ وُدٌّ۔ مَوَدَّةٌ مصدر (باب سمع) اس نے دل سے چاہا۔ دل سے خواہش کی۔

لَوْ۔ یہاں بطور حرفِ تمنّیٰ استعمال ہوا ہے۔ کاش۔

يَرُدُّوْنَكُمْ۔ يَرُدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ رَدٌّ مصدر (باب نَصَرَ) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کہ تم کو لوٹا دیویں۔ مرتد بنا دیں۔

كُفَّارًا۔ مفعول ثانی ہے (كُمْ مفعول اول) فعل يَرُدُّوْنَ کا۔

حَسَدًا۔ بوجہ حسد۔ مفعول لہٗ۔

مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ۔ اَنْفُسِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عِنْدِ کا جو مضاف ہے۔ یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مجرور اپنے جار مِنْ کا۔ جار مجرور مل کر صفت حَسَدًا کی۔ یعنی بوجہ حسد کے جو اُن کے دلوں میں ہے۔

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔ بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان پر حق۔ یعنی یہ سب ان کی گذشتہ کارروائی اس پر ہے کہ ان معجزات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات سے جو تورات میں مذکور ہیں حق ان پر ظاہر

ہو چکا تھا۔

فَاعْفُوْا۔ فاء عاطفہ۔ اُعْفُوْا۔ عَفْوٌ (باب نصر) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم معاف کر دو

اِصْفَحُوْا۔ صَفْحٌ (باب فتح) مصدر سے۔ فعل امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر ہے۔ تم درگذر کرو۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ جملہ انشائیہ ہے اور معطوف ہے جس کا عطف فَاعْفُوْا پر ہے۔

۲:۱۱۰ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ۔ واؤ عاطفہ، مَا شرطیہ۔ مِنْ خَیْرٍ بیان ہے مَا

کا۔ لِاَنْفُسِکُمْ۔ متعلق فعل تُقَدِّمُوْا ہے۔ اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے۔ یہ جملہ شرط ہے

اور اگلا جملہ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ جوابِ شرط ہے۔ تُقَدِّمُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِیْمٌ (تفعیل)

مصدر سے۔ تم آگے بھیجو گے۔

۲:۱۱۱۔ لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ۔ لَنْ یَّدْخُلَ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلن صیغہ واحد مذکر غائب

فعل مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے۔ اَلْجَنَّۃَ۔ مفعول ہے فعل لَنْ یَّدْخُلَ کا۔

اَمَانِیُّھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی (جھوٹی) تمنائیں۔ اُمْنِیَّۃٌ کی جمع۔

ھَاتُوْا۔ اسم فعل۔ یعنی اسم بمعنی فعل امر جمع مذکر حاضر ہے۔ لاؤ۔

یہ اصل میں اِیْتَاءٌ (افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اٰتُوْا تھا۔ ہمزہ کو ھاء سے بدل کر ھَاتُوْا

کرلیا۔ مَھَاتَاۃٌ۔ کوئی چیز کسی کو دینا۔

ا ت ی اور ھ ت ی حروف مادہ ہیں ہر دو صورت میں فعل امر کی گردان یوں آئے گی۔ ھَاتِ ھَاتِیَا

ھَاتُوْا ..... الخ۔

بُرْھَانَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دلیل۔ بُرْھَانٌ واحد بَرَاھِیْنُ جمع۔

۲:۱۱۲۔ بَلٰی۔ حرف ایجاب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲:۷۶۔

مَنْ شرطیہ ہے۔ جس کسی نے۔

اَسْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اسلام لایا۔ وہ تابعدار ہوا۔ وہ مسلمان ہوا۔

اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جاتے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان

سے اقرار ہو۔ خواہ اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ

اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹:۱۴)

اعراب (گنوار) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو۔ کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ اس آیت

میں یہی اسلام مراد ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے

اور قضاء وقدر الٰہی کے آگے سر جھکا دے۔ اسلام کے اس معنیٰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا۔ فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (۲۷: ۸۱) جو یقین رکھتا ہے ہماری آیات پر سو وہ حکم بردار ہیں۔

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ۔ جس کسی نے اللہ کے سامنے اپنا چہرہ (یعنی اپنی گردن) کو جھکا دیا۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ حال ہے (اور آنحالیکہ وہ نیکی کرنے والا بھی ہو) یہ سارا جملہ شرط ہے۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ..... الخ جواب شرط ہے۔

فاء جوابِ شرط کے لئے ہے۔ لَهٗ اور اَجْرُهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے وَلَا يَحْزَنُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ حُزْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۲: ۱۱۳- اَلْيَهُوْدُ اور النَّصٰرٰى میں۔ ال عہد کا ہے۔ مراد اَلْيَهُوْد سے مدینہ مُنوّرہ کے یہودی اور باسی ہیں اور النَّصٰرٰى سے مراد عیسائیوں کا ایک وفد جو نجران سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ دوران گفتگو دونوں فریق آپس میں جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت اور انجیل سے انکار کیا۔ اور عیسائی حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ سے منکر ہو گئے۔

اور بعض کے نزدیک عامۃ الیہود اور عامۃ النصاریٰ مُراد ہیں

وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ سب الکتاب پڑھتے ہیں۔ یعنی یہودی توراۃ پڑھتے ہیں جو حضرت عیسیٰ اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جو حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔

يَتْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةً (باب نصر) مصدر سے وہ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں كَذٰلِكَ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید بمعنیٰ یہود اور نصاریٰ کا قول۔ اسی قسم کی بات۔

اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ وہ لوگ جو نہیں جانتے یا جن کے پاس علم نہیں۔ مراد مشرکین عرب اور دیگر بت پرست اور مجوس ہیں اور ان کے علاوہ جو فرقے کفار کے گزرے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ دوسرے کی تکذیب کرتا رہا ہے۔

مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ بیان ہے ذٰلِكَ کا بمعنی مثل قول اَلْيَهُوْدِ لِلنَّصَارٰى وقول النصاریٰ لِلْيَهُوْدِ مطلب یہ ہوا۔ کہ ایسی قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ خواہ مشرکین عرب ہوں کہ مسلمانوں کے متعلق کہتے تھے کہ مسلمان راہ حق پر نہیں۔ خواہ مشرکین قریش ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب راہ حق پر نہیں۔ یا اس سے مراد پچھلی قوموں کے لوگ ہیں جو اپنے نبیوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہ راہِ حق پر نہیں اور اپنے آباء واجداد کے نقشِ قدم پر چلنے پر مصر تھے۔

يَحْكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حُكْمٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ فیصلہ کرے گا۔ وہ حکم دیگا یا حکم دیتا ہے

یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ ہے فعل یَحْکُمُ کا۔
فِیْمَا۔ میں مَا موصولہ ہے کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ صلہ ہے
سو اللہ فیصلہ کر دے گا ان میں قیامت کے روز (اس بات کا) جس میں یہ جھگڑتے رہتے ہیں۔
۲:۱۱۴۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ کون ہے؟۔ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں ہے۔
اَظْلَمُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ظالم۔
مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے۔ اس شخص سے جو۔
مَنَعَ۔ فعل با فاعل۔
مَسٰجِدَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول اول مَنَعَ کا۔
اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُہٗ۔ کہ لیا جائے ان میں خدا کا نام۔
یہ مَنَعَ کا مفعول ثانی ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے اس کی مثال وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ (۱۷:۵۹) دی ہے
جس میں اَنْ نُّرْسِلَ دوسرا مفعول ہے مَنَعَ کا۔
وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مَسٰجِدَ کے لئے ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے
خرابی معنوی بھی ہو سکتی ہے جب کسی کو مسجد میں اللہ کے ذکر سے منع کیا جائے یا حسی جب اس کو فی الواقع مسمار
کیا جائے۔ مثلاً بصورت اول مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکے رکھنا۔ اور بصورت دوم بخت نصر کا
بیت المقدس کو اجاڑ دینا۔
مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو اس کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی
کے درپے ہو۔
اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید بصیغہ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ مراد وہ لوگ جو اللہ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکتے ہیں
اور ان کی خرابی کے درپے ہیں
اَنْ مصدریہ ہے۔
مَا كَانَ لَهُمْ۔ ان کو لائق نہ تھا۔
خَآئِفِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَآئِفٌ واحد۔ خَوْفٌ سے ڈرنے والے۔ یہ حال ہے ضمیر یَّدْخُلُوْهَا سے۔
صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔
اِلَّا خَآئِفِیْنَ۔ یعنی (مسلمانوں کے رعب و دبدبہ سے ڈرتے ہوئے) یعنی داخلہ کی اجازت غیر مسلم کو صرف اس
حال میں دی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو۔ اور اس کا داخلہ سرکشانہ نہیں محکومانہ ہو۔ قرآن مجید میں لفظ
مساجد بصیغہ جمع ہے۔ لیکن ایک قول ہے کہ مساجد سے یہاں مراد مسجد حرام یا حرم کعبہ ہی ہے۔ المراد بالمساجد

المسجد الحرام (معالم عن ابن زید) اور اس شبہ کا کہ لفظ جمع سے مراد واحد کیونکر ہوگی؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ محاورۂ زبان میں یہ جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی محض ایک ہی نیک مرد کو ایذا پہنچائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ نیکوں کو ستانے والا بڑا ظالم ہے۔ کما نقول لمن اذی صالحًا واحدًا: ومن اظلم من اذی الصالحین (کشاف)

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت سارے کافروں کے حق میں ہے کہ عبادت سے روکنے والے تو سارے ہی کافر ہیں اور مساجد سے مراد کل روئے زمین ہے۔ چنانچہ کافروں کو دار الاسلام میں داخلہ کا کوئی حق نہیں بجز اس کے کہ مسلمانوں کی ہی شرائط پر ہو۔ اور یہ قول امام تریدی کی طرف منسوب ہے (احمدی)

اور اگر مراد مسجد حرام لی جائے تو قانونی اور تشریعی حیثیت سے قطع نظر، واقعاتی رنگ میں بات بالکل صحیح نظر آئے گی۔ چنانچہ مسجد حرام اس وقت سے آج تک بحمد اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہی چلی آرہی ہے۔

۲ : ۱۱۵ - لِلّٰهِ - خبر مقدم۔ اَلْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ مبتدا مؤخر۔ مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے۔

فَاَیْنَمَا۔ فاء عاطفہ۔ اَیْنَمَا ظرفیہ متضمن بمعنیٰ شرط۔ فعل تُوَلُّوْا کا مفعول فیہ ہے۔

اَیْنَ (شرطیہ اور مَا موصولہ کا مرکب ہے) جہاں کہیں۔ جس طرف۔

تُوَلُّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا ہے تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرتے دونوں معنیٰ کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس آیۃ میں پہلے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی (جس طرف تم (اپنے منہ) کرو۔

منہ پھیرنے کے معنی میں ہے بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ہ (۲۱ : ۵۷) جب تم جا چکو گے منہ پھیر کر۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے۔

فَثَمَّ :۔ فاء جزائیہ ہے ثَمَّ۔ اسم اشارہ۔ ظرف۔ خبر مقدم۔ وَجْهُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط کی ہے۔

وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ وُسْعٌ وَ سَعَۃٌ۔ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وَسِعَ الْاِنَاءُ الْمَتَاعَ کے معنی ہیں۔ برتن میں متاع کے لئے کافی گنجائش تھی۔ وَسِعَتْ رَحْمَۃُ اللّٰهِ کُلَّ شَیْءٍ۔ اللہ کی رحمت ہر چیز کو آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔ اَلسَّعَۃُ۔ کا لفظ قدرت کے لئے۔ فعل کے لئے اور حال کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے یہ اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایسی ذات جو اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے ہر ایک چیز پر وسیع ہے۔ یعنی اسے آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بحالت رفع (وَاسِعٌ) ۸ دفعہ آیا ہے۔ ۷ دفعہ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور ایک دفعہ بطور مضاف وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ۔ اور بحالت نصب ایک دفعہ وَاسِعًا حَکِیْمًا۔ اور ہر جگہ بغیر ال کے آیا ہے۔

یہاں بمعنی صاحبِ وسعت، کشائش والا۔ صاحبِ فضل، صاحب جود و مغفرۃ۔

۲:۱۱۶- اِتَّخَذَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا۔

وَلَدًا۔ اسم جنس۔ کوئی بچہ۔ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد

سُبْحٰنَہٗ۔ سبحٰن۔ پاک ہے۔ نصب۔ نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو۔ جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ (اللہ پاک ہے) یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحٰنَہٗ وہ پاک ہے۔ سُبْحٰنَکَ تو پاک ہے۔ سُبْحٰنَ مصدر ہے جس کے فعل کو کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔

بَلْ۔ حرف اضراب ہے یہ نہیں جو پہلے جملہ میں کہا گیا (کہ اس کی اولاد ہے) بلکہ سچ بات یہ ہے جو اگلے جملہ میں بیان ہو رہی ہے۔ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)

قٰنِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قَانِتٌ واحد۔ اطاعت کرنے والے۔ فرمانبردار۔ حکم بجالانے والے۔ القُنُوْتُ (باب نَصَرَ) جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا ہے اسی سے دعائے قنوت ہے۔ اللہ کے حضور اپنی فرمانبرداری کا اظہار۔

۲:۱۱۷- بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ بَدِیْعٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مُبْدِعٌ۔ موجد۔ نیا نکالنے والا۔ نئی طرح بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اَلْاِبْدَاعُ۔ ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی سابق میں مثال نہ ہو۔ بغیر کسی کی اقتداء اور پیروی کرنے کے کسی صنعت کو نکالنا۔

جب اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ بغیر آلہ۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا۔ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔

اِذَا۔ ظرف زمان ہے۔ جب۔ اس وقت۔ لبطور حرف فجائیہ بھی آتا ہے بمعنی ناگہاں۔ مثلاً فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی (۲۰: ۲۰) پس یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ یہاں بمعنی جب آیا ہے۔ شرطیہ ہے

قَضٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مضارع۔ ارادہ کرتا ہے۔ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا۔ وہ جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے، یہ جملہ شرط ہے اور فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ جزاء ہے شرط کی۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا

فَاِنَّمَا۔ ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے۔ جو حصر کے معنی دیتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ بے شک۔ تحقیق۔

کُنْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، ہو جا۔ کَوْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔

فَیَکُوْنُ۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔

۲:۱۱۸- لَوْلَا۔ لَوْ حرف شرط۔ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ کیوں نہیں۔ کیوں نہ۔

یہ حروف التحضیض۔ (کسی کو کسی کام کرنے پر ابھارنا۔ یا آمادہ کرنا) العرض (نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا) میں سے ہے

ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۶ : ۴۳ ، یا لغات القرآن جلد پنجم۔
دیگر حروف التحضیض والعرض یہ ہیں۔ اَلَّا ۔ ھَلَّا ۔ لَوْمَا۔
یُکَلِّمُنَا۔ یُکَلِّمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کلام کرتا ہے تَکْلِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ کیوں ہم سے کلام نہیں کرتا۔
تَاْتِیْنَآ۔ مضارع واحد مونث غائب نَا ضمیر جمع متکلم اِتْیَانٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ ہمارے پاس آئے۔ وہ ہمارے پاس آتی ہے۔ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَۃٌ ای وَلَوْلَا تاتینا اٰیۃٌ۔ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔
تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ مضارع واحد مونث غائب۔ وہ ایک جیسی ہو گئی۔ یہاں فعل قُلُوْبُھُمْ کے لئے آیا ہے بمعنی ان کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ لیعنی عناد اور نابینائی میں پہلے اور پچھلے لوگوں کے دل برابر ہیں۔ تَشَابَھَتْ کا فاعل قُلُوْبُھُمْ ہے۔
قَدْ بَیَّنَّا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے بَیَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے واضح طور پر بیان کرنا۔ بے شک ہم واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔
یُّوْقِنُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْقَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔
بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (بشارت دینے والا۔ اور ڈرانے والا) دونوں حال ہیں اَرْسَلْنٰکَ کے کاف سے۔
اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جَحِیْمٌ دہکتی ہوئی آگ۔ جَحْمٌ آگ کے سخت بھڑکنے کو کہتے ہیں (باب سَمِعَ) سے آتا ہے جَحِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ سخت بھڑکنے والی آگ، دوزخ
۲ : ۱۲۰ ۔ لَنْ تَرْضٰی ۔ مضارع منفی تاکید بلَنْ۔ واحد مؤنث غائب۔ یہاں اَلْیَھُوْدُ (اسم جمع "یہودیوں کی جماعت" کے لئے آیا ہے۔ یہود ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔
وَلَا النَّصٰرٰی۔ اور نہ ہی نصاریٰ راضی ہوں گے۔
مِلَّتَھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کا دین۔ ان کا مذہب۔
ھُدَی اللّٰہِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی ہدایت۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی ہدایت۔
اَلْھُدٰی ۔ اسم معرف باللام۔ اصل ہدایت۔ یعنی اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اسلام ہے۔ تو گویا اسلام ہی حق ہے (جس طرف یہ کفار بلاتے ہیں وہ حق نہیں ہے)
لَئِنْ۔ لَامْ اور اِنْ سے مرکب ہے لام تاکید کا ہے اور اِنْ شرطیہ۔
اِتَّبَعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تو نے پیروی کی۔ تو نے اتباع کیا۔
اَھْوَآءَھُمْ۔ اَھْوَاء جمع ہے ھَوٰی کی۔ خواہشیں۔ ھَوٰی خواہش نفسانی کو کہتے ہیں۔ اَھْوَاءَ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کی خواہشات۔

لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَاءَ ھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ سارا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ۔ جواب شرط ہے۔

اَلْعِلْمِ۔ سے مراد یا تو وحی ہے یا دین ہے جس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا۔

ترجمہ ہوگا۔ اگر آپ چلے ان کی خواہشوں پر بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم تو آپ کے لئے نہ کوئی حمایتی ہے کہ اللہ سے بچالے اور نہ کوئی مددگار۔

۲: ۱۲۱۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ:

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یَتْلُوْنَہٗ۔ تِلَاوَتِہٖ۔ بِہٖ۔ بِہٖ میں علماء نے ہ کے مرجع کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ آیت کے اصل مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے یہاں اَلْکِتٰبَ سے مراد توراۃ و انجیل لیا ہے اور اس کو ہ کا مرجع اختیار کیا ہے (صاحب تفہیم القرآن کی مطابقت میں) اور بعض نے الکتاب سے مراد اَلْقُرْاٰن لیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ موصول اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ صلہ۔ حَقَّ۔ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔

اُولٰٓئِکَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی اور جسے وہ پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے اور دوسرے اُولٰٓئِکَ کا مشار الیہ مَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ ہے جو اس کتاب سے کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تفہیم القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

یعنی اہل کتاب میں سے جو سچے دل سے توراۃ و انجیل کو پڑھتے ہیں ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایمان لانے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔

اَلْخٰسِرُوْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر۔ نقصان اٹھانے والے۔ خسارہ پانے والے۔

۲: ۱۲۳۔ اِتَّقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے و ق ی مادہ۔ تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو۔ یَوْمًا۔ موصوف ہے اور باقی سارا جملہ یُنْصَرُوْنَ تک اس کی صفت۔ موصوف صفت مل کر مفعول ہے اپنے فعل اِتَّقُوْا کا۔ اسی لئے منصوب ہے۔

لَا تَجْزِیْ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بدلہ نہیں ہوگی۔ وہ کام نہ آئے گی۔ شَیْئًا۔ کچھ بھی۔ کوئی جان دوسری جان کے کسی کام نہ آسکے گی۔

عَدْلٌ۔ عوض۔ معاوضہ، فدیہ۔ عدل۔ انصاف، برابر (اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول ہوگا۔)

۲ : ۱۲۴ - اِذْ - ظرف زمان ہے اس سے قبل فعل اُذْكُرُوْا یا اُذْكُرْ محذوف ہے - تم یاد کرو جب - یا تو یاد کر جب -

اِبْتَلٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب - اس نے آزمایا - اس نے امتحان لیا - اِبْتِلَاءٌ (افتعالٌ) مصدر سے ابتلاء کے دو مقصد ہوتے ہیں - ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت اور صلاحیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے - دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا تو ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اس کی حالت کا پیش کرنا منظور ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے - قرآن مجید میں ابتلاء کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو دوسرے معنیٰ مراد ہوتے ہیں -

اِبْتِلَاءٌ کے اصل معنیٰ کسی امر شاق کی تکلیف دینے کے ہیں - یہ بَلَاءٌ (ب ل و، ب ل ی حروف مادہ) سے مشتق ہے - تکلیف دینا آزمائش کو مستلزم ہے -

اِبْرٰهٖمَ مفعول - رَبُّهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل -

بِكَلِمٰتٍ - باء حرف جار - كَلِمٰتٍ مجرور - كَلِمَةٌ واحد - كَلِمَةٌ کا صحیح ترجمہ بات ہے - بات قول کو بھی کہتے ہیں - جیسے میری بات سنو - اور فعل کو بھی - قرآن مجید میں متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً دعائیہ کلمات جیسے فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ - (۲ : ۳۷) پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے - اور وہ کلمات وہ دعائیہ کلمات ہیں جو رَبَّنَا ظَلَمْنَا وغیرہ ہیں - یا باتیں جیسے آیت ہذا - جب پروردگار نے چند باتوں میں حضرت ابراہیم کی آزمائش کی - حضرت عیسیٰ کا مراد ہونا - جیسے اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (۳ : ۳۹) بے شک خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض یعنی عیسیٰ کی تصدیق کریں گے - بعض نے کلمہ سے مراد کلمہ توحید - قرآن مجید لیا ہے - وغیرہ وغیرہ -

فَاَتَمَّهُنَّ - فاء عاطفہ ہے اَتَمَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے - اِتْمَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اس نے پورا کر دیا هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب كَلِمٰتٍ کے لئے ہے - ان کو -

فائدہ - وہ کلمات (باتیں) کیا تھے؟ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا - اس میں مختلف اقوال ہیں - چند ایک باتیں یہ ہیں - ستارے - چاند - سورج کو بغور دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچنا کہ پروردگار ہمیشہ رہنے والا ہے ان چیزوں کی طرح زوال پذیر نہیں - آتش نمرود میں صبر کرنا - عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان میں اپنی زوجہ اور ننھے سے بچے کو حکم الٰہی کی بجا آوری میں - چھوڑ آنا - خداوند تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے میں تامل نہ کرنا - وغیرہ وغیرہ - صاحب تفسیر مظہری ہیں کہ کلمات سے مراد تمام اوامر و نواہی ہیں -

قَالَ - ای قَالَ اللّٰهُ -

جَاعِلُكَ - مضاف مضاف الیہ - تجھ کو بنانے والا - تجھ کو کرنے والا -

اِمَامًا۔ پیشوا۔مقتدار۔ رہنما۔ بروزن فِعَالٌ اسم ہے بمعنی مَنْ یُؤْتَمُّ بِهٖ کے۔ جس کی پیروی کی جائے
اِئْتِمَامٌ۔ اِفْتِعَالٌ۔ مصدر سے۔ اَمَّ یَئُمُّ (باب نصر) اَمٌّ۔ مصدر۔ بمعنی قصد کرنا۔
اَلْاِمَامُ۔ وہ ہے جس کی اقتدار کی جائے خواہ وہ انسان ہو۔ یا اس کے قول وفعل کی اقتدار کیجائے۔ یا کتاب وغیرہ ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جاتے حق پر ہو یا باطل پر۔ مذکر و مؤنث دونوں پر آتا ہے۔ اِمَامٌ کی جمع اَئِمَّۃٌ ہے جیسے کِنَانٌ کی جمع اَکِنَّۃٌ (پردے۔ غلاف) ہے۔
قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۳۶: ۱۲) ہر چیز کو ہم نے روشن کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ کی طرف اشارہ ہے۔
قَالَ۔ ای قَالَ اِبْرٰهِيْمُ۔
وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ واؤ عاطفہ مِنْ تبعیضیہ ذُرِّيَّتِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جملہ کا عطف جَاعِلُكَ کے کاف پر ہے۔ ای وَجَاعِلُ بَعْضَ ذُرِّيَّتِيْ اور کیا میری اولاد میں سے بھی بعض کو امام بنانے والا ہے۔
ذُرِّيَّةً۔ ذَرٌّ سے ہے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّة ہے۔ مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰهُ۔
لَا يَنَالُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَيْلٌ باب سَمِعَ۔ مصدر۔ نہیں پائے گا۔ نہیں پہنچے گا۔
عَهْدِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا عہد۔ میرا وعدہ۔
(۲: ۱۲۵)۔ وَاِذْ۔ ای وَاذْكُرْ اِذْ۔ یاد کرو جب (ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴)
اَلْبَيْتَ۔ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اگرچہ بیت عام ہے جیسے اَلنَّجْمُ کا اطلاق ثریا پر اکثر آتا ہے
مَثَابَةً۔ یہ جَعَلْنَا کا مفعول ثانی ہے مَثَابَةً۔ ظرف مکان ہے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ۔ اس کا مادہ ثَوْبٌ ہے جس کا معنیٰ اصلی حالت کی طرف لوٹنا۔ یا کسی کام کی اصلی غرض کی طرف لوٹنا ہے جو غرض پہلے سوچ لی گئی ہو۔ آغاز عمل انجام فکر ہوتا ہے اور آخر عمل اول فکر۔ یعنی آدمی پہلے سوچتا ہے۔ جب سوچ چکتا ہے تو کام شروع کرتا ہے۔ کام ختم ہو جاتا ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آجاتا ہے اور عمل نتیجہ سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ پس اسی سوچی ہوئی غرض کے ظہور فعلی کی طرف لوٹنے کو ثَوْبٌ کہتے ہیں اور نتیجہ کو ثواب یا مثوبة کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی تعمیر اور حکم تعمیر سے پہلے مقرر کر لیا گیا تھا کہ لوگ اس کو مرکز عبادت بنائیں اس کی طرف رُخ کریں وہاں جمع ہوں اس لئے کعبہ مَثَابَةً اور جائے رجوع ہو گیا۔ اسی طرح سوت کاتنے کی اصل غرض کپڑا بنانا اور کپڑا حاصل کرنا ہوتی ہے اس لئے کپڑے کو ثَوْبٌ کہتے ہیں اسی طرح نتیجہ عمل کو ثواب (جزا و سزا) کہتے ہیں

اٰمْنًا۔ بمعنیٰ باعث یا جائے امن۔ بےخوفی، دلجمعی۔ اس کا عطف مَثَابَةً پر ہے مصدر ہے۔ مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے
اِتَّخِذُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ اِفْتِعَالٌ، مصدر۔ تم اختیار کرو۔ بنالو۔ اس سے پہلے قُلْنَا مقدرہ ہے
ہم نے کہا۔ ہم نے حکم دیا (یہاں مخاطبین الناس ہیں)

مُصَلًّى۔ ظرفِ مکان۔ تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ صلوٰۃ کی جگہ۔ نماز پڑھنے کی جگہ۔ ترجمہ ہوگا اور ہم نے کہا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو۔ (یعنی طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا)

مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ تعمیر کرتے رہے۔ مقام ابراہیم اگرچہ حدود کعبہ میں ایک مختص مقام کا نام ہے لیکن یہاں مراد کعبہ کی ساری حدود ہیں۔

عَهِدْنَا اِلٰى۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ عَهِدَ (باب سَمِعَ) اِلیٰ کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کے ساتھ معاہدہ کرنا۔ کوئی شرط عائد کرنا۔ کسی چیز کا کرنا۔ لازم قرار دینا۔ کسی کام کو کسی کے ذمہ لگانا ہے۔

یہاں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام کے ذمہ لگایا۔

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ۔ اَنْ مصدریہ طَهِّرَا امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ تَطْهِيْرٌ تَفْعِيْلٌ مصدر سے۔ تم دونوں پاک رکھو یعنی معاصی اور ناجائز افعال کے ارتکاب سے میرے گھر کو پاک رکھو۔

بَيْتِيَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول طَهِّرَا کا۔ اور مراد اس سے خانہ کعبہ ہے

لِلطَّآئِفِيْنَ۔ لام حرف جار۔ الطَّآئِفِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ الطَّآئِفُ واحد طَوْفٌ مصدر (باب نَصَرَ) کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ چکر کاٹنے والے۔ پھیرے لینے والے۔ طواف کرنے والے۔ مجازاً وسوسہ اور خطرہ کو بھی طائف کہتے ہیں یہ مجرور ہے اپنے جار کا۔ طواف کرنے والوں کے لئے۔

وَالْعَاكِفِيْنَ واؤ عاطفہ۔ اَلْعَاكِفِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاكِفٌ واحد۔ عَكُوْفٌ (باب ضَرَبَ) مصدر ہے جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا۔ اور اس سے وابستہ رہنا۔ عَاكِفٌ مجاور۔ الگ بیٹھنے والا۔ جم کر بیٹھنے والا اعتکاف کرنے والا۔ اعتکاف شرع میں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنے کو کہتے ہیں۔ اور معتکف وہ شخص ہے جو عبادت کی نیت سے مسجد ہی میں رہے اور باہر نہ نکلے۔ سوائے ضرورت شرعی کے قرآن مجید میں ہے وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ۔ (۲:۸۱) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔ یا اور جگہ آیا ہے يَعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ۔ (۷ : ۱۳۸) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ہیں یا محض روکے رکھنے کے لئے ہے وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا۔ (۴۸ : ۲۸) اور قربانی کے جانور کہ روک دیئے گئے ہیں۔ اس کا عطف الطَّآئِفِيْنَ پر ہے۔

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ واؤ عاطفہ۔ الرُّكَّعِ اسم فاعل جمع مذکر رَاكِعٌ واحد رکوعٌ (باب فتح) مصدر جھکنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ رکوع کے اصل معنی انحناء یعنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص

تشکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے۔

السُّجُوْدِ جمع ہے سَاجِدٌ کی سجدہ کرنے والے یہ سَجَدَ یَسْجُدُ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے جس کا مطلب ۔ سجدہ کرنا۔ سرزمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا ہے۔ کبھی سجود کی تعبیر نماز سے بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔(۵۰: ۴۰) اور نماز کے پیچھے۔

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ ان کا عطف بھی الطَّآئِفِيْنَ پر ہے۔

اَنْ طَهِّرَا ۔ الخ میں اَنْ مفسرہ بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ عہد بمعنی قول ہے اور یہ عَهِدْنَا کی تفسیر ہے

۲: ۱۲۶- وَاِذْ ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴- اور یاد کرو جب۔

رَبِّ ۔ اصل میں يَارَبِّيْ تھا۔ یا حرف ندا محذوف ہے ۔ اور ی ضمیر متکلم کو تخفیفاً گرادیا گیا۔ اے میرے رب

اِجْعَلْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فَتَحَ) مصدر۔ تو کردے۔ تو بنادے۔ ای صَيِّرْ تو بنادے

هٰذَا ۔ یعنی کعبہ اور اس کے اردگرد کی وادی۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

رَبَّنَا اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (۱۴: ۳۷)

اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد وادی (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس لابسائی ہے۔ یہ مفعول اول ہے اِجْعَلْ کا۔

بَلَدًا اٰمِنًا ۔ بَلَدًا (شہر) مفعول ثانی ۔ موصوف ۔ اٰمِنًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اَمْنٌ سے امن والا پُرامن۔ صفت ۔ یہ سارا جملہ رَبِّ اجْعَلْ ..... الخ معطوف علیہ۔ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یہ جملہ معطوف ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

اَهْلَهٗ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اُرْزُقْ کا۔ ہٗ ضمیر کا مرجع بَلَدًا ہے۔ مِنَ الثَّمَرَاتِ متعلق فعل ہے اور مَنْ اٰمَنَ ...... اَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ بدل بعض ہے اَهْلَهٗ

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ میں مَنْ موصولہ ہے اور باقی جملہ اس کا صلہ

ترجمہ :۔ اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اس کو میووں کی روزی عطا کر۔

قَالَ ۔ ای قَالَ اللّٰهُ۔

مَنْ كَفَرَ ۔ مَنْ موصولہ اور كَفَرَ فعل اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اپنے موصول کا۔ اور یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور جو کفر کرے گا۔

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُمَتِّعُ مضارع واحد متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ كَفَرَ کی طرف راجع ہے ۔ میں اس کو بھی کچھ نفع پہنچاؤں گا۔ کچھ متاعِ زندگی دوں گا۔

یہ تَمْتِیْعٌ (تفعیلٌ) مصدر سے ہے بمعنی تھوڑا بہت مال واسباب زندگی کے لئے دینا۔
جملہ جواب شرط ہے قَلِیْلاً صفت ہے جس کا موصوف زَمَانًا محذوف ہے۔ ای زمانا قلیلاً۔
تھوڑے عرصہ کے لئے۔ چند دنوں کے لئے۔
اَضْطَرُّہٗ۔ اَضْطَرُّ مضارع واحد متکلم۔ اِضْطِرَارٌ (افْتِعَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی کو ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ وہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو جیسے آیت ہذا میں (پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے مجبور کردوں گا۔ یعنی مجبوراً دھکیل دونگا)
(۲) دوسرے یہ کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) کسی ایسے جذبہ کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو۔ مثلاً شراب نوشی یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہوکر ان کا ارتکاب کرے۔
(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت ارتکاب کرے جس کے نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (۲: ۱۷۳)۔ تحقیق اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ ہاں جو ناچار ہوجائے (بشرطیکہ) خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے اس پر کچھ گناہ نہیں۔
لفظ ضرورت بھی اسی مادہ ض ر ر سے مشتق ہے۔
بِئْسَ۔ برا ہے فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ (باب سَمِعَ) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کردیا گیا بِئْسَ ہوگیا
الْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان صَيْرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرارگاہ۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ ای وَبِئْسَ الْمَكَانُ الَّذِيْ يَصِيْرُ اِلَيْهِ الْكَافِرُ۔ برا ہے وہ مکان (ٹھکانا) جس کی طرف کافر لوٹے گا۔ مراد عذاب دوزخ ہے۔
۲: ۱۲۷۔ يَرْفَعُ۔ مضارع (بمعنی حکایت حالِ ماضی یعنی وہ فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) صیغہ واحد مذکر غائب۔ رَفْعٌ۔ باب فتح۔ مصدر سے وہ اٹھا رہا تھا۔ وہ بلند کر رہا تھا۔
اَلْقَوَاعِدُ۔ جمع اس کی واحد دو طرح سے ہے۔
(۱) اَلْقَاعِدَۃُ۔ جس کے معنی بنیاد ہے۔ دیوار کا وہ حصہ جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ اَلْقَوَاعِدُ بنیادیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مستعمل ہے۔

اَلْقَاعِدُ۔ وہ عمر رسیدہ عورت جو حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہو۔ یہاں تاء تانیث لانے کی ضرورت نہیں جو صفات عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تاء تانیث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا جو تاء تانیث ذکر کرکے رفع اشتباہ کیا جائے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا (۲۴ : ۶۰) اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی۔

وَاِسْمٰعِیْلُ۔ واؤ عاطفہ ہے اور اسمٰعیل معطوف ہے۔ اس کا عطف اِبْرٰاھِیْمُ پر ہے

اَلْبَیْتِ۔ سے مراد کعبہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔

رَبَّنَا..... الخ سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ قَآئِلِیْنَ (یہ کہتے ہوئے) رَبَّنَا..... الخ یہ جملہ ابراہیم و اسمٰعیل سے حال ہے۔

ترجمہ:۔ جب (حضرت) ابراہیم و اسمٰعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ دونوں دعا کئے جاتے تھے (یا کہہ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تَقَبَّلْ مِنَّا کے بعد طَاعَتَنَا اِیَّاکَ محذوف ہے۔

تَقَبَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو قبول کر۔ تَقَبُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ یہ علت ہے قبول کر لینے کی۔ استدعا کے لئے (کیونکہ) بے شک تو ہی سمیع علیم ہے

۲ : ۱۲۸۔ رَبَّنَا...... اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ یہ دعا ہے جو کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے شروع ہوئی تھی۔

مُسْلِمَیْنِ۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر مُسْلِمٌ واحد۔ دو فرمانبردار مسلمان۔

مُسْلِمَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث مُسْلِمَاتٌ جمع۔ فرمانبردار مسلمان۔

اور ہماری اولاد (یا نسل) میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار بناتے رہیو۔

اَرِنَا۔ اَرِ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر سے ر ء ی مادہ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمیں دکھا۔

مَنَاسِکَنَا۔ اسم ظرف مَنْسِکٌ کی جمع مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَرِ کا۔ ہمارے حج اور عبادت کے طریقے۔

نَسُکٌ عبادت۔ پرستش۔ نُسُکٌ قربانی نَاسِکٌ عابد۔ دین کے راہ پر چلنے والا۔ مَنْسِکٌ قربانی کی جگہ۔ دین کا راستہ۔ عبادت کا طریقہ۔ حج کا طریقہ۔

تُبْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَوْبَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ تو معاف کر۔ تو توبہ قبول کر۔

تَابَ یَتُوْبُ۔ اگر اِلٰی کے صلہ کے ساتھ آئے تو بمعنی بندے کا توبہ کرنا۔ معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے اور جب عَلٰی کے ساتھ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنے اور رحم کے ساتھ متوجہ ہونے کے

معنی ہر تے ہیں۔ تُبْ عَلَيْنَا ۔ ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔
التَّوَّابُ ۔ بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّابٌ کہا جاتا ہے ۔ جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے ۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے ۔ مسلسل ۔ بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے کے ہیں ۔

۲ : ۱۲۹ ۔ اِبْعَثْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بھیجنا ۔ تو بھیج ۔ اسی باب سے بمعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا ۔ یا کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا بھی آتا ہے ۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (۲ : ۵۶) پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سرِ نو زندہ کیا ۔ یہاں اس آیت میں بمعنی بھیج آیا ہے ۔

فِيْهِمْ اور مِنْهُمْ میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع یا اُمَّةً مُّسْلِمَةً ہے یا اَلذُّرِّيَّة ہے ۔ الذریۃ زیادہ مناسب ہے ۔

رَسُوْلًا ۔ مفعول ہے فعل اِبْعَثْ کا ۔ اور يَتْلُوْا ۔ يُعَلِّمُهُمْ ۔ يُزَكِّيْهِمْ یہ سب رَسُوْلًا کی صفت واقع ہوتے ہیں ۔

يَتْلُوْا ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ تِلَاوَةٌ (باب نَصَرَ) مصدر ۔ جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے ۔
وَيُعَلِّمُهُمْ اور ان کو (کتاب اور دانائی) سکھایا کرے ۔
وَيُزَكِّيْهِمْ ۔ يُزَكِّيْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ تَزْكِيَةٌ (تفعیل)
اور (ان کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے ۔

۲ : ۱۳۰ ۔ مَنْ استفہامیہ انکاریہ ہے ۔
يَرْغَبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ عَنْ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روگردانی کرنا ۔ منہ پھیرنا ۔ اور اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی عاجزی وانکساری سے مانگنا ۔ التجا کرنا ۔
رَغْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر ۔ اول الذکر کی مثال ۔ آیۃ ہذا ۔ کون روگردانی کر سکتا ہے ۔ یعنی کوئی روگردانی نہیں کر سکتا ۔ مؤخر الذکر کی مثال ۔ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (۹۴ - ۸) اور اپنے رب کی طرف عاجزی سے متوجہ ہو جایا کرو ۔
اِلَّا ۔ حرف استثناء مگر ۔
مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۔ مَنْ موصولہ ۔ سَفِهَ ۔ فعل ماضی ۔ واحد مذکر غائب سَفْهٌ (باب سَمِعَ) اس نے بیوقوفی پر آمادہ کیا ۔ نَفْسَهٗ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول سَفِهَ کا ۔ مَنْ سَفِهَ

نَفْسَہٗ جس نے اپنے نفس کو نادانی یا بے وقوفی پر آمادہ کیا۔ یا اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اپنے آپ کو احمق بنایا۔

لَقَدْ۔ لام تاکید اور قَدْ تحقیق کے لئے ہے جب ماضی پر داخل ہو۔

اِصْطَفَیْنٰہُ۔ اِصْطَفَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی صاف اور خالص چیز لے لینا۔ جیسے اِخْتِیَارٌ۔ کے معنی بہتر چیز لے لینا۔ اور اِجْتِبَاءٌ کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینا۔ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اِبْرٰھِیْمَ ہے۔ ہم نے اس کو منتخب کر لیا۔

۲: ۱۳۱-۲ اَسْلِمْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْلَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تو حکم برداری کر۔ شریعت میں اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جاتے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار خواہ دل سے اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (۴۹: ۱۴) کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ (۲) دوسرے وہ کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے۔ اور قضاء و قدرِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے۔ آیت ہذا (۲: ۱۳۱) میں یہی اسلام مراد ہے۔

۲: ۱۳۲) وَوَصّٰی بِھَا۔ وَصّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ تَوْصِیَۃً (تفعیل) مصدر سے۔ باء تعدیہ کے لئے ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع یا ملۃ (۲: ۱۳۰) ہے یا حضرت ابراہیم کا وہ فعل ہے جو انہوں نے خدا کے حکم اَسْلِمْ کے جواب میں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر تعمیل حکم ربانی کی۔ اور اسی دین (ملت) کی اس نے وصیت کی۔ کسی واقعہ کے پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کو وصیت کہتے ہیں۔

بَنِیْہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول وَصّٰی بِھَا کا۔ بَنِیْ اصل میں بَنِیْنَ تھا۔ (بحالت نصب) (بَنُوْنَ جمع اِبْنٌ کی) تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اپنے بیٹوں کو۔

وَیَعْقُوْبُ۔ واؤ عاطفہ۔ یَعْقُوْبُ معطوف ہے اِبْرٰھِیْمَ پر۔ اور یعقوب نے بھی۔

یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی تھی۔

یٰبَنِیَّ۔ یَا حرف ندا۔ بَنِیَّ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ بَنِیَّ اصل میں بَنِیْنَ تھا۔ (بَنُوْنَ کی حالت نصب۔ کیونکہ یہ مضاف ہے اور اگر منادیٰ مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے) یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اور اب دو یاء جمع ہوئیں۔ یاء کو یاء میں

مدغم کیا۔ بَنِیَّ ہو گیا۔ اے میرے بیٹو۔
اِصْطَفٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے چن لیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔
(۲: ۱۳۰) اِصْطَفَیْنٰہُ کے محاذ۔
الدِّیْنَ سے مراد دین اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔
لَا تَمُوْتُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تاکید بانون ثقیلہ۔ تم نہ مرو موت سے
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے فَلَا تَمُوْتُنَّ سے۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو
۲: ۱۳۳۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ یہاں اضراب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس معنی کے ساتھ
ساتھ استفہام انکاری کے معنی کو بھی شامل ہے۔ مطلب یہ کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو:۔
ما مات بنی الا علی الیہود یۃ وغیرہ۔ بلکہ حقیقت تو وہ ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے اور
تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آ پہنچی۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۸: ۹)
شُھَدَاءَ۔ شَھِیْدٌ کی جمع ہے۔ شہید شرع میں وہ شخص ہے۔ جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو
شَھِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ یعنی۔ شَاھِدٌ۔ مشاہدہ کرنے والا۔ گواہ۔ وہ شخص جو جائے
وقوعہ پر موجود ہو اور مشاہدہ کرنے والا ہو۔ شُھَدَاءُ۔ اس کی جمع۔ موقعہ پر موجود لوگ۔ موقعہ مشاہدہ
کرنے والے لوگ۔ گواہ (جمع) اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ۔ کیا تم موجود تھے۔ (استفہام انکاری ہے) یعنی
تم اس وقت موجود نہ تھے۔
اِذْ حَضَرَ۔ میں اِذْ ظرف زمان ہے۔ جب حاضر آ ہوئی۔ جب قریب آ گئی۔
اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ جس وقت (اس نے) کہا۔ یا جس وقت اس نے پوچھا۔
مَا تَعْبُدُوْنَ مَا بمعنی مَنْ استفہامیہ ہے۔ تم کس کی عبادت کرو گے؟
اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ بدل ہے اٰبَآءِ سے یعنی آپ کے بزرگ اجداد ابراہیم و اسماعیل
و اسحٰق (علیہم السلام)
اِلٰھًا وَّاحِدًا۔ موصوف و صفت مل کر بدل ہے۔ اِلٰھَکَ اور اِلٰہَ اٰبَآئِکَ میں اِلٰہَ کا۔
وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ یہ جملہ حال ہے فاعل نَعْبُدُ سے۔
یا یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ سابقہ نَعْبُدُ اِلٰھَکَ .... الخ پر ہے۔
۲: ۱۳۴۔ تِلْکَ اُمَّۃٌ۔ اسم اشارہ لبعید واحد مؤنث۔ اس کا اشارہ حضرت ابراہیم اور ان کی
اولاد کی طرف ہے۔ اُمَّۃٌ۔ جماعت۔ اُمت۔ ہر وہ جماعت جس میں کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو

اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت پر ہو یا جغرافیائی یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔
اَمَّ یَؤُمُّ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے قصد کرنا۔ اُمَّۃٌ بمعنی مقصود ہوا۔ جماعت کو امت اس لئے کہنے لگے۔ کہ جس طرف جماعت ہوتی ہے لوگ اسی کا قصد کرتے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴۔ لفظ اِمَامًا کے محاذ۔
کَسَبَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے کمایا۔ اچھا یا بُرا کوئی کام کیا۔
لَھَا۔ لَکُمْ۔ میں لام منفعت کے لئے ہے یعنی اس اچھے یا بُرے کام کی جزا و سزا اس کے کرنے والے کے لئے ہے۔
لَا تُسْئَلُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر، تم سوال نہیں کئے جاؤ گے۔ تم سے سوال نہیں ہو گا۔ تم سے پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔
عَمَّا۔ مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔
کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا موصولہ کا۔
۲: ۱۳۵۔ قَالُوْا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب۔ اہل کتاب کے لئے ہے۔ یہودی۔ نصاریٰ۔
کُوْنُوْا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، کَوْنٌ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ مصدر تم ہو جاؤ۔
تَھْتَدُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تو ہدایت پاؤ گے۔ راہ راست پر آجاؤ گے۔
قُلْ۔ ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ دیجئے۔
بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا ط
بَلْ۔ بلکہ۔ مِلَّۃَ۔ دین۔ مذہب۔ مضاف۔ اِبْرَاھِیْمَ مضاف الیہ۔ حَنِیْفًا۔ حال۔ مضاف الیہ۔ اِبْرَاھِیْمَ کا۔ حَنِیْفٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہِ حق پکڑے اور باقی سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔ المفردات میں ہے۔ اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس کے مقابل جَنَفٌ ہے جس کے معنی استقامت سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جملہ کی تقدیر یوں ہے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا ط یہ نہیں جیسا تم کہتے ہو، بلکہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں دین ابراہیم جو تمام باطل راہیں چھوڑ کر ایک راہِ حق پر جمے ہوئے تھے۔
بَلْ۔ بَلْ کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) اگر اس کے بعد کوئی مفرد کلمہ آئے تو اس واسطے یہ بطور حرف عطف استعمال ہو گا۔ قرآن مجید میں

یہ اس طرح استعمال نہیں ہوا۔

(۲) جب اس کے بعد کوئی جملہ آئے تو یہ حرف اضراب ہے (لفظی معنی روگردانی کرنا) اس صورت میں یہ ماقبل سے اعراض کے لئے آتا ہے اور تدارک یعنی اصلاح کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تدارک کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ مابعد ماقبل کا مناقض (متضاد) ہو۔ لیکن اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مابعد کے حکم کی تصحیح سے ماقبل کا ابطال مقصود ہوتا ہے جیسے اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۸۳-۱۳-۱۴) جب ہماری آیات اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے جو برائیاں کمائی ہیں اس سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن مجید اگلوں کی کہانیاں نہیں ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان کے دل زنگ آلود ہیں۔ یہاں ان کے دلوں کی زنگ آلودگی کی تصحیح سے ان کے اس قول کا ابطال ہوا کہ قرآن مجید اگلوں کی کہانیاں ہے۔

(۲) اور کبھی مابعد کا ابطال اور ماقبل کی تصحیح مقصود ہوتی ہے۔ جیسے کہ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ؕ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ (۸۹-۱۵-۱۷) پس آدمی (کا حال یہ ہے) کہ جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب اس کو وہ (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔ (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے .... تا آیت ۲۰۔ مطلب یہ ہے کہ رزق کی فراخی یا تنگی دربار الٰہی میں اکرام یا اہانت کی دلیل نہیں بلکہ یہ پروردگار کی طرف سے آزمائش ہے مگر یہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور مال کو بیجا خرچ کر رہے ہیں۔

پس یہ مال کا بے جا صرف۔ یتیم و مسکین کی حق تلفی اور مال وجاہ کی بے جا حرص۔ یہ اسباب ذلت و اہانت ہیں۔ روزی کی تنگی یا کشائش بذاتہٖ اہانت و ذلت و عزت نہیں۔

یہاں دوسرے امر کا ابطال منظور ہے۔ اور اول کی تصحیح یعنی آزمائش کا اثبات کیا جا رہا ہے۔ اور روزی کی تنگی یا کشائش کی بنا پر عزت و اہانت کا ابطال ہو رہا ہے۔

(ب) دوسرے یہ کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے مثلاً اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔ (۷-۱۷۹) وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

یا۔ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ (۲۱: ۵) بلکہ انہوں نے کہا کہ (یہ

قرآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ (نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے۔ (اور یہ قرآن اس کے شاعرانہ خیالات کا نتیجہ ہے)

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں۔ پھر مزید اسے افتراء بتلاتے ہیں۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے انہی دونوں (ا۔ ب) معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے

۲:۱۳۶- اس آیت میں جہاں بھی مَا آیا ہے وہ موصولہ ہے۔

قُوْلُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کہو۔ ای قولوا ایھا المؤمنون لھٰؤلاء الیھود والنصاریٰ ای مؤمنو۔ ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دو

وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف یعنی قرآن۔

الْاَسْبَاطِ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سِبْط کی جمع ہے جس کے معنی پوتے، نواسے دونوں کے آتے ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ جب اسباطِ یہود یا اسباطِ بنی اسرائیل کہا جائے۔ تو اس سے مراد قبیلہ ہوتا ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔

اُوْتِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیا گیا۔ اسے دیا گیا۔

بَیْنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جدائی۔ ملاپ۔ دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے۔ جیسے وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمَا زَرْعًا (۱۸-۳۲) اور ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی۔

بَیْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بَیْنَ الْبَلَدَیْنِ دو شہروں کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ دو آدمیوں کے درمیان اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں اور وہاں بَیْنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ مثلاً فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ مَوْعِدًا ط (۲۰:۵۸) پس ہمارے اور تیرے درمیان وعدہ ٹھہرا لے اور جب بَیْنَ کی اضافت اَیْدِیْ (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً لَاٰتِیَنَّھُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ (۷:۱۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔

بَیْنَ اَحَدٍ۔ اگرچہ بَیْنَ ہمیشہ غیر احد کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن چونکہ یہاں اَحَدٍ بمعنی فریق آیا ہے اس لئے بَیْنَ کی اضافت اَحَدٍ کی طرف درست ہے۔

نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ہ میں لَہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔

۲:۱۳۷- فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ- میں فَاِنْ شرطیہ ہے۔ اٰمَنُوْا فعل بافاعل بِمِثْلِ میں ب زائدہ اور تاکید کے لئے ہے۔ مِثْلِ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اور مَا مصدریہ ہے تقدیر

کلام یوں ہے۔ اِنْ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا مِثْلَ اِیْمَانِکُمْ اگروہ تمہارے ایمان کی طرح ایمان لے آویں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ مِثْلَ زائد ہو جیسا کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (۴۲-۱۱) اس جیسی کوئی شی نہیں۔ آیت میں کَ زائد ہے۔ جس سے مراد قرآن اور نبی ہے۔ اور بِہٖ کی ضمیر اس کی طرف راجع ہے۔ تقدیر یوں اِنْ اٰمَنُوْا بِمَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ یعنی جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اگر اس پر یہ لوگ بھی ایمان لائیں تو راہ پالیں گے!

یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَقَدِ اھْتَدَوْا جوابِ شرط۔ ترجمہ ہوگا: تو یہ بھی ہدایت یاب ہو جائیں۔
وَاِنْ تَوَلَّوْا۔ واؤ عاطفہ اِنْ شرطیہ۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ انہوں نے پشت پھیری۔ انہوں نے منہ موڑا۔ فعل با فاعل جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ جزائیہ ہے۔

= فَاِنَّمَا۔ میں ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ جملہ اسمیہ ہوکر جزاء اپنی شرط کی

= شِقَاقٍ۔ ضد۔ مخالفت۔ مقابلہ

الشَّقُّ شگاف کو کہتے ہیں شَقَقْتُ بِنِصْفَیْنِ۔ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا قرآن مجید میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰:۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشِّقَاقُ وَالْمُشَاقَّۃُ (باب مفاعلۃ) مخالفت کرنا عداوت رکھنا۔ فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ۔ تو (سمجھ لوکہ) وہ تمہارے مخالف ہیں۔

= فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ۔ ف عاطفہ ہے سَ مضارع پر داخل ہوکر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کردیتا ہے۔ سو یہ استقبال کے لئے ہے۔ یَکْفِیْ مضارع واحد مذکر غائب کِفَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ کافی ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول یَکْفِیْ کا ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی۔ اَللّٰہُ فاعل فعل یَکْفِیْ کا۔ تمہارے لئے ان سے اللہ کافی ہے یعنی تمہاری طرف سے اللہ اُن سے نمٹ لیگا۔ ان کے مقابلہ میں تمہاری پشت پناہی کرے گا۔

= السَّمِیْعُ۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اسماء حسنٰی میں سے ہے جب یہ حق تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شئے پر حاوی ہو۔

= اَلْعَلِیْمُ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔ خوب جاننے والا۔ قرآن مجید میں اس کا بیشتر استعمال خدا تعالیٰ کی صفت میں ہی ہوا ہے۔ کیونکہ اصل علم اُسی ہی کا ہے۔

= صِبْغَۃَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا رنگ۔ صِبْغَۃَ اسم مصدر ہے۔ رنگ کی ہیئت اور کیفیت کو صبغۃ کہتے ہیں۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) یہ اٰمَنَّا (آیت ۱۳۶ متذکرہ بالا) کا مفعول مطلق من غیر لفظہٖ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے اور صبغۃ اللہ سے اللہ کا دین مراد لیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے اللہ کے دین پر۔

(۲) یہ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ سے بدل ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے ملت ابراہیم سے مراد اللہ کا دین لیا ہے
(۳) اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ مثلاً تقدیر کلام ہے (أ) عَلَيْكُمْ صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ کے رنگ کو
اپنے اوپر لازم پکڑو۔
(۳) صَبَغْنَا اللّٰهُ صِبْغَتَهٗ۔ اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ مصدر کو تاکید کے لئے بطور مفعول مطلق
لایا گیا ہے۔
(۴) بعض نے کہا ہے کہ صبغۃ اللہ سے ختنہ مراد ہے۔ کیونکہ اس سے مختون خون آلود ہو جاتا ہے۔
(۵) تفہیم القرآن میں ہے کہ مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں
داخل ہوتا تو اسے غسل دیتے تھے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دُھل گئے اور
اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا، یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصطلاحی نام ان
کے ہاں اصطباغ (بپتسمہ) ہے ...... اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے
اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔
وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ط اور اللہ کے رنگ سے کسی کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؟ مَنْ استفہامیہ
ہے اَحْسَنُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ ضمیر اس میں هُوَ راجع طرف مَنْ کے ہے جو ممیز ہے اور
صِبْغَةً تمیز۔ (اور بدیں وجہ یہ منصوب ہے)
وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے۔ لَهٗ میں ضمیر ہ اللہ کی طرف راجع ہے عٰبِدُوْنَ۔ اسم فاعل
جمع مذکر۔ عبادت کرنے والے۔ بندگی کرنے والے۔
(۲: ۱۳۹) اَتُحَآجُّوْنَنَا۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ تُحَآجُّوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
مُحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی دوسرے سے حجت کرنے کے۔ یا جھگڑنے کے ہیں نَا ضمیر
جمع متکلم۔ کیا تم ہم سے (اللہ) کے دین کی بابت جھگڑتے ہو۔
فِی اللّٰهِ۔ ای فی دِیْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے دین کی بابت۔ اس کے متعلق یا اس کے بارہ میں
مُخْلِصُوْنَ۔ اِخْلَاصٌ (اِفْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اخلاص کے معنی ہیں کسی
چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک کر دینا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے پاک و صاف اور
خالی ہونا ہے۔ یعنی ہم خدا کی اطاعت یا بندگی خالص کرنے والے ہیں۔ ہماری عبادت محض خدا تعالیٰ کی
رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہیں ہے۔
قُلْ۔ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہے۔ اور باقی آیت لغایت وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اس کا مقولہ ہے
اللّٰهِ۔ ذوالحال ہے۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ حال اوّل۔ اور وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ حال ثانی

اور نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ۔ حال ثالث ہے ذوالحال کا۔ یا یہ تینوں جملے تُحَآجُّوْنَنَا کے نَا سے حال ہیں یعنی تمہارا اللہ (یا اللہ کے دین کی بابت) محاجہ (بحث جھگڑا) بے بنیاد ہے اور ناقابل قبول۔ دین کی بابت ہم تم سے زیادہ مخلص اور فرمانبردار ہیں۔

۲: ۱۴۰۔ اَمْ۔ معادلۃ للهمزۃ ہے (یعنی ہمزہ استفہام انکاری جو اوپر اَتُحَآجُّوْنَنَا میں آیا ہے اسی معنی میں یہ آیا ہے) (ای وقل یا محمد) اَمْ تَقُوْلُوْنَ ..... کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے؟

تمہارا یہ کہنا بھی بے بنیاد اور ناقابل تسلیم اور افتراء ہے کیونکہ یہودیت اور نصرانیت تو ان حضرات علیہم السلام کے بعد کی بات ہے انما حدثت الیھودیۃ والنصرانیۃ بعدھم و ثبت کذبکم یا معشر الیھود والنصٰرٰی علٰی ابراھیم وَبَنِیْہِ۔

مقصود یہ ہے کہ تمہاری یہ دونوں باتیں محاجۃ فی دین اللہ وقولکم کانوا ابراھیم ... الخ ھُوْدًا اونصارٰی بالکل غلط ہیں۔

قُلْ (ای قل یا محمد) تو کہہ (زجر و توبیخ کے پیرایہ میں آیا ہے۔

اَمْ۔ یہاں متصلہ ہے ای ایکما اعلم (تم میں سے کون بہتر جانتا ہے) استفہام انکاری ہے۔ ای لستم اعلم بحال ابراھیم علیہ السلام فی باب الدین بل اللہ تعالٰی اعلم بذٰلک دین کی بابت ابراہیم علیہ السلام کے حال کو تم بہتر نہیں جانتے بلکہ خداوند تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ط (۳: ۶۷) ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہو رہے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ استفہامیہ اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ۔ مِنْ۔ حرف جار۔ اور مَنْ اسم موصول سے مرکب ہے كَتَمَ شَهَادَةً۔ كَتَمَ فعل بافاعل۔ شَهَادَةً مفعول۔ عِنْدَهٗ۔ مِنَ اللہ۔ دونوں شَهَادَةً کی صفت ہیں۔ جو چھپاتا ہے اس شہادت کو جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے۔ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ۔ صلہ ہے اپنے موصول کا موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہے اپنے جار مِنْ کا۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اور اللہ کی جانب سے شہادت کیا تھی؟ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب جو ان کے پاس آئی تھی۔ اس میں انہوں نے پڑھا کہ حقیقی دین اسلام ہے اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام یہودیت و نصرانیت سے الگ تھے۔ لیکن پھر بھی نہ مانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ

اس بات کو چھپا بھی رکھا۔

۲: ۱۴۱۔ تِلْكَ اسم اشارہ بعید واحد مؤنث۔ اُمَّةٌ۔ امت۔ یہ ایک امت تھی۔
قَدْ خَلَتْ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب خُلُوٌّ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ وہ گذر گئی۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی جو گذر گئی۔

یہاں امت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ۔ ملاحظہ ہو۔ آیت ۲: ۱۳۴۔ متذکرۃ الصدر۔ اس مضمون کو یہاں مبالغہ کے لئے مکرر بیان فرمایا۔ تاکہ اپنے آباؤاجداد کے بھروسے پر نہ رہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے مضمون میں تو خطاب اہل کتاب کو تھا اور اس میں ہم کو ہے کہ مبادا مسلمان ان کا اقتدار کرنے لگیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور دوسری سے یہود اور نصاریٰ کے آباء واجداد مراد ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

پَارہ سَیَقُولُ

(۲)

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

۲: ۱۴۲ سَیَقُولُ ۔ مضارع پر داخل ہوکر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے یَقُولُ واحد مذکر غائب قَوْلٌ مصدر باب نَصَرَ) سے وہ کہتا ہے ۔ وہ کہیگا یہاں بمعنی جمع مذکر غائب آیا ہے یعنی السفہاء (سفیہ لوگ) کہیں گے

السُّفَهَاءُ ۔ سَفِیْهٌ کی جمع ۔ بے وقوف، کم عقل لوگ، احمق ۔ یہاں مراد یہود اور مشرکین ہیں ۔

مَا وَلّٰهُمْ ۔ مَا استفہامیہ ہے ۔ وَلّٰهُمْ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ تَوْلِیَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی موڑنا پھیرنا ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ کس نے موڑا ان کو، کس نے پھیر دیا ان کو (یہ سوالیہ انداز بطور تحقیق نہیں بلکہ بطور تعریض وطنز ہے)

قِبْلَتِهِمُ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کا قبلہ ۔ قبلہ اصل میں کسی شے کے سامنے ہونے کی حالت اور ہیئت کو کہتے ہیں ۔ جیسے جِلْسَةٌ بیٹھنے کی حالت کو بولتے ہیں، پھر بطور نقل کے اس مکان کو کہنے لگے جس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں ۔

۲: ۱۴۳ كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح ایسے ہی ۔ کاف اول حرف تشبیہ ہے ذَا ۔ اسم اشارہ واحد مذکر ۔ لَ علامت اشارہ بعید ۔ کاف آخر، حرف خطاب واحد مذکر حاضر کے لئے ۔ اور واحد مؤنث حاضر کے لئے كَذٰلِكِ ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذٰلِكُمْ ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذٰلِكُنَّ ۔ اس کا مشبہ بہ

(۱) یا ارشاد باری تعالیٰ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا (۲: ۱۳۰) ہے یا قَوْلُهٗ تعالیٰ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ آیت ماقبل (۲: ۱۴۲) ہے ۔ اور یہ معطوف ہے ہر دو کا ۔ (۳) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے لئے الیسا قبلہ مقرر کر رکھا ہے ۔ جو مشرق اور مغرب کے درمیان وسط میں ہے ۔ اسی طرح تم کو اُمَّةً وَّسَطًا بنایا ۔ جو افراط وتفریط سے مبرا ہے نہ نصاریٰ جیسی افراط ۔ کہ عیسیٰ کو خدا بنا دیا نہ یہودیوں جیسی تفریط کہ دین میں تحریف اور تبدیلی کر ڈالی ۔ (خازن)

وَسَطًا صیغہ صفت وَسْطٌ مصدر (باب ضرب) ٹھیک درمیانی ۔ برگزیدہ ۔ عادل ۔ (مدارک و بیضاوی) وَسِيْطٌ ۔ وہ آدمی جو نسبی اعتبار سے درمیانہ اور مرتبے کے لحاظ سے بہت بڑا ہو (اَوْسَطُهُمْ نَسَبًا وَارْفَعُهُمْ مَجْدًا) ـــــ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں کہ: وَسَط ۔ کا لفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیان ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا عمدہ ترین حصہ ہوا کرتا ہے انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ (عہد شباب) اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے ۔ دن کے درمیانی حصہ دوپہر میں روشنی اپنے نقطۂ عروج پر ہوتی ہے ۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے افراط وتفریط دونوں پہلو مذموم، بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب سے سرفراز فرمایا ۔ ان کے عقائد ۔ ان کی شریعت، ان کے

نظام اخلاق ۔سیاست اور اقتصاد میں افراط وتفریط کا گذر نہیں ۔یہاں اعتدال ہے توازن ہے ۔موزونیت ہے ۔ لِتَكُوْنُوْا۔ لام تعلیل ہے تَكُوْنُوْا ۔فعل مضارع منصوب (بوجہ اَنْ مقدرہ بعض کے نزدیک لام تعلیل بذاتِ خود ہی ناصب ہے) جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہو گیا ہے ۔ تاکہ تم ہو بن جاؤ۔ لِتَكُوْنُوْا ..... الآیۃ ۔ امت محمدیہ کے وسط بنانے کی علت ہے ۔

شُهَدَاءَ ۔ شَهِيْدٌ کی جمع ہے جو مبالغہ کے لئے ہے ۔جیسے عَلِيْمٌ کی جمع عُلَمَاءُ ہے ۔ شُهَدَاءُ بوجہ الف التانیث غیر منصرف ہے ۔يَكُوْنَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب ۔ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے ۔ اور تاکہ رسول تم پر گواہ ہو۔

مَا جَعَلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم بمعنی صَيَّرْنَا ۔ ہم نے بنایا ۔ مَا نافیہ ہے ۔اب معنی ہوں گے ہم نے نہیں بنایا الْقِبْلَةَ ۔ مفعول ہے جَعَلْنَا کا ۔ اور الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا موصول وصلہ مل کر صفت ہے الْقِبْلَةَ کی ۔

لِنَعْلَمَ ۔ لام تعلیل کا ۔ نَعْلَمَ مضارع منصوب جمع متکلم ۔ کہ ہم کو معلوم ہوجائے ۔ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِيْ ہے ۔ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مفعول اول ہے نَعْلَمَ کا ۔

مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔ مِمَّنْ ۔ مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے ۔ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ صلہ اپنے موصول کا ۔موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی نَعْلَمَ کا ۔ معنی یہ ہوں گے تاکہ ہم اس شخص کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے جُدا جان لیں اس شخص سے جو الٹے پاؤں پھرے ۔

يَنْقَلِبُ ۔مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِنْقِلَابٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر سے وہ لوٹتا ہے وہ لوٹے گا ۔ وہ پھرتا ہے وہ پھرے گا ۔

عَقِبَيْهِ ۔ مضاف مضاف الیہ عَقِبَيْهِ اصل میں عَقِبَيْنِ تھا ۔ تثنیہ کا نون بوجہ اضافت گر گیا ۔ عَقِبٌ بمعنی ایڑی ۔ اِنْقَلَبَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وہ اپنے پاؤں پر (یا ایڑیوں پر) الٹا پھر گیا ۔مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو اس تبدیلی کعبہ پر شک وتردد کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے ۔

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً ۔ واؤ عاطفہ ۔اِنْ مخففہ ہے اِنَّ سے اس کا اسم محذوف ہے اى اِنَّهَا هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو وہ مفہوم ہے جو کہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ میں ہے یا یہ ضمیر قبلہ یا تبدیل وتحویل کی طرف راجع ہے ۔ لام فاصلہ یا فارقہ ہے اور اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق کرنے کے لئے آیا ہے اِنْ یہاں حرف تحقیق وتاکید ہے اِنْ كَانَتْ، قَدْ كَانَتْ ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝ (۱۵-۷۸) تحقیق اصحاب الایکہ ظالم تھے ۔

كَبِيْرَةً صفت مشبہ واحد مؤنث منصوب ۔ تانیث كَانَتْ کے مؤنث ہونے کی وجہ اسم محذوف

(ای تولیۃ الکعبۃ۔ تحویلۃ الکعبۃ) کے مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے اور نصب بوجہ کانَتْ کی خبر ہونے کے کبیرۃً بمعنی شاقۃً۔ شاق گراں۔ سخت۔ ناگوار۔ مقدار میں بڑا ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَ لَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَۃً صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً۔ (۹: ۱۲۱) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت (وہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے)

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ۔ ای وما کان اللہ مریدًا لان یضیع ایمانکم۔ مریدًا خبر کان محذوف ہے لام کے بعد اَنْ مقدرہ ہے لان لیضیع ایمانکم جملہ متعلق خبر ہے لِیُضِیْعَ فعل بوجہ عمل اَنْ مقدرہ منصوب ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے۔ یہاں ایمان سے مراد الصلوٰۃ یعنی نماز ہے۔ اور مراد اہل ایمان کی وہ نمازیں ہیں جو وہ تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے تھے۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ صحیحین میں حضرت براء بن عازبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے بہت سے آدمی مر گئے اور شہید ہو گئے تھے ہم کو کچھ علم نہ تھا کہ ان کے بارہ میں کیا کہیں (آیا ان کی نمازیں پڑھی ہوئی اکارت گئیں یا انہیں ثواب ملے گا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ لام برائے تحقیق و تاکید ہے رَءُوْفٌ رَأْفَۃٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ امام خطابی نے رأفت و رحمت کا فرق بیان کیا ہے کہ رحمت تو کسی مصلحت کی بناء پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے لیکن رأفت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی۔

۲: ۱۴۴ قَدْ نَرٰی۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ قَدْ جب مضارع پر داخل ہو تو علاوہ دیگر معانی کے تکثیر کے معنی بھی دیتا ہے۔ آیہ ہذا میں صاحب کشاف نے قَدْ نَرٰی کے معانی رُبَمَا نَرٰی ہم اکثر دیکھتے ہیں لکھا ہے۔

نَرٰی۔ رؤیۃ (باب فتح) سے۔ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔

تَقَلُّبَ۔ تَفَعُّلٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ پھر پھر جانا۔ پھرنا۔ مضاف ہے۔ وَجْھِکَ مضاف، مضاف الیہ مل کر تَقَلُّبَ کا مضاف الیہ ہے۔ تمہارے منہ کا بار بار پھرنا۔ آپ کے منہ کا پھر پھر جانا۔ فِی السَّمَآءِ متعلق تَقَلُّبَ کے۔ جملہ تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ۔ مفعول ہے قَدْ نَرٰی کا۔

فَلَنُوَلِّیَنَّکَ۔ فاء سببیہ ہے۔ ما قبل مابعد کا سبب ہے یعنی بسبب آپ کے بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانے کے (برائے تحویل قبلہ) ہم ضرور پھیر دیں گے۔ لام تاکید کا ہے اور نُوَلِّیَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ بصیغہ جمع متکلم ہے۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ ک ضمیر مفعول اول ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے قِبْلَۃً تَرْضٰھَا۔ قِبْلَۃً موصوف۔ تَرْضٰھَا جملہ فعلیہ ہو کر صفت۔ موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب قِبْلَۃً کے لئے ہے

فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا۔ تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

فَوَلِّ ۔ فاء تفریع الامر (معاملہ کی پیش رفت) کے لئے ہے وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے!
تَوْلِیَۃ (تفعیل) مصدر سے ۔ تو (اب) تو پھیر لے
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط المسجد الحرام موصوف صفت مل کر مضاف الیہ ۔ شَطْرَ ۔ طرف سمت جہت ۔ مسجد حرام کی طرف. مسجد حرام اس واسطے کہ اس میں قتال و تکرار کرنا حرام ہے ۔
شَطْرَ کے منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں
(۱) یہ منصوب بنزع خافض ہے ۔ یعنی اصل میں اِلٰی شَطْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تھا ۔ اِلٰی حرف جر کو حذف کر کے شَطْرَ کو منصوب کر دیا (ایسے منصوب کو منصوب بنزع خافض کہتے ہیں) نَزَعَ الشَّیْءَ مِنْ مَکَانِہٖ کسی شے کو اپنی جگہ سے اکھیڑ دینا ۔ اور خَفَضَ الْکَلِمَۃَ ۔ کلمہ کو زیر دینا الخافض زیر دینے والا حرف ۔ نَزْعُ الْخَافِضِ زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا ۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۶ : ۶۸ ۔
(۲) شَطْرَ بوجہ ظرف ہونے کے منصوب ہے ۔
حَیْثُ ۔ جہاں ۔ جس جگہ ۔ ظرف مکان ہے ۔ حَیْثُمَا ۔ جہاں کہیں ۔ شَطْرَہٗ ۔ مضاف مضاف الیہ، اس کی طرف ۔ یعنی مسجد حرام کی طرف ۔
فائدہ ۔ بظاہر مناسب یہ تھا کہ بجائے مسجد حرام کے کعبہ فرماتے ۔ کیونکہ قبلہ تو کعبہ ہی ہے لیکن مسجد حرام اس لئے فرمایا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ جو کعبہ سے دور ہو اس پر جہت کعبہ کا استقبال واجب ہے عین کعبہ کا نہیں
اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ (وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی) سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں ۔
اَنَّہٗ ۔ تحقیق وہ ۔ بیشک وہ ۔ ہٗ سے مراد تحویل قبلہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ تحویل قبلہ حق ہے کیونکہ تورات میں موجود ہے کہ نبی آخر الزمان دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے اب بوجہ عناد و حسد کے انکار کرتے ہیں

۲ : ۱۴۵ ۔ وَلَئِنْ ۔ واؤ حرف عطف، جملہ کا عطف وَاِنَّ الَّذِیْنَ پر ہے لام تمہید قسم کا ہے اَلْمُوْطِئَۃُ لِلْقَسَمِ اور مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہے اِنْ حرف شرط ہے (اور اگر آپ لے ہی آئیں تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب ملی ہے تو وہ پیروی نہیں کریں گے آپ کے قبلہ کی ۔
وَمَا بَعْضُھُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَۃَ بَعْضٍ ۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔، اور نہ ان میں سے بعض دوسروں کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں ۔ اس وقت یہود و نصاریٰ میں خود قبلہ کے متعلق اختلاف تھا ۔ اگرچہ بیت المقدس کو دونوں قبلہ مانتے تھے لیکن عیسائی عبادت کے وقت اپنا رخ مشرق کی طرف کرتے تھے (بیت المقدس مدینہ منورہ سے جانب شمال ہے)
علاوہ ازیں خود یہودیوں میں اہل سمریہ (Samaritans) میں اختلاف تھا۔

اگرچہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ (سمریہ اُردن اور بحیرۂ روم کے درمیان فلسطین کا ایک ضلع تھا)
اِتَّبَعْتَ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر، تونے پیروی کی۔
اَھْوَاءَ ھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خواہشیں۔ ھَوٰی کی جمع۔ مَاجَاءَكَ میں ما موصولہ ہے۔ مِنَ الْعِلْمِ (مِنْ بیانیہ ہے۔ ای مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ۔
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ ...... مِنَ الْعِلْمِ شرط۔ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ جواب شرط ہے۔ اس جملہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ جو جملہ سابقہ وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ ...... قِبْلَتَكَ کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔
اِذًا حرف جزا ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں
اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ یَعْرِفُوْنَہٗ۔ وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ اس کو جانتے ہیں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یا (۱) علم، قرآن یا تحویل قبلہ ہے یا (۲) یہ ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے گو ما سبق میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ یہی زیادہ راجح ہے۔ یَعْرِفُوْنَ کی ضمیر علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔
فَرِیْقًا مِّنْھُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور ھُمْ سے مراد الذین لم یسلموا جو جانتے ہوئے بھی آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ لَیَکْتُمُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ یَکْتُمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب کَتْمٌ باب نصر مصدر سے وہ چھپاتے ہیں۔ وہ چھپاتے ہیں۔ اَلْحَقَّ۔ مفعول۔ حق بات۔ حقیقت۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کا نبی قبلتین ہونا جو تورات میں مذکور ہے۔ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں
۲: ۱۴۷ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔ کلام مستانفہ ہے اَلْحَقُّ مبتدا، مِنْ رَّبِّكَ خبر۔ حق تو آپ کے رب ہی کی طرف سے ہے۔ اَلْمُمْتَرِیْنَ، اسم فاعل جمع مذکر اَلْمُمْتَرِیْ۔ واحد۔ اِمْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔ مری۔ مادہ۔ اِمْتَرٰی یَمْتَرِیْ اِمْتِرَاءً۔ شک میں پڑنا۔ مِرْیَۃ۔ شک۔ جھگڑا۔ مِرَاءٌ جھگڑا۔ بحث مباحثہ۔
۲: ۱۴۸ وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ۔ واؤ عاطفہ۔ اور کُلٍّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر کلام یوں ہے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ وِجْھَۃٌ۔ وِجْھَۃٌ۔ مصدر بمعنی قبلہ۔ یا اسم مکان۔ یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کیا جائے۔ اول صورت میں واؤ کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے (جیسا کہ عِدَۃٌ وزِنَۃٌ میں واؤ محذوف ہے) صرف اصل پر تنبیہ کرنے کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔
دوسری صورت میں واو کا موجود ہونا قیاسی ہے۔ مراد دونوں صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب یہ کُلٍّ کی طرف راجع ہے
مُوَلِّیْھَا۔ وَلّٰی یُوَلِّیْ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) سے۔ مُوَلِّیْ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مضاف ہے۔ ھَا ضمیر

واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ، اس کی طرف رُخ پھیرنے والا۔ منہ کرنے والا۔ وَلّٰی اِلٰی کسی کی طرف توجہ کرنا اور وَلّٰی عَنْہُ رخ پھیرنا اعراض کرنا۔ اول الذکر کی مثال۔ لَوْیَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْہِ (۹: ۵۷) یہ اگر کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پاتے یا کوئی غار یا کوئی (اور) جگہ گھس بیٹھنے کی تو بہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل پڑتے۔ مؤخر الذکر کی مثال ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْہُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (۴۴: ۱۴) پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔

جملہ کا ترجمہ ؛۔ اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (ہر ایک امت کا اپنا اپنا قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے)

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ۔ اِسْتَبِقُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِبَاقٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر تم سبقت کرو۔ تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اَلْخَیْرٰتِ۔ خَیْرَۃٌ کی جمع ہے۔ نیکیاں۔ بھلائیاں۔ خوبیاں۔ شریف عورتیں۔ نیک عورتیں۔ مراد نیکیاں ہیں۔ ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی نیکیاں۔ الخیرات مجرور ہے۔ اس سے قبل اِلٰی مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتحاد قبلہ ہی نیکی نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی نیکیاں ہیں جن پر سب دین متفق ہیں تم ان سب نیکیوں (بشمول تحویل قبلہ) کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔ یہود اور منافقین نے تو محض کج حجتی کے طور پر تحویل قبلہ کو موضوع سخن بنا رکھا ہے۔

اَیْنَمَا۔ جہاں کہیں، اَیْنَ شرطیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ یہاں بطور ظرف مکان متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور ما مزیدہ ہے ای فی ایّ موضع تَکُوْنُوْا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا یَاْتِ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط کے) ب تعدیہ کے لئے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ جَمِیْعًا صفت ہے کُمْ کی۔ تم سب کو، یعنی تم جہاں کہیں بھی ہوگے تم سب کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کرلے گا۔

۲: ۱۴۹۔ حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ مبنی بر ضمہ ہے۔

مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ۔ جس جگہ سے آپ نکلیں۔ بطور مجاز کے اس کے معنی یہ ہوں گے۔ آپ جہاں کہیں ہوں یہ معنی شرط کو شامل و متضمن ہے اسی لئے اگلے جملہ میں فَوَلِّ پر فاء (بطور جواب شرط) لاتے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْھَکَ۔ ای فَوَلِّ وَجْھَکَ اِذَا صَلَّیْتَ۔ جب نماز پڑھو تو اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ تو پھیر لے۔ اِنَّہٗ۔ ای التولیۃ الی القبلۃ۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ لَلْحَقُّ۔ میں لام زائدہ ہے۔

۲: ۱۵۰۔ تولیۃ کے تکرار (آیات ۱۴۴۔۱۴۹۔۱۵۰) کے متعلق مفسرین نے مختلف حکمتیں لکھی ہیں جو کہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

لِئَلاَّ ۔ میں لام علت کی ہے ۔ یعنی آیات ما قبل میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بار بار تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے ۔ اَلَّا ۔ اَنْ مصدریہ اور لَا منفی سے مرکب ہے لِئَلاَّ یَکُوْنَ تاکہ نہ ہو یا نہ رہے ۔

حُجَّۃٌ ۔ اعتراض ۔ دلیل ۔ حُجَجٌ ۔ جمع ۔ مِنْھُمْ ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلنَّاسِ کے لئے ہے ۔ فَلَا تَخْشَوْھُمْ ۔ لَا تَخْشَوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ خَشْیَۃٌ مصدر باب سَمِعَ ۔ تم مت ڈرو ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا کی طرف راجع ہے ۔

اِخْشَوْنِیْ ۔ اِخْشَوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تم مجھ سے ڈرو ۔

وَلِاُتِمَّ ۔ واؤ عاطفہ ہے اگلے جملہ کا عطف جملہ سابقہ لِئَلاَّ یَکُوْنَ لِلنَّاسِ ..... پر ہے ۔ اور (اس لئے کہ) میں تم پر اپنا انعام پورا کر دوں ۔

۲ : ۱۵۱ ۔ کَمَا ۔ میں ک حرفِ تشبیہ ہے اور مَا مصدریہ ۔ کَمَا اَرْسَلْنَا کا تعلق یا تو لِاُتِمَّ سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ ۔ تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں ۔ جیسے کہ رسول بھیجنے کی نعمت پوری کی ۔ یا اس کا تعلق لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ سے ہے اور معنی ہوں گے تاکہ تم فلاح پاؤ جیسا کہ تم کو میرے تمہیں میں سے تمہارے پاس رسول بھیجنے سے ہدایت و فلاح نصیب ہوئی ۔ (مظہری ۔ تفہیم القرآن)

یُزَکِّیْکُمْ ۔ یُزَکِّیْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَزْکِیَۃٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ وہ تم کو پاکیزہ کرتا ہے ۔ وہ تم کو پاک بناتا ہے ۔

مَا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا موصولہ ہے لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ مضارع نفی حجد بلم ۔ تم نہیں جانتے تھے ۔

۲ : ۱۵۲ ۔ اَذْکُرْکُمْ ۔ اَذْکُرْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) کا صیغہ واحد متکلم ذِکْرٌ مصدر ہے ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ میں تم کو یاد رکھوں گا ۔ لَا تَکْفُرُوْنِ ۔ فعل نفی جمع مذکر حاضر ۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے

۲ : ۱۵۳ اِسْتَعِیْنُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ۔ اِسْتِعَانَۃٌ ۔ (استفعال) مصدر ۔ تم مدد طلب کرو ۔

۲ : ۱۵۴ ۔ بَلْ ۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے ۔ یعنی تمہارا ان کو (شہداء کو) اموات کہنا بالکل باطل بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ احیاء (زندہ) ہیں اَحْیَاءٌ زندہ لوگ حَیٌّ کی جمع ہے ۔

لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ۔ شُعُوْرٌ (باب نَصَرَ) مصدر ۔ جس کے معنی بذریعہ حس جاننے کے ہیں ۔ تم نہیں جانتے ہو ، تم نہیں سمجھتے ہو ۔

۲ : ۱۵۵ لَنَبْلُوَنَّکُمْ ۔ لَ تاکید کا ہے نَبْلُوَنَّ ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ ۔ صیغہ جمع متکلم ۔ بَلَاءٌ مصدر (باب نَصَرَ) بمعنی آزمائش ، آزمائش میں ڈالنا ۔ آزمانا ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ ہم تم کو ضرور ضرور آزمائیں گے

اَلْخَوْفِ ۔ خوف سے مراد خوف اللہ تعالیٰ ۔ اَلْجُوْعِ سے مراد صوم رمضان ۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد

زکوٰۃ وصدقات مِنَ الْاَنْفُسِ سے مراد امراض اور مِنَ الثَّمَرٰتِ سے مراد موت الاولاد ہے۔
یا بالترتیب خوف سے مراد خوفِ دشمن۔ جوع سے مراد بھوک، قحط، نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد مالوں میں خسارہ یا بالکل ہلاک ہونا اور نَقْصٍ مِّنَ الْاَنْفُسِ سے مراد جانوں کی کمی یعنی قتل ہونا یا مرجانا یا امراض کا لاحق ہونا۔ یا بڑھاپا ہے اور پھلوں کی کمی یہ ہے کہ کوئی آفت آجائے جس سے پھل جاتے رہیں یا کم ہوجائیں۔ وغیرہ

۲: ۱۵۶ = اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ ...... الخ صابرین کی صفت ہے۔
= اِذَا حرف شرط ہے اور جملہ شرطیہ ہے قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ .... الخ جواب شرط ہے۔
= مُصِیْبَةٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَةٌ (افعال) مصدر سے۔ غم۔ تکلیف، سختی۔ دکھ پہنچانے والی ہر چیز۔ اس کی جمع مَصَائِبُ وَمُصِیْبَاتٌ ہے۔ اس کا مادہ صَوْبٌ ہے۔
المفردات میں ہے اَصَابَ السَّهْمُ۔ تیر ٹھیک نشانہ پر جا لگا اور مُصِیْبَةٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر جاکر بیٹھ جائے اس کے بعد (عرف میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہوگیا۔ قرآن مجید میں ہے وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (۴۲۔ ۳۰) اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے اعمال سے ہے۔
= رٰجِعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رَاجِعٌ واحد۔ رُجُوْعٌ (ضَرَبَ) سے مصدر۔ لوٹ جانے والے، پھر جانے والے

۲: ۱۵۷ = اُولٰٓئِكَ۔ یعنی وہ لوگ جن میں مندرجہ بالا صفات ہوں یعنی صَابِرِیْنَ۔
اُولٰٓئِكَ مبتدا اول۔ صَلَوٰتٌ مبتدا ثانی۔ عَلَیْهِمْ۔ متعلق بمبتدا ثانی۔ پھر یہ مجموعہ مبتدا اول کی خبر۔
= وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اُولٰٓئِكَ مبتدا۔ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ اس کی خبر۔
= صَلَوٰتٌ رحمتیں۔ برکتیں۔ صَلٰوۃٌ کی جمع۔ ص ل و مادہ۔
= مُهْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ ہدایت یافتہ، ہدایت پانے والے۔

۲: ۱۵۸ = شَعَآئِرِ۔ شَعِیْرَۃٌ کی جمع ہے۔ شَعِیْرَۃٌ بروزن فَعِیْلَةٌ بمعنی مَفْعَلَةٌ ہے مَشْعَرَۃٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ شعائر اللہ۔ عرف شریعت میں عبادت کے مکانات اور زمانوں اور علامات کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت جیسے کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ، جمرات ثلاث صفا مروہ۔ منیٰ وجمیع مساجد وغیرہ۔ زمانے (اوقات) جیسے رمضان اور اشہر حج۔ عیدین۔ جمعہ۔ اور علامات جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت۔ وغیرہ۔
= اِعْتَمَرَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتِمَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر اس نے عمرہ کیا۔ عمرہ زیارتِ بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے

اور طوافِ کعبہ کرے۔ اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے۔ پھر حجامت کرا کر احرام اتار دے۔

= حَجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ حَجٌّ و حِجٌّ۔ مصدر (باب نصر) قصد کرنا۔ زیارت کے لئے جانا۔ حج کرنا

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ جُنَاحٌ۔ جُنُوْحٌ (باب فتح۔ نَصَرَ۔ ضَرَبَ) سے ماخوذ ہے جنح اذا مال عن القصد المستقیم یعنی مقصد مستقیم سے دوسری جانب مائل ہونا۔ پس وہ گناہ جو حق سے دوسری طرف مائل کردے جُنَاحٌ ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔ پس نہیں ہے گناہ اس پر۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ يَطَّوَّفَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) صیغہ واحد مذکر غائب کہ وہ طواف کرے یعنی سعی کرے يَطَّوَّفَ اصل میں يَتَطَوَّفَ (باب تفعّل) تَطَوُّفٌ سے تھا۔ تاء کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ ترجمہ ہوگا۔ نہیں ہے اس پر گناہ کہ وہ ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی کرے۔

شانِ نزول اس آیت کا اس طرح ہے کہ صفا و مروہ پر آساف و نائلہ دو بُت تھے۔ آساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اہل جاہلیت ان بتوں کی تعظیم کے لئے صفا مروہ کے درمیان طواف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام کا ستارہ چمکا تو مسلمان صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے سے ان بتوں کی وجہ سے احتراز کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے ادھر انصار قبل از اسلام منات بُت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے پکار کر دعا کیا کرتے تھے اس لئے انصار بھی صفا مروہ کے درمیان دوڑنے سے کراہت کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے باب میں یہ آیت نازل فرمائی (مظہری) مسلمانوں کو حکم ہوا کہ صفا مروہ کے درمیان جو تم سعی کیا کرتے تھے اسے جاری رکھو۔ یہ ایک نیک کام ہے اس کے جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ احناف کے نزدیک صفا مروہ کے درمیان سعی واجب ہے۔

= تَطَوَّعَ۔ اس نے خوشی سے نیکی کی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر سے۔ جس کے معنی اصل میں تو نیکی میں تکلف کرنے کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم اور فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

= شَاكِرٌ۔ شَاكِرٌ۔ شُكْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ عبادت انہوں نے ادا کی ہے اس کی جزا دینا مراد ہے، یہاں شاکر بمعنی قدردان۔ حق ماننے والا۔

= فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ الخ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ ..... الخ جوابِ شرط ہے۔ اسی طرح مَنْ تَطَوَّعَ ..... الخ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ ..... الخ جواب شرط۔

٢ : ١٥٩ = يَكْتُمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب كَتْمٌ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ وہ چھپاتے ہیں۔ فعل بافاعل مَا اَنْزَلْنَا اس کا مفعول من الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى بیان مَا۔ مِنْ بَعْدِ مَا متعلق ہے يَكْتُمُوْنَ سے

فِی الْکِتٰبِ متعلق ہے بَیَّنّٰا سے یہ سب مجموعہ صلہ ہوا اپنے موصول اَلَّذِیْنَ کا۔ پھر موصول وصلہ مل کر اِنَّ کا اسم ہوا۔

= بَیَّنّٰہُ۔ بَیَّنّٰا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی ہے۔

= فِی الْکِتٰبِ۔ ای فی التوراۃ من صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کتاب سے یہاں مراد توراۃ ہے۔ جس میں نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق واضح بیان موجود ہیں۔ اور النَّاس سے مراد علماءِ بنی اسرائیل ہیں۔ لبعض کے نزدیک کتاب سے مراد تمام کتب آسمانی ہیں جو مختلف انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں اور اَلنَّاس سے مراد جمع علماء ہیں۔

= اُولٰٓئِکَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو الکتاب میں مبیّنہ حقائق و ہدایت کو چھپاتے ہیں۔

= یَلْعَنُھُمُ۔ یَلْعَنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَعْنٌ (باب فَتَحَ) وہ لعنت کرتا ہے یا کرے گا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= اَللّٰعِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعْنٌ مصدر سے۔ اگر لاعِنٌ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو لعنت کے معنی ہوں گے قرب یا رحمت سے دور کرنا۔ عذاب دینا۔ اور اگر اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو معنیٰ ہوں گے بددعا دینا۔ گالیاں دینا۔ سخت سُست کہنا۔ دھتکار کر نکال دینا۔ پھٹکارنا۔ لَعِیْنٌ بمعنی مَلْعُوْنٌ۔ (مَفْعُوْلٌ) یہاں لاَعِنُوْنَ سے مراد ملائکہ و مؤمنین ہیں۔

۲: ۱۶۰ = اِلَّا الَّذِیْنَ ..... الخ استثناء متصل ہے اور ضمیر ھُمْ (جو یَلْعَنُھُمُ میں ہے) مستثنیٰ منہ ہے۔

= تَابُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَوْبَۃٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ انہوں نے توبہ کی۔ وہ باز آگئے۔ جب تَوْبَۃٌ کا تعدیہ الیٰ کے ذریعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنیٰ ہوتے ہیں۔ اور جب تعدیہ عَلٰی سے ہوتا ہے۔ تو توبہ قبول کرنے کے معنی آتے ہیں۔

بندہ کا توبہ کرنا۔ معصیت کے بعد اسے چھوڑ کر نیکی اور اطاعت کی طرف واپس آنا ہے۔

= اَصْلَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِصْلَاحٌ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر انہوں نے اپنی اصلاح کی۔ وہ سنور گئے انہوں نے اپنے کام کو درست کیا۔ انہوں نے نیک کام کئے۔

بَیَّنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَبْیِیْنٌ۔ (تَفْعِیْلٌ) مصدر انہوں نے بیان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ علماءِ اہل کتاب جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتب سماویہ میں مندرج صفات کو خلائق سے دانستہ چھپا رکھتے تھے۔ اور بدیں وجہ مستوجب لعن ٹھہرے۔ ان میں سے جو توبہ کر کے اپنے اس گناہ سے باز آگئے۔ اپنے آپ کی اصلاح کر لی۔ اور حقائق کو کما حقہٗ لوگوں سے بیان کر دیا (تو اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کر لیگا)

= اُولٰٓئِکَ ۔ سے مراد اَلَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَبَیَّنُوۡا ہیں۔
= اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ۔ اَتُوۡبُ ۔ مضارع واحد متکلم ۔ چونکہ تعدیہ عَلٰی کے ساتھ ہیں اور فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے مطلب ہوا کہ : میں (یعنی اللہ) ان کی توبہ قبول کرلوں گا ۔ ان کو معاف کردوں گا ۔ ھِمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے ۔
= اَلتَّوَّابُ ۔ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ بہت توبہ قبول کرنے والا ۔ تَوۡبَۃٌ سے مشتق ہے ۔ اگر اس کی نسبت بندہ سے ہو ۔ تو معنی ہوں گے بہت توبہ کرنے والا
۲ : ۱۶۱ = وَھُمۡ کُفَّارٌ ۔ جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ کافر ہی تھے ۔
۲ : ۱۶۲ = خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ۔ خٰلِدِیۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب ۔ خُلُوۡدٌ (باب نَصَرَ) مصدر ہمیشہ رہنے والے ۔ فِیۡھَا ۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب لعنۃ کے لئے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ۔ یا یہ اَلنَّارُ ۔ (دوزخ) کے لئے ہے اور اَلنَّار کو اس کی شان کی عظمت کی وجہ سے مضمر رکھا گیا ہے اور اسم کی جگہ ضمیر کو لایا گیا ہے
خٰلِدِیۡنَ ۔ عَلَیۡہِمۡ کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے
= لَا یُخَفَّفُ ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب ۔ وہ ہلکا نہیں کیا جائے گا ۔ یعنی عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی ۔ لَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمُ الۡعَذَابُ ۔ یہ جملہ حال ہے ضمیر خٰلِدِیۡنَ سے
= وَلَا ھُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ۔ واؤ عاطفہ ہے ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔ لَا یُنۡظَرُوۡنَ ۔ مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ۔ اس کا مادہ ن ظ ر ہے ۔ لَا یُنۡظَرُوۡنَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں ۔
(۱) مصدر اِنۡظَارٌ ۔ مہلت دینا سے مشتق ہے اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (اور یہی راجح ہے)
(۲) یہ مصدر اِنۡتِظَارٌ سے مشتق ہے ۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کا انتظار کیا جائے گا کہ کسی قسم کی معذرت کریں
(۳) یہ مصدر نَظَرٌ سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا ۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت کی جائے گی
ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔
۲ : ۱۶۳ = اِلٰھُکُمۡ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ تمہارا معبود ۔
= اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ وَاحِدٌ ۔ صفت مؤکدہ ہے اِلٰہٌ کی کیونکہ اِلٰہٌ کی تنوین سے خود وحدت مترشح ہے ۔ اور اِلٰہٌ موصوف کو وحدانیت کی تاکید اور تائید کے لئے ذکر فرمایا ۔ موصوف و صفت مل کر اِلٰھُکُمۡ کی خبر ہوئے ۔
= لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ زیادتی تاکید و تقریر کے لئے ہے ۔ اور یہ اِلٰھُکُمۡ کی دوسری خبر ہے ۔
= اَلرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ۔ بھی اِلٰھُکُمۡ کی تیسری اور چوتھی خبر ہے ۔
۲ : ۱۶۴ = اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔

(۱) فی خلق السمٰوٰت وَ الْاَرْضِ
(۲) واختلاف اللیل والنھار
(۳) والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس
(۴) وَ مَا انزل اللہ من السمآء من مآءٍ۔
(أ) فاحیا بہ الارض بعد موتھا
(ب) وبث فیھما من کل دابۃٍ
(۵) وتصریف الریاح
(۶) والسحاب المسخر بین السمآء والارض

یہ سب جملے یکے بعد دیگرے اِنَّ کی خبر ہیں۔

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔۔۔۔۔۔ اسم اِنَّ ۔ (لام کو اِنَّ کے اسم کی خبر کے بعد میں آنے کی وجہ سے لایا گیا ہے)

= اِخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ سے مراد دن رات کا آگے پیچھے آنا۔ ان کا چھوٹا بڑا ہونا۔ کرۂ ارضی پر مختلف مقامات پر ان کا طوالت میں کم وبیش ہونا ہے۔

= اَلْفُلْكِ ۔ یہ لفظ مذکر، مؤنث، واحد، جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کشتی، جہاز۔

= تَجْرِیْ بِمَا۔ تَجْرِیْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے۔ بِمَا میں ب تعدیہ کا ہے تَجْرِیْ ب ۔ وہ لے جاتی ہے۔ وہ لے کر چلتی ہے۔ اور مَا موصولہ ہے۔ یَنْفَعُ النَّاسَ (جو) نفع پہنچاتی ہے لوگوں کو، یعنی اور جہازوں میں، کشتیوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہیں۔ سامان تجارت وغیرہ۔

= اَحْیَا بِہٖ ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ (بمعنی مضارع) وہ زندہ کرتا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآءٍ ہے

= بَثَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی مضارع) وہ پھیلاتا ہے وہ بکھیرتا ہے (باب نصر، ضَرَبَ) اصل میں بَثَّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں اس لئے ہوا سے خاک اڑنے۔ غم سے بے قرار ہونے۔ اور راز کے افشار کرنے کے لئے بَثٌّ کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً فَکَانَتْ ھَبَاءً مُّنْبَثًّا (۵۶-۶) پھر وہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں۔ اور یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۔ (۱۰۱-۴) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔

= فِیْھَا ۔ اور اس سے قبل بَعْدَ مَوْتِھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ اَلْاَرْضَ کے لئے ہے

= دَآبَّۃٍ ۔ الدب اور اَلدَّبِیْبُ (باب ضَرَبَ) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اس میں ۃ وحدت کی ہے دَوَآبُّ جمع ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال ہر ذی حیات چیز کے لئے ہوا ہے۔

دَابَّۃُ الْاَرْضِ ۔ جس کا ذکر آیت شریفہ (۲۷: ۸۲) میں آیا ہے اس سے ایک خاص جانور مراد ہے جو قیامت سے پہلے زمین سے نکلیگا۔ (بعض کے نزدیک مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے پھٹنے سے زمین سے منودار ہوگا) جو کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں اور چھپے ہوئے منکروں کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیگا

= تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہواؤں کا بدلنا تَصْرِیْفٌ (تفعیل) مصدر۔ صَرَّفَ یُصَرِّفُ کا۔ بمعنی پھیرنا۔ بدلنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لم (۴۶: ۲۷) اور ہم نے (اپنی) نشانیاں پھیر پھیر کر (بیان کردی ہیں)

الرِّیٰحُ ۔ رِیْحٌ کی جمع ہے۔

فائدہ:۔ قرآن مجید میں جہاں ارسال ریح کا ذکر ہے اگر بہ لفظ جمع ہے لیعنی ریاح کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ اور اگر ریح یعنی واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عذاب کے معنی مراد ہیں۔ چنانچہ ریاح (جمع) کے متعلق ارشاد ہے وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ (۱۵: ۲۲) اور ہم ہی ہوا کو چلاتے ہیں جو بادلوں کو پانی بردار کرتی ہے۔ اور اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ (۳۰: ۴۶) کہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔ اور ریح (واحد) کے متعلق فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا (۵۴: ۱۹) ہم نے ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی۔ اور اِشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ (۱۴-۱۸) اس کو سخت ہوا لے اڑی۔

= السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ ۔ موصوف وصفت۔ تابع فرمان بادل (جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے) یعنی وہ بادل جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں جدھر اس کا حکم ہوتا ہے ادھر کو وہ چلتے ہیں۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے برستے ہیں۔

بعض نے السحاب کو موصوف اور المسخر بین السماء والارض کو اس کی صفت لکھا ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مقید ہیں نہ اوپر جاتے ہیں نہ نیچے گرتے ہیں۔

سحاب اسم جنس جمعی ہے۔ اس کا واحد سحابۃ ہے یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی۔ مفرد بھی آتا ہے اور جمع بھی۔ لفظ کی رعایت سے اس کی صفت مفرد آتی ہے جیسے آیت مندرجہ بالا۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور معنی کی رعایت سے جمع بھی لائی جاتی ہے جیسے وَ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳: ۱۲) اور اٹھاتا ہے بھاری بادل۔ مذکر کی مثال جیسے آیت مذکورہ (وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ ....)

= یَعْقِلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَقْلٌ (ضَرَبَ) مصدر، وہ سمجھتے ہیں۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۲: ۱۶۵ = وَمِنَ النَّاسِ ۔ میں واؤ حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ باوجود ان براہین منیرہ کے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں .... مَنْ بمعنی اَلَّذِیْ ہے۔

= یَتَّخِذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِتِّخَاذٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ قرار دیتا ہے۔ بناتا ہے۔

= اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع ہے۔ نظیر، مثل، ند اور مثل میں فرق یہ ہے کہ مثل عام ہے اور ند خاص۔ مثل کا استعمال ہر قسم کی شرکت کے لئے ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اَنْدَادًا کی تفسیر یہ فرمائی ہے کل ما کان مشغلاً عن اللہ مانعاً عن امتثال امرہٖ : ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور اس کے احکام کی تعمیل سے روک دے وہ انداد سے خواہ وہ بت ہوں گمراہ رئیس ہوں مال و دولت ہو، اولاد ہو۔ علم و فن۔ لیکن نِدٌّ کا استعمال صرف کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہونے کے لئے ہے۔

= یُحِبُّوْنَهُمْ۔ مضارع۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب افعال سے۔ اِحْبَابٌ مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع اَنْدَادًا ہے۔

= کَحُبِّ اللّٰهِ۔ میں کاف تشبیہ کا ہے۔

= اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔ اَشَدُّ شِدَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے اَشَدُّ کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ لِلْاَنْدَادِ یعنی مؤمنین کی اللہ سے جو محبت (میلان قلب) ہے وہ مشرکین کی غیر اللہ سے محبت سے کہیں زیادہ ہے۔

= لَوْ حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔

= یَرٰی۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

(۱) اس فعل کا فاعل اَحَدٌ محذوف ہے ترجمہ ہوگا۔ اگر کوئی دیکھے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اس صورت میں اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فعل یریٰ مفعول ہوگا۔

(۲) یریٰ کا فاعل اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر ظالم لوگ دیکھ پاتے یا جان جاتے۔

= اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ۔ ظرف زمان ہے فعل یریٰ کا۔ جب دیکھیں گے وہ عذاب (جو ان کو ملے گا)

= اَنَّ الْقُوَّةَ...... شَدِیْدُ الْعَذَابِ مفعول یریٰ کا (۲) کی صورت میں۔

لَوْ کا جواب محذوف ہے۔ محذوف جواب عبارت کے سیاق و سباق کے مطابق ایک سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ حذف میں تعیین تو ہوتی نہیں مثلاً یہاں جواب محذوف ہے۔ لَمَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَنْدَادًا (تو ہرگز اس کے یعنی اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے) بھی ہوسکتا ہے اور لوقعوا من الحسرۃ والندامۃ فیما لا یکاد یوصف۔ تو ناقابل بیان حسرت وندامت کا شکار ہو جاتے۔

مندرجہ بالا تقریر پر آیت کے معنی ہوں گے (۱) اگر ظالم لوگ عذاب اور مصائب دنیوی دیکھتے وقت یہ جانتے کہ تمام قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ شدید العذاب ہے تو ہرگز من دون اللہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے اور نہ اور کسی سے محبت کا دم بھرتے۔ (۲) اگر یہ ظلم کرنے والے قیامت کے دن عذاب دیکھتے وقت یہ بات

جائیں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اشد العذاب ہے تو سخت نادم ہوں گے۔

= فائدہ۔ لَوْ یَرَی اور اِذْ یَرَوْنَ میں لَوْ اور اِذْ یہاں مستقبل کے لئے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ ماضی پر استعمال ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں تو مستقبل بھی مثل ماضی کے ہے جیسے ماضی کا وقوع یقینی ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مستقبل کا وقوع بھی یقینی ہے۔

یہاں لَوْ بمعنی کاش (حرف تمنیٰ) بھی ہو سکتا ہے۔

۲: ۱۶۶ = اِذْ تَبَرَّاَ۔ ای اُذْکُرِ الْوَقْتَ اِذْ تَبَرَّاَ۔ یاد کرو اس وقت کو کہ جب بیزاری ظاہر کریں گے۔

= تَبَرَّاَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَرُّءٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ (یہاں جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (۹: ۳) کہ خدا ان مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دست بردار ہے)

اَلْبُرْءُ۔ اَلْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں۔ جیسے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں تندرست ہوا۔ بَرَّءْتُہٗ و اَبْرَءْتُہٗ۔ میں نے اس کو تہمت سے بری کر دیا۔ رَجُلٌ بَرِیْءٌ پاک اور بیگناہ آدمی۔ بَرْءٌ۔ مادہ۔

= اُتُّبِعُوْا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اِتِّبَاعٌ۔ مصدر (اِفْتِعَالٌ) جن کی پیروی کی گئی۔ پیشوا لوگ

اِتَّبَعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جنہوں نے پیروی کی۔ جنہوں نے اتباع کیا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے معبودانِ باطل خود اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

= وَرَاَوُا الْعَذَابَ۔ واؤ حالیہ ہے ای تَبَرَّءُوْا فِیْ حَالِ رُؤْیَتِہِمُ الْعَذَابَ وہ بیزاری کا اظہار کریں گے درآنحالیکہ وہ عذاب دیکھ رہے ہوں گے۔

= وَتَقَطَّعَتْ بِہِمُ الْاَسْبَابُ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تَقَطَّعَتْ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَقَطُّعٌ (تفعّل) مصدر۔ کٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔ اَلْاَسْبَابُ۔ جمع سَبَبٌ کی۔ رسیاں۔ ذرائع۔ سبب اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہر اس شئے کا نام سبب ہوا جو کسی دوسری شے کے توصل کا ذریعہ ہو۔ یہاں آیت شریف میں اسباب سے مراد نفع کی توقع۔ دفع ضرر کی تمنا۔ قرابت، دوستی وغیرہ۔ قیامت کے روز یہ سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ جاتے رہیں گے۔

= بِہِمُ میں بَ عَنْ کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے بِہِمُ ای عَنْہُمْ اور ب سببیہ بھی ہو سکتی ہے۔ ای تَقَطَّعَتْ بِسَبَبِ کُفْرِہِمْ یعنی یہ قطع تعلق بسبب ان کے کفر کے ہوگا۔

۲: ۱۶۷ = لَوْ۔ یہاں بمعنی لیت (حرف تمنیٰ) ہے ای کاش۔

= کَرَّۃً۔ کَرٌّ۔ کسی طرف مڑ جانا۔ جھک جانا۔ لوٹ جانا۔ کَرٌّ کے بعد ۃ وحدت کی ہے جس کے معنی

ایک بار۔ کَرَّۃً ۔ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک واپسی۔ دشمن پر یکبارگی حملہ کرنے کو بھی اسی مناسبت سے کَرَّۃً کہتے ہیں کَرَّارٌ بار بار لوٹ، لوٹ کر دشمن پر حملہ کرنے والا۔ سورۃ الملک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ (۶۷:۴) پھر نگاہ کو دوسری بار ڈال۔ پھر دوبارہ (غور سے) نگاہ ڈال۔

= فَنَتَبَرَّأَ۔ ف تمنیٰ کے جواب میں ہے۔ نَتَبَرَّاَ۔ مضارع منصوب کا صیغہ جمع متکلم۔ منصوب بوجہ جواب تمنیٰ کیونکہ لَوْ بمعنی لَیْتَ آیا ہے۔ نصب علی جواب التمنی لانّ لو فی معنی التمنیٰ و المعنی لیت لنا کرّۃ فنتبرا۔ (مدارک التنزیل) مطلب آیت کا ہے اے کاش ہمیں ایک بار پھر دنیا میں جانا نصیب ہو کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی (دنیا میں) ان سے بیزار ہوں۔

= کَمَا میں کاف حرف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اسی طرح جیسے یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔

= کَذٰلِکَ ۔کاف حرف تشبیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعید۔ اس میں ذٰ ۔اسم اشارہ ہے۔ اور ک حرف خطاب ہے اسی طرح

= یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ حَسَرَاتٍ عَلَیْھِمْ۔

یُرِیْ مضارع۔ جمع مذکر غائب اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر وہ دکھائے گا۔ ھِمْ۔ یُرِیْ کا مفعول اول۔ (ھِمْ کا مرجع مشرکین معبودانِ باطل کے پیروکار ہیں) اَعْمَالَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی۔ اور اگر یُرِیْ افعال قلوب سے ہو تو حَسَرَاتٍ اس کا تیسرا مفعول ہو جائیگا۔ ورنہ حال ہوگا (تفسیر مظہری)

= وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ۔ خٰرِجِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔ اور وہ کبھی دوزخ سے نہ نکلیں گے۔ وَمَاھُمْ بِخٰرِجِیْنَ اصل میں مَا یَخْرُجُوْنَ تھا۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ اس لئے بنا لیا گیا کہ بطور مبالغہ یہ سمجھا جائے کہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں گے۔ اور اس لئے کہ نجات اور خلاصی پانے سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ جملہ فعلیہ میں اتنا مبالغہ نہیں۔

۲:۱۶۸ = حَلٰلًا طَیِّبًا۔ حَلٰلًا۔ مفعول ہے کُلُوْا کا طَیِّبًا صفت ہے حَلٰلًا کی۔ پاک، ستھرا حلال۔

= لَا تَتَّبِعُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تم پیروی مت کرو۔ اِتِّبَاعٌ۔ (افتِعَالٌ) مصدر۔

= خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ خُطُوٰتِ جمع ہے خُطْوَۃٍ کی۔ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ خُطْوَۃٌ ایک بار قدم اٹھانا۔ خطو مادہ۔ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ سے مراد شیطانی راستے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

= عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ موصوف وصفت۔ کھلا دشمن۔ مُبِیْنٌ۔ اَبَانَ یُبِیْنُ۔ اِبَانَۃٌ۔ (باب افعال) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اِبَانَۃٌ۔ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ بین مادہ۔ اس سے باب افعال تفعیل، استفعال۔ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی اسی لئے مُبِیْنٌ کے معنیٰ ظاہر بھی ہیں ظاہر کرنے والا بھی۔

= السُّوْءِ۔ سُوْء۔ دراصل اس شے کو کہتے ہیں جو انسان کو غمگین کرنے والی ہو۔ برائی، آفت، گناہ، بُرا کام۔ عیب۔ یہ سب سو میں شامل ہیں۔

= اَلْفَحْشَآءِ۔ بأساء کے وزن پر مصدر ہے۔ فُحْش۔ مادہ۔ اَلْفَحْشَآء وہ قول یا فعل جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے۔ بُرا کام، بے حیائی کا کام، زنا۔ قرآن مجید میں مختلف معانی میں مستعمل ہے مثلاً وہ کام جو شرعاً بُرا ہو، بخل، بیحیائی۔ زنا۔ امر قبیح۔

= وَاَنْ تَقُوْلُوْا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اور جملہ کا عطف السُّوْٓءَ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور تمہیں السوء۔ اَلْفَحْشَآء اور خدا پر ایسی باتیں بنانے کا حکم دیتا ہے جن کا تم کو کوئی علم نہیں۔ یعنی جو تمہاری من گھڑت ہیں اور لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ان کو احکام خداوندی سمجھنے لگتے ہو۔ تَقُوْلُوْا۔ قَوْل۔ کا صلہ جب علیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کے خلاف گھڑ لینا۔ کسی پر بہتان لگانا مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ علم سے یہاں مراد علم یقینی یا علم ثابت بالوحی ہے۔ پس اس وعید کے تحت میں صرف کفر کے ہی نہیں بلکہ بدعت کے اقوال بھی داخل ہو جاتے ہیں (الماجدی) الاتخاذ الانداد۔ تحلیل المحرمات تحریم الطیبات (بیضاوی)

۲: ۱۷۰ = قِیْلَ لَھُمْ۔ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع النَّاس ہے جو یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا..... میں اوپر آیا ہے۔ مَالَا تَعْلَمُوْنَ تک النَّاس سے خطاب بصیغہ حاضر تھا۔ اب ان کی طرف ناگواری کے اظہار کے لئے حاضر سے بصیغہ غائب ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور عقلاء سے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے۔ ان احمقوں کی طرف دیکھو ہماری پند و نصائح کیا جواب دے رہے ہیں۔

= اِتَّبِعُوْا۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم پیروی کرو۔

= مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ ای القرآن۔

= بَلْ حرف اضراب ہے۔ یہاں ماقبل کا ابطال اور مابعد کا اثبات مقصود ہے۔ یعنی ہم مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا کی پیروی کریں گے۔

= مَآ اَلْفَیْنَا۔ ما موصولہ ہے۔ اَلْفَیْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِلْفَآءٌ (افعال) مصدر۔ اَلْفَیْنَا بمعنی وجدنا ہم نے پایا۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ (۱۲: ۲۵) اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو پایا۔ لَفِیٌ مادہ۔

= اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا۔ الف استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے لَوْ حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے۔ اَیَتَّبِعُوْنَھُمْ وَلَوْ کَانَ اٰبَآءُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا۔ کیا وہ (پھر بھی) اپنے آباء و اجداد کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ ان کے آباء و اجداد کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں (یعنی دین کے متعلق)

= وَلَا یَھْتَدُوْنَ ہ واؤ عاطفہ ہے۔ لَا یَھْتَدُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲: ۱۷۱ = وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً۔ اس میں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر کلام یہ ہے ومثل داعی الذین کفروا.... الخ یَنْعِقُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَعْقٌ۔ نَعِیْقٌ۔ نُعَاقٌ (باب فتح۔ ضَرَبَ) مصادر۔ فعل لازم ومتعدی ہردو میں مستعمل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں۔ نَعِقَ الْغُرَابُ کوے کا کائیں کائیں کرنا۔ اور متعدی بالباء نَعَقَ بِغَنَمِہٖ اس نے چیخ کر اپنی بکریوں کو ڈانٹا۔ بِمَا میں ب تعدیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ اور کافر لوگوں کو دعوتِ حق دینے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چلاّ چلاّ کر ایسی شے کو پکار رہا ہے جو کچھ بھی سوائے پکارنے کے اور چلانے کے نہیں سنتی۔ یعنی وہ صرف آواز کو سنتے ہیں معنی اور مفہوم کو نہیں سمجھتے

دُعَآءً = دَعَا یَدْعُوْا کا مصدر بمعنی پکار، بلانا، دعا کرنا، مانگنا۔ د ع و۔ مادہ۔ نِدَآءً۔ نَادٰی یُنَادِیْ کا مصدر بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ ندی مادہ۔ دعا اور ندا قریبًا ہم معنی ہیں۔

= صُمٌّ۔ خبر ہے جس کا مبتدا مضمر ہے ای ھُمْ صُمٌّ۔ وہ بہرے ہیں (آیات کو غور سے نہیں سنتے)

= بُکْمٌ۔ خبر ثانی۔ وہ گونگے ہیں۔ (کہ کلمات خیر ان کی زبان سے نہیں نکلتے)

= عُمْیٌ۔ خبر ثالث۔ وہ اندھے ہیں (کہ ہدایت کو نہیں دیکھتے)

= لَا یَعْقِلُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ یعنی چونکہ ان کی فکر ونظر میں خلل واقع ہوگیا ہے اس لئے دین کی بات سمجھتے ہی نہیں۔

۲: ۱۷۲ = اُشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ۔ جملہ شرطیہ کو شرط کے بعد لایا گیا ہے۔ ترجمہ اگر تم صرف اسی کی ہی (یعنی اللہ ہی کی) عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ یہاں صیغہ امر وجوب کے لئے آیا ہے نہ کہ صرف اجازت کے لئے۔

۲: ۱۷۳ = اِنَّمَا۔ بعض کے نزدیک یہ کلمہ حصر ہے بمعنی بس "سوائے اس کے نہیں کہ"، لیکن حنفیوں کے نزدیک یہاں اِنَّمَا حصر کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ لفظ اِنَّ حرف تحقیق اور مَا کافہ سے مرکب ہے، کیونکہ اول الذکر کی صورت میں سوائے مردار اور خون کے اور کوئی شے حرام نہیں کی گئی۔ حالانکہ ان دو کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں۔

= حَرَّمَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَحْرِیْمٌ (تفعیل) مصدر، اس نے منع کیا۔ حرام۔ ممنوع۔ حرمت والا۔ ایک ہی مادہ حرم سے مشتق ہیں۔ ماہ ہائے حرام۔ (حرمت والے مہینے) کو حرام اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں بعض چیزوں کو حرام (ممنوع) قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر مہینوں میں حلال ہیں۔

= اَلْمَیْتَۃُ۔ مردار جس کو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں قرار دیا۔ تفسیر حقانی میں ہے اَلْمَیْتَۃُ بروزن فَیْعَلَۃٌ اور اس کا اصل مَیْوِتَۃٌ ہے پس جب کہ واؤ اور ی جمع ہوئے اور اول ساکن تھا تو واؤ کو ی میں بدل دیا۔ پھر ی کو ی میں مدغم کر دیا۔ لیکن کثرت استعمال سے اس کو بالتخفیف پڑھنے لگے۔ ورنہ دراصل مشدّد ہے۔ لغت میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بطور معمول ذبح کئے بغیر مر جائے یا مارا جائے۔

= وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ط واؤ عاطفہ مَا موصولہ۔ اُهِلَّ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب اِهْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنی ہلال دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں۔ پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک لبیک کہنے کو بھی اہلال کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی اہلال کے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا۔ آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں۔

ترجمہ:۔ اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

= فَمَنْ میں فاء عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے۔

= اُضْطُرَّ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ وہ بے بس کیا گیا۔ اِضْطِرَارٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے اصل معنی انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ضرر مادہ اِضْطِرَارٌ اصل میں اِضْتِرَارٌ تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا ہے اِضْطِرَارٌ ہو گیا۔

= غَيْرَ بَاغٍ حال ہے اور وَلَا عَادٍ اس پر معطوف ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ جواب شرط ہے۔ بَاغٍ بَغْیٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِيٌ (ناقص یائی) تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ ی کو ساکن کیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ بَاغٍ ہو گیا۔ بمعنی حد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ عَادٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے عَدْوٌ (باب نصر) عُدْوَانٌ مصدر جس کے معنی ظلم کرنے یا حد سے بڑھنے کے ہیں عَادٍ اصل میں پہلے عَادِوٌ تھا۔ واؤ کو یا سے بدلا عَادِیٌ ہو گیا۔ ی کو گرا دیا۔ عَادٍ رہ گیا (قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یاء ہو کر گر پڑتی ہے)

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ میں بغاوت و عدوان کا تعلق کھانے سے ہے باغی کا یہ مطلب ہے کہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور عادی کے یہ معنی ہیں کہ زیادتی نہ کرے۔ یعنی بقدر ضرورت کھائے۔ تقدیر آیت یہ ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فَاَكَلَ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس جو عاجز ہوا یا لاچار ہو گیا۔ درآنحالیکہ وہ نہ باغی حکم عدولی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (بقدر ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔

= غَفُوْرٌ۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے (باب ضَرَبَ) بہت بخشنے والا۔ (کہ بعض حالات میں

جرائم پر بھی مؤاخذہ نہیں کرتا) رَحِیْمٌ۔ (ایسا شفقت والا کہ تنگی کے موقع پر آسانی بہم پہنچا دیتا ہے)

۲:۱۷۴ = یَکْتُمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب کَتْمٌ (باب نصر) مصدر وہ چھپاتے ہیں یا چھپا لیتے ہیں۔

= مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ میں مَا موصولہ ہے مِنَ الْکِتٰبِ۔ ای فی الکتب فی صفۃ محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلم۔ یعنی ان کی الہامی کتاب توراۃ یا انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق جو نازل ہوا تھا اس کو چھپا لیتے ہیں یا مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہود توراۃ میں بعض تعلیمات و حقائق کو چھپا لیتے تھے اور اس سے مقصود ان کا دنیاوی نفع کمانا ہوتا تھا۔

= یَشْتَرُوْنَ بِہٖ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر وہ بدلہ میں لیتے ہیں یا حاصل کرتے ہیں۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتمانِ حقیقت ہے یا یہ ضمیر مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ کی طرف عائد ہے۔

= ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ موصوف، صفت، تھوڑی قیمت، حقیر معاوضہ

= وَلَا یُزَکِّیْھِمْ۔ واؤ عاطفہ، لَا یُزَکِّیْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ پاک نہیں کرے گا۔ تَزْکِیَۃٌ۔ (تفعیل) مصدر۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور نہ ہی وہ ان کو پاک کرے گا۔ یعنی نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت سے ان کے گناہ معاف کرے گا۔

= عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ موصوف صفت۔ دردناک، دکھ دینے والا۔ فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔

۲:۱۷۵ = اُولٰٓئِكَ یہی ہیں وہ لوگ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔

= فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ۔ مَا استفہامیہ ہے اور بمعنی توبیخ آیا ہے۔ ای ما الذی صبرھم (ای شیٔ جسّرھم علی النار حتی ترکوا الحق واتبعوا الباطل۔ دوزخ کا عذاب جھیلنے پر انہیں کس نے صبر دیا اور کس شے نے انہیں اس کی جسارت دلائی کہ حق کو ترک کر کے باطل کے تابع ہو گئے۔ یا مَا بمعنیٰ تعجب ہے۔ تعجب ہے ان کے حال پر کہ حق کو ترک کر کے اس جرأت صبر اور بیباکی سے عذاب جہنم کے لئے تیار ہیں۔ کیا ہی ان کا صبر ہے جہنم کے عذاب کو جھیلنے کا۔ اس صورت میں یہ افعال تعجب میں سے ہے (مَآ اَفْعَلَہٗ و اَفْعِلْ بِہٖ۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں)

= ذٰلِكَ۔ ای مجموع ما ذکر من اکل النار وعدم التکلیم والتزکیۃ والعذاب المرتب علی الکتمانِ ما انزل اللّٰہُ من الکتاب۔ یعنی ان کا اپنے پیٹوں کو دوزخ کی آگ سے بھرنا۔ خداوند کریم کا ناراضگی سے ان سے کلام تک نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کے گناہوں کی مغفرت کر کے ان کو پاک کرنا اور دردناک عذاب میں مبتلا کرنا سب ہی اس میں شامل ہیں۔

= ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ط میں ب سببیہ ہے۔ ای ذٰلك العذاب بسبب اَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بالحق فرفضوہ بالتکذیب۔ یہ عذاب ان پر بدیں سبب نازل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا مگر انہوں نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔ الکتٰب سے مراد توراۃ بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ یا مطلق کتاب مراد ہے کہ جو توراۃ و قرآن و دیگر کتب سماویہ کو شامل ہے۔

= فِی الْكِتٰبِ میں الکتٰب میں الف لام یا تو جنس کا ہے۔ اور اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کے بعض حصے پر تو ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اور اس صورت میں اشارہ یا تو توراۃ کی جانب ہے اور یا القرآن کی طرف۔

= لَفِیْ میں لام تاکید کا ہے۔

= شِقَاقٍ بَعِیْدٍ ط موصوف، صفت۔ اَلشَّقُّ شگاف کو کہتے ہیں۔ پھاڑ کر برابر دو ٹکڑوں میں کرنا۔ شَقَقْتُهٗ بِنِصْفَیْنِ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ چیرنا، پھاڑنا۔ جیسے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰: ۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ (باب انفعال) اِنْشِقَاقٌ لازم آتا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

باب فِعَالٌ سے اَلشِّقَاقُ اور باب مفاعلۃ سے مُشَاقَّۃٌ بمعنی مخالفت کرنا۔ دشمنی کرنا ہے اس صورت میں شِقَاقٌ بمعنی مخالفت، باہم دشمنی، مقابلہ، باہم ضد بازی ہے۔ جملہ کا مطلب ہوگا کہ: وہ ضد میں آکر (نیکی سے) دور ہو گئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے مخالفت میں دور نکل گئے ہیں ان کی باہمی مخالفت و عناد کا پاٹ طویل ہو گیا ہے۔

۲: ۱۷۷ = اَلْبِرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی خشکی کے ہیں پھر معنیٰ وسعت کے لحاظ سے اس سے اَلْبِرُّ مشتق کیا گیا جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنے کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۵۲: ۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ، بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی بَرٌّ و بَارٌّ اسم صفت۔ اَبْرَارٌ و بَرَرَۃٌ جمع، نیک، نیکوکار۔ اطاعت شعار۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَرٌّ وَبَارٌّ بِوَالِدَیْهِ۔ وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔

= اَنْ تُوَلُّوْا میں اَنْ مصدریہ ہے۔ تُوَلُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے گر گیا ہے۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ جیسے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ (آیت ہذا) کہ تم اپنے منہ کرو، پہلے معنی میں آیا ہے اور

لَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (۲۱: ۵۷) جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر۔ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= قِبَلَ۔ اَلْجِھَۃُ (المعجم الوسیط) طرف۔ سمت، مقابلہ۔ طاقت (قاموس القرآن) جہت کے معنی میں آیت ہذا میں مستعمل ہے لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ نیکی (لبس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رُخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَالِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قِبَلَکَ مُھْطِعِیْنَ۔ (۷۰: ۳۶) تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں۔

قِبَلَ۔ بمعنی طاقت وقدرت بھی آیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَھُمْ بِھَا۔ (۲۷: ۳۷) ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

قَبْلُ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ بَعْدُ کی ضد ہے۔ باب تفعل سے بمعنی قبول کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

= وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ ..... الخ اَلْبِرَّ منصوب بوجہ عمل لٰکِنَّ ہے اَلْبِرَّ کی دو صورتیں ہیں (۱) اَلْبِرُّ۔ نیکی۔ بھلائی، نیکی کرنا (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی فاعل لبطور مبالغہ آیا ہے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے وَلٰکِنَّ الْبَارَّ مَنْ اٰمَنَ ..... الخ ولیکن نیکی کرنے والا وہ ہے جو اللہ پر ایمان لایا ..... الخ

(۲) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ (مضاف الیہ) کا مضاف مقدر ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَلٰکِنَّ الْبِرَّ بِرُّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ ... الخ بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ پر ایمان لایا .... الخ

= اٰتَی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔

= عَلٰی حُبِّہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں (۱) اس کا مرجع اَلْمَالُ ہے یعنی مال کی محبت ہوتے ہوئے بھی اس نے اس کو دیا۔ یا خرچ کیا۔ (۲) اس کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ کی محبت میں اس نے مال خرچ کیا (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ضمیر مصدر اِیْتَاءٌ (دینا۔ خرچ کرنا) کی طرف راجع ہو۔ مال کو دیا دینے کی محبت سے۔ یعنی اس کا دل خرچ کرنے سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ خوب جی کھول کر دیا۔

= ذَوِی الْقُرْبٰی۔ مضاف مضاف الیہ۔ قرابت والا۔ قرابت دار۔ نزدیکی رشتہ دار۔ ذُوْا۔ اسماء ستّہ مکبرہ میں سے ہے۔

= اِبْنُ السَّبِیْلِ۔ راستہ کا بیٹا یعنی مسافر، راہگزر۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِیْلِ کہتے ہیں۔

فِی الرِّقَابِ۔ رِقَابٌ۔ گردنیں رَقَبَۃٌ کی جمع ہے۔ ای اٰتَی المال فی تَخْلِیْصِ الرِّقَابِ اَوْ فی فک الرِّقَابِ جو خرچ کرتا ہے مال کو غلام آزاد کرانے میں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰ : ۱۲-۱۳) اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن چھڑانا۔
رَقَبَۃٌ اصل میں گردن کا نام ہے۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف عام میں یہ غلام کا نام پڑ گیا۔
= اَلْمُوْفُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ پورا کرنے والے۔ پورا دینے والے۔ وَفْیٌ مصدر۔ اپنا عہد پورا کرنے والے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَنْ اٰمَنَ پر ہے۔
= عَاهَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب مُعَاهَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر انہوں نے معاہدہ کیا۔ انہوں نے عہد باندھا
= اَلْبَاْسَآءِ۔ سختی، فقر، تنگ۔ پستی۔ اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ صفت نہیں ہے بعض کے نزدیک صفت ہے۔ جو موصوف کے قائم مقام ہے۔
= اَلصّٰبِرِیْنَ۔ الصّٰبِرِیْنَ کو یہاں اَلْمُوْفُوْنَ کی طرح معطوف نہیں لایا گیا بلکہ فقر و مرض اور جہاد فی سبیل اللہ کے مواقع پر صبر و استقلال کو دیگر نیک اعمال متذکرہ بالا پر فضیلت کے اظہار کے لئے اسے منصوب علی الاختصاص والمدح لایا گیا ہے (نصب علی الاختصاص کے لئے ملاحظہ ہو عربی زبان کی گرامر مصنفہ ڈبلیو رائٹ آرٹیکل ۳۵ جلد دوم)
= اَلضَّرَّآءِ۔ تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت۔ اسم ہے۔ سَرَّآ اور نَعْمَآءٌ کی ضد ہے۔ اَلْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ دونوں مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔
= وَحِیْنَ الْبَاْسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حِیْنَ۔ بمعنی وقت۔ اَلْبَاْسِ۔ لڑائی۔ دبدبہ، سختی۔ آفت جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں کثرت سے مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا (۴: ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔ اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔
اَلْبَاْسَآءِ اور اَلْبَاْسِ۔ مادہ ب ء س سے مشتق ہیں۔
= اُولٰٓئِكَ۔ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل۔
= صَدَقُوْا۔ انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ای صدقوا فی الدین واتباع الحق وطلب البر۔ جو دین کے بارہ میں سچے اترے اور حق کے اتباع اور نیکی کی طلب میں کما حقہ فعال رہے۔
= اَلْمُتَّقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعالٌ) مصدر پرہیزگار۔ تقویٰ رکھنے والے۔
گویا ایک نیک اور راستباز متقی میں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔
(۱) جو ایمان رکھتا ہو! (ا) اللہ پر (۲) یوم آخرت پر (۳) ملائکہ پر (۴) کتاب (قرآن مجید) پر (۵) نبیوں پر۔

(۲) جو مال خرچ کرتا ہو اللہ کی محبت کی خاطر (۱) قرابت داروں پر (۲) یتیموں پر (۳) مسکینوں پر (۴) مسافروں پر (۵) سوال کرنے والوں پر (۶) غلاموں کے آزاد کرانے پر۔

(۳) جو نماز پڑھتا ہو۔

(۴) جو زکوٰۃ دیتا ہو

(۵) جو ایفاء عہد کرتا ہو

(۶) جو تنگ دستی۔ تکلیف اور جنگ کی سختی میں صابر اور ثابت قدم رہتا ہو۔

۲: ۱۷۸ ۔ کُتِبَ عَلَیْکُمْ ۔ کُتِبَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ کَتْبٌ وَکِتَابٌ (باب نصر) لکھنا ۔ علیٰ کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا ۔ واجب کرنا ۔ کہا جاتا ہے

کَتَبَ اللّٰہُ عَلٰی عِبَادِہِ الطَّاعَۃَ وَعَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی ذات پر رحمت کو ضروری قرار دیا ہے ۔ کُتِبَ عَلَیْکُمْ تم کو حکم دیا ہے ۔ تم پر لازم قرار دیا ہے ۔ تم پر فرض کیا گیا ہے ۔

= اَلْقِصَاصُ ۔ خون کا بدلہ ۔ خون بہا ۔ مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہٗ

اَلْقَصُّ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں ۔ محاورہ ہے قَصَصْتُ اَثَرَہٗ میں اس کے نقش قدم پر چلا قرآن مجید میں ہے فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا (۱۸: ۶۴) تو وہ اپنے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے ۔ اور جگہ آیا ہے وَقَالَتْ لِاُخْتِہٖ قُصِّیْہِ (۲۸: ۱۱) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

قصہ کو قصہ اسی لئے کہتے ہیں کہ قصہ بیان کرنے والا اصل واقعہ کی پیروی اپنے بیان میں کرتا ہے ۔

= فِی الْقَتْلٰی ۔ اَلْقَتْلٰی جمع ہے اَلْقَتِیْلُ کی (بمعنی مقتول) فِی الْقَتْلٰی ۔ یعنی مقتولوں کے بارہ میں

= اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ ۔ آزاد کے بدلہ میں آزاد ۔ حُرٌّ ۔ اس آزاد مرد کو کہتے ہیں جو کسی کا غلام شرعی نہ ہو ۔ یہ عَبْدٌ کی ضد ہے ۔ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ ۔ ایک غلام کا آزاد کرنا ۔ حُرِّیَّتٌ آزادی

= عُفِیَ لَہٗ ۔ عُفِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ عَفَا یَعْفُوْا (باب نصر) عَفْوٌ ۔ جس کے معنی آسان حاجت سے زیادہ ۔ معاف کرنا ہیں ۔ مَنْ عُفِیَ لَہٗ ۔ جس شخص (قاتل) کو معاف کیا ہو ۔ شَیْءٌ ۔ کچھ ۔ کچھ چیز ۔ مِنْ اَخِیْہِ ۔ اس کے بھائی کی طرف سے ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مقتول ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے بھائی (یعنی وارث) کی طرف سے قاتل کو قصاص کے سلسلہ میں کچھ معافی دی جائے تو مقتول کے بھائی (یا وارث) کو معروف طریقہ سے (باقی قصاص) کا مطالبہ کرنا چاہئے اور قاتل کو چاہئے کہ خوش خوئی سے وہ اسے ادا کرے ۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) بمعنی پیروی کرنا ۔ یہاں مطلب یہ ہے

کہ معافی کے بعد باقیماندہ قصاص کا مطالبہ رائج الوقت طریقہ سے کرے اور اِحْسَانٍ یعنی احسان مانتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے۔ یعنی قاتل کو مقتول کے بھائی (یا وارث) کی طرف سے دی گئی معافی کا احسان ملتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے باقی ماندہ خون بہا ادا کرنا چاہئے۔

= تَخْفِيْفٌ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے بمعنی ہلکا کرنا۔ آسانی کرنا۔ تخفیف کرنا۔

= اِعْتَدٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی۔ اس نے حق سے تجاوز کیا۔ عدو۔ مادہ۔

۲: ۱۷۹۔ اُولِي الْاَلْبَابِ، اُولِیْ۔ والے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اُولُوْا اور بحالت نصب وجر اُولِیْ۔ اَلْبَابٌ۔ لُبٌّ کی جمع بمعنی عقل۔ اُولِي الْاَلْبَابِ، عقل والے۔ صاحب عقل

= خَيْرًا۔ بہتری۔ بھلائی۔ نیک کام، نیکی۔ یہاں اس سے مراد مال ہے یہ لفظ اسی معنی میں اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسے وانه لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال و دولت کی شدید محبت رکھتا ہے۔ یہاں خَيْرًا بمعنی مالاً کثیرًا۔ آیا ہے۔

= اَلْوَصِيَّةُ۔ مصدر ہے۔ (باب سَمِعَ) مرنے کا وہ حکم جو کہ مرنے سے پہلے بعض لوگوں کے متعلق وہ دے کر مرتا ہے اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ جملہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ متعلق اَلْوَصِيَّةُ سے اِنْ تَرَكَ خَيْرَ جملہ شرطیہ ہے جواب شرط جملہ اولیٰ سے سمجھا جاتا ہے

= حَقًّا۔ مصدر مؤکدہ ہے اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای حقّ ذٰلك علی الْمُتَّقِيْنَ حَقًّا متقیوں یعنی خدا ترسوں پر یہ لازم کر دیا گیا۔

۲: ۱۸۱ = فَمَنْ بَدَّلَهٗ۔ میں ضمیر ہٗ۔ اِيْصَاءٌ (نصیحت کرنا) کی طرف راجع ہے۔ اور اِيْصَاءُ اَلْوَصِيَّةِ میں ضمناً مذکور ہے مَنْ شرطیہ ہے اور فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ جملہ شرطیہ ہے فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ جواب شرط ہے پس جو کوئی وصیت کو بدل دے بعد اس کے کہ وہ اسے سن چکا ہو تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو اس کو بدل دیں گے اِثْمُهٗ میں ہٗ کی ضمیر یا تو تبدیل شدہ اِيْصَاءٌ کی طرف راجع ہے یا خود تبدیل کی طرف

۲: ۱۸۲ = مُوْصٍ اسم فاعل واحد مذکر اِيْصَاءٌ مصدر (باب افعال) اصل میں مُوْصِيٌ تھا وصیت کرنے والا

= جَنَفًا = مَيْلًا عَنِ الْحَقِّ خَطَأً وَجَهْلًا۔ غلطی سے یا نادانستگی سے حق سے دوسری طرف جھک جانا۔ طرفداری کجی۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ مصدر ہے۔

اِثْمًا۔ مصدر۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ عمدًا ارتکاب ظلم کرنا۔

خَافَ فعل بافاعل ہے۔ مِنْ مُّوْصٍ متعلق ہے خَافَ سے یہ جملہ شرطیہ ہے فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

جواب شرط ہے

۲:۱۸۳ = كُتِبَ عَلَيْكُمْ ۔ ای فُرِضَ عَلَيْكُمْ ۔ جیساکہ اوپر آیت ۱۸۰-۱۷۸ میں آیا ہے۔

= الصِّيَامُ ۔ مفعول مالم یسم فاعلہ ۔ صَامَ يَصُوْمُ ۔ صَوْمٌ وَصِيَامٌ ۔ مصدر (باب نصر) الصَّوْمُ کے اصل معنی کسی کام سے رُک جانے یا باز رہنے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کھانے پینے، چلنے پھرنے یا گفتگو کرنے سے ہو۔ گفتگو سے رکنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (۱۹ : ۲۵) کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ یعنی کلام سے خاموش رہنے کی جیساکہ بعد میں اسی آیت میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۔ تو آج میں ہرگز کسی آدمی بات نہ کروں گی۔

چلنے پھرنے سے رُک جانے کے معنی میں شاعر کا قول ہے خَيْلٌ صِيَامٌ وَاُخْرٰى غَيْرُ صَائِمَةٍ ۔ کچھ گھوڑے اپنے تھان پر کھڑے ہیں اور دوسرے میدان جنگ میں ہیں

آیت ہذا میں اصطلاح شریعت میں کسی مکلف کا روزہ رکھنے کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے عمدًا قے کرنے اور جماع سے رُکے رہنے کو صیام کہتے ہیں اور یہاں صیام کے معنی رمضان کے روزے ہیں۔

= كَمَا ۔ میں کاف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ ۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے یہاں تشبیہ روزوں کے فرض ہونے میں ہے ۔ روزوں کے دنوں کی تعداد یا ان کی کیفیت میں نہیں ہے۔

= لَعَلَّكُمْ ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور کُم ضمیر جمع مذکر حاضر، اس کا اسم ۔ شاید تم۔

= تَتَّقُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے رہو۔ تم ڈرتے رہو (ارتکاب گناہ سے) تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

۲:۱۸۴ = اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ موصوف و صفت منصوب بوجہ فعل مقدر صُوْمُوْا ۔ (جس کا یہ مفعول فیہ ہے) چند گنتی کے دن۔

مَعْدُوْدٰتٍ = اسم مفعول جمع مؤنث ۔ مَعْدُوْدَةٌ ۔ واحد ۔ گنے ہوئے

= فَمَنْ ۔ شرطیہ ۔ كَانَ کا اسم ضمیر ہے جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور مَرِيْضًا اس کی خبر ۔ معطوف علیہ اَوْ حرف عطف عَلٰى سَفَرٍ معطوف موضع نصب میں ہے ۔ اَیْ اَوْ كَانَ مُسَافِرًا ۔ فَعِدَّةٌ مبتدا اس کی خبر محذوف ہے ۔ ای فَعَلَيْهِ عِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۔ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ صفت ہے عِدَّةٌ کی ۔ پس فَمَنْ كَانَ ...... عَلٰى سَفَرٍ شرط ہے اور فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ جواب شرط ہے۔

عِدَّةٌ یہ عَدٌّ سے بروزن فِعْلَةٌ بمعنی مَعْدُوْدٌ ہے (جیسے کہ طِحْنٌ بمعنی مَطْحُوْنٌ ہے (پیسا ہوا آٹا) گنے ہوئے۔

= یُطِیْقُوْنَهٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِطَاقَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ہ ضمیر واحد مذکر کا مرجع صیام ہے یُطِیْقُوْنَ۔ کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مثلاً (۱) یُطِیْقُوْنَ بمعنی یُطَوَّقُوْنَ، یُکَلَّفُوْنَ (روزہ رکھنے میں) تکلیف محسوس کریں۔ جو بہ تکلف و بمشقت روزہ رکھ سکتے ہوں۔

(۲) یُطِیْقُوْنَ سے پہلے لَا مقدر ہے اور تقدیر یوں ہے لَا یُطِیْقُوْنَ (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں (۳) اس کا مفہوم وہی ہے جو اَطَاقَ فُلَانٌ کا ہے۔ اَطَاقَ میں باب افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے اس لئے اَطَاقَ فُلَانٌ کا مطلب ہوا فلاں شخص میں طاقت نہیں ہے۔ اس صورت میں یُطِیْقُوْنَهٗ کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کی (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

= فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ۔ فِدْیَۃٌ۔ مبدل منہ۔ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ مضاف مضاف الیہ ہوکر بدل ہے فِدْیَۃٌ سے مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کے ذمہ فدیہ ہے۔ جو ایک مسکین کا کھانا ہے۔ فِدْیَۃٌ مصدر۔ بمعنی بدلہ دینا۔ مال خرچ کرکے مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنا۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

= فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ۔ تَطَوَّعَ ماضی واحد مذکر غائب تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر اس نے خوشی سے نیکی کی۔ اس نے شوق سے نیکی کی۔ تَطَوُّعٌ کے اصل معنیٰ تو نیکی میں تکلف کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم و فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالائے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

خَیْرًا۔ بمعنی نیکی۔ بھلائی۔ اور خَیْرٌ بمعنی بہتر۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے پس جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

= وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا مبتدا، خَیْرٌ لَّکُمْ اس کی خبر۔ اور روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے

۲: ۱۸۵ = شَهْرُ رَمَضَانَ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ میں اَلَّذِیْ موصول اور اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ صلہ اپنے موصول کا۔ صلہ و موصول مل کر مبتدا کی خبر۔ هُدًى لِّلنَّاسِ حال ہے قرآن سے یعنی نازل کیا گیا اس ماہ میں قرآن در آنحالیکہ وہ سراپا ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی (وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی) اور یہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے (وَالْفُرْقَانِ) تینوں قرآن سے حال ہیں اور ۲ و ۳ کا عطف هُدًى ۱ پر ہے۔

هُدًى۔ اسم و مصدر (باب ضَرَبَ) ہدایت، ہدایت کرنا۔ بَیِّنٰتٍ جمع بَیِّنَۃٌ واحد۔ کھلی دلیل۔ واضح دلالت۔ اَلْفُرْقَانِ۔ مصدر بھی ہے یعنی الگ الگ کرنا۔ حق کو باطل سے جدا کرنا۔ اور صیغہ صفت بھی ہے یعنی حق کو باطل سے جدا کر دینے والی شے۔ آیت ہذا میں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے جدا کر دینے والی ہیں اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن مجید میں قرآن، توراۃ۔ دلیل و حجت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

= فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَلْیَصُمْہُ جوابِ شرط شَھِدَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے شُھُوْدٌ مصدر سے بمعنی پانا۔ شَھَادَۃٌ مصدر سے شَھِدَ بمعنی شہادت دینا ہے۔ الشَّھْرَ میں الف لام عہد کا ہے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ فَلْیَصُمْہُ میں ف جواب شرط کے لئے ہے لِیَصُمْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب صَوْمٌ مصدر (باب نَصَرَ) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول فیہ۔ اور اس کا مرجع الشَّھْرَ ہے پس وہ اس کا (رمضان کے مہینے کے) روزے رکھے۔

= مِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا۔

= اَلْیُسْرَ۔ اَلْیُسْرُ کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں اور یہ اَلْعُسْرُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُسْرًا (۶۵:۷) خدا عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔

= اَلْعُسْرَ۔ تنگی، سختی۔ اَلْیُسْر کی ضد ہے۔

= وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ۔ صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (اور تاکہ تم گنتی پوری کرو) (العدۃ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے عدۃ شھر رمضان بقضاء ما افطر منہ (یعنی تاکہ ماہ رمضان کی شمار افطار کئے ہوئے روزوں کو قضاء کر کے پوری کر لو...... ولتکملوا العدۃ کا مع اپنے معطوف وَلِتُکَبِّرُوا ...... الخ کے اَلْیُسْرَ پر عطف ہے (یا تو) اس وجہ سے کہ اَلْیُسْرَ باعتبار معنی کے ماقبل کی علت ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے یہ احکام یعنی مریض اور مسافر کے لئے افطار کو مباح کرنا اور مرض کے ایام کی قدر قضا واجب کرنا اس لئے مشروع کر دیئے تاکہ تم پر سہولت ہو اور تاکہ تم ماہ رمضان کے دنوں کی گنتی افطار کئے ہوئے روزوں کی قضاء کر کے پوری کر لو..... الخ یا لتکملوا..... (اس کے بعد اس آیت کی دیگر صورتیں بیان کی گئی ہیں)

اس صورت میں آیت یُرِیْدُ اللّٰہُ...... لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ کا ترجمہ ہوگا اور اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی کرنی اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور (چاہتا ہے کہ) تم گنتی پوری کر لیا کرو (افطار روزوں کی قضا پوری کر کے) اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تاکہ تم احسان مانو (یعنی تاکہ تم روزہ کے واجب ہونے پر شکر کرو اس لئے کہ وہ درجات کے ملنے کا ذریعہ ہے اور مریض اور مسافر کے لئے افطار کے مباح ہونے پر شکر کرو کہ اس میں تمہارے لئے تخفیف اور رخصت ہے۔ تُکْمِلُوْا۔ تم پورا کرو، تم مکمل کرو۔ اِکْمَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی لام کے آنے سے حذف ہو گیا۔

لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ کا عطف لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ پر ہے۔

= رَمَضَانَ۔ رَمِضَ کا مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لئے آتا ہے پھر اس کی طرف شھر کی اضافت کی گئی۔ اور اسے علم قرار دیا گیا۔ اس ماہ کو رمضان سے یا تو اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس ماہ میں بھوک پیاس کی

سوزش سے روزہ دار سوختہ ہوجاتا ہے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور یا اس لئے کہ جب لوگوں نے قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو یہ مہینہ سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا۔ (بیضاوی)
لیکن صحیح یہ ہے کہ علم تقویم میں یہ قمری سال کے ایک مہینہ کا نام ہے۔

۲: ۱۸۶ = وَاِذَا سَئَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔ اِذَا ظرف زمان ہے سَئَلَ فعل كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ عِبَادِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل بِعَنِّیْ جار مجرور مل کر متعلق فعل۔ اِذَا سَئَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ جملہ شرطیہ۔ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ای قُلْ لَهُمْ (ای عبادی) اِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔ جواب شرط۔
= اُجِیْبُ ۔ مضارع واحد متکلم۔ اِجَابَةٌ (باب افعال) مصدر بمعنی قبول کرنا۔ میں قبول کرتا ہوں۔
اَلدَّاعِ ۔ بلانے والا۔ پکارنے والا۔ دُعَاءٌ (دع و مادہ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت رفع وجر۔ دَعْوَةَ الدَّاعِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اُجِیْبُ کا مفعول۔
= دَعَانِ ۔ اصل میں دَعَانِیْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم حذف ہوگئی اور نَ وقایہ ہے دَعَا ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے مجھے پکارا۔ اس نے مجھ سے دعا کی۔
= فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ ۔ فَ سببیہ ہے لِيَسْتَجِيْبُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اِسْتِجَابَةٌ (باب استفعال) ان کو چاہیئے کہ میرا حکم مانیں ان کو چاہیئے کہ میرا امر قبول کریں۔ ای اذا دعوتهم الی الایمان والطاعة كما انی اجیبهم اذا دعونی لحوائجهم ۔ یعنی جب میں ان کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلاؤں تو ان کو میرا حکم ماننا چاہیئے جیسا کہ میں ان کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے اپنی حاجات کے لئے پکارتے ہیں
اِسْتِجَابَةٌ بمعنی اِجَابَةٌ (افعال) ہے۔ والاجابة فی اللغة الطاعة فالاجابة من العبد الطاعة و من الله الاثابة والعطاء۔ لغت میں اجابت بمعنی اطاعت ہے۔ بندہ کی طرف سے اجابت بمعنی اطاعت اور اللہ کی طرف سے جزا عطا کرنا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۳: ۱۹۵) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی۔ اور وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ (۴۲: ۳۸) اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔
= وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ لِيُؤْمِنُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب اور چاہیئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں
= يَرْشُدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب رُشْدٌ (باب نصر) مصدر وہ سیدھے راہ پر آجائیں۔ وہ ہدایت پا جائیں۔ اَلرُّشْدُ غَیٌّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲: ۲۵۶) گمراہی سے ہدایت الگ ہو چکی۔
۲: ۱۸۷ = اُحِلَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحْلَالٌ (افعال) مصدر حلال کیا گیا۔ مباح کیا گیا

الرَّفَثُ مفعول مالم یسم فاعلہٗ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف ہے الرَّفَثُ کا۔ رفث ایک لفظ جامع ہے جس قسم کا مرد عورتوں سے فائدہ اٹھائیں سب کو یہ شامل ہے ۔ اور رفث کو الیٰ سے اس لئے متعدی کیا ہے کہ اس لفظ کے اندر افضاء (جماع) کا مضمون ہے اور افضاء کا صلہ الیٰ آتا ہے۔

ترجمہ جائز کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں پاس جانا اپنی بیبیوں کے ۔

= کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ ۔ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تَخْتَانُوْنَ اِخْتِیَانٌ (اِفْتِعَالٌ) خین مادہ ۔ خیانت کرنا ۔ اِخْتِیَانٌ میں خِیَانَۃٌ سے زیادہ مبالغہ ہے ۔ تم اپنے آپ سے خیانت کیا کرتے تھے ۔

= فَتَابَ عَلَیْکُمْ ۔ یعنی جب تم نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ۔ تَابَ عَلٰی ۔ اللہ کا بندے کی توبہ قبول کر لینا ۔ اسے معاف کر دینا ۔

= عَفَا عَنْکُمْ ۔ اس نے تم کو معاف کر دیا ۔ اس نے تمہارے گناہ مٹا دیئے ۔ عَفْوٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے عَفْوٌ کا استعمال جب کسی کے جرم کے معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے ۔

= فَالْئٰنَ میں ف ترتیب کا ہے اَلْئٰنَ (اب) ظرف زمان ہے الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے ۔

= بَاشِرُوْھُنَّ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ۔ تم اپنی عورتوں سے یعنی اپنی بیویوں سے مباشرت کرو ۔ (مطلب یہ کہ اب روزوں میں رات کے وقت اپنی عورتوں سے تم کو مباشرت کی اجازت ہے بَاشَرَ یُبَاشِرُ مُبَاشِرَۃً ۔ (مفاعلہ) مصدر بَشَرٌ مادہ ۔ اَلْبَشَرَۃُ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح ہے انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس حیوا کی کھال پر اُون، بال یا پشم ہوتی ہے ۔

اَلْمُبَاشَرَۃُ کے اصل معنی تو ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا کے ہیں مگر کنایۃً عورت سے مجامعت کرنا کے معنی میں آتا ہے ۔

= اِبْتَغُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِبْتِغَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر تم تلاش کرو ۔ تم چاہو ، اِبْتَغُوْا فعل بافاعل مَا کَتَبَ اللہُ لَکُمْ ۔ مفعول ۔ جملہ ہٰذا ۔ اور جملہ وَکُلُوْا ۔ اور وَاشْرَبُوْا تینوں کا عطف بَاشِرُوْھُنَّ پر ہے

= یَتَبَیَّنَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر (حتیٰ کہ) ظاہر ہو جائے ۔ ممیز ہو جائے اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ موصوف وصفت سفید دھاگہ اَلْخَیْطِ الْاَسْوَدِ موصوف وصفت مجرور ۔ سیاہ دھاگہ

= مِنَ الْفَجْرِ ۔ بیان ہے اَلْخَیْطُ کا ۔

= وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ط میں واوٗ حالیہ ہے ۔ دراں حالیکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھے ہوئے ہو عٰکِفُوْنَ جمع عَاکِفٌ کی اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ شرع میں عبادت کی نیّت سے مسجد میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کو اعتکاف کہتے ہیں ۔ اور اس کے لغوی معنیٰ ہیں مقیم ہونے والے اور ایسے جمنے والے کہ ٹلے ہی نہیں ۔ آیۃ ہذا میں اپنے شرعی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ اور مَا ھٰذِہِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَھَا عٰکِفُوْنَ ہ (۵۲:۲۱) اپنے لغوی معنیٰ میں آیا ہے ۔

= تَقْرَبُوْھَا میں ھَا ضمیر کا مرجع حُدُوْد ہے ۔

۲ : ۱۸۸ = لَا تَاْکُلُوْٓا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم مت کھاؤ اَمْوَالَکُمْ ایک دوسرے کا مال بَیْنَکُمْ آپس میں ۔ اور باہم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ۔

= وَ تُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ ۔ واوٗ عاطفہ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اسی لئے تُدْلُوْا تَاْکُلُوْا کے لَا کے تحت میں ہے اَیْ وَلَا تُدْلُوْا ۔ اور مت کھینچ لیجاؤ ۔ یہ یُدْلُوْا ۔ اِدْلَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے ۔ جس کے معنی ڈول نکالنا یا ڈول ڈالنا کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَاَدْلٰی دَلْوَہٗ (۱۲:۱۹) اس نے کنوئیں میں اپنا ڈول ڈالا ۔ پھر استعارہ کے طور پر اس کے معنی کسی چیز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بنانا بھی آجاتے ہیں ۔ یعنی نہ ہی رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک (تاکہ وہاں جھوٹ سچ بول کر ناجائز طور پر فیصلہ اپنے حق میں کرالو ۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ بھی حرام کو حلال نہیں کر سکتا) ۔

= لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ ۔ تاکہ یوں کھاؤ کچھ حصہ لوگوں کے مال کا ۔ یہاں لام تعلیل کی ہے کہ تم اس واسطے مقدمہ حکام کے ہاں لیجاؤ کہ جائز یا ناجائز طور سے فیصلہ اپنے حق میں کرواکر دوسروں کا مال کھاجاؤ ۔ فَرِیْقٌ کا مطلب گروہ بھی ہے اور کسی چیز کے حصہ اور جزو کو بھی فریق کہتے ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں ۔ فَرِیْقًا ۔ ای قِطْعَۃً وَّجُزْءً ۔ فَرِیْقًا مفعول ہے لِتَاْکُلُوْا کا ۔

= وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ یہ جملہ حال ہے ۔ تَاْکُلُوْا کے فاعل سے ۔ دراں حالیکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے ۔

۲ : ۱۸۹ = اَلْاَھِلَّۃِ ط مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو الاھلۃ کہتے ہیں پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ ط لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ یہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) اَھِلَّۃٌ ھِلَالٌ کی جمع ہے اَھَالِیْل بھی اس کی جمع ہے

= قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی) میعادیں اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے ۔ ھِیَ ای اِھْلَال ۔ مَوَاقِیْت جمع ہے مِیْقَاتٌ کی ۔ اسم آلہ ، وقت کی شناخت

کے ذرائع ۔ یہ وَقْتٌ مادہ سے مشتق ہے ۔ وَقَّتَ یُوَقِّتُ تَوْقِیْتٌ (تفعیل) وقت ظاہر کرنا۔ مِیْقَاتٌ اور مَوْقِتٌ کسی کام کو شروع کرنے کی جگہ۔ جیسے میقاتِ حج، میقات احرام۔

= ظُهُوْرِهَا ۔ مضاف، مضاف الیہٗ ان کی پشتوں (کی جانب) سے ظَهْرٌ واحد۔

= وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۔ البِرّ ای ذُوالبِرِّ او البارُّ بمعنی نیکوکار۔ نیکی کرنے والا۔ اَبْرَارٌ جمع۔ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ (نیز ملاحظہ ۲: ۱۷۷)

= اِتَّقٰى ۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

فائدہ۔ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب احرام باندھ لیا کرتے اور انہیں گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازہ سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار میں سوراخ کر کے داخل ہوتے اور اس کو بڑی نیکی سمجھتے۔

= تُفْلِحُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر تم فلاح پاؤ۔ فلاح پانا بمعنی بھلائی ۔ کامیابی کا حاصل کرنا اور مقصد روری ہے۔

= لَا تَعْتَدُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی حد سے گذرنا۔ تم حد سے مت گذرو، تم زیادتی مت کرو۔ اَلْمُعْتَدُ ۔ اسم فاعل واحد مذکر، زیادتی کرنے والا۔ حد سے گذرنے والا۔

= اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ۔ جملہ مفعول ہے فعل قَاتِلُوْا کا۔

= اَلْمُعْتَدِيْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر منصوب ۔ حد سے بڑھ جانیوالا۔

۲: ۱۹۱ - وَاقْتُلُوْهُمْ ۔ واؤ عاطفہ۔ اُقْتُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول ۔ جمع مذکر غائب ۔ اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ ای الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وہ لوگ جو تم سے لڑائی لڑیں۔

= حَيْثُ ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ۔ مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے ۔ جہاں ۔ جس جگہ ۔

= ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۔ ثَقِفْتُمُوْا ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں ثَقِفْتُمْ تھا ۔ واؤ اشباع کا ہے ثَقْفٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی پالینے کے ہیں ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= اَلْفِتْنَةُ ۔ کے لغوی معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں ۔ اسی لئے نعمت اور مصیبت کو بھی فتنہ کہتے ہیں ۔ فَتَنَ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے ۔ قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً بمعنی آزمائش ۔ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۔ (۲: ۱۰۲) ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو۔ بمعنی آفت ۔ مصیبت ۔ وَحَسِبُوْا اَنْ لَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ۔ (۵: ۷۱) اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی ۔ بمعنی عذاب

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ٥ (۶۲:۳۷) اور ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنا رکھا ہے۔ اور آیت ہذا میں فتنہ سے مراد کفار کا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے (مظہری) وقیل معناہ شرکھم باللہ فی الحرم وصدھم ایاکم عنہ (بیضاوی) ان شرکھم باللہ اشد واعظم من قتلکم ایاھم فی الحرم (خازن) اور ان کا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا تمہارے ان کو مسجد حرام میں قتل کرنے سے بہت بُرا ہے۔

= اَشَدُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت تر۔ بدتر۔ نہایت سخت۔ شِدَّةٌ سے۔

۱۹۲:۲ = اِنْتَهَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ نہی مادہ۔ وہ رُک گئے۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ فَاِنِ انْتَهَوْا جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جملہ جزائیہ۔

۱۹۳:۲ = فَلَا عُدْوَانَ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جزائیہ ہے۔ (فَاِنِ انْتَهَوْا اس سے قبل کا جملہ شرطیہ ہے) عُدْوَانَ یہ عَدَا يَعْدُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ زیادتی، ظلم، ستم، تعدی، بہت بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ ترجمہ۔ تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے ...... الخ الظّٰلِمِيْنَ۔ ظلم کرنے والے۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجرور۔ یہاں ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور حرب میں باقی ہیں۔

۱۹۴:۲ = اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ۔ موصوف صفت۔ حرمت والا مہینہ اَلْحُرُمٰتُ۔ حرمتیں۔ بزرگیاں۔ حُرْمَةٌ کی جمع۔ حرمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادب ضروری ہو۔

قِصَاصٌ۔ بدلہ۔ قتل کا بدلہ قتل قاتل۔ ہر عضو کا بدلہ عضو، ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ۔ ادب کی چیزوں میں مساوات۔ یعنی ماہ حرام میں اگر دشمن قتال کرے اور اس کی حرمت کا لحاظ نہ کرے تو تم بھی دفاعی جنگ کرو (آیت ہذا) خون کا بدلہ خون۔ خون بہا۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ۔ ماہِ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری سے ہوگا۔ یعنی حرمتوں کے بارہ میں دشمن جتنی زیادتی کا مرتکب ہوگا۔ دوسرا فریق اس دشمن کے خلاف اس زیادتی کے برابر اس کا توڑ کرنے میں حق بجانب ہوگا۔

= فائدہ: اہل عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ ذی القعدہ۔ ذوی الحجہ اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ وجدل۔ قتل و غارتگری ممنوع تھی تاکہ زائرین کعبہ امن و امان کے ساتھ خدا کے گھر تک جائیں۔ اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اسی بنا پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا۔ یعنی حرمت والے مہینے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینہ میں مسلمانوں پر دست اندازی کریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں۔

(اقتباس از تفہیم القرآن)

= فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اِعْتَدٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی (تم پر)

فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ۔ جواب شرط۔ ف جواب شرط کا ہے۔ اِعْتَدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم زیادہ کرو۔ اِعْتِدَاءٌ۔ (زیادتی) کی جزا کو اِعْتِدَاءٌ کہنا صرف لفظی مشابہت ہے۔ مطلب یہ کہ زیادہ کرنے والے کی زیادتی کی حد تک اس زیادتی کا توڑ کرنا جائز ہے۔

= مَا اعْتَدٰی میں مَا موصولہ ہے۔

= الْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تقویٰ کرنے والے۔ ڈرنے والے، پرہیز کرنے والے۔

۲ : ۱۹۵ = اَنْفِقُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر تم خرچ کرو۔

= لَا تُلْقُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) جمع مذکر حاضر، تم مت ڈالو۔ لقی مادہ۔ قرآن مجید میں ہے۔ کُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْہَا فَوْجٌ (۶۷ : ۸) جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائیگی۔

= بِاَیْدِیْکُمْ۔ باء۔ حرف جار۔ اَیْدِیْکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ۔ یعنی اپنے ہاتھوں۔ اس سے قبل اَنْفُسَکُمْ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے وَلَا تُلْقُوْا اَنْفُسَکُمْ بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ۔ اور نہ پھینکو (یا نہ ڈالو) م اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں۔ التھلکۃ۔ ھلک (باب ضَرَبَ وسَمِعَ) سے مصدر ہے ہلاک ہونا۔ تباہ ہونا۔ ہلاکت۔ تباہی۔

= اَحْسِنُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِحْسَانٌ۔ (افعال) مصدر۔ تم نیکی کرو۔

= اَلْمُحْسِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانٌ سے۔ نیکی کرنے والے۔ اچھے کام کرنے والے۔

۲ : ۱۹۶ = اَتِمُّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْمَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم پورا کرو۔

= اَلْحَجَّ۔ حَجَّ یَحُجُّ (باب نصر) مصدر، اصل لغت میں حج قصد زیارت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا حج کہلاتا ہے

= اَلْعُمْرَۃَ۔ عمرہ زیارت بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ جو حج کی طرح خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ عمر بھر میں ایک دفعہ اس کا بجالانا بشرط استطاعت سنت مؤکدہ ہے شاہ عبدالقادر دہلوی رح فرماتے ہیں کہ:۔ عمرے کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے۔ اور صفا مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کرا کر احرام اتارے۔

= فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْہَدْیِ۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔ اُحْصِرْتُمْ۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِحْصَارٌ۔ (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی روکنے

کے ہیں خواہ روکاوٹ کسی ظاہری سبب کی بنا پر ہو۔ جیسے دشمن کا آڑے آکر روکنا۔ یا کسی باطنی سبب سے جیسے مرض کی وجہ سے رُکنے پر مجبور ہو جانا۔ پہلے جملہ کا ترجمہ یہ ہے پھر اگر تم روک لئے جاؤ۔ یعنی اگر تم حج سے یا اس عمرہ سے جس کی تکمیل کا تم کو حکم دیا گیا ہے روکے جاؤ۔ دوسرے جملہ میں ف جواب شرط کے لئے ہے مَا موصولہ ہے۔ اِسْتَيْسَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اِسْتِيْسَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی میسر آنا۔ آسان ہونا وہ میسر آیا۔ وہ آسان ہوا۔ اَلْهَدْيِ۔ اسم معرف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حُرم میں حَرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے ترجمہ۔ تو جو قربانی کا جانور میسر آجائے (ذبح کردیا۔ ذبح کرنے کے لئے بھیجو)

= وَلَا تَحْلِقُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر حَلْقٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی بالوں کو منڈانا۔ تم بال یا سر مت منڈاؤ۔ تم حجامت نہ کراؤ۔

مَحِلَّهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلّ اسم ظرف مکان، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ۔ جہاں قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْهَدْيُ ہے۔

= اَذًى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح کو یا جسم کو پہنچے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور فَفِدْيَةٌ ..... اَوْنُسُكٍ جواب شرط۔ پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں کوئی بیماری یا تکلیف ہو تو اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔ فِدْيَةٌ۔ اَلْفِدٰى۔ اَلْفِدَاءُ کے معنی کسی کی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (۴۷: ۴) پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہئے یا کچھ مال لے کر۔ فِدْيَةٌ واحد فِدًى جمع وہ مال جو کسی کو آزاد کرانے کے لئے دیا جائے۔ یا وہ مال جو کسی عبادت میں کوتاہی کرنے کی وجہ خرچ کرکے انسان خود اپنے کو گناہ سے بچاتا ہے آیت ہذا میں اسی معنی میں مستعمل ہے۔

نُسُكٍ۔ اَلنُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔ اور نَاسِكٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکانِ حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے مَنَاسِكُ حج اور عبادت کے ارکان۔ قربانی بھی ارکان حج میں سے ہے یہاں قربانی ہی مراد ہے۔ نُسُكٍ کا واحد نَسِيْكَةٌ بمعنی ذبیحہ ہے۔

= فَاِذَآ اَمِنْتُمْ۔ ای اذا امنتم من الاحصار یعنی جب احصار سے امن ہو مثلاً دشمن کا خوف جاتا رہے یا تم مریض تھے اب تندرست ہو گئے۔

= تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ۔ تَمَتَّعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَمَتُّعٌ (تفعّل) مصدر جس کے معنی برتنے۔ فائدہ اٹھانے اور مدت منفعت میں امتداد ہونے کے ہیں۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ یعنی جس شخص نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا۔ یعنی (۱) اگر پہلے احصار میں تھا اب امن میں آگیا۔ یا پہلے بیمار تھا اب تندرست

ہو گیا۔ لیکن اس دوران وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا۔ یا (۲) پہلے سے ہی امن میں تھا (نہ احصار میں تھا نہ بیمار تھا) اور ایک ساتھ ہی حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ پہلے عمرہ کے ارکان ادا کئے لیکن احرام بدستور رہا۔ احرام سے حلال نہیں ہوا یہاں تک کہ ایام حج میں حج کے ارکان ادا کرکے حلق کرایا۔ اور احرام سے فارغ ہوا۔ اسی طرح ایک سفر میں دو عبادتیں جمع کرلیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں تمتع عرفی مراد ہے نہ کہ شرعی۔ اس لئے وہ تمتع اور قِران دونوں کو شامل ہے۔ ان دونوں صورتوں میں قربانی لازمی قرار دیدی گئی کیونکہ دونوں صورتوں میں اس نے فائدہ اٹھایا۔

= فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ ای فعلیہ ما استیسر من الھدی۔ تو جو قربانی میسر آسکے اس پر لازم ہے

= فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ۔ ای فمن لم یجد الھدیَ جس کو قربانی میسر نہ آسکے یعنی جو قربانی نہ دے سکے۔

= فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ ای فعلیہ صیام ثلثۃ ایام تو وہ تین دن کے روزے لازمی رکھے۔

= رَجَعْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں التفاتِ ضمائر ہے۔ اوپر خطاب واحد غائب کے صیغہ میں ہو رہا تھا۔ اب ان احکام کو جو اوپر بیان ہوئے پوری طرح ذہن نشین کرانے کے لئے صیغہ حاضر اختیار کیا گیا۔

= تِلْكَ۔ اسم اشارہ لبعید جمع مؤنث عَشَرَةٌ مشار الیہ ہے

= كَامِلَةٌ۔ پوری (دہائی) یعنی پورے دس۔ کَمَالٌ مصدر (باب نَصَرَ۔ کَرم۔ سَمِعَ) اسم فاعل واحد مؤنث۔ یعنی قربانی کی جگہ پورے دس روزے ہوتے ہیں۔ اس سے کم نہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ کَامِلَةٌ تاکید در تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ لبعید: جمع مذکر۔ یہ اشارہ یا تو (۱) تَمَتُّعٌ کی طرف ہے جس کا ذکر آچکا ہے اور یا (۲) اس کا اشارہ اصل حکم یعنی وجوب قربانی کی طرف ہے

= حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ حَاضِرِي۔ باشندے۔ رہنے والے۔ حَضَارَةٌ مصدر سے جس کے معنی شہر میں رہنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اصل میں حَاضِرِيْنَ۔ تھا۔ اضافت کے سبب نون جمع حذف ہو گیا۔ حَاضِرِي۔ مضاف، المسجد الحرام موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔

یہ تمتع یا قربانی کا وجوباً دینا اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو میقات سے پرے رہتے ہیں۔

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو (ان تمام احکام کی بجا آوری میں جو اوپر مذکور ہوئے ہیں)

= وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اور یاد رکھو یا جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لمن لم یتقہ اس کو جو اس سے نہیں ڈرتا۔

عِقَابٌ۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةً وَّعِقَابٌ (باب مفاعلہ سے) مصدر ہے گناہ پر سزا دینا۔ پاداشِ جرم

کئے کی سزا۔ عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عقاب سزا کے استحقاق کو بتاتا ہے۔ عقاب کو عقاب اسی لئے ہی کہا جاتا ہے کہ مرتکب جرم۔ جرم کے عقب میں ہی اس کا مستحق ہو جاتا ہے اور عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہو لینے کے ہیں۔ چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا۔ اور عقب اللیل والنھار۔ رات دن کے پیچھے ہولی۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہئے۔

شَدِيْدُ۔ سخت، محکم، پکا۔ شَدٌّ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے شَدِيْدُ الْعِقَابِ ترکیب اضافی ہے اور شدید کی اضافت صفت مشبہ کی اپنے مرفوع کی طرف اضافت سے ہے۔ اضافۃ شدید من اضافۃ الصفۃ المشبھۃ الیٰ مرفوعھا۔ (روح المعانی)

۲: ۱۹۷ = اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔ ای وقت الحج اشھر معلومٰت وھی شوال و ذوالقعدۃ وعشر لیال من ذی الحجۃ۔ حج کا وقت چند مہینے ہیں اور وہ ہیں۔ شوال ۔ ذوالقعدہ اور ذوالحج کی دس راتیں۔

اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۔ موصوف وصفت۔ جانے بوجھے مہینے۔

فَرَضَ۔ ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب فَرْضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ فرض کے اصل معنی ہیں کسی حجم والی چیز کو جس میں صلابت ہو کاٹ دینا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ ان معنی میں آیا ہے۔ اس نے واجب کر لیا۔ اس نے مقرر کر دیا۔ اس نے عزم کر لیا۔ اس نے اجازت دیدی۔ یہاں عزم کر لینے یا نیت کر لینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= فِيْهِنَّ۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَشْهُرٌ ہے۔

= رَفَثَ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۱۸۷۔

= فُسُوْقٌ ۔ اسم فعل۔ گناہ۔ نیز مصدر (باب ضرب۔ نصر) گناہ کرنا۔ نافرمان ہونا۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدری کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنے کے ہیں۔ فاسق کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

= جِدَالَ۔ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے باہم جھگڑا کرنا۔

فائدہ ۔ رَفَثَ۔ فُسُوْقٌ اور جِدَال میں لَا کا تکرار تاکید ممانعت کے لئے ہے۔

= تَزَوَّدُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَزَوُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ تم سفر خرچ

ہمراہ لو۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ اہل یمن کی عادت تھی کہ جب وہ حج کو آتے تو زادِ راہ ساتھ نہ لاتے اور اس کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کہتے کہ ہم لوگ متوکل ہیں۔ اور جب وہ مکہ آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔ اور بقول علامہ بغوی رح بعض اوقات لوٹ اور غصب تک نوبت پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔ وَ تَزَوَّدُوْا ۔یعنی زادِ راہ اس قدر لے جایا کرو کہ جس سے وہاں تک پہنچ سکو۔ اور آبرو بچا سکو۔

= فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۔ بیشک بہترین زادِ راہ تو تقویٰ ہے اس سے پہلے نہی عن المنکر کا حکم تھا۔ رفث۔ فسوق۔ جدال سے پرہیز۔ اب خیر پر برانگیختہ فرمایا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن کثیر رح رقمطراز ہیں:۔ چونکہ دنیوی توشہ کا حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا ہے کہ آخرت کے توشے کی بھی فکر کر لو۔ یعنی قبر میں اپنے ساتھ خوفِ خدا لے جاؤ۔ جیسے اور جگہ لباس کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ۭ (۷ : ۲۶) اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے بہتر ہے۔ یعنی خشوع و خضوع طاعت و تقویٰ کے باطنی لباس سے خالی نہ رہو بلکہ یہ لباس ظاہری لباس سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع دینے والا ہے۔ تقویٰ مادہ وقی سے مشتق ہے۔

= اتَّقُوْنِ ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی متکلم کی محذوف ہے۔ مجھ سے ڈرو۔ (اور وہ ڈر کیا ہے اس کے احکام کی تعمیل کرنا اور اس کی گرفت سے بچنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا)

= یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ ۔ یَا حرفِ ندا۔ اولی الالباب ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے عقل والو۔ اَلْبَابُ جمع ہے لُبٌّ کی بمعنی مغز بادام ۔ بمعنی عقل مستعمل ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کے مغز میں ہوتی ہے۔

= جُنَاحٌ ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے۔ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

مائل ہونے کے معنی میں: وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (۸ : ۶۱) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔

= اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تم چاہتے ہو، تم ڈھونڈھتے ہو، تم تلاش کرتے ہو۔ فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب) تجارت کے ذریعے سے رزق۔ روزی۔ اور بھی کئی معانی میں مستعمل ہے۔ روزی کی تلاش کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (٦٢: ١٠) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

و لاخلاف بین العلماء فی ان المراد بالفضل المذکور فی الاٰیۃ ربح التجارۃ (اور اس بات میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت مذکور میں الفضل سے مراد منفعت بتجارت ہے)

= فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ ۔ جب تم عرفات سے لوٹو اَفَضْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِفَاضَۃٌ (افعال) مصدر سے ہے۔ مادہ فیض ہے (باب ضرب) فَاضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی اچھل کر بہہ نکلنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (٥: ٨٣) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اور اَفَاضَ (باب افعال) اِنَاءَہٗ کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اور اَفَضْتُہٗ کے معنی اوپر سے گرانے اور بہانے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ ۔ (٧: ٥٠) کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ۔ وَفَاضَ الْخَبَرُ خبر کا منتشر ہونا یا پھیلنا۔ اور اسی لئے حَدِیْثٌ مُّسْتَفِیْضٌ کے معنی منتشر یعنی عام پھیلی ہوئی بات کے ہیں۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اِفَاضَۃٌ کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں اور یہ فَیَضَانُ الْمَاءِ (یعنی پانی کا زور سے بہہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے۔

باوجود اس تمام تشریح کے اس لفظ کا استعمال حاجیوں کے عرفات میں قیام کے بعد مزدلفہ یا منیٰ کی طرف واپس لوٹنے کے لئے مخصوص ہے چنانچہ معجم الوسیط میں یوں تحریر ہے (افاض الحجاج من عرفاتٍ الی منًی: ای انصرفوا الیہا بعد انقضاء الموقف یعنی وہ (حجاج) واپس لوٹے اس (منیٰ) کی طرف وقوف (عرفات) پورا کر لینے کے بعد اور اِفَاضَۃٌ: انصراف الحجاج عن الموقف فی عرفۃ۔ حاجیوں کی وقوف عرفات کے بعد واپسی۔ اور طواف الافاضۃ طواف یوم النحر ینصرف الحجاج من منی الی مکۃ فیطوف ویعود۔ اور طواف افاضہ: قربانی کے دن کا طواف جب حاجی منیٰ سے لوٹ کر مکہ جا کر طواف کرتے ہیں۔ اور پھر واپس (منیٰ کی طرف) مڑتے ہیں۔

= اَلْمَشْعَرِ الْحَرَامِ: موصوف وصفت۔ المشعر۔ اسم ظرف ہے بمعنی علامت، نشان، مشاعر الحج کے معنی رسوم حج ادا کرنے کی جگہ کے ہیں۔ اس کا واحد مشعر ہے اور انہیں شعائر الحج بھی کہا جاتا ہے اس کا واحد شعیرہ ہے۔ المشعر الحرام۔ حرمت والا نشان حج بمعنی مزدلفہ۔

فائدہ۔ عرفات۔ مکہ معظمہ سے جو سڑک مشرق کی جانب طائف کو جاتی ہے اس پر مکہ سے کوئی بارہ میل کے فاصلہ پر کئی مربع میل کے رقبہ کا ایک طویل وعریض میدان ہے اسے عرفات کہتے ہیں اسی نام کی ایک پہاڑی بھی اسی میدان میں واقع ہے جو سطح زمین سے کوئی دوصد گز بلند ہے۔ مسجد نمرہ اسی میدان میں واقع ہے جہاں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اس مسجد کو مسجد ابراہیم یا مسجد عرفہ بھی کہا جاتا ہے

عرفات کے اصل پہاڑی سلسلہ سے ذرا الگ میدانِ عرفات سے شمال مشرق میں سرخ رنگ کی ایک مخروطی پہاڑی ہے جسے جبل الرحمت کہتے ہیں۔

(۲) مزدلفہ یا مشعر الحرام۔ جب عرفات سے منیٰ کی طرف جائیں اور عرفات کے دونوں کنارے چھوڑدیں تو مزدلفہ شروع ہوجاتا ہے جس کی حد مازمان سے لے کر محسّر تک ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان یہ سارا علاقہ مزدلفہ ہے خود مازمان اور وادی محسر مشعر الحرام میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات یہاں مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی کرکے پڑھتے ہیں۔

= وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اُذْكُرُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ كَمَا میں کاف تشبیہ کا ہے اور مَا مصدریہ ہے هَدٰى فعل ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع بھی اللہ ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اور یاد کرو اسے جس طرح اس نے تم کو بتایا ہے۔

= وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ واؤ حالیہ ہے اِنْ مخففہ ہے اصل میں اِنَّ تھاقَبْلِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہدایت ہے۔ لام فارقہ ہے الضَّآلِّيْنَ ۝ اَلضَّآلُّ کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے ہٹ جانا۔ راستہ سے بھٹک جانا فراموش کرنا۔ گمراہ کرنا۔ (کوشش کا) برباد ہوجانا۔ (جبکہ ضَلَالٌ کے معنیٰ سیدھی راہ سے ہٹ جانا کے ہیں خواہ وہ ہٹنا سہوًا ہو یا عمدًا۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ تو جس سے بھی کسی قسم کی غلطی سرزد ہوگی اس کے متعلق ہم ضلالت کا لفظ استعمال کرسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کی طرف ضلالت کی نسبت کی گئی ہے۔ گوان دونوں قسم کی ضلالت میں بون بعید پایا جاتا ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیتِ کریمہ: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ (۹۳: ۷) میں ضَآلًّا فرمایا ہے۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہدایتِ نبوت عطا ہونے سے قبل تم اس راہنمائی سے محروم تھے۔ راغب) ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا: اور بے شک اس سے قبل تم ناواقفوں میں سے تھے۔ نہ جاننے والوں میں سے تھے۔ (حق کی طلب میں تھے)

۲: ۱۹۹ = ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ تاخر زمانی ہو یا رتبہ کے لحاظ ہو۔ مولانا عبد الماجد دریاآبادی رح رقمطراز ہیں۔ ثُمَّ۔ یہاں تاخّر زمانی کے لئے نہیں فصلِ کلام کے لئے ہے۔ یعنی ایک بات ختم ہوئی اب دوسری ہدایت سنو! جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "وہاں تو" کہتے ہیں۔

جملہ ثُمَّ اَفِيْضُوْا..... کا عطف جملہ سابقہ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ پر ہے اور ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبۃ کے لئے آیا ہے مطلب یہ کہ جب تم عرفات سے وقوفِ عرفہ کے بعد منیٰ کی طرف واپس مڑو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

ہاں تو اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ تم وہاں سے مڑا کرو جہاں سے لوگ واپس مڑا کرتے ہیں (یعنی عرفات سے نہ کہ مزدلفہ سے)

= اَفِیْضُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِفَاضَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ تم واپس مڑو، تم بہاؤ (پانی کو) یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اس امر کے مخاطبین قریش ہیں جو حمس (شدت والے اور حیثیت والے) کہلاتے تھے اور وہ اور ان کے حلیف عرفات میں دوسرے اہل عرب کے ساتھ ٹھہرنے کو عار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ اور اس کے حرم کے رہنے والے ہیں اس لئے ہم حرم کو نہیں چھوڑتے اور یہاں سے نہیں نکلتے۔ پھر جب لوگ عرفات سے چلتے تھے تو حمس مزدلفہ سے کوچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مثل اوروں کے عرفات میں ٹھہریں اور وہاں وقوف کے بعد سب کے ساتھ مزدلفہ جائیں اور پھر وہاں سے واپس منیٰ جائیں۔

= مِنْ حَیْثُ۔ جہاں سے۔ جس جگہ سے۔ حَیْثُ اسم ظرف مکان ہے اور مبنی برضمہ ہے۔

= اَلنَّاسُ۔ سے حمس کے سوائے تمام لوگ مراد ہیں۔ المراد من الناس الجنس (روح المعانی) النّاس سے مراد جنس انسان ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ النَّاسُ سے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں جیسے ام یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ (۴ : ۵۴) میں الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں

۲ : ۲۰۰ = قَضَیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ قَضَاءٌ مصدر (باب ضرب) قضی مادہ۔ جب تم نے ادا کر لیا۔ جب تم پورے کر چکو۔

= مَنَاسِکَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے (حج کے) ارکان مَنْسَکٌ واحد۔

= کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذِکْرِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف۔ = اٰبَآءَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے آباء اجداد کے ذکر کی طرح یعنی جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو۔

= اَوْ۔ یہاں اختیار کے معنی میں نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے ہے اور بَلْ کا ہم معنیٰ ہے یعنی بلکہ ان کے ذکر سے بھی بڑھ کر اللہ کو یاد کرو

= اَشَدَّ ذِکْرًا۔ صاحب تفسیر حقانی فرماتے ہیں: اَشَدَّ ذِکْرًا میں اگرچہ لوگوں نے بہت قیل وقال کی ہے مگر صاف قول یہ ہے کہ اَشَدَّ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور یہ حال ذِکْرًا سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔ اور ذِکْرًا تمیز ہے اَشَدَّ کی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

= خَلَاقٍ ط حصہ۔ اپنے خلق اور عادت سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خَلَاق ہے۔

= حَسَنَةً - بھلائی یہ نیکی - نعمت جو مسرت کا سبب ہو۔ سَيِّئَةٌ کی ضد ہے۔

۲ : ۲۰۱ = قِنَا - قِ - نَا۔ قِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وِقَاءٌ۔ وِقَايَةٌ وَقْيٌ - وَاقِيَةٌ مصادر (لفیف مفروق) بمعنی بچانا۔ پرہیز کرنا۔ احتیاط کرنا۔ وَقَى يَقِيْ (باب ضرب سے) کسی دکھ دینے والی ضرر رساں چیز سے بچانا۔ قِ نَا۔ تو ہم کو بچا۔ تو ہم کو محفوظ رکھ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ (۶۶ : ۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔

وَقَى سے مضارع اصل میں يَوْقِيُ تھا۔ لفیف مفروق میں ف کلمہ کی تعلیل مثل معتل الفاء (مثال) کے ہوتی ہے۔ لہذا مثال کی تعلیل کے مطابق کہ مضارع مکسور العین میں عین کلمہ سے پہلے جو واؤ واقع ہوتا ہے وہ حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے وَعَدَ يَوْعِدُ سے يَعِدُ لہذا يَوْقِيُ يَقِيُ ہو گیا۔ لفیف مفروق کے لام کلمہ کی تعلیل مثل ناقص یائی ہوتی ہے لہذا مثل رَمٰی يَرْمِيُ میں یٓ پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے لفیف مفروق کے لام کلمہ میں تعلیل کی وجہ سے يَقِيُ يَقِيْ ہو گیا۔

اسی کے مطابق صیغہ امر بنانے کے لئے علامت مضارع کو حذف کیا۔ اور آخر میں حرف علت کو گرا دیا تو قِ رہ گیا جو امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بن گیا۔

۲ : ۲۰۲ = اُولٰٓئِكَ - اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ سب - اس میں مشارٌ الیہم وہ مؤمنین ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں حَسَنَةً کی دعا کرتے ہیں

= نَصِيْبٌ - حصہ۔ خواہ ثواب کا ہو۔ میراث کا ہو۔ یا حکومت کا ہو۔

= كَسَبُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا۔ كَسْبٌ - کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا۔ خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ قرآن مجید میں كَسَبَ کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے۔ (۱) قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی جیسے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ (۲ : ۲۲۵) لیکن جو قسمیں قصد دل سے کھاؤ گے ان پر مؤاخذہ کرے گا۔ (۲) اچھا برا قول یا فعل۔ جیسے: ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (۳ : ۱۶۱) پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (۳) نیک کام کرنا۔ جیسے لَهَا مَا كَسَبَتْ (۲ : ۲۸۶) اچھا کام کرے گا تو اس کو اس کا فائدہ ملیگا۔ (۴) برے کام کرنا۔ جیسے وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا۔ (۶ : ۶۵) اور جو (کوئی برا) کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے۔ (۵) مال کمانا۔ جیسے اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲ : ۲۶۷) پاکیزہ اور عمدہ مال جو تم کماتے ہو۔ اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ - واؤ عاطفہ۔ سَرِيْعٌ - جلدی کرنے والا۔ سُرْعَةٌ (باب فتح) سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَرِيْعُ الْحِسَابِ ط

ترکیب اضافی ہے سَرِیْعُ مضاف الْحِسَابِ مضاف الیہ۔ جلدی حساب کرنے والا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ مبتدا کی خبر ہے۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۲: ۲۰۳ = فِیْ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط دن جو معدودے چند ہیں۔ چند گنتی کے دن، چند دن گنتی کے

— فائدہ۔ حج کا ذکر ہو رہا ہے مزدلفہ میں رات بسر کر کے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو صبح سویرے بعد از نماز فجر وہاں سے نکل کر منیٰ پہنچے۔ ۱۰،۱۱،۱۲ تاریخ کو منیٰ میں قیام کیا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ اور دیگر مناسک حج کی ادائیگی کی مثلاً دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کی، قربانی دی۔ سر منڈایا۔ احرام سے باہر آئے طوافِ زیارت کیا۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ اور واپس منیٰ آئے۔ اب منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی کی دو صورتیں ہیں اگر کوئی شخص دسویں تاریخ کے بعد صرف دو دن قیام کر کے بارہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ چلا جائے تو بھی درست ہے اور جس کا جی چاہے بارہ تاریخ کو وہیں ٹھہرے۔ اور تیرہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ واپس مڑے تب بھی درست ہے فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ ...... لِمَنِ اتَّقٰی میں اسی کی طرف اشارہ ہے

۹ رکی فجر تا ۱۳ ر ذوالحجہ کی عصر تک ایام تشریق کہلاتے ہیں۔

= تَعَجَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَجُّلٌ (تفعّل) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے عجلت سے کام لیا مَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ۔ جو شخص جلدی کر کے دو دن میں ہی چلا گیا۔ یعنی یوم النحر (دسویں تاریخ کے بعد ۱۱ ر اور ۱۲ ر کو منیٰ میں ٹھہر کر ۱۲ ر کی شام کو مکہ معظمہ میں واپس ہو گیا۔ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اس پر کوئی حرج نہیں ہِ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ موصولہ ہے

= مَنْ تَاَخَّرَ۔ تَاَخَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَاَخُّرٌ (تفعّل) مصدر پیچھے رہنا۔ پیچھے ہو جانا۔ وہ پیچھے رہ گیا۔ یا پیچھے رہا۔ جس نے تاخیر کی۔ یعنی ۱۲ ر تاریخ کو بھی منیٰ میں ٹھہرا رہا اور ۱۳ ر کی شام کو واپس ہوا۔

= لِمَنِ اتَّقٰی۔ ای ذٰلِكَ التخییر و نفی الاثم للحاج المتقی۔ یعنی اس تاخیر میں اس حاجی کے لئے کوئی حرج نہیں جو دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو۔ اور جس نے یہ تاخیر تقویٰ کی خاطر کی ہو

= تُحْشَرُوْنَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ حَشْرٌ (باب نصر، ضرب) مصدر

۲: ۲۰۴ = وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُہٗ۔ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ ...... (آیہ ۲۰۰) پر ہے۔ آیہ ۲۰۰ میں ذکر تھا کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو حج کے ایام اور ایسے مواضع میں صرف دنیا خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں کس لئے کہ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ان کو یقین ہی نہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں۔ اب یہاں ان دونوں گروہوں کی تشریح ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اور مَنْ موصولہ۔

= یُعْجِبُكَ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر

تجھ کو بھلا لگتا ہے۔ تجھ کو پسند آتا ہے۔

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ متعلق قول سے ہے۔ ای فی امور الدنیا و اسباب المعاش یعنی اس کی گفتگو بابت امور دنیا و اسباب معاش۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی امور کے متعلق یا اس کی غرض سے اظہار دعویٰ محبت اور آپ سے اظہار اسلام وہ ایسے فصیح اور شیریں کلام میں کرتا ہے جو آپ کو متاثر کرتا ہے۔

= یُشْھِدُ اللّٰہَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اشھادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اللّٰہَ مفعول۔ وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ یعنی اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اس کی زبان کے مطابق ہے۔

= وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ٥ جملہ حالیہ اَلَدُّ۔ سخت جھگڑالو۔ لَدَّ یَلُدُّ (باب نَصَرَ) افعل التفضیل کا صیغہ لَدٌّ۔ مصدر خِصَامٌ۔ خَصْمٌ کی جمع جیسے بِحَارٌ۔ بَحْرٌ۔ یا صِعَابٌ صَعْبٌ کی جمع ہے۔ خَصْمٌ جھگڑنے والا۔ اَلَدُّ الْخِصَامِ جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔ بہت بڑا جھگڑالو۔ خِصَامٌ مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اَلَدُّ الْخِصَامِ بمعنی شَدِیْدُ الْخُصُوْمَۃِ ہوگا۔

۲ : ۲۰۵ = تَوَلّٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ لوٹا۔ وہ پھرا۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔

= سَعٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعْیٌ۔ مصدر (باب فتح) اس نے کوشش کی۔ اس نے جلدی کی اس نے قصد کیا۔

= لِیُفْسِدَ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور سعی سے متعلق ہے یعنی وہ زمین میں اس واسطے دوڑتا پھرتا ہے کہ فساد پھیلائے۔

۲ : ۲۰۶ = اِتَّقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر تو ڈر۔ وَقْیٌ مادہ۔

= اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ۔ اَلْعِزَّۃُ۔ عزت۔ غرور۔ غلبہ۔ بزرگی۔ عِزٌّ۔ عِزَّۃٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) بِالْاِثْمِ۔ میں باء سببیہ ہے۔ غرور اور تکبر نے اس کو گناہ پر آمادہ کیا۔

= حَسْبُہٗ۔ اس کو بس ہے۔ اس کو کافی ہے۔ اس کو کفایت ہے۔ حَسْبُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ حَسْبُ۔ کافی۔ کفایت۔

= اَلْمِھَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ مَھْدٌ۔ بستر، گہوارہ۔ مِھَادٌ (بستر) کی جمع اَمْھِدَۃٌ اور مُھُدٌ ہے۔

فائدہ۔ علامہ بغوی رح نے بروایت کلبی و مقاتل و عطا فرمایا ہے کہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ یہ شخص بہت شیریں کلام اور خوبصورت ملیح تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا تھا۔ بیٹھتا اور باتیں بناتا تھا۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے ملاطفت فرماتے تھے۔ واقع میں وہ منافق تھا۔ اس کے بارہ میں آیات ۲۰۴ :

تا ۲۰۶ نازل ہوئیں۔ (آیت ۲۰۶ میں لَہٗ۔ اَخَذَتْہُ اور فَحَسْبُہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اخنس کی طرف راجع ہے) اسی اخنس نے اپنے مخالف بنو ثقیف پر شب خون مار کر ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اور ان کے مویشی ہلاک کر دیئے۔ اور اپنے ایک مدیون کے پاس تقاضے کے لئے طائف گیا اور وہاں جاکر اس کی کھیتی جلادی۔ اور اس کی گدھی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اگرچہ ابتدائے کلام میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ ..... سے اشارہ ایک واحد شخص کی طرف ہے جو بروایات اخنس بن شریق تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ سے مراد ایک ہی شخص ہو بلکہ اس سے بہت سے اشخاص بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان آیات کا انطباق محض اسی ایک ہی شخص تک محدود نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے وہاں یہ آیات چسپاں ہوں گی۔

۲: ۲۰۷ = یَشْرِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب شَرْیٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ فروخت کرتا ہے وہ اطاعت الٰہیہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

شِرَاءٌ اور بَیْعٌ دونوں لازم ملزوم ہیں کیونکہ مشتری کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینے والے کے ہیں۔ اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے۔ اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک طرف سے نقدی اور دوسری طرف سے سامان ہو۔ لیکن جب خرید و فروخت جنس کے عوض جنس ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری تصور کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیع و شراء کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر شَرَیْتُ بمعنی بِعْتُ اور اِبْتَعْتُ بمعنیٰ اِشْتَرَیْتُ آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ (۱۲: ۲۰) اور انہوں نے اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اِشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ (۲: ۸۶) جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔

آیت ہذا میں یَشْرُوْنَ بمعنی فروخت کر دینا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔

= رَءُوْفٌ۔ رَءُفَ یَرْءُفُ (کَرُمَ) رأفَۃٌ مصدر سے۔ بروزن فَعُوْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ امام خطابی رأفت اور رحمت میں فرق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"رحمت تو کسی مصلحت کی بناء پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن رأفت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی۔"

= نَفْسَہٗ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی جان کو۔

= اِبْتِغَآءَ ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ ۔مصدر ہے۔ اِبْتِغَآءَ سخت کوشش کے لئے مخصوص ہے اگرچہ مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

= مَرْضَاتِ ۔ مَرْضَاۃٌ۔ مصدر میمی واسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی، رضامندی۔ (باب سَمِعَ) مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی رضامندی۔ اللہ کی خوشنودی۔

اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

۲:۲۰۸ = فِی السِّلْمِ ۔ اسلام۔ اسم ہے مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

= کَآفَّۃً ۔ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کے فاعل سے حال ہے۔ اسم فاعل مفرد ہے۔ مؤنث منصوب۔ کَافٌّ مذکر۔ کَافَّاتٌ۔ جمع۔ کَفٌّ مادہ ومصدر۔ دفع کرنا۔

اسم فاعل مفرد مذکر منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ۃ علامت مبالغہ ہے یہ تنقیح لفظی ساخت کی ہے۔ استعمال میں کَآفَّۃً ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ آتا ہے جس کے معنی ہیں سب کے سب پورے کے پورے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً (۹:۳۶) تم سب کے سب کافروں سے لڑو۔ اور وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (۳۴-۲۸) اور ہم نے تم کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔

= وَلَا تَتَّبِعُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم اتباع مت کرو۔ تم پیروی نہ کرو۔ تم نقش قدم پر مت چلو۔

= خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شیطان کے قدم۔

= مُبِیْنٌ ۔ ظاہر۔ صریح۔ کھلا ہوا۔

۲:۲۰۹ = زَلَلْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ زَلٌّ ۔ زَلَلٌ۔ زُلُوْلٌ ۔ (باب ضَرَبَ ۔ سَمِعَ) پاؤں یا زبان کا پھسل جانا۔ تم ڈگمگائے۔ تم نے لغزش کی۔ تم نے ٹھوکر کھائی۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَتَّخِذُوْآ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا ۢ بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ ۢ بَعْدَ ثُبُوْتِھَا (۱۶ : ۹۴) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں) کے قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں۔

= اَلْبَیِّنٰتُ ۔ بَیِّنَۃٌ کی جمع۔ کھلے دلائل۔ روشن دلیلیں۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ ...... الْبَیِّنٰتُ ۔ جملہ شرطیہ۔ فَاعْلَمُوْا ...... حَکِیْمٌ ۔ جواب شرط

= ھَلْ ۔ حرف استفہام ہے۔ یہاں استفہام انکاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ ۔ ای مَا یَنْظُرُوْنَ ۔

= یَنْظُرُوْنَ ۔ بمعنی یَنْتَظِرُوْنَ ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ نَظْرٌ ۔ (باب نَصَرَ) مصدر سے

ضمیر فاعل ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوتے۔ ای من یترک الدخول فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً۔ ھَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ ای مَا یَنۡتَظِرُوۡنَ۔ اِلَّا۔ حرف استثناء۔
= ظُلَلٍ۔ سائبان۔ بدلیاں۔ ظُلَّۃٌ کی جمع ہے جیسے غُرۡفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔
= اَلۡغَمَامُ ابر۔ سفید ابر۔ غَمَامَۃٌ کی جمع۔
ھَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّآ اَنۡ یَّاۡتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیۡ ظُلَلٍ مِّنَ الۡغَمَامِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ۔ یہ انتظار نہیں کر رہے مگر (اس بات کی) کہ اللہ اور اس کے فرشتے (ان کے اعتقاد کے موافق) سفید بادلوں کے سائبانوں کے سایہ تلے ان کے اوپر آویں (جیسا کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بادلوں میں سے دھواں اور کڑک اور شعلہ معلوم ہوا اور خداوند تعالیٰ کا جلوہ دکھائی دیا) تفسیر حقانی
= وَقُضِیَ الۡاَمۡرُ۔ قُضِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اور معاملہ کا فیصلہ کیا جائے۔ اور معاملہ نپٹا دیا جائے (یعنی وہ امور جو ابھی تک نو مسلم یہودیوں اور نصاریٰ کے دلوں میں جاگزیں تھے اور ان کو کافۃً اسلام میں داخل ہونے سے مانع تھے ان کے روبرو فیصلہ ہو جاویں) نیز ملاحظہ ہو نوٹ ع ۷۶۴ سورۃ البقرۃ تفسیر ماجدی)
= وَاِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ اور اللہ کی ہی طرف تمام امور (قطعی فیصلہ کے لئے) لوٹائے جاتے ہیں تُرۡجَعُ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ رَجۡعٌ مصدر سے۔ (باب ضَرَبَ) باب ضرب سے ہی مصدر رُجُوۡعٌ سے بطور فعل لازم بمعنی لوٹنا آتا ہے۔ آیت ہذا میں بصورت اول مستعمل ہے۔
آیت ہذا کی مزید تشریح کے لئے عبد اللہ یوسف علی کی تفسیر نوٹ نمبر ۲۳۱ بھی ملاحظہ ہو۔

۲: ۲۱۱ = کَمۡ۔ استفہام کے لئے آئے تو اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمۡ دِرۡھَمًا عِنۡدَکَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ اور اگر خبریہ ہو اور مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرے تو تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے وَکَمۡ قَرۡیَۃٍ اَھۡلَکۡنٰھَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔
کبھی تمیز سے پہلے مِنۡ آتا ہے جیسے کَمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَھۡلَکۡنٰھَا (۷: ۴) یا آیت ہذا میں: کَمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ کتنی ہی کھلی نشانیاں اٰتَیۡنٰھُمۡ۔ ہم نے ان کو دیں۔
= مَنۡ شرطیہ ہے اور وَمَنۡ یُّبَدِّلۡ ...... مَا جَآءَتۡہُ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ جواب شرط ہے۔ یُبَدِّلۡ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب تَبۡدِیۡلٌ (تفعیل) مصدر (جو) بدل ڈالے۔ یعنی بجائے شکر کے کفر کرے۔
= نِعۡمَۃَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نعمت۔ نعمت سے مراد وہ معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کئے۔ نعمت ان کو اس لئے کہا گیا کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں۔ یا اس سے مراد اللہ کی کتاب ہے، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا۔

= شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ سخت عذاب دینے والا۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۹۶)

(۲: ۲۱۲) = زُیِّنَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَزْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر (وہ سنوارا گیا۔ وہ مزین کیا گیا۔ اسے اچھا (کرکے) دکھایا گیا۔ مطلب یہ کہ دنیا کی زندگی اسے پرکشش اور مزین کرکے دکھائی گئی

= الحیٰوۃ الدُّنْیَا ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔

= وَیَسْخَرُوْنَ ۔ میں واؤ عاطفہ ہے یَسْخَرُوْنَ کا عطف زُیِّنَ پر ہے سَخْرٌ (باب سمع) مصدر سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے وہ مذاق بناتے ہیں۔ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مِنْ کے صلہ کے ساتھ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ۔ (۱۱-۳۸) اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو ہم تم سے تمسخر کریں گے۔

فَوْقَھُمْ ۔ فَوْقَ ۔ ظرف منصوب ۔ مضاف ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب.... مضاف الیہ
ان کے اوپر۔ ان سے بڑھ کر، ان سے زیادہ، ان پر غالب

وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ مبتدا، فَوْقَھُمْ خبر یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ظرف

۲: ۲۱۳ = اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۔ موصوف صفت مل کر کَانَ کی خبر۔ اُمَّۃً بمعنی امت ۔ جماعت ، مدت ۔ دین ۔ یہاں بمعنی دین مستعمل ہے۔ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ای علی دین واحد ۔

= فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ ۔ بَعَثَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بھیجا اس نے بھیجے (نبی) جملہ ہذا سے قبل فَاخْتَلَفُوْا محذوف ہے عبارت یوں ہوگی۔ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخْتَلَفُوْا فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ (ابتدا میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ پھر ان کا آپس میں اختلاف ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا۔

= مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال نَبِیّٖنَ سے (اہل ایمان کو جنت کے دیگر انعامات کی) خوشخبری دینے والے۔ اور (منکرین کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سزا سے) ڈرانے والے۔

= مَعَھُمْ ۔ ای مع النبیین ۔ الکتٰبُ سے مراد جنس کتاب ہے۔ بِالْحَقِّ کتاب سے حال واقع ہے یعنی مُشْتَمِلاً عَلَی الْحَقِّ ۔ (حق پر مشتمل) لِیَحْکُمَ ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ اور یَحْکُمَ میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ یا کتٰب ہے یا اس کتاب کے ساتھ جو نبی ہے تاکہ اختلافی امور میں لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا کرے فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مَا موصولہ ہے اور فِیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ۔ اس امر کے متعلق جس میں انہوں نے اختلاف کیا۔

مطلب یہ کہ اس نے نبیوں کو مبشرین و منذرین بنا کر بھیجا۔ اور ان (میں بعض) پر کتاب نازل فرمائی

جو سراسر حق باتوں پر مشتمل تھی تاکہ اللہ تعالیٰ خود یا اس کی مشتمل برحق کتاب یا نبی جس پر وہ کتاب نازل کی گئی ان باتوں کے متعلق جن میں لوگوں کا اختلاف تھا (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کرے۔

= وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ۔ فِيْهِ میں ضمیرہ واحد مذکر غائب کا مرجع الحق ہے یا کتاب الَّذِيْنَ موصول عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اُوْتُوْهُ۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو کتاب کی طرف راجع ہے۔ یعنی جنہیں وہ کتاب دی گئی مطلب یہ کہ اس حق میں جس پر یہ کتاب جو یہود و نصاریٰ کو دی گئی مشتمل تھی۔ انہوں نے ہی اختلاف اختیار کیا۔ (کتاب سے مراد یہاں توراۃ اور انجیل ہے۔ جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل کی گئی اور اختلاف سے مراد یہ امور ہو سکتے ہیں۔ (۱) باہمی ضد اور حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر۔ (۲) کتاب میں تحریف اور تبدیل پر اختلاف (۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق توراۃ و انجیل میں حوالہ جات جو صریحاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال تھے ان پر ان کا باہمی اختلاف۔

= مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ بَيِّنٰت سے مراد وہ محکم آیات جو تورات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دینے والی اور آپ کے اوصاف کریمہ کو بیان کرنے والی تھیں۔ یہ جملہ اِخْتَلَفَ سے متعلق ہے۔

= بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ۔ باہمی ضد اور حسد۔ یہ اِخْتَلَفَ کا مفعول لہٗ ہے۔

= فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۔ هَدٰى لَهٗ۔ راستہ بتلانا۔ سیدھے راستہ پر قائم رکھنا۔ هُدًى۔ هَدْىٌ۔ هِدَايَةٌ مصدر۔ مِنَ الْحَقِّ حال ہے ضمیر فِيْهِ سے یا مَا سے بِاِذْنِهٖ حال ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے ای مَاذُوْنًا لَهُمْ۔ بِاِذْنِهٖ اپنے امر و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو حق میں جو بھی ان کو اختلاف تھا اپنے حکم سے راہِ ہدایت دکھائی۔ یعنی ایمان والے اگر حق بات کے متعلق آپس میں کوئی اختلاف رکھتے بھی تھے تو چونکہ وہ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ محض لاعلمی یا ناسمجھی یا لاشعوری کی وجہ سے تھا۔ لیکن ان کی نیتوں میں خلوص اور جذبہ ایمان تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے حکم (فضل و کرم) سے ان کو اس اختلاف سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ صاحب تفسیر ماجدی لکھتے ہیں لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ میں ذکر اہل حق کے اختلاف کا ہے اہل باطل سے بِاِذْنِهٖ۔ میں اِذن کے معنیٰ فضل، توفیق اور لطف کے ہیں۔

۲ : ۲۱۴ = اَمْ۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے اور بمعنیٰ بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمزہ مقدر ہے۔ لفظ بَلْ کلام سابق سے اعراض کے لئے ہے۔ یہاں یہود اور نصاریٰ کے اختلاف اور ان کے متاعِ حیات

دنیوی پر فخر بے جاہ اور پھر اس کے بل بوتے پر مومنوں سے تمسخر سے اعراض کرنے کے لئے آیا ہے اور ہمزہ استفہامیہ مؤمنین کے خیال کے انکار و استبعاد کے واسطے کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں کہ بغیر رنج و مشقت کی بھٹی سے گذرے تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمہارے سے پہلے کے انبیاء اور مؤمنین کی طرح تمہیں بھی تنگی و سختی۔ فقر و بیماری اور طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کی آگ سے گذرنا پڑے گا۔ تب جاکر تم جنت کے مستحق ہو گے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ فراء کا قول ہے کہ اَمْ کے معنیٰ اَحَسِبْتُمْ اور میم زائد ہے

(اَمْ پر تفصیلی نوٹ ۱۸: ۹ پر ملاحظہ ہو۔)

= حَسِبْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، حِسْبَانٌ (باب حَسِبَ یَحْسِبُ) مصدر۔ تم سمجھ بیٹھے ہو۔ تم نے خیال کیا۔ یا گمان کیا۔

= اَنْ تَدْخُلُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تَدْخُلُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ کہ تم داخل ہو گے۔

= وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ۔ جملہ حالیہ لَمَّا۔ ابھی تک نہیں۔ ترجمہ آیت کا یوں ہوگا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تک تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔

مثل الذین۔ ای مَثَلَ مَثَلُهُمْ کلام میں مضاف محذوف ہے۔ اَلَّذِیْنَ صفت ہے مؤمنین محذوف کی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ متعلق ہے خَلَوْا سے۔

= مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ بیان ہے مَثَلُ سے۔

= اَلْبَاْسَآءُ۔ سختی، فقر، تنگی، اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو قائم مقام ہے موصوف کے۔

= اَلضَّرَّآءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی، مرض، مصیبت اسم مؤنث ہے اور سَرَّآءُ۔ نَعْمَآءُ کی ضد، بَاْسَآءُ وَضَرَّاءُ دونوں اسم مؤنث ہیں۔ ان کا مذکر نہیں آتا۔ ان کی جمع فراء کے نزدیک اَبْؤُسٌ وَاَضُرٌّ بروزن نَعْمَآءُ اَنْعُمٌ جائز ہے۔

= وَزُلْزِلُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ زُلْزِلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ زَلْزَلَةٌ۔ زِلْزَالٌ۔ مصدر وہ جھڑجھڑائے گئے۔ وہ زلزلہ میں آگئے وہ ہلا ڈالے گئے۔

= لَمَّا۔ حرف جازم ہے لَمْ کی طرح فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴)

لَمْ اور لَمَّا کے درمیان بوجوہ ذیل فرق کیا جا سکتا ہے۔

(۱) لَمْ۔ حرف شرط کے ساتھ آسکتا ہے جیسے فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ لیکن لَمَّا نہیں آسکتا۔

۲- لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد۔ مسلسل اور مستمر ہوتی ہے جیسے آیۃ ہذا۔ یا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ شاش عبدی ممزق کا شعر ہے ؎

فَاِنْ کُنْتُ مَاکُوْلًا فَکُنْ خَیْرَ اٰکِلٍ ــ وَاِلَّا فَاَدْرِکْنِیْ وَلَمَّا اُمَزَّقِ

ترجمہ: اگر مجھے خوراک ہی بننا ہے تو تو ہی بہتر کھانے والا بن جا۔ ورنہ میری مدد کو پہنچ ابھی تک میں تکا بوٹی نہیں کیا گیا۔

لَمْ سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے اس کا تسلسل اور اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے جیسے وَلَمْ اَکُنْ م بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا (۱۹:۴) (اے میرے رب ابھی تک تجھے پکار کر میں نامراد نہیں رہا اور کبھی حال سے پہلے نفی کا انقطاع ہوجاتا ہے جیسے لم یکن شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ (۷۶:۱) پہلے وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی پہلے وہ بالکل معدوم تھا اب موجود ہو گیا۔

۳- لَمَّا سے حاصل شدہ نفی ماضی قریب میں ہوتی ہے اور لَمْ سے حاصل شدہ نفی ماضی مطلق میں خواہ قریب ہو یا بعید۔ اسی لئے لَمْ یَکُنْ زَیْدٌ فِی الْعَامِ الْمَاضِیْ مُقِیْمًا۔ (زید گذشتہ سال مقیم نہ تھا۔ ماضی بعید) صحیح ہے۔ لیکن لَمَّا کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں کیونکہ سال گذشتہ ماضی بعید ہے ماضی قریب نہیں۔

۴- لَمَّا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ جیسے بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ۔ بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ یعنی آئندہ چکھنے کی توقع ہے۔ لَمْ میں یہ شرط نہیں ہے۔

۵- لَمَّا کا مدخول جائز الحذف ہے لیکن لَمْ کا ایسا حال نہیں ہے۔ جیسے

فَجِئْتُ قُبُوْرَهُمْ بَدْءً وَّلَمَّا = فَنَادَیْتُ الْقُبُوْرَ فَلَمْ یُجِبْنَهْ (یعنی لَمَّا اَکُنْ بدءً) میں ان کی قبروں پر سردار قوم کی حالت میں پہنچا اور اس سے پہلے میں سردار ہوا ہی نہیں تھا۔ میں نے قبروں کو پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

لَمَّا (جب) حرف شرط ہے یا حرف وجود لوجود یا حرف وجوب لوجوب۔ ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزا۔ ابن سراج۔ ابن جنی اور فارسی وغیرہ کا قول ہے کہ لَمَّا حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حِیْنَ کا ہم معنیٰ۔ ابن مالک نے کہا ہے لَمَّا اِذْ کی طرح ہوتا ہے۔ اِذْ کا مدخول بھی جملہ ماضیہ ہوتا ہے۔ اور لَمَّا کا بھی۔

لَمَّا کی جزار کا فعل ماضی ہونا بالاتفاق صحیح ہے بلکہ جمہور کے نزدیک شرط ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰکُمْ

اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (۱۷: ۶۷) جب اس نے بچا کر تم کو خشکی تک پہنچا دیا تو تم نے روگردانی کی
ابن مالک کہتا ہے لَمَّا کی جزاء کے مقام میں کبھی ایسا جملہ اسمیہ واقع ہوتا ہے جس کا آغاز اِذَا مفاجاتیہ سے ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (۲۹: ۶۵) جب اس نے ان کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیا تو ایک دم وہ شرک کرنے لگے۔
یا اس کے شروع میں فاء ہوتی ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ط (۳۱: ۳۲) جب ان کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیا — تو ان میں کچھ لوگ سیدھی چال پر رہے۔
ابن مصفور نے صراحت کی ہے کہ لَمَّا کی جزا میں کبھی فعل مضارع آتا ہے جیسے فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (۱۱: ۷۴) جب ابراہیمؑ کے دل سے خوف جاتا رہا۔ اور خوشخبری پہنچ گئی تو ہمارے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے
لَمَّا (مگر) استثنائیہ بھی آتا ہے اِلَّا کا ہم معنیٰ۔ جیسے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶: ۴) کوئی نفس ایسا نہیں کہ اس کے اعمال کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ یہ ترجمہ لَمَّا نافیہ کا ہے جیسا کہ بعض لوگ اس جگہ قائل ہیں۔ محل استثناء کے لحاظ سے ترجمہ اس طرح ہوگا۔: کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔ (لغات القرآن از مولانا عبدالدائم الجلالی)
= اَلَا - خبردار ہو جاؤ۔ جان لو، سن رکھو، خبردار - یہ حرف کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) تنبیہ - جیسے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ (۲: ۱۳) سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں (۲) توبیخ و انکار جیسے اَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ - (۳) تمنّیٰ جیسے اَلَا تَنْزِلُ عِنْدِیْ (۴) عرض - یعنی کسی چیز کا نرمی سے مانگنا جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴: ۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔
(۵) تحضیض کے لئے۔ یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے جیسے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹: ۱۳) بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبرِ خدا کے جلاوطن کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) پہل کی
علامہ زمخشری رح قاضی بیضاوی رح اور علماء کی ایک جماعت کے خیال میں اَلَا - ہمزہ استفہام اور لام نافیہ سے مرکب ہے جو اپنے مابعد کے تحقیق و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب استفہام نفی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے مزید ثبوت مقصود ہوتا ہے چنانچہ آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (۷۵: ۴۰) کیا اس (خدا) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے۔
اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ میں اَلَا بطور حرف تنبیہ آیا ہے اور مابعد کی تحقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی

سُن لو اللہ کی مدد آیا ہی چاہتی ہے۔

۲ : ۲۱۵ = مَاذَا۔ کیا چیز ہے، کیا ہے، مَا حرفِ استفہام ہے اور ذَا فصل کے لئے آیا ہے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں تمیز ہو سکے۔ یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے۔ یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا زائد ہے۔

= يُنْفِقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کریں۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

= مَا اَنْفَقْتُمْ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔

= مِنْ خَيْرٍ۔ ای مِنْ مَّالٍ۔ خیر کے معنٰی بہتر، بھلائی۔ نیکی۔ نیک کام۔ پسندیدہ چیز۔ شر کی ضد ہے۔ خیر بمعنی مال قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے جیسے۔ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا الْوَصِيَّةُ (۲ : ۱۸۰) (جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور) اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانیوالا ہو تو تم پر دستور کے مطابق والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا فرض ہے خدا سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔ یا وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰ : ۸) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

= فَلِلْوَالِدَيْنِ۔ ای فَاَنْفِقُوْا عَلَى الْوَالِدَيْنِ۔

= اِبْنَ السَّبِيْلِ۔ مسافر۔ لفظی معنی ہیں راستہ کا بیٹا۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنَ السَّبِيْل کہتے ہیں۔

= وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ۔ میں مَا موصولہ ہے اور خَيْرٍ سے مراد نیکی (کوئی بھی ہو کسی بھی صورت میں ہو) ہے۔ یہ جملہ شرط کے معنوں میں ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ جوابِ شرط ہے۔

(۲ : ۲۱۶) كُتِبَ عَلَيْكُمْ۔ كَتَبَ عَلٰى۔ واجب قرار دینا۔ فرض کر دینا۔ اَلْقِتَالُ ای اَلْجِهَادُ۔

= كُرْهٌ۔ ناگوار چیز۔ کریہہ۔ مشقت۔ مصدر بمعنی مفعول (مکروہ) ہے جیسے نَقْصٌ بمعنی مَنْقُوْصٌ ہے

= عَسٰى۔ عنقریب ہے، شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے افعال مقاربہ میں سے ہے۔ محبوب چیزیں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے ہے۔

= تَكْرَهُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ كَرِهٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم ناپسند کرتے ہو۔ تم ناپسند کرو تم مکروہ سمجھو، تم کو ناگوار معلوم ہو، تم کو بُرا لگے۔ تم کو دشوار لگے۔

۲ : ۲۱۷ = اَلشَّهْرِ الْحَرَامِ۔ موصوف وصفت۔ حرمت والا مہینہ۔

فائدہ۔ جمادی الثانی ۲ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ کو آٹھ (یا بعض کے نزدیک بارہ) مہاجرین کا سردار بنا کر قریش کے ایک قافلہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ جس شب یہ مقابلہ ہوا جس میں قریش کے چند آدمی مارے گئے تھے وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت عبداللہ رضؓ

اوران کے ساتھی اسے جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھ رہے تھے۔ چونکہ رجب کا مہینہ ماہ حرم ہے جس میں قتال ممنوع تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی سخت دلگیر ہوئے کہ ان سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل مکہ نے جو گناہ قصدًا اور عنادًا کئے تھے مثلاً لوگوں کو اسلام سے روکنا۔ اللہ کو نہ ماننا۔ لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔ اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا۔ (یعنی مسجد والوں کو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضو تھے) اور شرک کرنا۔ جو قتل سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ یعنی خود تو اہل مکہ ایسے گناہوں کے مرتکب تھے۔ ان کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں۔ باوجود اس کے کہ ان سے یہ فعل غلطی سے سرزد ہو گیا تھا۔

= قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ۔ قِتَالٌ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے مُقَاتَلَۃٌ بھی باب مفاعلۃ سے مصدر ہے فِيْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ ہے كَبِيْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے بڑا (یہاں گناہ ہونے کے لحاظ سے بڑا مراد ہے)

= صَدٌّ۔ صَدَّ يَصُدُّ (باب ضَرَبَ ونَصَرَ) کا مصدر ہے۔ رُکنا (فعل لازم) روکنا (فعل متعدی) دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ خدا کے راستہ سے روکنا یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا۔

= كُفْرٌ بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اور اس سے کفر کرنا اللہ کو نہ ماننا۔

= وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ای وصد عن المسجد الحرام اور مسجد حرام سے روکنا۔

= اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ۔ ای اهل المسجد الحرام۔

= اَلْفِتْنَةُ۔ فساد و شرک

= اَلْقَتْلِ۔ بمعنی عمرو حضرمی کا قتل جو قریش کے قافلہ میں سے تھا۔ اور عام فساد اور شرک بھی مراد ہو سکتا ہے۔

= وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ لَا نفی۔ يَزَالُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (یہ لوگ) ہمیشہ لڑتے رہیں گے (کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے) لَا يَزَالُ۔ مَا زَالَ مَا دَامَ۔ ماانفک۔ افعال ناقصہ ہیں ہمیشہ حرف نفی کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں لیکن مثبت کے معنی ادا کرتے ہیں۔

= اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنِ اسْتَطَاعُوْا جملہ شرطیہ ہے اور لَا يَزَالُوْنَ... عَنْ دِيْنِكُمْ۔ جزا۔

= حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ۔ حَتّٰى تعلیل کے لئے ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعْبُدُ اللّٰهَ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔

میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تاکہ جنت میں جاؤں۔ یَرُدُّوْکُمْ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب رَدٌّ (باب نَصَرَ) سے مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تاکہ وہ تم کو لوٹا دیں۔ وہ تم کو مرتد بنا دیں۔ آیت کا ترجمہ ہوگا: یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں

= وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے یَرْتَدِدْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِرْتِدَادٌ (افتعال) مصدر بمعنی لوٹ جانا۔ مرتد ہو جانا۔ اور جو تم میں سے مرتد ہو گیا یعنی اپنے دین سے پھر گیا۔ فَیَمُتْ اور مر گیا (اس کا عطف یَرْتَدِدْ پر ہے)

وَهُوَ کَافِرٌ۔ جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ کافر ہو۔ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ سے لے کر وَهُوَ کَافِرٌ تک شرط۔ اور اس سے اگلا جملہ فَاُولٰٓئِكَ ..... خٰلِدُوْنَ جزاء ہے۔

= فَاُولٰٓئِكَ میں فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر غائب اور مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ میں ضمیر فاعل مشارٌ الیہ ہے۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ حَبْطٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وہ اکارت گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے۔

= فِیْهَا۔ فِیْ۔ حرف جار۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ النَّار (دوزخ) کے لئے ہے ای فی النار

= خٰلِدُوْنَ ٥ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔ سدا رہنے والے

۲ : ۲۱۸ = هَاجَرُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُهَاجَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر (انہوں نے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے) وطن چھوڑا

= جَاهَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُجَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا

= یَرْجُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب رِجَاءٌ (باب نَصَرَ) وہ امید رکھتے ہیں۔

۲ : ۲۱۹ = اَلْخَمْرِ۔ شراب انگوری۔ اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو "خمر" ہے لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں۔

خمر یا تو اِخْتِمَارٌ بروزن (افتعال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔

یا یہ مُخَامَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ چونکہ یہ وسواس کو گم کر دیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے خمر سے موسوم ہوئی۔

خُمَارٌ وہ چیز جس سے کوئی چیز چھپائی جائے۔ خِمَارٌ۔ عورت کی اوڑھنی جس کے ساتھ وہ اپنے سر کو چھپاتی ہے اس کی جمع خُمُرٌ ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ۔ (۲۴ : ۳۱)

وہ (عورتیں) اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

= اَلْمَیْسِرِ۔ اسم ومصدر میمی۔ جوا۔ جوا کھیلنا۔ یَسَرَ۔ یَیْسِرُ۔ یَسْرٌ (باب ضَرَبَ) جوا کھیلنا۔ یُسْرٌ آسانی (جوا میں بھی مال آسانی سے حاصل ہوتا ہے)

فائدہ۔ قرآن حکیم میں شراب کے حرام ہونے کے متعلق بتدریج مندرجہ ذیل آیات ہیں۔

(۱) وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَکَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (۱۶: ۶۷) اس میں سَکَرًا کو رِزْقًا حَسَنًا سے علیحدہ کردیا ہے یعنی کھجور اور انگور سے نشہ حاصل کرنا رزق حسن نہیں ہے۔ یہاں شراب کے خلاف لطیف اشارہ ہے۔

(۲) یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ..... الخ (۲: ۲۱۹) آیہ ہذا۔ اس کے متعلق شراب کے متعلق فرمان ہے کہ اس میں گو لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں لیکن اس کا گناہ منافع سے بڑھ کر ہے۔ یہ حرمت شراب کے متعلق دوسرا قدم ہے۔

(۳) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (۴: ۴۳) یہاں ایک حد تک صریحًا ممانعت کردی اور یہ حرمت شراب کی طرف تیسرا قدم تھا۔

(۴) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (۵: ۹۰) یہاں شراب قطعی طور پر حرام ہو گئی اس کو شیطان کا فعل قرار دیکر اجتناب کا حکم ہوگیا اور جہاں نہی کسی فعل کی ہو اس کا کرنا صریحًا حرام ہے۔ آیۃ شریف ۵: ۹۱ بھی اسی مضمون کے متعلق ہے۔

= مَاذَا۔ ملاحظہ ہو آیت ۲: ۲۱۵۔ متذکرۃ الصدر

= اَلْعَفْوَ۔ ای قل انفقوا العفو۔ اَلْعَفْوُ آسان۔ حاجت سے زیادہ۔ معاف کردینا۔ یہ عَفَا یَعْفُوْا (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے بقدر طاقت جو بن آئے۔ جو اپنے اور عیال کے خرچ سے زائد ہو۔ عَفُوٌّ بروزن فَعُوْلٌ۔ بہت زیادہ معاف کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

= یُبَیِّنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر کھول کر بیان کرتا ہے۔

(۲: ۲۲۰) = قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ۔ ای اِصْلَاحُ اَمْوَالِ الْیَتٰمٰی من غیر اخذ اجرۃ ولا عوض خیر لکم ای اعظم اجرًا۔ یعنی یتیموں کے اموال یا کاروبار میں بغیر اجرت وعوضانہ ترقی کی کوشش کرنا۔ تمہارے لئے بہتر اجر کا باعث ہوگا۔

= اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ۔ اِنْ شرطیہ تُخَالِطُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ مُخَالَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اگر تم ان کو ملا لو۔ ان سے مشارکت کرلو۔ جملہ شرطیہ ہے فَاِخْوَانُکُمْ جواب

شرط۔ تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں اس لئے مشارکت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
= اَلْمُفْسِدَ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ فَسَادٌ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مصدر۔ بگاڑنے والا۔
= اَلْمُصْلِح ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، درستی کرنے والا۔ بگاڑ نہ کرنے والا۔ صَالِحٌ نیک۔ درست عمل کرنے والا۔
= وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعْنَتَکُمْ۔ واؤ عاطفہ لَوْ حرف شرط شَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَشِیْئَۃٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ شَآءَ اصل میں شَیِئَ تھا۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یَ کو الف سے بدلا گیا ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ جملہ شرطیہ ہے۔ لَاَعْنَتَکُمْ ۔ لام تاکید کے لئے ہے یا جواب شرط کے لئے ہے۔ اَعْنَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْنَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی مشقت میں ڈالنے کے ہیں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔ یعنی اس باب میں کوئی سخت قانون بنا دیتا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔
۲: ۲۲۱ = لَا تَنْکِحُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِکَاحٌ (باب ضرب، نَصَرَ) مصدر۔ تم نکاح مت کرو۔ تم عقد نہ کرو۔ اَلْمُشْرِکٰتِ۔ مشرک عورتوں کے ساتھ۔
= یُؤْمِنَّ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ اِیْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں
= وَلَاَمَۃٌ۔ لام تحقیق کے معنوں میں ہے۔ اَمَۃٌ۔ لونڈی، باندی، اسم ہے علامہ بیضاوی کے نزدیک اَمَۃٌ سے مراد عورت ہے خواہ حُرّہ ہو خواہ لونڈی ہو۔ کیونکہ سب مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں وَالْاَمَۃُ ۔ ای والمرأۃ المؤمنۃ حرۃ کانت او مملوکۃ فان الناس کلھم عبید اللہ واماءہ۔
= وَلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ ۔ واؤ حالیہ ہے لَوْ بمعنی اگرچہ۔ عبارت کچھ یوں ہوگی۔ ولو کان الحال ان المشرکۃ تُعْجِبُکُمْ وَ تُحِبُّوْنَھَا اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرکہ عورت تمہیں بھلی لگے اور تم اسے چاہتے ہو۔ اَعْجَبَتْکُمْ ماضی واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِعْجَابٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ تم کو بھلی لگی۔ اَعْجَبَ کے اصل معنی TO EXCITE WONDER کے ہیں۔ دوسرے میں پسند اور کشش کے جذبات ابھارنا۔ یعنی اگرچہ وہ عورت تم میں پسند اور کشش کے جذبات کا موجب ہو۔ پکھتال نے اس کا انگریزی میں ترجمہ یہ کیا ہے THOGH SHE PLEASE YOU اور عبداللہ یوسف علی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ EVEN THOUGH SHE ALLURE YOU
= وَلَا تُنْکِحُوا۔ واؤ عاطفہ لَا تُنْکِحُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِنْکَاحٌ (افعال) مصدر۔ تم نکاح نہ کردو۔ تم عقد مت کرادو۔ اَلْمُشْرِکِیْنَ یہ لَا تُنْکِحُوْا کا مفعول ہے جملہ میں ایک مفعول محذوف ہے

تقدیر کلام ہے: وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ اور نہ تم اپنی مومن عورتوں کا عقد مشرکین سے کراؤ۔
= وَلَوْ اَعْجَبَکُمْ: اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرک تمہیں بھلا لگے۔ پسند آئے۔
= اُولٰٓئِکَ۔ المشرکین والمشرکٰت کی طرف اشارہ ہے۔
اُولٰٓئِکَ ..... الخ علت بیان کی گئی ہے مندرجہ بالا حکم کی۔
= یَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ دَعْوَۃٌ و دُعَآءٌ (باب نصر) مصدر وہ بلاتے ہیں وہ دعوت دیتے ہیں۔
= بِاِذْنِہٖ۔ اپنے امر وارادہ سے۔ اپنے فضل وکرم سے۔ توفیق دے کر اور آسانی پیدا کرکے۔
= یُبَیِّنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔
= یَتَذَکَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ نصیحت حاصل کریں وہ نصیحت پکڑیں۔
۲: ۲۲۲ = اَلْمَحِیْضِ۔ مصدر میمی ہے۔ بمعنی حیض آنا۔ جیسے مَبِیْتٌ۔ رات گذارنا۔ مَجِیْئٌ (ج ی ء) آنا۔ جَآءَ یَجِیْئُ۔ کا مصدر۔ محیض کے معنی (۱) حیض۔ یعنی وہ خون جو مخصوص دنوں میں صفت خاص کے ساتھ عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے (۲) ظرف زمان۔ وقت حیض یا زمانہ حیض۔ (۳) ظرف مکان۔ مقام حیض۔
= اَذًی۔ ہر وہ ضرر جو ذی روح کی رُوح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اُخروی۔ گندگی، بیماری المنجد میں اس کے معنی تھوڑا ضرر۔ خفیف نقصان کے لکھے ہیں۔ اَذِیَ یَاْذٰی (سَمِعَ) تکلیف پانا اور اٰذٰی یُؤْذِیْ اِیْذَاءً (افعال) تکلیف دینا۔ اذی۔ مادّہ۔
= اِعْتَزِلُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم الگ رہو۔ تم چھوڑ دو۔ (یعنی عورتوں کے پاس زمانۂ حیض میں نہ جاؤ) اِعْتِزَالٌ۔ (افتعال) بمعنی چھوڑنا۔ کنارہ کش ہونا۔ ایک طرف ہوجانا۔ الگ ہوجانا۔ اسی سے لفظ معتزلہ نکلا ہے۔ الگ ہوکر بنا ہوا فرقہ (واصل بن عطار اور اس کے پیروکار)
= فِی الْمَحِیْضِ۔ ای فی زمان الحیض۔ حیض کے ایام میں۔
= یَطْهُرْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ طَهَارَۃٌ وَطُهْرٌ (باب نصر وکرم) یہاں تک کہ وہ عورتیں پاک ہوجائیں۔
= تَطَهَّرْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب۔ تَطَهُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ پاک ہوں۔ وہ پاک ہوتی ہیں۔ پاک ہوجائیں۔
= فَاْتُوْهُنَّ۔ اَتٰی یَاْتِیْ اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اِئْتُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ پس تم ان عورتوں کے پاس آؤ۔ تم ان سے مجامعت کرو۔
= حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ مبنی برضمہ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تو جہاں سے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے یا ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ۔
= التَّوَّابِيْنَ۔ تَوَّابٌ کی جمع تَوَّابٌ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے تَابَ يَتُوْبُ تَوْبَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ بہت پھر آنیوالے۔ بہت توبہ کرنے والے۔ تَوَّابٌ۔ ہر دو بہت توبہ کرنے والا (بندہ) بہت توبہ قبول کرنے والا (خدا) کے معنی میں آتا ہے۔
= اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُتَطَهِّرُ واحد مذکر۔ تَطَهُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ پاک وصاف رہنے والے۔ پاک ہونے والے۔ يُحِبُّ کا مفعول ہے۔
۲: ۲۲۳ = حَرْثٌ۔ کھیتی۔ زراعت۔ حَرْثٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر بھی ہے۔ بمعنی بیج ڈالنا کھیتی کرنا۔ کھیت کو حَرْثٌ کہتے ہیں۔
= اَنّٰی۔ مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) اسم ظرف زمان۔
(۲) اسم ظرف مکان۔
(۳) (ا) بمعنی كَيْفَ۔ یعنی جیسے

جیسے فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ پس اپنی کھیتی میں جاؤ جب چاہو۔ جہاں سے چاہو۔ جس ہیئت سے چاہو۔

(ب) بمعنی كَيْفَ۔ کیونکر۔ کیسے۔ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲: ۲۵۹) خدا اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔
(۴) بمعنی مِنْ اَيْنَ۔ جیسے يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا (۳: ۳۷) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔
= شِئْتُمْ۔ ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم نے چاہا۔ تم چاہو۔ شَاءَ يَشَاءُ مَشِيْئَةٌ۔ (باب سَمِعَ) مصدر (نیز ملاحظہ ہو: ۲: ۲۲۰)
= قَدِّمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ تم پہلے بھیج دو۔ آگے بھیجو۔ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ۔ اور اپنے لئے (اعمال صالحہ) آگے (آخرت میں جو کام آئیں) بھیجو۔
مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے صحبت کرنے کو فقط اس وقت کی لذت ہی مقصود نہ رکھو، بلکہ ان فائدوں کا قصد کرو جو دین کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کاری سے بچنا۔ نیک اولاد کا ہونا۔ کہ تمہارے لئے دعا اور استغفار کرے۔ اور اگر مر جائے تو قیامت میں پیش خیمہ ہو۔ کیونکہ مباح امور اگر خالص اور صحیح نیت کے زیر اثر ہوں تو عبادت بن جاتے ہیں۔

= مُلٰقُوْہُ۔ مُلٰقُوْا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف۔ مُلٰقُوْا اصل میں مُلٰقُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ اس سے ملنے والے۔ اس کے پاس پہنچنے والے۔ مُلَاقَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر لقی مادّہ۔

۲ : ۲۲۴ = عُرْضَۃً۔ آڑ۔ نشانہ۔ بہانہ۔ ہتھکنڈا۔ اَیْمَانِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری قسمیں وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اور اللہ کو اپنی قسموں کے لئے آڑ یا بہانہ نہ بناؤ یعنی کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر خدا کی قسم نہ کھا بیٹھو۔ کہ جب اس کے کرنے کو کہا جائے۔ تو اپنی قسم کو آڑ بنا کر نیک کام کرنے سے محروم نہ رہو۔ یا مطلب نکالنے کے لئے بات بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے باعزّت نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) اَنْ۔ مصدریہ۔ ماضی و مضارع پر داخل ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کا ما بعد بمنزلہٗ مصدر ہوتا ہے جیسے وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ (۲ : ۱۸۴) اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے

(۲) اَنْ۔ مخففہ۔ جو کہ شروع میں ثقیلہ تھا۔ پھر خفیفہ کر لیا گیا۔ یہ کسی شے کی تحقیق اور ثبوت کے معنیٰ دیتا ہے۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی۔ (۷۳ : ۲۰) معلوم ہوا کہ بے شک تم میں سے کتنے ہی بیمار ہو جائیں گے۔

(۳) اَنْ۔ زائدہ۔ جو لَمَّا کی تاکید کے لئے آتا ہے، جیسے فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ (۱۲ : ۹۶) پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا۔

(۴) اَنْ۔ مفسرہ۔ یہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنیٰ پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ (۲۳ : ۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔

یا دلالت معنوی ہو جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (۳۸ : ۶) تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے (اور بولے) کہ چلو۔ یعنی ان کے کہنے کا مطلب گویا یہ کہنا تھا کہ تم بھی چلو

آیت ہذا میں اَنْ مصدریہ ہے۔

= تَبَرُّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بِرٌّ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تَبَرُّوْا۔ اصل میں تَبَرُّوْنَ تھا۔ اَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم نیکی کرتے ہو۔ یا کرو گے۔

= تَتَّقُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی پرہیز کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ کہ تم بچتے رہو گے۔ ڈرتے رہو گے۔ یا پرہیز کرو گے یا کرتے ہو۔ تَتَّقُوْا اصل میں تَتَّقُوْنَ تھا۔ نون اعرابی

بوجہ عمل اَنْ گر گیا۔

= تُصْلِحُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم صلح کراتے ہو، تم اصلاح کرتے ہو۔ اصل میں تُصْلِحُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اَنْ ساقط ہو گیا۔

اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ اللہ کے نام کی قسم کا بہانہ کر کے (تم) نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں اصلاح نہ کرو۔ یا یہ کہ نیکی کرنے کو اور پرہیزگاری کو صلح بین الناس کو خدا کی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= سَمِيْعٌ۔ سَمْعٌ سے بروزن فعیلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی "جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے" عَلِيْمٌ عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ ہر دو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہیں۔

۲: ۲۲۵ = لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ۔ اللهُ۔ فاعل۔ لَا يُؤَاخِذُ فعل كُمْ ضمیر مفعول۔ لَا يُؤَاخِذُ فعل مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ مُؤَاخَذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر بمعنی مؤاخذہ کرنا۔ گرفت کرنا۔ پکڑ کرنا۔ اللہ گرفت نہیں کرے گا تمہاری۔

= بِاللَّغْوِ۔ ب سببیہ۔ اللَّغْوُ (باب نَصَرَ) بے معنی بات۔ جو کسی گنتی شمار میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے۔ بے ہودہ بات۔ یا بیہودہ چیز۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۲۳: ۳) اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ پہلوتہی کرتے ہیں۔

لَغْوٌ اس قسم کو کہتے ہیں جو بغیر نیت قسم کے بطور تکیہ کلام کے مُنہ سے نکل جاتی ہے۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آدمی کی لغو قسم اس طرح کہنا ہے کہ لَا وَاللهِ۔ بَلٰى وَاللهِ۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے بیہودہ قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں کریگا۔ اَخَذَ.... بِ۔ کسی چیز کو پکڑنا۔ کسی کو گناہ پر سزا دینا۔ مؤاخذہ کرنا۔

= بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ مَا موصولہ۔ كَسَبَتْ، فعل ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ كَسْبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ یہاں اس کا استعمال قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی سے کام کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یعنی وہ قسمیں جو تمہارے دلوں نے ارادۃً اور نیّۃً کھائی ہوں۔ لیکن تم سے اس (قسم) پر مؤاخذہ کرے گا۔ جو تم نے دلی ارادہ سے کھائی ہو۔ جس پر تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو۔

= غَفُوْرٌ۔ مَغْفِرَةٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔ حَلِيْمٌ حِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ۔ جوش غضب سے اپنے

نفس اور طبیعت کو روکنا۔ بردباری۔ تحمل کرنا۔

۲: ۲۲۶ == یُؤْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْلَاءٌ (افعالٌ) وہ عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھاتے ہیں۔ اِیْلَاءٌ واَلِیَّۃٌ۔ اصل میں اس قسم کو کہتے ہیں کہ جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اصطلاحِ شریعت میں اِیْلاء اس قسم کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ جماع نہ کرنے پر اٹھائی جا

اَلْوْتُ فِی الْاَمْرِ۔ کے معنی ہیں کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ قسم کھانے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ۔ (۲۴: ۲۲) اور جو لوگ تم میں سے صاحبِ فضل (اور صاحب وسعت) ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں ......

== تَرَبُّصُ۔ بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔ انتظار کرنا۔ خواہ کسی معاملہ کے ختم ہونے یا پورا ہونے کا انتظار ہو۔ یا کسی سامان کی گرانی یا ارزانی کا۔

آیت میں تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْھُرٍ۔ مبتدا ہے اور لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ خبر ہے۔

== فَاِنْ فَآءُوْا۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ فَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فَیْءٌ (باب ضرب) مصدر ف ی ء مادّہ۔ (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فَآءَ اِلٰی (کسی چیز کی طرف) لوٹنا۔ اگر (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کرلیں۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ جوابِ شرط۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ (۴۹: ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کر لائے۔ اور سایہ کے لوٹنے کے معنی میں ہے یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ۔ (۱۶: ۴۸) جن کے سائے ..... لوٹتے ہیں۔

فَیْءٌ۔ مال غنیمت۔ فِئَۃٌ گروہ، جماعت۔ بھی اسی مادہ سے ہے جس کا مطلب وہ جماعت جس کے افراد تعاون و تقاصد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

۲: ۲۲۷ == وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ۔ جملہ شرطیہ ہے ضمیر فاعل۔ عَزَمُوْا کا مرجع وہ لوگ ہیں جنہوں نے عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ عَزَمُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ عَزْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر پختہ ارادہ کرلینا۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا ہی پختہ ارادہ کرلیا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ جوابِ شرط۔ تو یاد رکھو اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (یعنی ان کے قول و فعل اور نیت سے بخوبی واقف ہے)

(۲: ۲۲۸) == اَلْمُطَلَّقٰتُ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ تَطْلِیْقٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ طَلْقٌ مادّہ۔ طلاق دی ہوئی عورتیں۔

== یَتَرَبَّصْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب بمعنی امر غائب تَرَبُّصٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے (نکاح سے) روکے رہیں۔ منتظر رہیں۔ انتظار کریں۔ بِاَنْفُسِھِنَّ۔ اپنے آپ کو۔

= قُرُوْءٍ۔ جمع۔ قَرْءٌ واحد۔ اَلْقَرْءُ۔ کے اصل معنیٰ طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ مَائِدَۃٌ۔ دستر خوان اور کھانا دونوں کے مجموعے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جاتا ہے۔ لہذا قَرْءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا۔ بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے مراد یہاں حیض ہے۔ اور شوافع کے نزدیک طُہر۔ مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں۔

= لَا یَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حُلُوْلٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنیٰ نازل ہونا۔ اور حِلٌّ۔ (باب ضَرَبَ) مصدر سے بمعنیٰ حلال ہونا۔ جائز ہونا۔ یہاں پر مؤخر الذکر معنیٰ مراد ہیں۔ یعنی حلال نہیں ہے۔ جائز نہیں ہے۔

= اَنْ یَّکْتُمْنَ۔ اَنْ مصدریہ۔ یَکْتُمْنَ۔ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب۔ کَتْمٌ (باب نصر) مصدر۔ کہ وہ عورتیں چھپائے رکھیں۔

= اَرْحَامِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَرْحَامٌ۔ جمع ہے رِحْمٌ کی۔ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔

= بُعُوْلَتُهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بُعُوْلَةٌ۔ جمع ہے بَعْلٌ کی۔ جیسے فُحُوْلَةٌ جمع ہے فَحْلٌ کی۔ ان عورتوں کے خاوند۔ قرآن مجید میں ہے وَ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ط (۱۱: ۷۲) اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں۔

= رَدِّهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کا لوٹانا۔ ان کا پھیر لینا۔ یعنی ان عورتوں کو واپس اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔

= فِیْ ذٰلِکَ۔ ای فی مدۃ ذٰلک التربص۔ اس عدت کے دوران۔ اس انتظار کے اندر اندر۔

= اِصْلَاحًا۔ سنوارنا۔ صلح کرنا۔ درست کرنا۔ یعنی اگر وہ (مطلقہ عورتوں کے خاوند) تعلقات درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

= وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ۔ ای و للنسآء علی الازواج حقٌّ مثل حق الّذی علیھن للازواج۔ اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ عام دستور کے مطابق۔ معروف طریقے کے مطابق۔

= دَرَجَةٌ۔ مرتبہ۔ (مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ کی فضیلت ہے۔

= عَزِیْزٌ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ مشکل۔ دشوار۔ عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنیٰ فاعل

مبالغہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ زجاج نے اس کے معنیٰ کئے ہیں۔ ایسا زبردست جس پر کوئی غالب نہ ہو سکے۔

= حَكِيمٌ۔ حکمت والا۔ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کے صیغہ میں سے ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۲۹ = اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ اس میں ال عہد کا ہے۔ ای التطلیق الرجعی اثنانِ۔ طلاق رجعی دو ہیں۔ یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد طلاق دینے والا رجوع کر سکتا ہے صرف دو ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا تاآنکہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ پھر وہ شخص اپنی رضامندی سے اسے خود طلاق نہ دے دے۔

= فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ۔ ای اذا راجعها بعد التطليقة الثانية فعليه ان يمسكها بمعروف یعنی جب دوسری طلاق کے بعد اس نے عورت سے رجوع کیا تو ازاں بعد یا تو قاعدہ اور دستور کے مطابق عورت کو اپنے پاس روکے رکھے یا.....

اِمْسَاكٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر بمعنی روکے رکھنا۔

= اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ اَوْ بمعنیٰ یا۔ تَسْرِيْحٌ۔ نکال دینا۔ رخصت کر دینا۔ چھوڑ دینا۔ روانہ کرنا بروزن تَفْعِيْلٌ۔ مصدر ہے۔ سَرَحَ يَسْرَحُ (باب فتح) سَرْحٌ مصدر۔ بمعنی بھیج دینا۔ سَرَّحَ (باب تفعیل) سے تَسْرِيْحٌ بمعنیٰ بیوی کو طلاق دینا۔ رخصت کرنا۔ سَرْحٌ ایک پھل دار درخت۔ سَرَّحْتُ الْاِبِلَ۔ میں نے اونٹ کو سرح درخت چرایا۔ پھر چراگاہ میں کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (۱۶: ۶) اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل میں) چرانے لے جاتے ہو۔ تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور چرواہے کو سَارِحٌ کہا جاتا ہے۔

اِحْسَانٌ۔ نیکی۔ بھلائی۔ حسن سلوک۔ یا حُسْنِ سلوک سے اسے چھوڑ دے۔

= لَا يَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حلال نہیں۔ جائز نہیں۔ دیکھو (۲: ۲۲۸ متذکرۃ الصدر)

= مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ۔ اٰتَيْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جو تم نے ان عورتوں کو دیا۔

= اِلَّا۔ حرف استثناء سوائے (اس صورت کے)

= اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ يَخَافَا۔ مضارع منصوب۔ تثنیہ مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ ان دونوں کو خوف ہو یا اندیشہ ہو۔

اَلَّا۔ مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے۔ یُقِیْمَا۔ مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب۔ اِقَامَۃٌ۔ (اِفْعَالٌ) سے مصدر۔ کہ وہ دونوں ٹھیک ٹھیک (حدود اللہ کو) قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اگرچہ اَلَّا۔ تحضیض (برانگیختہ کرنا) کا حرف ہے لیکن قرآن مجید میں یہ اس معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا

= فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ۔ جملہ شرطیہ ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ۔ جواب شرط ہے۔ لَا جُنَاحَ۔ کوئی گناہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ۔ مَا موصولہ۔ اِفْتَدَتْ بِہٖ۔ صلہ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصولہ ہے فَلَا جُنَاحَ ۔۔۔ بِہٖ۔ کوئی گناہ نہیں ان دونوں کے لئے اس مال کے دینے میں جو عورت فدیہ کے طور پر دے کر (خاوند سے رہائی حاصل کرے)

= لَا تَعْتَدُوْھَا۔ لَا تَعْتَدُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ جس کا مرجع حُدُوْدُ اللّٰہِ ہے تم ان حدود سے تجاوز مت کرو۔

= مَنْ یَّتَعَدَّ۔ مَنْ شرطیہ ہے۔ یَتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں یَتَعَدّٰی تھا۔ جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کرے گا۔

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ جواب شرط ہے۔ پس وہی بے انصاف ہیں۔

= فَائِدَہ۔ وَلَا یَحِلُّ ..... فَلَا تَعْتَدُوْھَا۔ اس آیت میں یکے بعد دیگرے صیغوں کے بدلنے سے اشکال پیدا ہوگیا ہے۔ وَلَا یَحِلُّ ..... شَیْئًا میں تَاْخُذُوْا۔ اور اٰتَیْتُمُوْھُنَّ میں صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استعمال ہوا ہے۔ اور آگے اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ میں تثنیہ مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ پھر اِنْ خِفْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر آگیا ہے اور اس کے فوراً بعد اَلَّا یُقِیْمَا اور عَلَیْھِمَا میں پھر تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اِفْتَدَتْ بِہٖ میں واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ ازاں بعد فَلَا تَعْتَدُوْھَا میں پھر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

اس کا حل کچھ یوں ہے:۔ شروع کلام میں تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے لہٰذا جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر کوئی خاوند بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے۔ جن کو ڈر ہو کہ وہ (اکٹھا رہ کر) حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ لہٰذا ان کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا۔ خِفْتُمْ میں پھر عوام المسلمین سے خطاب ہے اس لئے صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا۔ آگے یُقِیْمَا اور عَلَیْھِمَا میں پھر اسی قبل الذکر خاوند اور بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے۔ لہٰذا صیغہ تثنیہ مذکر غائب لایا گیا۔ اِفْتَدَتْ بِہٖ میں اس جوڑے میں سے بیوی کے عمل کا ذکر ہے کہ وہ اس مشکل کے حل میں کیا کرے۔ لہٰذا واحد مؤنث غائب کا صیغہ استعمال ہوا۔ اس طرح اس جوڑے کی مشکل کا حل بتا کر تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ یہ ہیں اللہ کی

حُدود ان سے آگے مت بڑھو۔ اب اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو مال اپنی بیویوں کو دیا ہے (ان کو چھوڑتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔ ماسوائے اس صورت کے کہ کوئی دو خاوند بیوی کو ڈر ہو کہ اکٹھا رہنے میں وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ واقعی وہ دونوں خاوند بیوی حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جائز ہے دونوں کے لئے کہ عورت اپنی خلاصی کے لئے فدیہ ادا کرے (دونوں کے لئے جائز اس واسطے کہا کہ اس صورت میں عورت کے لئے جائز ہے کہ چھٹکارے کے لئے فدیہ میں کچھ دے اور مرد کے لئے جائز ہے کہ فدیہ لے لے اور عورت کی خلاصی کر دے)

۲: ۲۳۰ = فَاِنۡ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ ہے پھر اگر وہ اس عورت کو (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد تیسری) طلاق دیدے فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ۔ جواب شرط۔ لَا تَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حِلٌّ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ عورت حلال نہیں۔ تَنۡكِحَ واحد مؤنث غائب نِكَاحٌ (باب ضرب) زَوۡجًا غَيۡرَهٗ۔ زَوۡجًا۔ (اسم مفعول) جوڑا (حیوانات سے) نر اور مادہ کو علیحدہ علیحدہ بھی زوج کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر حیوانات میں بھی ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔ جیسے آسمان و زمین سفیدی۔ سیاہی وغیرہ۔ زَوۡجَةٌ اس مرد کی بیوی۔ اور زَوۡجُهَا اس عورت کا خاوند۔ یہاں زَوۡجًا بمعنی دوسرا خاوند۔ غَيۡرَهٗ پہلے خاوند کے سوا۔ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ۔ جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

تَنۡكِحَ۔ وہ (عورت) نکاح نہ کرلے۔ یہاں اس آیت میں نکاح سے مراد وطی کرنا ہے۔ تفسیر ماجدی میں ہے: نکاح یہاں اپنے اصطلاحی شرعی معنی میں یعنی عقد نکاح کے مرادف نہیں۔ بلکہ اپنے اصلی اور لغوی معنی میں یعنی ہمبستری کے مرادف ہے۔

= فَاِنۡ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ یعنی اگر وہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دیدے

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَا۔ عَلَيۡهِمَا اور يَتَرَاجَعَا میں تثنیہ کا صیغہ اس عورت اور اس کے پہلے خاوند کے لئے آیا ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔ اَنۡ مصدریہ ہے۔ يَتَرَاجَعَا۔ مضارع منصوب کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے تَرَاجُعٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ کہ دونوں نکاح کی طرف لوٹیں یعنی (دوبارہ) آپس میں نکاح کرلیں۔

= اِنۡ ظَنَّاۤ۔ اِنۡ شرطیہ۔ ظَنَّا ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ ظَنٌّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ بمعنی اٹکل کرنا۔ گمان کرنا۔ ظَنٌّ۔ بمعنی یقین بھی آیا ہے۔ جیسے وَظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ (۷۵: ۲۸) اور اس نے یقین کیا کہ آیا اب وقت جُدائی کا۔ یہاں آیت ہذا میں ان ظَنَّا بمعنی دونوں کو یقین ہو یا گمان غالب ہو۔ ان ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ۔ اگر وہ دونوں یقین رکھتے ہوں کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط وہی جملہ مذکورہ بالا۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا ہے جملہ ہذا میں اَنْ معدریہ ہے۔

= یُبَیِّنُھَا۔ یُبَیِّنُ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= قَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ قوم جو علم رکھتی ہے۔ یعنی اہل عقل ودانش

۲: ۲۳۱ = بَلَغْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب بُلُوْغٌ (باب نَصَرَ) وہ پہنچیں۔ وہ پہنچ جائیں۔

= اَجَلَھُنَّ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی مدتِ مقررہ۔ اَجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ اسی وجہ سے موت کو بھی اَجَل کہتے ہیں۔ اٰجَالٌ جمع۔

= اَمْسِکُوْھُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان عورتوں کو روک رکھو۔ ان کو رکھ لو۔

= سَرِّحُوْھُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تَسْرِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کردو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔

= بِمَعْرُوْفٍ۔ معروف طریق پر۔ شرافت اور عزت کے ساتھ۔

= لَا تُمْسِکُوْھُنَّ۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو مت روک رکھو

= ضِرَارًا۔ مفعول لہٗ۔ ضَارَّ یُضَارُّ۔ ضِرَارًا و مُضَارَّۃً مصدر (باب مفاعلہ) ایذا دینا۔ تکلیف پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ایک دوسرے کو گزند پہنچانا۔

= لِتَعْتَدُوْا۔ یہ لام لَا تُمْسِکُوْھُنَّ کے متعلق ہے اور یہ بھی مفعول لہٗ ہو کر ضِرَارًا کا بیان ہے۔ وَلَا تُمْسِکُوْا ..... لِتَعْتَدُوْا۔ اور تکلیف دینے کے لئے انہیں نہ روکو۔ کہ پھر (ان پر) زیادتی کرنے لگو۔ یعنی زیادہ دنوں تک رکھنے اور کچھ دینے پر مجبور کرنے کے ساتھ ان پر ظلم کرو۔

تَعْتَدُوْا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گذر جاؤ۔

= لَا تَتَّخِذُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (انتعال) مصدر۔ نون اعرابی حذف ہوگیا ہے۔ تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔

= ھُزُوًا۔ ھَزَأَ۔ یَھْزَأُ (باب فتح) و ھَزِئَ۔ یَھْزَأُ (باب سَمِعَ) کا ھُزُؤٌ مصدر ہے۔ مذاق اڑانا۔ ٹھٹھا کرنا۔ یہاں بطور اسم مفعول ہے۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ اور اللہ کی آیات کو ہدفِ مذاق مت بناؤ۔

= وَمَا اَنْزَلَ۔ میں مَا کا عطف نِعْمَتَ اللّٰہِ پر ہے۔ ای وَاذْکُرُوْا مَا اَنْزَلَ..... یعنی اللہ نے جو

نعمتیں تم پر نازل کیں۔ ان کو یاد کرو اور (اس) کتاب اور حکمت کو بھی یاد کرو جو اس نے (اپنے رسول کی معرفت) تم پر نازل کیں۔

یَعِظُكُمْ بِهٖ ۔جس کے ذریعہ وہ تم کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَا اَنْزَلَ کی طرف راجع ہے۔

= اِتَّقُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ ۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم اللہ سے ڈرو۔

۲:۲۳۲ = وَاِذَا طَلَّقْتُمُ ...... بِالْمَعْرُوْفِ ہیں وَاِذَا ..... اَجَلَهُنَّ ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ ..... اَزْوَاجَهُنَّ ۔ جواب شرط۔ اِذَا تَرَاضَوْا میں اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب کہ۔

لَا تَعْضُلُوْهُنَّ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَضْلٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ جس کے معنی عضلہ (پٹھا) پکڑ کر باندھ دینا۔ یا دوسرے الفاظ میں سختی سے روک دینا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر حاضر یا تو پہلے خاوندوں کے لئے ہے یا عورتوں کے سرپرستوں کے لئے۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جس کا مرجع وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو۔ یعنی وہ عورتیں جن کو دو بار طلاق دی جا چکی ہو ان کو اپنے خاوندوں سے (اس سے مراد ان کے پہلے خاوند ہیں یا نئے خاوند ہیں جن سے وہ نکاح کرنا چاہیں) نکاح کرنے سے مت روکو۔

= اَنْ يَّنْكِحْنَ ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے يَنْكِحْنَ مضارع جمع مؤنث غائب نِكَاحٌ مصدر کہ وہ عورتیں نکاح کریں یا نکاح کرلیں۔

= تَرَاضَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَرَاضِيٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ آپس میں راضی ہوتے یعنی وہ مطلقہ عورتیں اور ان کے خاوند پہلے یا نئے جن سے وہ نکاح کرنے پر باہمی رضامند ہوں

= بِالْمَعْرُوْفِ ۔ معروف کے معانی ہیں جانی پہچانی چیز۔ قانون۔ قاعدہ، دستور، حسن معاملہ، حسن معاشرت اچھا طریق۔

= ذٰلِكَ ۔ یہ۔ اشارہ اس طرف ہے جو عورتوں کو روکنے سے پرہیز کرنا۔ اور باہم رضامندی کا خیال رکھنا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے

= يُوْعَظُ بِهٖ ۔ يُوْعَظُ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وَعْظٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے وہ نصیحت کیا جاتا ہے۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ذٰلِكَ کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ یہ جملہ اپنی تمام تاویلات صرفی و نحوی کے

یُوْعَظُ کا مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہ ہے۔ تم میں سے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔

= ذٰلِکُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذَا۔ اسم اشارہ بعید کے لئے آتا ہے کُمْ حرف خطاب ہے اور اسی لئے مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تذکیر۔ تانیث۔ تثنیہ۔ جمع میں بدلتا رہتا ہے

= اَزْکٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پاک و پاکیزہ۔ اَعْظَمُ بَرَکَۃً وَ نَفْعًا۔ برکت اور نفع میں بڑھکر

= اَطْھَرُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ پاک۔ زیادہ پاکیزہ۔ طَھَارَۃٌ۔ (باب نَصَرَ) مصدر۔ پاک ہونا۔

= وَالْوَالِدَاتُ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ اَلْوَالِدَۃُ۔ واحد۔ وِلَادَۃٌ۔ (باب ضَرَبَ) بمعنی عورت کا بچہ جننا۔ وَالِدَاتٌ۔ مائیں۔ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے چونکہ دونوں جگہ مطلقہ عورتوں کا ہی بیان ہے اسی لئے سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے وَالِدَاتٌ سے مراد یہاں مطلقہ عورتیں ہی ہیں اور ان ہی کے لئے رضاعت کی یہ مدت بیان کی گئی ہے۔ عمومی رضاعت کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی آیت یہ آئی ہے۔ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ (۳۱:۱۴) اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر اٹھاتے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اسے جننے کے بعد اور آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ یا۔ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا۔ (۴۶ : ۱۵) اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے اس کو جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔

بعض کے نزدیک اَلْوَالِدَاتُ سے مراد جمع والدات ہیں خواہ وہ مطلقات ہوں یا متزوجات۔

= یُرْضِعْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب مضارع بمعنی امر استحبابی (مستحب) ہے۔ اِرْضَاعٌ۔ (باب افعال) وہ دودھ پلائیں۔ جیسے اوپر آیت ۲ : ۲۲۸ میں یَتَرَبَّصْنَ مضارع بمعنی امر آیا ہے الرَّضَاعَۃُ۔ دودھ پلانا۔ (باب ضَرَبَ۔ سَمِعَ۔ فَتَحَ۔ تینوں سے آتا ہے)

= حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ۔ موصوف و صفت۔ پورے دو سال۔

= لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ۔ ای ھذا الحکم لمن اراد..... الرَّضَاعَۃ۔ یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔

= عَلٰی۔ اس کے ذمہ

= اَلْمَوْلُوْدِ لَہٗ۔ ای الَّذِیْ یُوْلَدُ لَہٗ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس الذی (مقدرہ) کی طرف راجع ہے اَلْمَوْلُوْدِ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وِلَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ جنا ہوا۔ جس کے لئے وہ جنا گیا ہے۔ لَہٗ۔ میں لام اختصاص کا ہے۔ بجائے اَلْوَالِدُ۔ کے اَلْمَوْلُوْدِ لَہٗ آیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ

مائیں بچوں کو ان کے باپوں کے لئے جنتی ہیں کیونکہ مولود باپ دادا کی اولاد ہوتی ہے اور انہیں کی طرف منسوب کی جاتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ۔ اور باپ کے ذمہ (ہے)

= رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ۔ خوراک ان کی اور لباس ان کا۔ كِسْوَةٌ واحد كِسَاءٌ جمع۔ كَسِيَ يَكْسٰى (باب سَمِعَ) متعدی بیک مفعول۔ لباس پہننا۔ اور كَسٰى يَكْسُوْ (باب نَصَرَ) متعدی بدو مفعول لباس پہنانا۔ یا پہننے کو دینا۔ باب نَصَرَ کی مثال۔ ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (۲:۲۵۹) پھر ہم ان ہڈیوں پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔

باب سَمِعَ سے قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ دستور کے مطابق۔ عادت رائج الوقت کے مطابق۔ اعتدال کے ساتھ کہ کسی فریق پر ناجائز بوجھ نہ ہو۔

= لَا تُكَلَّفُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَكْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے اسے تکلیف نہیں دی جائے گی۔

= اِلَّا وُسْعَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طاقت۔ اس کی وسعت۔ اس کی سمائی سَعَةٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔

= لَا تُضَآرَّ۔ فعل نہی معروف (مجہول بھی ہوسکتا ہے) صیغہ واحد مؤنث غائب مُضَارَّةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ بمعنی رنج پہنچانا۔ تنگ کرنا۔ ضرر پہنچانا۔ دکھ دینا۔ نہی معروف کی صورت میں لَا تُضَآرَّ اصل میں لَا تُضَارِرْ تھا۔ دو را۔ اکٹھی ہوگئیں۔ پہلی راء کو دوسری را میں مدغم کیا اور دوسری را، اجتماع ساکنین کے سبب متحرک ہوگئی اور چونکہ اس سے ماقبل فتح اور الف تھا۔ اس لئے تجانس کے سبب فتح کے ساتھ متحرک ہوگئی جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ (۵:۵۴) کہ يَرْتَدَّ (باب افتعال) اصل میں (بطور مضارع مجزوم) يَرْتَدِدْ تھا۔ دَ کو دَ میں مدغم کیا۔ اجتماع ساکنین سے دوسری دَ متحرک ہوگئی۔ بوجہ ماقبل پر فتح کے فتح کے ساتھ متحرک ہوگئی۔ اور يَرْتَدَّ ہوگیا

= بِوَلَدِهَا۔ ب سببیہ ہے وَلَدِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بسبب اس کے بچے کے۔ بسبب اپنے بچے کے۔

= وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ۔ ای وَلَا يُضَآرَّ مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِسَبَبِ وَلَدِهٖ۔ اس جملہ کا عطف ماقبل کے جملہ پر ہے۔

مطلب یہ کہ: نہ ماں اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) باپ کو دکھ پہنچائے اور نہ باپ

اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) ماں کو دکھ پہنچائے۔ لَھَا اور لَہٗ (اپنے) میں اضافت کی تکرار اس لئے لائی گئی تاکہ وہ سمجھیں کہ اس طرح اول دکھ تو وہ اپنے بچے کو پہنچا رہے ہیں۔

اگر لَا تُضَآرَّ کو نفی مجہول لیا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی۔ تُضَارَّ اصل میں لَا تُضَارَرُ تھا۔ دو رَ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسری میں مدغم کیا۔ دوسری رَ کو پہلی رَ کی فتح کے ساتھ متحرک کیا۔ لَا تُضَآرَّ ہو گیا۔ مجہول ہونے کی صورت میں بھی وہی معنیٰ ہیں جو معروف ہونے کی صورت میں ہیں لیکن عکس ترتیب کے ساتھ۔

= وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ پر ہے۔ اور درمیانی کلام بطور جملہ معترضہ المعروف کی تفسیر ہے۔ اَلْوَارِثِ سے مراد باپ کے وارث اور لڑکے کے وارث دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ذٰلِكَ سے مراد وہ ذمہ داریاں جو باپ کے ذمہ تھیں۔ یعنی رزقھن وکسوتھن وغیرہ وغیرہ۔

= فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ جملہ شرطیہ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا جوابِ شرط۔

= اِنْ اَرَادَا = ماضی تثنیہ مذکر غائب اِنْ شرطیہ۔ اگر وہ دونوں چاہیں۔

= فِصَالًا ۔ اسم فعل۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعلہ سے مصدر بھی ہے۔ یعنی باہم جدا ہونا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

= تَرَاضٍ ۔ باہمی رضامندی۔ آپس کی خوشی۔ ایک دوسرے سے راضی ہونا۔ تَرَاضِيٌ ۔ (تَفَاعُلٌ) مصدر ہے ی حرف علت بوجہ ثقالت کے ساقط ہو گئی۔

= تَشَاوُرٍ ۔ آپس میں مشورہ کرنا۔ بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔

= وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ ۔ جملہ شرطیہ اور اگلا جملہ جواب شرط ہے اِنْ شرطیہ اَرَدْتُّمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ تم نے چاہا۔ اَنْ ۔ مصدریہ۔ تَسْتَرْضِعُوْا ۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِرْضَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ ہیں اَوْلَادَكُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر تَسْتَرْضِعُوْا کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول محذوف ہے والمراد اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا المراضع لاولادکم (والمراضع والمرضعات جمع لمرضعۃ ومُرْضِع ۔ دودھ پلانے والی عورت) مطلب یہ کہ اگر تم چاہو کہ تم اپنی اولاد کو کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت سے دودھ پلواؤ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی حرج نہیں ہے جملہ جواب شرط میں ہے

= اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے (الاتقان) تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔

سَلَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَسْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ سپرد کرنا۔ سلمتم ۔ ای سلمتم الی المراضع ۔ تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔ مَا موصولہ ہے۔ اٰتَیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول ثانی ہے سَلَّمْتُمْ کا۔ جو کچھ تم نے دینا تھا۔ المراضع کا مفعول اول ہے۔ مطلب یہ ہے:۔ بشرطیکہ تم نے دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق جو دینا تھا ادا کر دیا ہو۔

= اَلْمَعْرُوْفِ ۔ یہ سَلَّمْتُمْ کے متعلق ہے ۔ یعنی ایسا طریقہ جو شریعت میں مستحسن اور متعارف ہو۔

= وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

= اِعْلَمُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ علم (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ بَصِیْرٌ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ..... بَصِیْرٌ۔ یہ بچوں اور ماؤں کے متعلق جو پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی حفاظت اور اس پر کاربند ہونے کی تاکید ہے۔

۲ : ۲۳۴ = یُتَوَفَّوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَوَفِّیْ (تفعل) مصدر۔ و ف ی۔ مادہ اَلْوَافِیْ ۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ (۱۷: ۳۵) اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھر اکرو۔ اور کہتے ہیں تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ اِذَا اَخَذْتَہٗ وَافِیًا وتَامًّا۔ کسی چیز کو پوری طرح اور مکمل طور پر لینا۔ یُتَوَفَّوْنَ (جب) ان کی روحیں مکمل طور پر قبضہ میں لی جاتی ہیں۔ یعنی مرجاتے ہیں ان کی روحیں قبض کی جاتی ہیں۔ اسی سے فوت ہوجانا بمعنی مرجانا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ۔ تم میں سے جو لوگ وفات پاجاتے ہیں یا مرجائیں

= یَذَرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ وَذْرٌ۔ (باب ضرب) مصدر۔ یَذَرُوْنَ اصل میں یَوْذِرُوْنَ تھا لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سمع سے کیا جاتا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے یَذَرُوْنَ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ۔ (۶۲ : ۹) تو خدا کی یاد کی طرف (یعنی نماز کی طرف) جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔

وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا۔ اور وہ پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں۔

= یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ ۔ مضارع بمعنی امر۔ یعنی وہ اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں نیز ملاحظہ ہو۔ (۲: ۲۲۸)

= اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا ۔ چار ماہ اور دس دن۔

فَائِدَہ ۔ تین سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو

تو عدد مذکر آتا ہے عَشْرًا مذکر ہے پس اس کا معدود مؤنث ہونا چاہئے وہ لَيَالٍ (محذوف) ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ عَشْرَةً دس دن کی بجائے عَشْرًا (دس رات) کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کے متعلق مختلف جوابات مفسرین نے دیئے ہیں۔

منجملہ یہ کہ عرب ایسے موقعہ پر جب معدود ملفوظ نہ ہو۔ عدد مؤنث استعمال نہیں کرتے چنانچہ صُمْتُ عَشْرَةً نہیں کہیں گے بلکہ صُمْتُ عَشْرًا کہیں گے۔ حالانکہ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا (۲۰: ۱۰۳) تم (دنیا میں) صرف دس دن ہی رہے ہو۔

صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔ لفظ عشرًا کو مؤنث ذکر کرنا لَيَالِيْ کے اعتبار سے ہے کیونکہ لَيَالِيْ کے اعتبار سے ہی مہینوں اور دنوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی عدد کو لیالی اور ایام میں مبہم کرنا منظور ہوتا ہے تو لیالی کو ایام پر غلبہ دے کر لیالی کا استعمال کرتے ہیں اور ایسے موقعہ پر مذکر کا استعمال نہیں کرتے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ - میں خطاب، عام اہل اُمّت کو ہے۔ ای ایها الائمة والمسلمون جمیعًا۔

۲: ۲۳۵ = لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ یہاں خطاب مطلقہ عورتوں کو جو عدت کی مدت پوری کر رہی ہوں ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھنے والے مردوں سے ہے۔

= فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ۔ فِيْ بمعنی اس بارہ میں۔ یا اس بابت مَا موصولہ۔ عَرَّضْتُمْ ب ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعْرِيْضٌ (تفعیل) مصدر۔ اشارةً یا کنایةً کہنا۔ تم نے اشارةً یا کنایةً کہا۔ جو تم نے مبہم طور پر بغیر کھولے بات کی۔ لغات القرآن میں تفسیر کبیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام فخر الدین رازی رح تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔ تعریض۔ لغت میں تصریح کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اپنی کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ جو اپنے مقصود پر بھی دلالت کی صلاحیت رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانب مقصود کی طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔ یہ اصل میں عرض الشئ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی جانب اور کنارے کے ہیں۔ گویا تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد کے گرد گھومتا ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حاجتمند شخص ایک شخص سے کہ جو اس کی حاجت برآری کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حضور کے سلام کو حاضر ہوا ہوں اور محض آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ اسی معنی میں یہ مصرعہ ہے۔ وحسبك بالتسليم منی تقاضيًا (تجھ سے تقاضے کو میرا اسلام ہی کافی ہے۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَا موصولہ کی طرف راجع ہے۔ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ متعلق عَرَّضْتُمْ بِهٖ ہے خِطْبَةٌ۔ پیغام نکاح۔ نکاح کی بات چیت۔ خَطَبَ يَخْطُبُ (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہوا کہ:۔ اے مردو جو متذکرہ بالا عدت پوری کرنے والی عورتوں سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہو نکاح کے سلسلہ میں جو بات تم تعریضاً کہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں

= اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَکْنَنْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے دل میں چھپا دیا۔ تم نے دل میں محفوظ رکھا۔ اِکْنَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ دل میں چھپانا۔ محفوظ رکھنا۔ دُرٌّ مَّکْنُوْنٌ چھپا ہوا موتی۔

یا تم (ارادۂ نکاح کو) اپنے دلوں میں ہی چھپائے رکھو (تب بھی تم کو) کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= سَتَذْکُرُوْنَهُنَّ۔ س مضارع پر داخل ہو کر معنی میں کر دیتا ہے۔ تَذْکُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ غائب۔ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے

= لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا۔ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تُوَاعِدُوْا مصدر مُوَاعَدَةٌ (مفاعلۃ) سے ہے۔ جس کے معنی کسی سے وعدہ کرنے کے ہیں تم ان سے وعدہ نہ کرو۔ سِرًّا۔ سِرٌّ۔ چھپی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔ بھید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہو اس کو سِرٌّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے بطور کنایہ اور مجاز کے سِرٌّ بمعنی جماع۔ نکاح۔ نکاح کرنے کا اظہار کرنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہ بطور نکاح مستعمل ہے = سِرًّا مفعول بہ ہے۔ ای لا تُوَاعِدُوْهُنَّ نِکَاحًا (لیکن) ان عورتوں سے (ایام عدت) میں باہم نکاح کا وعدہ نہ کرو۔

= اِلَّآ حرف استثناء اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ مستثنیٰ۔ یہ مستثنیٰ مفرّغ ہے یعنی وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو ای لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ مُوَاعَدَةً الا مواعدۃً معروفۃً یعنی ان سے باہمی کوئی مواعدہ نہ کرو سوائے معروف طریقہ کے مواعدہ کے جس کا ذکر فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ میں اوپر ہو چکا ہے۔ اَنْ مصدریہ ہے

= وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّکَاحِ۔ لَا تَعْزِمُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ عَزْمٌ (باب ضَرَبَ) عزم کرنا۔ قصد کرنا۔ عُقْدَةُ النِّکَاحِ مضاف مضاف الیہ مل کر لَا تَعْزِمُوْا کا مفعول۔ عقد نکاح۔ نکاح کی بندش۔ نکاح کی گرہ۔ ترجمہ: اور نہ ارادہ کرو عقد نکاح کا عُقْدَةٌ کے معنی گرہ۔ بندش۔ روکاوٹ۔ لکنت۔ مثلاً کہتے ہیں عُقِدَ لِسَانُهٗ۔ اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی۔ اور فِیْ لِسَانِهٖ عُقْدَةٌ۔ اس کی زبان میں لکنت ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۰: ۲۷) اور میری زبان کی گرہ کھول دے

= اَلْکِتٰبُ۔ ای ما کتب من العدۃ۔ عدت کی مقرر کردہ مدت

= اَجَلَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی مدتِ مقررہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتٰب کی طرف راجع ہے

= حَتّٰی۔ حرف جر ہے۔ انتہاء غایت کے لئے ہے۔ تا آنکہ عدت کی مقررہ مدت اختتام کو پہنچ جائے
= فَاحْذَرُوْہُ ۔ اِحْذَرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ حَذَرٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَللّٰہ ہے پس تم اس سے (یعنی خدا سے) ڈرو۔ یا ڈرتے رہو
= غَفُوْرٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ بڑا بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حُسنیٰ میں سے ہے
حَلِیْمٌ۔ حِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت بردبار۔ تحمل والا۔ جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے والا۔ باوقار۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حُسنیٰ میں سے ہے۔

۲:۲۳۶ = مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ۔ مَا۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:
(۱) مَا۔ شرطیہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔
(۲) مَا۔ مصدریہ ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ کہ ابھی تک تم نے ان سے مجامعت نہیں کی
(۳) مَا۔ موصولہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔
لَمْ تَمَسُّوْا ۔ مضارع نفی جحد بَلَمْ۔ جمع مذکر حاضر۔ مَسٌّ ۔ مَسَاسٌ وَمُمَاسَۃٌ ۔ (باب نصر و سمع) چھونا۔ لگ جانا۔ رگڑ لگ جانا۔ لاحق ہونا۔ قرب صنفی یعنی جماع کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب
مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ۔ جن کو تم نے (ابھی تک) چھوا نہیں۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔
= اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَۃً ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای او لم تفرضوا لھن ....
یا نہیں مقرر کیا تم نے۔ نہیں متعین کیا تم نے۔ نہیں فرض کیا تم نے۔ فَرْضٌ (باب ضرب) مصدر۔ فَرَضَ اگر عَلٰی کے ساتھ آئے تو اس کے معنی کسی چیز کے واجب اور ضروری قرار دینے کے ہیں جیسے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ (۲۸ : ۸۵) بے شک جس نے (یعنی خدا نے) تم پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا ہے اور جب فَرَضَ لام کے ساتھ آئے تو متعین کرنے اور مقرر کرنے کے معنی دیتا ہے۔ جیسے قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَكُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِكُمْ (۶۶ : ۲) خُدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ آیت ہٰذا میں بمعنی مقرر کرنا۔ متعین کرنا مستعمل ہے۔
= فَرِیْضَۃً ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث۔ اس کی جمع فَرَائِضُ ہے۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم کیا ہوا حکم۔ یہاں مقرر کیا ہوا مہر مراد ہے۔ فریضۃ (فَعِیْلَۃٌ) کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اس میں ت اس لئے لائی گئی ہے کہ لفظ وصفت سے اسمیت کی طرف منتقل ہوجائے۔ اس کا منصوب ہونا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔
= وَمَتِّعُوْهُنَّ ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر تَمْتِیْعٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ متاع وہ سامان ہے جو کام میں آتا ہے۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ مال جو کسی عورت کو قربت سے پہلے طلاق دینے کی صورت

میں جب کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہ کی گئی ہو دیا جاتا ہے ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ مَتِّعُوْھُنَّ تم ان (عورتوں) کو کچھ متاع دیدو وَمَتِّعُوْھُنَّ کا عطف مقدر پر ہے ای فَطَلِّقُوْھُنَّ وَمَتِّعُوْھُنَّ۔ یعنی طلاق دیدو اور ان کو اس قدر متاع دو کہ وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔

= عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ یہ مَتِّعُوْھُنَّ کی صراحت ہے۔ مَتِّعُوْھُنَّ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس قدر متاع مطلقہ کو دیا جائے۔ یہاں اس کی وضاحت کی ہے کہ مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ صاحبِ ثروت اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دیوے۔

اَلْمُوْسِعِ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِیْسَاعٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مالدار۔ وسعت والا۔ اَلْمُقْتِرِ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْتَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ فقیر۔ تنگ دست۔ نادار۔ کم مایہ۔ یہ اصل میں قُتَارٌ و قُتْرٌ سے ہے جس کے معنی اس دھواں کے ہے جو کسی چیز کے بھوننے یا لکڑی کے جلنے سے اٹھتا ہے۔ گویا مُقْتِرٌ اور مُقْتَرٌ بھی ہر چیز سے دھوئیں کی طرح لیتا ہے۔ یعنی لکڑی جو جل رہی ہوتی یا تر کاری جو پک رہی ہوتی ہے وہ تو ملتی نہیں صرف بھاپ سونگھنے کو مل جاتی ہے۔

قَتَرٌ و قَتَرَۃٌ و قَتْرَۃٌ بمعنی گرد و غبار۔ قَتَرَ (باب ضَرَبَ و نَصَرَ) قَتْرٌ مصدر بمعنی تنگی سے گذارہ کرنا۔

= قَدَرُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی وسعت۔ اس کی گنجائش۔

عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ۔ مالدار کے لئے اس کی وسعت کے مطابق (متاع دینا ہے) اور تنگ حال کے لئے اس کی طاقت کے مطابق۔

= مَتَاعًا۔ اسم مصدر ہے لیکن بطور مصدر بمعنی تمتیعًا استعمال ہوا ہے ای مَتِّعُوْھُنَّ تَمْتِیْعًا۔ بدیں وجہ منصوب ہے۔ (مَتَاعًا فائدہ پہنچانا معروف طریقہ سے)

= حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہیں

(۱) یہ مَتَاعًا کی صفت ہے ای مَتَاعًا وَاجِبًا عَلَیْھِمْ۔ یعنی متاع جو کہ (محسنین) پر واجب ہے۔

(۲) بطور مفعول مطلق استعمال ہوا ہے ای حق ذٰلک حقًّا۔ یہ متعہ کا دینا محسنین پر واجب ہے۔

= مُحْسِنِیْنَ۔ احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ نیکوکار

۲: ۲۳۷ = وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَھُنَّ فَرِیْضَۃً۔ درآنحالیکہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ہوا ہے موضع حال میں ہے۔ فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ای فلھن نِصف الفریضۃ۔ تو اسی مقرر کردہ مہر کا نصف ان عورتوں کو ادا کرو۔ مَا۔ موصولہ ہے۔

= اِلَّا اَنْ یَّعْفُوْنَ۔ اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدریہ یَعْفُوْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب

عَفُوٌ (باب نَصَرَ) وہ عورتیں معاف کردیں۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں (اپنا حق) معاف کردیں۔
= اَوْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔
= یَعْفُوَ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ یا یہ کہ وہ معاف کردے۔
= الَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے بعض نے اس سے مراد عورت کا ولی لیا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کا شوہر ہے کیونکہ یہ شوہر ہی ہے جو نکاح کے باندھنے اور کھولنے کا مالک ہے اس صورت میں شوہر کے معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا نصف حصہ بھی عورت کو دیدے اس طرح پورا مہر عورت کی طرف آجائے گا۔
= وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی واؤ عاطفہ ہے اَنْ مصدریہ ہے تَعْفُوْٓا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَاَنْ تَعْفُوْٓا مبتدا۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ خبر۔ تمہارا معاف کردینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

تَعْفُوْٓا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس میں خطاب (۱) خاوند سے ہے۔ ای ھو خطاب للزوج والمعنی ولیعف الزوج فیترک حقہ الذی ساق من المھر الیھا قبل الطلاق فھو اقرب للتقوی۔ یہ خطاب خاوند سے ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ خاوند معاف کردے اور مہر جو اس نے طلاق سے قبل بیوی کو ادا کیا ہوا ہے اس میں سے اپنے حصہ پر اپنے حق کو ترک کردے یعنی وہ بھی معاف کردے۔ یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ یہ صورت تب پیدا ہوگی کہ جب خاوند نے مجامعت سے قبل ہی پورا مہر عورت کو ادا کردیا ہو اور اب قربت سے قبل ہی طلاق کی صورت میں آدھا تو عورت کو مصداق فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اسے معاف کرنا ہی پڑے گا۔ تو باقی نصف جس کا وہ مستحق ہے اسے واپس لینے کی بجائے وہ بھی عورت کو معاف کردے۔

(۲) یہاں خطاب مردوں اور عورتوں دونوں کو ہے۔ والمعنی وعفو بعضکم عن بعض ایھا الرجال والنساء اقرب الی حصول التقوی۔ اے مردو اور اے عورتو! تمہارا ایک دوسرے کو معاف کردینا (یعنی عورت سارا مہر معاف کردے یا مرد سارا مہر ادا کردے) حصول تقوی کی بہتر صورت ہے۔
= وَلَا تَنْسَوُا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِسْیَانٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم مت بھولو۔ تم فراموش مت کرو
= اَلْفَضْلَ۔ اسم فعل۔ آپس کے تعلقات کی بھلائی۔ میاں بیوی کے سلوک میں خوشگواری۔ پاسداری لحاظ، مروت۔ اور اگر اللہ کی طرف سے ہو تو بمعنی خیر و برکت۔ ہدایت و کرم۔

۲: ۲۳۸ = حٰفِظُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُحَافَظَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ تم محافظت کرو۔ تم نگرانی کرو۔ تم حفاظت کرو۔

= اَلصَّلَوٰت ۔ نمازیں ۔ جمع الصَّلوٰة ۔ واحد ۔

= وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔ موصوف و صفت ۔ درمیانی نماز۔ اَلْوُسْطٰى اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَلْاَوْسَطْ ۔ مذکر۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وحٰفِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔ یہ خاص کا عطف عام پر مزید اہتمام کے لئے ہے۔ یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر صلوٰۃ وُسطیٰ کی۔ اَلصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے کونسی نماز مراد ہے اس پر متعدد اقوال ہیں۔

(۱) نماز فجر ۔ حضرت عمر ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ۔ حضرت ابن عباس ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و امام مالکؒ امام شافعیؒ ۔ عکرمہؓ ۔ معاذ بن جبلؓ ۔ امام ابو حنیفہؒ

(۲) نماز ظہر ۔ زید بن ثابت رضؓ ۔ ابو سعید خدری رضؓ ۔ اسامہ بن زید رضؓ ۔

(۳) نماز عصر ۔ حضرت ابن مسعود رضؓ ابو ایوب انصاری رضؓ ابو ہریرہ رضؓ ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ ۔ قتادہؒ حسن بصریؒ

(۴) نماز مغرب ۔ قبیصہ بن ذویب رضؓ ۔ لیکن سلف میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا۔

بعض متاخرین کے نزدیک بغیر کسی روایتی ثبوت کے عشا بھی لکھا ہے ۔ بعض علماء نے پانچوں نمازوں میں سے کوئی نماز مراد لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے تاکہ سب نمازوں کی پابندی کی جائے

= قُوْمُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قِيَامٌ (باب نَصَرَ) مصدر ۔ تم کھڑے ہو۔

= قٰنِتِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ بحالت جر و نصب ۔ فرماں بردار اطاعت گذار قُنُوْتٌ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا۔ عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا۔ اور اس کے ماسوا سے توجہ پھیر لینا۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ ۔ (۱۶ : ۱۲۰) بے شک حضرت ابراہیم لوگوں کے امام اور خدا کے فرمانبردار تھے۔

= فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۔ ای فان خفتم من عدوّ وغیرہ فصلوا راجلین او راکبین ۔ اِنْ شرطیہ خفتم من عدوّ وغیرہ جملہ شرطیہ ۔ فصلوا راجلین اور راکبین جواب شرط رجالًا اور رکبانًا ضمیر فَصَلُّوْا سے حال ہیں ۔ اگر تم کو دشمن وغیرہ کا ڈر ہو تو پیادہ چلنے کی حالت میں یا سواری کی حالت میں نماز پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہیں دشمن کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ ڈر ہو کہ نماز میں خشوع و خضوع ۔ رکوع و سجود کی خاطر خواہ ادائیگی اور جملہ حقوق نماز کی ادائیگی بہ اہتمام تمام ملحوظ نہیں رکھی جا سکیگی تو تم پیادہ چلنے کی حالت میں یا کسی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لو خواہ دورانِ نماز قبلہ رخ رہنا بھی ممکن نہ ہو ۔ یہ صلوٰةِ خوف بدوران قتال و حرب ہے اور بدونِ حرب و قتال کے متعلق سورۃ النساء میں مفصل ارشادات ہیں ۔ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ ...... (۴ : ۱۰۲)

= فَاِذَا اَمِنْتُمْ ۔ ف عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان اَمِنْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پھر جب تم امن سے ہوجاؤ ۔ اور خوف جاتا رہے ۔

= فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ۔ ای فصلّوا للّٰہِ ۔ كَمَا ۔ ك تشبیہ کے لئے ہے مَا موصولہ یا مصدریہ ہے اور مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ہ عَلَّمَ کا مفعول ثانی ہے ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مفعول اوّل ۔ ترجمہ ہوگا: پھر جب تم امن سے ہو جاؤ ۔ تو اللہ کو یاد کرو ۔ یعنی نماز پڑھو جس طریق سے خدا نے تم کو (بتوسط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے ۔

۲ : ۲۴۰ = وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۔ ملاحظہ ہو ۲ : ۲۳۴ ۔ متذکرہ بالا وَصِيَّةً ای فَلْيُوْصُوْا وَصِيَّةً ۔ انہیں چاہئے کہ وہ وصیت کر جائیں (اس صورت میں وَصِيَّةً مفعول ہوگا فلیوصوا کا)

= مَتَاعًا ۔ کے منصوب ہونے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں

(۱) یہ مفعول مطلق ہے ۔ ای مَتِّعُوْهُنَّ مَتَاعًا ۔

(۲) یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لِيُوْصُوْا مَتَاعًا

(۳) یہ وصیّۃ کا مفعول ہے ای لِيُوْصُوْا وصيّة مَتَاعًا ۔

مَتَاعًا سے مراد وہ چیزیں جن سے عورتیں نفع اٹھائیں ۔ یعنی نان ونفقہ ۔ کپڑا وغیرہ

= اِلَى الْحَوْلِ ۔ ایک سال تک کے لئے ۔

= غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۔ حال ہے اَزْوَاجِهِمْ سے ۔ گھروں سے نکالے بغیر ۔

= فَاِنْ خَرَجْنَ ۔ جملہ شرطیہ ۔ اگلا سارا جملہ مِنْ مَّعْرُوْفٍ تک جواب شرط ہے

= وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ اللہ زبردست ہے جو اس کے حکم کے خلاف کرے اس سے بدلہ لے سکتا ہے حکمت والا ہے ۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کرے گا تو دیکھے گا کہ وہ احکام حکمت سے پُر ہیں اور ان کی اطاعت میں بندہ کی اپنی ہی بھلائی ہے ۔

۲ : ۲۴۱ = وَلِلْمُطَلَّقٰتِ ۔ لام استحقاق کا ہے اَلْمُطَلَّقٰتِ جمع ہے اَلْمُطَلَّقَةُ کی جو اسم مفعول واحد مؤنث بمعنی طلاق دی گئی عورت ہے ۔ یہاں اَلْمُطَلَّقٰتُ سے مراد جمیع مطلقات ہیں یعنی معروف قاعدہ کے مطابق جملہ مطلقہ عورتوں کو متعہ کا حق حاصل ہے ۔

= حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۔ حَقًّا منصوب بوجہ مفعول مطلق کے ہے ملاحظہ ہو ۲ : ۲۳۸ متذکرہ بالا ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ متعہ کا دینا متقین پر واجب ہے ۔

۲ : ۲۴۲ = كَذٰلِكَ ۔ ك تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ کا اشارہ ان احکام کی طرف ہے جو طلاق، عدت اور متعہ کے متعلق اوپر بیان ہو چکے ہیں ۔ اسی طرح ۔

= يُبَيِّنُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ کھول کر بیان کرنا۔

= لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ عقل الشیٔ ادرکه علیٰ حقیقته کسی شی کی حقیقت کو سمجھ لینا (معجم الوسیط) تدبر کرنا (المنجد) مطلب یہ کہ کسی شے پر غور و فکر اور تدبر کر کے اس کی حقیقت سمجھ لینا۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جس طرح اللہ نے متذکرہ بالا احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور و فکر کرو۔ اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

= اٰیٰتِهٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی آیات۔ اپنی نشانیاں۔ اپنے احکام۔

۲ : ۲۴۳ = اَلَمْ تَرَ = ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ صاحب تفسیر مظہری اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔ یہ لفظ ما بعد کا حال سنانے کے لئے شوق اور تعجب دلاتا ہے۔ پس اَلَمْ تَرَ کہنا تعجب دلانے میں ایک مثل ہو گیا۔ اور اس سے ایک ایسے شخص کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ جس نے اس سے پہلے یہ واقعہ نہ سنا ہو اور نہ دیکھا ہو یا یہ تقریر اور تاکید ہے ایسے شخص کے لئے جس نے ان کا قصہ اہل کتاب اور اہل تاریخ سے سُن لیا ہو۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (اے مخاطب) کیا تو میرے بتانے سے بھی نہیں سمجھتا اور اس میں ایک قسم کا تعجب دلانا ہے۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اَلَمْ تَرَ کا لفظ آیا ہے اور اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا۔ وہاں سب جگہ اسی قسم کے معنی مراد ہیں۔

= اُلُوْفٌ ۔ اَلْفٌ کی جمع ہزاروں۔ وَهُمْ اُلُوْفٌ ۔ ضمیر خَرَجُوْا سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

= حَذَرَ الْمَوْتِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہٗ خَرَجُوْا سے۔

= مُوْتُوْا ۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر مَوْتٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ تم مر جاؤ۔

= ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فقال لهم الله موتوا فماتوا ثم احیاهم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا مر جاؤ پس وہ مر گئے۔ پھر اس نے ان کو زندہ کیا

فائدہ :۔ یہ کون لوگ تھے جن کو مرنے کا حکم دیا گیا اور پھر مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ کس زمانے کے تھے کہاں بستے تھے۔ کہاں سے نکلے کدھر کو گئے کیوں گئے۔ ان سب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن یہ امر واضح نظر آتا ہے کہ یہ قصہ اس آیت کے نزول کے وقت لوگوں کے علم میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت دریافت نہ کیا۔ ویسے بھی یہاں آیت کا مقصد کسی تاریخی واقعہ کا بیان کرنا نہیں بلکہ یہ امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے انسان اس سے بھاگ کر اپنی کوششوں سے بچ نہیں سکتا اس لئے اس قصہ کے تاریخی پس منظر کو

کردینے کی ضرورت نہیں۔

= لَذُوْفَضْلٍ ۔لام تحقیق وتاکید کے لئے ہیں ذُوْفَضْلٍ ۔مضاف مضاف الیہ ۔فضل کرنے والا۔

۲: ۲۴۴ = وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ اور اللہ کی راہ میں لڑائی لڑو (جہاد کرو) یہ بات ذہن نشین کرادینے کے بعد کہ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اپنے حیلہ سے موت کو ٹال نہیں سکتا۔اور نہ زندگی کو بڑھا سکتا ہے اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لئے جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فاطیعوا وقاتِلُوْا

= سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ سننے والا۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور جب یہ حق تعالیٰ کی شان میں ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شی پر حاوی ہو۔ عَلِیْمٌ ۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فعیلٌ یہ بھی اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۲: ۲۴۵ = مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ مبتدا۔ ذَا خبر ہے اَلَّذِیْ یا ذَا کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔ قَرْضًا منصوب بوجہ مصدر بمعنٰی اِقْرَاضًا ہے یا بوجہ مفعول۔ حَسَنًا صفت ہے قَرْضًا کی۔ ترجمہ۔ ہے کوئی ایسا جو اللہ کو قرض حسنہ دے

= فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ف۔ جواب استفہام کے لئے یُضٰعِفَہٗ میں یُضٰعِفُ مضارع منصوب کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مضاعفۃ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر، باب مفاعلہ مشارکت کی وجہ سے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب قَرْضًا کے لئے۔ اور لَہٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب قرض دینے والے کے لئے ہے۔ اَضْعَافًا ۔ ضِعْفٌ کی جمع ہے ضِعْفٌ اسم مصدر اور بطور مفعول مطلق مستعمل ہے اس کو اَضْعَافًا (بطور جمع) تنویع کے لئے بیان کیا ہے۔ کَثِیْرَۃً ۔ بہت، واحد مؤنث لیکن اطلاق جمع کے موقعہ پر بھی ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) قرضہ حسنہ دینے والے کے لئے اس قرض (کی جزاء) کو کئی گنا بڑھا دے

= یَقْبِضُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب قبضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ تنگ کرتا ہے وہ روکتا ہے اَلْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پورے پنجے کے ساتھ پکڑنا۔ کے ہیں۔ جیسے قبض السیف تلوار کو پکڑنا۔

= یَبْصُطُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ بَسْطٌ (باب نَصَرَ) مصدر کشادہ کرتا ہے فراخ کرتا ہے بسط مادّہ۔ قرأت میں بعض نے صَ سے اور بعض نے سَ سے پڑھا ہے

بَسَطَ الشَّیْءَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے اور توسیع کرنے کے ہیں پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنیٰ متصور ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے بَسَطَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا پھیلایا اسی سے اَلْبِسَاطُ ہے جو ہر پھیلی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے اور بَسْطٌ کبھی بمقابلہ قَبْضٌ بھی آتا ہے جیسے

آیت ہذا میں (خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:
وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ۔ (۴۲ : ۲۷) اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا۔ اور
وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲ : ۲۴۷) اس نے اُسے علم بھی بہت بخشا اور تن و توش بھی بڑا عطا کیا
= وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ہ الیہ ای الی اللہ۔ تُرْجَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجْعٌ (باب ضَرَبَ) تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم پھیرے جاؤ گے۔
۲ : ۲۴۶ = اَلَمْ تَرَ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ لَمْ تَرَ۔ مضارع نفی حجد بَلَمْ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ تَرَ اصل میں تَرَىٰ تھا۔ یاء کو حذف کیا گیا ہے۔
= اَلْمَلَاِ۔ سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت۔ اسم جمع معرّف باللّام۔ مجرور۔ م ل ء مادّہ اَلْمَلَأُ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے۔ اس کا مفرد کوئی نہیں ہے۔ اس کی جمع اَمْلَاءٌ ہے مَلَأَ يَمْلَأُ (باب فتح) مَلْأٌ وَمَلْأَةٌ مصدر بِہٖ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ بھر دینا۔ مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ : ۹۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ۔ ای الم تر الی قصّۃ الملاِ من بنی اسرآئیل) کیا تمہیں علم نہیں بنی اسرائیل میں سے بعض گروہِ سرداران کے قصہ کا۔ (روح البیان) ای الم تر قصۃ الملأ او حدیثھم (روح المعانی) اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تو نے غور نہیں کیا۔ کیا تجھے خبر نہیں۔

فائدہ: اَلَمْ تَرَ۔ عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے کہ جب مخاطب کو کسی بڑے اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ رویت سے ہمیشہ چشم بصارت سے دیکھنا مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تخیل اور غور و فکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ و مشاہدہ مراد ہوتا ہے اور جب اس فعل کا صلہ اِلٰی کے ساتھ آتا ہے تو کوئی مقصود کوئی نتیجہ نکالنا یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔
(تفسیر ماجدی)

= مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

= مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى۔ ای من بعد موتہٖ او مِنْ بَعْدِ زَمَانِہٖ
= اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ۔ اِذْ بدل ہے مِنْ بَعْدِ سے کیونکہ دونوں زمانہ کے لئے ہیں۔
ترجمہ ہوگا۔ کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا۔ یا۔ کیا تجھے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصّہ کی خبر نہیں جس نے حضرت موسیٰؑ کے کے زمانہ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا۔

= اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ یہ مقولہ ہے قَالُوْا کا۔ اِبْعَثْ تو بھیج۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اٹھانا۔ کھڑا کرنا۔ اور سامنے کرنا۔

بَعْث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بشری دوسری الٰہی۔ اگر اس کی نسبتِ فاعلی انسان کی طرف ہو تو اس کو بشری کہیں گے جیسے کسی ایک شخص کا دوسرے شخص کو روانہ کرنا اور بھیجنا۔ اگر یہ نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کو الٰہی کہا جائے گا۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا۔ دوسری مثال مردوں کو جلانا ہے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو بھی سرفراز فرماتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

دِیَارِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ دِیَارٌ جمع دَارٌ کی نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہمارے گھر، ہمارے شہر، ہمارے وطن۔ وَاَبْنَآءِ نَا۔ وَاوٌ عاطفہ اَبْنَآءِ نَا مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ دِیَارِنَا معطوف علیہ۔ تقدیر کلام یوں ہے مِنْ بَیْنِ اَبْنَآءِ نَا۔ اَبْنَآء جمع ہے اِبْنٌ کی۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ اپنے بیٹوں یا اپنی اولاد سے دور کئے گئے (اِبْنٌ کے معنی بیٹا کے ہیں لیکن جب بیٹے بیٹیاں دونوں مقصود ہوں تو اس کی تغلیب کی وجہ سے مذکر کا صیغہ بولتے ہیں)

= فَلَمَّا۔ فَ عاطفہ ہے لَمَّا بمعنی جب۔ حرف شرط ہے ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزاء۔ بعض کے نزدیک حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حِیْنَ کا ہم معنیٰ۔

فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْہُمْ اس کی جزاء۔ پھر جب قتال ان پر فرض کر دیا گیا تو وہ (سب) پھر گئے ماسوائے ان میں سے قلیل تعداد کے۔

تَوَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَوَلِّیْ (تفعّل) مصدر۔ انہوں نے پشت پھیر دی۔ انہوں نے منہ موڑا

= الظّٰلِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ ظلم کرنے والے۔ یہاں مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی اللہ کے نافرمان بندے۔ یعنی وہ نافرمان بندے جنہوں نے جہاد سے منہ پھیر لیا۔

= فائدہ ۱: آیت ہذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریبًا تین سو سال کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہزار گیارہ سو سال پہلے کا ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے جس کا مختصر حال یہ ہے کہ عمالقہ فلسطین کے اکثر حصوں پر قابض ہو گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل رامہ کے علاقہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے اُس وقت جو ان کے نبی اور حکمران تھے ان کا نام سموئیل تھا اور وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ عمالقہ کی ایذا رسانیاں اور زیادتیاں دن بدن بڑھ رہی تھیں۔ بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ عمالقہ کی سرکوبی کریں۔ اور اپنا کھویا ہوا اقتدار اور حکومت واپس لیں۔ اس لئے انہوں نے بار بار اپنے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ایک مَلِکْ (سردار) کا سوال کریں۔ حضرت سموئیلؑ ان کی عادات سے خوب واقف

تھے کہ یہ دعوے تو بڑے لمبے چوڑے کرتے ہیں لیکن عمل کے وقت ان کا سارا جوش سرد پڑ جاتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کرے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔

کہنے لگے حضرت جی! کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں گھروں سے نکالا گیا اور اپنے بچوں سے جدا کر دیا گیا۔

ان کی خواہش اور اصرار کے باعث اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرما دیا تو لگا اعتراض کرنے کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں نبوت نسلاً بعد نسلٍ چلتی آتی ہے اور نہ یہودا ابن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں حکومت و سلطنت پشت در پشت چلی آرہی ہے تو یہ نادار اور قلاش کب سردارِ قوم اور سالارِ لشکر بن سکتا ہے؟ امامت کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔

حضرت سموئیل علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ حکومت کے لئے تمہارا قائم کردہ معیار درست نہیں بلکہ اس کا صحیح معیار تو علم و شجاعت ہے اور ان دونوں باتوں میں وہ تم سب سے ممتاز ہے۔ بائبل میں ہے کہ یہ تیس سالہ نوجوان اپنے حسن و جمال میں بے نظیر تھا۔ ان کی قامت کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھوں تک پہنچ سکتے تھے۔ اور یہ بنیامین کی نسل سے تھا۔

حضرت سموئیل نے انہیں بتایا کہ طالوت کا انتخاب کوئی انسانی انتخاب نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے خود تمہاری قیادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ تمہیں اس کی عطا اور بخشش پر معترض نہیں ہونا چاہئے بنی اسرائیل بھلا کب آسانی سے اپنی ضد سے باز آنے والے تھے فوراً مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس وقت ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین و طمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے۔ وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اور اگر تم میں ایمان ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں مزید کسی نشانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب فرشتے اس صندوق کو اٹھائے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے نیک (سردار) ملنے کے متعلق اطمینان ہو گیا نیز انہیں ڈھارس بندھ گئی کہ اب وہ یقیناً فتحیاب ہوں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور پارچات اور حضرت ہارونؑ کا عمامہ تھا۔ انہیں واپس مل گیا ہے

جب طالوت عمالقہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ بنی اسرائیل کا ایک انبوہ کثیر تھا۔ راستے میں ایک نہر (ممکن ہے کہ دریائے اردن ہی ہو) پر سے گذر ہوا تو انہیں حکم ملا کہ اب تمہارا امتحان

لیاجائے گا۔ اور وہ امتحان یہ ہے کہ اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں جس نے پانی پیا وہ میرا سپاہی نہیں ہے۔ ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک چلو بھر کر پی لو اس سے زیادہ نہیں۔ اب کیا تھا سب ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ سوائے چند مخلصین کے جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور جن کی تعداد صحیح روایت کے مطابق ۳۱۳ تھی۔ باقی جتنے لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہوں نے لشکر سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اب طالوت اپنے مٹھی بھر جانباز سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے لیکن جب انہوں نے جالوت کے لشکر جرار کو دیکھا تو سہم سے گئے اور کہنے لگے کہ جالوت کے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت کہاں؟ لیکن انہیں کے چند مخلص ترین ساتھیوں نے ہمت بندھائی اور انہیں بتایا کہ فتح و نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے پہلے بھی بارہا ایسے واقعات ہو گذرے ہیں جب کہ اس کی نصرت و تائید سے چھوٹی سی جماعت نے بڑی بڑی فوجوں کو شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان لوگوں کے ضرور شریک حال ہوتی ہے جو حق و صداقت کے لئے صبر و ثبات سے کام لیتے ہیں۔

جب وہ جانباز سر ہتھیلیوں پر رکھے میدان میں نکلے تو بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے صبر و ثابت قدمی شرط اولین ہے۔ جو قوم یا فرد میدانِ جہاد و میدان عمل میں شدائد و تکالیف کے سامنے صبر اور استقامت سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مؤمن کے پاس سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار دعا ہے۔ جس کا اس کے دشمن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طاہرہ بھی یہی تھی۔

ان مٹھی بھر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے دشمن کے لشکر جرار کو شکست فاش دی عمالقہ کے سپہ سالار جالود کو جو بڑا بہادر اور کہنہ مشق جرنیل تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت بالکل کم سن تھے۔ زرد رُو اور لاغر و بیمار تھے۔

فائدہ ۔ (۲) عَسٰی۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے، ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے علامہ جلال الدین سیوطی رح الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:۔

عَسٰی۔ فعل جامد ہے۔ غیر منصرف۔ اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے۔ اس کے معنیٰ پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں جمع ہو گئے ہیں۔ عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲ : ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے

حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں

۲ : ۲۴۷ = وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ۔ یعنی جب بنی اسرائیل کی اس استدعا "اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (آپ ہمارے لئے ایک سردار مقرر کردیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں) پر حضرت سموئیل نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان کا سردار مقرر فرمایا تو حضرت سموئیل نے ان سے کہا وَقَالَ لَهُمْ ۔۔۔۔۔۔۔

= قَدْ بَعَثَ لَكُمْ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنی دیتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) مقرر کیا ہے

= طَالُوْتَ۔ بوجہ معرفہ و عجمیت کے غیر منصرف ہے اور مثل داؤد۔ و۔ جالوت کے ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ الطول سے عربی لفظ ہے اور اس کی اصل طولوت مثل رھبوت و رحموت ہے واؤ کو الف سے بدلا۔ اس کا غیر منصرف ہونا بوجہ علمیت و شبہ العجمہ کے ہے

= مَلِكًا۔ حال ہے طَالُوْتَ سے۔

= اَنّٰى۔ بمعنی مِنْ اَيْنَ۔ كَيْفَ۔ اسے ہم پر سرداری کہاں سے آگئی۔ یا کیونکر آگئی۔ یا حاصل ہوگئی نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۲۳)

= اَلْمُلْكُ۔ اسم و مصدر۔ سرداری۔ امارت۔ بادشاہت۔ سلطنت۔

= وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ۔ واؤ حالیہ ہے۔ جملہ حالیہ ہے۔ اَحَقُّ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے لئے آتا ہے۔ بڑا حق دار۔ زیادہ حقدار۔ حالانکہ سلطنت یا سرداری کے تو ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں

= فائدہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ان میں سے لاوہ بن یعقوب ؑ کا قبیلہ وہ تھا۔ جس میں بنی اسرائیل کے تمام پیغمبر ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اسی قبیلہ سے تھے۔ یہودا بن یعقوب ؑ کا قبیلہ حکومت و سلطنت کے لئے مخصوص تھا۔ اور حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام اسی قبیلہ میں سے تھے۔ سب سے چھوٹا قبیلہ بنی یامین کا تھا جس میں سے طالوت تھے۔ یہ قبیلہ مالی طور پر بھی چنداں حیثیت نہ رکھتا تھا۔ خود طالوت سقایت (پانی بھرنا) یا دباغت (چمڑہ رنگنا) کا کام کیا کرتے تھے ان مابہ الامتیاز اسباب کی وجہ سے لاوی بن یعقوب اور یہودا ابن یعقوب کے قبیلے کے لوگ متعجب ہوئے کہ ان کو چھوڑ کر یہ سرداری قبیلہ یامین کے پاس کیسے چلی گئی

= وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔ واؤ عاطفہ ہے جو دونوں جملوں کو ملاتی ہے۔ اور یہ کیونکر ہم پر سرداری کا مستحق ہوا۔ حالانکہ اس کے پاس دولت کی فراوانی بھی تو نہیں ہے

لَمْ يُؤْتَ۔ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ نہیں

دیا گیا۔ سَعَةً اسم ومصدر بمعنی کشائش۔ فراخی۔ وسعت۔ طاقت۔ پہنچ۔ یہ وَسِعَ یَسَعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اس کی ۃ واؤ کے بدلہ میں ہے جیسے وَعَدَ یَعِدُ عِدَۃً (باب ضرب) اور وَزَنَ۔ یَزِنُ۔ زِنَۃً (باب ضرب) واؤ کو حذف کرکے اس کے عوض ۃ لے آئے

= اِصْطَفٰهُ۔ اِصْطَفٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے پسند فرمایا اس نے چُن لیا۔ ص ف ی مادّہ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پسند فرمایا۔ یا چن لیا اصطفیٰ میں ط۔ ت کی جگہ لایا گیا ہے۔ عَلَیْکُمْ تمہارے مقابلہ میں۔

= وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ واؤ عاطفہ ہے زَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب زِیَادَۃٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ زیادہ دینا۔ بڑھانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ بَسْطَةً۔ مفعول ثانی فِی الْعِلْمِ متعلق بَسْطَةً واؤ عاطفہ الجسم۔ ای زادہ بسطة فی الجسم۔ بسطة۔ کشادگی، کشائش۔ وسعت فضیلت۔ اور زیادہ بخشی اس نے (اللہ نے) اس کو (طالوت کو) علم وجسم میں کشادگی۔ اور وسعت وفضیلت۔ (کہتے تھے کہ حضرت طالوت اپنے وقت میں فنون حرب اور دیانات (یعنی علم دین میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور جہاں تک تندرستی وتوانائی کا تعلق ہے بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص خوبصورتی۔ وجاہت۔ قدوقامت میں ان کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔ یہ ساری قوم میں کاندھے سے لے کر اوپر تک ہر ایک سے اونچے نظر آتے تھے۔

= وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْکَهٗ مَنْ یَّشَآءُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے گویا عبارت یوں ہے: اَلْمُلْکُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْکَهٗ مَنْ یَّشَآءُ۔ مُلْکَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ملک۔ اس کی بادشاہی۔

= وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَةٌ مصدر (باب سمع) وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ وسعت دینے والا۔ یعنی فقیر کو وسعت دے کر امیر کردینے والا۔

= عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ (کہ کون کس کام کے لائق ہے)

۲: ۲۴۸ = اِنَّ اٰیَةَ مُلْکِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ۔ اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اٰیَةَ مضاف۔ مُلْکِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اَنْ۔ تحقیق اس کی امارت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت (از خود) تمہارے پاس آجائے گا۔

تَابُوْتُ بروزن فَعَلُوْتُ۔ توب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ اور اسے تابوت اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس میں سے نکالی جاتی تھی وہ پھر واپس اسی میں چلی آتی تھی (تفسیر مظہری) اس کے

متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تابوت بمعنی لکڑی کا صندوق عموماً مستعمل ہے اس کی جمع توَابِیتُ ہے۔

= فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو تابوت ہے یعنی اس میں ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جن سے تمہاری تسکین ہو جائے گی۔ یا تابوت کی واپسی کا امر ای فی اتیانہ سکون لکم وطمانیۃ

= سَکِیْنَۃٌ۔ تسکین۔ تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سُکُوْنٌ سے بروزن فَعِیْلَۃٌ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِیْمَۃٌ ہے۔

علامہ لغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں

سکینہ وہ اطمینان۔ چین وقرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی۔ یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے "یوم الغار" اور "یوم حُنَیْن" جیسے قلق واضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مؤمنین پر اس کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔

واضح رہے کہ سکینۃ کا لفظ قرآن مجید میں چھ جگہ استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ بجز سورۃ بقرہ کے قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی سکینۃ آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں۔ سورۃ بقرہ کی جس آیت کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استثناء فرمایا ہے وہ آیۃ کریمہ یہ ہے اِنَّ اٰیَۃَ مُلْکِہٖ ...... فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہاں سکینۃ سے کیا مراد ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے تو یہاں بھی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اطمینان ہی کے معنی روایت کئے ہیں اور یہی صحیح ہیں۔ اس کے علاوہ اس بارے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سروپا روایتیں منقول ہیں وہ نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً۔ اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن ہے (لغات القرآن)

= فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہ جملہ تابُوْت سے موضع حال میں ہے۔

= وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ۔ واؤ ہر دو جگہ عاطفہ ہیں۔ بَقِیَّۃٌ۔ بچی ہوئی چیز، باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِیْلَۃٌ۔ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں۔ تورات کی دو لوحیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ ان کی نعلین۔ حضرت ہارون کا عمامہ اور عصا۔ اور ایک قفیز (ایک پیمانہ) مَنّ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

بَقِیَّۃٌ اس کا عطف سَکِیْنَۃٌ پر ہے مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ سے اور مَا موصولہ سے۔ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ میں اٰلُ سے مراد یا تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بنفسہما ہیں اور اٰل کا لفظ ہر دو

کی شان عظمت کے لئے مستعمل ہے۔ یا اٰلُ سے مراد ان کے متبعین ہیں یا بنی اسرائیل کے انبیاء۔
مِمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ یہ بَقِيَّةٌ کی صفت ہے۔
= تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ یہ جملہ تابوت سے حال ہے۔ تَحْمِلُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع تابوت ہے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوتے ہوں گے
= فِيْ ذٰلِكَ ۔ ای فی رجوع التابوت الیکم۔ تابوت کی تمہاری طرف واپسی۔
= لَاٰيَةً میں لام تاکید کے لئے ہے اور اٰيَةً منصوب بوجہ عامل اِنَّ ہے۔
= اِنْ كُنْتُمْ۔ میں اِنْ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یہ (۱) یا تو حضرت شموئیل نبی کے کلام کا بقیہ ہے۔ (۲) یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علیحدہ خطاب ہے۔

فائدہ ۔ روح البیان میں ہے وقال بعضھم التابوت ھو القلب والسکینۃ ما فیہ من العلم والاخلاص واتیانہ تصییر قلبہ مقر العلم والوقار۔
یعنی بعض مفسرین نے تابوت سے مراد دِل۔ سکینۃ سے مراد علم و اخلاص اور تابوت کے آنے سے دل کا علم و ایمان سے بھرجانا مراد لیا ہے۔

بَقِيَّةٌ کے معنی بہترین کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ (۱۱:۱۱۶) یہاں اُولُوْا بَقِيَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے اور عقل باقی رہے۔ یا ارباب فضل مراد ہیں۔ اسی سے عرب والے بولتے ہیں فلان من بقیۃ القوم یعنی فلاں آدمی قوم میں عمدہ ہے۔
اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوئے: اس کی حکومت کی علامت یہ ہے کہ فرشتوں کے سہارے تمہاری کھوئی ہوئی ہمت واپس آجائے گی اور تمہیں اطمینان قلب ضرور نصیب ہوگا۔ اور تم آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کے بہترین ترکہ یعنی اخلاقِ فاضلہ کے وارث بنو گے۔

۲:۲۴۹ = فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ۔
آیت سے قبل اور درمیانِ آیت بعض جگہ عبارت مقدرہ ہے۔ تقدیر کلام (بحوالہ تفسیر خازن) یوں ہے: فلما جاء ھم التابوت واقروا بالملک لطالوت تاھب للخروج الی الجہاد فاسرعوا لطاعتہ وخرجوا معہ وذلک قولہ تعالیٰ (فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ) ای خرج من بیت المقدس بالجنود وھم سبعون الفا وذلک انھم لما راوا التَّابُوْتَ لم یشکوا فی النصر فسارعوا الی الخروج فِي الْجِهَادِ وَكَانَ

وکان مسیرھم فی حر شدید فشکوا الی طالوت قلۃ الماء بینھم وبین عدوھم و قالوا ان المیاء لا تحملنا فادع اللہ ان یجری لنا نھرا و (قَالَ) طالوت (اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ) یعنی جب تابوت ان کے پاس آ پہنچا اور انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور انہیں حضرت طالوت کی سرداری کا یقین ہوگیا۔ تو حضرت طالوت نے (ان کو مطمئن پاکر) جہاد کی تیاری کر کے (ابیت المقدس سے) خروج کیا۔ بنی اسرائیل فوراً ان کے زیر کمان اکٹھے ہوگئے اس وقت ان کی تعداد ستر ہزار (یا بعض رواۃ کے مطابق اسی ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار) تھی۔ ان کی یہ اطاعت اس لئے تھی کہ جب انہوں نے تابوت کو دیکھا تو ان کو اپنی مدد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا اور سب کے سب فوراً جہاد کے لئے تیار ہوگئے۔ اس وقت بہت سخت گرمی پڑ رہی تھی اس لئے انہوں نے حضرت طالوت سے قلتِ آب کی شکایت کی اور کہا کہ وہ اللہ سے ان کے لئے ایک نہر جاری کرا دے)

حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نہر کی بابت بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تمہاری استدعا کے بموجب ایک جاری نہر آئے گی لیکن اس سے تمہارا امتحان بھی مطلوب ہوگا۔

فَلَمَّا۔ فَ عاطفہ ہے۔ لَمَّا حرف ظرف بمعنی جب فَصَلَ۔ فُصُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے بمعنی جدا ہونا۔ نکلنا۔ باب ضَرَبَ۔ اس صورت میں یہ فعل لازم ہے۔ اور آیت میں یہی مراد ہے۔ لیکن اگر اس کا مصدر فَصْلٌ ہے تو یہ فعل متعدی ہوگا۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوتے ہیں کاٹنا۔ جدا کرنا۔ ٹکڑے کردینا۔ بچے کا دودھ چھڑانا۔ اول الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے: پھر جب طالوت فوجیں لے کر ابیت المقدس سے) نکلا۔

مُبْتَلِیْکُمْ۔ مُبْتَلِیْ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ اِبْتِلَاءٌ۔ (افتِعَالٌ) مصدر۔ تمہاری آزمائش کرنے والا۔ تم کو جانچنے والا۔

اس کا مادہ بَلْیٌ ہے (باب ضَرَبَ) سے بمعنی فرسودہ ہوجانا۔ پرانا ہوجانا۔ بوسیدہ ہوجانا۔ جیسے بَلِیَ الثَّوْبُ۔ بِلًی وبَلَاءٌ۔ کپڑا فرسودہ اور کہنہ ہوگیا۔ لیکن باب نَصَرَ سے یہ مادہ آزمائش کرنے اور جانچنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جیسے اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰہُ بِہٖ (۱۶: ۹۲) بیشک خدا تمہیں آزماتا ہے اس سے اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ بیشک اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تم سے ممتحن جیسا سلوک کرے گا۔ تاکہ مطیع اور عاصی میں فرق ظاہر ہوجائے۔

= مَنْ شَرِبَ مِنْہُ۔ مَنْ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ ہے۔ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ فَ جواب شرط میں ہے اور جملہ جواب شرط ہے۔

لَيْسَ مِنِّيْ۔ نہیں ہے

میرے میں سے ۔ میرے حامیوں میں سے ۔ میرے طرف داروں میں سے ۔ میرے حمائیتوں میں سے ای لیس من اشیاعی (جمع شیعۃ واحد)

= وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ۔ پہلا جملہ شرطیہ ۔ دوسرا جواب شرط ہے ۔ واؤ عاطفہ لَمْ يَطْعَمْهُ میں لَمْ يَطْعَمْ مضارع نفی حجد بَلَمْ واحد مذکر غائب (جس نے) نہ چکھا ۔ طعم الشیٔ اس وقت بھی بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو (کھانے کی ہو یا پینے کی) چکھے ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ جس کا مرجع نہر کا پانی ہے ۔

مِنِّيْ ۔ مِنْ حرف جاری ساکن ضمیر واحد متکلم ۔ مجرور ۔ مجھ سے ۔ میری طرف سے ۔

= اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ = اِلَّا حرف استثناء مَنْ موصولہ ۔ اِغْتَرَفَ ۔ صلہ ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ ۔ فَمَنْ شَرِبَ مستثنیٰ منہ ۔

اِغْتَرَفَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے ایک چلو بھرا ۔ اِغْتِرَافٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر ۔ غُرْفَةً ایک چلو پانی ۔ چلو بھر پانی ۔ اِغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ (جس نے) اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پانی پی لیا ۔ غُرْفَةً (بمعنی معروف) بوجہ مفعول بہٖ ہونے کے منصوب ہے ۔ الا من اغترف غرفۃ بیدہٖ ۔ معناہ الرخصۃ فی اغتراف الغرفۃ بالید دون الکرع ۔ یعنی ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لینے کی اجازت ہے ۔ بدون برتن یا منہ لگا کر پانی پینے کے ۔

= فَشَرِبُوْا مِنْهُ ۔ ای من النھر ۔ پس ان (سب نے) نہر سے پانی پی لیا ۔

= اِلَّا قَلِيْلًا ۔ اِلَّا حرف استثناء قَلِيْلًا مستثنیٰ ۔ اِلَّا کے بعد کلامِ موجب میں واقع ہے لہٰذا منصوب ہے (جس کلام میں استثناء ہو اور اس میں نفی ۔ نہی و استفہام نہ ہو وہ موجب کہلاتا ہے ۔

= فَلَمَّا ۔ پھر جب

= جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔ جَاوَزَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب مُجَاوَزَةٌ (مفاعلۃ) بمعنی پار ہونا ۔ پار اترنا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب نہر کے لئے ہے ۔ هُوَ ای طالوت داؤ عاطفہ ۔ اَلَّذِيْنَ موصول اٰمَنُوْا صلہ ۔ دونوں مل کر معطوف ۔ عطف بر ضمیر هُوَ ۔ مَعَهٗ ۔ مَعَ اسم ظرف مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق جَاوَزَ ۔ یعنی جب حضرت طالوت دریا کے پار اتر گئے ۔ اور ان کے ساتھ صاحب ایمان لوگ بھی دریا پار کر گئے ۔

قَالُوْا ۔ صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں: (بہ نظر احوالِ ظاہر) یہ گفتگو ان میں آپس میں ہونے لگی دشمن کی کثرتِ تعداد اور اس کی عظمت و سامان پر نظر کر کے اس کی ہیبت کا دل پر بیٹھ جانا اور اپنی طرف سے

مایوس ہوجانا ایک امرِ طبعی تھا۔ اچھے اچھے اہل ایمان کی بھی ایسے موقع پر طبعی طور پر ہمت چھوٹ جاتی ہے

= بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ۔ ب۔ حرف جار۔ جالوت غیر منصرف کطالوت۔ واؤ عاطفہ جُنُوْدِہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ جس کا عطف جالوت پر ہے۔ جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلہ میں

= قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ۔ وہ لوگ جنہیں یقین تھا کہ بیشک وہ اللہ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں۔ وہ بولے۔ یَظُنُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ظَنَّ (باب نصر) وہ یقین کرتے ہیں وہ گمان کرتے ہیں۔ آیت ہذا میں اول الذکر معانی مراد ہیں۔ مُلٰقُوْا اصل میں مُلَاقُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے۔ یہ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف ہے اَللّٰہِ مضاف الیہ۔ یہاں مذکورہ بالا مومنین میں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان خدا اور آخرت پر بالکل پختہ اور غیر متزلزل تھا۔ اور وہ ہنگامی طور پر بھی مرعوب اور دہشت زدہ نہ ہوئے تھے بلکہ بڑے استقلال کے ساتھ بولے ....

= کَمْ مِنْ فِئَۃٍ .... مَعَ الصّٰبِرِیْنَ یہ مقولہ ہے قَالَ کا۔

کَمْ اسم مبنی ہے اور صدر کلام میں آتا ہے۔ اور مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہوتا ہے۔

یہ دو طرح مستعمل ہے:

(۱) استفہامیہ۔ مثلاً۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی دیر۔ قرآن مجید میں کَمْ استفہامیہ نہیں آیا ہے۔ (الاتقان) ـــــ (۲) کَمْ خبریہ۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنَا ھَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے۔ جیسے وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ (۷ : ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔ اور وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا۔ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔

کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ۔ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ۔ موصوف وصفت۔ فِئَۃٌ واحد۔ گروہ۔ جماعت۔ ٹولی وہ گروہ جس کے افراد باہم مددگار ہوں اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے دوڑیں۔ فَاءَ یَفِیْءُ فَیْءٌ (باب ضرب) فیئ مادّہ۔ اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ جیسے حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ فَآءَتْ (۴۹ : ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے۔ پس جب وہ رجوع لائے۔ ترجمہ ہوگا۔ (بسا اوقات) چھوٹی چھوٹی کتنی ہی جماعتوں نے بڑی بڑی جماعتوں پر غلبہ پا لیا اللہ کے حکم سے) یعنی اس کی توفیق و مدد سے۔

۲ : ۲۵۰ = بَرَزُوْا۔ وہ لڑائی کے لئے نکلے۔ ماضی جمع مذکر غائب بُرُوْزٌ (باب نصر) مصدر

بمعنی کھلم کھلا ظاہر ہونا میدان جنگ میں صف سے مدمقابل سے لڑنے کے لئے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔
بُرُوْزٌ کی مختلف اقسام ہیں۔
(۱) بذاتہٖ کسی چیز کا خود ظاہر ہونا۔ جیسے وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً (۱۸: ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔
کیونکہ اس روز مکان اور مکین سب مٹ جائیں گے۔ اور زمین از خود کھل جائے گی۔ اسی لئے میدانِ جنگ
میں صف سے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِہِمْ
(۳: ۱۵۴) تو جن کی تقدیر میں قتل لکھ دیا گیا ہے وہ تو اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔
(۲) چھپی ہوئی چیز کا کھل جانا۔ جیسے وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ۔ (۲۶: ۹۱) اور گمراہوں کے لئے دوزخ
ظاہر کردی جائے گی۔

= اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا۔ اَفْرِغْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْرَاغٌ (افعال) مصدر بمعنی بہانا۔ دہانہ
کھولنا۔ تو ہم پر دہانہ کھول دے۔ ای اَصْبِبْ عَلَیْنَا صَبْرًا۔ ہم پر صبر انڈیل دے۔ ہم کو (بہت) صبر
عطا کر۔ صَبْرًا۔ بوجہ مفعول بہٖ منصوب ہے۔

اَفْرِغْ مادہ فرغ سے مشتق ہے اَلْفَرَاغُ شغل کی ضد ہے اور فَرَغَ یَفْرُغُ فُرُوْغٌ بمعنی خالی ہونا ہے
فَارِغٌ خالی قرآن مجید میں ہے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا (۲۸: ۱۰) اور حضرت موسیٰ کی اماں کا
دل بے صبر ہوگیا یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہوگیا۔ بعض نے کہا ہے کہ فَارِغًا کے معنی موسیٰ
علیہ السلام کے خیال سے خالی ہونا ہیں۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا خیال ان کے دل سے بھلا دیا۔ حتیٰ کہ وہ
مطمئن ہوگئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالدینا انہوں نے گوارا کرلیا۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ (۹۴: ۷) تو جب فارغ ہوا کرو عبادت میں محنت کیا کرو۔
اور اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ کے معنی ڈول سے پانی بہاکر اسے خالی کردینا کے ہیں۔ چنانچہ اَفْرِغْ
عَلَیْنَا صَبْرًا (آیت ہذا میں) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔ اسی سے مستعار ہے۔

= ثَبِّتْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَثْبِیْتٌ (تفعیل) مصدر۔ تو ثابت رکھ۔ تو قائم رکھ۔
اَقْدَامَنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ مل مفعول ثَبِّتْ کا۔

= اُنْصُرْنَا۔ اُنْصُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہماری مدد فرما۔

۲: ۲۵۱ = فَہَزَمُوْہُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ ای ان اللّٰہ تعالیٰ استجاب الدعاء المؤمنین فافرغ
علیہم الصبر وثبت اقدامہم ونصرہم علی القوم الکافرین حین التقوا فہزموہم
باذن اللّٰہ یعنی بقضائہ وارادتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دعا قبول فرمائی ان پر صبر کے دہانے
کھول دیئے۔ ان کو ثابت قدمی عطا کی۔ اور قوم کفار کے ساتھ مڈبھیڑ ہونے پر اپنے ارادہ وحکم سے فتح

نصیب فرمائی۔

هَزَمُوْهُمْ۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب ضمیر فاعل مؤمنون کی طرف راجع ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافروں کے لئے ہے۔ هَزْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ انہوں نے ان کو شکست دی

= اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔ اٰتٰى ماضی واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع داؤد ہے۔

= اَلْمُلْكَ۔ بادشاہت۔ منصوب بوجہ مفعول اَلْحِكْمَةَ۔ ای النبوۃ۔ منصوب بوجہ مفعول حضرت داؤدؑ (حضرت سلیمان ع کے والد) حضرت طالوت کی فوج میں لبطور سپاہی شامل تھے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤدؑ سے کردی اور سلطنت بھی ان کے حوالہ کردی۔ بعد میں جب نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تو سلطنت اور نبوت دونوں ایک خاندان میں جمع ہوگئیں۔

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ۔ اور اس کو سکھایا جو کچھ چاہا۔ یعنی منطق الطیر۔ خوش الحانی۔ علم زبور۔ علم سیاست وعلم سلطنت۔ صنعت الدروع (زرہ کا بنانا) اور جو کچھ کہ خداوند تعالیٰ نے چاہا

= مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ مِنْ یہاں تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے۔ مَا موصولہ ہے

= يَشَآءُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِيْئَةٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ اس نے چاہا۔ (بمعنی ماضی

= وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ لا نافیہ دَفْعُ مصدر مبنی للفاعل مضاف۔ اللہ مضاف الیہ۔ النَّاسَ مفعول۔ اور بَعْضَهُمْ بدل ہے النَّاسَ سے۔ بِبَعْضٍ۔ مفعول ثانی۔ یہ سارا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ فَسَدَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا ہے تو (روئے) زمین پر فساد برپا ہوجائے۔

دَفَعَ۔ اگر الیٰ کے صلہ کے ساتھ آئے۔ تو حوالہ کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ۔ (۴:۶) اور جب تم ان کا مال ان کے حوالہ کرنے لگو۔ اور جب اس کا استعمال عَنْ کے صلہ کے ساتھ ہو تو دفع کے معنی دفع کرنے .... دور کرنے یا ہٹانے کے آتے ہیں۔ مثلاً اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (۲۲: ۳۸) بے شک خدا مؤمنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے

= ذُوْ فَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل والا۔ صاحبِ فضل۔ ذُوْ۔ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ حروف میں سے ہے جن کی تصغیر نہیں آتی۔

۲: ۲۵۲ = تِلْكَ۔ یہ۔ اسم اشارہ۔ واحد مؤنث۔ مشارٌ الیہ مذکورہ بالا قصے ہیں۔ یعنی حدیث الالوف

وا ما تتہم واحیاء ھمد (آیت ۲۴۳) تملیکِ طالوت۔ طالوت کو سرداری عطا کرنا۔ تابوت کا واپس آجانا۔ منافقوں اور متذبذب لوگوں کو نہر کے ابتلاء میں ڈال کر الگ کر دینا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھوں جالود کی ہلاکت۔ داوٗد کو سلطنت و نبوت عطا کرنا وغیرہ۔

تِلْكَ مبتدا ہے۔ اٰیٰتُ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کی خبر۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ متعلق خبر۔ نَتْلُوْ۔ مضارع جمع متکلم تِلَاوَةٌ۔ مصدر۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہم تلاوت کرتے ہیں۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول۔ اس کا مرجع اٰیٰت ہے۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ۔ ہم ان کو پڑھ کر تجھے سناتے ہیں بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ صحیح صحیح یعنی اس طریقہ پر جو واقعہ کے مطابق یقینی ہے جس پر کہ اہل کتاب کو بھی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہ قصص مندرج ہیں

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ واوٗ عاطفہ۔ لَامْ تاکید کے لئے۔ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُرْسَلُ واحد۔ بھیجے گئے پیغمبر۔

اور یہ امر (ای نتلوھا علیك بالحق) اس پر بھی دال ہے کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں (کیونکہ متذکرہ بالا اخبار عجیبہ و قصص غریبہ و قدیمہ نہ آپ نے کہیں پڑھے اور نہ کسی اہل علم سے سنے ہیں بلکہ وحی من اللہ کے ذریعہ سے آپ کو ان کی خبر دی گئی ہے)

پارہ

تِلْكَ الرُّسُلُ

(۳)

البقرۃ و اٰل عِمْرَان

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ

۲ : ۲۵۳ = تِلْكَ - اسم اشارہ واحد مؤنث الرُّسُلُ مشارالیہ۔ جمع مذکر۔ دونوں مل کر مبتدا فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ - خبر۔

الْ - استغراق کا ہے یعنی تمام پیغمبر۔ یا الْ عہد کا ہے اور اس سے وہ جماعت معلومہ ہے جس کا علم آیت سابقہ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ سے ہو چکا ہے۔

= فَضَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْضِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ہم نے فضیلت بخشی۔ ہم نے بزرگی عطا کی۔

= بَعْضَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مفعول فَضَّلْنَا کا۔ عَلٰی بَعْضٍ بعض پر ہم نے ان پیغمبروں میں سے بعض کو بعض پر برتری عطا کی۔

= مِنْهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تِلْكَ الرُّسُلُ ہے مَنْ موصولہ كَلَّمَ اللّٰهُ صلہ۔ یعنی ان میں سے کوئی تو وہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ بدل ہے محل فَضَّلْنَا سے۔

= دَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ واؤ عاطفہ ہے دَرَجٰتٍ حال ہے بَعْضَهُمْ سے یا اس سے قبل فِیْ مقدر ہے۔ اور بعض کو مرتبوں کی صورت میں بلندی عطا کی۔ بَعْضَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر رَفَعَ کا مفعول ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رُسُل کی طرف راجع ہے۔ اٰتَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا = اَلْبَيِّنٰتِ۔ کھلی دلیلیں۔ روشن دلائل۔ معجزات، بَيِّنَةٌ کی جمع۔ تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے مشتق ہے۔ تَبْيِيْنٌ کے معنی بیان کرنے اور واضح اور ظاہر کرنے کے ہیں۔ یہاں اَلْبَيِّنٰتُ سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا برص کے مریضوں کو تندرست کر دینا۔ پیدائشی نابیناؤں کو صحت یاب کر دینا مردوں کو زندہ کرنا (باذن اللہ) وغیرہ ہیں۔

= اَيَّدْنٰهُ۔ ماضی جمع متکلم تَاْيِيْدٌ (تفعیل) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام) ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی مدد کی۔ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ حضرت جبریل کے ذریعہ سے۔ رُوْحُ الْقُدُسِ۔ روح پاک۔ جانِ پاک۔ پاک فرشتہ۔ رُوْح موصوف اور الْقُدُسِ صفت ہے۔ یہاں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے۔ جیسے رَجُلُ صِدْقٍ میں رَجُلُ موصوف اور صدق اس کی صفت ہے لیکن یہاں ترکیب اضافی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔

رُوْحُ الْقُدُسِ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد ۳ یا کوئی اور مستند کتاب۔ مَا اقْتَتَلَ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِقْتِتَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر بمعنی آپس میں ۴

۴ جنگ و قتال

کرنا۔ باہم لڑنا۔

= مِنْ بَعْدِهِمْ۔ ای من بعد الرُّسُلِ۔ اَلَّذِيْنَ (اسم موصول جمع مذکر) مِنْ بَعْدِهِمْ صلہ یعنی رسولوں کے بعد میں آنے والے لوگ۔

= مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ ای مِنْ جِهَةِ اُولٰٓئِكَ الرُّسُلِ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، جن اَلَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِ الرُّسُلِ۔ یعنی رسولوں کے پیروکار۔ ان کے متبعین الْبَيِّنٰتُ۔ المعجزات الباهرة والآیات الظاهرة۔ پر شکوہ۔ دل نشین اور روز روشن کی طرح ظاہر معجزے اور کھلے کھلے صاف اور ظاہر دلائل۔ یعنی رسولوں کی طرف سے معجزات باہرہ اور آیات ظاہرہ آجانے کے بعد اور اپنے سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد

= وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ ...... مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت یہ ہوتی کہ رسولوں کے متبعین آپس میں جنگ وقتال نہ کریں تو وہ ان کو ہدایت نصیب فرما دیتا۔ حق پر سب کو متفق کر دیتا۔ اور مکمل اتباع رسل ان کو نصیب فرما دیتا۔ کوئی امت اپنے رسول کے بعد اپنے اپنے رسولوں کے ہاتھوں معجزات و آیات دیکھ لینے کے بعد آپس میں اختلافات نہ رکھتی اور باہمی جنگ وجدال کے متعلق سوچتی بھی نہ۔ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا لیکن انہوں نے (باہم) اختلاف کیا اور آپس میں قتل و غارت کا ارتکاب کیا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جلالی وجمالی صفات اور اپنے مختلف اسماء (مثلاً) ہادی۔ مضلّ، غفار۔ قہاّر۔ منتقم اور عفوٌ کا ظہور چاہا۔ اس لئے وہ لوگ کفر و اسلام اور ہدایت و گمراہی میں بٹ گئے)

= فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ۔ پس کچھ تو ایمان لے آئے (یعنی اللہ نے اپنی مہربانی سے دینِ انبیاء کا پابند رہنے کی ان کو ہدایت و توفیق عطا فرما دی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت ہدایت کا مظہر قرار پایا

= وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ۔ اور کچھ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا۔ یعنی اللہ نے تقاضائے عدل کے تحت ان کی مدد نہیں کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت اضلال کا مظہر قرار پایا۔

= وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا = اس جملہ کا دوبارہ ذکر اول جملہ کی تاکید کے لئے ہے۔

فائدہ = اگر اللہ چاہتا کہ سب ہدایت پر آجائیں اور باہمی جنگ وجدال سے باز رہیں تو اس مشیت ایزدی کی تکمیل میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ ان میں سے بعض کا ایمان اور بعض کا کفر نعوذ باللہ خدا کی بے بسی کی دلیل نہیں بلکہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے۔ ہماری عقل اس کی حکمت اور تقدیر کی حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہے

= لٰكِنَّ۔ (نون کی تشدید کے ساتھ) حرف استدراک ہے۔ یعنی پہلی بات کا وہم دور کرنے والا حرف جیسے بَلْ۔ غَيْرَ۔ اَنَّ۔ اِلَّا۔ اِلَّا اَنَّ۔ وغیرہ۔ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا (۲: ۱۰۲) حضرت سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے
لٰکِنْ (تخفیف کے ساتھ یعنی بغیر تشدید کے) حرف عاطفہ ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے۔ اور
یہ لٰکِنْ استدراک کے لئے بھی آتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔ مثلاً وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ
وَجَاھِدُوْا مَعَ رَسُوْلِہِ اسْتَاْذَنَکَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْھُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَکُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ○ رَضُوْا
بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ ○ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مَعَہٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ ۭ وَاُولٰۗئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰۗئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (۹: ۸۶
تا ۸۸) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو۔ تو ان
میں جو دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے۔ کہ جو لوگ گھروں میں
رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں
بیٹھ) رہیں ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان
لائے سب اپنے مال اور جان سے لڑے انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔

۲: ۲۵۴ = اَنْفِقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (انفال) مصدر۔ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اس کا مفعول
شَیْئًا محذوف ہے۔ ای انفقوا شَیْئًا مِّمَّا رَزَقْنٰکُمْ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ اور مَا سے مَا بمعنی اَلَّذِیْ اور
کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ یعنی ہم نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔

= خُلَّۃٌ۔ دوستی۔ آشنائی۔ خلل مادہ۔ خَلِیْلٌ۔ دوست۔

= بَیْعٌ۔ خرید و فروخت، لین دین۔ بیچنا۔ خریدنا۔ مصدر ہے۔ سودا لے کر قیمت لینے کا نام "بیع" ہے اور قیمت
دے کر سودا لینے کا نام "شراء" ہے کبھی شراء کے معنی میں بیع اور بیع کے معنی میں شراء کا استعمال ہوتا ہے

= وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یہ جملہ محذوف کا معطوف ہے۔ ای فالمؤمنونَ ھُمُ المتقون والکٰفرون
ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ پس متقی مؤمن تو پورا پورا کما حقہٗ ادا کرتے ہیں اور کافر ہی ظالم ہیں (کہ مال کو بے محل صرف کرتے ہیں
اور احکام کی تعمیل نہیں کرتے) الظلمۃ کے معنی روشنی کا معدوم ہونا ہے اہل لغت اور اکثر علماء کے نزدیک ظلم کے
معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے
ہٹا کر۔ اور اَلظُّلْمُ کا لفظ حق سے تجاوز پر بھی بولا جاتا ہے۔ جس کی مثال دائرہ میں نکتہ کی ہوتی ہے۔ اور ظلم کا اطلاق
چونکہ ہر قسم کے تجاوز پر ہوتا ہے خواہ وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو ابلیس کو ظالم کہا ہے اور دوسری
طرف حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی غلطی کی بناء پر ظالم کہہ دیا گیا ہے۔ گو دونوں کے ظالم ہونے میں بہت بڑا فرق ہے

فائدہ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اَلْکٰفِرُوْنَ سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں۔ ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو
ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا ہے جیسے حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور مَنْ لَّمْ یَحُجَّ کی جگہ

مَنْ كَفَرَ فرمایا۔ آیت۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (۳:۹۷) اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرے گا (یعنی حج نہ کرے گا مقدور رکھتے ہوئے) تو خدا بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔

۲:۲۵۵ — اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ اَللّٰهُ۔ مبتدا۔ لا الہ الا ھو خبر اول۔ الحی القیّوم خبر ثانی۔ اِلٰهَ۔ معبود۔ بروزن فِعَالٌ۔ بمعنی مَفْعُوْلٌ مَاْلُوْهٌ ہے۔ ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے اِلٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبودِ باطل۔ منصوب بوجہ عمل لَا

اَلْحَيُّ۔ زندہ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جب اس کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہو تو معنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوگا جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا۔

اَلْقَيُّوْمُ۔ صیغہ مبالغہ۔ بروزن فَيْعُوْلٌ۔ وہ ذات جو خود قائم رہنے والی ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہو۔ خود موجود و باقی ہے اور دوسروں کو ضروریاتِ ہستی و درستی عطا کرنے والی ہے جس کی ہر چیز اپنے وجود و بقاء و نشوونما کے لئے محتاج ہے

= لَا تَاْخُذُهٗ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ اس کو نہیں پکڑتی ہے وہ نہیں آلیتی۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس کا مرجع اللہ ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ (نیا جملہ)

= سِنَةٌ۔ اونگھ۔ غنودگی۔ غفلت۔ وَسِنَ۔ يَوْسَنُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ اس کی ھا واؤ محذوف کے بدلہ میں ہے جیسے وَعْدٌ سے عِدَةٌ ہے۔

= نَوْمٌ۔ اسم۔ نیند۔

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ مَا بمعنی اَلَّذِيْ اسم موصولہ ہے۔

= مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ مَنْ استفہامیہ انکاریہ ہے ای لَا يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ اِلَّا بِاَمْرِهٖ۔ ذَا اسم اشارہ واحد مذکر۔ بعض کے نزدیک مَنْ ذَا مرکب ہے مَاذَا کی طرح لیکن ثعلب نے امالی میں اور ابو البقاء نے اعراب میں انکار کیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے

= مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ۔ مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے۔ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ اَيْدِيْهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ بَيْنَ مضاف بمعنی ان کے سامنے یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مَا موصولہ کا صلہ ہوئے هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ اس کا مرجع مافی السمٰوٰتِ و مافی الارض عاقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے۔ یا یہ ضمیر ذَا کی طرف راجع ہے (جو مَنْ ذَا الَّذِيْ میں مذکور ہے) اور ذَا سے مراد انبیاء

اور ملائکہ ہیں۔

= وَلَا یُحِیْطُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِحَاطَۃٌ (اِفْعَالٌ) سے مصدر۔ وہ نہیں گھیر سکتے۔ یا نہیں گھیرتے۔ (علمی) احاطہ نہیں کر سکتے۔ ضمیر فاعل مَافِی السمٰوٰت ومافی الارض کی طرف راجع ہے یعنی وہ اس کے علم میں سے کسی شیٔ کا (کامل) علمی احاطہ نہیں کر سکتے۔

= اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ ای الا بما شآء ان یطلعھم علیہ۔ ہاں جس چیز کا علم وہ دینا چاہے۔

واو حالیہ ہے اور یَعْلَمُ کی ضمیر فاعلی ذو الحال ہے یا واؤ عاطفہ ہے۔ دونوں جملوں کا مجموعہ بتا رہا ہے کہ محیط کل اور ہمہ گیر علم ذاتی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ہے اس لئے دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف کو ذکر کر دیا۔ (تفسیر مظہری)

= وَسِعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سِعَۃٌ۔ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ جیسے وَعَدَ یَعِدُ سے عِدَۃٌ ہے اس نے سما لیا۔ یعنی اس کا علم یا اقتدار (کرسی) ہر چیز کو محیط ہے۔

= کُرْسِیُّہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی کرسی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے اصحاب الظواہر (علامہ ابن تیمیہؒ۔ ابن قیم۔ ابن حزم وغیرہ) کے نزدیک کرسی سے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی بیٹھنے کی کرسی لیکن کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں۔ کیسی کرسی ہے کس چیز کی ہے۔ غرض ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد وہ جسم محیط ہے جس کے اندر سارا جہان محدود ہوا ہے۔ بعض نے انصاف اور حکومت مراد لیا ہے۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک کرسی سے علم مراد ہے۔ ممکن ہے کہ سبھی معنوں کو متضمن ہو۔

= السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ہر دو اسم مفعول ہیں۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس کی کرسی آسمان اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے (کوئی چیز اس سے باہر نہیں)

= وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا۔ واؤ عاطفہ ہے حِفْظُھُمَا مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل لَا یَؤُدُ فعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل۔ فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ لَا یَؤُدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَدَ یَؤُدُ۔ (بروزن قال یقول) اَوْدٌ وَ اَءُوْدٌ (باب نصر) مصدر گراں بار کرنا۔ بھاری لگنا۔ تھکا دینا۔ اَلْاَوْدَۃُ بوجھ۔ ہٗ ضمیر مفعول۔ واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے۔ حِفْظُھُمَا میں ھُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث سماوات اور ارض کے لئے ہے۔

ترجمہ:۔ اور ان کی (یعنی آسمانوں کی اور زمین کی) حفاظت اس کو نہیں تھکاتی۔

= اَلْعَلِیُّ۔ بلند مرتبہ۔ عالی شان۔ یہ عَلَاءٌ سے ہے جس کے معنی بزرگ ہونے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ

صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں عَلِیٌّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ یعنی بلند مرتبت کے۔ یہ عَلِیَ سے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ وہ ذات جو اس سے کہیں برتر ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ کر سکے۔

= اَلْعَظِیْمُ۔ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بزرگ۔ بڑا۔ بڑی عظمت والا۔ بڑی شان والا عَظُمَ یَعْظُمُ عِظْمٌ وعِظَامَۃٌ مصدر (باب کَرُمَ) سے ہے۔ بمعنی بڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۲: ۲۵۶ = لَآ اِکْرَاہَ۔ منصوب بوجہ عمل لَا۔ اِکْرَاہٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ہے۔ کسی کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ اَلْکَرْہُ وَالْکُرْہُ۔ سخت ناپسندیدگی۔ اَلْکَرْہُ اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے۔ اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ جیساکہ آیت ہٰذا میں مراد ہے اور اَلْکُرْہُ بضم الکاف (ملاحظہ ہو المفردات) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ سے پہنچے۔ مثلاً ایک چیز طبعاً ناگوار ہے لیکن شریعت اسے پسند کرتی ہے اور اسے کرنا ہی پڑتا ہے جیسے جہاد۔ دوم ایسی چیز کہ طبعاً تو پسندیدہ ہو لیکن شرعاً مکروہ ہو۔ مثلاً راگ ورنگ۔

= قَدْ تَّبَیَّنَ = فعل ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ بتحقیق۔ تحقیق۔ تبیّن ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَیُّنٌ (تفعّلٌ) مصدر سے جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں

= الرُّشْدُ۔ ہدایت، راہ یابی، راستی۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے، ہدایت کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ صلاحیت کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْھُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ (۴: ۶) پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی یا صلاحیت دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

= اَلْغَیِّ۔ گمراہی۔ بدراہی۔ ضلالۃ۔ کفر۔ غ و ی۔ حروف مادّہ ہیں۔

اَلْغَیّ۔ اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جہالت کبھی تو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی۔ (۵۳: ۲) تمہارے رفیق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ راہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً وَ اِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ۔ (۷: ۲۰۲) اور ان (یعنی کفار کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں

= فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ ط مَنْ۔ شرطیہ ہے اور یَکْفُرْ و۔ یُؤْمِنْ فعل مضارع بوجہ شرط مجزوم ہیں۔ پس جس نے طاغوت سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔

اَلطَّاغُوْتُ۔ شیطان۔ حق سے روکنے والے بُت۔ معبود باطل۔ سرکش۔ سخت طاغی۔ مفسد۔

واحد۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علامہ محب الدین ابو البقار عبداللہ العکبری لکھتے ہیں کہ اس کی اصل طَغْیُوْتٌ ہے کیونکہ یہ طغیت تطغی سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ واؤ سے ہو کیونکہ اس میں یَطْغُوْا بھی بولا جاتا ہے پر یٰ کا استعمال اکثر ہے اور اسی پر مصدر طُغْیَانٌ آیا ہے پھر لام کلمہ کو مقدم کرکے غ سے پہلے کردیا گیا تو طَیَغُوْتٌ ہوگیا یا طَوَغُوْتٌ بن گیا۔ پھر حرفِ علت متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا۔ تو اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ طَاغُوْتٌ بن گیا۔

= فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ جوابِ شرط۔ اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔

اِسْتَمْسَكَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِمْسَاكٌ (استفعال) مصدر۔ مَسْكٌ مادہ اس نے پکڑ لیا۔ اِسْتِمْسَاكٌ۔ پکڑ لینا۔ روکے رکھنا۔

اَلْعُرْوَةِ۔ کڑا۔ حلقہ۔ کسی چیز کا دستہ یا قبضہ۔ عُرًی وَعُرٰی۔ جمع۔

= اَلْوُثْقٰى۔ اسم تفضیل مؤنث۔ اَلْاَوْثَقُ۔ مذکر۔ وَثِیْقٌ اسم فاعل۔ وِثَاقَةٌ (باب کرم) بہت مضبوط ناقابلِ شکست، مَوْثِقٌ مِیْثَاقٌ۔ پختہ عہد۔ پکا وعدہ۔

لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ اِنْفِصَامَ۔ مصدر ہے (باب انفعال) ٹوٹنا۔ لَهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْعُرْوَةِ کے لئے ہے اور جملہ حال ہے ضمیر العُرْوَةُ سے۔

= سَمِيْعٌ۔ سننے والا۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جب یہ اللہ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی ہر شے پر حاوی ہو۔

= عَلِيْمٌ۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے

۲: ۲۵۷ = يُخْرِجُهُمْ۔ يُخْرِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے لئے ہے

= مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ صاحب تفسیر مظہری اس آیت کی شرح میں رقمطراز ہیں

"جن لوگوں کا مومن ہونا خدا چاہتا ہے تو ان کو اپنی توفیق اور ہدایت کی مدد سے جہالت۔ نفس پرستی وسوسوں اور کفر تک پہنچانے والے شبہات سے نکال کر اس صراط مستقیم پر لا ڈالتا ہے جو ایمان تک ان کو پہنچا دیتی ہے۔

واقدی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ الفاظ ظُلُمات والنور آئے ہیں ان سے مراد کفر وایمان ہے ہاں سورۃ انعام کی آیت جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۶: ۱) میں شب وروز مراد ہیں آیت مذکور بتا رہی ہے کہ ایمان (اختیاری نہیں) صرف عطیہ خداوندی ہے۔ جملہ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

اِلَی النُّوْرِ۔ یا تو اللہ کی دوسری خبر ہے۔ یا ۲ اٰمَنُوْا کی ضمیر کا حال ہے یا اَلَّذِیْنَ کا حال ہے یا دونوں سے حال ہے۔ یا مستقل علیحدہ کلام ہے جس سے مفہوم ولایت کی توضیح یا تاکید ہو رہی ہے

= یُخْرِجُوْنَھُمْ۔ میں ضمیر فاعل الطَّاغُوْتُ کی طرف راجع ہے جبکہ ضمیر مفعول (ھُمْ) اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے لئے ہے۔

= اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشار الیہ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔

= فِیْھَا۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ النَّارِ کے لئے ہے

= خٰلِدُوْنَ۔ خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع۔ ہمیشہ رہنے والے

۲:۲۵۸ = اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے خبر ہے اس شخص کی

حَآجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُحَاجَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ اس نے جھگڑا کیا۔ اس نے بحث کی حجت کی۔ حجت کرنا۔ یعنی ہر ایک کا دوسرے کو اس کی دلیل اور راہ سے ہٹانے کی خواہش کرنا۔

= اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل محذوف ہے گویا عبارت ہے لِاَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ جھگڑا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی۔ اس لئے اس نے سرکشی کی۔ حکومت کا غرور اس کے جھگڑا کرنے کی علت تھا۔ یعنی اس نے عطاء خداوندی کے تقاضے کے خلاف کیا۔ عطا کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر کرتا مگر کیا اس نے اس کے برعکس۔ عرب کہتے ہیں کہ عَادَیْتَنِیْ لِاَنِّیْ اَحْسَنْتُ اِلَیْكَ تو میرا دشمن اس لئے ہو گیا کہ میں نے تجھ سے بھلائی کی (یہ طنزیہ کلام ہے)

= فَاْتِ بِھَا۔ اْتِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی آنا۔ لیکن جب اس کا تعدیہ بآ کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے کے ہوں گے۔ اْتِ ب۔ تو لا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کے لئے ہے تو اسے (نکال) لے آ۔

= بُهِتَ۔ ماضی مجہول۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بَهْتٌ (باب سمع وکرم) مصدر۔ بمعنی حیران وششدر رہ جانا۔ وہ حیران رہ گیا۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ یہاں فعل مجہول فعل معروف کے معنی میں ہی آیا ہے

= وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اللّٰهُ فاعل۔ لَا یَهْدِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب فعل۔ اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ موصوف صفت مل کر مفعول۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲:۲۵۹ = اَوْ كَالَّذِیْ۔ اَوْ حرفِ عطف اس کا عطف اَلَمْ تَرَ پر ہے كَ بمعنی مثل کے آیا ہے اس صورت میں اَرَاَیْتَ محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔ اَوْ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ۔ یعنی اَلَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ۔ کے علاوہ یہ دوسرے شخص کی مثال ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے مدمقابل بھی بیان نہیں ہوا۔ کہ آیا اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ یا یہ کسی اور زمانہ کا قصہ ہے

اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعیین نہیں فرمائی۔ ترجمہ یوں ہوگا اور کیا تم نے مثال نہیں دیکھی اس شخص کی جو ایک بستی کے پاس سے گذرا .... اخفش نے کاف کو زائد قرار دیا ہے۔

= قَرْيَةٍ۔ بستی۔ اور بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرٰی۔ قُرٰی جمع قیاسی نہیں صرف سماعی ہے۔ کیونکہ فَعْلَةٌ کی جمع قیاسی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے ظَبْيَةٌ کی جمع ظِبَاءٌ۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ اہل یمن قِرْيَةٌ بولتے ہیں اور اس کی جمع قُرٰی قیاسی ہے جیسے ذِرْوَةٌ کی جمع ذُرٰی۔ بہر کیف قرآن مجید میں قَرْيَةٌ (واحد) اور قُرٰی (جمع) آیا ہے اور یہی فصیح ہے اس کے مقابلے میں یمنی استعمال فصیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا (۶:۹۲) کہ تم بستیوں کی ماں (یعنی مکہ) کے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈراؤ۔

= وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا۔ هِيَ ای قَرْيَةٌ۔ خَاوِيَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث افتادہ۔ گری ہوئی۔ خَوٰی يَخْوِی خَوًی (باب ضرب) گھر کا اجڑ جانا۔ گر جانا۔ اور خَوِیَ يَخْوٰی خَوَايَةٌ خَوَاءٌ (باب سَمِعَ) (جگہ یا مکان کا) خالی ہونا۔ گر پڑنا۔ ڈھ جانا۔ اندر سے کھوکھلا ہو جانا۔

جملہ وَهِيَ خَاوِيَةٌ موضع جر میں ہے اور اس صورت میں قَرْيَةٍ کی صفت ہے۔ عَلٰی عُرُوْشِهَا متعلق ہے خَاوِيَةٌ سے عُرُوْشِهَا۔ مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةٍ کے لئے ہے۔ عُرُوْشٍ جمع ہے عَرْشٌ کی۔ بمعنی چھت۔ عَرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت۔ بیل کو چڑھانے کے لئے جو چھت یا ٹٹی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔

قریۃ خاویۃ علی عروشھا۔ شہر جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا۔

= اَنّٰی۔ ای کیف۔ کیونکر۔ کیسے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۲۳ — هٰذِهٖ۔ یہ بستی۔ یا اس بستی کے لوگ —

= بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اس کی موت کے بعد۔ اس کی ویرانی کے بعد (بستی یا بستی کے رہنے والوں کی بربادی کے بعد۔) هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قَرْيَةٌ ہے

= اَمَاتَهُ اللّٰهُ۔ اللہ فاعل۔ اَمَاتَ فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے) اس کو (یعنی اس شخص کو جو اس قریہ کے پاس سے گذرا۔ اور اس کو برباد دیکھ کر کہا کہ اس بربادی کے بعد اللہ اسے کیسے زندہ کر دے گا۔ موت دی مار ڈالا۔

= ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر۔ بَعَثَهٗ بَعَثَ۔ بَعَثَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے اسے زندہ اٹھا کھڑا کیا۔ ہٗ ضمیر

مفعول مذکورہ بالا شخص کی طرف راجع ہے۔ اگر رسولوں کے متعلق اس کا استعمال ہو تو بَعَثَ کے معنی اللہ کی طرف سے مبعوث کرنے اور بھیجنے کے ہوں گے۔ مثلاً اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷: ۹۴) کیا خدا نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

= قَالَ کَمْ لَبِثْتَ۔ ای قال اللّٰہُ۔ کَمْ لَبِثْتَ۔ ای کَمْ زمانًا لَبِثْتَ۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۲۱۱۔ اور ۲: ۲۴۹۔ لَبِثَ (باب سَمِعَ) لَبْثٌ۔ مصدر۔ بمعنی ٹھہرنا۔ رہنا۔

= بَعْضَ یَوْمٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَعْض۔ کچھ۔ ٹکڑا۔ کل کے اعتبار سے شے کے کسی جزو کو بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کُل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے بَعْضَ یَوْمٍ۔ دن کا کچھ حصہ۔

= قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰہُ۔

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ بلکہ۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۱۳۵۔

= لَمْ یَتَسَنَّہْ۔ نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ (باوجود سالہا گذر جانے کے) تمہارا مشروب یا طعام خراب نہیں ہوا۔ تَسَنُّنٌ (باب تفعل) مصدر سے۔ عمر رسیدہ ہونا۔ پرانا ہونا۔ خوراک کا بُس ہو جانا خوراک کو پھپھوندی لگ جانا۔ سَ نَ نَ حروف مادہ ہیں۔ یَتَسَنَّ۔ اصل میں یَتَسَنَّنَ تھا۔ چونکہ تین نون جمع ہو گئے تھے اخیر کو ی سے بدلا۔ پھر ی کو الف سے بدلا الف جزم کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ ہ استراحت یعنی سکتہ کی ہے۔ مادہ سَ نَ ہ سے سَنِہَ یَسْنَہُ سَنَہٌ (باب سمع) سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ طعام یا شراب کا متغیر ہو جانا۔ بگڑ جانا۔

= وَلِنَجْعَلَکَ۔ محذوف پر معطوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے ادیناك ذٰلك لتعلم قدرتنا۔ ہم نے تجھے یہ کچھ اس لئے دکھلایا تاکہ تو جان لے ہماری قدرت کو (بعض کے نزدیک واؤ زائد ہے) اور یہ اس لئے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی (یا دلیل) بنائیں۔

= وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ۔ اور ہڈیوں کو دیکھ۔ مراد گدھے کی ہڈیاں (جو اس شخص کے پاس تھا) یا اہل قریہ کی ہڈیاں (جو اس وقت مر کھپ چکے تھے) یا اس کی اپنی ہڈیاں یا اس کے گدھے کی ہڈیاں (روح المعانی) عِظَامٌ ہڈیاں۔ عَظْمٌ کی جمع جیسے سِھَامٌ سَھْمٌ کی جمع ہے۔

= نُنْشِزُھَا۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْشَازٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم جوڑ دیتے ہیں۔ حرکت دیتے ہیں اٹھا دیتے ہیں۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب العظام کے لئے ہے۔

النَّشْزُ۔ بلند زمین کو کہتے ہیں۔ اور نَشَزَ فُلَانٌ کے معنی بلند زمین کے قصد کرنے کے ہیں۔ اسی سے نَشَزَ فُلَانٌ عَنْ مَقَرِّہٖ کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی کسی کا اپنی قرارگاہ سے اوپر ابھر آنے کے

کے ہیں۔ اور ہر اوپر اٹھنے والی چیز کو نَاشِزٌ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آتا ہے وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (۵۸ : ۱۱) اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

اور نَشْزٌ وَاِنْشَازٌ کے معنی زندہ کرنا بھی آتے ہیں کیونکہ زندگی میں ایک طرح کا ابھار پایا جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں آیۃ ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

= نَكْسُوْهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ كِسْوَةٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پہنانا (کسی کے اوپر لباس کی طرح) چڑھانا۔ یا جس طرح لباس سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح چھپا دینا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع العظام ہے۔ لحمًا مفعول ثانی۔ ہم ان (ہڈیوں) پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ یا ان کو گوشت سے چھپا دیتے ہیں جس طرح جسم کو لباس سے چھپا دیتے ہیں۔ كِسْوَةٌ لباس کا جوڑا۔

= تَبَیَّنَ = ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَیُّنٌ (تفعّل) مصدر۔ بمعنی ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔ لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس شخص کے لئے ہے۔ جب یہ امر اس پر واضح ہو گیا۔ یعنی اللہ کی قدرت کی ہمہ گیری اس پر واضح ہو گئی۔

= اَعْلَمُ۔ میں جانتا ہوں بمعنی یقین کرتا ہوں۔

۲ : ۲۶۰ = وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ میں اِذْ سے قبل عبارت مقدر ہے ای اُذْكُرِ الْوَقْتَ اِذْ۔ یا وَاذْكُرِ الْوَاقِعَةَ اِذْ۔ اور وہ وقت یاد کرو جب۔ یا وہ واقعہ یاد کرو جب۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْكُرْ محذوف ہے یعنی آپ ان سے ذکر کیجئے یا آپ از خود یاد کیجئے اِذْ اسم ظرف ہے۔ قَالَ فعل اِبْرٰهٖمُ۔ فاعل۔

= رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى۔ یہ جملہ مقولہ ہے اور كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى جملہ مفعول ہے اَرِنِیْ کا۔ ترجمہ ہوگا۔ اور (اے نبی) اس واقعہ کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکہ زندہ کرے گا؟۔ اَرِنِیْ میں اَرِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ نَ وقایہ اور یَ ضمیر واحد متکلم کی۔

= قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ قال۔ ای قال اللّٰہُ۔ ہمزہ استفہامیہ وَ حرفِ عطف۔ حرفِ عطف سے پہلے کلام مقدر ہے ای اَلَمْ تَعْلَمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تو نہیں جانتا۔ اور تجھے یقین نہیں آیا۔

= قَالَ بَلٰى۔ ای قال ابراهيمُ بَلٰى۔ ہاں کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۸۱)

= وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ لِیَطْمَئِنَّ کا لام محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے!

سَئَلْتُكَ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ۔ میں نے اطمینان دِل کے لئے تجھ سے سوال کیا ہے، اِطْمِئْنَانٌ (اِفْعِيْعَالٌ) مصدر ہے۔

= خُذْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر تو لے۔ تو پکڑ۔

= مِنَ الطَّيْرِ صفت ہے اَرْبَعَةً کی جو مفعول ہے فعل خُذْ کا۔

= صُرْهُنَّ اِلَيْكَ۔ صَارَ يَصُوْرُ۔ (باب نَصَرَ) وَصَارَ يَصِيْرُ (باب ضَرَبَ) صَيْرٌ و صَوْرٌ۔ مصدر سے۔ مائل کرنا۔ ہلانا۔ سدھانا۔ (باب ضَرَبَ سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا بھی ہے۔ صَارَ اِلٰى كَذَا۔ کے معنی کسی خاص مقام تک پہنچ جانے کے ہیں صِيْرُ الْبَابِ۔ دروازہ کا شگاف یا جھروکا۔ اسے صِيْرٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نقل وحرکت کا منتہیٰ ہوتا ہے اس لئے اَلْمَصِيْرُ اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل وحرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ہے: وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۵: ۱۸) یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوٹنے کی جگہ ہے یا وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۶۷: ۶) اور جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور بری جگہ ہے وہ پہنچنے کی۔

صُرْهُنَّ۔ صُرْ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ بمعنی پھر ان کو اپنی طرف مانوس کر لے (ضیاء القرآن) پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ (تفسیر کبیر) پھر ان کو اپنی طرف آنے کے لئے سدھاؤ۔ (عبداللہ یوسف علی)

= مِنْهُنَّ۔ میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث اربعةً من الطير کی طرف راجع ہے۔

= جُزْءًا۔ ایک حصہ۔ کچھ حصہ۔ اَجْزَاءٌ۔ جمع۔ اِجْعَلْ کا مفعول اِجْعَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر جَعْلٌ (باب فتح) سے مصدر۔ تو رکھ۔ تو بنادے۔

= اُدْعُهُنَّ۔ اُدْعُ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ دَعْوَةٌ (باب نَصَرَ) سے مصدر بمعنی بلانا۔ پکارنا دعا کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو ان کو پکار۔ تو ان کو بلا۔

= يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا۔ يَاْتِيْنَ مضارع جمع مؤنث غائب اِتْيَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ آئیں تیری طرف یا تیرے پاس۔ سَعْيًا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے۔ دوڑتے ہوئے۔

۲: ۲۶۱ = مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ جملہ مبتدا ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ۔ خبر۔
اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ صفت ہے حَبَّةٍ کی۔
مِائَةُ حَبَّةٍ ـــــ مبتدا
فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ ـــــ خبر | صفت ہے سَنَابِلَ کی۔

اس عبارت میں مضاف محذوف ہے خواہ مبتدا کی طرف حذف ماناجائے یا خبر کی جانب۔
پہلی صورت میں عبارت ہوگی۔ مَثَلُ (اِنْفَاقِ) الَّذِيْنَ ..... كَمَثَلِ حَبَّةٍ۔ ترجمہ ہوگا: جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے والا۔ جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔
دوسری صورت میں عبارت ہوگی مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ..... كَمَثَلِ بَاذِرِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ۔ اور ترجمہ ہوگا۔ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے والا۔ جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ سے مراد خدا کی راہ میں کسی مد میں خرچ کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد جہاد ہے۔
يُنْفِقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔
سَنَابِلَ۔ جمع۔ سُنْۢبُلَةٍ واحد۔ بال۔ خوشہ۔
حَبَّةٍ۔ حَبٌّ واحد۔ حُبُوْبٌ۔ دانے اناج کے۔ غلہ۔ اناج۔ گندم۔ جو وغیرہ۔ دوائی وغیرہ کی گولی کو بھی حَبَّةٌ یا حَبٌّ کہتے ہیں۔
= يُضٰعِفُ مضارع واحد مذکر غائب۔ مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وہ بڑھاتا ہے۔ وہ بڑھائیگا
= وَاسِعٌ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ سَعَةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
۲:۲۶۲ = اَلَّذِيْنَ۔ اسم موصول بمعہ اپنے صلہ کے مبتدا۔ اور لَهُمْ اَجْرُهُمْ ..... الخ اس کی خبر
= ثُمَّ۔ یہاں تراخی فی المرتبہ (تفاوتِ مرتبہ) کے لئے ہے۔ یعنی انفاق اور ترک المن والاذی کے درمیان تفاوت کے اظہار کے لئے۔ دوسرے لفظوں میں نفس الانفاق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے لیکن بعد میں احسان نہ جتانا اور اپنی فوقیت کا اظہار نہ کرنا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (۴۶:۱۳) جن لوگوں نے کہا کہ خدا ہمارا پروردگار ہے۔ پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو

نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔ مطلب یہ کہ ایمان لانے سے ایمان پر استقامت بڑھ کر نیکی ہے
نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۸۔
= لَا یُتْبِعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِتْبَاعٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ (اس کے) پیچھے نہیں کرتے۔
= مَاۤ اَنْفَقُوْا۔ مَا موصولہ۔ اَنْفَقُوْا۔ (ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب) صلہ اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مفعول اپنے فعل لَا یُتْبِعُوْنَ کا۔ مَاۤ اَنْفَقُوْا ای انفاقہم۔
= مَنًّا۔ مَنَّ یَمُنُّ (باب نصر) مَنٌّ و مِنَّۃٌ مصدر اَلْمِنَّۃُ کے معنی بھاری احسان کے ہیں اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے:۔
(۱) ایک منت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (۳ : ۱۶۴) خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے اور یہ منت بالفعل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے
(۲) منت بالقول۔ یعنی احسان جتانا۔ گو انسانی معاشرہ میں احسان جتلانا معیوب سمجھا جاتا ہے مگر جب کفران نعمت ہو رہا ہو تو اس کے اظہار میں کچھ قباحت نہیں ہے کسی نے کہا ہے اذا کُفِرَتِ النعمۃ حسنت المنۃ، جب نعمت کی ناشکری ہو رہی ہو تو احسان جتلانا ہی مستحسن ہے قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ ھَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ۔ (۴۹ : ۱۷) یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا نے تم پر بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔
اس میں ان کی طرف سے منت بالقول یعنی احسان جتلانا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے منت بالفعل یعنی انہیں ایمان کی نعمت سے نوازنا مراد ہے۔
یہاں مَنًّا احسان جتلانا مراد ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔
= اَذًی۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اُخروی۔ اذًی (باب سَمِعَ) تکلیف پانا۔ اور اٰذٰی یُؤْذِیْ اِیْذَاءً۔ (باب افعال) بمعنی کسی کو تکلیف دینا۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔
ترجمہ:۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے عقب میں نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں۔
۲ : ۲۶۳ = قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ اچھی بات، مناسب بات۔ یعنی معذرت کی نرم بات کہنا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ موصوف وصفت ۔ مبتدا۔ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى خبر۔

= مَغْفِرَةٌ ۔ معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ غَفَرَ يَغْفِرُ کا مصدر باب ضرب سے۔ مَغْفِرَةٌ ۔ کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں ۔

(۱) خدا سے مغفرت مانگنا۔ (۱) اپنے لئے کہ سائل کو کچھ نہ دے سکا (ب) سائل کے لئے کہ سوال کرنا معیوب ہے ۔

(۲) سائل کے الحاح اور تلخ کلامی پر چشم پوشی کرنا۔ (بیضاوی)

(۳) سائل سے معافی مانگنا اور معذرت کرنا۔ (بیضاوی۔ کشاف)

(۴) سائل کی پردہ پوشی کرنا (الخازن)

بعض نے اس آیت کی تقدیر یوں کی ہے ؛ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اَوْلٰى وَالْمَغْفِرَةُ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى ۔ یعنی نرم بات کہنا بہت اچھا ہے لیکن مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ دیا جائے ۔ اس میں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ کی خبر محذوف لی گئی ہے۔ اور مَغْفِرَةٌ مبتدا اور خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ اس کی خبر لی گئی ہے۔

= غَنِيٌّ ۔ کلی طور پر بے نیاز ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= حَلِيْمٌ ۔ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ بردبار۔ تحمل کرنے والا۔

حِلْمٌ ۔ جس کے معنی نفس وطبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ وغضب کے موقعہ پر بھڑک نہ اٹھے۔ قرآن مجید میں حلم بمعنی عقل بھی آیا ہے ۔ مثلاً اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ (۵۲ : ۳۲) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں ۔

۲ : ۲۶۴ = لَا تُبْطِلُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِبْطَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم باطل مت کرو تم ضائع مت کرو۔ تم رائیگاں مت کرو۔

= كَالَّذِيْ ۔ میں كَ حرف تشبیہ ہے۔ محل نصب میں ہے ۔ نصب یا تو مفعول مطلق ہونے کی صورت میں ہے ای ابطالا کابطال الذی ینفق ۔ ترجمہ ہوگا۔ اس شخص کے ثواب کو رائیگاں کرنے کی طرح اپنے ثواب کو اکارت نہ کرو جو ۔۔۔۔۔ الخ

یا حال ہونے کی بناء پر۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ کہ ثواب کو برباد کرنے میں اس شخص کی مانند نہ ہو جاؤ

= يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ۔ رِئَآءَ کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

(۱) منصوب مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے ہے ۔ یعنی لوگوں کو دکھانے کی غرض سے وہ خرچ کرتا ہے

(۲) حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے ۔ یعنی لوگوں کو دکھاتے ہوئے خرچ کرتا ہے۔

(۳) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی لوگوں کی دکھاوٹ کا خرچ کرنا۔

رِئَاءً۔ رَاءٰی یُرَائِیْ (باب مفاعلۃ) مُرَاءَاۃٌ دَرِئَاءٌ مصدر (ر ء ی۔ مادہ) خلاف اصل وخلاف حقیقت دکھانا۔ دکھاوا۔ خود نمائی۔ کسی کو دکھانے کے لئے کسی کام کا کرنا۔

رِئَاءَ النَّاسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے

= وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ جملہ حالیہ ہے بمعنی: حالانکہ اس کا ایمان نہ اللہ پر ہوتا ہے اور نہ یوم آخرت پر

فَائِدَہ۔ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ انفاق صدقہ کی قید نہیں ہے کیونکہ ریاکاری خیرات کا ثواب بہرحال برباد ہوجاتا ہے خواہ ریاکاری کرنے والا مؤمن ہی ہو بلکہ اس جملہ کا ذکر حقیقت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ دکھاوٹ کے لئے خیرات کرنا مؤمن کی شان نہیں ہے بلکہ یہ منافق کی خصوصیت ہے۔ (مظہری)

= صَفْوَانٍ۔ صاف اور چکنا پتھر۔ اس کا واحد صَفْوَانَۃٌ ہے (ص ف و مادہ)

= اَصَابَہٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصَابَۃٌ (افعال) وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس پر آپڑا۔

= وَابِلٌ۔ اسم۔ سخت بارش۔ موسلا دھار بارش۔ بڑے بڑے قطروں کی بارش۔ وَبْلٌ (آسمان کا) بہت بارش برسانا۔ (گھوڑے کا بے تحاشا دوڑنا۔

فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ۔ پھر اس پر زور کا مینہ برس گیا۔ اس پر زور کی بارش برسی۔

= صَلْدًا۔ سپاٹ اور سخت پتھر جس پر کچھ نہ اُگے۔ صَلْدٌ کی جمع اَصْلَادٌ ہے۔

= لَا یَقْدِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ نہیں قدرت رکھتے وہ۔ عَلٰی شَیْءٍ۔ کسی چیز پر۔ مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ اور مَا موصولہ سے۔ کَسَبُوْا۔ انہوں نے کمایا۔ یعنی اس سپاٹ پتھر پر جو بھی انہوں نے محنت کی تھی جو کہ سخت بارش کے آنے سے دُھل بہ کر صاف ہو گئی۔ اور اُن کی قسمت میں ان کی کمائی میں سے کچھ بھی نہ آیا۔

اسی طرح ریاکار پر مُرور دہر اور موت کا مینہ برسے گا تو ان کے اعمال سخت پتھر کی طرح دھل جائیں گے اور آخرت میں ان کی کمائی میں سے ان کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

چونکہ اَلَّذِیْ سے جنس یا جمع مراد ہے گو لفظ مفرد ہے اس لئے معنوی لحاظ سے لَا یَقْدِرُوْنَ کی ضمیر جمع اَلَّذِیْ کی طرف راجع ہے۔

= اَلْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔ موصوف و صفت مل کر لَا یَھْدِیْ کا مفعول ہے۔ اور اللہ کافر قوم کو

ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۶۵ = اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اِبْتِغَآءَ۔ مضاف۔ اِبْتِغَآءَ منصوب بوجہ مفعول لہٗ یُنْفِقُوْنَ کا۔ جو اپنا مال خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اِبْتِغَآءٌ بروزن (اِفْتِعَالٌ) مصدر ہے بمعنی چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مَرْضَاتٌ مصدر میمی واسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ اسی سے ہے رَاضِیَۃٌ۔ اسم فاعل رِضْوَانٌ خوب رضامندی۔

= وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ۔ واؤ عاطفہ ہے تَثْبِیْتًا بھی منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہے ای ولتثبیت (ایمان واعتقاد کے استحکام کے واسطے) تَثْبِیْتٌ (باب تفعیل) مصدر ہے بمعنی ثابت قدم کرنا۔ ثابت رکھنا۔ مستحکم کرنا۔ مضبوطی۔ تاکید۔ اپنے نفسوں کے (ایمان واعتقاد میں) استحکام کے لئے ۔ "اور اسلام کو مضبوط بنانے۔ اور اللہ کے وعدۂ جزاء کی تصدیق کرنے اور ثواب کی امید رکھنے کی غرض سے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں" (تفسیر مظہری)

"اپنے دلی اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں" (تفسیر حقانی)

"اور اپنے نفس میں پختگی (پیدا کرنے کی غرض سے" (تفسیر ماجدی)

"اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں" ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری۔

= کَمَثَلِ جَنَّۃٍ۔ ک تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ جَنَّۃٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور اپنے نفس کی پختگی کے لئے خرچ کرتے ہیں) ایک (ایسے) باغ کی سی ہے۔

= بِرَبْوَۃٍ۔ ب حرف جار بمعنی عَلٰی۔ رَبْوَۃٍ۔ مجرور۔ اسم ہے اس کی جمع رُبًی ورُبًی بمعنی ٹیلہ بلندی۔ بلند جگہ۔ رَبَا۔ یَرْبُوْ۔ رِبَاءٌ (باب نصر) ٹیلہ پر چڑھنا۔ رَبَا فُلَانٌ۔ فلاں اونچی جگہ پر چلا گیا۔ یا چڑھ گیا۔ آیت ہذا میں اونچی جگہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

رَبَا۔ یَرْبُوْ رَبْوًا (باب نَصَرَ) بمعنی (گھوڑے کا) پھولنا۔ چونکہ پھولنے میں بلندی اور ابھرنے کے معنی متضمن ہیں اس لئے ایسی زمین جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے یا کھاد وغیرہ سے پھولے اور ابھرے اسے بھی رَبْوَۃٌ کہتے ہیں۔ ان معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَرَبَتْ (۲۲: ۵) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔

بِرَبْوَۃٍ صفت ہے جَنَّۃٍ کی جملہ اَصَابَھَا وَابِلٌ بھی جَنَّۃٌ کی صفت ہے۔

= فَاٰتَتْ۔ فَ سببیہ ہے اٰتَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِیْتَاءٌ (اِفعال) مصدر۔ وہ لائی اُکُلَہَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّۃٍ ہے اس باغ کا میوہ اس کا پھل۔ اَلْاُکُل۔ پھل۔ خوراک۔

= ضِعْفَیْنِ۔ دوچند۔ دوگنا۔ تو وہ دوگنا پھل لاتا ہے۔

= فَاِنْ لَّمْ یُصِبْہَا۔ فَ عاطفہ اِنْ شرطیہ لَمْ یُصِبْ۔ مضارع نفی جحد بلَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ پھر اگر وہ نہ برسے اُس پر۔ جملہ شرطیہ ہے۔

فَطَلٌّ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ طَلٌّ۔ ہلکی بارش۔ پھوار۔ اوس شبنم۔ اس کی جمع طِلَالٌ وَطِلَلٌ۔ ہے یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ ای فطل یکفیھا۔ تو اس کے لئے پھوار ہی کافی ہے۔

= بَصِیْرٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

فائدہ۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا عمل اس باغ کی طرح ہے جو ایک اونچے ٹیلہ پر زرخیز زمین پر واقع ہو کہ اگر ذراسی بارش اس پر پڑے تو اس کو پھل دوگنا آئے اور اگر زور کی بارش نہ ہو اور صرف پھوار ہی پڑ جائے تو بھی کافی ہے باغ پھر بھی پھل لے آئے گا گو دوچند نہ سہی۔ یعنی ایسے لوگوں نے اگر اپنی خیرات کے ساتھ ثواب کو دوگنا کر دینے والے اعمال بھی کئے ہیں تو ثواب چند در چند حسب مشیت خداوندی ہو جاتا ہے۔ اور اگر بالفرض ایسے اعمال انہوں نے نہ بھی کئے ہوں تو بہرحال پھر بھی ان کو اپنے اصل عمل کا ثواب لازمی ملیگا وہ ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا۔

۲ : ۲۶۶ = اَیَوَدُّ۔ اَ ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ یَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوَدَّۃٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر وہ پسند کرتا ہے وہ پسند کرے گا۔ وہ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔

= اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ کہ ہو اس کے لئے ایک باغ۔

= مِنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ۔ کھجوروں اور انگوروں کا۔ صفت ہے جَنَّۃٌ کی۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ۔ دوسری صفت جَنَّۃٍ کی۔ اور لَہٗ فِیْہَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ تیسری صفت ہے جَنَّۃٌ کی۔ نَخِیْلٌ کھجوریں۔ کھجور کے درخت۔ اَعْنَابٌ۔ عِنَبٌ کی جمع بمعنی انگور تَجْرِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْیٌ وَجَرَیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر وہ بہتی ہے وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے مِنْ تَحْتِہَا۔ اس کے نیچے سے۔ تَحْتَ ضد ہے فَوْقٌ کی۔ اسم ظرف ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّۃ ہے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ۔ اس (باغ)

کے نیچے یا اس باغ میں نہریں چلتی ہوں۔ چونکہ باغ میں چلنے والی نہریں باغ کے درختوں وغیرہ کے نیچے زمین پر ہوتی ہیں اس لئے درختوں کی مناسبت سے لفظ تحت استعمال ہوا ہے اس مقصد کے لئے لفظ خِلٰلُ بمعنی وسط۔ درمیان۔ بیچ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (۱۸:۳۳) اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کر رکھی ہے۔ یا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (۱۷:۹۱) یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

لَهٗ فِيْهَا۔ میں لَ بمعنی مِلک (مالک ہونے کے) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدُكُمْ ہے۔

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ۔ حال ہے اَحَدُ سے اور وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ حال ہے اَصَابَهٗ کی ضمیر سے۔

اَلْكِبَرُ۔ مصدر و اسم مصدر (باب كَرُمَ) سے۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ۔ موصوف صفت۔ ننھے ننھے۔ ضعیف و ناتواں بچے۔

= فَاَصَابَهَا۔ میں فَ عاطفہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِصَابَةٌ (باب افعال) مصدر۔ اس نے آلیا۔ اس نے پالیا۔ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّةٌ ہے۔ اور اس (باغ) کو آلیا۔

= اِعْصَارٌ۔ تیز اور طوفانی ہوا۔ جو زمین سے بشکل عمودی اوپر کو جاتی۔ بگولہ۔ اس کی جمع اَعَاصِرُ وَاَعَاصِيْرُ ہے۔ عصر مادّہ ہے اس سے اَلْعَصْرُ (مصدر) کا معنی نچوڑنا ہے۔ اور اَلْمَعْصُوْرُ۔ وہ چیز جسے نچوڑا گیا ہو۔ اور اَلْعُصَارَةُ شیرہ جو نچوڑ کر نکال لیا جاتا ہے۔

نچوڑنے کے معنی میں قرآن مجید میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۔ (۱۲:۴۹) اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔ اور اِنِّیْ اَرٰىنِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا (۱۲:۳۶) میں اپنے آپ کو (خواب) میں دیکھتا ہوں کہ شراب (کے لئے) انگور نچوڑ رہا ہوں۔

اسی مادّہ سے اَلْعَصْرُ بمعنی زمانہ اور بمعنی اَلْعَشِیُّ بھی ہے یعنی زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا زمانہ اسی سے صَلٰوةُ الْعَصْرِ (نمازِ عصر) ہے۔

= فِيْهِ۔ ای فی اِعْصَارٍ۔ بگولہ میں۔

= فَاحْتَرَقَتْ۔ فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ اِحْتَرَقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِحْتِرَاقٌ اِفْتِعَالٌ سے مصدر۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ فعل لازم ہے۔ پس وہ جل گئی۔ ضمیر فاعل مؤنث جَنَّةٌ کے لئے ہے۔ یعنی اس آگ بگولے کے سبب باغ جل گیا۔

فائدہ۔ تفسیر حقانی میں اس تمثیل کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:۔

یہ ایک اور مثال اس شخص کے لئے بیان کی گئی ہے جو خیرات و صدقہ خلوص نیت سے نہیں دیتا یا دے کر احسان جتلاتا اور سائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذار دیتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک ایسا عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آب رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو اور مالک باغ کا بڈھا ہو اور اس باغ کی آمدنی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو۔ نہ دوسرے فنونِ معاش پر قادر ہو اور اس پر طرہ یہ ہو کہ اس بیکسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اسی کے ذمہ ہو۔ پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفتِ آسمانی ایسی پڑجائے جو اس کو جلاکر نیست و نابود کردے۔

پھر دیکھئے کہ اس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بیکسی اور حیرت و حسرت طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کا صدقہ و خیرات عالم غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالمِ آخرت میں انسان بڈھے کی طرح حسنات اور اعمالِ صالحہ کے کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور اپنی اعمال صالحہ کی طرف توقع کی نظر ہوتی ہے۔

اور اس کا احسان جتلانا اور ایذار دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے کہ جس میں لُو اور آگ ہو کہ جو اس کے اُس تروتازہ باغ کو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالت میں تباہ ہوجائے۔ یعنی کوئی نہیں چاہتا۔ پھر تم کیوں اپنے اس تروتازہ باغ کو تباہ کرتے ہو"

= كَذٰلِكَ۔ كَ تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ واحد مذکر۔ تمثیل بالا مشارٌ الیہ ہے

= يُبَيِّنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔

= اَنْفِقُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم خرچ کرو۔

= طَيِّبٰتِ۔ طَيِّبَةٌ۔ کی جمع ہے مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا مذکر طَيِّبٌ ہے جو طَابَ طِيبٌ (باب ضَرَبَ) طِيْبٌ مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں پاک۔ پاکیزہ۔ ستھرا۔ حلال طَيِّبٰتِ ستھری چیزیں۔ نفیس اشیار۔ پاکیزہ چیزیں۔ عمدہ چیزیں۔

مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔ مِنْ حرف جار طَيِّبٰتِ مضاف مَا موصولہ كَسَبْتُمْ اس کا صلہ

موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور۔

"وہ جو تم نے کمایا اس میں سے پاکیزہ عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ مِنْ تبعیضیہ ہے

= وَمِمَّا ...... الخ واؤ عاطفہ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے۔ اور نیز وہ چیزیں خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں۔

= وَلَا تَيَمَّمُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تَيَمُّمٌ (تفعلٌ) مصدر جس کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی یا اس چیز کا جو پاک مٹی کے قائم مقام ہو (جیسے پتھر چونہ وغیرہ) قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔ آیت ہذا میں اول الذکر معنیٰ مراد ہیں۔

دوسرے معانی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔ (۴: ۴۳) ..... یا تم عورتوں سے ہمبستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو ....

= الْخَبِيْثَ = خُبْثٌ اور خَبَاثَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبّہ کا صیغہ ہے۔

= مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ۔ اصل میں تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ ہے۔ تقدیم تخصیص کے لئے ہے یہ جملہ تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ حال ہے الْخَبِيْثَ سے مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَا كَسَبْتُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اپنی کمائی سے خرچ کرتے ہوئے خبیث چیز کا ارادہ مت کرو۔

اَلْخَبِيْثَ۔ بمعنی خبیث۔ گندی چیز۔ ناپاک۔ پلید۔ ہر وہ شے جو ردی اور خسیس ہونے کے سبب بری معلوم ہو خبیث کہلاتی ہے۔ منصوب بوجہ مفعول ہے

= وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ جملہ حال ہے فاعل تُنْفِقُوْنَ سے۔ لَسْتُمْ لَيْسَ سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم نہیں ہو۔ لَيْسَ فعل ناقص ہے ماضی کے معنی رکھتا ہے۔ ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اصل میں لَيِسَ تھا تخفیفاً لَيْسَ کر دیا گیا۔

اٰخِذِيْهِ۔ اس کے لینے والے۔ اس میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الْخَبِيْثَ کی طرف راجع ہے اٰخِذِيْ اصل میں اٰخِذِيْنَ تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا۔

اٰخِذِيْ مضاف اور ہٖ مضاف الیہ۔ اٰخِذٌ بمعنی لینے والا۔ پکڑنے والا۔ یہاں اول الذکر معنیٰ مراد ہیں۔

اَنْ مصدریہ ہے تُغْمِضُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِغْمَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

جس کے معنی ایک پلک کے دوسری پلک پر رکھنے کے ہیں اور بطور استعارہ تغافل۔ تساہل اور چشم پوشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تُغْمِضُوا۔ تم چشم پوشی کرو۔ تم آنکھیں بند کرو۔ تم غفلت کرو۔

ترجمہ ہوگا: حالانکہ (اگر تم کو کوئی ایسی ردّی چیز دے تو) تم اسے نہ لو بجز اس کے کہ اس میں تم چشم پوشی کر لو۔ (یعنی دینے والے کا دل رکھنے کے لئے ناگواری کی صورت میں بھی اسے لے لو)

= غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ غَنِیٌّ۔ غِنَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بے نیاز۔ بے پرواہ غیر محتاج۔ حَمِیْدٌ۔ حَمْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر۔ حمد کیا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ ستودہ صفت کیا ہوا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۲ : ۲۶۸ = یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ یَعِدُ فعل کُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَلْفَقْرَ مفعول ثانی۔ یَعِدُ مضارع واحد مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی ڈرانا۔ وہ تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے وہ تم کو تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے۔

اَلْفَقْرَ۔ اسم فعل اور مصدر۔ تنگ دستی۔ ناداری۔ مفلسی۔ محتاجی۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ فقر کا استعمال چار طور پر ہوا ہے۔

(۱) زندگی کی بنیادی ضروریات کا نہ پایا جانا۔ اسی اعتبار سے انسان کیا کائنات کی ہر شے فقیر (محتاج) ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں فرمایا ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ (۳۵:۱۵) لوگو تم سب خدا کے محتاج ہو۔

(۲) ضروریات زندگی کا کما حقہ پورا نہ ہونا۔ مثلاً لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا ...... مِنَ التَّعَفُّفِ (۲ : ۲۷۳) تو ان حاجتمندوں کے لئے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں

(۳) فقر نفس۔ یعنی مال کی ہوس۔ کتنا ہی مال ہو مگر نفس حریص رہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (کچھ تعجب نہیں کہ فقر کفر تک پہنچا دے)

(۴) اللہ کی طرف احتیاج۔ ایسا فقر ہر آدمی ہر جانور بلکہ کائنات کی ہر چیز میں ہے سب اللہ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (۲۸:۲۴) اے میرے پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔

= اَلْفَحْشَآءِ۔ اسم تفضیل واحد مؤنث اس سے واحد مذکر اَفْحَشُ آئے گا اور جمع فُحْش۔ فُحْش مادّہ بھی ہے۔ بمعنی بُرا کام۔ وہ قول و عمل جس کی بُرائی کھلی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے۔ بے حیائی امر قبیح۔ بمعنی زنا بھی آیا ہے۔

= وَاللّٰهُ یَعِدُکُمْ۔ اوپر آیا ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے

یہاں ارشاد ہے وَ اللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً۔ اور اللہ تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ وَعَدَ یَعِدُ بمعنیٰ ڈرانا اور وعدہ کرنا ہر دو معنی میں مستعمل ہے۔

= فَضْلًا۔ اسم فعل (حالت نصب بوجہ مفعول) فضل کے معنیٰ ہیں مہربانی۔ برتری۔ بڑھوتری۔ مال۔ قوت۔ حسن۔ رتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی

= وَاسِعٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سَعَۃٌ مصدر باب سَمِعَ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= عَلِیْمٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۶۹ = یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ دیتا ہے۔ اَلْحِکْمَۃَ۔ عقلمندی۔ علم۔ تدبیر۔ عقل۔ دانش۔ سمجھ۔ علم و عقل کے ذریعے حق بات دریافت کر لینے کا نام حکمت ہے۔ جب حکمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے اشیاء کی معرفت اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت کی جائے تو اس سے موجودات کی معرفت اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کو حکیم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اس میں حکمت کی باتیں ہیں۔

اَلْحِکْمَۃَ۔ مفعول ہے یُؤْتِی کا اور مَنْ یَّشَآءُ جملہ مفعول ثانی ہے سارا جملہ یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ صفت ہے عَلِیْمٌ کی

= یُؤْتَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب جو دیا جاتا ہے یعنی جس کو دیا جاتا ہے۔ اور اُوْتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔

= خَیْرًا کَثِیْرًا موصوف وصفت۔ خیر کثیر۔ بہت بڑی بھلائی۔ تنوین عظمتِ خیر کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ جو چیز سب کو پسند ہو وہ خیر ہے اس کی ضد شرّ ہے

= وَمَا یَذَّکَّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر یَذَّکَّرُ۔ اصل میں یَتَذَکَّرُ تھا تَ کو ذَ میں مدغم کیا گیا ہے۔ وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے۔

= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اُولُوْا۔ والے۔ (ال و۔ حروف مادّہ) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بعض ذُوْ کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔ بحالتِ رفع اُولُوا ہے اور بحالت نصب و جر اُولِیْ ہوگا۔ اولوا العزم۔ صاحب عزم۔ اُولِی الْقُوَّۃِ اصحابِ قوت۔ اَلْبَابِ۔ لُبٌّ کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ اس عقل کے ہیں جو ہر آمیزش سے خالص ہو۔ اور عقل کو لُبّ اس لئے

کہتے ہیں کہ وہ انسان کے معنوی قویٰ کا خلاصہ ہوتی ہے جیسا کہ کسی چیز کے خالص حصے کو اس کا لُبّ
اور لباب کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لُبّ کے معنی پاکیزہ اور ستھری عقل کے ہیں چنانچہ ہر لبّ کو عقل
کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عقل لبّ نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کو جن کا ادراک
عقول زکیہ ہی کر سکتے ہیں اُولُوا الْاَلْبَابِ کے ساتھ مختص کیا ہے۔ مثلاً آیت ہذا مَنْ یُّؤْتَ
الْحِکْمَۃَ ۔۔۔۔۔۔ اُولُوا الْاَلْبَابِ ط۔ جس کو دانائی دی گئی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور
نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل پاکیزہ رکھتے ہیں۔

۲ : ۲۷۰ = وَمَا اَنْفَقْتُمْ ۔۔۔۔۔۔۔۔ مِنْ نَّذْرٍ جملہ شرطیہ ہے فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ جواب شرط
= مَا اَنْفَقْتُمْ میں مَا موصولہ ہے اَنْفَقْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انفاق (افعال)
مصدر۔ جو کچھ تم نے خرچ کیا۔ نَفَقَۃٍ اسم مجرور۔ خرچ۔ یعنی صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔
= نَذَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَذْرٌ (باب ضَرَبَ) تم نے منت مانی۔ اَلنَّذْرُ کے
معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں (راغب)
نذر کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لینے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ عبادت یہ خود اپنے اوپر واجب
نہ کرے تو وہ عبادت اس پر لازم نہیں ہوتی۔ (قرطبی)
مطلب یہ کہ تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا نذر مانو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے جانتا ہے
اِنْذَارٌ وَنَذْرٌ وَنُذُرٌ بمعنی چوکنا کرنا۔ خبردار کرنا۔ ڈرانا۔ نَذِیْرٌ جمع نُذُرٌ ڈرانے
والا۔ خبردار کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہر جگہ نَذِیْرٌ (ڈرانیوالا) سے مراد نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ
کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔
= اَنْصَارٌ جمع نَاصِرٌ وَنَصِیْرٌ کی۔ مددگار۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر آیا
ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے بدولت اس
لقب سے سرفراز کئے گئے۔

۲ : ۲۷۱ = اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَنِعِمَّا ھِیَ جواب شرط۔ اِنْ شرطیہ
تُبْدُوْا مضارع مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (اگر) تم ظاہر کرو۔ اَلصَّدَقٰتِ
صَدَقَۃٌ کی جمع۔ خیراتیں۔ زکوٰتیں۔ فَنِعِمَّا میں ف جواب شرط کے لئے ہے نِعِمَّا ھِیَ
وہ کیا ہی اچھا ہے۔ اصل میں نِعْمَ مَا ھِیَ تھا۔ دونوں میموں میں ادغام ہو گیا اور عین پر
جوارِ نون کی وجہ سے کسرہ آگیا۔ ھِیَ ضمیر واحد مؤنث مراد اظہار الصدقہ ہے۔
= وَاِنْ تُخْفُوْھَا۔ جملہ شرطیہ۔ اِنْ شرطیہ۔ تُخْفُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْفَاءٌ۔

مثلاً فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳:۳۷﴾ پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کفار کے لئے عذاب کی بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴:۸۴﴾ تو اے پیغمبر انہیں درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

امام راغب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:۔

" انسان کو اللہ تعالیٰ نے چار طرف سے ہدایت کی ہے۔

(۱) وہ ہدایت جو عقل و فطانت اور معارف ضروریہ کے عطا کرنے سے کی ہے۔ اور اس معنی میں ہدایت اپنی جنس کے لحاظ سے جمیع مکلفین کو شامل ہے بلکہ ہر جاندار چیز کو حسب ضرورت اس سے حصہ ملا ہے چنانچہ ارشاد ہے رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۲۰:۵۰﴾ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان کی خاص اغراض پورا کرنے کی) راہ دکھائی۔

(۲) دوسری قسم ہدایت کی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر تمام انسانوں کو راہ نجات کی طرف دعوت دی ہے۔ چنانچہ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا........ (۲۱:۷۳) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے (ہدایت کے یہی معنی مراد ہیں۔

(۳) سوم ہدایت بمعنی توفیق خاص آیا ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (۴۷:۱۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں (قرآن سننے سے) خدا ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے۔........

(۴) ہدایت سے آخرت میں جنت کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (۷:۴۳) اور جو کینے ان کے (اصحاب الجنۃ کے) سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے۔ ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کا راستہ دکھایا......

جن آیات میں ہدایت کی نسبت پیغمبر یا کتاب یا دوسرے انسانوں کی طرف کی گئی ہے وہاں صرف راہ حق کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہے "

= وَمَا تُنْفِقُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے ما شرطیہ جازمہ ہے۔ تُنْفِقُوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل ما) جمع مذکر حاضر۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ خَيْرٍ ای مَالٍ۔ جملہ شرطیہ ہے اور جو مال بھی تم خیرات کرو گے!

فَلِاَنْفُسِكُمْ ۔ جوابِ شرط ف جوابِ شرط کے لئے ہے۔ تو وہ خود اپنے ہی لئے کرو گے یعنی اس کا نفع لوٹ کر تم کو ہی ملیگا۔

= وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ واؤ حالیہ ہے اور تُنْفِقُوْا کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خیرات کرو جس کی غرض سوائے حصول خوشنودئ رب کے اور کچھ نہ ہو تو وہ تمہارے ہی لئے مُفید ہے۔ علامہ پانی پتی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں :۔

مطلب یہ ہے کہ۔ اے مسلمانو! تمہاری خیر خیرات تو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے پھر کیا وجہ کہ اپنی خیرات کا احسان فقیر پر رکھتے ہو یا ناپاک مال دیتے ہو۔ تو یا یہ جملہ خبریہ ہے جس میں مسلمانوں کے حال کے تقاضے کو بیان کیا ہے یا مَا تُنْفِقُوْنَ لفظاً جملہ منفی ہے اور معنی کے لحاظ سے نہی ہے۔ مراد یہ کہ تمہاری خیرات کا مقصود خوشنودئ رب کی طلب ہونا چاہیئے۔ سوائے خدا کی رضا کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات نہ دو۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ سوائے رضائے خداوندی کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات کرنی ممنوع ہے۔ ورنہ مفت میں مال کی بربادی ہو گی (تفسیر مظہری)

مَا موصولہ ہے تُنْفِقُوْنَ جمع مذکر حاضر۔ تم خیرات کرو گے۔ اِبْتِغَآءَ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن افتعال مصدر ہے۔ اِبْتِغَآءَ سخت کوشش کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم مذموم کی مثال ہے۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ۔ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ (۳ : ۷) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ سب متشابہات کا اتباع کرتے ہیں (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے۔

وَجْهِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی خوشنودی۔ اللہ کی رضا۔ ثواب۔

= وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے پہلا جملہ شرطیہ دوسرا جواب شرط ہے۔

يُوَفَّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوْفِيَةٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔

فَائِدَہ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :۔ مذکورہ بالا تینوں جملوں کے درمیان حرفِ عطف ذکر کیا گیا ہے حالانکہ بظاہر یہ جملہ شرطیہ سابق جملہ شرطیہ کی تاکید ہے اس لئے حرف عطف نہ ہونا چاہیئے۔ حرف عطف کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ آخری جملہ سے پہلے جملہ کی صرف تاکید ہی مقصود نہیں بلکہ منتِ الٰہی اور ایذار رسانی کی بُرائی کو الگ الگ دلائل سے مدلل کرنا مقصود ہے۔ پہلے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کے دینے میں خود تمہارا فائدہ ہے اس کے دینے کا فقیر پر احسان رکھنا درست نہیں۔

دوسرے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کو دینے سے تمہارے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے اس کا فقیر پر احسان رکھنا تو گویا ایسے شخص سے عوض کا طلب کرنا ہے جس سے عوض طلب کرنے کے لئے

عطا نہیں کی گئی۔

تیسرا جملہ اس مضمون پر دلالت کر رہا ہے کہ جس چیز کا ایک بار بھی بدل لے لیا جائے اس کا احسان نہیں ہوتا۔ جیسے بائع جب اپنی چیز کی قیمت لے لیتا ہے تو خریدار پر اس کا احسان نہیں ہوتا اور تم کو تو کئی گنا معاوضہ ملیگا۔ پھر فقیر پر تمہارا کیا احسان؟

= وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے ضمیر اِلَیْکُمْ سے، اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

۲: ۲۷۳- لِلْفُقَرَاءِ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای صدقاتکم للفقراء۔ تمہارے صدقات فقیروں کے لئے ہیں۔ یعنی ان صدقات کے مستحق فقیر لوگ ہیں۔ (جن کا ذکر آگے آرہا ہے)

= اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یہ صفت ہے الفُقَرَاءِ کی۔ اُحْصِرُوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اِحْصَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ بند کئے گئے۔ وہ روکے گئے۔ اَلْحَصْرُ کے معنی تضیق یعنی تنگ کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَاحْصُرُوْهُمْ (۹: ۵) اور ان کو گھیر لو۔ یا جیسے وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۱۷: ۸) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اللہ کے راستہ میں۔ خواہ وہ جہاد ہو یا ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل ہو۔ مثلاً اصحاب صفہ وغیرہ۔ یہ جملہ اَلْفُقَرَاءُ کی صفت ہے۔

= لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِطَاعَةٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مصدر۔ بمعنی طاقت اصل میں استطاعت کا مطلب ہے ان تمام چیزوں کا بتمام و کمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے (طوع مادہ)

ضَرْبًا۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ ضَرْبٌ کے اصل معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس لئے مختلف محل پر اس کے مختلف معانی ہوں گے۔ مثلاً ضَرَبَهٗ عَلَی الرَّأْسِ۔ اس نے اس کو سر پر ضرب لگائی یعنی سر پر مارا۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا۔ اللہ نے مثال بیان کی۔ ضَرْبٌ فِی الْاَرْضِ۔ زمین پر چلنا۔ (کیونکہ چلنے میں زمین پر پاؤں پڑتے ہیں) جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مشغولیت کی وجہ سے زمین پر کہیں آجا نہیں سکتے (کہ روزی کما سکیں)

= یَحْسَبُهُمُ۔ یَحْسَبُ مضارع واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو خیال کرتا ہے۔ اَغْنِيَاءُ۔ غَنِیٌّ کی جمع۔ مالدار۔ دولت مند لوگ یہ فعل یَحْسَبُ کا مفعول ثانی ہے۔ وہ ان کو دولت مند خیال کرتا ہے۔

= تَعَفُّفِ۔ مصدر ہے (باب تفعل) عفت سے جس سے مراد ہے قناعت کی وجہ سے سوال

کو ترک کردینا۔ اَلْعِفَّةُ کے اصل معنی ہیں تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنا جو بمنزل عُفَافَۃٌ یا عُفَّۃٌ یعنی بچی کھچی چیز کے ہو۔

= اَلْجَاهِلُ۔ نادان۔ بےخبر۔ ان سمجھ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر جَهَالَةٌ (باب سَمِعَ) مصدر

= تَعْرِفُهُمْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَعْرِفَةٌ وعِرْفَانٌ۔ (باب ضرب) سے مصدر تو ان کو پہچان لیتا ہے۔

= سِیْمٰهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سِیْمَا۔ نشانی۔ چہرہ۔ علامت یہ اصل میں وَسْمٰی تھا۔ واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ پر رکھا گیا۔ تو سِوْمٰی ہوا۔ پھر واؤ کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا۔ سِیْمٰی ہو گیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کی نشانی۔ ان کا چہرہ۔

= اِلْحَافًا۔ مصدر (اِفْعَالٌ) کے وزن پر۔ لپٹنا۔ اصرار کرنا۔ یہ لِحَافٌ سے ماخوذ ہے لحاف اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے ڈھانپا جائے۔

اِلْحَافًا۔ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل ہو کر لَا یَسْئَلُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی لپٹتے ہوئے لوگوں سے نہیں مانگتے۔

= اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ .... اِلْحَافًا۔ یہ پانچ وصف فقراء کے بیان ہوتے ہیں اسمیں (۱) اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ بطور صفت ہے۔

(۲) لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ۔ (۳) یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

(۴) تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ (۵) لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا بطور حال ہیں۔

= وَمَا تُنْفِقُوْا میں مَا موصولہ ہے اور تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ اس کا صلہ (اور جو مال تم (راہ خدا میں) خرچ کرو گے۔

= فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔ میں فَ بوجہ بمعنی شرط جو جملہ سابقہ میں پائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مال جو (راہ خدا میں) خرچ ہوا۔

فائدہ - اس آیت میں جس گروہ کا ذکر ہے۔ صاحب تفہیم القرآن نے یوں فرمایا ہے۔

اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے دین کی خدمت میں اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کر دیتے ہیں۔ اور سارا وقت دینی خدمات میں صرف کر دینے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتے کہ اپنی معاش پیدا کرنے کے لئے کوئی جدوجہد کر سکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم کے رضاکاروں کا ایک مستقل گروہ تھا جو تاریخ میں اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ تین چار

سو آدمی تھے جو اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینے آ گئے تھے۔ ہمہ وقت حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ حضور جس مہم پر چاہتے انہیں بھیج دیتے تھے اور جب مدینہ سے باہر کوئی کام نہ ہوتا تو اس وقت یہ مدینہ ہی میں رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ پورا وقت دینے والے کارکن تھے اور اپنی ضروریات فراہم کرنے کے لئے اپنے ذاتی وسائل نہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کرنا انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔

۲ : ۲۷۴ = اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ۔ صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مبتدا۔ فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ ...... وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ خبر۔ فَ اس لئے کہ مبتدا میں بوئے شرط تھی۔

اَلَّيْلِ وَالنَّهَارِ اسم ظرف زمان بمعنی لَيْلًا وَّنَهَارًا رات ہو یا دن۔ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً خفیہ طور پر یا علانیہ طور پر چاروں حال ہیں

= وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ای اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ۔ لَا يَحْزَنُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب حُزْنٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ نہ وہ غمگین ہوں گے۔

= اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا ۔ مبتدا۔ لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ ...... مِنَ الْمَسِّ ۔ خبر كَمَا ۔ کاف موضع نصب میں ہے اور مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی!

لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا قِيَامًا مِّثْلَ قِيَامِ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ

= الرِّبٰوا ۔ سود۔ بیاج ۔ یہ لفظ قرآن مجید میں با کے بعد واؤ اور واؤ کے بعد الف سے مرقوم ہے ماسوائے سورۃ الروم آیۃ (۳۰:۳۹) کے جہاں باء کے بعد الف سے مرقوم ہے۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں: "راس المال پر جو زیادتی ہو وہ ربا ہے لیکن شرع میں وہ اس زیادتی کے ساتھ مخصوص ہے جو ایک خاص ہی طریقہ پر ہو اور دوسری طرح نہ ہو"۔

تفسیر ماجدی میں ہے :۔ اہل عرب اس لفظ کو اس زائد رقم کے لئے استعمال کرتے تھے جو قرضخواہ اپنے قرضدار سے مہلت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سود ہے اور سود کا مفہوم ہر شخص جانتا ہے"

علامہ عبداللہ یوسف علی رقمطراز ہیں: میرے نزدیک ربا کی تعریف میں ہر قسم کی (ناجائز) منافع خوری شامل ہے لیکن وہ مالی منافع جو موجودہ دور میں اقتصادیات اور بنکاری سے حاصل ہوتا ہے علامہ موصوف نے اس اختلافِ رائے کے متعلق کسی اور موقعہ پر تفصیلاً بیان کرنے کے لئے لکھا تھا

لیکن مجھے اس موضوع پر ان کی کوئی تحریر نہیں ملی

لغات القرآن جلد سوم میں مولانا عبدالرشید نعمانی رح لکھتے ہیں :۔

"حضرت الاستاذ مدظلہم (یعنی حضرت مولانا العلامہ محمود حسن صاحب ٹونکی نے ربٰو کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں ربا کی حقیقت شرعیہ کے سمجھنے میں عوام تو عوام خواص کو بھی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس رسالہ کا بغور مطالعہ ان تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کا ضامن ہے۔

سود :۔ علامہ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

= لَا یَقُوْمُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب قِیَامٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ نہیں اٹھیں گے۔ وہ نہیں کھڑے ہوں گے ای لَا یَقُوْمُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی قیامت کے دن وہ قبروں سے نہیں اٹھیں گے (مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے پاگل بنا دیا ہو)

= کَمَا۔ کاف۔ حرف تشبیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ جملہ یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ صلہ ہے۔

= یَتَخَبَّطُہٗ۔ یَتَخَبَّطُ مضارع واحد مذکر غائب تَخَبُّطٌ۔ (تفعّلٌ) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو پاگل بنا دیتا ہے۔ مخبوط الحواس بنا دیتا ہے کہ اٹھنے کا ارادہ کرے گر پڑے پھر اٹھے گر پڑے۔ اَلْمَسِّ۔ مصدر۔ جن کی جھپٹ۔ ذرا چھو جانا۔ جنون۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ شیطان سے مراد جنّ ہے خَبْط کا معنی ہے سخت ضرب جس کے ساتھ بگاڑ بھی ہو۔ قاموس میں ہے۔ خَبَطَ الشَّیْطَانُ فُلَانًا۔ یا تَخَبَّطَ الشَّیْطَانُ فُلَانًا۔ فلاں شخص کو جن نے چھو کر دکھ پہنچایا۔ اَلْمَسُّ سے مراد ہے جنون یا چھو جانا مِنَ الْمَسِّ کا تعلق ہے یَقُوْمُ سے یا یَتَخَبَّطُ سے۔ مطلب اس طرح ہو گا کہ سود خوار قبروں سے اس طرح ہی اٹھیں گے جیسے جن کے جھپٹے میں آیا ہوا آدمی جنون زدہ ہو کر اٹھتا ہے اور شیطان اس کی عقل خراب کر دیتا ہے۔

= ذٰلِکَ۔ کا اشارہ یا اَکْلَ الرِّبٰو کی طرف ہے یا اس کے نتیجے میں جو عذاب نازل ہوتا ہے اس کی طرف ہے۔ روح المعانی میں ہے اشارۃ الی الاکل اوالی نزل بہم من العذاب

= بِاَنَّہُمْ۔ میں با سببیہ ہے۔ بایں سبب۔ اس لئے۔

ذٰلِکَ مبتدا ہے۔ اور بِاَنَّہُمْ ...... مثل الرِّبٰوا۔ اس کی خبر۔

ترجمہ :۔ یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا)

= وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ جملہ حالیہ ہے ترجمہ:۔ حالانکہ اللہ نے سودے کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ اَحَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے حلال کیا۔ حَرَّمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَحْرِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر جس کے معنی حرام کر دینے اور سختی سے روک دینے کے ہیں۔ (اس نے حرام کر دیا۔ اس نے منع کر دیا)

یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں آیا ہے (جملۃ مستانفۃ من اللہ تعالٰی ردًّا علیہم .....) اور منکرین کے قول اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا۔ کی تردید میں آیا ہے کہ تمہارا یہ کہنا باطل ہے۔ بیع کو (بوجوہ) اللہ نے حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کر دیا ہے۔

= فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى۔ مَنْ شرطیہ ہے جَآءَهٗ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔ مَوْعِظَةٌ اسم مصدر فاعل فعل جَآءَ۔ کا۔ وعظ، نصیحت۔ مِنْ رَّبِّهٖ متعلق جَآءَ کے۔ فَانْتَهٰى اِنْتَهٰى۔ واحد مذکر غائب۔ اِنْتِهَآءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ رک گیا۔ وہ باز آگیا۔ اس نے چھوڑ دیا فَ عاطفہ اِنْتَهٰى کا عطف جَآءَهٗ پر ہے۔ ہر دو جملہ شرط ہیں۔ اور فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط ف جواب شرط کے لئے اور مَا موصولہ) جوابِ شرط۔ مَا سَلَفَ جو گذر چکا۔ سَلَفَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے سَلَفَ (باب نَصَرَ) مصدر جس کے معنی گزرنے اور ہو چکنے کے ہیں۔

= وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ یہ جملہ بھی معطوفہ ہے۔ اور اس کا عطف جملہ فَلَهٗ مَا سَلَفَ پر ہے۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

= وَمَنْ عَادَ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے عَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے عَادَ ماضی واحد مذکر غائب جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں عَادَ اصل عَوَدَ تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح۔ فتح واؤ پر ثقیل تھا۔ اس لئے واؤ کو الف سے بدلا عَادَ ہو گیا۔ مطلب اور جو کوئی پھر کرے۔ یہاں عود سے مراد سود کو پھر حلال سمجھنا ہے۔

یہ جملہ شرطیہ ہے اور فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ جواب شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اُولٰٓئِكَ کا اشارہ مَنْ عَادَ کی طرف ہے جمع کا صیغہ باعتبار معنی کے ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کی طرف راجع ہے۔

۲: ۲۷۶ = یَمْحَقُ مضارع واحد مذکر غائب مَحْقٌ (باب فتح) وہ گھٹاتا ہے۔ مَحْقٌ مٹانا۔ گھٹانا۔ کسی چیز کی برکت زائل کر دینا۔ بے برکت بنانا۔

یُرْبِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِرْبَاءٌ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ رَبْوٌ۔ رَبْوَةٌ۔ رَبَاطٌ۔ ٹیلہ۔

بلندی - وہ بڑھاتا ہے۔

= الصَّدَقٰتِ - زکوٰتیں - خیراتیں۔

= كَفَّارٍ اَثِيْمٍ موصوف وصفت - كَفَّارٌ - كَافِرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ناشکرا۔ اَثِيْمٌ۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فَاعِلٌ (اٰثِمٌ) گنہگار۔ اَثِمَ يَاْثِمُ (باب ضَرَبَ) اِثْمٌ و اَثَامٌ و اَثِمٌ۔ مصدر۔ بمعنی گناہ کا ارتکاب کرنا۔ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۔ ہر گنہگار۔ ناشکرا۔

۲: ۲۷۷ = اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - اسم۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ - اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے - اسی طرح وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ معطوف ہیں اور ان کا عطف بھی جملہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ .... يَحْزَنُوْنَ - اپنے اسم کی خبر ہے۔

= لَا يَحْزَنُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب - حُزْنٌ (باب سمع) مصدر۔ نہ وہ غمگین ہوں گے

۲: ۲۷۸ - اس آیت میں جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ شرطیہ ہے اور جملہ جزائیہ مقدم لایا گیا ہے

= اِتَّقُوْا - فعل امر - جمع مذکر حاضر - تم ڈرو، تم بچو، تم پرہیزگاری اختیار کرو - اِتِّقَاءٌ - مصدر۔ اللهَ مفعول۔ اللہ سے ڈرو۔

= ذَرُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر - وَذْرٌ (باب سمع و فتح) مصدر تم چھوڑ دو، اس مادہ سے اس معنی میں صرف مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہیں۔

= مَا بَقِيَ - موصول وصلہ مل کر ذَرُوْا کا مفعول۔ مِنَ الرِّبٰوا متعلق مَا بَقِيَ - اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود لینا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم ایسے مؤمن ہو۔

۲: ۲۷۹ = فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا جملہ شرطیہ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ جواب شرط۔

= فَاْذَنُوْا - ف جواب شرط کے لئے ہے اِئْذَنُوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - اَذِنَ و اِذْنٌ (باب سَمِعَ) مصدر - بالشیئ - جاننا - خبردار ہونا - ترجمہ - تو خبردار ہو جاؤ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے فَاَيْقِنُوْا - یقین کر لو

= وَاِنْ تُبْتُمْ - جملہ شرطیہ - اور اگر تم توبہ کر لوگے یعنی قابل اعتراض باتوں سے باز رہو گے فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ جواب شرط - تو اصل زر کے تم حق دار رہو - تو تم کو تمہاری اصل زر ہی مل سکتی ہے لَا غَيْرَ - اس سے زیادہ نہیں۔

= لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (اصل سے زیادہ لے کر) تم کسی (قرض دار) پر ظلم کرو گے - اور نہ (اصل کی ادائیگی میں کمی کر کے یا ٹال مٹول سے کام لے کر) تم پر ظلم کیا جائیگا۔

۲ : ۲۸۰ == وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ ۔ اِنْ شرطیہ كَانَ فعل ناقص۔ الذی عَلَيْهِ الْحَقُّ مِنْ دَيْنِهٖ (جس کے ذمہ قرض ہو) كَانَ کا اسم (محذوف) ذُوْعُسْرَةٍ (تنگ دست، مفلس) مضاف مضاف الیہ۔ كَانَ کی خبر۔ اور اگر قرضدار تنگ دست ہو۔ یہ تمام جملہ شرط ہے۔

== فَنَظِرَةٌ ۔ ف شرط کے جواب کے لئے ہے نَظِرَةٌ مصدر۔ مہلت دینا۔ انتظار۔ مبتدا۔ جس کی خبر محذوف ہے ای فعلیکم نظرۃ۔ تو تم پر اس کی فراخی تک مہلت دینا واجب ہے۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۔ فراخی تک۔ مَيْسَرَةٌ ضد ہے عُسْرَةٌ کی۔ آسانی۔ فراخ حالی۔ دولت مندی۔

== وَاَنْ تَصَدَّقُوْا ۔ واؤ عاطفہ اَنْ مصدریہ تَصَدَّقُوْا مضارع جمع مذکر حاضر، تم خیرات کرو۔ تم صدقہ دو۔ تم بخش دو۔ یعنی اگر تم زرِ قرضہ بخش ہی دو۔ تَصَدُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تَصَدَّقُوْا اصل میں تَصَدَّقُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

== اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے۔ جملہ محذوف ہوگا۔ ان کنتم تعلمون انہ خیر لکم عملتموہ۔ اگر تم جانتے ہوتے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو تم ایسا ہی کرتے۔

۲ : ۲۸۱ == يَوْمًا ۔ مفعول فیہ۔

== تُوَفّٰى ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ پورا دیا جائیگا تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر، جس کے معنی پورا پورا دینے کے ہیں۔

== مَا كَسَبَتْ ۔ مَا موصولہ، كَسَبَتْ واحد مؤنث غائب كَسْبٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر۔ جو اس نے کمایا۔ اس کا پورا پورا بدلہ اسے دیا جائے گا۔

== وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے كُلُّ نَفْسٍ سے۔ اور صیغہ جمع با عتبار معنی آیا ہے۔

۲ : ۲۸۲ == تَدَايَنْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا۔ تم نے ایک دوسرے کو ادھار دیا۔ تَدَايُنٌ (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی ایک دوسرے سے قرض کا لین دین کرنے کے ہیں۔ دَيْنٌ ۔ بمعنی قرض۔ دَيْنٍ مفعول بہ (مجرور بوجہ جر بَ کے) تَدَايَنْتُمْ ۔ بِدَيْنٍ ۔ تم آپس میں دین یا ادھار کا معاملہ کرو۔

== اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ اَجَلٌ کے معنی کسی چیز کی مدت مقررہ کے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ (۲۸ : ۲۸) ان دو متعینہ مدتوں میں سے جونسی مدت میں پوری کردوں۔ موت کو بھی اجل کہا گیا ہے کہ اس کا وقت بھی معین اور مقرر ہے۔ اَجَلٌ کے معنی وجہ کے بھی ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۵ : ۳۲) اس (قتل) کی

وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا۔

مُسَمًّى۔ اسم مفعول، واحد مذکر تَسْمِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کا نام لیا گیا ہو، جس کا نام رکھا گیا ہو۔ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ مقررہ یا متعین مدت کے لئے جس کی مدت نامزد کی گئی ہو۔ مطلب یہ کہ اس معاملہ یا سودے کی مدت بالکل صاف اور متعین ہونا چاہیئے۔ گول اور مجمل نہ رہے۔ جاڑوں کے زمانہ میں" برسات کے موسم میں دو ربیع کی فصل میں"، ان مبہم مدتوں کی بجائے تعین وصراحت ہونا چاہیئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ ....

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا۔ یَا حرف ندا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا موصول وصلہ مل کر منادیٰ۔ اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى جملہ شرطیہ ہے فَاكْتُبُوْهُ جواب شرط۔

= فَاكْتُبُوْهُ: فَ جواب شرط کے لئے ہے اُكْتُبُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم لکھ لو۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع دَيْن ہے۔ جس کا آپس میں لین دین زیر بحث ہے۔ ای الدین الذی تداینتم بہٖ۔

= وَلْيَكْتُبْ واوٗ عاطفہ لِيَكْتُبْ فعل امر واحد مذکر غائب۔ كِتَابَةٌ (باب نصر) چاہیئے کہ لکھے بَيْنَكُمْ۔ ای بین الدائن والمدیون۔ بین الطالب والمطلوب۔ كَاتِبٌ۔ لِيَكْتُبْ کا فاعل۔ بِالْعَدْلِ۔ اَیْ بِالْحَقِّ۔ اور کاتب کو چاہیئے کہ دائن اور مدیون کے درمیان (دین کے متعلق) ٹھیک ٹھاک انصاف سے لکھے۔ فعل يَكْتُبْ کا مفعول محذوف ہے ای الدین اوامرالمتدائنین (طرفین کا لین دین)

= وَلَا يَاْبَ واوٗ عاطفہ۔ لَا يَاْبَ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر اصل میں يَاْبٰى تھا۔ نہی میں یار کو ساقط کر دیا۔ نہ انکار کرے۔ اب ی مادّہ۔

= اَنْ يَّكْتُبَ میں اَنْ مصدریہ ہے

= كَمَا۔ كَ اور مَا سے مرکب ہے۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ یعنی جیسا۔ جیسے۔ جس طرح۔ اور ما موصولہ ہے۔ فَلْيَكْتُبْ ف عطف کا ہے لِيَكْتُبْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا مفعول محذوف ہے۔ ای امر المتداینین اوامرالدین بین الطرفین۔ باہمی لین دین کرنیوالوں کا معاہدہ بابت دین۔ ترجمہ:۔ اور لکھنے والا جیسا کہ خدا نے اُسے سکھایا ہے۔ لکھنے سے انکار نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔

= لِيُمْلِلِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب چاہیئے کہ وہ لکھوائے۔ اِمْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اَمَلَّ يُمِلُّ اِمْلَالٌ۔ مضمون کو بول کر لکھوانا۔ بعض صورتوں میں دوسرے لام کو یاء سے بدل

دیتے ہیں۔ (اس کو علم صرف میں ابدال سماعی کہتے ہیں) مثلاً اَمْلَلْتُ سے اَمْلَیْتُ میں نے بول کر لکھوایا۔ اور اِمْلَالٌ سے اِمْلَاءٌ (یہاں ہمزہ قائمقام یؔ کے ہے) بول کر لکھوانا

= الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ۔ ای المدیون۔ مقروض۔ جو زیر بار ہے۔ جس کے ذمہ حق (قرض) ہے

= وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ۔ واؤ عاطفہ۔ لِیَتَّقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر یَتَّقِ اصل میں یَتَّقِیْ تھا۔ لام کے عمل سے یؔ ساقط ہوگئی۔ چاہیئے کہ وہ ڈرے۔ اللّٰہَ مفعول رَبَّہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ کی صفت۔

ترجمہ:۔ اور مضمون وہ لکھوائے کہ جس پر مطالبہ ہو اور وہ (لکھوانے والا یا کاتب) اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔

= وَلَا یَبْخَسْ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا یَبْخَسْ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ بَخْسٌ۔ (باب فتح) مصدر۔ اور وہ کم نہ کرے۔ (اور وہ اس میں کوئی کسر نہ رکھے) یعنی لکھوانے والا۔ یا کاتب کم نہ لکھے۔ یا لکھوائے۔

= اِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ سَفِیْھًا۔ اِنْ شرطیہ۔ کَانَ فعل ناقص اَلَّذِیْ اسم موصول عَلَیْہِ الْحَقُّ۔ صلہ۔ صلہ موصول مل کر اسم کَانَ۔ (جس پر حق واجب ہے یعنی مدیون) سَفِیْھًا خبر کَانَ اَوْ ضَعِیْفًا خبر ثانی۔ اور اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ ھُوَ۔ خبر سوم۔ لَا یَسْتَطِیْعُ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَنْ مصدریہ۔ یُمِلَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کہ وہ لکھوائے۔ یعنی اگر مدیون اس قابل نہ ہو کہ وہ خود مضمون دستاویز لکھوا سکے۔ یہ سارا جملہ شرط ہے

= فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّہٗ بِالْعَدْلِ جواب شرط۔ تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ (یعنی بے کم و کاست) لکھوائے۔

سَفِیْھًا۔ بے وقوف، بے عقل۔ سَفَہٌ وسَفَاھَۃٌ (باب کرم) بے وقوف ہونا۔ جاہل ہونا۔ بروزن (فعیل) صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ عاجز۔ احمق۔ (ابن زید) جاہل (مجاہد) مبذر المال، فضول خرچ (الشافعی)

ضَعِیْفًا۔ ضعیف۔ سست۔ کمزور۔ ضُعْفٌ (باب سَمِعَ) مصدر بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ضعیف العقل۔ ضعیف الرائے۔ ضعیف یہاں ایک جامع لفظ ہے۔ نابالغ اور پیر فرتوت سب اس میں آجاتے ہیں۔

= اِسْتَشْھِدُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم گواہ لاؤ۔ تم گواہ بناؤ۔ تم گواہ کرو۔ اِسْتِشْھَادٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنی گواہ بنانے کے ہیں اور گواہی طلب کرنے کے ہیں شَھِدَ عَلٰی (باب سَمِعَ) کسی چیز کی گواہی دینا۔ کسی کے خلاف شہادت دینا۔ شَاھِدٌ۔ آنکھ سے مشاہدہ کرنے والا۔ سچا گواہ۔

= مِنْ رِّجَالِكُمْ ۔ اپنے لوگوں میں سے ۔ صفت ہے شَهِيْدَيْنِ کی ۔
= مِمَّنْ تَرْضَوْنَ ۔ صفت ہے رَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ کی اور مِنَ الشُّهَدَآءِ بدل ہے مِنْ سے جو مِمَّنْ میں ہے ۔ ان میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے
تَرْضَوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم پسند کرتے ہو، تم راضی ہو ۔ رِضًى (باب سَمِعَ) سے مصدر
= اَنْ تَضِلَّ ۔ اَنْ مصدریہ ناصب فعل ہے ۔ اور یہ مفعول لہٗ ہے ۔ تقدیر کلام یوں ہے
لِاَنْ تَضِلَّ فَتُذَكِّرَ ۔ کیوں اگر ان دونوں میں سے ایک (بھول جائے گی تو (دونوں میں سے دوسری اس کو) یاد دلا دیگی ۔ یعنی دو عورتوں کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بات بھول جائے تو دوسری اس کو یاد کرا دے ۔
تَضِلَّ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ وہ (عورت) بہک جائے، بھول جائے ۔ بھٹک جائے
= تُذَكِّرَ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب تَذْكِيْرٌ (تفعیل) سے مصدر ۔ وہ (عورت) یاد دلائے
تُذَكِّرَ ۔ منصوب ہے اس کا عطف تُضِلَّ پر ہے ۔
= اِحْدٰىهُمَا ۔ ان دونوں میں سے ایک ۔ اِحْدٰى مضاف ۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب ۔ مضاف الیہ ۔ فاعل ہے اور الْاُخْرٰى ۔ دوسری ۔ پچھلی ۔ مفعول ہے تُذَكِّرَ کا ۔
= لَا يَاْبَ ۔ نفی واحد مذکر غائب ۔ اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر ۔ اصل میں يَاْبٰى تھا ۔ نہی میں ی کو ساقط کر دیا ۔ نہ انکار کرے ۔
= اِذَا مَا ۔ جب کبھی ۔ جب ۔ جونہی کہ ۔
= دُعُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب ۔ دُعَاءٌ (باب نَصَرَ) مصدر، وہ بلائے گئے ۔ وہ بلائے جائیں وہ پکارے گئے ۔ وہ پکارے جائیں ۔
= لَا تَسْئَمُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم کاہلی نہ کرو ۔ تم مت اکتاؤ ۔ سَاٰمَةٌ (باب فتح) ملول ہونا اکتانا ۔ اَلسَّاٰمَةُ (س ء م) کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہو جانے کے ہیں ۔ اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ تک کرنے) اور اِنْفِعَالاً (کسی چیز سے زیادہ متاثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے ۔
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے ۔ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ (۴۱: ۳۸) اور وہ کبھی تھکتے ہی نہیں ۔ نیز اور جگہ فرمایا ۔ لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ (۴۱: ۴۹) انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تھکتا ہی نہیں ۔ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

سَئِمْتُ تَكَالِيْفَ الْحَيٰوةِ وَمَنْ يَّعِشْ ۔ ثَمَانِيْنَ حَوْلًا لَا اَبَا لَكَ يَسْئَمُ

میں زندگی کی خوشگواریوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اسی کو پہنچ جائے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے۔
= اَنْ تَکْتُبُوْہُ۔ اَنْ مصدریہ۔ تَکْتُبُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر کِتَابَۃٌ (باب نَصَرَ) سے مصدر بمعنی لکھنا۔ ہُ ضمیر مفعول بہٖ واحد مذکر غائب جس کا مرجع الدَّیْنَ یا الحق یا الکتاب ہے۔
تَکْتُبُوْا اصل میں تَکْتُبُوْنَ تھا۔ نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے حذف ہو گیا ہے اَنْ تَکْتُبُوْہُ بتاویل مصدر لَا تَسْئَمُوْا کا مفعول ہے۔
= صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا (خواہ وہ معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا۔ دونوں تَکْتُبُوْہُ کی ضمیر ہُ سے حال ہیں
= اِلٰٓی اَجَلِہٖ۔ لکھو وقتِ ادا کے تعین کے ساتھ (جو فریقین کے مابین طے پایا ہو) یہ بھی تَکْتُبُوْہُ کی ہُ سے حال ہے۔
= ذٰلِکُمْ۔ ذٰلِکَ۔ اسم اشارہ کُمْ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ یہ۔ یہی۔ اس سے معاہدہ کی کتابت۔ گواہان کا تقرر۔ یا سب کچھ جو اوپر مذکور ہوا۔ مراد ہے۔
= اَقْسَطُ۔ قَسَطَ یَقْسِطُ (باب ضَرَبَ) قِسْطٌ مصدر سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ انصاف کرنے والا۔ قِسْطٌ۔ اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی ظلم کرنے کے بھی آتے ہیں اور انصاف کرنے کے بھی۔ یہاں اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ کے معنی اللہ کے حکم میں زیادہ انصاف والے ہوں گے قَسَطَ یَقْسِطُ فَھُوَ قَاسِطٌ۔ بمعنی ظلم کرنا۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَبًا (۷۲:۱۵) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ لیکن جب اَقْسَطَ یُقْسِطُ فھو مُقْسِطٌ (افعال) سے آئے۔ تو اس کے معنی ہوں گے اس نے انصاف کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ (۴۹:۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے
= اَقْوَمُ۔ بہت درست رکھنے والا۔ زیادہ درست، زیادہ سیدھا۔ قِیَامٌ مصدر باب نصر۔ بمعنی راست ہونا۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔
= اَدْنٰی۔ نزدیک تر۔ کم تر۔ رذیل تر۔ اَقْصٰی (زیادہ دور) کے مقابل آئے تو اَدْنٰی کے معنی نزدیک تر ہوں گے۔ اکثر (زیادہ) کے مقابل آئے تو بمعنی کمتر۔ جیسے وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ (۵۸:۷) اور نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ اَکْبَرُ (زیادہ بڑا کے مقابل آئے تو بمعنی اَصْغَرُ (بہت چھوٹا) جیسے وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ (۳۲:۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا چھوٹے (اکثر) عذاب کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ اور خیر کے مقابل رذیل تر کے معنی میں جیسے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ (۲:۶۱) تو اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ بھلا بہتر چیز چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص (رذیل تر) چیزیں کیوں لیتے ہو۔

یہ دانٍ اور دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے۔

= اَلَّا تَرْتَابُوْا۔ اَلَّا اصل میں اَنْ لَا تھا (اَنْ مصدریہ لَا نافیہ) نون کا لام میں ادغام کردیا گیا۔ لَا تَرْتَابُوْا۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ تم شک میں نہ پڑو۔ تم شبہ میں نہ پڑو۔ اِرْتِیَابٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر جس کے معنی شک کرنا اور دوسرے کو متہم سمجھنا ہے۔ کہ تم شبہ میں نہ پڑو۔

اَدْنٰی اَلَّا تَرْتَابُوْا۔ یہ دفع شبہ کے لئے سہل ترین یا قریب ترین (طریقہ) ہے ای اقرب الی انتفاء ریبکم وشککم۔ یعنی اس طرح تم قرض کی رقم اس کی شہادت اس کی میعاد کے متعلق کسی قسم کے شک وشبہ سے بچے رہوگے۔

= اِلَّا۔ استثناء منقطع۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ مستثنیٰ منہ اور اِلَّا حرف استثناء اور اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ مستثنیٰ ان کے درمیان کا کلام جملہ معترضہ ہے۔

= اَنْ تَكُوْنَ۔ اَنْ مصدریہ تَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اَنْ تَكُوْنَ میں ضمیر اسم ہے ای المعاملۃ۔ (ای الا ان تکون المعاملۃ تجارۃ حَاضِرَةً۔ مگر جبکہ معاملہ دست بدست تجارت کا ہو) تِجَارَةً حَاضِرَةً۔ موصوف وصفت مل کر خبر تَكُوْنَ کی۔ (اور بدیں وجہ منصوب ہے) تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ صفت ثانی ہے تِجَارَةً کی۔ اور صفت اول حَاضِرَةً ہے

= تُدِیْرُوْنَهَا۔ تُدِیْرُوْنَ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھراتے ہو۔ اِدَارَةٌ (باب افعال) مصدر بمعنی گھمانا چکر دینا۔ پھرانا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (جس کو تم آپس میں پھیرتے پھراتے ہو۔ مراد یہاں ہاتھوں ہاتھ لین دین ہے۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ مضائقہ۔ حرج۔ جُنَاحٌ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کردے اور دوسری طرف جھکا دے جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

= اَلَّا تَكْتُبُوْهَا۔ اَلَّا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے۔ لَا تَكْتُبُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع تِجَارَةً ہے (مراد معاہدہ تجارت ہے) مطلب یہ کہ اگر تجارت حاضرہ ہے۔ دست بدست لین دین اور نقد بہ نقد ہے تو اس صورت میں معاہدۂ تجارت نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ۔ اور جب آپس میں خرید وفروخت کرتے ہو تو گواہ بنا لیا کرو۔ جمہور کے نزدیک یہ امر استحبابی ہے یعنی بہتر ہے کہ گواہ بنا لیا کرو۔ گواہ بنانے اور اس میں رعایت کا ذکر اوپر

بیان ہوچکا۔ یہ عام خرید و فروخت کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ فروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار
اَشْهِدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِشْهَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ گواہ کر لیا کرو، گواہ کر لو۔
= تَبَايَعْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَبَايُعٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر جس کے معنی باہمی خرید و فروخت کرنے کے ہیں۔ تَبَايَعْتُمْ۔ باہمی خرید و فروخت کرو۔
= لَا يُضَارَّ۔ فعل نہی مجہول واحد مذکر غائب۔ ضِرَارٌ و مُضَارَّةٌ (مفاعلۃ) تکلیف نہ دی جائے دکھ نہ پہنچایا جائے۔ ضرر مادہ۔
= شَهِيْدٌ۔ شاہد۔ گواہ۔ کسی چیز کے مشاہدہ کرنے والے کو بھی شہید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور شرع میں شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔
= وَاِنْ تَفْعَلُوْا جملہ شرطیہ ہے۔ ای وَاِنْ تفعلوا الضرار اوما نهيتم عَنْه اگر تم کاتب یا گواہ کو تکلیف پہنچاؤ گے یا جس بات سے تمہیں منع کیا گیا ہے اسے کرو گے۔
= فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہٗ ای ذٰلك الفعل۔ فُسُوْقٌ۔ (باب نصر) مصدر نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ جواب شرط۔ تو یہ فعل تمہارے لئے گناہ کی بات ہے۔
= وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بابت ان امور کے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور جن سے اس نے منع کیا ہے۔ ای فیما امرکم به ونھاکم عنه۔
= وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ اور اللہ تمہیں وہ احکام بتاتا ہے جن میں تمہاری بھلائی ہے۔
= وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔
صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔
"لفظ اللہ کو تین بار تین جملوں میں ذکر کیا۔ کیونکہ ہر جملہ اپنا خاص مقصد رکھتا ہے۔ پہلے جملہ میں ترغیب تقویٰ ہے۔ دوسرے جملہ میں وعدۂ انعام ہے اور تیسرے جملہ میں اللہ کی عظمتِ شان کا اظہار ہے"
۲: ۲۸۳ = وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ۔ جملہ شرط ہے۔ واؤ عاطفہ اور جملہ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا معطوف ہے جس کا عطف فعل شرط پر ہے (اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے)
= فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول مالم یسم فاعلہٗ فعل محذوف کا ای فَلْيُؤْخَذْ رِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ (تو گروی کے طور پر کوئی چیز قبضہ میں لی جائے یعنی قرض لینے والا قرض دینے والے کو کوئی چیز بطور رہن دیوے) یہ جملہ جواب شرط ہے۔

= فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔ جملہ شرط ہے اَمِنَ ماضی۔ واحد مذکر غائب اَمْنٌ اَمَانَةٌ۔ اَمَانٌ۔ مصدر ہیں اور ان سب کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔ قرآن مجید میں ہے وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (۸ : ۲۷) یعنی وہ چیزیں جن پر تم امین مقرر کئے گئے ہو ان میں خیانت نہ کرو۔

اَمِنَ یَاْمَنُ (باب سَمِعَ) اَمْنٌ و اَمَانَةٌ کسی کو امین بنانا (امانت دار بنانا) کسی پر اعتبار کرنا

ترجمہ:۔ اگر تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو امانت دار بنائے یعنی اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھے۔

= فَلْيُؤَدِّ الَّذِي۔ فَ جواب شرط کے لئے۔ لِيُؤَدِّ فعل امر واحد مذکر غائب تَاْدِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پس چاہئے کہ وہ ادا کرے۔ اَدٰى يَاْدِىْ (باب ضرب) اُدِىٌّ اور اَدّٰى يُؤَدِّىْ تَاْدِيَةً (تفعیل) ادا کرنا۔ ا د ی مادّہ

= اؤْتُمِنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِئْتِمَانٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر جس پر اعتبار کیا گیا ہو۔ جس کو امانت دار بنایا گیا ہو۔ جس کو امین بنایا گیا ہو۔ اَمَانَتَهٗ جو چیز اس کی امانت میں رکھی گئی ہو

فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ۔ جواب شرط

= وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ۔ وَاوٌ عاطفہ لِيَتَّقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ لَامْ لامِ امر۔ يَتَّقِ اصل میں يَتَّقِيْ تھا۔ بوجہ لام امر یٰ کو ساقط کر دیا گیا اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) و ق ی مادّہ۔ اور چاہئے کہ وہ ڈرتا رہے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔

= لَا تَكْتُمُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ كَتْمٌ وَكِتْمَانٌ مصدر (باب نصر) بمعنی چھپانا، پوشیدہ رکھنا۔ تم مت چھپاؤ۔

= وَمَنْ يَّكْتُمْهَا۔ مَنْ شرطیہ۔ يَكْتُمْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ كَتْمٌ (باب نصر) مصدر۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الشَّهَادَة ہے اور جو شخص اسے چھپائیگا جملہ شرط ہے۔

= فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ فَاِنَّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے اٰثِمٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اِثْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ گناہ کرنے والا۔ گنہگار۔ قَلْبُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کے لئے ہے۔ اٰثِمٌ خبر مقدم اور قَلْبُهٗ مبتدا مؤخر ہے اور پورا جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔ فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ جملہ جواب شرط ہے ترجمہ:۔ اور جو شخص اس کو (یعنی شہادت کو) چھپاتا ہے تو اس کا دل یقیناً گنہگار ہے۔

۲ : ۲۸۴ = لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مبتدا مؤخر۔ لِلّٰهِ خبر مقدم۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔
= وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ ۔ اِنْ شرطیہ تُبْدُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تُبْدُوْنَ تھا۔ نون عامل (حرف شرط) کی وجہ سے حذف ہوگیا۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم ظاہر کرو۔ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۔ اسم موصول وصلہ مل کر تُبْدُوْا کا مفعول۔ مراد اس سے انسان کی قلبی بیماریاں مثلاً۔ نفاق ۔ دکھاوٹ۔ بیجا تعصب ۔ دنیا کی محبت ۔ غصہ۔ غرور۔ آرزو۔ حرص ۔ ترک توکل۔ ترک صبر۔ حسد۔ کینہ وغیرہ۔ ہیں (تفسیر مظہری)
اَوْ تُخْفُوْهُ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے مراد مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ہے سارا جملہ شرط ہے يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ جواب شرط۔
= يُحَاسِبْكُمْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ مُحَاسَبَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہارا حساب لیگا۔ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیگا۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ہے۔
= فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ يَغْفِرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَغْفِرَةٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ بخش دے گا۔ یا بخش دیتا ہے۔
= لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ يَشَآءُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِيَّةٌ (باب فتح) مصدر۔ جسے وہ چاہتا ہے
= قَدِيْرٌ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِيْرٌ ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے (راغب)
۲ : ۲۸۵ = اٰمَنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِيْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ایمان لایا۔ ا م ن مادہ
= اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ...... وَرُسُلِهٖ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائے اس پر جو ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا۔ یعنی (قرآن مجید) اور مومنین (بھی ایمان لائے) یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر ...... اور اس کے پیغمبروں پر
كُلٌّ اس میں مضاف الیہ محذوف ہے۔ تنوین اس کے عوض ہے۔ كُلٌّ ای كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ ۔ ان میں سے ہر ایک۔ (یعنی المؤمنین میں سے ہر ایک۔ کل واحد من المؤمنین)
علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب کے متعلق رقمطراز ہیں
كُلٌّ ان میں سے ہر ایک۔ مضاف الیہ محذوف ہے تنوین اس کے عوض ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ الْمُؤْمِنُوْنَ کا عطف یا الرَّسُوْلُ پر ہے اس صورت میں وہ ضمیر مضاف الیہ جس کی جگہ تنوین لائی

گئی ہے الرَّسُوْل اور المُؤْمِنُوْنَ دونوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہوگی۔ یا المؤمنون مبتدار ہے اس وقت ضمیر مضاف الیہ صرف المُؤْمِنُوْنَ کی طرف راجع ہوگی اور کُلٌّ اپنی خبر کے ساتھ مل کر المؤمنون کی خبر ہوگی اس صورت میں اٰمَنَ کا فاعل تنہا الرَّسُوْلُ ہوگا۔

عظمتِ شان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اٰمَنَ کی نسبت صرف الرَّسُوْلُ کی طرف کی گئی ہے۔ یا اس وجہ سے تنہا ایمان رسول کا ذکر کیا گیا ہے کہ رسول کا ایمان مشاہدہ اور معائنہ کے ساتھ تھا۔ اور دوسرے لوگوں کا ایمان نظری اور استدلالی تھا۔

بظاہر ط کا وقف المُؤْمِنُوْنَ کے فوراً بعد یہ بتا رہا ہے کہ المؤمنون کا عطف الرسول پر ہی ہے اور یہ اگلے جملہ کا مبتدا نہیں ہے۔

= کُتُبِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طرف سے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اتاری ہوئی کتابیں صحیفے۔ ہدایتیں۔ نوشتے وغیرہ۔

= لَا نُفَرِّقُ۔ ای ویقولون لا نفرق ... الخ لَا نُفَرِّقُ مضارع منفی کا صیغہ جمع متکلم۔ تَفْرِیْقٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ فرق مادّہ۔ ہم تفریق نہیں کرتے ہیں (کہ کسی پیغمبر کو سچا اور کسی کو جھوٹا کہیں بلکہ سب کو سچا کہتے ہیں)

= بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ اَحَدٍ یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے اسی لئے اس پر بَیْنَ داخل ہوا ہے کیونکہ بَیْنَ ایسے اسم پر داخل ہوتا ہے جو کثرت پر دلالت کرتا ہو۔ ہم بَیْنَ قَوْمٍ کہیں گے بَیْنَ زَیْدٍ نہیں کہیں گے۔

= وَقَالُوْا۔ اس کا عطف اٰمَنَ پر ہے یعنی سب ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں .....

= سَمِعْنَا۔ ماضی جمع متکلم سَمْعٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ ہم نے سنا۔ ہم نے سمجھا۔

= وَاَطَعْنَا۔ واؤ عاطفہ۔ اَطَعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی۔ اِطَاعَۃٌ (باب افعال) مصدر۔

= غُفْرَانَكَ رَبَّنَا۔ اس سے قبل نسئلك محذوف ہے ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے مانگتے مانگتے ہیں۔ غُفْرَانَكَ مضاف مضاف الیہ۔ غُفْرَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ تیری بخشش۔ اے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری بخشش مانگتے ہیں۔

غُفْرَانَ بوجہ فعل محذوف کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

= اَلْمَصِیْرُ۔ اسم ظرف مکان و مصدر۔ صَیْرٌ مادّہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ لوٹ کر آنا۔ حاضر ہونا۔ مائل ہونا۔ آیۃ ہذا میں بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور بطور مصدر ہی قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ (۵۰ : ۴۳) تحقیق ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

بطور اسم ظرف مکان قرآن مجید میں ہے حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۵۸ - ۸) لے پیغمبر ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے یہ اس میں داخل ہوں گے۔ سو وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

اور وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۶۷ : ۶) اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

(۲ : ۲۸۶) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ جملہ مستانفہ ہے لَا يُكَلِّفُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَكْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا نَفْسًا ۔ اسم مفعول واحد مونث منصوب کسی جان کو۔ کسی شخص کو۔ اِلَّا حرف استثناء وُسْعَهَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ وُسْعَ ۔ طاقت سمائی۔ قدرت هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو نفس کی طرف راجع ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا (ذمہ وار نہیں بناتا) مگر اس کی بساط کے مطابق۔

= لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔ لَهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ جو نفس کی طرف راجع ہے جو (اچھی) کمائی اس نے کی (اس کا فائدہ) اسی کو ملیگا اور جو (برائی) اس نے کی (اس کا بوجھ) اسی پر ہوگا۔

فائدہ ۔ یہاں خیر کے لئے کسب کا لفظ اور شر کے لئے اکتساب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ اکتساب افتعال کے وزن پر ہے اور اس میں کوشش اور طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا نیکی کا بدلہ تو بہر حال ملیگا خواہ اس کی تحصیل میں کوشش صرف کی گئی ہو یا نہیں۔ لیکن بدی کی پاداش صرف اس صورت میں ملیگی جب اس کی تحصیل میں طلب اور کوشش شامل ہو۔

= رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا ..... الخ اس عبارت کا عطف قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا الخ (آیۃ ۲۸۵) پر ہے یا اس سے قبل فعل قُوْلُوْا مقدر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے۔ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا ..... الخ اللہ تعالیٰ نہایت کرم نوازی سے اپنے بندوں کو تعلیم دیتا ہے کہ مجھ سے یوں دعا کیا کرو۔ مجھ سے یوں مانگا کرو تاکہ میں تمہیں تمہاری لغزشوں اور خامیوں سے درگذر کرتے ہوئے تمہاری توقعات سے بڑھ کر عطا کروں۔

= لَا تُؤَاخِذْنَا ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر مُؤَاخَذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ جس کے معنی گناہ پر پکڑنے اور گرفت کرنے کے ہیں نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمارا مواخذہ نہ فرما۔ تو ہمیں نہ پکڑ۔

= اِنْ نَّسِيْنَا ۔ اِنْ شرطیہ ہے نَسِيْنَا فعل ماضی جمع متکلم (باب سمع) مصدر۔ اگر ہم بھول جائیں

= او اخطانا۔ اوْ حرف عطف ہے یا کے معنی دیتا ہے اَخْطَانَا ماضی جمع متکلم اِخْطَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر یا ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

= لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا۔ لَا تَحْمِلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔

= اِصْرًا۔ بھاری بوجھ۔ اصل میں اِصْرٌ کے معنی اس بوجھ کے ہیں جو اپنے اٹھانے والے کو چلنے سے روک دے۔ یہاں مراد تکلیف شاقہ اور سخت اور دشوار امور سے ہے۔ اِصْرٌ۔ اس عہد مؤکد کو بھی کہتے ہیں جو خلاف ورزی کرنے والے کو ثواب اور خیرات سے روک دے جیسے قرآن مجید میں ہے ؛ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ۔(۳ : ۸۱) بھلا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا پختہ عہد لیا۔

= لَا تُحَمِّلْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تَحْمِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) نَا ضمیر متکلم مفعول۔ تو ہم پر بار نہ ڈال تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔ تو ہم سے نہ اٹھوا۔

= مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ مَا۔ موصولہ ہے اور اگلا جملہ اس کا صلہ۔ لَا نفی جنس کا ہے اور اس کے عمل سے طَاقَةَ مبنی بر فتحہ۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب حِمْلٌ کی طرف راجع ہے لَا تُحَمِّلْنَا ای لا تحملنا بحمل۔

= وَاعْفُ عَنَّا۔ واؤ عاطفہ۔ اعْفُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر عَفْوٌ۔ (باب نصر) مصدر سے عَفَا۔ يَعْفُوْ عَفْوًا اس کا استعمال جب کسی کے جرم کو معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے (اے پروردگار ہمارے) تو ہمارے گناہ بخش دے۔ ہمارے جرم معاف کر دے۔ ہمارے گناہ مٹا دے۔ ہمیں معاف کر دے۔

عَفْوٌ کے معنی بچے ہوئے مال کے بھی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔(۲ : ۲۱۹) اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو بچے اپنے خرچ سے یعنی وہ خرچ کرو جو اپنے عیال کے نفقہ سے بچ رہے۔

عُفُوٌّ مصدر (باب نصر) بمعنی زیادہ ہونے کے بھی ہیں مثلاً جو چیز زیادہ اور گھنی ہو جاتی ہے تو بولتے ہیں عفا الشئ ۔قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا (۷ : ۹۵) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے۔ یہاں عَفَوْا بمعنی كَثُرُوْا آیا ہے۔

= وَاغْفِرْ لَنَا۔ واؤ عاطفہ اِغْفِرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ غَفْرٌ (باب ضرب) سے مصدر

تو بخش دے۔ تو معاف کردے۔ اصل میں غَفْرٌ۔ ایسے لباس پہنا دینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرت الٰہی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔
اسی اعتبار سے عفو کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے
مِغْفَرٌ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دشمن کے وار سے بچاتی ہے۔

= وَارْحَمْنَا۔ واؤ عاطفہ۔ اِرْحَمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَحْمَةٌ (باب سمع) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم اور (اے ہمارے پروردگار) تو ہم پر رحم کر

= مَوْلٰنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا مولیٰ۔ کارساز۔ مددگار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ ال عمران

(۳-۲) اَلْحَیُّ - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ہے حیاۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے
اَلْقَیُّوْمُ طِ قائم بالذات - ہر شے کو قائم رکھنے والا۔ دیکھو ۲:۲۵۵
(۳:۳) = اَلْکِتٰبَ - القرآن، بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ - صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ:۔
حق کا جو مفہوم علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے وہ بہت جامع اور لطیف ہے۔
لکھتے ہیں الحق للفعل والقول: الواقع بحسب ما یجب وقدر ما یجب وفی
الوقت الذی یجب - یعنی کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلاتا ہے جبکہ وہ اس طرح پایا جائے
جیسے چاہیے اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب اور موزوں ہو اور اس وقت پایا جائے جب کہ اس
کی ضرورت ہو۔
قرآن کو بالحق کی صفت کے ساتھ متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح
فرما دیا کہ قرآن آیا اور ایسی آن بان سے آیا جو اس کی شایانِ شان تھی۔ اور ایسے دلائل وبراہین سے مزیّن
ہو کر آیا جن کو عقل سلیم ماننے پر مجبور تھی۔ اور عین اس وقت آیا جب کہ ہر طرف گھپ اندھیرا چھا
چکا تھا۔ اور انسانیت کا کاروان دشت حیرت وضلالت میں بھٹک رہا تھا اور اس وقت
کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آیا۔ جب عقل انسانی اپنی طفولیت کی حد عبور کر کے فکر ونظر کی
وادی میں قدم رکھ چکی تھی۔ اور انسان کے حواس کو مرعوب کرنے والے معجزات سے کہیں زیادہ عقل
وخرد کو مطمئن کرنے والی آیات بینات کی ضرورت تھی۔
سبحان اللہ کیا اعجاز ہے بالحق کے ایک لفظ میں معانی کا سمندر کوزے میں بند
کر کے رکھ دیا ہے۔
۳:۴ = اَلْفُرْقَانَ - فَرْقٌ سے ہے لیکن وسیع المعانی ہے۔ حق وباطل میں فرق کرنے والا۔
یہاں الفرقان کے متعلق علماء سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ قتادہ اور ربیع بن انس نے قرآن لیا ہے

امام رازی رح کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جن سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے۔
بعض کے نزدیک وہ دلائل ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں بعض متاخرین نے اس سے عقل مراد لی ہے۔ امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک بہترین قول یہ ہے کہ بہ الفصل بین الحق والباطل یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت کو فرقان کہا جاتا ہے۔ روح المعانی میں ہے الفرقانُ انه القراٰنُ فرق به بین الحق والباطل فاحل فیه حلا له و حرم حرامه وشرع شرائعه وحدحدودہ وفرائضه وبین بیانه وامر بطاعته ونہی عن معصیته و ذکر بھذا العنوان بعد ذکرہٖ باسم الجنس تعظیماً لشانه ورفعاً لمکانہٖ۔
اسم جنس کی حیثیت سے ذکر کرنے کے بعد اس عنوان (الفرقان) سے قرآن کو دوبارہ اس کی تعظیم شان اور رفع مکان کے لئے ذکر کیا گیا ہے

= عَزِیْزٌ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= ذُوا نْتِقَامٍ۔ صاحب انتقام۔ جو انتقام پر قادر ہو۔ انتقام۔ سزا دینا۔ بدلہ لینا۔ غلبہ پانا۔ بروزن اِنْتِعَالٌ مصدر ہے نَقِمَ سے جس کا معنی کسی شے کو بُرا سمجھنا۔ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینا) کے لئے بولا جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے)

۳ : ۶ = اَلْحَکِیْمُ۔ حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۳ : ۷ = مُحْکَمٰتٌ۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔ مُحْکَمَۃٌ مفرد اِحْکَامٌ۔ مصدر (افعال) پختہ۔ درست جن کے معانی اور الفاظ میں اجمال اور اشتباہ نہ ہو۔ لفظ اپنے معانی پر واضح دلالت کرتا ہو اور غیر مراد کا احتمال نہ ہو

= اُخَرُ۔ اُخْرٰی کی جمع جو اٰخَرُ کی تانیث ہے

= مُتَشَابِھٰتٌ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُتَشَابِھَۃٌ مفرد۔ قرآن حکیم میں متشابہات سے کیا مُراد ہے اس کے معنیٰ کی تشریح علماء نے مختلف طور پر کی ہے عام فقہائے نے لکھا ہے کہ اگر ظاہرًا مراد کا علم نہ ہو سکے تو وہ متشابہ ہے۔

= نوٹ۔ تفسیر بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع رسالہ موسوم بہ رسالۃ التواجہ بما یتعلق بالتشابہ تحریر فرمایا ہے جو ازحد مفید ہے اور آل عمران کی تفسیر میں حاشیہ پر مندرج ہے

= زَیْغٌ۔ کجی۔ حق سے روگردانی۔ زَاغَ یَزِیْغُ کا مصدر ہے۔

= اِبْتِغَاءَ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مصدر ہے بَغْیٌ سے۔ باب افتعال۔ بغیٌ کے اصل معنی کسی چیز کی طلب

میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا کے ہیں خواہ وہ تجاوز کر سکے یا نہ کر سکے۔ بَغْیٌ دو قسم پر ہے (۱) محمود یعنی عدل و انصاف کی حد سے آگے نکل کر مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ فرض کی حد سے تجاوز کر کے نوافل بجالانا۔ (۲) مذموم یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ زنا کو بھی بغی کہتے ہیں کہ اس میں حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔

= تَاْوِیْلَ۔ اَوْلٌ سے بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مَوْئِل کہتے ہیں۔ کسی شے کو خواہ وہ شئی علم ہو یا فعل اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانے کا نام تاویل ہے۔ علم کی مثال وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ۔ (اور اس کی تاویل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا) اور فعل کی مثال هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ۔ (۷:۵۳) اب کیا یہ لوگ اس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ انجام سامنے آجائے۔ الخ۔

تاویل۔ تفسیر۔ تشریح۔ تعبیر۔ کل بیٹھنی۔ بیان۔ حقیقت۔ ٹھیک پڑنا۔ انجام کار قیامت جیسے کہ (۷:۵۳) میں اس معنی میں آیا ہے۔

= آیۃ ہذا میں اللہ پر وقف ہے۔ وَالرّٰسِخُوْنَ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

۳:۸ = لَا تُزِغْ۔ دیکھو زَيْغٌ آیۃ مندرجہ بالا (۳:۷) فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو کج نہ کر۔ تو نہ پھیر

= هَبْ۔ واحد مذکر حاضر۔ امر۔ وَهَبَ۔ هِبَةٌ مصدر۔ باب فتح۔ تو عطا کر۔ تو بخشش کر۔

وَهَّابٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت عطا کرنے والا۔ بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔ اس سے قبل اِنَّ اور کَ اور اَنْتَ کو لاکر اللہ تعالیٰ کی صفت داہبہ میں سخت تاکید پیدا کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہوگا: یقیناً وہّاب تو تو ہی ہے۔

۳:۹ = اَلْمِيْعَادُ۔ وعدہ۔ ظرف زمان بھی ہے وقتِ وعدہ۔

۳:۱۰ = لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ۔ نفی تاکید بلن۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اَلْغِنٰی۔ تونگری۔ بے نیازی۔ غنی۔ مالدار۔ بے نیاز۔ اَغْنٰی عَنْهُ شَيْئًا۔ اس کو کسی حد تک بے نیاز کر دینا۔ هٰذَا مَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا۔ یہ تمہارے کسی کام نہ آئیگی۔ تمہارے لئے کسی فائدہ کی نہ ہوگی۔ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔

مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ (۱۱۱:۲) اس کا مال اس کے کام نہ آیا۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کی جانب سے کسی حد تک بھی بے نیاز نہ کر سکیں گی یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

= وَقُوْدُ۔ وَقَدَ يَقِدُ (ضَرَبَ) (آگ کا بھڑکنا) سے۔ ایندھن۔ نیز وِقَادٌ۔ وَقِيْدٌ۔ بمعنی ایندھن۔

۳: ۱۱ = کَدَاْبِ ۔ کَ حرف تشبیہ یا تمثیل ۔ دَاْبٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں ۔ مسلسل روش ۔ عادۃ مستمرہ ۔ ایسی عادت جس پر ہمیشہ عمل ہوتا رہے ۔

= کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ میں اگر اس کو نیا جملہ تصور کیا جائے تو اس صورت میں دَاْبُھُمْ محذوف تصور ہوگا ۔ اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آیۃ ماقبل میں جن کفار کا ذکر ہوا ہے ان کا طریقہ بھی وہی تھا جو کہ آل فرعون کا اور ان سے پہلے لوگوں کا تھا ۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق آیہ سالقہ میں مذکور کفار کے مال و اولاد سے ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَاَوْلَادُھُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ یعنی جس طرح آل فرعون کو اس کا مال اور اس کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی ان (کفار) کو بھی ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے ۔

ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق وَقُوْدُ النَّارِ سے ہے اور عبارت کچھ اس طرح ہے ۔ اُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ یعنی آل فرعون کی طرح یہ بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہونگے

جمہور علماء نے سب سے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے

= عِقَاب ۔ مار ۔ سزا ۔ ایذاء ۔ عذاب ۔ عقوبت ۔ سزا دینا ۔ عَاقَبَ یُعَاقِبُ کا مصدر ہے عِقَابٌ عَقُوْبَۃٌ مُعَاقَبَۃٌ عذاب کے لئے مخصوص ہیں ۔ عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں (جیسے تعاقب پیچھا کرنے کو کہتے ہیں) چنانچہ بولتے ہیں عَقِبَ الثَّانِی الْاَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا ۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو ارتکاب جرم کے پیچھے دی جاتی ہے لہٰذا اس کا ترجمہ پاداشِ عمل کرنا چاہئے ۔

۳: ۱۲ = تُحْشَرُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر اَلْحَشْرُ (باب نَصَرَ) کے معنی لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی وغیرہ کی طرف لے جانے کے ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اَلنِّسَآءُ لَا یُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے ۔ تم جمع کئے جاؤ گے ۔

= اَلْمِھَادُ ۔ اسم ۔ بچھونا ۔ مراد ٹھکانہ ۔ قرارگاہ ۔ مَھْدٌ گہوارہ ۔ زمین ۔ مُھُوْدٌ ۔ جمع ۔

۳-۱۳ = یَرَوْنَھُمْ مِثْلَیْھِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ۔ یَرَوْنَ کی ضمیر کا مرجع فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بھی ہو سکتا ہے اور اُخْرٰی (کافروں کا گروہ) بھی ۔ اسی طرح یَرَوْنَھُمْ میں ھُمْ ضمیر مسلمانوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور کفار کے متعلق بھی ۔ اس طرح اس فقرہ کے ترجمہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

۱: ۔ مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے ۔

۲: ۔ مسلمان کافروں کو ان کی اصل تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے ۔

۳: ۔ مسلمان اپنے آپ کو کافروں سے دوچند دیکھ رہے تھے ۔

۴:۔ کفار مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے
۵:۔ کفار مسلمانوں کو ان کی تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے۔
۶:۔ کافر اپنے تئیں مسلمانوں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

رای العین مصدر مؤکد لیود نھم۔ بادی النظر میں تعداد کا اندازہ ایک اضافی امر ہے اگر حوصلے بلند اور دل میں ولولہ ہو تو مدمقابل کی تعداد اصل سے کم معلوم دیتی ہے۔ اور اس کے برعکس اگر حوصلے پست ہوں تو دشمن کی تعداد اصل سے زیادہ دکھائی دیتی ہے اس لحاظ سے معانی نمبر ۲ بعید از قیاس ہے کیونکہ مسلمان جوش ایمان سے پر تھے اس لئے ایسی حالت میں دشمنوں کی تعداد اصل سے زیادہ ہرگز معلوم نہیں دیتی بلکہ اصل سے کم نظر آتی ہے معنی ۳ بھی قرین قیاس نہیں مسلمان بخوبی جانتے تھے کہ ان کی تعداد ۳۱۳ ہے اور جبکہ کفار کی تعداد ۱۰۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ اس لئے کسی بھی صورت میں وہ ۳۱۳ کو ۱۰۰۰ ہزار سے دگنا خیال نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح معنی نمبر ۴ بھی بعید از قیاس ہے کہ کافر ۱۰۰۰ ہزار ہوتے ہوئے ۳۱۳ کو اپنے سے دوچند یعنی ۲۰۰۰ ہزار کیسے خیال کر سکتے تھے۔

رہے معانی نمبر ۱۔ نمبر ۵۔ نمبر ۶۔ تو فریقین میں سے ایک فریق (مسلمانوں) کے جوش ہمت وجرأت اور دوسرے فریق (کفار) کے جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تینوں صورتیں ممکن ہیں۔ اس اضافی کیفیت کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کی روایت نقل کی جاسکتی ہے فرماتے ہیں نظرنا الی المشرکین فرأیناھم یضعفون علینا ثم نظرناھم فما رأیناھم یزیدون علینا رجلاً واحداً۔ (ہم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو بادی النظر میں ان کو اپنے سے دوگنا دیکھا پھر دوبارہ جب (جوش ایمانی اپنے زوروں پر آیا) ہم نے ان کو دیکھا تو ایسا پایا کہ ہم سے وہ ایک آدمی بھی زائد نہ تھے

دوسری طرف ابوجہل کا قول ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو (چونکہ ابھی مدمقابل کا زور ملاحظہ ہی نہ کیا تھا) ابوجہل نے کہا ان محمد او اصحابہ اکلۃ جزور۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھی تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔

لیکن جب مسلمانوں کی جرأت وہمت کا مزہ چکھا تو نگاہ میں فرق آگیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد اصل تعداد سے دوگنا دکھائی دینے لگی۔ جمہور علماء ومفسرین نے اس فقرہ کا مطلب وہی لیا ہے جو کہ نمبر ۱ پر درج ہے یعنی مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے حالانکہ وہ تگنے سے بھی زیادہ تھے۔

= يُؤَيِّدُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَأْيِيْدٌ مصدر باب تفعیل وہ قوی کرتا ہے۔
= عِبْرَةً۔ عبرت۔ نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنے حال کو قیاس کرنا۔

= اُولِی الْاَبْصَارِ۔ اصحاب نظر۔ اصحابِ عقل۔
۳ : ۱۴ = زُیِّنَ ۔ تَزْیِیْنٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ وہ سنوارا گیا۔ مزیّن کیا گیا۔ اچھا دکھلایا گیا۔
= قَنَاطِیْرِ۔ قنطار کی جمع ۔ ڈھیر۔ انبار۔ کثیر مال۔ پُل۔ قنطار کی لفظی ساخت بلندی کے مفہوم کو چاہتی ہے اسی لئے اونچی عمارت کو قنطرۃ کہتے ہیں۔
= مقنطرۃ ۔ ڈھیر کیا ہوا۔ قنطرۃٌ مصدر باب فعللۃ رباعی مجرد۔
= اَلْمُسَوَّمَۃِ ۔ اسم مفعول ۔ واحد مؤنث۔ تَسْوِیْمٌ مصدر سُوْمَۃٌ سے باب تفعیل نشان زدہ ممتاز۔ سِیْمَۃٌ سُوْمَۃٌ۔ سِیْمَآ ۔ علامت، نشان۔ سَوْمٌ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانا۔ اس مفہوم کے دو اجزاء ہیں۔ جانا اور طلب کبھی صرف دوسرا جزو ملحوظ ہوتا ہے جیسے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ (۲ : ۴۹) تمہیں سخت تکلیفیں دینے کی تلاش میں رہتے تھے۔
چرانے کو بھیجنے کے لئے بھی آتا ہے سُمْتُ (باب نصر) اَسَمْتُ (باب افعال) سَوَّمْتُ (باب تفعیل) میں نے چرانے کے لئے بھیجا۔ قرآن حکیم میں ہے۔ شَجَرٌ فِیْہِ تُسِیْمُوْنَ (۱۶ : ۱۰) درختوں میں تم اونٹوں کو چراتے ہو یا چرانے کے لئے بھیجتے ہو۔ سَائِمَۃٌ ۔ چرنے والے جانور۔
= مَاٰب ۔ مَاٰبٌ مصدر بھی ہے اور اسم زمان و مکان بھی۔ لوٹنا۔ لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنے کا وقت اَوْبٌ اور اِیَابٌ مصدر ہیں۔ اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ (۸۸ - ۲۵) تحقیق ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے
۳ : ۱۵ = قُلْ ۔ ای قل یا محمد ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
= اَؤُنَبِّئُکُمْ ۔ اَ۔ استفہامیہ نہیں بلکہ تقریر اور ثبوت کے لئے ہے اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم تَنْبِئَۃٌ (باب تفعیل) سے بمعنی خبر دینا۔ بتانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا میں تم کو بتاؤں، میں تمہیں بتاتا ہوں
خَیْرٍ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ بہتر۔ زیادہ اچھی، عمدہ تر۔ ذٰلِکُمْ سے مراد وہ چیزیں اور نعمتیں جو دنیاوی ہیں اور اوپر مذکور ہوئی ہیں۔ (وہ بہتر چیز کونسی ہے وہ یہ کہ متقیوں کے لئے ان کے رب کے ہاں جنتیں ہیں جن میں نہریں جاری ہیں۔
اَزْوَاجٌ اور رِضْوَانٌ کا عطف جَنّٰتٍ پر ہے ۔ اور ان کے لئے ہوں گی پاک بیبیاں اور خدا کی خوشنودی۔
۳ : ۱۶ = قِنَا ۔ قِ نَا ۔ قِ واحد مذکر حاضر۔ امر معروف نَا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ وَقَیٌ (لفیف مفروق) (باب ضرب) وَقٰی یَقِیْ وِقَایَۃً ۔ وَقٰی یُوْقٰی ۔ قِ ۔ لَا تَقِ ۔ گردان امر یوں ہوگی۔ قِ ۔ قِیَا۔ قُوْا۔ قِیْ

قِیَاقِیْنَ ۔ قِ اصل میں اِضْرِبْ کے وزن پر اِوْقِیْ تھا۔ عمل تعلیل سے اَوْ شروع میں اور ی ساکن آخر میں گر گئی۔ قِنَا ۔ ہم کو بچا ۔ ہم کو محفوظ رکھ۔

۳ : ۱۷ = وَالْقَانِتِیْنَ ۔ اطاعت گذار۔ اسم فاعل جمع مذکر معرّف باللام قُنُوْتٌ باب نَصَرَ سے جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں ۔

= اَلْمُنْفِقِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْفَاقٌ مصدر، راہِ خدا میں خرچ کرنے والے۔ اَنْفَقَ یُنْفِقُ ۔ باب افعال سے ۔ خرچ کرنا۔ باب مفاعلہ سے نَافَقَ یُنَافِقُ فِی الدِّیْنِ ۔ مذہب میں منافقت کرنا

= اَلْمُسْتَغْفِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِسْتِغْفَارٌ مصدر باب استفعال ۔ گناہوں کی معافی مانگنے والے

= اَسْحَارِ ۔ سَحَرٌ کی جمع جس کے معنی رات کی تاریکی کے ساتھ دن کی روشنی کے ملنے کے ہیں۔ اسی لئے سحر صبح کے اول وقت کو کہتے ہیں۔ اسحار صبح کے اوقات ۔

۳ : ۱۸ = شَهِدَ اللّٰهُ ۔ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ۔ اس صورت میں اس کا مصدر شَهَادَةٌ ہے اور اگر شُهُوْدٌ سے ہو تو معنی ہوں گے اس نے پایا۔

= وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ۔ واؤ حرف عطف ہے اور ملائکہ اور اولوا العلم معطوف اللہ معطوف علیہ معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس فعل شہد کا اطلاق ان ہر دو معطوف پر بھی ہوگا یعنی اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور اہل علم بھی گواہی دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

= قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۔ هُوَ کی تعریف ہے کہ عدل و انصاف کو قائم فرمانے والا۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں ومعناه انه تعالیٰ قائم بتد بیر خلقه وقائم بارزاقهم ومجازیهم باعما لهم۔

ابو الاعلیٰ مودودی اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں :۔ اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں۔

پیر کرم شاہ ضیاء القرآن میں یوں رقمطراز ہیں :۔

قَآئِمًا بِالقسط کی ایک ترکیب یہ ہے کہ یہ حال ہے اور لفظ اللہ ذو الحال ۔ اور دوسری ترکیب یہ ہے کہ :۔ لا الٰہ الا ھُو میں ھُو ضمیر اس کا ذو الحال ہے اور یہ حال معنیً اس کی صفت ہے اس صورت میں یہ مشہود بہ میں داخل ہوگا ۔ یعنی ان سب گواہوں نے اس کی وحدانیت کی گواہی بھی دی اور اس کے ساتھ اس کے عدل و انصاف کی بھی شہادت دی ۔

= لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔

۳ : ۱۹ = وَمَا اخْتَلَفَ ۔ میں مَا نافیہ ہے اور مَا جَآءَهُمْ میں مَا بیانیہ ہے

= بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۔ بوجہ باہمی حسد و مخالفت کے ۔
۳ : ۲۰ = وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۔ اِتَّبَعَنِ اصل میں اِتَّبَعَنِیْ تھا۔ اور وُہ جنہوں نے میری پیروی کی ۔
= اَلْاُمِّيّٖنَ ۔ مشرکین عرب جو اہل یہود اور نصاریٰ کے علاوہ تھے۔ اُمِّیٌّ کے معنی اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ لکھ سکے نہ پڑھ سکے۔ اس زمانہ میں عرب کی یہ مخصوص صفت تھی کہ وہ اکثر و بیشتر بے پڑھے لکھے تھے اور اس صفت میں دوسری قوموں سے ممتاز تھے ۔
= تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّیٌ سے۔ اگر تَوَلّیٰ کا لفظ متعدی بنفسہٖ ہو تو معنی ولایت (دوستی) اور قریب ترین مواضع سے اس کے حصول کو چاہتا ہے۔ جیسے وَلَّيْتُ سَمْعِيْ كَذَا۔ میں نے اپنے کان کو فلاں چیز پر لگایا۔ یا جیسے قرآن حکیم میں ہے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (۵ : ۵۶) اور جو شخص خدا اور اس کے رسول سے دوستی کرے گا ۔
اور جب تعدیہ بذریعہ عَنْ ہو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا مقدر تو اس کے معنی اعراض اور روگردانی اور دور ہونے کے ہیں جیسے آیت ہذا میں۔ یہاں عَنْ مقدر ہے بس فَاِنْ تَوَلَّوْا کا معنی ہوگا اگر وہ روگردانی کریں
۳ : ۲۱ = يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ ۔ جو عدل و انصاف کا حکم کرتے تھے ۔
= اَلِيْمٌ ۔ دردناک ۔ الم ۔ درد ۔ دکھ ۔ تکلیف ۔ جمع آلام ۔
۳ : ۲۲ = حَبِطَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ اکارت ہو گئے ۔ وہ مٹ گئے ۔ وہ ضائع ہو گئے
۳ : ۲۳ = يُدْعَوْنَ ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ سے۔ بلائے جائیں گے۔ بلائے جاتے ہیں۔
= لِيَحْكُمَ میں حکم کی اضافت کتاب اللہ کی طرف ہے
= ثُمَّ حرف عطف ہے اور پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے یہاں معطوف علیہ محذوف ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی۔ وھم یعلمون انه ھوالحق ثم یتولّٰی فریق مِّنْهُمْ ۔ یہاں علم ہونے کے بعد ان کی روگردانی کا فعل مذکور ہے استبعاد لتولّیھم ۔
= مُعْرِضُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ روگردانی کرنے والے ۔ منہ موڑنے والے ۔ اجتناب کرنے والے ۔ هُمْ مُعْرِضُوْنَ یا تو فَرِيْقٌ کی صفت ہے۔ وھم قوم لایزال الاعراض دینھم (وہ ایک ایسا ٹولہ تھا کہ دین سے روگردانی سے باز نہیں آتا تھا۔ یا فریق کا حال ہے اور فریق ذوالحال ہے۔
۳ : ۲۴ = غَرَّهُمْ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ غُرُوْرٌ مصدر۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے فریب دیا هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا فاعل جملہ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ہے۔ ای غَرَّهُمْ افتراءھم و

کِذْبُھُمْ - اور ان کے کذب و افترا کی مثالیں۔

۱:- لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط

۲:- اٰبَآءُ نَا الْاَنْبِیَآءُ یَشْفَعُوْنَ لَنَا۔

۳:- اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَعَدَ یَعْقُوْبَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَ اَبْنَاءَ ہٗ - وغیرہ وغیرہ

۳: ۲۵ = فَکَیْفَ - ای فکیف یکون حالھم

= لِیَوْمٍ - میں ل بمعنی فِیْ آیا ہے ای فی یوم -

۳: ۲۶ = تَنْزِعُ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو چھین لیتا ہے۔ تو اکھاڑ پھینکتا ہے۔

۳: ۲۷ = تُوْلِجُ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِیْلَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تو داخل کرتا ہے

ولج مادہ۔ کسی تنگ جگہ میں داخل کرنا۔ جیسے باب ضَرَبَ سے وَلَجَ یَلِجُ (حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

۳: ۲۸ = فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ - اس فقرہ کی ترتیب کچھ یوں ہو سکتی ہے۔

۱:- فلیس (لہ) من ولایۃ اللّٰہ فی شَیْءٍ (الخازن) تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی دوستی نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ تو اللہ کے دشمنوں کے دوست ہیں تو اللہ ان کو کیسے دوست رکھیگا۔ کیونکہ موالاۃ اللّٰہ و موالاۃ الکفار ضدان لا یجتمعان - کہ خدا کی دوستی اور کفار کی دوستی باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جو کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

۲:- فَلَیْسَ لَہٗ نصر او ولایۃ من اللّٰہِ فی ایّ امرٍ۔ تو کسی امر میں بھی اس کو اللہ کی دوستی یا مدد نصیب نہ ہوگی۔ (عبد اللہ یوسف علی)

= اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىۃً - تَتَّقُوْا۔ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَّقُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عامل اَنْ کے گر گیا۔

تُقٰىۃً مصدر ہے تُقٰىۃً اصل میں وِقَایَۃٌ تھا۔ واؤ کو تا سے بدل دیا گیا۔ وق ی۔ حروف مادہ ہیں۔ وَقٰی۔ یَقِیْ۔ اِتَّقٰی یَتَّقِیْ۔ بچنا۔ پرہیز کرنا۔ حفاظت کرنا۔

ماسوائے ایسی حالت کے کہ تم کو ان سے ظلم کا ڈر ہو۔ ای اِلَّآ ان تخافوا منھم مخافۃً (الخازن) یا تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے ایسا طرز عمل اختیار کرو۔ (تفہیم القرآن)

= یُحَذِّرُکُمْ۔ یُحَذِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (اور اللہ) تم کو ڈراتا ہے۔ خبردار کرتا ہے اپنی ذات سے۔ یعنی اپنے غضب۔ اپنی ناراضگی سے۔

= اَلْمَصِیْرُ۔ اسم ظرف مکان۔ صَارَ یَصِیْرُ کا مصدر بھی ہے۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرار گاہ۔ ٹھکانہ۔

لوٹنا۔ مائل ہونا۔ کاٹنا۔ جمع ہونا۔

۳ : ۳۰ = بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ ۔ میں ھا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے اور ہٗ ضمیر کا مرجع یا عمل سوء ہے یا یوم ہے
= تَوَدُّ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب وُدٌّ (باب سمع) سے مصدر۔ وہ چاہیگی۔ آرزو کرے گی۔
دوست رکھیگی۔

= اَمَدًا ۔ مدت مدید۔

= رَءُوْفٌ ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَأْفَةٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ۔

۳ : ۳۳ = اِصْطَفٰی ۔ اِصْطِفَآءٌ (افتعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب اس نے چن لیا۔ اس نے
پسند کر لیا۔ صَفْوٌ سے باب افتعال میں ت کو ط سے اور واؤ کو ی سے بدل کر اِصْطَفٰی ہو گیا۔
اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ کو چن لینا۔

۳ : ۳۴ = ذُرِّيَّةً ۔ اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذُرِّيَّة کہتے ہیں۔ مگر عرف عام میں
چھوٹی بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ یا تو

۱ :۔ ذَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کا ہمزہ متروک
ہو گیا ہے۔ جیسے رَدِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ ۔ یا

۲ :۔ اس کی اصل ذُرْوِيَّةٌ ہے۔ یا

۳ ۔ ذَرٌّ سے بمعنی بکھیرنا۔ فُعْلِيَّةٌ کے وزن پر جیسے قُمْرِيَّةٌ ہے۔

اس کی جمع ذَرَارِيُّ اور ذُرِّيَّاتٌ ہے۔

= ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ایک نسل جس کے بعض بعض کی اولاد تھے۔ بَعْضُهَا مِنْ
بَعْضٍ ۔ ذُرِّيَّةٍ کی صفت ہے۔

۳ : ۳۵ = اِمْرَاَتُ عِمْرٰنَ ۔ عمران۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی
ہمشیرہ حضرت مریم کے باپ کا نام تھا۔ اِمْرَاَتُ عِمْرٰنَ ۔ میں عمران سے مراد حضرت موسیٰؑ کے
والد نہیں بلکہ عمران کی عورت سے مراد عمران کی نسل میں سے ایک عورت ہے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ
حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں۔ اور حضرت مریم کی والدہ اور حضرت یحییٰ کی والدہ آپس میں رشتہ کی
بہنیں تھیں۔ لہٰذا حضرت مریم ام عیسیٰ علیہ السلام آل عمران میں سے ہوئیں۔

یا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے باپ کا نام بھی عمران ہی تھا۔

۳ : ۳۵ = نَذَرْتُ ۔ ماضی واحد متکلم نَذْرٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ ۔ نَصَرَ) میں نے
منت مانی۔ میں نے نذر مانی۔

= مُحَرَّرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ تَحْرِيْرٌ۔ مصدر۔ آزاد کیا ہوا۔
بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص (مجاہد) عبادت کے لئے خالص کرلیا گیا (شعبی)
دنیا کے دھندوں سے آزاد کردہ (جعفر صادقؒ)

۳ : ۳۶ = اُعِيْذُهَا۔ میں اس کو پناہ دیتی ہوں۔ اِعَاذَةٌ سے اَعَاذَ يُعِيْذُ (باب افعال) کرم یکرم) سے مضارع واحد متکلم۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب عَاذَ يَعُوْذُ۔ ب۔ باب نصر۔ کسی کی پناہ طلب کرنا۔ یا پناہ لینا۔
"وَاللّٰهُ سے تا كَالْاُنْثٰى" جملہ معترضہ ہے۔ وَاِنِّیْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ سے پھر عمران کی عورت کا بیان شروع ہوجاتا ہے۔
= اَلرَّجِيْمِ ط۔ ملعون۔ مردود۔ راندہ ہوا۔ رَجْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ۔ قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے شیطان کے لئے آیا ہے۔ کہ راندۂ درگاہ الٰہی ہے۔

۳ : ۳۷ = اَنْبَتَهَا۔ اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر بمعنی اگانا۔ بڑھانا۔ اس نے اس کو بڑھایا (جاندار کے لئے) اس نے اس کو اگایا۔ (نباتات کے لئے) ای رَبَّهَا الرَّبُّ تَرْبِيَةً حَسَنَةً فِیْ عِبَادَةٍ وَطَاعَةٍ لِرَبِّهَا۔ (روح المعانی)
= كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔ اس نے (اللہ نے) اس کو (مریم کو) زکریا کی کفالت میں دیدیا۔ كَفَّلَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَكْفِيْلٌ (تفعیل) مصدر ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔
كَفَّلَ کا فاعل اللہ۔ یعنی اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنا دیا۔ اس صورت میں ھا ضمیر مفعول اول اور زکریا مفعول دوم ہوگا۔ لیکن تکفیل کے معنی کسی کو اپنی کفالت (ذمہ داری) میں لے لینا بھی ہے۔ اس لئے زکریا فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی زکریا نے مریم کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا كَفَلَ (باب نصر) بمعنیٰ کسی کو اپنی ذمہ داری میں لے لینا۔ کفیل ذمہ دار۔

۳ : ۳۹ = بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ کی طرف سے ایک فرمان۔ اس فرمان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان سے خرقِ عادت کے طور پر ہوئی تھی۔ اس لئے ان کو قرآن میں کلمۃ من اللہ کہا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)
= حَصُوْرًا۔ عورت کے پاس نہ جانے والا۔ عورتوں سے بے رغبت۔ جو عورت کے پاس نہ جائے خواہ نامردی کے باعث یا پاکبازی اور عفت کی خاطر۔ اس کو حَصُوْرٌ کہتے ہیں حَصْرٌ سے بروزن فعولٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۳ : ۴۰ = اَلْكِبَرُ۔ اسم مصدر۔ بڑھاپا۔ پیرانہ سالی۔

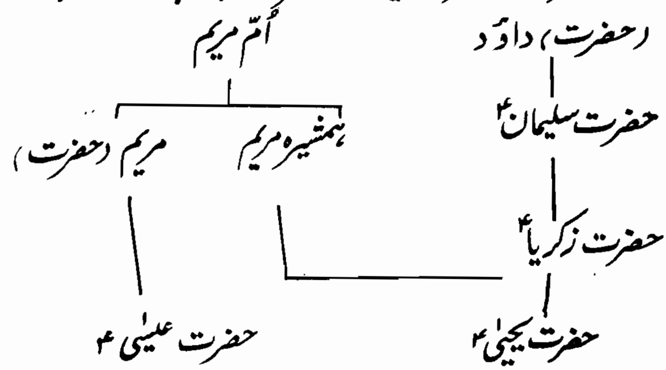
= عَاقِرٌ - بانجھ - عَقَارَۃٌ سے جس کے معنی عورت کے بانجھ ہونے کے ہیں۔

۳ : ۴۱ = اَلْعَشِیِّ - شام - سورج ڈھلے - بعد زوال - دن کا پچھلا وقت - زوال سے لے کر صبح تک کا وقت - نمازِ مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= اَلْاِبْکَارِ - صبح بروزن افعال اسم ہے

فائدہ نمبر ۱ :- آیات نمبر ۴۰ اور ۴۱ میں کلام مابین زکریا اور اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے سوال منجانب زکریا ؑ ہے اور جواب منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

فائدہ نمبر ۲ :- حضرت یحییٰ ؑ کا شجرۂ نسب کچھ یوں بنتا ہے۔



۳ : ۴۳ = اُقْنُتِیْ - تو بندگی کر۔ اطاعت کر۔ قُنُوْتٌ سے۔ جس کے معنی خشوع خضوع کے ساتھ عبادت میں لگے رہنے کے ہیں۔ فعل امر۔ صیغہ واحد مؤنث حاضر۔

= اِرْکَعِیْ - فعل امر - واحد مؤنث حاضر - تو رکوع کر۔

۳ : ۴۴ = اَنْبَاءِ - نَبَأٌ کی جمع - خبریں - حقیقتیں۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَأٌ کہتے ہیں۔ کوئی خبر نَبَأٌ نہیں کہلاتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔

= لَدَیْہِمْ - لدٰی مضاف - ھُمْ مضاف الیہ - ان کے پاس۔

لَدٰی - ظرف مکان غیر متمکن - پاس - طرف - ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لدٰی کی وہی حالت ہوتی ہے جو عَلٰی حرفِ جر کی ہوتی ہے۔

مثلاً لَدَیْنَا - عَلَیْنَا - لَدَیْہِ - عَلَیْہِ -

= یُلْقُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ڈال رہے تھے۔ اَلْاِلْقَاءُ (افعال) کے معنی کسی چیز کو اس طرح ڈالنا کہ وہ دوسرے کو سامنے سے نظر آئے۔ پھر عرف میں مطلق کسی چیز کو پھینک دینے پر القاء کا لفظ بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ قَالَ اَلْقِھَا یا

مُوْسٰی فَاَلْقٰھَا۔ (۲۰: ۱۹) (اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اسے ڈال دو (نیچے پھینک دو) تو اس نے اس کو ڈال دیا۔

= اِذْ یُلْقُوْنَ ...... مَرْیَمَ۔ جب وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے) پھینک رہے تھے کہ ان میں سے مریم کی سرپرستی کون کرے۔ یعنی قرعہ اندازی کی خاطر قلمیں پھینک رہے تھے۔ کہ کس کے نام قرعہ پڑتا ہے۔ یہاں اقلام سے مراد تیر بھی ہو سکتا ہے۔ تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کا ان لوگوں میں دستور تھا۔

= یَخْتَصِمُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ جھگڑ رہے تھے (مریم کی کفالت کے سلسلہ میں)

۳: ۴۵ = کَلِمَۃٍ مِّنْہُ۔ اس (اللہ) کی جانب سے ایک کلمہ۔ اس کا ایک کلمہ۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّہٗ خَلَقَ (عیسٰی) بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ وَ ھُوَ قَوْلُہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنے قول کُنْ سے پیدا کیا۔ یہاں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰؑ کی ذات ہے

= اَلْمَسِیْحُ ۔ بعض علماء کے نزدیک مسیح کا لفظ عبرانی لفظ مشوح سے معرب ہے جس کے معنی معرب کے ہیں۔ اکثر علماء کے مطابق یہ لفظ مشتق ہے اور یہ لفظ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے یعنی مسح کرنے والا۔ کیونکہ آپ جس بیمار پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیتے تھے وہ صحتیاب ہو جاتا تھا۔ یا مسیح بمعنی مساحت کرنے والا۔ زمین کی پیمائش کرنے والا۔ یا زمین پر مسافت پیادہ کرنے والا۔ کیونکہ آپ نے ساری عمر تبلیغ دین کے لئے مسافت میں گذار دی اور کہیں مستقل رہائش اختیار نہ کی۔

اور مسیح اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے چہرے کا ایک رُخ صاف ہو یعنی نہ آنکھ ہو نہ بھویں۔ اسی بناء پر دجال کو دجّال مسیح کہتے ہیں۔

= عِیْسٰی۔ عبرانی لفظ الیشوع کا معرب ہے بمعنی سیّد۔ سردار۔

= وَجِیْھًا۔ صیغہ صفت۔ وَجَاھَۃٌ مصدر۔ (باب کرم) وجاہت والا۔ قدر و منزلت والا باعزت

۳: ۴۶ = اَلْمَھْدِ۔ اسم۔ گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ مراد شیر خوارگی کا زمانہ یا ماں کی گود میں ہونے کا زمانہ

= کَھْلًا۔ باوقار۔ متوسط عمر کا آدمی جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہوں۔ عمر کا وہ حصہ جب آدمی کی قوتیں شباب پر ہوں۔

الکھل۔ ادھیڑ عمر کا۔ تیس سے پچاس سال تک کی عمر والا۔ (المنجد)

= یُکَلِّمُ النَّاسَ ...... کَھْلًا۔ یعنی بچپن سے لے کر پکی عمر تک حکمت و دانش کی باتیں لوگوں کو

بتائے گا۔

۳: ۴۷ = اَنّٰی۔ کیونکر۔ کیسے۔ دیکھو ۲: ۲۲۳

= قَضٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب قَضَآءٌ مصدر۔ قضاء فعلی ہو یا قولی۔ بشری ہو یا الٰہی۔ بہرحال فیصلہ کردینا یا کرلینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کردینا۔ ضرور مفہوم قضا کے اندر ماخوذ ہے۔ صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔

بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقدر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کرلینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مارڈالنا۔

ان سب معانی کے لئے اس کا استعمال قرآن حکیم میں ہوا ہے۔ یہاں مراد فیصلہ کرنا ہے۔

اِذَا قَضٰی اَمْرًا۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے۔

۳: ۴۸ = آیۃ ۴۷ بطور جملہ معترضہ بیچ میں آگئی۔ آیۃ ۴۶ میں فرشتوں کا کلام جو شروع ہوا تھا آیۃ ۴۷ کے بعد اب پھر جاری ہوگیا۔ یہ سلسلہ کلام آیۃ ۴۹ کے اختتام سے قبل ہی ختم ہو کر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلام بغیر کسی تمہید کے شروع ہوجاتا ہے۔ یہ طرز کلام انتشار عربی میں انوکھا اور غیر معروف نہیں ہے۔ اور قرآن حکیم میں اس کی اکثر مثالیں ملیں گی۔

= وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ... کا عطف يُبَشِّرُكِ پر ہے اور ہر دو يُعَلِّمُ اور يُبَشِّرُ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

۳: ۴۹ = الطِّيْنِ۔ گارا۔ مٹی۔ خاک۔ مٹی اور پانی کا آمیزہ۔ مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طین ہے گو اس سے پانی کا اثر زائل ہی کیوں نہ ہوجائے۔

= كَهَيْئَةِ۔ ک۔ حرف تشبیہ۔ هَيْئَةِ۔ کسی چیز کی حالت۔ کیفیت۔ تشکل وصورت هيئ مادہ

= اَنْفُخُ۔ نَفْخٌ سے باب نصر۔ مضارع واحد متکلم۔ میں پھونک مارتا ہوں۔

= اُبْرِئُ۔ اِبْرَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ اِبْرَاءٌ۔ ہر بری چیز۔ مرض وغیرہ سے بری کرنا اور نجات دلانا۔ میں بری کردیتا ہوں مرض سے۔ میں تندرست کردیتا ہوں

= اَكْمَهَ۔ مادرزاد اندھا۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔

= اَبْرَصَ۔ کوڑھی۔ جس کو برص کی مرض ہو۔ ہر دو اکمہ وابرص کی تانیث وجمع بروزن اَفْعَلُ (واحد مذکر) فَعْلَاءُ (واحد مؤنث) فُعْلٌ (جمع مذکر ومؤنث) ہوگی۔

= اُنَبِّئُكُمْ۔ میں تم کو بتاؤں یا بتاتا ہوں۔ نَبَّاَ يُنَبِّئُ۔ نَبَاٌ۔ خبر۔

= تَدَّخِرُوْنَ۔ (باب افتعال) اصل میں تَذْتَخِرُوْنَ تھا۔ اِذْتَخَرَ يَذْتَخِرُ۔ پہلے تاء

کو دال سے تبدیل کیا۔ پھر ذال کو دال بنا کر دال کو دال میں مدغم کیا۔ اِدَّخَرَ یَدَّخِرُ ہو گیا۔ تَدَّخِرُوْنَ تم ذخیرہ کرتے ہو۔ تم آئندہ کے لئے جمع کرتے ہو۔

۳: ۵۲ = اَحَسَّ۔ اِحْسَاسٌ (افعال) سے محسوس کیا اس نے ماضی واحد مذکر غائب ای عرف منہم اصرارھم علی الکفر۔

= فَلَمَّا۔ میں ف فصاحت کے لئے ہے۔

= مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں۔

= حَوَارِیُّوْنَ۔ حَوَارِیٌّ کی جمع۔ حَوَارِیٌّ حَوْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سپیدی کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے۔ بقول شاہ عبدالقادر صاحب حواری اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے دھوبی تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کو کہا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں وہ ان کے ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب ٹھہر گیا۔

۳: ۵۴ = مَكَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ یہاں اس کا فاعل اہل یہود ہیں۔ مَكْرٌ۔ سے جس کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دیا جائے۔ یہ دو قسم پر ہے اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے ورنہ مذموم۔ چال چلنا۔ فریب کرنا۔ دھوکہ دینا۔ دھوکہ کی سزا دینا یا سزا دینے کی خفیہ تدبیر کرنا۔ مکروفریب اردو میں ہم معنی آتے ہیں۔

۳: ۵۵ = مُتَوَفِّيْكَ۔ مُتَوَفِّیْ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف ك ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ۔ میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ میں تجھے اپنی گرفت میں لے کر اٹھانے والا ہوں۔ میں تجھے نیند میں سلانے والا ہوں۔ اور (اس حالت نیند میں) آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اس کا مصدر تَوَفِّیٌ ہے۔ جس کا معنی پورا پورا لینا۔ تمام حق گرفتن۔ تَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ اَی اَخَذْتُهٗ وَقَبَضْتُهٗ تَامًّا۔ سو آیۃ میں مُتَوَفِّيْكَ کا مطلب یہ ہوا۔ میں تجھے سارے کے سارے کو یعنی روح بمعہ جسم قبضہ میں لینے والا ہوں۔ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔ اور اپنی طرف اٹھا لیجانے والا ہوں۔ اگرچہ توفّیٰ کے اور معانی بھی ہیں جیسا کہ اوپر مندرج ہے لیکن آیت کا مطلب متذکرہ بالا جمہور علماء کے نزدیک مقصود ہے اور متعدد احادیث نبوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

= مُطَهِّرُكَ۔ مُطَهِّرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تجھ کو پاکیزہ کرنے والا ہوں۔ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور تجھ کو ان لوگوں (کی تہمتوں) سے پاک کرنے والا ہوں۔ جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔

۳ : ۵۷ = يُوَفِّيهِمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوْفِيَةٌ سے۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا
۳ : ۵۸ = ذٰلِكَ ۔ یعنی ۔ الذی ذکرته لك من اخبار عیسٰی وامه مریم والحواریون وغیر ذٰلك من القصص (یعنی وہ ذکر جو میں نے حضرت عیسٰی اور ان کی والدہ حضرت مریم اور ان کے حواری وغیرہ کے متعلق تجھ سے کیا ہے)
= مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ط یہ اللہ کی آیات اور کلامِ پُرحکمت ہے جس میں سے یہ باتیں تجھے سنائی جارہی ہیں۔
۳ : ۵۹ = اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے آدم اور عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش یکساں ہے وہ بھی اسی کی قدرت کی جلوہ گری ہے اور یہ بھی۔
۳ : ۶۰ = اَلْحَقُّ ۔ یعنی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تخلیق آدم و تخلیق عیسٰی علیہما السلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہردو اس کی قدرتِ کاملہ کی جلوہ گری کا نتیجہ ہیں بالکل حق و صداقت ہے
= مُمْتَرِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِمْتِرَاءٌ مصدر باب افتعال ۔ شک میں پڑنے والے تردّد کرنے والے۔
۳ : ۶۱ = حَاجَّكَ ۔ حَاجَّ (مفاعلہ) يُحَاجُّ مُحَاجَّةً ۔ اس نے تجھ سے جھگڑا کیا۔ حجت بازی کی۔
= فِيْهِ میں ہِ ضمیر واحد مذکر یا تو قصہ عیسٰی علیہ السلام متذکرہ بالا مراد ہے یا یہ ضمیر اَلْحَقُّ کی طرف راجع ہے۔
= تَعَالَوْا ۔ تم آؤ ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَعَالِیٌ سے جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں اصل میں تَعَالَ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے ۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعتِ منزل کے ہیں۔ تو گویا تَعَالَوْا میں رفعتِ منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ علماء لغت کے نزدیک تَعَالِ مطلقاً هَلُمَّ کے ہم معنیٰ ہے۔
= نَبْتَهِلْ ۔ جمع متکلم مضارع مجزوم ۔ اِبْتِهَالٌ ۔ (افتعال) مصدر۔ ہم مباہلہ کریں۔ مباہلہ کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۳: ۶۲ = مَا مِنْ اِلٰهٍ میں نافیہ ہے اور لَهُوَ میں لام تاکید کے لئے ہے۔
۳: ۶۴ = كَلِمَةٍ سے یہاں مراد جملہ اَلَّا نَعْبُدَ ۔۔۔۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ہے جو آیۃ شریفہ میں آگے چل کر مذکور ہے۔
= سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا ۔ اسم مصدر ہے۔ برابر۔ اِسْتِوَاء یعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سِ پر اگر ـُ ہو تو قصر ہوگا جیسے سُوًى (وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوًى) اور اگر سِ پر ـَ ہوگا تو مد کے ساتھ آئیگا جیسا کہ آیت ہذا میں۔ سَوَآءٍ بمعنی وسط کے بھی آتا ہے جیسے فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۳۷: ۵۵) دوزخ کے بیچوں بیچ۔ بمعنی تمام کے بھی آتا ہے جیسے فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ۔ (۴۱: ۱۰) چار دن میں سائلین کی ضرورت کے مطابق پوری پوری۔
كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔ وہ بات جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یعنی اَلَّا نَعْبُدَ ۔۔۔۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔
۳: ۶۶ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ۔ هَا حرف تنبیہ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع مبتدا۔ هٰۤؤُلَآءِ۔ یہ هَا، اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو یہاں اُولَآءِ خبر ہے۔ دیکھو تمہیں ہو وہ لوگ۔
= حَاجَجْتُمْ۔ حَاجَّ يُحَاجُّ مُحَاجَّةٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے حجت بازی کی۔ تم نے جھگڑا کیا
۳: ۶۷ = حَنِيْفًا۔ سب باطل راہیں چھوڑ کر راہِ حق کو پکڑنے والا۔ دیکھو ۲: ۱۳۵۔
۳: ۶۸ = اَوْلٰى۔ زیادہ لائق۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ قریب۔
ولی سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے جیسے اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى۔ (۷۵: ۳۴-۳۵) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔ یہاں اَوْلٰى ۔۔ ۔۔۔ بِاِبْرٰهِيْمَ۔ لوگوں میں سے ابراہیم کے سب سے نزدیک یا قریب۔
۳: ۶۹ = وَدَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَدَّ يَوَدُّ وُدٌّ۔ مَوَدَّةٌ۔ مصدر۔ اس نے دل سے چاہا۔
= لَوْ۔ بمعنی کہ۔
۳: ۷۰ = تَشْهَدُوْنَ۔ تم شاہد ہو۔ تم حاضر ہو۔ تم گواہی دیتے ہو۔ شُهُوْدٌ جس کے معنی حاضر ہونے کے اور موجود ہونے کے ہیں۔ یا شَهَادَةٌ سے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں۔ ای وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حقیقتها بلا شبهة بمنزلة علم المشاهدة اور تم بلا شک حقیقت کو بمنزلہ علم مشاہدہ کے جانتے ہو۔ (روح المعانی)

۳ : ۷۱ = تَلْبِسُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَبْسٌ سے۔ تم خلط ملط کرتے ہو۔ مُلَابِسَةٌ باہم خلط ملط ہونا تَلْبَسُوْنَ ۔ لُبْسٌ سے بمعنی پہننا

۳ : ۷۲ = وَجْهَ النَّهَارِ ۔ دن کا شروع حصّہ۔ جیسے وَجْهُ الدَّهْرِ ۔ زمانہ کا شروع ۔ اللہ کی رضا۔ جیسے فَعَلَ ذٰلِكَ لِوَجْهِ اللهِ ۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ کام کیا۔ چہرہ ۔ ذات جیسے يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ (۵۵ : ۲۷)

۳ : ۷۳ = طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۔ کا خطاب اہل کتاب کے دوسرے اشخاص سے ہے ۔ جو اسی طائفہ کے ہم مذہب ہیں۔

۳ : ۷۳ = وَلَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللهِ اَنْ يُّؤْتٰى اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۔ مفسرین نے اس کو مشکل ترین آیت شمار کیا ہے (ضیاء القرآن)

وقال الواحدی ان ھذہ الاٰیۃ من مشکلات القراٰن واصعبہ تفسیرًا۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اہل یہود کے طائفہ کا قول جو آیہ ماقبل (۳ : ۷۲) میں دیا گیا ہے اس آیۃ کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور وَلَا تُؤْمِنُوْا سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہو جاتا ہے ۔

یحتمل ان یکون الخبر عن الیہود قد تم عند قولہ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔ وقولہ وَلَا تُؤْمِنُوْا ، من کلام اللہ تعالیٰ ثبت بہ قلوب المؤمنین لئلا یشکوا عند تلبیس الیہود وتزویرھم فی دینھم یقول اللہ عزوجل لا تصدقوا یا معشر المؤمنین الا من تبع دینکم ولا تُصَدِّقوا ان یؤتیٰ احد مثل ما اوتیتم من الدین والفضل ولا تصدقوا ان یحاجوکم عند ربکم او یقدروا علی ذٰلِكَ فان الھدیٰ ھدی اللہ وان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ واسع علیم۔ فتکون الاٰیۃ کلھا خطابا للمؤمنین عند تلبیس الیہود لئلا یرتابوا ولا یشکوا۔

(احتمال ہے کہ اہل یہود کے متعلق بات لعلھم یرجعون پر ختم ہو گئی ۔ اور وَلَا تُؤْمِنُوْا الخ کلام اللہ ہے (یہ اس لئے کہ) مؤمنین کے دل نہ ڈگمگائیں) اور اہل یہود کی اپنے دین میں تزویر و تلبیس باعث شک نہ بنے ۔ سو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے مؤمنو! سوائے اپنے مذہب کے پیروکار کے کسی پر اعتبار نہ کرو۔ اور نہ ہی یہ باور کرو کہ جو عنایات تم پر ہوئی ہیں کسی اور پر بھی ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اس امر کو دل میں جگہ دو کہ وہ تم پر خدا کے حضور دلیل میں غالب آجائیں گے کیونکہ ہدایت تو وہی ہے

جو اللہ کی ہدایت ہے۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا ہے اور علیم ہے)

۲۔ اس میں قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ جملہ معترضہ ہے اور دوسرے سب جملوں کا تعلق لَا تُؤْمِنُوْا سے ہے۔ یعنی لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ وَ لَا تُصَدِّقُوْا اَنْ یُّحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ (ضیاء القرآن بحوالہ تفسیر قرطبی) مت مانو کسی کی بات ماسوائے ان لوگوں کے جو تمہارے دین کی پیروی کرتے ہیں اور مت یقین کرو کہ جو انعام و فضل تم پر کیا گیا ہے وہ کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے اور مت مانو یہ بات کہ وہ تمہارے رب کے نزدیک تم پر دلیل سے غالب آ سکتے ہیں۔

تفسیر الخازن میں ہے ثم اختلفوا فیہ فمنہم من قال ھذا کلام معترض بین کلامین و ما بعدہ متصل بالکلام الاول ای لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم و لا تؤمنوا ان یؤتیٰ احد مثل ما اوتیتم...... ولا تؤمنوا ان یحاجوکم عند ربکم

۳۔ طائفۃ من اھل الکتاب کا کلام لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ پر ختم ہو جاتا ہے اور قل ان الھدیٰ سے آیۃ کے اخیر تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے کہ جس طرح وہ ہدایت تمہیں عطا ہوئی تھی اسی طرح وہ اسے کسی اور کو بھی عطا کر دے۔ یا وہ تمہارے رب کی عطائیگی کے بارہ میں حجت بازی کریں تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ ان الفضل بید اللہ ...... الخ

یہاں عِنْدَ رَبِّكُمْ کا مطلب عِنْدَ فِعْلِ رَبِّكُمْ ہوگا۔

۴۔ علامہ عبداللہ یوسف علی اپنی انگریزی تفسیر THE HOLY QURAN میں اہل یہود کے کلام کو لا تؤمنوا (سے لے کر) لمن تبع دینکم پر ختم کر کے آگے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

Say : "True guidance Is the guidance of God : (Fear ye) lest a revelation Be sent to someone (else) Like unto that which was sent Unto you? Or that those (Receiving such revelation) Should engage you in argument Before your Lord?"

۵ - اور اگر اَوْ کو بمعنیٰ اِنْ حرف شرط لیا جائے تو مطلب یوں ہو سکتا ہے کہ اگر اہل یہود وہ کہیں جو انہوں نے لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَکُمْ تک کہا تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے) کہہ کہ اِنَّ الْھُدٰی ..... مَا اُوْتِیْتُمْ۔ اگر وہ خدا کی دین (عطائیگی) پر کٹ حجتی سے کام لیں تو کہہ اِنَّ الْفَضْلَ ...... مَنْ یَّشَآءُ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بات کہنے کے لئے ہدایت کی جاتی ہے یا تو مَنْ یَّشَآءُ پر ختم ہو جاتی ہے۔ یا آیۃ ۷۴ کے اخیر تک چلی جاتی ہے۔
مندرجہ بالا مذکورہ صورتوں کے علاوہ ان فقروں کی اور بھی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں

۳:۷۴ = یَخْتَصُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مخصوص فرماتا ہے
= ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ الفضل موصوف العظیم صفت۔ صفت موصوف مل کر مضاف الیہ۔ ذو مضاف۔ فضل عظیم کا مالک۔

۳:۷۵ = تَاْمَنْہُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب تو اس کو امانت دے۔ تو اس کو امین بنائے۔
= قِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ ڈھیروں۔ انبار۔ جمع قَنَاطِیْر۔
= یُؤَدِّہٖ۔ واحد مذکر غائب۔ مضارع۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ وہ اسے ادا کر دے گا۔ اداء مادہ۔ تَاْدِیَۃٌ مصدر
= مَا دُمْتَ۔ مَادَامَ افعال ناقص میں سے ہے باب نصر (ضرب) سے دوامٌ مصدر۔ ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جب تک تو ٹھہرا رہا۔ جب تک تو رہا۔
مَا دُمْتَ عَلَیْہِ قَآئِمًا۔ جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے۔
= لَیْسَ عَلَیْنَا ..... سَبِیْلٌ۔ ای لیس علینا فی ما اصبناہ من اموال العرب عنابٌ وذَمٌّ۔ اہل عرب کے مال میں سے جو بھی ہم ہتھیا لیں اسی پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ امیوں (غیر یہودیوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے ان سے وہ خلاف کریں۔ دھوکہ دیں۔ نقصان پہنچا دیں۔ امانت کو ادا نہ کریں۔ کسی طور پر مال اینٹھ لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳:۷۶ = بَلٰی۔ حرف۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلْ تھا۔ بلیٰ کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔
(۱)۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴:۷) کافروں کو خیال ہے کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔ (۲)۔ یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو

نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلَیْسَ زید بقائم کیا زید کھڑا نہیں۔ جواب میں کہا جائیگا بَلٰی۔ ہاں یعنی کھڑا ہے۔ یا استفہام توبیخی ہو جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ہ بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ (۷۵: ۳-۴) کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔

یا استفہام تقریری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَہِدْنَا (۷: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں

نَعَمْ اور بَلٰی میں فرق یہ ہے کہ نَعَمْ استفہام مجرد کے جواب میں آتا ہے۔ اور بَلٰی بالاتفاق ایجاب کے جواب میں نہیں آتا۔ بلکہ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو مقترن (متصل) بنفی ہو۔ نیز بَلٰی ابطال نفی کے لئے آتا ہے۔ اور نَعَمْ تصدیق ماقبل کے لئے۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ (۷: ۱۷۲) بلیٰ کی مثال۔ اور نَعَمْ کی مثال۔ فَہَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ۔

= اَوْفٰی۔ اِیْفَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پورا کیا۔

(۳: ۷۸) = یَلْوٗنَ مضارع جمع مذکر غائب لَیٌّ مصدر۔ باب نصر۔ وہ گھماتے ہیں۔ وہ پھراتے ہیں۔ لَیٌّ۔ موڑنا۔ مروڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوٰی یَلْوِیْ (ضرب) لَوٰی لِسَانَہٗ یا لوی بلسانہٖ اس نے زبان پھیرلی یعنی جھوٹ کہا۔ خود اپنی طرف سے بات گھڑلی۔ مطلب یہ کہ زبان مروڑ کر الفاظ بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ مثال۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کو قُلْ اَنْ مَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ پڑھنا۔

اگر لَوٰی کے اول مفعول پر عَلٰی ہو تو متوجہ ہونے اور منہ پھیر کر دیکھنے کے ہیں۔ لَا یَلْوِیْ عَلٰی اَحَدٍ۔ وہ ایسا بھاگا کہ کسی طرف منہ پھیر کر نہ دیکھا۔

۳: ۷۹ = وَلٰکِنْ۔ اور کُوْنُوْا کے درمیان یَقُوْلُ محذوف ہے بلکہ وہ تو یہ کہے گا۔

= رَبّٰنِیّٖنَ۔ زاہد۔ خداپرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ مربیّ۔ مرشد خلق۔ رَبّانی کی نسبت رب کی طرف ہے اس نسبت سے اسے رَبِّیٌّ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مبالغہ کے لئے الف نون کا اضافہ کردیا ہے۔ جیسے بڑی گھنی ڈاڑھی والے کو لِحْیَانِیٌّ اور بہت فربہ گردن والے کو رَقْبَانِیٌّ کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں ربّانی کا مطلب ہوگا بالکل اللہ والا۔

= تَدْرُسُوْنَ۔ (باب نصر) مضارع جمع مذکر حاضر تم پڑھتے ہو

۳: ۸۰ = وَلَا یَاْمُرَکُمْ۔ ثُمَّ یَقُوْلَ پر عطف ہے اور اس کا فاعل بشر ہے جو ابتدائی

آیۃ میں مذکور ہے اور وہ بندہ نہیں حکم دے گا تمہیں۔

= اَیَاْمُرُکُمْ۔ تعجب اور استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی وہ ایسا حکم ہرگز نہیں دیگا۔ ضمیر فاعل بشر کی طرف راجع ہے۔

۳: ۸۱ = اس آیۃ میں میثاق النبیین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبیوں کے بارہ میں میثاق لیا گیا۔ دوسرا وہ میثاق جو نبیوں سے لیا گیا تھا۔

بعض مفسرین نے پہلا مطلب اختیار کیا ہے اور ان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی ہیں اور بعضوں نے دوسرا مطلب اختیار کیا ہے۔ لیکن پہلا مطلب زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرے مطلب کی صورت میں ما حاصل یہ ہوگا کہ اللہ نے نبیوں میں سے ہر ایک نبی سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی دوسرا رسول اس کے عہد میں مبعوث ہو تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اس کا ساتھ دے۔

تاریخ میں کب اور کہاں ایسے حالات معرض وجود میں آئے کہ ایک امت کی جانب ایک رسول کتاب و حکمت لے کر آیا ہو اور اس کی حیات ہی میں ایک دوسرا رسول کتاب و حکمت کے ساتھ مبعوث ہوا ہو۔ اگر کبھی دو نبی ایک ہی وقت میں ایک ہی امت کی طرف بھیجے گئے تو دوسرا محض پہلے کی تائید اور نصرت کی خاطر مبعوث ہوا۔

اور جہاں تک اس آیت سے یہ مطلب اخذ کرنے کا سوال ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی پیروی کا اقرار لیا گیا تھا تو امام رازی نے اس بارہ میں ایک بہت معقول سوال اٹھایا ہے کہ رسول مقبول کی بعثت کے وقت تمام انبیاء فوت ہو چکے تھے وہ کیسے ایسے وثاق کے مکلف ہو سکتے تھے۔ لہذا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا موقف ہے وہ درست ہے کہ یہ میثاق ہر امت سے لیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک کو بذریعہ رسول کتاب و حکمت دی گئی ہے لیکن جب کبھی اس کے بعد کوئی اور رسول منجانب اللہ کتاب و حکمت لے کر آئے۔ جو پہلی کی تصدیق و تائید میں ہو تو اس وقت کی امت پر فرض ہوگا کہ نئے آنے والے رسول کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ تعاون کرے کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور جتنے بھی خدا کے رسول ہیں سب اسی کی دعوت دینے والے ہیں۔

= وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ۔ اور یاد کرو جب ہم نے نبیوں کے بارہ میں عہد لیا تھا۔

= لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ ہر دو فعل مضارع معروف بالام تاکید و نون ثقیلہ ہیں۔ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

= اِصْرِيْ۔ میرا عہد۔ چونکہ عہد کی ذمہ داری کا بھی انسان پر بوجھ ہوتا ہے اس لئے اِصْرٌ کا

استعمال عہد کے معنی میں بھی ہوتا ہے جمع اَصَادٌ

۳:۸۴ = اَسْبَاط ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سِبْطٌ کی جمع جس کے معنی پوتے اور نواسے دونوں کے ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ آتا ہے یہاں حضرت یعقوب کی اولاد مراد ہے۔

۳:۸۵ = یَبْتَغِ ۔ اصل میں یَبْتَغِیْ تھا۔ من عامل کی وجہ سے غ جو آخری متحرک حرف تھا ساکن ہو گیا۔ ی بوجہ ساکنین کے گر گئی۔ ی کی موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے غ مکسور کر دی گئی مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ ابتغاء مصدر۔ چاہے۔ ڈھونڈھے۔ طلب کرے۔

۳:۹۱ = مِلْءُ ۔ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ جمع اَمْلَاءٌ

مِلْءُ الْاَرْضِ ۔ مضاف مضاف الیہ اتنی مقدار جو زمین بھر میں سما سکے۔

= اِفْتَدٰی ۔ اس نے اپنے چھڑانے کا بدلہ (فدیہ) دیا۔

ماضی واحد مذکر غائب اِفْتِدَاءٌ (افتعال) کے وزن پر۔

پارہ
لَن تَنَالُوا
(۴)
اٰلِ عِمرَان - النِّسَاء

۳ : ۹۲ = لَنْ تَنَالُوا - مضارع نفی تاکید بلن - صیغہ جمع مذکر حاضر
اصل میں لَنْ تَنَالُوْنَ تھا۔ لَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ صیغہ جمع کو ظاہر کرنے کے لئے اخیر میں الف زائد کردیا گیا۔ تم ہرگز نہیں پاؤ گے۔ تم ہرگز نہیں پہنچو گے۔
نَیْلٌ سے (باب سمع)

= البِرَّ۔ مصدر۔ مفعول بہ ہے فعل لَنْ تَنَالُوا کا۔ نیکو کاری۔ نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ طاعت صلاحیت۔ سچائی۔ نیک برتاؤ۔
بِرٌّ۔ میں اعتقادی و عملی دونوں قسم کی نیکیاں شامل ہیں۔
مثال۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔۔۔۔۔۔
(۲ : ۱۷۷)

= تُنْفِقُوْا - اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) سے جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف۔ نون اعرابی عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔ تم خرچ کرو۔ تم خرچ کرو گے۔ تم خرچ کرتے ہو۔

۳ : ۹۳ = اِسْرَآءِيْلُ - سے اگر بنی اسرائیل مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ نزول توراۃ سے قبل بنی اسرائیل نے رسماً بعض چیزیں حرام قرار دے لی تھیں جن کی حرمت توراۃ میں مذکور نہیں ہے۔ اور اگر اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام لئے جاویں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے طبعی کراہت کی وجہ سے یا کسی مرض کی بناء پر احتراز فرمایا تھا۔ پھر ان کے بعد ان کی اولاد نے ان چیزوں کو ممنوع سمجھ لیا تھا۔

۳ : ۹۴ = اِفْتَرٰى - اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔
اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) ماضی واحد مذکر غائب فری حروف مادہ اَلْفَرْیُ (نصر) کے معنی چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اور اِفْرَاءٌ (افعال)۔ کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْتِرَاءٌ۔ جھوٹ۔ دشمنی۔
اِفْتَرٰى عَلَيْهِ الْكَذِبَ کسی پر تہمت لگانا۔ کسی پر جھوٹ باندھنا۔
فَمَنْ ۔۔۔۔۔ الْكَذِبَ۔ پس جو شخص اللہ پر جھوٹا بہتان تراشتا ہے۔
= مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ۔ اس وضاحت کے بعد جو آیہ ۹۳ میں کی گئی ہے۔

۳ : ۹۵ = مِلَّةَ۔ دین کی طرح ملّت بھی اس دستور کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی زبان پر بندوں کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ قرب خداوندی حاصل کرسکیں دین اور ملّت میں فرق یہ ہے کہ ملت کی اضافت صرف اس نبی کی طرف ہوتی ہے جس کا

وہ دین ہوتا ہے پس فَاتَّبِعُوْا ۔۔۔۔۔اِبْرَاهِيْمَ پس دین ابراہیم کی پیروی کرو
= حَنِيْفًا۔ اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الحَنِيْفُ ۔
بروزن فَعِيْلٌ جو باطل کو چھوڑ کر استقامت پر آجائے۔ جو سب سے بے تعلق ہو کر صرف خدا کا ہو جائے
۳ : ۹۷ = فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ ج ۵ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ فِيْهِ اور دَخَلَهٗ
میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب بَيْت کی طرف راجع ہے جو آیہ ماقبل میں مذکور ہے۔
فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ (فمنها) مقام ابراھیم۔ اس میں کئی روشن نشانیاں ہیں (ان میں سے
ایک) مقام ابراہیم ہے۔
۳ : ۹۹ = تَصُدُّوْنَ۔ صَدٌّ (نَصَرَ) تم روکتے ہو۔ تم بند کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔
= تَبْغُوْنَهَا۔ تم اس کو چاہتے ہو بَغْیٌ سے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب
جو سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔ سبیل مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔
عِوَج یَعْوَجُ (سمع) سے اسم ہے ٹیڑھا ہونا۔ کج ہونا۔ جو کجی آنکھوں سے نظر آجائے مثلاً دیوار
کا ٹیڑھا ہونا۔ وہ عَوَجٌ (بفتح عین) ہے اور جو نظر نہ آئے مثلاً سوچ و سمجھ میں کجی۔ قول میں کجی (عین
کے کسرہ کے ساتھ) ہے۔
۳ : ۱۰۱ = يَعْتَصِمْ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِعْتِصَامٌ (افتعال) مصدر۔ مضبوط پکڑنا
ہے۔ عِصْمَةٌ۔ گردن بند۔ حمیل۔ عُصْمَةٌ اور عِصَامٌ کتے وغیرہ کی گردن کا پٹہ۔ عِصَام۔
مشک کا بندھن مِعْصَمٌ کلائی کا پونچا۔ عَصْمٌ مصدر۔ (ضَرَبَ سے) اختیار کرنا۔ بچانا۔ محفوظ رکھنا
عَصَمَ اِلَيْهِ اس نے اس کی طرف پناہ لی۔ اِعْتِصَامٌ (اِفْتِعَالٌ) گناہ سے بچے رہنا۔ اِنْعِصَامٌ
(انفعال) گناہ سے بچنا۔
۳ : ۱۰۳ = اَلَّفَ۔ اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَاْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) سے
جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ تالیف القلوب دلوں کو اکٹھا کرنا۔ باہمی
الفت پیدا کرنا۔
= شَفَا۔ کنارہ۔ یہ لفظ ہلاکت کے قریب ہونے کے لئے ضرب المثل ہے (ش ف و حروف
مادہ ہیں) چنانچہ کہتے ہیں اَشْفٰى فُلَانٌ عَلَى الْهَلَاكِ فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔
= حُفْرَةٍ۔ گڑھا۔ حَفْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ حُفَرٌ جمع حَفَّارٌ
گورکن۔ مِحْفَرٌ بیلچہ۔ شَفَا حُفْرَةٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ گڑھے کا کنارہ
= اَنْقَذَكُمْ۔ اَلْاِنْقَاذُ (افعالٌ) کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا۔ نجات دینا۔ اس نے

تم کو بچا لیا۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ فَرَسٌ نَقِیْذٌ دشمن کے ہاتھ سے چھینا ہوا گھوڑا۔ گویا وہ دشمن سے بچا لیا گیا ہے۔ جمع نَقَائِذُ۔

۳ : ۱۰۴ = وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ۔ لِتَكُنْ میں لام امر ہے صیغہ واحد مؤنث غائب۔ امر غائب و متکلم معروف بناوٹ کے لحاظ سے کوئی مستقل فعل نہیں بلکہ ایک دوسرا نام مضارع بلام امر کا ہے لام امر و مضارع غائب و متکلم معروف کے آٹھوں صیغوں سے خاص ہے جو صیغہ ہائے واحد کو جزم دیتا ہے۔ جیسے لِيَكُنْ (واحد مذکر غائب) لِتَكُنْ (واحد مؤنث غائب) اور لِاَكُنْ واحد متکلم۔ نون اعرابی کے سقوط اور نون ضمیری کی قائمی میں مثل لَمْ کے عمل کرتا ہے۔

وَلْتَكُنْ ۔ چاہئے کہ ہو ایک (جماعت) تم میں سے جو ......

= مِنْكُمْ۔ میں مِنْ۔ تبیین کے لئے ہے تبعیض کے لئے نہیں۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام تمام امت پر واجب ہے کسی مخصوص جماعت کی ذمہ داری نہیں۔

۳ : ۱۱۱ = لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلن۔ صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ہرگز تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

= اَذًى ۔ تکلیف۔ اذیت۔ کوفت۔

= يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۔ وَلّٰى يُوَلِّىْ ۔ (باب تفعیل) پیٹھ دینا۔ پشت پھیر کر بھاگنا۔ اَدْبَارٌ جمع دُبُرٌ کی۔ بمعنی پیٹھ۔ وہ تمہاری طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

۳ : ۱۱۲ = ضُرِبَتْ ۔ ڈال دی گئی۔ مار دی گئی۔ لازم کر دی گئی۔ مسلط کر دی گئی۔ لگا دی گئی۔ ضَرْبٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ عَلٰى کے ساتھ تاریک پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ۔ ذلت (اور رسوائی) ان پر لازم کر دی گئی ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔ ذلت و رسوائی۔ محتاجی اور بے نوائی ان پر مسلط کر دی گئی۔ ان پہ لازم کر دی گئی۔

= ثُقِفُوْا۔ ثَقِفَ (سَمِعَ) کسی چیز کو پانا اور اس پر کامیاب ہونا۔ وہ پائے گئے۔

= حَبْلٌ۔ رسّی۔ عہد و پیمان۔ چونکہ رگ بھی رسّی سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے قرآن حکیم میں شاہ رگ کو حَبْلُ الْوَرِيْدِ۔ (۵۰ : ۱۶) فرمایا ہے۔

= بَآءُوْا۔ انہوں نے کمایا۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹے (باب نصر) بَوَاءٌ۔ جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازًا اس کے معنی کمانے۔ لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آئے ہیں۔ ب و ء۔ مادّہ۔

مَكَانٌ بَوَاءٌ۔ اترنے۔ فروکش ہونے کے لئے سازگار اور موافق جگہ۔ بَوَّأْتُ لَهٗ مَكَانًا۔

میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا ۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۔ (۳ : ۱۲۱) اور جب تم صبح گھروں سے رخصت ہوئے اور مومنوں کو لڑائی کے لئے مناسب جگہ پر بٹھانے لگے ۔

= ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ ...... وَالْمَسْكَنَةُ ۔ لازم کردی گئی ان پر ذلت اور رسوائی جہاں کہیں بھی وہ ہیں ۔ بجز اس کے کہ وہ کسی عہد نامہ کی رو سے اللہ سے یا دوسرے لوگوں سے پناہ حاصل کر سکیں (اللہ کی طرف سے عہد نامہ ان کا اہل کتاب ہونا اور پابند شریعت ہونا ۔ اور لوگوں کی طرف سے عہد نامہ کسی سیاسی معاشرتی وجوہ کی بناء پر بہ شرائط پناہ حاصل کرنا) اور وہ مستحق ہو گئے اللہ کے غضب کے اور مسلط کر دی گئی ان پر محتاجی اور بے نوائی ۔

۳ : ۱۱۲ = عَصَوْا ۔ انہوں نے نافرمانی کی ۔ انہوں نے اطاعت نہ کی ۔ انہوں نے کہنا نہ مانا ۔ مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ عَصَوْا اصل میں عَصَيُوْا تھا ۔ یا متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا اب واؤ اور یاء ، دو ساکن اکٹھے ہو گئے لہٰذا الف گر گیا اور عَصَوْا رہ گیا ۔

= كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب ۔ اِعْتِدَاءٌ مصدر (افتعال) ع د و ۔ مادہ ۔ وہ زیادتی کرتے تھے ۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے ۔

۳ : ۱۱۳ = اٰنَاءَ ۔ اوقات ۔ گھڑیاں ۔ اِنًى ۔ واحد ۔ وقت کا کچھ حصہ ۔ ان ی ۔ حروف مادہ

۳ : ۱۱۵ = فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۔ تو اس کار خیر سے انکار نہیں کیا جائے گا ۔ یعنی اس کار خیر کا ان کو اجر دیا جائے گا ۔ مضارع مجہول نفی تاکید بلَنْ ۔ صیغہ جمع مذکر غائب

۳ : ۱۱۶ = لَنْ تُغْنِيَ ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلن ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب (باب افعال) وہ کفایت ہرگز نہیں کرے گی ۔ وہ ہرگز کام نہ آئے گی ۔

هٰذَا مَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ۔ یہ تمہارے کسی کام نہ آئے گی ۔

۳ : ۱۱۷ = صِرٌّ ۔ اسم ۔ پالا ۔ سردی ۔ ٹھنڈک ۔ لُو ۔ باد سموم

۳ : ۱۱۸ = بطانة ۔ ولی ۔ دوستی ۔ رازدار ۔ بھیدی ۔ استر ۔ کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا رہے بطن سے مشتق ہے بطن کا استعمال ہر شے میں ظہر کے خلاف ہوتا ہے ۔ باہر کی جانب کو ظہر کہتے ہیں ۔ اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں ۔ کپڑے کے اوپر کے حصہ کو ظھارہ اور اندرونی اور نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا رہے بطانة کہتے ہیں ۔

= لَا يَاْلُوْنَكُمْ = مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (باب نصر) اَلْوٌ اُلُوٌّ ۔ اُلِيٌّ ۔ مصادر کسی کام میں کوتاہی کرنا ۔ دیر لگانا ۔ کہتے ہیں لَمْ يَاْلُ جُهْدًا ۔ اس نے کوشش کرنے میں کوتاہی نہیں کی ۔

= خَبَالًا ۔ تباہ کرنا ۔ خرابی مچانا ۔ فساد ۔ تباہی ۔ وہ خرابی یا فساد جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے ۔

لَا یَاۡلُوۡنَکُمۡ خَبَالًا ط وہ تمہیں خرابی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

= وَدُّوۡا ۔ وہ پسند کرتے ہیں ۔ وہ محبت کرتے ہیں ۔ وہ تمنا کرتے ہیں ۔ وُدٌّ ۔ محبت وَدُوۡدٌ ۔ محبت والا ۔ (اللہ کے اسمار حُسنٰی میں سے ہے)

وَدَّ ۔ یَوَدُّ ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔

= عَنِتُّمۡ ۔ تم کو مضرت پہنچی ۔ تم کو ایذا پہنچی ۔ عَنَتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے

عَنَتٌ ۔ گناہ ۔ بدکاری ۔ زنا ۔ تکلیف ۔ مشقت ۔ فساد ۔ ہلاکت ۔ غلطی ۔ جور ۔ اذیت

= اَفۡوَاهِهِمۡ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَفۡوَاہٌ ۔ فُوۡہٌ کی جمع ہے ۔ وَ کو گرا کر م سے بدل کر فَمٌ بمعنی منہ ہے ۔

۳ : ۱۱۹ = هٰۤاَنۡتُمۡ ۔ ھَا تنبیہ کے لئے ہے اَنۡتُمۡ ۔ مبتدار اور اُولَآءِ خبر ہے ۔

= لَقُوۡکُمۡ ۔ وہ تم سے ملتے ہیں ۔ ماضی جمع مذکر غائب کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ لَقُوۡا اصل میں لَقِیُوۡا تھا ۔ لِقیٌ سے ۔

= خَلَوۡا ۔ وہ تنہا ہوئے ۔ وہ اکیلے ہوئے ۔ خَلَآءٌ سے ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

= عَضُّوۡا ۔ انہوں نے کاٹ کاٹ کھایا ۔ انہوں نے دانتوں میں دبایا ۔ عَضٌّ سے (باب سمع) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔

= اَلۡاَنَامِلَ ۔ اَنۡمِلَةٌ کی جمع ۔ جس کے معنی پہلے پورے کے ہیں جس میں ناخن ہوتا ہے ۔ انگلیاں ۔ عَضُّوۡا عَلَیۡکُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَیۡظِ ۔ تمہارے خلاف غصہ و غضب کی وجہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں ۔

۳ : ۱۲۰ = تَمۡسَسۡکُمۡ ۔ (باب ضَرَبَ ۔ نَصَرَ) وہ تم کو چھوئے ۔ وہ تم کو پہنچے ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔

= تَسُؤۡهُمۡ ۔ وہ ان کو بری لگتی ہے ۔ وہ ان کو ناخوش کرتی ہے مضارع واحد مؤنث غائب هُمۡ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب ۔

= کَیۡدٌ ۔ مصدر اور اسم مصدر ۔ اچھی تدبیر ۔ بُری تدبیر ۔ مکروفریب ۔ چال ۔ داؤ ۔

= مُحِیۡطٌ ۔ اسم فاعل ۔ اِحَاطَةٌ ۔ مصدر ۔ حوط ۔ مادّہ ۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا ۔

۳ : ۱۲۱ = یہاں سے لے کر سورۃ کے آخیر تک کلام جنگِ اُحد کے بعد نازل ہوا ۔ نُبُوَّئُ ۔ دیکھو ۱۱۲:۳

= مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ - مَقَاعِدَ - صیغہ جمع منتہی الجموع - ظرف مکان - مَقْعَدٌ واحد - بیٹھنے کی جگہ - گھات لگانے کے مقامات - مورچے

۳: ۱۲۲ = هَمَّتْ - ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب - هَمٌّ - مصدر - هَمَّ يَهُمُّ (نصر) اس نے ارادہ کیا۔

= طَائِفَتَانِ - دو گروہ - دو جماعتیں - دو فرقے - طَائِفَةٌ کا تثنیہ ہے۔

جنگ احد کے لئے (۷ شوال بروز ہفتہ ۳ ہجری کو) جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار مجاھدین کے ہمراہ مدینہ شریف سے نکلے۔ تو رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ہمراہ تھا لیکن راستہ میں شوط کے مقام پر وہ اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی قبیلہ اوس کی شاخ بنی حارثہ اور خزرج کی شاخ بنی سلمہ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کے دل میں بھی جنگ سے واپسی کا خیال ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور اس لغزش کے ارتکاب سے ان کو بچالیا۔

= تَفْشَلَا - وہ دونوں بزدلی کریں - فَشِلَ يَفْشَلُ (سمع) فَشْلٌ بزدل ہونا - بزدلی کرنا - ہمت ہار دینا - مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب - نون اعرابی اَنْ کی وجہ سے گر گیا۔

= وَاللّٰهُ - میں واؤ حالیہ ہے۔

۳: ۱۲۳ = اَذِلَّةٌ - کمزور - نرم دل - ذلیل - ذَلِيْلٌ کی جمع ہے۔

۳: ۱۲۴ = اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ - أ - برائے استفہام - لَنْ يَّكْفِيَ - مضارع منفی تاکید بلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر كَفٰى يَكْفِيْ (ضرب) كِفَايَةٌ سے کافی ہونا - كِفَايَةٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت کو اس طرح پوری کردے کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے - کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے

= اَنْ يُّمِدَّكُمْ - مَدَّ يَمُدُّ وَاَمَدَّ يُمِدُّ - ۔ ب - کسی کو لشکر یا رسد مہیا کرنا - يُمِدُّ کی دال کے ضمہ کو نصب بوجہ اَنْ آئی ہے۔

۳: ۱۲۵ = يَاْتُوْكُمْ - میں ضمیر فاعل اہلِ کفار کی طرف راجع ہے جو جنگِ احد میں اہل اسلام کے خلاف نبرد آزما تھے

= مِنْ فَوْرِهِمْ - فَوْرٌ - اسم فعل - جوش - اُبال - عجلت - فوراً - اَلْفَوْرُ کے معنی سخت جوش مارنے کے ہیں - یہ لفظ آگ کے بھڑک اٹھنے پر بھی بولا جاتا ہے اور ہانڈی اور غصہ کے جوش کھانے پر بھی - قرآن مجید میں ہے وَفَارَ التَّنُّوْرُ (۱۱: ۴۰) اور تنور جوش مارنے لگا۔

ہانڈی کے اوبال کو فَوَّادَۃٌ کہا جاتا ہے پھر تشبیہ کے طور پر پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کو بھی فَوَّارَۃُ الْمَاءِ کہتے ہیں۔ ایک محاورہ ہے فَعَلْتُ کَذَا مِنْ فَوْرِیْ۔ میں نے جوش میں ایسا کیا۔

پس یَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا کا مطلب یہ ہوا کہ

اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتہً حملہ کر دیں۔

= مُسَوِّمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسَوِّمٌ واحد تَسْوِیْمٌ مصدر سُوْمَۃٌ سے اپنے لئے نشان مقرر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کا خصوصی نشان بنانے والے۔

= وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ۔ میں ہٗ ضمیر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے اتارنے کے ذریعہ سے مسلمانوں کی امداد کے امر کے متعلق ہے

۳: ۱۲۷ = لِیَقْطَعَ۔ قَطْعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب فتح) مضارع پر لام جار مکسور فعل کی علت یا سبب بیان کرنے کے لئے آئے تو اس کے بعد اَنْ مصدری ناصب کا آنا ضروری ہے اور مضارع پر اسی اَنْ کی وجہ سے نصب آیا ہے اگر اَنْ مذکور نہ ہو جیسا کہ آیۃ ہذا میں ہے تو محذوف مقدر قرار دیا جائیگا۔ لیکن اگر فعل سے پہلے لا نفی آیا ہو تو لام جر کے بعد اَنْ کو ذکر کرنا لازم ہے۔ جیسے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ (۲: ۱۵۰)

= لِیَقْطَعَ۔ تاکہ کاٹ دے۔ ہلاک کر دے۔

= طَرَفًا۔ طَرَفٌ کی جمع اَطْرَافٌ۔ ایک ٹکڑہ۔ ایک حصہ۔

= یَکْبِتَہُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کَبْتٌ مصدر باب ضَرَبَ تاکہ وہ ان کو ذلیل کرے۔ مضارع پر نصب لام جار مکسور کی وجہ سے ہے جو کہ محذوف ہے اصل میں یہ لِیَقْطَعَ کی طرح لِیَکْبِتَہُمْ تھا۔

= خَائِبِیْنَ۔ نامراد۔ خَیْبَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۳: ۱۲۶-۱۲۷ = ترجمہ۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ امداد کا وعدہ مسلمانوں کو خوشخبری اور ان کے اطمینان قلب کی خاطر کیا۔ اور دوم یہ کہ اہل کفار کا ایک بازو کٹ جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو کر نامراد واپس لوٹیں۔

۳: ۱۳۰ = الرِّبٰوا۔ بیاج۔ سود

= اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً۔ کئی گنا۔ چند در چند۔ مُضٰعَفَۃً۔ اَضْعَافًا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳: ۱۳۱ = اُعِدَّتْ۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اِعْدَادٌ (اِفْعَالٌ) سے

جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی

۳: ۱۳۳ = سَارِعُوْا۔ جلدی کرو، دوڑو۔ سرعت سے کام لو۔ مُسَارَعَةٌ جس کے معنی دوڑنے اور دوڑانے کے ہیں۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔

۳: ۱۳۴ = اَلسَّرَّآءِ۔ خوشی۔ خوشحالی۔ الضَّرَّآءُ کا متضاد

= الضَّرَّآءِ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ مرض۔ بیماری۔ مصیبت۔

= کَاظِمِیْنَ۔ کَاظِمٌ کی جمع ہے کَظْمٌ۔ کُظُوْمٌ۔ مصدر۔ (ضرب) غصہ روکنے والے غصّہ پی جانے والے۔ کُظُوْمٌ کا اصل معنی ہے سانس رُکنا۔ مجازًا خاموش ہو جانا۔ بَعِیْرٌ کَاظِمٌ اور اِبِلٌ کُظُوْمٌ۔ وہ اونٹ جس نے جگالی کرنی چھوڑ دی ہو کَظَمَ السِّقَاءَ اس نے پانی بھر کر مشک کا منہ باندھ دیا۔ کَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ میں قفل لگا دیا

= اَلْعَافِیْنَ۔ عَفَا عَنْ۔ معاف کرنا۔ عَفْوٌ سے۔ معاف کرنے والے۔

۳: ۱۳۵۔ لَمْ یُصِرُّوْا۔ مضارع نفی حجد بَلَمْ۔ انہوں نے اصرار نہیں کیا۔ جمے نہیں رہے۔ اڑے نہیں رہے۔

۳: ۱۳۷ = سُنَنٌ۔ سُنَّةٌ کی جمع۔ طریقے۔ راہیں۔ مثالیں۔ سنت، قانونِ شرعی۔ طور و اطوار عادت۔ دستور۔ طریقہ جاریہ۔ یہاں مراد مختلف قوموں کے عروج وزوال

۳: ۱۳۹ = لَا تَهِنُوْا۔ وَهْنٌ سے۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سست مت ہو۔ تم بزدل مت ہو۔ تم کمزور مت ہو۔

۳: ۱۴۰ = یَمْسَسْکُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تم کو لگتا ہے تم کو پہنچتا ہے۔ تم کو چھوتا ہے۔

= قَرْحٌ۔ کسی بیرونی شے سے پہنچنے والا زخم۔ مثلاً۔ تلوار کا زخم۔

اَلْقَرْحُ۔ اندر سے پیدا ہونے والا زخم۔ مثلاً پھوڑا۔ پھنسی کا زخم۔ اول متعدی ہے اور باب فتح سے آتا ہے دوم لازم ہے اور باب سمع سے آتا ہے لیکن کبھی باب فتح سے آتا ہے۔ جیسے قَرَحَ قَلْبُهٗ۔ اس کا دل زخمی ہو گیا۔ قَرْحٌ مصدر بھی ہے۔ زخمی کرنا۔ قُرْحٌ اس دکھ اور تکلیف کو بھی کہتے ہیں جو کسی زخم سے پیدا ہو۔ یہاں زخمی ہونا اور دکھ پانا مراد ہے

۳: ۱۴۰ = نُدَاوِلُهَا۔ جمع متکلم مضارع۔ مُدَاوَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) ھَا ضمیر واحد مؤنث مفعول ہم اس کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ دَلْوٌ دَوْلٌ ڈول (جو اوپر نیچے آتا جاتا ہے) دَوْلَةٌ و دُوْلَةٌ

مالی چکر۔ دولت کہ وہ بھی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ آتی جاتی رہتی ہے۔

۳: ۱۴۱ = لِيُمَحِّصَ۔ تَمْحِيصٌ۔ (تفعیل) تاکہ خالص اور صاف کر دے۔
اَلْمَحْصُ۔ کسی چیز کو کھوٹ اور عیب سے پاک کرنا۔ مَحَصْتُ الذَّهَبَ میں نے سونے کو آگ میں گلا کر اس کے کھوٹ کو الگ کر دیا۔ دلوں کے پاک کرنے پر تمحیص کا استعمال بمثل تزکیہ و تطہیر ہوتا ہے۔

دعا میں ہم کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ مَحِّصْ عَنَّا ذُنُوْبَنَا۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں کو جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں دور کر دے۔

= يَمْحَقَ۔ مَحْقٌ مصدر (فتح) وہ گھٹاتا ہے۔ تاکہ وہ مٹا دے۔ تاکہ وہ ہلاک کر دے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (۲: ۲۷۶) خدا سود کو نابود اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔

۳: ۱۴۲ = لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ۔ میں يَعْلَمُ مضارع مجزوم بوجہ لَمَّا کے ہے متحرک کرنے کے لئے میم کو کسرہ دیا گیا۔ ابھی جانا ہی نہیں اللہ نے یعنی آزما کر دیکھا ہی نہیں
= وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۔ میں میم پر فتح بوجوہِ ذیل ہے۔

۱:۔ واؤ حرف عطف ہے اور يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ کا يَعْلَمِ اللّٰهُ پر عطف ہے۔ دراصل یہاں بھی مجزوم تھا۔ لیکن التقاء ساکنین کی وجہ سے میم سے قبل لام کی فتح کی رعایت سے اسے فتح دیا گیا۔

۲:۔ واؤ۔ واو الصرف ہے جس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے لہذا واؤ کے بعد اور يَعْلَمَ سے پہلے اَنْ مقدر ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ لَا تَاْكُلِ السَّمَكَ وَتَشْرَبَ اللَّبَنَ

۳:۔ امام حسن رض کی قراءت میں یہاں بھی يَعْلَمِ کی میم کو زیر ہے۔ کیونکہ واؤ عاطفہ ہے اور یہ يَعْلَمِ پہلے يَعْلَمِ پر معطوف ہے اور لَمَّا کی وجہ سے مجزوم (یہاں لام ماقبل میم کی حرکت کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

۴:۔ ابو عمروؒ کی قراءت میں یہ يَعْلَمُ میم کے پیش کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں واؤ ابتدائیہ ہے اور جملہ نیا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالیٰ صابروں کو جانتا ہے اور انہیں بقدر صبر اجر دے گا۔

۳: ۱۴۳ = كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ۔ ماضی استمراری۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَنَّوْنَ اصل میں

تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ ت کو ت میں مدغم کردیا گیا ہے تَمَنِّیٌ سے مضارع یَتَمَنّٰی م ن ی مادہ باب تفعّل۔ تم تمنا کیا کرتے تھے۔ تم آرزو کیا کرتے تھے۔

= تَلْقَوْہُ۔ لَقِیَ یَلْقٰی (سمع) لِقَاءٌ سے جمع مذکر حاضر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الموت ہے تم اس سے ملاقی ہو۔ تم اس سے ملو۔ تم اس سے ملاقات کرو۔ تم اس کو اپنے مقابل پاؤ۔ یہاں موت سے مراد جہاد میں شہادت ہے۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں جنگ و جدل سے قبل تم آرزو کیا کرتے تھے کہ تمہیں بھی ایسی شہادت کا موقعہ میسر آئے جو شہدائے بدر کو آیا تھا۔ تو لو اب اس جنگ (جنگ احد) میں تم اُسے اپنے سامنے پا رہے ہو۔ فی الحقیقت پا رہے ہو۔

= وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ برائے تاکید ہے۔

۳:۱۴۴ = اَفَاِئْنْ۔ اَ استفہامیہ ف زائد۔ اِنْ۔ اگر نہیں۔ تاکید و تحقیق۔

اِنْ کی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُكَ۔ (۵:۱۱۸) اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ (۸:۳۸) اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا۔

۲۔ اِنْ مخففہ۔ جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہے جیسے اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ٥ (۱۵:۷۸) بلاشبہ اصحاب الایکہ ظالم تھے۔ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا۔ (۲۵-۴۲) تو ضرور یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا۔

۳۔ اِنْ نافیہ۔ یہ جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ فعلیہ پر بھی۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (جملہ فعلیہ) وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (جملہ اسمیہ) (۶:۱۱۶) سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ یا اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا (۴۵:۳۲) ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۷۴:۲۵) یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے۔

اس کے بعد اکثر اِلَّا و لَمَّا آتا ہے مگر ہر جگہ ضروری نہیں۔ مثلاً اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

۴۔ اِنْ موکدہ جو زائد ہوتا ہے اور مَا نافیہ کی تاکید میں آتا ہے۔ مثلاً وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ۔ (۴۶:۲۶) اور ہم نے ان کو مقدور دیا تھا اُن چیزوں کا جن کا تم کو مقدور نہیں دیا۔ لیکن یہاں اِنْ نافیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مَا نافیہ نہ ہوگا بلکہ مَا بیانیہ ہوگا۔

یا جیسے کہتے ہیں مَا اِنْ یَّخْرُجُ زَیْدٌ زید باہر نہیں نکلے گا۔
= اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ۔ اِنْقَلَبَ یَنْقَلِبُ اِنْقِلَابٌ الٹ جانا۔ پھر جانا۔ لوٹ جانا۔ اَعْقَابٌ۔ عَقِبٌ کی جمع ۔ ایڑیاں۔ اِنْقَلَبَ عَلٰی عَقِبَیْہِ ۔ وہ الٹے پاؤں واپس لوٹا وہ الٹے پاؤں پھر گیا۔
۳ : ۱۴۵ = کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۔ کِتَابًا ۔ حکم ازلی ۔ قانون ۔ فریضہ ۔ اللہ کی کتاب، قرآن ۔ تحریر لوحِ محفوظ۔
مُؤَجَّلًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر ۔ تَاْجِیْلٌ ۔ مصدر (تفعیل) اجل مادّہ مُؤَجَّلًا ۔ مقرر الوقت وہ جس کا وقت مقرر ہو۔ تَاْجِیْلٌ ۔ وقت دینا۔ مہلت دینا۔ وقت مقرر کرنا۔ دیر کرنا۔
کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۔ موصوف و صفت ہیں۔ یہ یا تو موت کی تعریف ہے کہ موت ایسا تحریر شدہ امر ہے جس کا وقت مقرر ہے یا اذن اللہ کی تعریف ہے کہ اذن اللہ ایک ایسا حکم ہے کہ جس کے نفاذ کا وقت مقرر شدہ ہے۔
= نُؤْتِہٖ مِنْھَا ۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ دنیا کے لئے ہے ۔ اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ثواب کے لئے ہے یا مَنْ کی طرف راجع ہے۔ مِنْھَا میں مِنْ ۔ فِیْ کے معنوں میں بھی لیا جا سکتا ہے اب اس کا ترجمہ یوں ہوگا۔
(۱) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم یہ صلہ دنیا سے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔
(۲) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم اس کو یہ صلہ دنیا سے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔
۳ : ۱۴۶ = کَاَیِّنْ ۔ اصل میں اَیِّ تھا۔ اس پر کاف تشبیہ داخل کر کے نون تنوین کو نون کی شکل میں لکھ دیا۔ کَاَیِّنْ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے ۔ خاص کر قرآن مجید میں یہ بصورت خبر ہی آیا ہے یہ مبہم کثرتِ تعداد پر دلالت کرتا ہے ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضروری ہوتا ہے ۔ جیسے آیۃ ہذا میں وَ کَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ۔ اور کتنے ہی نبی گذرے ہیں کہ ان کی معیت میں اللہ والوں کی کثیر تعداد نے جہاد کیا۔ اس مثال میں کَاَیِّنْ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا لیکن کس کی؛ یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِنْ نَّبِیٍّ آیا تو ابہام دور ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی۔
کَاَیِّنْ ۔ ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے ۔ اس سے پہلے حرف جرّ نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی ہے

مفرد کبھی نہیں آتی۔

کَاَیِّنْ ۔ استفہام کے لئے بھی آتا ہے مثلاً حضرت ابی بن کعب رضؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے پوچھا تھا۔ کَاَیِّنْ تَقْرَأُ سُوْرَۃَ الْاَحْزَابِ اٰیَۃً ۔ آپ سورۃ احزاب کی کتنی آیات پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود رضؓ نے جواب دیا کہ ثَلٰثًا وَّ سَبْعِیْنَ ۔ تہتر (۷۳)

دیگر مثالیں ۔

وَ کَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔۔۔ (۱۲ : ۱۰۵)

وَ کَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَھَا ۔۔۔۔۔۔۔ (۲۹ : ۶۰)

وَ کَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّھَا وَرُسُلِہٖ ۔۔۔۔۔ (۶۵ : ۸)

= رِبِّیُّوْنَ ۔ زمخشری نے اس کا معنی رب والے کیا ہے الرِّبِّیُّوْنَ الرَّبَّانِیُّوْنَ ۔ قرطبی نے اس کا معنی انبوہ کثیر کئے ہیں۔ اس صورت میں اس کا واحد رُبِّیٌّ اور رِبَّۃٌ ہوگا بمعنی جماعت کی طرف منسوب ہے۔

= وَھَنُوْا ۔ ماضی معروف جمع مذکر غائب وَھْنٌ سے مَا وَھَنُوْا وہ کمزور نہیں پڑے ۔ انہوں نے بزدلی نہیں دکھائی ۔ وَھْنٌ ۔ کمزور اور ضعیف ہونا۔

= مَا اسْتَکَانُوْا ۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب ۔ باب افتعال سکن مادّہ ۔ السُّکُوْنُ ۔ حرکت کے بعد ٹھہرنا۔ (باب نصر) رہائش اختیار کرنا۔ سکون ، راحت ، تسلیّ سب کو محیط ہے ۔ لیکن مفسرین نے مسکین کے معنی مَنْ لَا شَیْءَ لَہٗ (یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو) کئے ہیں۔ اور تَمَسْکَنَ مسکین اور محتاج ہونا ہے ۔ اور اِسْتِکَانَ وَاسْتِکَانَۃٌ وَاسْتَکَنَ بمعنی ذلیل وعاجز ہونا ہے۔ پس مَا اسْتَکَانُوْا ۔ کا مطلب ہوا ۔ وہ دب نہیں گئے ۔ وہ عاجز نہیں آئے ۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی ہمت نہیں ہاری ۔ ہار نہیں مانی ۔

۳ : ۱۴۷ = اِسْرَافَنَا ۔ ہماری زیادتی ۔ (افعال) اِسْرَافٌ سے جس کا مطلب کسی کام میں انسان کا حد سے تجاوز کرنا ہے ۔ حد سے زیادہ خرچ کرنے کو بھی اسراف کہتے ہیں۔

۳ : ۱۴۸ = فَاٰتٰھُمُ ۔ میں ف سبب کے لئے ہے یعنی بہ سبب ان کے جہاد فی سبیل اللہ اور استقامت فی الحرب ۔ صبر و توکل علی اللہ کے اللہ تعالیٰ ان کو ثوابِ دنیا (یعنی نصرت ، غنیمت غفران الذنوب) سے بھی نوازتا ہے ۔ اور بہترین ثواب آخرت سے بھی ۔

= وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اٰتٰی کا مفعول ثانی ہے ۔ اور اللہ (ان کو) آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیگا واو عاطفہ ۔ حُسْنَ (حَسُنَ یَحْسُنُ کا مصدر) بہتر

ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ حُسْنَ کا ثوابِ آخرت کا عمدہ ثواب یا بدلہ۔

۳: ۱۴۹ = یَرُدُّوْکُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ۔ ای یرجعوکم الی امرکم الاول و ھوالکفر و الشرک باللہ۔ یعنی تمہیں تمہاری پہلی حالت کی طرف لوٹادیں گے جو کفر وشرک کی حالت تھی۔

۳: ۱۵۰ = بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰىکُمْ۔ اضراب عن مفھوم الجملۃ الاولیٰ (شوکانی) یہ پہلے جملہ کے مفہوم کا دوسرا پہلو ہے۔ یعنی اُدھر اگر تم کفار کی پیروی کروگے تو وہ تمہیں کفر وشرک اور خسارے کی طرف لے جاویں گے۔ اور ادھر یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین دوست اور بہترین مددگار ہے۔

۳: ۱۵۱ = سَنُلْقِیْ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے۔ نُلْقِیْ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِلْقَاءٌ۔ مصدر (افعال) لقی مادّہ۔ ہم ڈالنے کو ہیں۔ ہم عنقریب ڈالیں گے۔

= بِمَا۔ بوجہ۔ بمقابلہ۔ بدلہ میں

= سُلْطَانًا۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ برہان۔ سند۔ حکومت

= مَاْوٰی۔ مصدر۔ اور اسم ظرف۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ پناہ گاہ اَوٰی یَاْوِیْ۔ (ضَرَبَ)

= مَثْوٰی۔ ظرف مکان۔ مَثَاوِیْ جمع۔ ٹھکانہ۔ قیام گاہ۔ فرودگاہ۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) ثواء ثُوِیًّا۔ مصدر متعدی بنفسہٖ بھی ہے۔ ثَوَیَ الْمَکَانَ اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اترا۔ ٹھہرا۔ اَثْوٰی بِالْمَکَانِ۔ (افعال) وہ وہاں مدتِ دراز تک ٹھہرا رہا۔ اَثْوَیْتُہٗ۔ میں نے اس کو ٹھہرایا۔ ثَوّٰی۔ یُثَوِّیْ (تفعیل لازم) وہ مرگیا۔ ثَوَّیْتُہٗ (باب تفعیل متعدی) میں نے اس کو ٹھہرایا اور تَثَوَّیْتُہٗ (باب تفعل) میں اس کا مہمان ہوا۔

اگلی چند آیات کو سمجھنے کے لئے جنگ احد (جس سے ان آیات کا تعلق ہے) کا مختصر سا نقشہ نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔

شوال ۳ھ کی ابتداء میں کفار قریش تقریبًا ۴ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تعداد کی کثرت کے علاوہ ان کے پاس سازو سامان بھی مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ اور پھر جنگ بدر کے انتقام کا شدید جوش بھی رکھتے تھے۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تجربہ کار صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں محصور ہوکر مدافعت کی جائے۔ مگر چند نوجوانوں نے جو شہادت کے شوق سے بے تاب تھے اور جنہیں بدر کی جنگ

میں شریک ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آخر کار ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکلنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ہمراہ نکلے مگر مقام شوط پر پہنچ کر عبد اللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ عین وقت پر اس کی اس حرکت سے مسلمانوں کے لشکر میں خاصا اضطراب پھیل گیا۔ حتیٰ کہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے لوگوں نے بھی دل شکستہ ہو کر پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ (آیہ ۱۲۲) مگر پھر اولوالعزم صحابہ کی کوششوں سے یہ اضطراب رفع ہو گیا اور ان ہر دو گروہوں نے پلٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ باقی ماندہ ۷۰۰ آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ لے کر آگے بڑھے۔ اور احد کی پہاڑی کے دامن میں اپنی فوج کو اس طرح صف آرا کیا کہ پہاڑ پشت پر تھا اور قریش کا لشکر سامنے۔

پہلو میں صرف ایک درّہ ایسا تھا کہ جس سے اچانک حملہ کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہاں آپؐ نے حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کی زیر قیادت پچاس تیر انداز بٹھا دیئے اور ان کو تاکید کر دی کہ کسی کو ہمارے قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اور کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے نوچے لئے جاتے ہیں تب بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ لیکن اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک پہنچانے کے بجائے مسلمان مال غنیمت کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ ادھر جن تیر اندازوں کو عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا گیا تھا انہوں نے جو دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے اور غنیمت لٹ رہی ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی فرمان یاد دلا کر بہت روکنے کی کوشش کی مگر چند آدمیوں کے سوا (جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی) کوئی نہ ٹھہرا۔

اس موقعہ سے خالد بن ولید نے جو اس وقت لشکر کفار کے رسالہ کی کمان کر رہے تھے۔ بروقت فائدہ اٹھایا۔ اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر نے اپنے باقیماندہ ساتھیوں کے ساتھ حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے۔ اور یہ سیلاب یکایک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہوئے۔

جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے حملہ ہوا تو ان کی صفوں میں ابتری پھیل گئی۔ کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے۔ اور کچھ احد پر چڑھ گئے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دس بارہ جاں نثار آپ کے ہمراہ تھے اور آپ بھاگنے والوں کو پکار رہے تھے اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ۔

اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ ط۔ میری طرف آؤ اللہ کے بندو۔

لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹنے سے مسلمان اس غیر متوقع صورتِ حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ایک بڑا حصہ پراگندہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تاہم چند بہادر سپاہی ابھی تک میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں افواہ اڑ گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبر نے صحابہ رضؓ کے رہے سہے ہوش و حواس بھی گم کر دیئے۔

بعض کمزور دل کے مسلمانوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ کاش کوئی ہمارے لئے ابوسفیان سے (جو اس وقت لشکر کفار کے کمانڈر تھے) امان طلب کرے۔ بعض منافقوں نے تو یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر نبی ہوتے تو شہید کیسے کئے جاتے آؤ اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائیں۔ (اسی کے متعلق ایسے اشخاص کو آیۃ ۱۴۴ میں سرزنش ہوئی ہے)

لیکن جلد ہی آپؐ کی شہادت کی افواہ غلط نکلی۔ اور تمام صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ اس حقیقت نے مسلمانوں کو ہمت بندھائی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے۔

ادھر اپنے قیدیوں کو چھڑا لینے اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینے نیز مسلمانوں کو وسیع پیمانے پر شہید کرنے کے بعد قریش نے خیال کیا کہ ان کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے انہوں نے اتنی ہی کامیابی پر اکتفا کیا۔ جو حالات نے ان کو نصیب میں کر دی تھی۔ مزید برآں شدت کارزار سے ان کی اپنی ہمت بھی قریب قریب جواب دے چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے بجائے مدینہ کا رُخ کرنے کے اپنے سپہ سالار ابوسفیان کے حکم پر اپنا اسباب باندھا۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو دوبارہ دیکھ کر اور اپنے میں مزید لڑائی کی قوت نہ پا کر انہوں نے اس کو ہی غنیمت جانا کہ اب کے ہمارا ہاتھ اوپر رہے مزید خطرہ مول نہ لیا جاوے۔ بہر کیف انہوں نے میدان کارزار کو چھوڑ کر مکہ کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ اِدھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں کچھ وقت آرام کر کے مدینہ کی طرف واپسی فرمائی۔

اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا پھر تعاقب کیا۔ اور حمراء الاسد جو مدینہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے جا کر قیام کیا۔ اس وقت ابوسفیان کا لشکر چند میل آگے روحاء کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ہر دو فریق کو ایک دوسرے کے متعلق خبر ملی کہ مقابل فریق

ڈٹنے کو تیار ہے لیکن تین دن تک قیام کے بعد ابو سفیان اپنے میں دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ پا کر مکہ کی طرف چل دیا۔

(تفہیم القرآن - ضیاء القرآن - تفسیر علامہ عبداللہ یوسف علی - اردو دائرہ معارف اسلامیہ حیاۃِ محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری)

۳ : ۱۵۲ = تَحُسُّوْنَهُمْ - تَحُسُّوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر (باب نصر) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول۔ اَلْحَاسَّةُ - اس قوت کو کہتے ہیں جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌّ ہے جس کا اطلاق شاعرہ خمسہ (یعنی سمع - بصر - شم - ذوق - لمس) پر ہوتا ہے۔ حَسَسْتُ (نصر) واَحْسَسْتُ محسوس کرنا۔ اَحْسَسْتُ (افعال) دو طرح استعمال ہوتا ہے

(۱) قوت حس سے کسی چیز تک پہنچنا (محسوس کرنا)

(۲) کسی کے حاسہ پر مارنا جیسے کَبَدْتُهٗ - میں نے اس کے جگر پر مارا۔ اور حاسہ پر مارنے سے کبھی انسان مر بھی جاتا ہے اس لئے حَسَسْتُهٗ بمعنی قَتَلْتُهٗ بھی آجاتا ہے۔ آیۃ ہذا میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی جب تم کافروں کو قتل کر رہے تھے۔

= فَشِلْتُمْ - ماضی معروف جمع مذکر حاضر فَشَلٌ مصدر۔ باب سمع۔ فَشَلٌ کے معنی ہیں پست ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ یعنی جب تم پست ہمت ہو گئے یا بزدلی کے ساتھ کمزور ہو گئے

= حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ۔

مندرجہ ذیل تین صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) فراء کے نزدیک اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور جملہ کی تقدیر یوں ہے حَتّٰٓى اِذَا تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ فَشِلْتُمْ - تاآنکہ اس حکم کے متعلق جو تم کو دیا گیا تھا جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی - (یعنی اس حکم کی خلاف ورزی کی - جو تم کو اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑنے کے متعلق دیا گیا تھا) پس تم بزدل ہو گئے اور پست ہمت ہو گئے (جیسا کہ مابعد کی جنگی صورت حالات نے بتا دیا)

(۲) اللہ نے نصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا سچ کر دکھایا۔ لیکن تم نے بزدلی باہم جھگڑا اور نافرمانی سے کام لیا۔ (اور فتح کا موقعہ گنوا دیا)

(۳) بعض کے نزدیک یہ شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے یعنی تاآنکہ تم نے بزدلی اور پست ہمتی دکھائی۔ اور بیّن حکم کی خلاف ورزی کی اور حکم عدولی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کو روک لیا

= مَا تُحِبُّوْنَ - سے مراد فتح و ظفر اور غنیمت ہے۔

= مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا - سے مراد وہ گروہ جو اپنی پوزیشن کو چھوڑ کر مالِ غنیمت کو

حاصل کرنے کے حق میں تھا۔
= مِنْكُمْ ..... الْاٰخِرَةَ ۔ سے مراد دوسرا گروہ جو حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری میں ہر صورت اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہنے کے حق میں تھا۔
= صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ ۔ صَرَفَهٗ عَنْ ۔ کسی کو کسی شے سے باز رکھنا۔ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ تمہیں ان پر فتح حاصل کرنے سے باز رکھا۔ یا تمہیں ہزیمت کے ساتھ مشرکین سے پھیر دیا
= لِيَبْتَلِيَكُمْ ۔ تاکہ تم کو آزمائے اور تمیز کرے مومنوں کی منافقوں سے۔ دنیا پسندوں کی آخرت پسندوں سے۔ صابروں کی شکوہ کنندگان سے۔ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کرنیوالوں کی ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنی رائے پر اڑے رہنے والوں کی۔
۳: ۱۵۳ = تُصْعِدُوْنَ ۔ باب افعال اِصْعَادٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر اَصْعَدَ يُصْعِدُ زمین پر نشیب سے بلندی کی طرف یا بلندی سے نشیب کی طرف چلنا۔ یہاں مراد احد کی بلندی کی طرف بھاگ رہے تھے۔ یا دور بھاگ رہے تھے۔ صُعُوْدٌ بلند مقام کی طرف چڑھنا۔
= وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ ۔ لَوٰى (ضَرَبَ) رسی کا بٹنا۔ کسی چیز کو خمیدہ کرنا۔
لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ ! (۶۳ : ۵) تو وہ سر پھیر لیتے ہیں۔ يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ کتاب (توراۃ) کو زبان موڑ موڑ کر پڑھتے ہیں۔
محاورہ ہے فُلَانٌ لَا يَلْوِىْ عَلٰى اَحَدٍ ۔ وہ کسی کی طرف گردن موڑ کر بھی نہیں دیکھتا یہ سخت ہزیمت اٹھا کر بھاگ اٹھنے کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ اسی سے ہے اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ جب تم دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے
= اُخْرٰىكُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ اٰخِرُ اٰخَرُ کی مؤنث اُخْرٰى ۔ پچھلی۔ دوسری۔
اُخْرٰىكُمْ تمہاری پچھلی طرف سے (یعنی جب تم بھاگ رہے تھے تو پیچھے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں واپس آنے کے لئے پکار رہے تھے۔
= اَثَابَكُمْ ۔ اس نے تم کو عوض میں پہنچایا اَثَابَ (افعال) ثَوْبٌ سے۔ اِثَابَةٌ بمعنی عمل کی جزا دینا خواہ وہ انعام ہو یا سزا۔ یہاں سزا کے معنی مراد ہیں اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔
= غَمًّاۢ بِغَمٍّ ۔ (۱) رنج کے سبب سے رنج۔ تم نے نافرمانی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچایا اللہ نے اس کے عوض تم کو (شکست کا) رنج پہنچایا۔
(۲) غم بالائے غم ۔ غمِ اوّل فتح وظفر اور غنیمت کا ہاتھ سے نکل جانا۔ غم ثانی قتل وہزیمت یا غمِ اول قتل وجراح۔ اور غم ثانی یہ افواہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔

= لِكَيْلَا : ل حرف جار۔ کَیْ۔ تاکہ۔ لَا۔ لا نفی۔ کَیْ۔ کبھی ناصب مضارع ہوتا ہے جو معنی اور عمل دونوں میں اَنْ مصدری کی طرح ہوتا ہے جیسے آیۃ ہذا میں لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا = اور کبھی تعلیلیہ ہوتا ہے یعنی لام (حرف جارہ) کی طرح معنی کے اعتبار سے بھی اور عمل کے لحاظ سے بھی۔ اس کے بعد کبھی مَا استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے کَیْمَ جِئْتَ۔ تو کیوں آیا۔ وقف کی صورت میں اس کے بعد ھا لایا جاتا ہے جیسے کَیْمَہْ (کس لئے) کبھی مَا مصدری یا مَا کافہ آتا ہے جیسے

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَنْفَعْ فَضُرَّ فَاِنَّمَا
يُرَجَّى الْفَتٰى كَيْمَا يَضُرُّ وَ يَنْفَعُ

(ترجمہ۔ تو فائدہ رساں نہ ہو تو ضرر ہی پہنچا کیونکہ آدمی سے دو ہی وجہ سے امید کی جاتی ہے۔ ضرر کے لئے یا نفع کے لئے)

یہ اَنْ مصدریہ مقدریہ پر وجوبًا داخل ہوتا ہے جیسے جِئْتُكَ كَیْ تُكْرِمَنِیْ میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میری عزت کرے۔ عام طور پر اس کا استعمال لام کے بعد ہوتا ہے۔ جیسے جِئْتُكَ لِكَیْ تُكْرِمَنِیْ۔

کَیْ ناصبہ سے پہلے کبھی لام حرف جر مذکور ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح اس کے بعد کبھی لَا نفی ہوتا ہے کبھی نہیں۔ قرآن میں لِكَيْلَا کی مثالیں (۱۶ : ۷۰) (۲۲ : ۵) (۳۳ : ۳۷) (۳۳ : ۵۰) (۵۷ : ۲۳) كَيْلَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاۤءِ مِنْكُمْ (۵۹ : ۷)

= فَاتَكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ فَوْتٌ مصدر و اسم فعل تم سے فوت ہو گئی۔ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی، تم سے چھوٹ گئی۔ یا چھوٹ جائے یا تم سے بچ کر نکل جائے۔

= اَصَابَكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِصَابَةٌ سے تم کو پہنچی۔ تم کو پیش آئی۔ مَافَاتَكُمْ اور مَا اَصَابَكُمْ میں مَا بیانیہ ہے۔

۳ : ۱۵۴ = اَمَنَةً۔ امن۔ دلجمعی۔ چین۔ اَمْنٌ سے

نُعَاسًا۔ اونگھ۔ نَعْسَانٌ۔ نیند سے بھرا ہوا آدمی۔ اونگھتا ہوا آدمی۔ نَعْسٌ اور نُعَاسٌ۔ مصدر۔ اونگھنا۔ اِنْعَاسٌ (اِفْعَالٌ) کسی کو سلا دینا۔ اَمَنَةً مؤنث ہے اور نُعَاسٌ مذکر۔ لہٰذا فعل يَغْشٰى (جو نعاسًا کے فورًا بعد آیا ہے) میں ضمیر فاعل نُعَاسًا کی طرف راجع ہے اَمَنَةً نُعَاسًا کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اَمَنَةً۔ فعل اَنْزَلَ کا مفعول ہے اور نُعَاسًا اس کا بدل ہے یعنی بدل اور مبدل منہ (اَمَنَةً)

مطلب وہ ذہنی اور جسمانی سکون کی تحصیل ہے جس سے گذشتہ دماغی اور جسمانی پریشانیاں اور تھکاوٹیں دور ہو جائیں۔

۲ = نُعَاسًا فعل اَنْزَلَ کا مفعول ہے اور اَمَنَةً اس کا حال جو اس سے پہلے لایا گیا ہے مثال اس کی رَاَیْتُ رَاکِبًا رَجُلًا

(نوٹ) حال وہ اسم ہے جو کہ فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت (صورت) کو بیان کرے)

یعنی اللہ نے ان پر اونگھ نازل کی کہ وہ پر سکون حالت میں آ گئے۔

۳ = نُعَاسًا۔ اَمَنَةً کا عطف بیان ہے (یعنی وہ تابع جو اپنے متبوع کو صاف طور پر بیان کرے) یعنی سکون و اطمینان کی وہ حالت جو ہلکی سی نیند کی صورت میں تھی۔

۴ = یا اَمَنَةً مفعول لہٗ ہے کہ (جس کے واسطے فعل واقع ہوا) اس نے نازل کیا اونگھ کو تم پر اس واسطے کہ باعث سکون ہو

۵ = اَمَنَةً اٰمِنَ کی جمع ہے (جیسے بَرَرَةٌ بَارٌّ جو اصل میں بَارِرٌ ہے کی جمع ہے) اور یہ کُمْ ضمیر مفعول پر حال ہے اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور نازل کیا اونگھ کو تم پر جو کہ امن میں آچکے تھے۔

= یَغْشٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب غَشْیٌ اور غَشْیَانٌ مصدر باب سمع اس نے ڈھانپ لیا۔ اس میں نُعَاسٌ فاعل ہے

= اَهَمَّتْهُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اِهْمَامٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی فکر میں ڈالنا هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔ ان کی جانوں نے ان کو فکر میں ڈال دیا تھا۔ یعنی جن کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی۔

= هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ۔ کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہمارا تو اس کام میں کوئی دخل ہی نہیں (یہ ان منافقین کا قول ہے جو مدینہ میں ہی رہ کر مدافعت کا مشورہ دیتے تھے۔ لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ کے خلاف باہر نکل کر مقابلہ کا فیصلہ کیا)

= بَرَزَ۔ وہ نکلا۔ باب نصر۔ بُرُوْزٌ کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ بُرُوْزٌ کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک تو بذاتہٖ کسی چیز کا خود نما ہو جانا۔ جیسے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً (۱۸: ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔ یہاں زمین کا صاف طور پر کھل جانا مراد ہے کیونکہ اس روز

زمین پر مختلف قسم کے جو نشانات ارضی از قسم مکانات، پہاڑ۔ ٹیلے۔ مکان و مکین وغیرہ مٹ جائیں گے کبھی چھپی ہوئی چیز کے کھل جانے کے متعلق اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغٰوِيْنَ (۲۶ : ۹۱) اور دوزخ ظاہر کر دی جائے گی گمراہوں کے لئے۔

میدان جنگ میں صف سے نکل کر سامنے میدان میں کھل کر آجانے کو مبارزت کہتے ہیں

= مَضَاجِعِهِمْ۔ اسم ظرف مکان۔ مضاف۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ قتل گاہیں۔ مقتل۔ ضَجْعٌ سے جس کا اصل معنی سونا ہے لیکن سونے سے کبھی موت مراد لی جاتی ہے

= لَبَرَزَ الَّذِيْنَ ...... مَضَاجِعِهِمْ۔ جن کا قتل لکھا جا چکا ہے وہ تو اپنے اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔

= وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ .... یہ سب مصائب اس لئے تھے کہ آزمائے اللہ تعالیٰ

يُمَحِّصَ مَحَّصَ يُمَحِّصُ (باب تفعیل) تاکہ صاف کرے (دیکھو ۳ : ۱۴۱)

۳ : ۱۵۵ = اِسْتَزَلَّهُمْ۔ اس نے ان کو بہکا دیا۔ (باب استفعال) الزَّلَّةُ بلاقصد کے قدم پھسل جانا۔ زَلَّةٌ پھسلنے کی جگہ باب افعال سے اَزَلَّ يُزِلُّ پھسلانا۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ (۲ : ۳۶) ان دونوں کو شیطان نے پھسلا دیا۔

= بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا۔ ان کے کسی عمل کی وجہ سے۔

= حَلِيْمٌ۔ حِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ بہت تحمل والا۔

۳ : ۱۵۶ = غُزًّى۔ جمع غَازِيٌ واحد۔ غَازِيٌ کی جمع غُزَاةٌ بھی ہے غَزْوٌ مصدر۔ غَزَا يَغْزُوْ (نصر)

= ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ۔ ای سافروا فی الارض لتجارۃ وغیرھا۔ یعنی تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرتے۔ ضَرَبُوْا میں فاعل اخوانهم ہے۔

۳ : ۱۵۷ = مُتُّمْ۔ ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔ مَوْتٌ مصدر۔ باب نصر۔ یا اگر تم مرجاؤ۔ ماضی بمعنی مضارع۔ اصل میں نَصَرْتُمْ کے وزن پر مَوَتْتُمْ تھا۔ پہلی ہر دو تا کو تاء ثالث میں مدغم کیا مَتُّمْ ہو گیا۔ مصدر میں واؤ کی رعایت سے میم کو ضمہ دیا گیا مُتُّمْ ہو گیا۔

۳ : ۱۵۹ = فَبِمَا۔ مَا۔ زائدہ ہے اور تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ صرف اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ باوجود مخالفین کے قصور کے آپ کا ردِّ عمل ان کی طرف لطف و محبت کا ہے۔

= لِنْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر لِيْنٌ مصدر۔ تو نے نرمی کی۔ تو نے نرم مزاجی سے کام لیا

لَانْ یَلِیْنُ (ضَرَبَ)

= فَظًّا - بدکلام - بدخو - بداخلاق - لفظ کی اصل وضع اس گندے پانی کے لئے ہے جو غلاظت سے بھری ہوئی آنتوں کے اندر ہوتا ہے۔

= غَلِیْظَ الْقَلْبِ - مضاف مضاف الیہ۔ سخت دل والا۔ بداخلاق۔ بدخو۔

= لَا نْفَضُّوْا - میں لام تاکید کے لئے ہے۔ اِنْفَضُّوْا (باب انفعال) انفضاض سے ہے۔ متفرق ہونا۔ تتر بتر ہونا۔ وہ ضرور منتشر ہو گئے ہوتے۔

= لَوْ - یہ چھ طریق پر مستعمل ہے۔

۱۔ زمانہ ماضی میں شرط کے لئے جیسے لَوْ جَاءَنِیْ لَاَکْرَمْتُہٗ۔ اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کی عزت کرتا۔

۲۔ زمانہ مستقبل میں تمنا کے معنی میں۔ لَوْ تَلْتَقِیْ اَصْدَاءُ لَبَعْدَ مَوْتِنَا۔ کاش ہمارے اصدار موت کے بعد ملتے۔ لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً۔ کاش ایک بار اور ہم کو دنیا میں جانا مل جاتا بعض نے کہا ہے کہ یہ لَوْ شرطیہ ہی ہے جس کو تمنّٰی کا معنی دیا گیا ہے۔

۳۔ مصدریہ۔ بمعنی اِنْ۔ لیکن یہ نصب نہیں دیتا۔ عموماً وَدَّ یَوَدُّ کے بعد آتا ہے جیسے وَدُّوْا لَوْ تَاْتِیْھِمْ۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو ان کے پاس آئے۔

۴۔ تمنا کے لئے۔ اس وقت اس کا جواب منصوب اور فاء کے ساتھ آتا ہے جیسے لَوْ تَاْتِیْنِیْ فَتُحَدِّثَنِیْ۔ کاش تو میرے پاس آتا اور مجھ سے باتیں کرتا۔

۵۔ عرض کے لئے۔ مثل اَلَا۔ اس کا جواب بھی منصوب اور فاء کے ساتھ آتا ہے جیسے لَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا۔ اگر تو ہمارے پاس آتا تو بہتری پاتا۔

۶۔ تقلیل کے لئے جیسے تَصَدَّقُوْا وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحَرَّقٍ۔ صدقہ دو اگرچہ جلا ہوا کھر ہی ہو

۳ : ۱۶۰ = یَخْذُلْکُمْ۔ مضارع معروف واحد مذکر غائب لام پر جزم حرف اِنْ کی وجہ سے ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ اِنْ یَّخْذُلْکُمْ۔ اگر وہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے۔ تمہاری مدد نہ کرے۔ خَذْلَانٌ سے جس کے معنی ہیں ایسے شخص کا عین موقعہ پر ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جانا جس کے متعلق گمان ہو کہ وہ پوری پوری مدد کرے گا۔ لہٰذا ساتھ چھوڑ دینا۔ دغا دینا۔ قرآن حکیم میں ہے وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۵ : ۲۹) اور شیطان انسان کو عین موقعہ پر دغا دینے والا ہے۔

۳ : ۱۶۱ = اَنْ یَّغُلَّ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب غَلَّ یَغُلُّ

(باب نَصَرَ) سے غَلَّ غُلُوْلٌ ۔ صرف مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔
اَنْ یَّغُلَّ کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے۔
غُلٌّ طوق جمع اَغْلَالٌ ۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ (۴۰: ۷۱) جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ کنایہ کے طور پر مَغْلُوْلُ الْیَدِ کنجوس شخص کو کہا جاتا ہے۔ وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ (۱۷: ۲۹) اور اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کرلو یعنی بہت تنگ نہ کرلو۔
= تُوَفّٰی ۔ پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِیَةٌ سے وفی مادہ ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔
۳: ۱۶۲ = بَآءَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَآءَ یَبُوْءُ بَوْءٌ ۔ (نَصَرَ) اس نے کمایا۔ وہ لوٹا
اَلْبَوَآءُ ۔ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزار کا مساوی (سازگار۔ موافق) ہونے کے ہیں۔ مَکَانٌ بَوَآءٌ ۔ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے سازگار اور موافق ہو۔
بَوَّأْتُ لَهٗ مَکَانًا ۔ میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا ۔ (۱۰: ۸۷) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ۔
بَآءَ بِسَخَطٍ ۔ وہ ایسی جگہ اترا کہ اس کے ساتھ اللہ کا غصہ وعقوبت ہے
= سَخَطٍ ۔ غصہ ۔ وہ سخت غصہ جو عقوبت کا مقتضی ہو۔
= مَاْوٰی ۔ مصدر۔ ونیز اسم ظرف مکان ۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت ٹھکانہ
اَوٰی یَاْوِیْ (ضَرَبَ)
= اَلْمَصِیْرُ = اسم ظرف مکان و مصدر۔ صَیْرٌ ۔ مادہ ۔ صَارَ یَصِیْرُ (ضَرَبَ) صَیْرٌ صَیْرُوْرَةٌ ۔ مَصِیْرٌ ۔ مصدر ہیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔
اَلْمَصِیْرُ ۔ بطور اسم ظرف مکان بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرار گاہ۔
۳: ۱۶۳ = هُمْ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اشارہ ان دو گروہوں کے افراد کی طرف ہے جن کا بیان آیۃ ماقبل میں ہوا ہے یعنی گروہ اول مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ اور گروہ ثانی مَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ یعنی ان ہر دو گروہ کے افراد کے الگ الگ درجے ہیں
۳: ۱۶۴ = مَنَّ ۔ مصدر۔ بڑا احسان کیا۔
وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔ (۱۴: ۱۱) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس پر احسان فرماتا ہے۔ بعض نے اس کے معنی غیر مقطوع

غیر محدود کئے ہیں فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۹۵ : ۶) ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔
مَنٌّ سے شبنمی گوند بھی مراد ہے وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (۲ : ۵۷) اور ہم نے تم پر
مَنّ اور سلوٰی اتارا۔

۳ : ۱۶۵ = اَصَابَتْكُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ (مصیبت) تم
کو پہنچی

اَصَبْتُمْ۔ تم نے پہنچائی۔ اَصَابَ يُصِيْبُ (ضَرَبَ) لازم اور متعدی ہر دو طرح مستعمل
ہے۔ اِصَابَةٌ سے جس کے معنی پہنچنا۔ پہنچانا۔ پالینا۔
مُصِيْبَةٌ۔ وہ مشکل جو آپہنچے۔

= اَوَلَمَّا۔ میں واؤ عطف کے لئے ہے اور ہمزہ استفہام کے لئے۔ لَمَّا جب اَلَمَّا
کیا جب۔

آیت کا شروع کا جملہ کچھ اس طرح ہوگا۔ اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا
(وَ) قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا۔ کیا جب (اُحد میں) تم کو مصیبت (بصورت قتال وہزیمت)
پہنچی تو تم پکار اُٹھے کہاں سے آپڑی یہ مصیبت (حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بدر کے غزوہ میں) تم نے اس سے
دوگنی مصیبت ان کو پہنچائی تھی (جنگِ احد میں ستر صحابی شہید ہوئے تھے اور بدر کی
جنگ میں مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوتے اور ستر قید کر لئے گئے۔ اور پھر بدر کی لڑائی فیصلہ
کن تھی اور کفار کی شکستِ فاش تھی جبکہ احد میں پہلے مرحلہ پر مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور
آخر میں اپنی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن باوجود پلہ بھاری ہونے
کے دشمن اپنی فتح کا خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکا)

۳ : ۱۶۶ = وَلِيَعْلَمَ میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے (تاکہ تمیز کرے اللہ تعالیٰ مؤمنین میں اور منافقین

۳ : ۱۶۷ = اَدِ ادْفَعُوْا۔ اَوِادْفَعُوْا۔ یا دفاع کرو اپنا۔
= لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا۔ اگر ہم جانتے کہ یہ ایسی جنگ ہے جو عام طور پر ان معنوں میں لی جاتی
تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے لیکن اپنے سے چار گنا مسلح اور ہر سازوسامان سے لیس لشکر
کے ساتھ ٹکر لینا جنگ نہیں خودکشی ہے۔

ولکن ما انتم علیہ لیس بقتال بل القاء بالنفس الی التھلکۃ (بیضاوی)
اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: اگر ہمیں یقین ہوتا کہ جنگ ضرور ہوگی تو ہم ضرور شامل ہو جاتے

لیکن ہمیں تو اس امر کا یقین ہے کہ جنگ نہیں ہو گی۔

= لَّا اتَّبَعۡنٰكُمۡ۔ لام تاکید کے لئے ہے ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے

= هُمۡ لِلۡكُفۡرِ ...... لِلۡاِيۡمَانِ۔ اس دن وہ ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ نزدیک تھے۔

= تَكۡتُمُوۡنَ = مضارع جمع مذکر حاضر۔ كَتۡمٌ سے جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاتے ہوئے ہو

۳: ۱۶۸ = اَلَّذِيۡنَ۔ سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو کہتے تھے کہ یہ کوئی جنگ ہے یہ تو خودکشی ہے

= لِاِخۡوَانِهِمۡ۔ میں یا تو اخوان سے مراد یا تو منافقین ہیں جو جنگ احد میں قتل ہوئے یا وہ مسلمان جو جنگ احد میں شہید ہوئے تو اس صورت میں وہ ان کے نسبی بھائی تھے دینی بھائی نہ تھے۔

وَقَعَدُوۡا۔ میں واؤ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ خود پیچھے بیٹھے رہے اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ قَعَدُوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب قُعُوۡدٌ مصدر۔ جو قَاعِدٌ (ایک بیٹھنے والا) کی جمع بھی ہے

= فَادۡرَءُوۡا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دَرۡءٌ مصدر باب فتح۔ تم ہٹا لو۔ تم دفع کرو۔ تم دور کرو۔

۳: ۱۶۹ = لَا تَحۡسَبَنَّ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر نون ثقیلہ برائے تاکید۔ تو مت خیال کر۔ تو مت سمجھ۔

۳: ۱۷۰ = يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسۡتِبۡشَارٌ (اِسۡتِفۡعَالٌ) مصدر خوش ہیں۔ خوش ہوتے ہیں بِالَّذِيۡنَ ان کے متعلق لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ جو ابھی نہیں آملے ان کے ساتھ۔ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔

۳: ۱۷۲ = اِسۡتَجَابُوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسۡتِجَابَةٌ مصدر۔ اِسۡتِفۡعَالٌ سے جوب مادہ۔ انہوں نے مانا۔ انہوں نے قبول کیا۔ اِسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ۔ انہوں نے اللہ کا فرمان قبول کیا۔ اِسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ۔ (جو) اپنے پروردگار کا حکم قبول کرتے ہیں۔ (۴۲: ۳۸) فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ (۳: ۱۹۵) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی

= اَلۡقَرۡحُ۔ زخم۔ آبلہ۔ جمع قُرُوۡحٌ۔

۳: ۱۷۳ = حَسۡبُنَا اللّٰهُ۔ کافی ہے ہمارے لئے اللہ کی ذات۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے حَسۡبٌ۔ مصدر۔ حَسِبَ يَحۡسُبُ (نَصَرَ) سے۔

= وَكِيۡلٌ۔ صفت مشبہ۔ وَكۡلٌ مصدر۔ باب ضَرَبَ، کارساز۔ نگران۔ نگہبان۔ ضامن

ذمہ دار۔

= آیۃ ۱۷۲ میں اللہ اور اس کے رسول کا فرمان قبول کرنے والوں اور ان میں نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجرِ عظیم کی بشارت ہے یہی بشارت ان کے لئے بھی ہے جن کا ذکر آیۃ ۱۷۳ میں ہوا ہے جو دشمن کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور انہوں نے کلیتہً اللہ پر ڈوری ڈال دی۔

۳ : ۱۷۵ = یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ ۔ اَخَافَ یُخِیْفُ (افعال) خَوَّفَ یُخَوِّفُ (تفعیل) کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ فَلَا تَخَافُوْھُمْ۔ کا قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کے معانی یُخَوِّفُکُمْ اَوْلِیَآءَہٗ ہیں ۔ یعنی پہلا مفعول کُمْ محذوف ہے یعنی شیطان تم کو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔ یعنی اپنے ساتھیوں کا ڈر تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے۔

= خَافُوْنِ اصل میں خَافُوْنِیْ ہے تم مجھ سے ڈرو۔

۳ : ۱۷۶ = حَظًّا ۔ حَظٌّ (واحد) حُظُوْظٌ (جمع) حصہ۔ نصیب۔ مقررہ حصّہ۔

۳ : ۱۷۷ = اِشْتَرَوْا ۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے، جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں کے آتے ہیں۔

۳ : ۱۷۸ = اَنَّمَا ۔ بیشک۔ تحقیق۔ بجز اس کے نہیں۔ اَنَّ ۔ حرف مشبہ بالفعل مَا کافّہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔

= اِنَّمَا ۔ ایضًا۔

= نُمْلِیْ مضارع جمع متکلم۔ اِمْلَاءٌ۔ مصدر۔ ملی مادّہ (باب افعال) ہم ڈھیل دیتے ہیں۔ ہم مہلت دیتے ہیں۔

۳ : ۱۷۹ = لِیَذَرَ ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل لام ہے وَذْرٌ مصدر کہ چھوڑ دے۔ ہر دو باب ضَرَبَ ۔ نَصَرَ سے آتا ہے ۔ اس کا مضارع یَوْذِرُ ۔ یَوْذَرُ آئے گا۔ لیکن عمومًا مضارع باب سمع سے آتا ہے۔ یَوْذَرُ کی واؤ حذف ہو گئی۔ یَذَرُ ہو گیا۔ لام کے عمل سے منصوب ہو کر لِیَذَرَ ہو گیا۔

= لِیُطْلِعَکُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِطْلَاعٌ (باب افعال) سے مصدر طَلْعٌ مادّہ کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ کہ وہ تم کو واقف کر دے۔ تم کو آگاہ کر دے۔

۳ : ۱۸۰ = یَبْخَلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ (باب سمع) بخل کرتے ہیں۔ بُخْلٌ۔ مصدر۔ بخل۔ کنجوسی۔ بخیل بصیغہ مبالغہ بہت بڑا کنجوس۔ بَخِلَ (سَمِعَ)۔ بَخُلَ (کَرُمَ)

کے مفعول اول پر عَلٰی یا عَنْ آتا ہے (سیوطی) اور دوسرے مفعول پر (اگر مذکور ہو تو) باء آتی ہے۔
جیسے بَخِلَ عَلَیۡہِ بِہٖ۔ اس نے اس کو وہ چیز دینے میں کنجوسی کی لیکن آیۃ ہذا میں یَبۡخَلُوۡنَ
اور بَخِلُوۡا کے بعد ایک ہی مفعول مذکور ہے اور اس پر ہر دو جگہ باء آئی ہے۔
= ھُوَ سے مراد ان کا بخیلی کا فعل ہے۔
= سَیُطَوَّقُوۡنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سَ مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔
تَطۡوِیۡقٌ (تفعیل) مصدر۔ طوق کی طرح ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ طَوۡقٌ۔ گردن بند۔ گھیرا
طاقت۔ وسعت۔ قابو۔ رسی کا بل۔ طوق مصدر بھی ہے۔ اِطَاقَۃٌ (افعال) کسی چیز پر قابو
رکھ سکنا۔
= مِیۡرَاثُ۔ مصدر مرفوع۔ ملکیت
۳: ۱۸۱ = ذُوۡقُوۡا۔ تم چکھو۔ ذَوۡقٌ سے (باب نَصَرَ) امر جمع مذکر حاضر۔ ذَائِقَۃٌ۔ مزا
چکھنے والا۔
= حَرِیۡقٌ۔ جلا دینے والا۔ فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے۔ یعنی جلانے والا۔
اور جلا ہوا۔ مُحۡرِقٌ بھی فاعل آتا ہے جیسے تپ محرقہ اردو میں ہے۔
۳: ۱۸۲ = قَدَّمَتۡ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقۡدِیۡمٌ مصدر۔ پہلے کر چکے یا پہلے بھیج چکے
= ذَالِکَ۔ وَالۡاَمۡرُ اَنَّ۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے
= ظَلَّامٌ۔ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔
یہاں حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات عالی سے نفیِ ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے
یہاں ظَلَّامٌ میں مبالغہ کمیت کے لحاظ سے ہے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے۔ یعنی ذرا سا ظلم
بھی نہیں کرتا۔
یہ مطلب نہیں کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا اور تھوڑا سا ظلم کر لیتا ہے۔
۳: ۱۸۳ = اَلَّذِیۡنَ۔ یعنی وہ لوگ جن کو ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ۔ کہا گیا ہے۔
۳: ۱۸۴ = الزُّبُرُ۔ کتابیں۔ اوراق۔ زبور کی جمع صحائف۔
= الۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ۔ موصوف وصفت۔ روشن کتاب۔ یعنی جس میں شریعت کے احکام
درج ہوں۔ بعض نے الزُّبُرِ سے صحیفے مراد لیا ہے اور الکِتَابِ المُنِیۡرِ سے توراۃ اور انجیل
۳: ۱۸۵ = تُوَفَّوۡنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ تَوۡفِیَۃٌ سے تم کو پورا دیا جائے گا۔
= زُحۡزِحَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ ہٹا دیا گیا وہ بچا لیا گیا۔ زَحۡزَحَۃٌ رباعی مجرد

بروزن زَلْزَلَةٌ باب فَعْلَلَةٌ۔ جس کا وزن کبھی فِعْلَالٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے زِلْزَالٌ اور کبھی فَعْلَلٰی کے وزن پر جیسے قَهْقَرٰی (پچھلے پاؤں چلنا)

= اَلْغُرُوْرِ۔ یہاں اسم فعل آیا ہے مصدر بھی ہے غَرَّ یَغُرُّ (نصر) فریب دینا۔ کسی کو غافل پاکر اس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ قرآن مجید میں ہے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۸۲ : ۶) اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے متعلق دھوکہ دیا۔

وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا (۱۷ : ۶۴) اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ سب دھوکہ ہے۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور دھوکہ دینے والا (اسم فاعل۔ شیطان) تمہیں خدا کے بارہ میں کسی طرح کا فریب نہ دے۔ بس غرور سے مال وجاہ۔ خواہش نفسانی۔ شیطان اور ہر وہ چیز مراد ہے جو انسان کو فریب میں مبتلا کردے۔

غُرُوْرٌ۔ مصدر۔ دھوکہ دینا۔ فریب دینا۔

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ دھوکہ کا سامان۔ مغرور بروزن مفعول دھوکہ کھایا ہوا۔ فریب خوردہ۔ غِرٌّ بھی بمعنی بھولا۔ فریب خوردہ۔

۳ : ۱۸۶ = لَتُبْلَوُنَّ۔ مضارع مجہول بلام تاکید ونون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر بَلَاءٌ سے بلی مادّہ۔ بَلَاءٌ سے ماضی جب باب سمع سے آتی ہے تو اس کے معنی بوسیدہ ہونے کے آتے ہیں۔ بَلِیَ الثَّوْبُ کپڑا بوسیدہ اور پرانا ہوگیا۔ اور جب اس کی ماضی باب نصر سے آتی ہے تو امتحان اور آزمائش کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (۶۸ : ۱۷) تحقیق ہم نے آزمایا ان کو جیسا کہ ہم نے اصحاب الجنۃ کو آزمایا تھا۔

= لَتُبْلَوُنَّ۔ یقیناً تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔

= فِیْ۔ کے باب میں۔

= لَتَسْمَعُنَّ۔ سَمْعٌ سے مضارع معروف بلام تاکید ونون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ضرور سنو گے

= اَذًی۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے۔

اذیت دینے والی باتیں۔ دلآزار باتیں۔ اَذًی كَثِيْرًا۔ لَتَسْمَعُنَّ کا مفعول ہے۔

= اَلْعَزْمُ۔ وَالْعَزِيْمَةُ۔ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ مصمم ارادہ کرنا۔ عَزْمَةٌ وعَزَمَاتٌ۔ پختہ ارادہ۔ خدا کی طرف سے عائد کردہ فرض۔ عَزِيْمَةٌ وعَزَائِمُ۔ ثابت قدمی۔ ارادہ کی پختگی۔ اَمْرٌ عَازِمٌ۔ کام جس کا پختہ ارادہ کرلیا گیا ہو۔ وَعَزَمَ الْاَمْرُ۔ اس مخصوص کام کا کرنا واجب ہوگیا۔

= مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ - ای من صواب التدبیر الذی لا شك ان الرشد فیہ ولا ینبغی لعاقل ترکہ واصلہ من قولك عزمت علیك ان تفعل کذا ای الزمتك ان تفعل لا محالۃ ولا تترکہ وقیل معناہ فان ذٰلك مما قد عزم علیکم فعلہ -
درست تدبیر کہ جس کی راستگی کے متعلق کوئی شک نہیں۔ اور ایک عقلمند کو اسے ترک نہ کرنا چاہیے اور اس کے اصل معنی میں یہ قول ہے کہ عَزَمْتُ کَذَا ۔ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ تم ایسے کرو۔ یعنی تم پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ تم ہر حال میں اس کو کرو اور ترک مت کرو اور یہ بھی کہ اس کام کا کرنا تم پر لازم کر دیا گیا ہے۔ (الخازن)

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ - تو یہ فعل (اجر اور تقویٰ) ان امور میں سے ہے جو تم پر واجب کر دیا گیا ہے فَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا کا جواب محذوف ہے جو فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ سے لیا گیا ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے ان ذٰلك عزمۃ من عزمات اللّٰہ ۔ یہ خدا کی طرف سے عائد کردہ حقوق میں سے ہے (کشاف) صاحب المفردات ۔ ومؤلفین تفہیم القرآن وضیاء القرآن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے ۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے ۔

۳ : ۱۸۷ = لَتُبَيِّنُنَّهٗ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ کہ تم ضرور بیان کرو گے یہ میثاق کا مضمون ہے یعنی اہل کتاب سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ تم ضرور بیان کرو گے لوگوں کے سامنے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں۔

= فَنَبَذُوْهُ ۔ ہٗ ضمیر میثاق کی طرف راجع ہے ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ نَبَذَ يَنْبِذُ (ضرب) نَبْذٌ سے پھینکنا۔ نَبَذَ يَنْبُذُ (نصر) نچوڑنا۔ نَبِيْذٌ نچوڑا ہوا عرق ۔ انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ یا ڈال دیا۔

۳ : ۱۸۸ = اَتَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ باب ضرب۔ اِتْيَانٌ مصدر اَتٰى يَاْتِىْ (ب) کوئی چیز لانا کسی کو لانا۔

اَتَوْا ۔ وہ لائے ۔ وہ آئے ۔ وہ پہنچے ۔ اَتَوْا ب ۔ انہوں نے کہا

يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا ۔ خوش ہوئے اپنے کیے پر۔

= مَفَازَةٍ ۔ فَازَ (مادہ فوز) کا مصدر ہے ۔ باب نصر۔ کامیاب ہونا۔ فَازَ يَفُوْزُ بِالْاَمْرِ ۔ کسی امر میں کامیاب ہونا۔ فَازَ يَفُوْزُ مِنَ الْمَكْرُوْهِ کسی تکلیف سے نجات پانا۔

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۔ ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے نجات پالیں گے ۔

۳ : ۱۸۹ = مُلْكٌ ۔ اسم و مصدر ۔ اقتدارِ اعلیٰ ۔ بادشاہت ۔

۳: ۱۹۱۔ قُعُوْدًا۔ جمع قَاعِدٌ کی۔ حالت نصب۔ بیٹھے ہوئے۔
= جُنُوْبِہِمْ۔ جُنُوْبٌ مضاف ھُمْ مضاف الیہ۔ جَنْبٌ کی جمع۔ ان کے پہلو۔
= فَقِنَا۔ ف زائدہ ہے۔ قِ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ وَقٰی یَقِیْ وِقَایَۃً سے نَا ضمیر جمع متکلم۔ مفعول۔
۳: ۱۹۴ = کَفِّرْ۔ امر معروف واحد مذکر حاضر۔ تَکْفِیْرٌ مصدر۔ مٹا دے۔ معاف کر دے۔ دور کر دے۔
۳: ۱۹۵ = فَاسْتَجَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے۔ باب استفعال۔
= بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ لفرط الاتصال والاتحاد۔ اتصال واتحاد میں یگانگت کے لئے یا مِنْ بمعنی الکاف ہے ای بعضکم کبعض۔ یعنی طاعت وفرمانبرداری پر ثواب اور معصیت ونافرمانی پر عقوبت میں تم سب ایک دوسرے کی طرح ہو۔ کسی کے لئے الگ معیار جزاوسزا نہیں ہے یا تم میں سے مرد اور عورتیں سب جزاوسزا کے ایک ہی اصول کے تحت ہیں یہ ایک جملہ معترضہ ہے۔
= اُخْرِجُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نکالے گئے۔
= اُوْذُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب وہ ستائے گئے۔ ان کو اذیت دی گئی (اذی مادّہ) اُوْذُوْا اصل میں اُوْذِیُوْا تھا۔ ی مضموم ماقبل مکسور کی وجہ سے ی کا ضمہ ماقبل کو دیا گیا۔ ی اور واؤ دو ساکنین اکٹھے ہو گئے۔ لہٰذا ی کو گرا دیا گیا۔ اُوْذُوْا ہو گیا۔ جیسا اُوْتِیَ۔ اسے دیا گیا (ماضی مجہول واحد مذکر غائب) سے اُوْتُوْا جمع مذکر غائب۔
= لَاُکَفِّرَنَّ۔ لام تاکید ونون ثقیلہ۔ اُکَفِّرُ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ضرور مٹادوں گا ان کے نامۂ عمل سے ان کے گناہ۔ یا میں ضرور معاف کر دوں گا ان کے گناہوں کو۔
= لَاُدْخِلَنَّہُمْ۔ لام تاکید با نون ثقیلہ مضارع واحد متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ میں ان کو ضرور داخل کروں گا۔
= ثَوَابًا۔ جَزَاءً۔ انعام کے طور پر۔ بدلے کے طور پر۔
۳: ۱۹۶ = لَا یَغُرَّنَّکَ۔ واحد مذکر غائب نہی با نون تاکید ثقیلہ۔ مت دھوکہ میں ڈالے تجھ کو غَرَّ یَغُرُّ (نَصَرَ) غُرُوْرٌ مصدر
= تَقَلُّبُ بروزن تفعّل۔ مصدر۔ پھرنا۔ پھر پھر آنا۔ آنا جانا۔ الٹنا پلٹنا۔ بلا روک ٹوک نقل وحرکت

کرنا۔ اپنے کاموں میں بلا روک ٹوک آزاد ہونا۔
= مَاْوٰہُمۡ۔ اسم ظرف مکان۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ مَاْوٰی مصدر بھی ہے
= اَلۡمِهَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانہ مراد ہے۔ قرار گاہ۔
۳: ۱۹۸ = نُزُلاً۔ مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔
= اَلۡاَبۡرَارِ۔ بَرٌّ۔ بَارٌّ۔ کی جمع۔ نیک لوگ۔
۳: ۲۰۰ = صَابِرُوۡا۔ صیغہ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مقابلہ میں مضبوط جمے رہو۔ مُصَابَرَۃٌ سے (مفاعلۃ) جس کے معنی صبر کے ساتھ کسی سے جنگ کرنے کے ہیں۔

صاحب مفردات لکھتے ہیں۔

اَلصَّبۡرُ۔ کے معنی عقل و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو روکے رکھنے کے ہیں۔ صبر ایک عام لفظ ہے جو کہ مختلف مواقع استعمال کے اعتبار سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مصیبت پر نفس کو روک رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے یہ جَزَعٌ کی ضد ہے اور جنگ میں نفس کو روک رکھنا شجاعت ہے اس کی ضد جُبُنٌ ہے یہی صبر اگر کسی پریشانی کسی حادثہ کو برداشت کرنے کی صورت میں ہو تو اُسے رَحۡبُ الصَّدۡرِ کشادہ دلی کہتے ہیں۔ جس کی ضد ضَجَرٌ ہے۔ اگر کسی بات کو روک رکھے تو اسے کتمان کہتے ہیں اس کی ضد مَذَلٌ ہے۔ (مجبور ہو کر راز کو فاش کر دینا)

قرآن نے ان تمام صفات کو صبر کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

اِصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا۔ ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو۔ یعنی عبادت الٰہی پر اپنے آپ کو روک رکھو۔ اور خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کرو!

= رَابِطُوۡا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دل لگائے رکھو۔ تم لگے رہو۔ تم آمادہ رہو۔ رِبَاطٌ اور مُرَابَطَۃٌ سے جس کے معنی محافظت اور نگرانی کرنے اور چوکی دینے کے ہیں۔

خازن بغدادی لکھتے ہیں۔ مُرَابَطَۃٌ کی اصل یہ ہے کہ اِدھر کے لوگ اپنے گھوڑے اور اُدھر کے لوگ اپنے گھوڑے اس طرح باندھیں کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لئے مستعد رہیں۔ بعد میں ہر اس شخص کو جو سرحد پر اقامت گزین ہو کر سرحد پار کا دفاع کرنے لگا مرابطہ کہنے لگے گو اس کے پاس کوئی سواری بندھی ہوئی نہ ہو۔

شرعاً مرابطت کی دو قسمیں ہیں ایک اسلامی سرحد پر کافروں کے مقابلہ میں دفاع کے لئے چوکی دیتے رہنا۔ دوسرے نفس کی بندش اور نگرانی کرنا۔ اسی لئے حدیث میں ایک نماز

کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مصروف رہنے کو رباط کہا گیا ہے۔

(۴) سُوْرَۃُ النِّسَآءِ (۹۲)

۴ : ۱ = بَثَّ۔ اس نے بکھیرا۔ اس نے پھیلایا۔ بَثٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب باب ضرب۔ نصر۔

= نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ۔ ایک جان۔ من اصل واحد وھو آدم ابو البشر علیہ السلام یعنی ایک اصل سے جس سے مراد ذات آدم علیہ السلام ہے۔ صیغہ واحد مؤنث نفس کے لئے آیا ہے۔ جو مؤنث سماعی ہے۔

= زَوْجَھَا۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت (جوڑا) کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو وہ اس کا زوج کہلاتی ہے۔

زَوْجَھَا میں ھا ضمیر مؤنث واحد نفس کی رعایت سے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ زوج سے مراد حضرت آدم کی زوجہ حضرت حوّا مراد ہیں۔

= مِنْھُمَا۔ ھُمَا۔ ضمیر تثنیہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف راجع ہے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

= تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ۔ تم باہم سوال کرتے ہو اس کے نام سے۔ تم آپس میں مانگتے ہو اس کے واسطہ سے۔ تَسَائُلٌ۔ (تفاعُلٌ) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَسَآءَلُوْنَ تھا تا رتثنیہ کو حذف کر دیا گیا۔ بِہٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے۔

= وَالْاَرْحَامَ۔ منصوب ہے اس کا عطف لفظ اللہ پر ہے اَرْحَامٌ رِحْمٌ کی جمع ہے

= رِحْمٌ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادر میں پلتا ہے۔ استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے واتقوا الارحام۔ اور ڈرو قطع رحمی سے۔
= رَقِيْبًا۔ نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ مطلع۔ منتظر۔ راہ دیکھنے والا۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر اسم صفت ہے۔

۴:۲ = اٰتُوْا۔ اِيْتَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دو۔
= لَا تَتَبَدَّلُوْا۔ نہی۔ جمع مذکر غائب۔ تَبَدُّلٌ (تفعّل) سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ تم نہ بدل ڈالو۔
= اِنَّهٗ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اکل مال یتیم کی طرف راجع ہے جس سے وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ میں ممانعت فرمائی ہے۔
= حُوْبًا۔ گناہ۔ وبال۔ اسم ہے۔ اَلْحُوْبُ (باب نصر) سے جرم کا ارتکاب کرنا۔

۴:۳ = خِفْتُمْ۔ خَوْفٌ (اجوف واوی) باب سمع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں خَوِفْتُمْ تھا۔ واوٴ متحرک ماقبل مفتوح واوٴ کو الف سے بدلا۔ دو ساکن جمع ہوئے۔ الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ بعد ازاں تا کلمہ کے فتح کو کسرہ سے بدلا کہ ماضی مکسور العین ہے۔
خِفْتُمْ۔ تم ڈرے۔ تم کو ڈر ہوا۔
= اَلَّا۔ اَنْ لَا کا مخفف ہے۔
= تُقْسِطُوْا۔ تم انصاف کرو۔ تم انصاف کروگے۔ اقساط سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُقْسِطُوْنَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اَلَّا تُقْسِطُوْا۔ کہ تم انصاف نہیں کروگے۔ یا نہ کر سکوگے۔
= طَابَ۔ طِيْبٌ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ خوش لگے۔ بھلا معلوم دے صاحب مدارک التنزیل نے مَا طَابَ لَكُمْ سے مراد لیا ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں۔
= اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ کہ تم انصاف نہیں کر سکوگے۔
= اَدْنٰى۔ دَانٍ اور دَنِيٌّ کا اسم تفضیل ہے۔ اَلدُّنُوُّ۔ (باب نصر) کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ قرب ذاتی۔ حکمی۔ مکانی۔ زمانی۔ اور قرب بلحاظ مرتبہ کے سب کو شامل ہے۔ قرآن میں ہے وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ (۶:۹۹) اور کھجور کے گابھے سے نکلتے ہیں خوشے یا گچھے جو جھکے پڑتے ہیں۔

اور آیت کریمہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ (۵۳: ۸)
پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ اس میں قرب حکمی مراد ہے۔
لفظِ اَدْنٰی کبھی بمعنی اَصْغَرَ آتا ہے اس صورت میں اَکْبَرْ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ (۵۸: ۷) نہ اس سے کم نہ زیادہ۔
اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْذَلُ آتا ہے اس وقت یہ خیر کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ۔ (۲: ۶۱) بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔
اور کبھی بمعنی اول (نشاۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِرَ (نشاۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جیسے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (۲۲: ۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔
اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَقْرَبُ آتا ہے اور اقصیٰ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جیسے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی (۸: ۴۲) جس وقت تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔
وَذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا (۵: ۱۰۸) یہ طریقہ زیادہ قریب ہے کہ گواہ صحیح صحیح شہادت دیا کریں۔ یہاں اَدْنٰی بمعنی اقرب آیا ہے۔
= اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ تاکہ تم ایک طرف نہ جھک جاؤ۔ تم بے انصافی نہ کرو۔
تَعُوْلُوْا۔ عَوْلٌ (نصر) سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جس کا معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھتی وصول کرتے کے ہیں۔ عَالَ الْمِیْزَانُ۔ ترازو جھک گئی۔ عَالَ الْحَاکِمُ۔ حاکم نے بے انصافی کی۔ عَالَ السَّهْمُ۔ تیر نشانہ سے ہٹ گیا۔
۴:۴ = صَدُقٰتِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صَدُقَةٍ کی جمع ہے بمعنی مہر۔
= نِحْلَةً۔ مصدر۔ واسم۔ باب فتح۔ خوشدلی کے ساتھ۔ اپنی خوشی سے بغیر مطالبہ کے۔
= طِبْنَ۔ وہ خوش ہوئیں۔ ان کو بھلا معلوم ہوا۔ طَیِّبٌ۔ مصدر۔ باب ضرب۔
= هَنِیْئًا۔ صیغہ صفت مشبہ۔ هَنَاءٌ۔ مصدر۔ (فتح۔ ضرب۔ نصر) خوش مزہ۔ پاکیزہ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر واحد۔ جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ هَنِیْئٌ۔ خوش گوار۔ مبارک۔ وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جاوے۔
= مَرِیْئًا = صفت مشبہ۔ خوشگوار۔ مَرَاءَةٌ مصدر۔ خوش گوار ہونا (کرم۔ سمع۔

فتح - اِمۡرَاءٌ (اِفۡعَالٌ) کھانے کو خوشگوار بنانا۔ اِسۡتِمۡرَاءٌ (اِسۡتِفۡعَالٌ - کھانے کو خوشگوار پانا۔

۴: ۵ = قِیٰمًا - مصدر بھی ہے (باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا۔ بیٹھنے کی حالت سے اٹھنا۔ اور قَآئِمٌ کی جمع بھی ہے۔ کھڑے ہونے والے۔ قیام کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے

۱- کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادہ سے کھڑا ہونا۔ مثال۔ مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّحَصِیۡدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تہس نہس ہو گئے ہیں (تسخیری طور پر کھڑا ہونے کے معنی میں)

وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًا (۲۵: ۶۴) اور وہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ میں اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں (قیام اختیاری کی مثال)

۲- قِیَامٌ لِلشَّیۡءِ = کسی شے کی حفاظت اور نگرانی کرنا۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ (۴: ۳۴) مرد عورتوں پر راعی اور محافظ ہیں۔

۳- کسی کام کا پختہ ارادہ کر لینا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ (۵: ۶) مومنو! جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا۔

۴- قِیَامٌ اور قِوَامٌ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقا وابستہ ہو۔ مثلاً آیۃ ہذا۔ وَلَا تُؤۡتُوا السُّفَهَآءَ اَمۡوَالَكُمُ الَّتِیۡ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ قِیٰمًا۔ (۴: ۵) نہ دو نادانوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے

= اَمۡوَالَكُمۡ - سے اصل مراد وہ مال ہے جو نادان یتیموں کا دوسروں کی تحویل میں بطور نگران دیا گیا ہے۔ هُمۡ کی بجائے كُمۡ کی ضمیر کا استعمال اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہوا ہے کہ یہ مال ایسا ہی قابل توجہ اور قابل احتیاط ہے جیسا کہ تمہارا اپنا مال۔ اس لئے اس کا ضیاع بہر نوع مذموم ہے۔ اور جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ قِیٰمًا (جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے) کے الفاظ اس مال کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اس کو بے مقصد خرچ کرنا منع ہے تو اس آیۃ کا مطلب یہ ہوا کہ نابالغ۔ بے سمجھ یتیموں کے مال کی اپنا مال سمجھ کر حفاظت کرو یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اسے بے مقصد خرچ کے لئے ان کے مال ان نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو۔ جو نادانی کی وجہ سے اسے چند دنوں میں اڑا دیں گے (لیکن ان کے کھانے

پینے اور لباس ضروریہ پر اس مال سے خرچ کر سکتے ہو)

۴ : ۶ = اِبْتَلُوْا۔ تم آزماؤ۔ تم امتحان لو۔ اِبْتِلَاءٌ۔ (اِفْتِعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یعنی تم ان کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتے رہو کہ آیا شعور محکم کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے نفع ونقصان کو صحیح طور پر پرکھ سکتے ہیں۔

= حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ۔ نکاح مصدر ہے اس کے معنی نکاح کرنا یا جماع کرنا دونوں ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جاویں اور سنِ تمیز کو پالیں

= رُشْدًا۔ رُشْدٌ کے معنی ہیں ہدایت۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ حسن تدبیر۔ (رَشَدَ یَرْشُدُ کا مصدر ہے) یہاں مراد صلاحیت ہے۔

= اِدْفَعُوْا۔ تم دیدو۔ تم حوالہ کردو۔ دَفْعٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= وَلَا تَاْكُلُوْهَا۔ یعنی تم خود اس مال سے خرچ مت کرو۔

= اِسْرَافًا۔ فضول مدّوں میں۔

= بِدَارًا۔ جلدی کرکے بروزن فِعَالٌ۔ مصدر۔ یعنی شتابی اور سرعت سے کام لے کر ان کا مال بے دریغ خرچ نہ کر ڈالو کہ بڑے ہوگئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے۔

= فَلْيَسْتَعْفِفْ۔ امر۔ واحد مذکر غائب۔ استعفاف (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ بچتا رہے یعنی یتیموں کے مال خود خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ مناسب مقدار میں۔

= حَسِيْبًا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے۔

۴ : ۷ =

= قَلَّ۔ ماضی معروف واحد مذکر غائب۔ وہ کم ہوا۔ قِلَّةٌ مصدر سے۔ كَثْرَةٌ کی ضد ہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ قلیل ہو یا کثیر۔

= مَفْرُوْضًا۔ اسم مفعول۔ فَرْضٌ مصدر۔ فرض کیا گیا۔ مقرر کردہ۔

۴ : ۹ = وَلْيَخْشَ۔ واحد مذکر غائب امر۔ خَشْيَةٌ مصدر باب سمع۔ اس کو ڈرنا چاہئے۔ وہ ڈرتا رہے۔

= ذُرِّيَّةً۔ چھوٹے چھوٹے بچے۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= ضِعَافًا۔ ضُعْفٌ سے۔ کمزور۔ ناتواں۔ ضَعِيْفٌ کی جمع ہے۔

۴ : ۹ = خَافُوْا عَلَيْهِمْ۔ وہ فکر مند ہوئے ان کے متعلق۔

= وَلْيَخْشَ ...... خَافُوْا عَلَيْهِمْ۔ پس جو لوگ یتیموں کے سرپرست ہیں وہ ڈریں یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے میں اور سوچیں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے کمزور ناتواں بچے چھوڑ کر اس جہاں سے رخصت ہوں تو اپنے ان بچوں کے متعلق وہ کتنے فکرمند ہوتے۔ پس جیسے وہ اپنے پسماندگان سے اپنے بچوں کے متعلق سلوک کی تمنا رکھتے ہیں ویسا ہی سلوک وہ اب اپنے زیر سرپرستی یتیموں سے کریں۔

= سَدِيْدًا۔ سَدِيْدٌ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سَدَّ يَسُدُّ سَدَدًا وَسَدَادًا درست ہونا۔ هُوَ يَسُدُّ فِيْ قَوْلِهٖ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے۔ قُلْتُ لَهٗ سِدَادًا مِنَ الْقَوْلِ میں نے اسے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔ (سَدِيْدٌ کا مِيْرٌ استوار و درست منتہی الادب)

۴: ۱۰ = سَيَصْلَوْنَ۔ سَ۔ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ يَصْلَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب صَلْيٌ مصدر۔ باب ضرب۔ صَلٰى يَصْلِيْ صَلْيًا۔ گوشت بھوننا۔ صَلٰى فلان النَّارَ وَ فِيْهَا وَعَلَيْهَا۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلِيَ (سَمِعَ) آگ کی گرمی برداشت کرنا۔ آگ میں جلنا۔ آگ میں داخل ہونا۔ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (۸۷-۱۲) بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا (باب افعال) اِصْلَاءٌ متعدی۔ آگ میں داخل کرنا۔ آگ میں پھینکنا۔ فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (۴: ۳۰) ہم اسے عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔

= سَعِيْرًا۔ اَلسَّعْرُ کے معنی آگ کے بھڑکنے کے ہیں۔ سَعَرْتُ النَّارَ میں نے آگ بھڑکائی۔ سَعِيْرٌ۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ عنقریب میں دہکتی ہوئی آگ (جہنم) میں جلیں گے۔

۴: ۱۱ = يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ۔ يُوْصِيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ اِيْصَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وصی مادہ

اَلْوَصِيَّةُ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ طور پر ہدایت کرنے کو کہتے ہیں۔ اَلْوَصِيَّةُ اَلْاِيْصَاءُ کا اسم ہے۔ هٰذِهٖ وَصِيَّتُهٗ یہ اس کی وصیت ہے۔ جمع وَصَايَا۔ وَصَايَا اللّٰه اللہ تعالیٰ کے احکام جو بندوں پر فرض ہوئے۔ اللہ کی طرف سے وصیت بمعنی حکم کے ہے (آیۃ ہذا) تَوَاصِيْ۔ (تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت کرنا۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۱۰۳: ۳) اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے ہیں۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

(۲۹: ۸) اور ہم نے انسان کو حکم دیا۔

= حَظٌّ۔ حصہ۔ نصیب۔ مقررہ حصہ۔ جمع حُظُوْظٌ۔

۱۔ ایک لڑکے کا حصہ = دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر

۲۔ اگر متوفی کی دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو کل جائداد کا $\frac{2}{3}$ حصہ ان کو ملیگا۔

۳= اگر متوفی کی صرف ایک لڑکی ہو تو کل جائداد کا $\frac{1}{2}$ حصہ اس کو ملے گا۔

۴۔ اگر متوفی کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{6}$ حصہ ملیگا۔ اور بقایا اولاد کو حسب قاعدہ تقسیم ہوگا۔

۵۔ اگر متوفی کی اولاد نہ ہو اور وارث صرف والدین ہوں تو اس کی ماں کو کل جائداد کا $\frac{1}{3}$ حصہ ملیگا باقی $\frac{2}{3}$ حصہ باپ کا ہوگا۔

۶۔ اگر متوفی کے بہن بھائی بھی ہوں اور اس کی اولاد نہ ہو تو متوفی کی وصیت پورا کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ماں کو $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔ ۔ باپ کے باعث بھائی بہنوں کو حصہ نہ ملے گا۔

= لَا تَدْرُوْنَ۔ مضارع نفی جمع مذکر حاضر۔ دِرَايَةٌ مصدر۔ د ر ی مادہ۔ تم نہیں جانتے۔

= اٰبَآءُكُمْ ...... نَفْعًا۔ تم نہیں جانتے کہ نفع (حصہ) حاصل کرنے میں تمہارے ماں باپ یا لڑکے لڑکیوں میں تمہارے نزدیک کون زیادہ حقدار ہے۔ یا حق حاصل کرنے میں زیادہ قریب ہے یعنی کس کو کتنا ملنا چاہیئے اور کونسی ترجیحات تم اختیار کرو۔

= فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ حصے (بیان فرما دیئے ہیں)

۴: ۱۲=

بیوی کی وراثت کی تقسیم

۱۔ متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔ خواہ بیوی ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

۲۔ اگر اس کی اولاد ہو تو بیوی کو $\frac{1}{8}$ حصہ ملے گا۔ خواہ ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

نوٹ:۔ ہر صورت میں متوفی یا متوفیہ کی جائداد پر اس کی وصیت اور اس کے قرض کا بار مع تجہیز و تکفین اولیت رکھتا ہے۔

دیگر صورتیں

۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد مرے اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں (کلالہ) اور

اس مرد یا عورت کا اخیافی (ماں ایک باپ الگ) ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اس بھائی یا بہن کو ⅙ حصہ ملے گا۔
۲۔ اگر کلالہ (مرد یا عورت) کے ایک سے زیادہ اخیافی بھائی بہن ہوں گے تو سب کو ملا کر ⅓ حصہ ملیگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔
ہر دو صورتوں میں جائداد پر پہلا بار متوفی یا متوفیہ کی وصیت اور اس کے قرض کی اور تجہیز و تکفین کا ہوگا۔
کلالہ — وہ میت جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ (حدیث)
کلالہ کی اصل کلال ہے۔ جس کے معنی ضعف کے ہیں۔ اعشیٰ کا شعر ہے

فَالَیْتُ لَا اَرْثِیْ لَھَا مِنْ کَلَالَۃٍ
وَلَا مِنْ حَفًا حَتّٰی تُلَاقِیْ مُحَمَّدًا

(جب تک اونٹنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچا دے گی مجھے اس کی تھکان اور فرسودہ پائی پر رحم نہیں آئے گا)
توسیع استعمال کے بعد عرف عام میں کلالہ سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو منقطع الطرفین ہوں (نہ ان کے والدین ہوں نہ ان کی اولاد) معجم القرآن)
قریب کے رشتہ کو چھوڑ کر کوئی دور کا رشتہ دار ہو تو اس کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے مثلاً اگر حقیقی چچا کا لڑکا ہو تو اسے ھُوَ ابْنُ عَمِّیْ کہیں گے اور اگر رشتہ کے چچا کا بیٹا ہو تو ھُوَ ابْنُ عَمِّیْ کَلَالَۃً۔ کہیں گے۔
صاحب معجم القرآن (پروفیسر عبدالرؤف) نے لکھا ہے کہ:۔
سلف کا اجماع ہے کہ آیت ہذا میں اخیافی بھائی مراد ہیں۔ زمخشری نے بھی کشاف میں یہی معنی مراد لئے ہیں۔
= غَیْرَ مُضَآرٍّ۔ جو نقصان دہ نہ ہو۔ یعنی ایسی وصیت۔ یا قرض نہ ہو جو محض وارثوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر عائد کیا گیا ہو۔
مُضَآرٍّ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں مُضَارِرٌ (ضرر سے بروزن مفاعل) سے ہے۔
= وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ۔ (وراثت کے متعلق) یہ ہے حکم اللہ کا۔
۴: ۱۳ = یُدْخِلْہُ۔ میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر مَنْ کی طرف راجع ہے۔

= یَعْصِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ جو اسم جازم فعل ہے) اصل میں یَعْصِیُ تھا۔ عِصْیَانٌ مصدر باب ضرب ۔ مَنْ یَعْصِ ۔ جو نافرمانی کرے گا۔

= یَتَعَدَّ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَتَعَدّٰی تھا (عُدوان مصدر) مَنْ یَتَعَدَّ جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کرے گا۔

= مُهِيْنٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهَانَةٌ مصدر۔ باب افعال ۔ ذلیل و خوار کرنے والا۔

۴ : ۱۵ = یَاْتِیْنَ ۔ مضارع ۔ جمع مؤنث غائب اِتْیَانٌ ۔ مصدر باب ضرب ۔ وہ عورتیں آئیں یہاں معنی مرتکب ہوئیں۔

= فَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ ۔ فَاسْتَشْهِدُوْا ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِشْهَادٌ (استفعال) سے ۔ تم گواہ لاؤ۔ استشہاد ۔ گواہ لانا ۔ یا گواہ طلب کرنا۔ دونوں معنوں میں آتا ہے۔

= فَاحِشَةً ۔ اسم ۔ حد سے بڑھی ہوئی برائی ۔ ایسی بے حیائی کا اثر دوسرے پر پڑے ۔ زنا۔

= یَتَوَفّٰهُنَّ ۔ یَتَوَفّٰی ۔ مضارع واحد مذکر غائب (فاعل موت) تَوَفِّیْ مصدر۔ (باب تفعل) هُنَّ ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ۔ وَفِیَ ۔ مادہ ۔ وافی ۔ پورا ۔ باب افعال ۔ پورا کرنا ۔ یا پورا دینا باب تفعیل سے پورا پورا دینا ۔ باب تفعل (توفی مصدر) پورا پورا لینا ۔ قبضہ کر لینا ۔ کبھی مراد روح کا قبض کر لینا ہوتا ہے ۔ (باب استفعال) استیفاءٌ پورا پورا وصول کر لینا۔

یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ ۔ موت ان پر پورا پورا قبضہ کرلے ۔ موت ان کو آلے ۔

۴ : ۱۶ = فَاٰذُوْهُمَا ۔ اٰذُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) ھا ۔ ضمیر مفعول تثنیہ (مذکر، مؤنث دونوں کے لئے) غائب ۔ ان دونوں کو ایذا دو ۔ ان دونوں کو مارو پیٹو۔

= اَعْرِضُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر ۔ اِعْرَاضٌ سے تم درگذر کرو ۔ تم کنارہ کشی کرو ۔ تم چھوڑ دو۔

۴ : ۱۷ = اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنا اپنے ذمہ لے لیا ان لوگوں کے حق میں۔

= اَلتَّوْبَةُ ۔ تَابَ ۔ اس نے توبہ کی ۔ وہ پھر آیا گناہ سے وہ باز آیا ۔ باب نصر سے اس نے قبول کیا جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں، جیسے فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ (۲ : ۵۴) پس چاہئے کہ توبہ کرو تم اپنے خالق کے حضور۔

اور جب عَلٰی سے ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے ۔ فَتَابَ عَلَیْکُمْ (۲ : ۵۴) پھر حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ۔

= مِنْ قَرِیْبٍ ۔ جلدی ۔ شتاب ۔

۴ : ۱۸ = اَعْتَدْنَا ۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے ۔ اِعْتَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ اَلْاِعْدَادُ ۔ تیار کرنا مہیا کرنا ۔ عدد مادہ ۔
وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (۹ : ۱۰۰) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں ۔ وآیۃ ہذا ۔
اور اگر مصدر اِعْتِدَاءٌ سے ہو تو معنی ہوتے ہیں زیادتی کرنے کے لیکن اس کا مادہ عدو ہے
۴ : ۱۹ = تَرِثُوْا ۔ تم وارث ہو جاؤ ۔ تم میراث میں لے لو ۔ (حَسِبَ يَحْسِبُ) وِرَاثَةٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے گر گیا
= اَنْ تَرِثُوْا .... كَرْهًا ۔ کہ تم ۔ (اس کے شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو متوفی کی میراث سمجھ کر) زبردستی وارث بن جاؤ
= لَا تَعْضُلُوْهُنَّ ۔ مضارع نفی ۔ جمع مذکر حاضر ۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تم ان کو نہ روکو ۔ تم ان کو بند نہ کرو ۔ تم ان کو منع نہ کرو ۔ (باب نصر) عَضْلٌ سے ۔ سختی کے ساتھ روکنا یعنی عدت ختم ہونے کے بعد ان کو نکاح ثانی سے مت روکو ۔
= تَذْهَبُوْا بِ ۔ تم لے جاؤ ۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۔ (۲ : ۲۰) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لیجائے ان کے سننے کی قوت اور ان کی بینائی ۔
= بَعْضِ ۔ کچھ حصہ ۔
= عَاشِرُوْهُنَّ ۔ تم ان کے ساتھ زندگی گذارو ۔ تم ان کے ساتھ برتاؤ کرو ۔ مُعَاشَرَةٌ (مفاعلة) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔
= بِالْمَعْرُوْفِ ۔ اَلْمَعْرُوْفُ ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہے ۔ اَلْمُنْكَرُ ۔ اس کی ضد ہے ۔ دستور کے مطابق ۔ مناسب طور پر ۔
= عَسٰى ۔ عنقریب ۔ شتاب ۔ ممکن ہے توقع ہے ۔ اندیشہ ہے ۔ کھٹکا ہے ، ہو سکتا ہے
۴ : ۲۰ = اِسْتِبْدَالَ ۔ (استفعال) بدلنا ۔ تبدیلی چاہنا ۔ مصدر ہے ۔
= قِنْطَارًا ۔ مال کثیر ۔ مال کا انبار ۔
۴ : ۲۰ = بُهْتَانًا ۔ بہتان لگا کر ۔
= اِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ صریح گناہ کرتے ہوئے ۔ صریح ظلم کرتے ہوئے ۔
۴ : ۲۱ = قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۔ قَدْ ماضی قریب کے لئے اَفْضٰى اِلٰى ۔ کسی جگہ پہنچنا اَفْضٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كَذَا ۔ کے معنی ہیں کسی جگہ ہاتھ پہنچ جانا ۔ اَفْضٰى اِلٰى ۔ اى وَصَلَ ۔ وَاَفْضٰى اِلَى الْمَرْاَةِ ۔ خَلَا بِهَا ۔ اس کے ساتھ خلوت کی ۔ جماع کیا ۔ اَفْضٰى ۔ وہ پہنچ گیا ۔ وہ بے حجابانہ مل گیا ۔

فضا اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں کوئی عمارت اس جگہ کی کسی چیز کے ادراک سے مانع نہ ہو۔ خلوت بھی اسی وجہ سے افضاء سے موسوم ہوئی کہ اس میں ہر وہ چیز جو مجامعت سے مانع تھی دور ہو گئی۔

قَدْ اَفْضٰی .... بَعْضٍ۔ حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو۔

= اَخَذْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب وہ لے چکی ہیں۔ یا انہوں نے لیا۔

۴:۲۲ = مَقْتًا۔ مصدر۔ منصوب۔ کسی شخص کو برائی کا مرتکب دیکھ کر اس سے بغض رکھنا۔ سبب بُغض۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ (۶۱:۳) سخت مبغوض ہے اللہ کے نزدیک م ق ت مادہ۔ یعنی تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی سخت ناپسندیدگی کا سبب ہو گا۔

۴:۲۳ = اَرْضَعْنَکُمْ۔ ماضی جمع مؤنث غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ رَضِعَ (سَمِعَ) رَضَعَ (فَتَحَ) رَضْعًا و رَضَعًا و رَضَاعَۃً۔ بچے کا ماں کا دودھ پینا۔ رَاضَعَہٗ رِضَاعًا و مُرَاضَعَۃً دودھ شریک بھائی کے ساتھ دودھ پینا۔ اَرْضَعَہٗ۔ دودھ پلایا اس کو۔

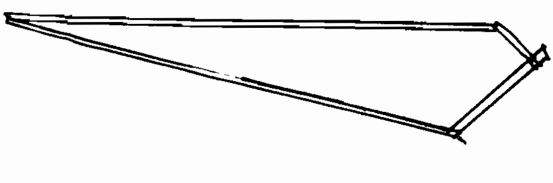
= رَبَائِبُکُمْ۔ رَبَائِبُ۔ رَبِیْبَۃٌ کی جمع ہے۔ زیر پرورش لڑکی جو اگلے شوہر سے ہو۔ ربیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے دوسرے شوہر کی آغوش میں تربیت پاتی ہے تمہاری جوروؤں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں۔

= فِیْ حُجُوْرِکُمْ۔ حُجُوْر۔ حِجْرٌ کی جمع۔ حفاظت۔ جو تمہاری حفاظت۔ نگرانی میں

= دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔ جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

= حَلَآئِلُ۔ جمع حَلِیْلَۃٌ۔ واحد بمعنی زوجہ۔ حَلٌّ سے مشتق ہے حَلٌّ گرہ کھولنا۔ اترنا حلال ہونا۔

= مِنْ اَصْلَابِکُمْ۔ اَصْلَابٌ جمع صُلْبٌ کی۔ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ مراد تمہاری نسل سے تمہارے تخم سے۔



پارہ
وَالْمُحْصَنٰتُ
(۵)
سُوْرَةُ النِّسَآء ۴

۴:۲۴ = اَلْمُحْصَنٰتُ - اسم مفعول - جمع مؤنث - مُحْصَنَۃٌ واحد مُحْصِنَۃٌ اسم فاعل - واحد - اِحْصَانٌ - مصدر - (بروزن افعال) آزاد (۱) پاکدامن عورتیں - دوشیزہ ہوں یا نہ ہوں - (۲) شوہر والیاں یعنی منکوحہ - (۳) آزاد دوشیزائیں ۔

صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے کہ سورۃ النساء میں مندرجہ بالا معانی محصنٰت کے بالترتیب لئے گئے ہیں - جس ترتیب سے یہ لفظ سورۃ نساء میں آیا ہے ۔

ثعلب نے لکھا ہے کہ ہر پاکدامن عورت کو مُحْصَنَۃ (اسم مفعول) اور مُحْصِنَۃ (اسم فاعل) کہا جاتا ہے لیکن شوہر والی عورت کو مُحْصَنَۃ (اسم مفعول) کہیں گے ۔

قاموس میں ہے اِمْرَأَۃٌ حَصَانٌ پاکدامن یا شوہر والی عورت ۔

راغب نے اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر حُرِّمَتْ کے بعد اَلْمُحْصَنٰتُ قرآن میں آیا ہے وہاں شوہر والیاں مراد ہے اور اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اگر حُرِّمَتْ کے بعد نہیں ہے تو فتح وکسرہ برص دونوں صحیح ہیں - شوہر والیاں ہوں یا عام پاک دامن عورتیں ۔

اصل میں احصان کا معنی ہے حفاظت رکھنا - حصن سے بمعنی قلعہ

اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ (۱۲ : ۴۸) صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا) جو تم احتیاط سے محفوظ رکھ لوگے ۔

اَلْحِصَانُ کے معنی مُحْصَنَۃٌ (بفتح الصاد وبکسر) عورت کے ہیں خواہ وہ احصان پاکدامنی کی وجہ سے ہو - یا کسی کے ساتھ نکاح کر لینے سے یا اپنے شرفِ ذات اور حریّت کی وجہ سے محفوظ ہو - اگر کوئی عورت شرف ذاتی یا عفت اخلاقی کی وجہ سے بدکاری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتی ہے تو مُحْصِنَہ (اسم فاعل) ہے ۔ اور اگر شوہر حفاظت کرتا ہے تو مُحْصَنَۃٌ (اسم مفعول) ہے

= اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ - جنہیں تمہارے دائیں ہاتھوں نے قبضہ میں لے لیا - ان سے مراد وہ لونڈیاں ہیں جو جہاد میں کفار کے ساتھ مذہبی جنگ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں - (مَسْئَلَہ) جو اسیر عورت کسی کے حصہ میں آئے وہ ایک ماہواری گذرنے کے بعد اس سے صحبت کر سکتا ہے اگر اس کے شکم سے اولاد پیدا ہوئی تو اس کے حقوق بالکل ویسے ہی ہوں گے جیسے دوسری اولاد کے - اب وہ لونڈی کو فروخت نہیں کر سکتا اور اس کے مرنے کے بعد وہ خود بخود آزاد بھی ہو جائے گی - (ضیاء القرآن)

= کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ - کتاب مصدر مؤکدہ ہے اس کا فعل کَتَبَ محذوف ہے گویا

اس کی تقدیر یوں ہے ؛ کَتَبَ عَلَیْکُمْ کِتَابَ اللّٰہِ۔ ای کتب اللہ علیکم تحریم ذٰلک کتاب (مصدر) بمعنی حکم۔ فرض۔ حکم الٰہی۔ فریضہ۔ جیسے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ (۲: ۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

= اَنْ تَبْتَغُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈھتے ہو۔ تم تلاش کرتے ہو۔ اِبْتِغَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) اَلْبَغْیُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنے کے ہیں۔ خواہ تجاوز کر سکے یا نہ بغی کے۔ دو قسم پر ہے۔ (۱) محمود یعنی عدل و انصاف سے تجاوز کر کے (بڑھ کر) مرتبہ احسان حاصل کرنا اور فرض سے تجاوز کر کے تطوع بجالانا۔

(۲) مذموم۔ یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ یا شبہات میں پڑنا۔

بَغْیٌ (ثلاثی مجرد) کا استعمال قرآن میں اکثر مذموم معنی میں ہوا ہے۔ اَنْ تَبْتَغُوْا کہ تم تلاش کرو تم حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اَنْ تَبْتَغُوْا مفعول لہٗ ہے اُحِلَّ کا۔

یعنی ماسوا ان عورتوں کے (جو آیۃ ۲۳ ماقبل میں حرام کی گئی ہیں) باقی تم پر حلال کر دی گئی ہیں یہ اس لئے کہ تم اپنے مال خرچ کر کے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکو۔

= مُحْصِنِیْنَ۔ اپنے نفس کو حرام کاری سے بچانے والے۔ اسم فاعل، جمع مذکر۔ منصوب۔ مُسَافِحَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) زنا کرنے والے۔

یعنی تم اپنا مال خرچ کر کے حلال عورتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہو۔ لیکن اپنے نفس کو پاکدامن رکھتے ہوئے اور زنا کاری سے بچتے ہوئے۔ گویا ابتغار کی اجازت مشروط ہے

= اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ باب استفعال۔ تم کام میں لائے۔ تم نے فائدہ اٹھایا۔ تم برت چکے۔ یعنی جب تم نے نکاح کر کے ان سے ہمبستری کا فائدہ اٹھایا۔ تو مقررشدہ مہر ان کو ادا کرو۔

اِسْتَمْتَعْتُمْ سے متعہ جو رافضیوں کے نزدیک جائز ہے اس پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے کیونکہ الفاظ مُحْصِنِیْنَ اور غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ صاف طور پر اس کی تردید کرتے ہیں۔

= اُجُوْرَھُنَّ۔ ان کا حق ان کا مہر۔ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر فَاٰتُوْھُنَّ کا مفعول۔ اُجُوْرٌ۔ اَجْرٌ کی جمع ہے

= فَرِیْضَۃً۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم کیا ہوا حکم۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث۔ فرضٌ مادہ

۴: ۲۵ = طَوْلًا۔ بمعنی السعۃ والغنٰی۔ مال و دولت۔ تونگری۔ انعام۔ وسعت۔ گنجائش

مقدور۔ مقدرت۔ طال۔ یطول کا مصدر۔ طَوْلٌ مادہ۔ اس کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے
ایک تو درازی اور فضیلت میں غلبہ حاصل کرنا۔ دوسرے کسی شخص کے ساتھ احسان کرنا۔ اور
اس کو انعام دینا۔ یہاں مراد مقدور بمعنی مہر و نفقہ ہے۔
= فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ میں ف جواب شرط کے لئے ہے اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے
مراد وہ لونڈیاں ہیں جو دوسرے کی ملکیت ہوں جیساکہ عبارتِ مابعد فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ
اَهْلِهِنَّ۔ سے ظاہر ہے
= مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔ تمہاری باندیاں۔ کنیزیں جو مسلمان ہیں۔
= بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔ بعض (جمع الباعض) کے معنی ہیں حصّہ۔ قسمت۔ ٹکڑا۔ جزو۔ کچھ۔
کوئی سا۔ کوئی آدمی۔ کوئی چیز۔ کسی۔ یعنی تم ایک دوسرے کے حصے ہو۔ ایک دوسرے میں
سے ہی ہو۔ ایک دوسرے کی ہی جنس سے ہو۔ انسانی طور پر۔ بوجہ شرکتِ اسلام۔ بوجہ وحدتِ خیال
بوجہ وحدتِ دین و ایمان۔
= مُحْصَنٰتٍ۔ مُسٰفِحٰتٍ۔ دیکھو آیہ ماقبل۔
= مُتَّخِذٰتِ۔ اسم فاعل۔ جمع مؤنث۔ اِتِّخَاذٌ۔ (افتِعَالٌ) اَخْذٌ۔ مادہ۔ کسی چیز کو اپنے
تسلط و تصرف میں داخل کر لینا۔ خواہ ہاتھ سے پکڑ لینا ہو یا کسی کی گرفت کر لینا۔ باب افتعال
سے اس کے معنی بنانا۔ اختیار کر لینا۔ اس باب سے یہ فعل متعدی بدو مفعول ہوگا۔
لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ کہ بنائیں ان میں سے بعض بعض کو اپنا غلام یا تابعدار۔
(۴۳۔۳۲) بَعْضًا مفعول بہ سُخْرِيًّا مفعول لہٗ۔
مُتَّخِذٰتِ۔ بنانے والیاں۔ پکڑنے والیاں۔
= اَخْدَانٍ۔ خِدْن کی جمع جس کے معنی مصاحب اور رفیق کے ہیں۔ مگر عام طور پر
اس مصاحب پر بولا جاتا ہے جو جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہو۔ چھپے یار۔ چھپے
آشنا۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔
= مُحْصَنٰتٍ ...... اَخْدَانٍ۔ تاکہ وہ نکاح کے سنجیدہ فعل سے پاکدامن بن جائیں
اور اعلانیہ زناکار اور چوری چھپے یار بنانے والیاں بن کر نہ رہیں۔
= اُحْصِنَّ۔ ماضی مجہول جمع مؤنث غائب۔ اِحْصَانٌ۔ سے بمعنی حریت۔ عفت۔
تزوّج۔ اسلام۔ قید میں رکھنا۔ نکاح کی قید یا پناہ میں لائی گئیں۔
= مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ۔ جو (سزا) آزاد عورتوں کے لئے ہے

= ذٰلِكَ ۔ یہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کی طرف اشارہ ہے
= اَلْعَنَتَ ۔ گناہ ۔ بدکاری ۔ زنا ۔ تکلیف ۔ مشقت ۔ فساد ۔ ہلاکت ۔ غلطی ۔ خطا ۔ جور اذیت ۔ عَنِتَ یَعْنَتُ ۔ (سمع) کا مصدر ہے ۔ یہاں متفقہ طور پر مفسرین اس سے مراد زنا لیتے ہیں ۔
= اَنْ تَصْبِرُوْا ۔ اَنْ مصدریہ ہے اور فعل کے ساتھ مل کر مصدر کے معنیٰ میں ہوتا ہے ای صَبْرُکُمْ ۔ تمہارا صبر کرنا ۔
۴ : ۲۶ = سُنَنَ ۔ سُنَّۃٌ کی جمع ہے سُنَّۃٌ کے معنی ہیں ۔ راہ ۔ رسم ۔ دستور طریقہ جاریہ ۔ یَہْدِیَکُمْ کا مفعول ثانی ہے ۔ چلائے تم کو ان لوگوں کی راہوں پر
= یَتُوْبَ عَلَیْکُمْ ۔ تَابَ یَتُوْبُ (نصر) تَوْبًا ۔ وَتَوْبَۃً وَتَابَۃً ۔ تَابَ اِلَی اللّٰہِ ۔ نادم اور پشیمان ہو کر گناہ سے روگردانی کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا ۔ تَائِبٌ توبہ کرنے والا ۔ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ ۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کر کے اس کو اپنے فضل و کرم سے نوازنا ۔ تَوَّابٌ ۔ (توبہ قبول کرنے والا)
۴ : ۲۷ = تَمِیْلُوْا ۔ مَالَ یَمِیْلُ (ضرب) مَیْلًا ۔ درمیانی راہ سے کسی ایک طرف ہٹ جانا ایک طرف مائل ہو جانا ۔ راست روی سے ہٹ جانا ۔ تَمِیْلُوْا ۔ تم بہک پڑو ۔ کج روی اختیار کرو
۴ : ۲۸ = اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ ۔ تم سے (پابندیوں کا بوجھ) ہلکا کرے ۔
یُخَفِّفَ کا مفعول محذوف ہے ۔
۴ : ۲۹ = تَرَاضٍ ۔ باہمی رضامندی ۔ آپس کی خوشی ۔ ایک کا دوسرے سے راضی ہونا ۔ (باب تفاعل) مصدر ہے ۔ ی ۔ حرف علت بوجہ ثقالت ۔ آخر سے گر گئی ۔ رضی مادہ
۴ : ۳۰ = عُدْوَانًا ۔ عَدَا یَعْدُوْ اعُدْوًا وَعُدْوَانًا وَعُدُوْنًا وَعُدُوًّا ۔ (باب نصر) زیادتی ۔ ظلم و ستم ۔ سرکشی ۔
= نُصْلِیْہِ ۔ اَصْلٰی یُصْلِیْ اِصْلَاءً ۔ (افعال) سے مضارع جمع متکلم ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو آگ میں (جہنم میں) داخل کریں گے ۔
اَلصَّلْیُ (سَمِعَ) کے اصل معنی آگ جلانے کے ہیں ۔ (باب افعال) سے آگ میں جھونکنا ۔ آگ میں ڈالنا ۔
۴ : ۳۱ = تَجْتَنِبُوْا ۔ اِجْتِنَابٌ (افتعالٌ) سے اگر تم بچتے رہو گے ۔ اجتناب کرو گے ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ اصل میں تَجْتَنِبُوْنَ تھا ۔ اِنْ جازم فعل کی وجہ سے

نون اعرابی گر گیا۔

= نُکَفِّرْ عَنْکُمْ۔ نُکَفِّرْ۔ جمع متکلم مضارع جوابِ شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہم دور کردیں گے تَکْفِیْرٌ۔ مصدر بروزن تفعیل۔

= مُدْخَلاً۔ داخل ہونے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان۔ مُدْخَلاً۔ مصدر بھی ہے (باب افعال) پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے (یعنی جنت میں) دوسری صورت میں۔ ہم تمہیں عزت کے ساتھ (جنت میں) داخل کریں گے۔

۴: ۳۲ = وَلَا تَتَمَنَّوْا۔ مضارع نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تَمَنِّیٌ باب تفعّل سے اصل میں تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ لا رنہی لا جازم فعل) کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ تم آرزو مت کرو تم ہوس نہ کرو۔ تمنی کا بیشتر استعمال کسی بے حقیقت چیز کے تصور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

التمنی عبارۃ عن ارادۃ ما یعلم او یظن انہ لا یکون (رازی۔ روح البیان) تمنی وہ ارادہ ہے جو متمنی جانتا ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا۔ یہ اس لئے کہ حقیقت کی دنیا میں یہ اس کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے ورنہ جہاں تک اس کی اپنی ہمت اور کوشش کا تعلق ہے وہ اسی آیت میں فرما دیا کہ:۔ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا۔ مردوں کے نصیب میں وہی ہے جو انہوں نے کمایا۔ یعنی جو جتنی محنت کریگا اتنا ہی پھل پائے گا۔

= وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ۔ واؤ کا عطف وَلَا تَتَمَنَّوْا پر ہے یعنی بے کار ہوس نہ کرو بلکہ وہی چیز اللہ سے طلب کرو۔ لَا تَتَمَنَّوْا مَا لِلنَّاسِ واسئلوا اللّٰہ مِنْ خزائنہٖ۔ جو چیز لوگوں کو دی گئی ہے اس کی تمنا مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے خزانوں سے ویسی نعمت کی طلب کرو۔

۴: ۳۳ = لِکُلٍّ ہر شخص کے لئے۔

= مَوَالِیَ۔ مَوْلٰی۔ کی جمع۔ چچا کے بیٹے۔ (البغوی) عصبات (مجاہد) کلالہ (ابو صالح) عام وارث (کلبی) دوست۔ متوکل۔ محافظ (۴: ۴۱) آقا۔ مالک (۱۶: ۷۶)

= عَقَدَتْ اس نے باندھا۔ عَقْدٌ سے جس کے معنی باندھنے۔ گرہ باندھنا۔ سوگند کھانا۔ کسی چیز کے اطراف کو آپس میں جمع کردینا (باب ضرب) عُقْدَۃٌ گرہ۔ عُقَدٌ جمع۔ نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ گرہوں میں پھونکیں مارنے والیاں۔

عَقْدٌ۔ عہد باندھنا۔ قول وقرار۔ عہد وپیمان۔ اس کی جمع عُقُوْدٌ ہے۔ عقد یمین عہد وپیمان کی پختگی =

وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے۔
= وَ لِکُلٍّ جَعَلْنَا ۔۔۔۔۔۔ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں ۔
۱۔ کُلٍّ مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ اَحَدٍ محذوف ہے۔
۲۔ کُلٍّ مضاف ہے اور مَالٍ اس کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ اس مال کی صفت ہے۔

پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ "ہر ایک شخص کے لئے اس ترکہ کے متعلق جو اس نے چھوڑا ہے ہم نے وارثان مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں الوالدان والاقربُوْنَ وارثان (موالی) کی صفت ہے یعنی یہ وارثان والدین اور قریبی رشتہ دار ہیں۔

دوسری صورت میں ترجمہ یوں کیا جائے گا: ہر مال کے لئے جو والدان اور اقربون نے ترکہ میں چھوڑا ہے ہم نے وارث (موالی) مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں والدان و الاقربون مورو ثین ہیں

دوسری صورت جمہور کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے یہی مروی ہے
= وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ ۔۔۔۔۔ نَصِیْبَهُمْ۔ یا فقرہ ہے

وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ (اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے) سے کیا مراد ہے بعض نے اس سے مراد وہ عورتیں لی ہیں جن سے تمہارا عہد و پیمان (نکاح) بندھ چکا ہو (ترجمان القرآن ابوالکلام) لیکن اکثریت نے اس سے مراد وہ اشخاص لئے ہیں جن سے زندگی میں باہمی عہد و پیمانِ وراثت ہو چکا ہو۔ یہ رسم عہد جاہلیت سے بھی چلی آرہی تھی اور ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں ایک انصاری کی وفات کے بعد اس کا مہاجر بھائی بند وارث ہوتا۔

اس آیت نے اس طریقہ کو منسوخ کر دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو۔ ان کی خیر خواہی کرو ان کو فائدہ پہنچاؤ لیکن میراث انہیں نہیں پہنچتی۔ (ابن کثیر۔ عبداللہ یوسف علی)

بعد میں یہ دستور مابین انصار و مہاجرین آیۃ ۳۳ : ۶ سے منسوخ ہو گیا۔

۴: ۳۴ = قَوّٰمُوْنَ ۔ جمع مرفوع۔ قَوَّامٌ۔ واحد صیغہ مبالغہ ۔ نگران۔ سرپرست۔ محافظ۔ مصلح۔ برتر۔ قَوَّامٌ یا قَیِّمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارہ یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔
= بِمَا۔ بوجہ۔ ب سببیہ ہے اور مَا مصدریہ۔
= بَعْضَهُمْ ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مردوں کے لئے ہے اور بَعْضٍ عورتوں کے لئے (مدارک)
= فَالصّٰلِحٰتُ ۔ پس نیک بیبیاں (وہ ہیں جو آگے بیان ہوئی ہیں)
= قٰنِتٰتٌ ۔ اسم فاعل جمع مؤنث ۔ فرماں بردار، اطاعت گذار۔ قُنُوْتٌ سے قَانِتٌ (مذکر) خضوع اور عاجزی کرنے والا۔ نماز میں طویل قیام کرنے والا۔ بندگی پر قائم و دائم رہنے والا۔ کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ

(۲: ۱۱۶) سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا (۱۶: ۱۲۰) بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام اور (خدا کے) فرمانبردار تھے۔

= حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ۔ مردوں کی عدم موجودگی میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں (شوہروں کی عزت و آبرو کی ان کے نفع و نقصان کی اور ان کے بھیدوں کی حفاظت کرنے والیاں (لام بمعنی فی ہے)

= بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ جیسا کہ حفاظت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت و آبرو کی۔ ان کے حقوق کی۔ ان کی نگہداشت و نان و نفقہ کی مردوں کو حکم دے کر۔ بِمَا میں ب سببیہ اور مَا مصدریہ۔
یا اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔

(عبداللہ یوسف علی)

= تَخَافُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرتے ہو۔ تمہیں خوف ہو۔ خَوْفٌ (باب سمع) مصدر سے

= نُشُوْزَهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ (مصدر۔ باب نصر۔ ضرب) ان کی سرکشی۔ ان کی نافرمانی۔ مراد شوہر سے نفرت۔ اطاعت سے گریز۔ شوہر کے مقابلہ میں غرور۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل تَخَافُوْنَ کا مفعول ہے۔

= فَعِظُوْهُنَّ۔ عِظُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر وَعْظٌ سے هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ تم ایسی عورتوں کو نصیحت کرو۔ ان کو سمجھاؤ (باب ضرب) ابن فارس کہتے ہیں کہ اَلْوَعْظُ کے معنی خوف دلانے اور ڈرانے کے ہیں۔

= اَلْمَضَاجِعِ۔ اسم ظرف جمع المضجع واحد۔ بستر۔ خوابگاہیں۔ اضجع واضطجع پہلو کے بل لیٹنا۔ الضَّجِيْعُ ساتھ لیٹنے والا۔

= فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ بَغْیٌ۔ تلاش کرنا۔ ڈھونڈھنا۔ چاہنا۔ عَلٰى بمعنی خلاف۔ یعنی پھر ان کے خلاف (کوئی ظلم کی) راہ تلاش مت کرو۔
تَبْغُوْا اصل میں تَبْغُوْنَ تھا لائے نہی کے سبب نون اعرابی گر گیا۔

۴: ۳۵ = شِقَاقَ۔ اَلشِّقُّ۔ شگاف کو کہتے ہیں۔ جیسے شَقَقْتُهٗ بِنِصْفَيْنِ میں نے اُسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ قرآن کریم میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰: ۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔
اَلشِّقُّ (بکسر ش) اس مشقت کو کہتے ہیں کہ جو تنگ و دوسے بدن یا جسم کو لاحق ہوتی ہو۔ مثلاً اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ (۱۶: ۷) مگر جان برمشقت جھیلنے کے بعد۔
الشِّقَاقُ۔ کے معنی مخالفت، عداوت۔ ناچاقی۔ کے ہیں۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ شق طرف

شقاق بمعنی الگ الگ (مخالف) طرفوں میں ہونا۔
= فَابْعَثُوْا۔ تم بھیجو۔ تم بلا بھیجو۔ تم اٹھاؤ۔ مقرر کرو۔ بَعْثٌ سے باب فتح۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
= حَكَمًا۔ مفعول بہ۔ منصف۔ بیچ۔ فیصلہ کرنے والا۔ حُكْمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد جمع۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں۔ حاکم سے زیادہ بلیغ
= يُرِيْدَا۔ تثنیہ مذکر غائب اس سے مراد دو بیچ۔ ایک خاوند کی طرف سے ایک بیوی کی طرف سے۔ اصل میں يُرِيْدَانِ تھا۔ اَنْ ناصبہ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔
= يُوَفِّقِ اللّٰهُ۔ يُوَفِّقِ مضارع مجزوم مکسور بالوصل واحد مذکر غائب تَوْفِيْقٌ مصدر باب تفعیل موافقت پیدا کر دے گا۔
= بَيْنَهُمَا۔ میں هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث۔ غائب مرد اور عورت کے لئے ہے۔

۴: ۳۶ = وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اس کی تقدیر ہے وَاَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔
= وَبِذِي الْقُرْبٰى ..... اَيْمَانُكُمْ۔ میں ذِي الْقُرْبٰى۔ والیتامٰی۔ والمساکین — والجارِ ذِي الْقُرْبٰى۔ والجار الجنب۔ والصاحب بالجنب وابن السبیل۔ اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے پہلے اَحْسِنُوْا محذوف ہے۔
= الجار ذی القربٰی۔ اَلْجَارُ۔ جو جوار میں یعنی پہلو میں رہنے والا ہو بمعنی پڑوسی ذی القربٰی قرابت دار ہو۔ یعنی رشتہ دار پڑوسی الجار الجنب۔ جُنُبٌ بمعنی دور۔ اجنبی۔ یعنی وہ پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو۔ صاحب بالجنب۔ پہلو کا رفیق۔ قریبی دوست سفر کا ساتھی۔ ابن السبیل۔ مسافر
= مُخْتَالًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِخْتِيَالٌ۔ (افتعال) مصدر۔ بمعنی اکڑنے والا۔ اترانے والا۔ اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا۔
= فَخُوْرًا۔ خبر ثانی۔ کَانَ۔ مبالغہ کا صیغہ فاخرٌ سے فعول بمعنی فَاعِلٌ بہت فخر کرنے والا۔ گھمنڈ کرنے والا۔ اترانے والا۔ شیخی خور۔

۴: ۳۷ = يَبْخَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ بُخْلٌ (باب سَمِعَ) مصدر وہ بخل کرتے ہیں۔ کنجوسی کرتے ہیں۔
= فَضْلِهٖ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ فضل کے معنی مال۔ برتری۔ قوت۔ حسن۔ مرتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم۔ وغیرہ میں زیادتی کے ہیں۔
= اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِعْتَادٌ مصدر۔ عَتَدٌ مادہ۔ اَلْعَتَادُ

ضرورت کی چیزوں کا پہلے سے ذخیرہ کرلینا۔ یہی معنی اِعْدَادٌ کے ہیں۔
اَعْتَدْنَا بروزن افْتَعَلْنَا۔ اِعْتَادٌ سے فعل ماضی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصل میں اَعْدَدْنَا ہے۔ ایک دال کو ت میں تبدیل کیا گیا ہے۔
۴:۳۸ = يَكُنْ۔ مضارع مجزوم فعل ناقص كَوْنٌ سے (باب نصر) اصل میں يَكُوْنُ تھا۔ مَنْ جازم فعل کی وجہ سے ن ساکن ہوگیا۔ اجتماع ساکنین (واؤ۔ نون) کی وجہ سے واؤ گرگئی
= قَرِيْنًا۔ بروزن فعيل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے (باب کرم) ساتھی۔ دوست۔ اس کی جمع قُرَنَاءَ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ (۴۱:۲۵) اور ہم نے شیطان کو ان کا ہمنشین مقرر کردیا۔
ایک زمانہ کے لوگ یا امت قَرْنٌ کہلاتی ہے۔ اس کی جمع قُرُوْنٌ ہے جیسے قرونِ اولیٰ۔ پہلی امتیں۔ قَرْنٌ جانور کا سینگ بھی ہے۔ ذوالقرنین دو سینگوں والا۔ (یہاں سینگ تشبیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے)
= آیات ۳۶ = ۳۷ - ۳۸- میں مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ ان اشخاص کے لئے ہے جو اپنے مال ودولت۔ عزت وجاہ۔ وغیرہ پر اتراتے ہیں۔ اور فخر کرتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ...... الخ مُخْتَالًا فَخُوْرًا کی صفت ہے۔ کافرین سے مراد یہی مندرجہ بالا گروہ ہے کہ کفرانِ نعمت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے دیئے ہوئے فضل پر بیجا گھمنڈ کرتے ہیں۔ اس کے صحیح استعمال میں کنجوسی کرتے ہیں دوسروں کو اس کے صحیح استعمال سے منع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔
= وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ کی تین صورتیں ہیں
۱:۔ یہ اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ۔ پر عطف ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اللہ ان لوگوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔ جو اپنا مال دکھاوے کے طور پر استعمال کرتے ہیں...... الخ
۲:۔ یہ لِلْكَافِرِيْنَ پر عطف ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے بھی جو اپنا مال دکھاوے کے طور پر استعمال کرتے ہیں..... الخ ہم نے ان کے لئے بھی رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے
۳:۔ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ۔ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔
اس صورت میں وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ...... بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ مبتدا۔ اس کی خبر محذوف (فلهم الشيطان قَرِيْنًا۔ تو شیطان ان کا ساتھی ٹھہرا) اور جس کا ساتھی شیطان ہو (تو وہ

جان لے کہ شیطان) بہت برا ہے ایک ساتھی کی حیثیت سے۔

۴ : ۳۹ = وَمَاذَا عَلَيْهِمْ ۔ اور کیا تکلیف ہوتی ان کو۔ اور کیا مصیبت آجاتی ان پر۔ اور کیا نقصان ہو جاتا ان کا۔

۴ : ۴۰ = مِثْقَالَ ۔ وزن ۔ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۔ ایک ذرہ کے وزن کے برابر۔ ثقل مادہ ۔ باب کرم سے اسم آلہ ہے۔

= تَكُ ۔ اصل میں تَكُوْنُ تھا۔ اِن کے عمل سے واو حرف علت حذف ہو گیا ۔ اور نون کو بھی خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا کَوْنٌ سے مضارع واحد مذکر غائب ۔ افعال ناقصہ میں سے ہے ۔ وہ ہووے ۔ وہ ہوتی ہے وہ ہوگی

= يُضَاعِفْهَا ۔ مضارع معروف ۔ مجزوم بوجہ جواب شرط ۔ مُضَاعَفَةٌ (مفاعلۃ) مصدر ۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو حَسَنَةً کی طرف راجع ہے ۔ وہ اس کو بڑھا دیگا ۔ دوچند کر دے گا۔

= مِنْ لَّدُنْهُ ۔ اس کی طرف سے (یہاں) اپنی طرف سے ۔ لَدُنْ ۔ ظرف مکان رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۔ اے رب ہمارے ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔

اور ظرف زمان ۔ اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى غُرُوْبِهَا ۔ میں اس کے پاس طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک مقیم رہا۔

۴ : ۴۲ = يَوَدُّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوَدَّةٌ (باب سمع) مصدر ۔ وہ پسند کرتا ہے وہ آرزو کرتا ہے یا کرے گا۔

لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۔ کاش انہیں دبا کر اوپر سے مٹی برابر کر دی گئی ہوتی ۔ تُسَوّٰى وہ برابر کر دی گئی ۔ وہ برابر کر دی جائے ۔ وہ ملا دی جائے ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ۔ زمین ان کو اپنے اندر لے کر برابر ہو جاتی ۔ لَوْ مصدریہ بھی ہو سکتا ہے جملہ بتاویل مفرد يَوَدُّ کا مفعول ہوگا ۔ اى يَوَدُّوْنَ اَنْ يُّدْفَنُوْا ۔

= حَدِيْثًا ۔ بات ۔

۴ : ۴۳ = سُكَارٰى ۔ سَكْرَانُ کی جمع ہے سَكْرٌ وسُكْرٌ ۔ سَكِرَ ۔ (سَمِعَ) سَكَرًا من الشراب ۔ شراب سے مدہوش ہو جانا

وَاَنْتُمْ سُكَارٰى ۔ دراں حالیکہ تم شراب کے نشہ میں ہو۔

= وَلَا جُنُبًا ۔ اور نہ حالت جنابت میں ۔ درآں حالیکہ تم پر غسل واجب ہو۔

= عَابِرِىْ سَبِيْلٍ ۔ عَابِرِىْ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ گذرنے والے ۔ عبور کرنے والے ۔ راہ چلتے

مسافر۔ عَابِرِیۡ ۔ اصل میں عَابِرِیۡنَ تھا بوجہ اضافت نون جمع ساقط ہو گیا۔

= اَلۡغَآئِطِ ۔ نشیبی وسیع میدان ۔ مراد قضائے حاجت کا مقام ۔ یا قضائے حاجت
عرب قضائے حاجت کے لئے نشیبی میدان میں جایا کرتے تھے کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ
رہیں ۔ اس لئے بطور کنایہ براز یا قضائے حاجت کا مقام ہے ۔ عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے

وَکَمۡ مِنۡ غَآئِطٍ دُوۡنَ سَلۡمٰی ۔

اور سلمٰی سے ادھر اور بھی وسیع میدان ہیں ۔

= تَیَمَّمُوۡا ۔ تم قصد کرو ۔ تم ارادہ کرو ۔ تم تیمم کرو ۔ تَیَمَّمٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تیمم کے
معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں ۔ شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی کا یا اس چیز کا جو
پاک مٹی کا قائم مقام ہو قصد کرنا ۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور
دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے ۔

= صَعِیۡدًا ۔ زمین، خاک ۔ الصَّعُوۡدُ کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں ۔ صَعِیۡدٌ کا لفظ وَجۡهُ
الۡاَرۡضِ ۔ یعنی زمین کے بالائی حصہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

۴ : ۴۴ = اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ کہ تم راہ راست سے ہٹ جاؤ ۔ بھٹک جاؤ

۴ : ۴۵ = کَفٰی بِاللّٰهِ وَلِیًّا ۔ کَفٰی یَکۡفِیۡ (ضرب) کفایۃ الشیٔ ۔ کسی شی کا کافی ہونا ۔
کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا ۔ وَلِیًّا ۔ صفت مشبہ (فَعِیۡلٌ) وِلَایَۃٌ
محافظ ۔ حامی ۔ بچانے والا ۔ کارساز ۔ مددگار ۔ دوست ۔ رفیق ۔ کَفٰی بِاللّٰهِ ۔ میں اللہ فاعل ہے
ب زائدہ کی وجہ سے مکسور ہے ۔ وَلِیًّا تمیز ہے بطور دوست اللہ ہی کافی ہے ۔

۴ : ۴۶ = هَادُوۡا ۔ ماضی جمع مذکر غائب هُوۡدٌ ۔ مصدر ۔ باب نصر ۔ وہ یہودی ہوئے مِنَ
الَّذِیۡنَ هَادُوۡا ۔ جو یہودی ہیں ان میں سے بعض لوگ ۔

= یُحَرِّفُوۡنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ تحریف (تفعیل) مصدر ۔ تحریف کرتے ہیں ۔ بدل ڈالتے
ہیں ۔ بگاڑ دیتے ہیں ۔ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی یہاں دونوں مراد ہیں ۔

= الۡکَلِمَ ۔ جنس جمع ہے ۔ کَلِمَۃٌ واحد ہے ۔ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ کلمات کو
ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں ۔ (یہاں کلمات سے مراد کلماتِ توراۃ ہیں)

= مَوَاضِعِهٖ ۔ اسم ظرف جمع مَوۡضِعٌ واحد ۔ وَضۡعٌ مصدر باب فتح ۔ رکھنے کے مقامات ۔
اصلی جگہوں سے وَضَعَ اتار کر رکھ دینا ۔

= اِسۡمَعۡ ۔ تو سن ۔ سماع و سماعۃ ۔ سے امر کا صیغہ ۔ واحد مذکر حاضر ۔

= غَیْرَ مُسْمَعٍ ۔ مُسْمَعٌ اسم مفعول واحد مذکر۔ باب افعال ۔ اِسْمَاعٌ مصدر۔ نہ سنا گیا۔
وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ ۔ سنیئے نہ سنوائے جاؤ۔ کا محاورہ دو طرح بولا جاتا ہے۔
(۱) ایک بددعا کے طور پر۔ سنو تم بہرے ہو جاؤ کچھ نہ سن سکو۔
(۲) دوسرا دعا کے طور پر ۔ سنو۔ تمہیں کوئی ناگوار بات، نہ سننی پڑے ۔
= رَاعِنَا ۔ ہماری رعایت کر۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہمارا خیال رکھ۔ مُرَاعَاۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم ۔ مزید دیکھیں ۲: ۱۰۴
= لَیًّا ۔ مصدر موڑنا ۔ مروڑنا ۔ پھیرنا ۔ گھمانا ۔ لَوٰی یَلْوِیْ (ضَرَبَ) زبان کو مروڑ کر
یہود ایک تو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے تھے ۔کہ اس میں جو حصص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا ان کی صفات کے متعلق تھے ۔ ان کو حرفاً یا معنیً تبدیل کر دیتے تھے ۔ دوسرے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان کو دعوتِ حق دی جاتی تھی تو وہ کہتے تھے ۔
(۱) سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا یعنی باآواز بلند تو یہ کہتے ہیں سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا ۔ سمجھ لیا) اور بعد میں آہستہ سے یہ بھی کہہ دیتے ۔عَصَیْنَا ۔ ہم قبول نہیں کرتے ۔ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے)
(۲) اِسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ ۔ جو دعا اور بددعا دونوں کے معنی میں لئے جا سکتے ہیں تشریح اوپر گذر چکی ہے
(۳) اور کہتے رَاعِنَا ۔ (معنی اوپر دیئے گئے ہیں ۔مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۱۰۴)
لَیًّا ۔ مصدر ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے
طَعْنًا فِی الدِّیْنِ (دین پر طعنہ زنی کرتے ہوئے) بھی ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے اور ان کی نیت کو ظاہر کرتا ہے ۔
فرمایا ۔ اگر وہ مندرجہ بالا دو معنی فقرات کی بجائے نیک نیتی سے (۱) سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۔
(۲) اِسْمَعْ ۔ توجہ فرمائیے ۔ (۳) اُنْظُرْنَا ۔ ہم پر نظر فرماویں ۔ ہماری طرف التفات فرماویں ۔ تو انہی کے لئے بہتر اور درست ہوتا ۔

۴ - ۴۷ = نَطْمِسَ ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔جمع متکلم ۔ طَمْسٌ مصدر باب ضَرَبَ ونَصَرَ ، کہ ہم صورت بگاڑ دیں ۔ طَمْسٌ کے اصل معنی مٹانا ۔ بگاڑنا اور پلٹ دینا کے ہیں متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے
= فَنَرُدَّ هَا ۔ مضارع جمع متکلم رَدٌّ سے باب نصر ۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو وُجُوْهًا کی طرف راجع ہے ۔ ان کو پھیر دیں ان کا رُخ ان کی پیٹھوں کی طرف ۔ عَلٰی اَدْبَارِهَا

ادبار جمع دبر کی۔ بمعنی پیٹھ) پھیر دیں۔

= نَلْعَنَهُمْ۔ مضارع جمع متکلم لَعْنٌ مصدر (فتح) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان پر لعنت کریں لَعَنَّا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے لعنت کی

اَصْحٰبَ السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن والے۔ ۵۳۶ء سے ۶۲۸ھ کے درمیان یہودیوں کے بنی یرمیاہ اور بنی حزقیل علیہما السلام کے وقت میں یہودیوں کو سبت یعنی ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک گروہ نے خلاف ورزی کرتے ہوئے صریحاً خلاف ورزی کی دوسرا گروہ باز رہا لیکن پہلے گروہ کو منع نہ کیا۔ تیسرے گروہ نے سرگرمی سے پہلے گروہ کو اس خلاف ورزی سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر خدا کی لعنت نے ان کو آلیا۔ اور پہلے گروہ کے چہرے مسخ کر کے ان کو بندروں کی شکل دیدی گئی۔

۴ : ۴۸ = اِفْتَرٰى۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ افتراءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ یعنی اس نے گناہِ عظیم کا ارتکاب کیا۔

۴ : ۴۹ = يُزَكُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَزْكِيَةٌ مصدر۔ باب تفعیل۔ پاک قرار دیتے ہیں تزکیہ نفس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تزکیہ بالفعل۔ اچھے اعمال کے ذریعہ جو محمود طریقہ ہے۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۸۷ : ۱۴) جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح پا گیا

دوسرا تزکیہ بالقول۔ انسان خود اپنے اچھا ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ طریقہ مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً لَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ (۵۳-۳۲) اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ۔ یہاں اس آیۃ میں دوسرا طریقہ مراد ہے۔

= فَتِيْلًا۔ باریک دھاگہ۔ ڈورا جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹا جاتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ڈورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فتیل کہلاتا ہے مراد قلیل۔

۴ : ۵۰ = وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ اور یہی کھلا گناہ ہے ب زائد ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یہ جملہ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ کے لئے ہے جو اس جملہ میں فاعل ہے۔ نیز ملاحظہ ہو (۴ : ۴۵) اور یہی افترار علی اللہ ان مفتریوں کے لئے بطور ایک صریح گناہ کے کافی ہے۔

۴ : ۵۱ = جِبْتِ۔ بُت۔ جادوگر۔ شیطان۔ جادو۔ جبت اور طاغوت سے ہر وہ جنس مراد ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاوے۔ خواہ وہ بُت ہو یا آدمی ہو یا جن۔ یا شیطان۔ طَاغُوْتَ۔ شیطان۔ حق سے روکنے والا۔ بُت۔ معبود باطل۔ سرکش۔ سخت۔ طاغی۔

طغی مادہ۔ طغی یطغی طغیانا۔ سرکشی کرنا۔ اطغاءٌ (افعال) اسے سرکشی طغیان پر ابھارا۔ اِنَّ الاِنسانَ لَیَطغٰی۔ بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے۔

= ھٰؤُلَآءِ۔ مراد الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ وَ۔ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ کافروں سے کہتے ہیں کہ اَنْتُمْ ھٰؤُلَآءِ اَھْدٰی ۔۔۔۔ سَبِیْلًا۔ انتم ہی وہ لوگ ہو جو اہل ایمان سے زیادہ راہ راست پر ہو (الخازن)

لِلَّذِیْنَ ۔ بمعنی ان کے متعلق۔ یعنی وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہیں۔

۴ : ۵۳ = فَاِذًا۔ اگر ایسا ہوتا تو۔ اس وقت۔ حرفِ جزا ہے۔ جواب اور جزار کے لئے آتا ہے

= لَا یُؤْتُوْنَ۔ نہیں دیتے ہیں۔ نہ دیتے۔

= نَقِیْرًا۔ اسم منصوب۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا۔ مراد حقیر ترین چیز۔

۴ : ۵۴ = فَقَدْ اٰتَیْنَا اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ۔ تو یاد رہے ہم دے چکے ہیں (قبل ازیں) آل ابراہیم کو کتاب وحکمت اور عظیم سلطنت۔ مثلاً حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو۔ یعنی ایسی ہی نعمت قبل ازیں آل ابراہیم کو بھی تو دی جا چکی ہے پھر یہ اب مؤمنوں کو وہی نعمت دیئے جانے پر کیوں جلتے ہیں۔

بعض کے نزدیک الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ مراد ہیں۔

۴ : ۵۵ = اٰمَنَ بِہٖ۔ ای بالنبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وما انزل الیہ۔ یعنی ان میں سے کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان پر نازل شدہ کلام الٰہی پر ایمان لے آئے۔

= صَدَّ عَنْہُ۔ صَدٌّ۔ روکنا۔ رکنا۔ صَدَّ یَصُدُّ (نصر) صَدٌّ وَصُدُوْدٌ۔ مصدر واحد کا صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بعض اس سے باز رہے۔ یعنی ایمان نہ لائے

= وَکَفٰی بِجَھَنَّمَ سَعِیْرًا۔ جَھَنَّمَ بوجہ عجمہ اور تانیث غیر منصرف ہے۔ لہٰذا اس کا اعراب فتح سے آیا ہے۔ یہ فاعل ہے کَفٰی کا۔ سَعِیْرًا تمیز ہے۔ اور دھکتی ہوئی آگ کے طور پر جہنم ان کے لئے کافی ہے۔

۴ : ۵۶ = نُصْلِیْھِمْ۔ ہم ان کو داخل کریں گے۔ نیز ملاحظہ ہو (۴ : ۳۰)

= کُلَّمَا۔ کُلَّ اور مَا سے مرکب ہے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ما حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے۔ بمعنی وقت کے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے کُلَّمَا اَضَاءَ لَھُمْ مَّشَوْا

فِیۡهِ (۲: ۲۰) اور آیۃ ہذا۔

= نَضِجَتْ ۔ واحد مؤنث غائب ماضی معروف نَضْجٌ مصدر (سمع) پک جائیں گی ران کی کھالیں) نَاضِجٌ ۔ پکا ہوا گوشت ۔ پکا ہوا پھل۔

۴: ۵۷ = ظِلًّا ظَلِیۡلًا ۔ ظِلٌّ ۔ سایہ ۔ پرچھائیں۔

ظَلِیۡلٌ صیغہ صفت ہے گھنی چھاؤں ۔ ٹھنڈا سایہ ۔ ظِلٌّ کے بعد اسے تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔ یعنی ہم ان کو گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے ۔ ربیع بن انس کہتے ہیں کہ ظِلًّا ظَلِیۡلًا سے مراد عرش کا سایہ ہے جو کبھی زائل نہ ہوگا۔

۴: ۵۸ = تُؤَدُّوۡا ۔ تم ادا کرو ۔ اصل میں تُؤَدُّوۡنَ تھا۔ اَنْ حرف ناصبہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تَاۡدِیَةٌ (باب تفعیل) سے ادی ۔ ادو ۔ مادہ اَلْاَدَاءُ ۔ یکبارگی اور پورا پورا حق دے دینا۔

= نِعِمَّا ۔ یہ لفظ مرکب ہے نِعِمَ اور مَا سے ۔ بمعنی بہت عمدہ ۔ بہت اچھا ۔ نِعِمَّا یَعِظُکُمۡ بِہٖ ۔ کیسی ہی عمدہ بات کی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے ۔

۴: ۵۹ = تَاۡوِیۡلًا ۔ تَاۡوِیۡلٌ بروزن تَفۡعِیۡلٌ ۔ اَوۡلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں ۔ اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مَوۡئِلٌ کہتے ہیں

اَوَّلِ الشَّیۡءَ اِلَیۡهِ ۔ اس کی چیز کو واپس لوٹا دو ۔ یقال فی الدعاء اول اللہ علیك ضالتك خدا تمہاری گمشدہ چیز کو واپس دلا دے ۔ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا انجام کار بہتر ہے۔

Best and most suitable for final determination

۴: ۶۰ = یَزۡعُمُوۡنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ زَعۡمٌ مصدر ۔ باب نصر ۔ وہ گمان کرتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

= یَتَحَاکَمُوۡنَ اِلٰی ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اصل میں یَتَحَاکَمُوۡنَ تھا ۔ نون اعرابی اَنْ ناصبہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا ۔ تَحَاکُمٌ ۔ تَفَاعُلٌ ۔ مصدر ۔ تحاکم الی الحَاکِمِ ۔ باہمی جھگڑے کو کسی حاکم کے پاس فیصلہ کے لئے لے جانا ۔ یُرِیۡدُوۡنَ ..... الطَّاغُوۡتِ ۔ یعنی دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور ادھر باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے ان لوگوں کے پاس لے جائیں جو اللہ تعالیٰ سے سرکش ہیں۔

= وَقَدْ اُمِرُوْا...... بِهٖ ۔ حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انکار کریں ۔ باز رہیں ایسے لوگوں سے (طاغوت سے) کیونکہ ان کو تو حکم یہ تھا کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (آیہ ماقبل)

۴ : ۶۱ = تَعَالَوْا ۔ تَعَالیٌ (تفاعلٌ) جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ اصل میں تَعَالِ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے ۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا ۔

بعض علماء کے نزدیک یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعتِ منزل کے ہیں گویا تَعَالَوْا میں رفعتِ منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے ۔ اہل لغت نے تَعَالِ کو مطلقاً ھَلُمَّ (چلے آؤ ۔ آؤ) کے معنی میں لیا ہے ۔

= یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۔ صَدٌّ ۔ مصدر بمعنی رکنا ۔ باز رہنا ۔ روک دینا ۔ باز رکھنا فعل لازم و متعدی ہر دو صورت میں استعمال ہوتا ہے ۔ صَدَّ یَصُدُّ (نَصَرَ) بواسطہ عَنْ منہ پھیر لینا اعراض کرنا ۔ روک دینا ۔ پھیر دینا ۔ صَدِیْدٌ مصدر (نَصَرَ ۔ ضَرَبَ) رونا پیٹنا ۔ چیخنا ۔ تَصْدِیْدٌ مصدر (تفعیل) تالی بجانا ۔ صُدُوْدًا ۔ آخر میں تاکید کے لئے ہے ۔

۴ : ۶۲ = اِنْ اَرَدْنَا ۔ میں اِنْ نافیہ ہے ۔

= تَوْفِیْقًا ۔ توفیق کے معنی ہیں دو چیزوں میں مطابقت کرنا ۔ اسی لئے عرف عام میں تقدیر کے موافق اچھے اعمال سرزد ہونے کا نام توفیق ہے ۔ یہاں مراد اصلاح باہمی اور ملاپ کے ہیں ۔ باہمی مصالحت ۔

۴ : ۶۳ = فِیْ اَنْفُسِھِمْ ۔ ان کے اپنے متعلق ۔ ان کے لئے ۔

= بَلِیْغًا ۔ اثر کرنے والا ۔ پہنچنے والا ۔ بلاغت والا ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے ، ان سے ان کے حق میں اثر کرنے والی بات کہہ ۔

۴ : ۶۴ = اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جب وہ ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر جَآءُوْكَ تمہارے پاس آجاتے ۔ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ اللہ سے بخشش طلب کرتے ۔ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے ۔

= لَوَجَدُوا ...... رَحِیْمًا ۔ جوابِ شرط ۔

۴ : ۶۵ = فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ اس جملہ میں فَلَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

ا ۔ یہ نفی کے لئے ہے ۔ ای لَیْسَ الْاَمْرُ كَمَا یَقُوْلُوْنَ یعنی بات وہ نہیں جو یہ کہتے ہیں یعنی

وہ جو قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ؕ غلط کہتے ہیں۔ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ تیرے رب کی قسم بات یہ ہے کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ ...... الخ

ب۔ یہ لَا تاکید کے لئے ہے یعنی قسم کی تاکید میں۔

ج۔ یہ نفی کے معنی میں ہے اور لَا يُؤْمِنُوْنَ کی نفی کی تاکید میں۔ یعنی نہیں۔ تیرے رب کی قسم۔ یہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے ..... الخ۔ اس کے قریب قریب اُردو میں بھی ہم بولتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم میں یہ نہیں کروں گا۔ مطلب یہ کہ میں ہرگز ہرگز یہ نہیں کروں گا۔

= يُحَكِّمُوْكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ حَكَّمَ يُحَكِّمُ۔ تَحْكِيْمٌ (تفعیل) کسی کو منصف بنانا۔ یعنی جب تک آپ کو منصف نہ بنائیں گے

= شَجَرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ باب نصر۔ اختلاف ہوا۔ جھگڑا ہوا۔ شُجُوْرٌ سے جس کے معنی آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کے ہیں۔

= قَضَيْتَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضٰى يَقْضِيْ (باب ضرب) قَضَاءٌ مصدر تونے فیصلہ کر دیا تونے حکم دیا۔

= حَرَجًا۔ تنگی۔ مضائقہ۔ حرج۔ خلش۔

۴: ۶۶ = مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ۔ میں ما بیانیہ ہے۔ یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

= اَشَدَّ تَثْبِيْتًا۔ اَشَدَّ پختہ تر۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ تَثْبِيْتًا مصدر باب تفعیل۔ ثابت کرنا۔ ثابت رکھنا۔ یعنی ان کے ایمان میں ثابت قدمی کی پختگی کا باعث ہوتا۔ یعنی اس طرح وہ سختی سے اپنے ایمان میں ثابت قدم ہو جاتے۔

۴: ۶۷ = اِذًا۔ حرف جزا ہے۔ جواب شرط۔ جزا کے لئے آتا ہے تب۔ اس وقت۔ (دیکھو ۴: ۵۳) اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف کی صورت میں بدل لیتے ہیں۔ یہاں اِذًا۔ وہ جواب ہے جس کا سوال مقدر ہے۔ جیسے کہ سوال ہے کہ اس خَيْرًا لَّهُمْ اور اَشَدَّ تَثْبِيْتًا کے بعد پھر کیا ہوتا تو جواب ہے۔ تو پھر ہم ان کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

= مِنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے لَدُنْ ظرف زمان ہے تو نہایتِ وقت کی ابتدار پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى غُرُوْبِهَا۔ میں اس کے پاس مقیم رہا ابتدار طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک۔

ظرفِ مکان بھی ہے جس کا معنی ہے پاس۔ طرف۔ قرآن حکیم میں عموماً اسی کا استعمال ہے

مثلاً آیت ہذا۔

۴: ۶۹ = مِنْ بیانیہ ہے

= حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيقًا۔ حسن بمعنی مَا اَحْسَنَ تعجب کے لئے ہے۔ بظاہر حَسُنَ اُولٰئِكَ رُفَقَاءُ چاہیئے تھا۔ علماء نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ اس کی تقدیر کلام یہ ہے حسن کلّ واحد منھم رفیقًا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رفیق۔ برید کے الفاظ واحد۔ جمع۔ جنس سب معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے رفیق یہاں بمعنی رُفَقَاء ہے۔

۴: ۷۱ = حِذْرَكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ جس کے ذریعہ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ حذر کہلاتا ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْحَذْرُ (باب سمع) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ قرآن حکیم میں ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (۶۴: ۱۴) تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو۔

حِذْرَ سے یہاں مراد اسلحہ جنگ وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ خُذُوْا حِذْرَكُمْ۔ احتیاطی تدابیر مکمل رکھو۔ اپنے بچاؤ کا انتظام پورا رکھو۔ اپنے بچاؤ کے ہتھیار موجود رکھو۔ مقابلہ کے لئے چوکنے اور تیار رہو۔

= اِنْفِرُوْا۔ تم نکلو۔ تم کوچ کرو۔ (نصر، ضرب) نَفِيْرٌ اور نُفُوْرٌ سے۔ جس کے معنی نکلنے کوچ کرنے۔ اور بھاگنے (فرار ہونے) کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں نَفْرٌ کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہونے کے ہیں یا اس سے بیزار ہونے کے ہیں۔

فَانْفِرُوْا۔ پس تم نکلو۔

= ثُبَاتٍ۔ جمع۔ ثُبَةٍ واحد۔ گروہ۔ ٹولے۔ ثُبَاتٍ ای فِیْ ثُبَاتٍ۔

= جَمِيْعًا۔ سب اکٹھے ہو کر۔ جماعت کی صورت میں۔

= اِنْفِرُوْا۔ سے مراد مطلق باہر نکلنا بھی ہے اور جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلہ میں نکلنا بھی ہے یہاں دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جنگ احد کے بعد دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اطراف و نواح کے قبیلوں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے۔ اس لئے حکم ہوا کہ جب بھی باہر نکلو تو دشمنوں سے خطرہ کے پیش نظر مسلح ہو کر گروہ کی صورت میں نکلو تا کہ بوقتِ ضرورت خاطر خواہ مدافعت کر سکو۔

دوسری صورت میں پہلے خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اب دین کی سربلندی کے لئے جہاد

کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں متفق و مجتمع حالت میں نکلو۔ اور باقاعدہ اسلحہ جنگ سے لیس ہو کر۔
۴:۷۲ = لَيُبَطِّئَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ بَطَّأَ يُبَطِّئُ تَبْطِئَةٌ (تفعیل) بطأ مادہ۔ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اَلْبُطْؤُ۔ چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا۔
جملہ کے معنی یہ ہیں۔ اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خود بھی دیر لگاتے ہیں اور دوسروں سے بھی دیر لگواتے ہیں۔
= شَهِيدًا ۔ سے یہاں مراد موجود ہے۔
۴:۷۳ = لَيَقُولَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ تو ضرور کہہ اٹھے۔ فعل بافاعل يٰلَيْتَنِي ..... عَظِيمًا ۔ مفعول
= كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ ..... مَوَدَّةٌ ۔ لَيَقُولَنَّ اور يٰلَيْتَنِي کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی جیسے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی یا باہمی محبت کا کوئی رشتہ تھا ہی نہیں۔ اور اسے محض اپنی خود غرضی ملحوظ ہے مومنوں سے اسے کوئی سروکار نہیں۔
= مَوَدَّةٌ ۔ مصدر۔ دوستی۔ محبت۔ دلی رغبت۔
۴:۷۴ = فَلْيُقَاتِلْ ۔ مُقَاتَلَةٌ (مفاعلۃ) مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس سے خطاب مؤمنین سے ہے جنہوں نے آخرت کے لئے اپنی دنیاوی زندگی بیچ دی فَلْيُقَاتِلْ بس چاہیے کہ لڑیں۔
= وَمَنْ يُّقَاتِلْ ۔ میں فعل مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ کے ہے۔
۴:۷۵ ۔ مَا لَكُمْ ۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کیا وجہ ہے۔ یہ استفہام تحریض علی الجہاد کے لئے ہے یعنی جہاد میں برانگیختہ کرنے کے لئے ہے۔
= وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر (باب استفعال) سَبِيْلِ اللهِ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ یعنی کہ تم جنگ کیوں نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور بے بس مرد۔ عورتوں اور بچوں (کی خلاصی) کے لئے۔ یہاں بے بس مرد۔ عورتیں اور بچوں سے مراد ہیں وہ جو مکہ میں مسلمان ہو گئے اور مشرکین نے ان کو ہجرت سے روکے رکھا۔ اور ان پر طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں کیں
۴:۷۶ = كَيْدَ ۔ تدبیر۔ (خواہ اچھی ہو یا بری) چال۔ داؤ۔ كَيْد (باب ضرب) مصدر بمعنی چال چلنا۔ تدبیر کرنا۔
۴:۷۷ = كُفُّوْٓا ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں اُكْفُفُوْا بروزن اُنْصُرُوْا ۔ تھا۔ تم رد کو۔

کَفَّ یَکُفُّ ۔ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ (عَنِ القتال) امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف الزہری۔ المقداد بن الاسود الکندی۔ قدامہ بن مظعون۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی۔

ان حضرات کا تقاضا تھا کہ ان کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں اب جب کہ ان کی حالت بہتر ہو گئی ہے تو ان کو اپنے موذی دشمنوں کے ساتھ مقاتلہ کی اجازت دی جائے۔ لیکن چونکہ ابھی جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز اور روزہ پر زیادہ توجہ دینے کے لئے فرمایا کرتے تھے جو فرض کئے جا چکے تھے اور قتال سے منع فرماتے تھے۔

= کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ۔ جب ان پر جہاد فرض کیا گیا۔ اور مشرکین سے قتال کا حکم ہوا اور بدر کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم ہوا۔

= فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ ۔ ان میں سے ایک فریق ۔ ایک گروہ۔ سارے نہیں بلکہ ان میں سے ایک گروہ جو ایمان میں پختہ نہ تھے

= یَخْشَوْنَ النَّاسَ ۔ یَخْشَوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب خَشْیَۃٌ مصدر (باب سمع) سے لوگوں سے ڈرنے لگے۔ یعنی مشرکین سے مقاتلہ سے خوف کھانے لگے۔ فَرِیْقًا لفظاً واحد ہے لیکن معنیً جمع ہے۔

= لَوْلَا ۔ کیوں نہ۔ اَخَّرْتَنَا۔ تو نے ہمیں مہلت دی۔

= اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ اجل مدت مقررہ کو کہتے ہیں موت کو اجل بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقت مقرر ہے اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ کچھ مدت تک ۔ تھوڑا عرصہ اور۔

= فَتِیْلًا ۔ کھجور کی گٹھلی کے ریشے برابر۔ ملاحظہ ہو۔ ۴ : ۴۹۔

۴ : ۷۸ = یُدْرِکْکُّمْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاکٌ سے ۔ پلستر کیا ہوا۔ بلند۔ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ۔ (۲۲ : ۴۵) بہت بلند محل ۔ مُشَیَّدَۃٌ تَشْیِیْدٌ (تفعیل) سے اسم مفعول اونچے اور مضبوط بنائے ہوئے۔

= فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ ۔ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے، یہ کیسی ہے۔ مَا شَانُ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ

= لَا یَکَادُوْنَ ۔ کَادَ یَکَادُ (فتح) کَوْدٌ مصدر۔ کَادَ یَکَادُ۔ اگرچہ افعال تامہ ہیں لیکن استعمال میں ان کے بعد دوسرا فعل ضرور آتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو کَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا ۔ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

۴ : ۸۰ = حَفِیْظًا ۔ نگہبان ۔ حفاظت کرنے والا۔ حِفْظٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ۔

۴ : ۸۱ = طَاعَةٌ۔ ای یَقُوْلُوْنَ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۔یعنی منہ سے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں۔ طَاعَةٌ اسم بمعنی حکمبرداری۔ قبول کرنا۔ حکم ماننا۔ طَوْعٌ سے۔

= بَرَزُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ نکلتے ہیں بُرُوْزٌ سے باب نصر۔ جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہوتے کے ہیں۔ یعنی جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

= بَیَّتَ۔ اس نے رات کے وقت مشورت کی۔ یعنی تو ایک طائفہ (گروہ) رات بھر (آپ کے خلاف) ایسے مشوروں میں لگا رہتا ہے جو غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ہے۔ یعنی جو وہ کہتا ہے (کہ ہم فرمانبردار ہیں) اس سے بالکل مختلف ہے۔ تقول میں ضمیر واحد مؤنث غائب طَائِفَةٌ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر (واحد مذکر حاضر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ طائفہ رات بھر مشورہ کرتا رہتا ہے ان باتوں کے خلاف جو آپ نے فرمائی ہیں۔

= یُبَیِّتُوْنَ۔ جو وہ رات بھر مشورہ کرتے ہیں۔

۴ : ۸۲ = لَوْکَانَ۔ ای لَوْکَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ اگر یہ قرآن ہوتا (اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے)

۴ : ۸۳ = اَمْرٌ۔ کے معنی حکم کے ہیں لیکن یہ جملہ اقوال و افعال کے لئے بھی عام ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ (۱۱ : ۱۲۳) اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے امر۔ یعنی کوئی بات۔ کوئی معاملہ۔ اس کی جمع اُمُوْر ہے۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ۔ اس کا مطلب ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی خبر۔ کوئی امر، کوئی معاملہ (خواہ وہ امن کے متعلق ہو یا خوف کے متعلق) پہونچتا ہے۔

= اَذَاعُوْا بِهٖ۔ وہ مشہور کر دیتے ہیں۔ اس کا تذکرہ عام کر دیتے ہیں۔ اس کو شہرت دیدیتے ہیں اشاعت کر دیتے ہیں۔ افشا کر دیتے ہیں۔ اَذَاعُوْا۔ اِذَاعَةٌ سے بمعنی شہرت دینا۔ خبر پھیلانا۔ راز ظاہر کرنا۔ ذَیْعٌ مادہ۔

اُولِی الْاَمْرِ۔ صاحب الامر۔ حاکم با اقتدار۔ ذمہ دار۔ حاکم۔ اہل عقل و بصیرت۔ اہل الرائے۔

وھم کبار الصحابۃ کابی بکر و عمر و عثمان و علی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

یعنی صحابہ کبار جیسے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

= لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ تو ضرور جان لیتے اس بات کو وہ جو اُن میں سے استنباط کرنے والے ہیں۔ عَلِمَ کا فاعل اَلَّذِیْنَ ہے۔ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں۔

= یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ۔ اِسْتِنْبَاطٌ (استفعال) مصدر۔ جو اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ جو غور و خوض کر کے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ تو گویا اس صورت میں متعلقہ خبر اپنے صحیح اور اصلی روپ میں سامنے

آجاتی اور امن وخوف کی غلط کیفیت جو بغیر سوچے سمجھے لوگ خبروں سے اخذ کر لیتے ہیں پیدا نہ ہوتی۔

۴: ۸۴ = فَقَاتِلْ۔ میں ف جزائیہ ہے۔ اور فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جواب شرط ہے شرط محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہوگی۔ ان افردوك وتركوك وحدك فقاتل فی سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اگر (منافقین) تمہیں تنہا چھوڑ دیں تو تو اللہ کی راہ میں اکیلا ہی لڑ۔

= لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ۔ تو صرف اپنی ذات کی حد تک مکلّف (ذمہ دار) ہے۔

= حَرِّضْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو تاکید کر۔ تو تحریض دلا۔ تو ابھار۔ حَرِّضْ علی القتال

= عَسٰی۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔

= عَسٰی اَنْ یَّكُفَّ۔ ممکن ہے۔ یا توقع ہے کہ روک دے۔ كَفٌّ مصدر۔ باب نصر۔

اَشَدُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ شدید تر۔

= بَأْسَ۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ زور۔ جنگ کی شدت۔ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جنگ کی شدت کو روک دے۔ کیونکہ لڑائی کی شدت کے طور پر اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔

= اَشَدُّ تَنْكِيْلًا۔ عذاب دینے۔ سزا دینے۔ یا ضعیف وعاجز کر دینے میں اللہ تعالیٰ بہت سخت ہے (اُن سے)

= یَشْفَعْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ جزم فعل بوجہ عمل مَنْ ہے۔ جو سفارش کرتا ہے جو معاونت کرتا ہے۔

= كِفْلٌ۔ حصہ۔ پورا پورا حصہ۔

= مُقِيْتًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْوَاتٌ مصدر۔ قُوْتٌ۔ مادہ۔ قادر۔ نگران۔ محافظ۔ روزی دینے والا۔ بعض نے اس کا معنی شاہد بھی لیا ہے۔ یعنی اللہ ہر بات پر نظر رکھنے والا ہے۔

۴: ۸۶ = حُيِّيْتُمْ۔ تمہیں دعا دی جائے۔ تمہیں سلام کیا جائے۔ تَحِيَّةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَيُّوْا۔ تم دعا دو۔ تم سلام کرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَسِيْبًا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل۔

۴: ۸۷ = اَصْدَقُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ سچ بولنے والا۔ زیادہ سچا۔

= فَمَا لَكُمْ۔ کیوں تم میں۔ فِی الْمُنٰفِقِيْنَ۔ منافقوں کے بارہ میں۔ فِئَتَيْنِ۔ دو گروہ۔ یعنی

کیا وجہ ہے کہ منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہوں میں ہو گئے ہو۔ بعض لوگ جنہوں نے اسلام

قبول کرلیا تھا وہ دنیاوی مفاد یا باہمی معاشرتی یا خانگی تعلقات کی وجہ سے مکہ سے یا دیگر مقامات سے ہجرت سے باز رہے۔ بعض انہی وجوہ کی بنا پر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں سے ناسازگی آب وہوا یا دیگر بہانہ سازی سے واپس اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ اور وہاں کم وبیش اپنی کافر قوم کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ان کی کاروائیوں میں حصہ لیتے رہے۔ مسلمانوں کی رائے ان کے بارہ میں مختلف تھیں۔ ایک گروہ ان کو خارج از اسلام گردانتا تھا۔ جب کہ دوسرا گروہ ان کو مسلمان ہی گردانتا تھا۔ کہ کلمہ پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو حقیقت میں بالکل مجبور تھے۔ اور ہجرت نہ کر سکتے تھے۔ اور ان پر ان کے کافر ومشرک افراد طرح طرح کے ظلم وستم ڈھاتے تھے قرآن حکیم میں ان کو مستضعفین شمار کیا گیا ہے۔

= اَرْكَسَهُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اِرْكَاسٌ سے (اللہ نے) ان کو سر کے بل اوندھا گرادیا ہے۔ ای رَدَّهُمْ اِلَى الْكُفْرِ۔ ان کو کفر کی طرف الٹا پھیر دیا ہے۔ اَرْكَسَ اور نَكَسَ ہم معنی ہیں۔

= اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ ...... اَضَلَّ اللّٰهُ۔ یعنی مستضعفین کے علاوہ جو اپنی مرضی سے وہیں کفار میں رہ گئے۔ یا آکر واپس چلے گئے انہوں نے دنیاوی مفاد کو اسلام پر ترجیح دی اور کفر کی طرف لوٹا دیئے گئے۔ اب اس میں اختلاف کا کونسا موقع ہے۔

۴: ۸۹ = فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً۔ تاکہ تم بھی (اور وہ بھی) یکساں ہو جائیں

= فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر وہ ہجرت سے منہ موڑیں۔ انکار کریں۔

۴: ۹۰ = يَصِلُوْنَ۔ وہ پناہ پکڑیں یا جا ملیں۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب وَصْلٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔

= حَصِرَتْ۔ حَصْرٌ (سَمِعَ) ماضی واحد مؤنث غائب وہ گھر گئی وہ تنگ ہوگئی۔ وہ رک گئی حِصَارٌ مَحْصُوْرٌ اسی سے مشتق ہیں۔

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ محصور ہو چکے ہیں ان کے سینے۔ (کوئی راہ نکلنے کی نہیں ملتی تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں)

جن منکرین ہجرت کو پکڑنے اور قتل کرنے کے متعلق حکم ہوا۔ ان میں دو گروہوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے (۱) جو اس قوم سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ امن ہے۔

(۲) جو تمہارے پاس آجائیں لیکن ان کے دل اس قدر محصور ہو چکے ہوں کہ وہ کوئی راہ نہیں پا سکتے کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔

لَسَلَّطَهُمْ۔ اس نے ان کو زور دیا۔ ان کو مسلط کیا۔ سَلِیْطٌ (تفعیلٌ) بمعنی غلبہ اور مسلط کرنا۔ یہاں تقویت قلب کے لئے آیا ہے۔ برائے ازالۃ الحصر (تنگ دلی۔ ذہنی کرب۔ حصر کی کیفیت)۔ مدارک۔ عبد اللہ یوسف علی۔ الخازن۔

= فَلَقٰتَلُوْكُمْ۔ عطف ہے لَسَلَّطَهُمْ پر یعنی اگر اللہ چاہتا تو وہ ان کو تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے تقویت قلب دیدیتا۔ اور وہ حصور اور بے یقینی کی کیفیت اپنے دل میں نہ پاتے۔ تو پھر وہ ضرور تم سے قتال کرتے۔

بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا توان کو تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے لیکن یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ جب وہ مسلط ہی ہو گئے تو لڑنے کی کونسی گنجائش رہ گئی۔

ولو شآء اللّٰہ ...... فَلَقٰتَلُوْكُمْ۔ جملہ معترضہ ہے۔

خدا نے مسلمانوں پر اپنی عنایت کا ذکر کیا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالدیا اور وہ مسلمانوں سے قتال کی اپنے میں ہمت نہ پا سکے۔

= فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ۔ پس اگر وہ تم سے اعراض کریں۔ ایک طرف رہیں۔ کنارہ کش رہیں اِعْتَزَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اعتزالٌ (افتعالٌ) مصدر۔ کُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= السَّلَمَ۔ صلح۔ انقیاد۔ فرمانبرداری۔ اطاعت۔ تَسْلِیْمٌ سے بمعنی سپرد کرنا۔ اسم ہے۔

۴: ۹۱ = رُدُّوْا۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھیرے گئے۔ رَدٌّ سے باب نصر۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب

كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ۔ جب کبھی حالات نے ان کو فتنہ کی طرف پھیرا۔ تو اُرْكِسُوْا فِيْهَا۔ وہ سر کے بل اس میں جا گرے۔

اُرْكِسُوْا۔ وہ الٹ دیئے گئے۔ اِرْكَاسٌ سے۔ سر کے بل اوپر سے نیچے الٹ دینا۔

ملاحظہ ہو ۴: ۴۷۔

اس جملہ میں اُرْكِسُوْا۔ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔ بعض دفعہ فاعل کو اس تیزی و تندی سے کرتا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت مجبور کر رہی ہے ورنہ وہ اپنے طور پر شاید اتنی جلد بازی نہ کرتا۔ اس سے اس کی بے تابی اور شدت خواہش ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت لوط کے قصہ میں سورۂ ہود میں آیا ہے وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (۱۱-۷۹) جب فرشتوں کو انسانی شکل میں قوم لوط نے حضرت لوط کے ہاں دیکھا۔ تو اپنی مذموم خواہش کے زیر اثر وہ سرپٹ اس طرف دوڑے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ آبلہ زیر پا ہیں اور کوئی اور طاقت ان کو اڑائے لئے جا رہی ہے اصل میں ان کی شدتِ خواہش ان کو بھگائے لئے جا رہی تھی۔

اسی طرح آیت ہذا میں اُرْکِسُوْا سے فی الحقیقت یہ مراد نہیں کہ ان کو کوئی اور مسلمانوں کے خلاف قتال میں حصہ لینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان کا ایمان تو سطحی تھا۔ ان کے نہاں خانۂ دل میں تو شرک اور کفر بسا ہوا تھا موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے خلاف جوش و خروش کے ساتھ برسرپیکار ہو گئے۔

= یُلْقُوْا اور یَکُفُّوْا عطف ہیں یَعْتَزِلُوْا پر۔ اس لئے لَمْ کا عمل ان ہر دو فعل پر ہے

= ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ تم پاؤ ان کو۔

= سُلْطَانًا مُّبِيْنًا۔ کھلا کھلا اختیار۔ پورا پورا اختیار۔

۴: ۹۲ = تَحْرِيْرُ۔ آزاد کرنا۔ مصدر ہے (تفعیل)

= رَقَبَةٍ۔ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر جملہ انسانی بدن کے لئے استعمال ہونے لگا اردو زبان میں بھی گردن سے مراد جان یا جسم انسانی مراد لیا جاتا ہے۔ پھر عرف عام میں غلام کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ۔ غلام کا آزاد کرنا۔

= دِيَةٌ۔ خون بہا۔ اصل میں وَدَى يَدِى کا مصدر ہے اور وَدْىٌ تھا۔ واؤ کو حذف کر کے آخر میں ۃ لائی گئی ہے۔ دیت میں سو اونٹ دیئے جاتے ہیں۔

= مُسَلَّمَةٌ۔ سالم۔ بے داغ۔ یعنی ایسے اونٹ جو بے داغ ہوں۔

= يَصَّدَّقُوْا۔ تَصَدَّقَ يَتَصَدَّقُ۔ تَصَدُّقٌ (تفعل) مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ وہ معاف کر دیں۔ اصل میں يَتَصَدَّقُوْا تھا۔ تاء کو صاد میں مدغم کیا۔ اور مدغم فیہ کو تشدید دی گئی

تَوْبَةً۔ مصدر منصوب۔ یعنی بطور توبہ کے۔ اللہ سے توبہ کرنے کے طور پر۔

۴: ۹۳ = مُتَعَمِّدًا۔ تَعَمُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَمَدًا۔ جان بوجھ کر

= خَالِدًا۔ ہمیشہ رہیگا اس میں۔

= اَعَدَّ۔ اس نے تیار کیا۔ اِعْدَادٌ (اِفْعَالٌ) تیار کرنا۔ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اعداد کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جائے

۴: ۹۴ = فَتَبَيَّنُوْا۔ تم تحقیق کر لو۔ تم کھول لو۔ تَبَيُّنٌ (تَفَعُّلٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

= تَبْتَغُوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈتے ہو۔ اِبْتِغَاءٌ مصدر بغی مادہ۔ البغی کے معنی ہیں کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا۔

= عَرَضَ۔ مال و متاع۔ سامان۔ اسباب۔ دنیاوی مال اَلْعَرَضُ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ دنیا کے لئے بولتے ہیں۔ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ۔ دنیا تو پیش افتادہ ساز و سامان کا نام ہے

قرآن مجید میں آیا ہے تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ۔(۸: ۶۷) تم لوگ پیش افتادہ سازوسامان کے طالب ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

اور یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ ھٰذَا الْاَدْنٰی (۷: ۱۶۹) وہ اس دنیا کے مال و متاع لیتے ہیں۔

عَرَضَ کے اور بھی معانی ہیں جو اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔

= کَذٰلِکَ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے یعنی ابتدا میں تمہاری بھی زبانی شہادت اسلام پر اعتبار کر لیا گیا تھا۔ قَبْلُ ظرف زمان ہے ظرف مکان بھی آتا ہے اس کو بَعْدُ کی طرف اضافت لازمی ہے جب بغیر ظرف کے آئیگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔

= مَنَّ اللّٰہُ۔ اللہ نے احسان فرمایا۔

= فَتَبَیَّنُوْا ۔ کا لفظ دوبارہ قتل میں انتہائی احتیاط برتنے کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= شان نزول آیۃ ہذا یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کی قیادت میں کفار کے خلاف لشکر روانہ فرمایا۔ جب کفار کو خبر ملی تو وہ سب بھاگ گئے۔ مرداس نامی ایک شخص جو مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ اپنے مال مویشی کے ساتھ وہیں ٹھہرا رہا جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ مرداس نے بھی جواب میں اللہ اکبر کہا۔ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ان کے پاس آگیا اور السلام علیکم کہا۔

لیکن حضرت اسامہ رضؓ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا ریوڑ ہانک کر مدینہ لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو رنجیدہ خاطر ہوتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

۴: ۹۵ — اَلْقٰعِدُوْنَ ۔ بیٹھنے والے۔ یعنی جو جہاد پر نہ گئے اور پیچھے گھروں میں بیٹھے رہے۔

= غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ۔ ماسوائے معذوروں کے عذر خواہ بیماری کے سبب ہو۔ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے۔

= کُلًّا۔ ہر ایک کے لئے۔ سب کے لئے۔ یعنی سب مسلمانوں کے لئے خواہ وہ قاعدون میں سے ہیں یا مجاہدین میں سے۔ ہر ایک فریق کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اچھے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے قاعدین پر اور ان کو اجر عظیم دے گا۔

کُلٌّ۔ لفظاً واحد ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے۔ واحد جمع۔ مذکر۔ مؤنث۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کُلًّا بوجہ فعل وَعَدَ کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

۴ : ۹۷ = اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ بے شک وہ لوگ جن کی روحوں کو فرشتوں نے قبض کیا۔

یہ آیت ان مسلمان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو بلا کسی معذوری یا مجبوری کے اپنے عزیز و اقارب اور مال و جائداد کی وجہ سے مکہ میں ہی رہ گئے جب کہ ہجرت اس وقت فرض تھی۔ فرشتوں اور ان کے درمیان یہ مکالمہ ہوا۔ جب فرشتے ان کی روحیں قبض کر رہے تھے

= تَوَفّٰھُمْ ۔ ان (فرشتوں کی جماعت) نے ان (کی روحوں) کو قبض کیا۔ اس نے ان کو اٹھایا وہ ان کو قبض کرتی ہے۔ تَوَفّٰی فعل ماضی بھی ہو سکتا ہے اور فعل مضارع بھی۔ تَوَفِّیْ سے قبض کرنا۔ مضارع کی صورت میں اصل میں تَتَوَفّٰی تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔ صیغہ واحد مؤنث غائب باب تفعیل۔ لفیف مفروق۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= ظَالِمِیْ ۔ اصل میں ظَالِمِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع گر گیا۔ ظَالِمِیْ اَنْفُسِہِمْ اپنی جانوں کے دشمن۔

تَوَفّٰھُمْ کی ضمیر مفعول ھُمْ سے حال ہے یعنی در آں حالیکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ یا کر رہے ہوں گے۔

= قَالُوْا ۔ کہیں گے فرشتے۔ فِیْمَ کُنْتُمْ ۔ تم کس شغل میں تھے۔ تمہارے کیا طور طریقے تھے یعنی تم نے ہجرت کیوں نہ کی۔

= قَالُوْا ۔ کہیں گے وہ لوگ۔ کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۔ ہم وہاں ہجرت سے مجبور و معذور تھے

= قَالُوْا کہیں گے فرشتے۔ اَلَمْ تَکُنْ ..... فِیْھَا ۔ کیا اللہ کی زمین اتنی فراخ و وسیع نہ تھی کہ تم وہاں سے دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔

= فَاُولٰٓئِکَ ۔ پس یہی لوگ ہیں۔

= مَاْوٰھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانہ۔ ان کا مقام سکونت۔ مَاْوٰی اسم ظرف بھی ہے اور مصدر بھی۔

= مَصِیْرًا ۔ اسم ظرف۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرار گاہ۔ ٹھکانہ۔

۴ : ۹۸ = اَلْمُسْتَضْعَفِیْنَ ۔ جو درحقیقت مجبور و معذور تھے۔ مُسْتَضْعَفِیْنَ ۔ کمزور۔ ناتواں ضعیف لوگ۔

= لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً ۔ کسی حیلہ و چارہ کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔

= وَلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۔ اور نہ (باہر نکلنے کی) کوئی راہ تلاش کر سکتے تھے۔

۴: ۱۰۰ = سَعَةً۔ کشائش۔ وسعت۔ فراخی۔ طاقت۔ پہنچ۔ وَسِعَ یَسَعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اول سے واؤ کو حذف کرکے آخر میں اس کے عوض تار لائے ہیں جیسے عِدَۃٌ (وعدہ) زِنَۃٌ (وزن)

سَعَۃٌ کا استعمال مقامات کے لئے بھی ہوتا ہے اور حالت کے لئے بھی۔ اور فعل کے لئے بھی چنانچہ مقام کے بارہ میں ارشاد ہے اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً (آیۃ ہذا) کیا اللہ کی زمین اتنی کشادہ نہ تھی۔ حالت کے بارہ میں ہے لِیُنْفِقْ ذُوْسَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ (۶۵: ۷) اور صاحب دولت اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے۔ فعل کے بارہ میں ہے وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (۲: ۲۵۵) اور اس کی حکومت آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے

(یہاں کشائش رزق مراد ہے۔

= مُرَاغَمًا۔ صاحب کشاف نے مراغم کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ مراغم کا معنی ہجرت گاہ یا ہجرت کا راستہ ہے۔ المنجد میں اس کے معنی بھاگنے کی جگہ۔ قلعہ۔ جائے پناہ۔ (یعنی اس کو بہت جگہیں ایسی مل جائیں گی جہاں وہ پناہ لے سکے)

= یُدْرِکْہُ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاکٌ سے (موت) اس کو آپکڑے۔

۴: ۱۰۱ = ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ۔ (جب) تم زمین میں سفر کرو۔ ضَرْبٌ فی الماء پانی میں تیرنا۔

= تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ تم قصر کرو نماز میں۔ یعنی نماز کو مختصر کرلو۔

= یَفْتِنَکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ فَتْنٌ وَفُتُوْنٌ مصدر باب ضرب۔ کہ تم کو پریشانی میں ڈال دیں گے۔ مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔

آیت ہذا میں کلام اِنْ خِفْتُمْ..... کَفَرُوْا۔ کلام ماقبل سے منفصل ہے اور کلام مابعد سے منتصل۔ اس صورت میں یہ شرط ہے اور جواب شرط اس کے بعد محذوف یعنی "تو بھی قصر نماز کرلو۔ اور اگر اس کو کلام ماقبل کے ساتھ لیا جاوے تو مطلب ہے کہ "تم قصر نماز کر سکتے ہو جب تم حالت سفر میں ہو اور جب دشمنوں کی طرف سے تکلیف و گزند کا اندیشہ ہو۔

بہرکیف بحالتِ سفر اور بحالت خوف کفار۔ دونوں حالتوں میں قصر جائز ہے۔

۴: ۱۰۲ = وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَھُمْ۔ (اور چاہیئے کہ وہ پکڑے رکھیں اپنے ہتھیار) اس گروہ کے لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع نماز میں نماز کے لئے کھڑا ہوا ہے۔

= فَاِذَا سَجَدُوْا۔ (پس جب یہ پہلا گروہ سجدہ کر چکے) فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِکُمْ (تو یہ پیچھے

چلے جائیں حفاظت کرنے کے لئے)

= لَمْ یُصَلُّوْا۔ (جس دوسرے گروہ نے ابھی نماز پڑھنا شروع نہیں کی)

= اَمْتِعَتِکُمْ۔ تمہارا ساز و سامان۔ مَتَاعٌ کی جمع۔

= یَمِیْلُوْنَ۔ مضارع۔ مَیْلٌ مصدر (ضرب) وہ حملہ کردیں گے۔

= مَیْلَۃً وَّاحِدَۃً۔ یکبارگی حملہ کرنا۔ مَالَ یَمِیْلُ (ضَرَبَ) جھک جانا۔ ادھر ادھر مڑ جانا۔ مَالَ عَلٰی حملہ کرنا۔ مَالَ عَنْ۔ اعراض کرنا۔ کنارہ کشی کرنا۔ وَمَالَ اِلٰی۔ کسی کی طرف رغبت کرنا۔

= تَضَعُوْا۔ تم اتار رکھو۔

= حِذْرَکُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ تمہارے بچاؤ کا سامان۔ اپنا بچاؤ ملحوظ رکھو۔

۴:۱۰۳ = اِطْمَاْنَنْتُمْ۔ تم مطمئن ہو جاؤ۔ تم مطمئن ہو گئے۔ اِطْمِیْنَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب

= مَوْقُوْتًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وَقْتٌ۔ مصدر۔ وقت مقرر کیا ہوا۔ یعنی جس کا وقت مقرر شدہ ہے کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ ایک فرض جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے

۴:۱۰۴ = لَا تَہِنُوْا۔ تم سست مت ہو جاؤ۔ تم کمزور دل نہ ہو جاؤ۔ وَھْنٌ۔ سے فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

وَلَا تَہِنُوْا ...... القوم = دشمن قوم کو ڈھونڈھ نکالنے اور اس کا مقابلہ کرنے میں بزدلی نہ دکھاؤ

= تَکُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ۔ تم دردمند ہوتے ہو۔ تم تکلیف پاتے ہو۔ اَلَمٌ سے، درد۔ تکلیف۔ مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ (یعنی اگر تم کو دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا تعاقب کرنے میں دکھ یا تکلیف پہنچتی ہے تو ان کو بھی تمہاری طرح تم سے مقابلہ کرنے سے ویسی ہی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے)

= اَرٰىکَ اللہُ۔ جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے۔ یعنی جو حقیقت حال کا علم خدا نے تمہیں عطا کیا ہے

= وَلَا ...... خَصِیْمًا۔ ای ولا تکن خصیما للخائنین۔ اور خیانت کرنے والوں کے لئے جھگڑا کرنے والا۔ یا طرفداری کرنے والا نہ بن۔

لَا تَکُنْ۔ فعل ناقصہ۔ لَا تَکُنْ کی ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اسم لا تکن۔ خصیما خبر۔

۴:۱۰۷ = لَا تُجَادِلْ۔ تو مت جھگڑ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جدل مادہ۔ باب مفاعلۃ مُجَادَلَۃٌ سے۔

= خَوَّانًا۔ بہت زیادہ خیانت کرنے والا۔ بڑا دغاباز۔ خِیَانَۃٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔

= اَثِیْمًا۔ گنہگار۔ اَثِیْمٌ بمعنی اٰثِمٌ۔ فَعِیْلٌ بمعنی فاعل۔

= یَسْتَخْفُوْنَ۔ وہ چھپتے ہیں۔ وہ چھپے رہ سکتے ہیں۔ اِسْتِخْفَاءٌ۔ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر خفی مادہ

یُبَیِّتُوْنَ۔ تَبْیِیْتٌ مصدر باب۔ تفعیل۔ رات کو سوچتے ہیں۔ رات کو سوچتے اور تدبیریں کرتے ہیں۔ مَالَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ۔ ایسی باتیں سوچتے اور کہتے ہیں جن پر خدا راضی نہیں ہے۔
مُحِیْطًا۔ اسم فاعل۔ مفرد اِحَاطَۃٌ مصدر۔ ہرطرف سے گھیرے ہوئے۔ پورا پورا قابو رکھنے والا۔ ہر طرح سے جاننے والا۔ یہاں احاطۂ علمی مراد ہے۔

۴: ۱۱۲ = یَرْمِ بِہٖ۔ رَمٰی یَرْمِیْ۔ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب۔ رَمْیٌ مصدر۔ اس کی تہمت لگائے۔ الزام لگائے۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر خطیئۃ اور اثمٌ کی طرف راجع ہے یَرْمِ اصل میں یَرْمِیْ تھا۔ مَنْ شرطیہ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔
= بَرِیْئًا۔ بے تعلق۔ بے گناہ۔
ثُمَّ یَرْمِ بِہٖ بَرِیْئًا۔ پھر اس گناہ کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دیتا ہے۔
= اِحْتَمَلَ۔ اس نے اٹھالیا اِحْتِمَالٌ سے بمعنی برداشت کرنا۔ اٹھانا۔
فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ط تو اس نے بہتان اور ایک صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھالیا

۴: ۱۱۴ = نَجْوٰهُمْ۔ اسم نکرہ۔ سرگوشی۔ سرگوشی کرنے والے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ مضاف مضاف الیہ۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ ن ج و ہے۔
اَلنَّجْوَۃُ۔ بلند جگہ۔ جگہ جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔
نَجْوَۃٌ۔ کسی کو علیحدہ بلند مقام پر چھوڑنے کے بھی ہیں۔ نَاجَیْتُہٗ کے معنی سرگوشی کرنے کے ہیں۔ یا اپنے بھید کو دوسروں پر افشاء ہونے سے بچانے کے ہیں۔ اس سے اِسْتِنْجَاءٌ ہے۔ استنجاء کرنے اور رفع حاجت کے لئے علیحدہ جگہ تلاش کرنا۔ گویا ہر صورت میں علیحدگی اور خلوت کا مفہوم غالب ہے۔
= لَاخَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ۔ ان کے اکثر خفیہ مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں۔
= اِلَّا ...... بَیْنَ النَّاسِ۔ ہاں وہ جو (ایسے مشوروں میں) صدقہ خیرات کی تلقین کرے۔ یا نیکی و بھلائی کی بات کہے یا لوگوں میں اصلاح کی بات کہے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ایسے خفیہ مشورے خیر سے خالی نہیں کہلائے جائیں گے۔ یہاں اَمَرَ بمعنی ترغیب و تلقین ہے۔

۴: ۱۱۵ = یُّشَاقِقِ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ۔ یُشَاقِقْ ہوا۔ ق ثانی بوجہ حرف مابعد کے ساتھ وصل کے لئے مکسور ہوا۔ جو مخالفت کرتا ہے شِقَاقٌ مصدر باب مفاعلہ سے ہے شَقٌّ (مضاعف) کے معنی طرف۔ ضد۔ مخالفت۔ ٹکڑہ۔
= نُوَلِّہٖ۔ جمع متکلم مضارع ہٖ ضمیر مفعول راجع اِلٰی مَنْ تَوْلِیَۃٌ مصدر باب تفعیل۔ ہم پھیر دیں گے۔

اُسے۔ ہم اس کو مختار بنا دیں گے۔
= مَا تَوَلّٰی۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ وہ متولی ہوا۔ وہ پھر گیا۔ تَوَلِّیٌ (تفعّلٌ)
نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی۔ جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے ہم اسے ادھر ہی جانے دیں گے۔
= نُصْلِہٖ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِصْلَاءٌ مصدر۔ باب افعال سے۔ صَلْیٌ مادہ اصل میں نُصْلِیْہِ تھا جواب شرط کی وجہ سے ی گر گئی۔ ہم اس کو داخل کریں گے۔ ہم اس کو آگ میں پھینکیں گے۔
۴ : ۱۱۷= اِنْ ۔ نافیہ ہے۔
= اِنٰثًا عورتیں۔ اُنْثٰی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ معبودانِ باطل کو اناث کہا ہے کیونکہ مشرکین اپنے بتوں کو انواع واقسام کے زیوروں سے آراستہ کرتے اور ان کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ جیسے لات، منات۔ عُزّٰی۔ نائلہ۔ یہ سب مؤنث نام ہیں۔
۲۔ ضحاک کا بیان ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہِ الٰہی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انہوں نے خوبصورت شکل میں ان کے مجسمے تراشے اور کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے وجعلوا الملٰئکۃ الذین .... اِنٰثًا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں۔ عورتیں قرار دیا۔
۳۔ راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ معبودانِ عرب (لات ومنات وعزّٰی وغیرہ) چونکہ پتھروں سے بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے منجملہ جمادات تھے اور بقول حسن بصریؒ جس کو ابن جریر اور حاتم نے نقل کیا ہے۔ بے جان چیز جس میں روح نہ پائی جائے۔ اناث میں شامل ہے لہٰذا یہ پتھر کے بت جو سرتاسر منفعل اور غیر فاعل ہیں یعنی یہ اثر تو قبول کر لیتے ہیں لیکن مؤثر ہونے کی ان میں ذرا بھی اہلیت وقوت نہ ہے کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔
— مَرِیْدًا ۔ صفت مشبہ۔ سرکش۔ ہر خیر سے خالی۔ مارد۔ متمرد۔ اطاعت سے خارج۔
۴ : ۱۱۸= لَعَنَہُ اللّٰہُ۔ میں ہٗ ضمیر شیطان کی طرف راجع ہے اور قال فعل کا فاعل بھی شیطان ہی ہے
= لَاَتَّخِذَنَّ۔ مضارع واحد متکلم۔ بالام تاکید ونون ثقیلہ۔ اتخاذٌ (افتعالٌ) سے۔ بہت سی چیزوں میں سے کسی ایک کو لینا۔ یا اختیار کرنا۔ یعنی میں ضرور لوں گا۔
= نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۔ نَصِیْبًا۔ حصہ۔ مفروضًا۔ کاٹ کر الگ کیا ہوا۔ مقرر شدہ۔ یعنی تیرے بندوں سے ایک معتدبہ حصہ کاٹ کر ضرور ہی اپنی طرف کر لوں گا۔
= لَاُضِلَّنَّھُمْ۔ میں ان کو ضرور بہکاؤں گا۔ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔ اِضْلَالٌ۔ سے۔

= لَاُمَنِّيَنَّهُمْ۔ باب تفعیل۔ میں ان کو (طرح طرح کی) امیدیں دلاؤں گا۔
تَمْنِيَة وَتَمَنِّيَة۔ مَنّٰى يُمَنِّيْ۔ آرزو دلانا رغبت دلانا۔
= لَاٰمُرَنَّهُمْ۔ میں ان کو ضرور حکم دوں گا۔ اَمْرٌ سے
= لَيُبَتِّكُنَّ۔ بَتَّكَ يُبَتِّكُ تَبْتِيْكَ (تفعیل) کاٹنا۔ کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرنا۔ چیرنا۔ يُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ۔ وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ (کفار عرب اس اونٹنی کو جو پانچ بچے جنتی اور پانچواں نر ہوتا تو اس کے کان چھید کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ اور اس سے کسی قسم کا کام نہ لیتے۔ یہ بھی شرک کی ایک شکل ہے
وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ۔ میں ان کو شدت یا اصرار سے حکم دوں گا اور اس کے نتیجہ میں وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ ف پچھلے فعل کے نتیجہ کو ظاہر کرتی ہے۔
= وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ اور میں ان کو حکم کروں گا پس وہ ضرور ہی اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق کی شکلیں بگاڑیں گے۔
تغییر (تفعیل) غَيَّرَ يُغَيِّرُ۔ بگاڑنا۔ بدلنا۔ مسخ کرنا۔ یہ صورت کا بگاڑ یا مسخ کرنا جسمانی بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً پہرہ داروں کی آنکھیں نکالنا۔ عورتوں کا بال کٹا کر اپنی نسوانیت کو بگاڑنا وغیرہ (یہ بگاڑ غیر فطری استعمال مخلوق بھی ہوسکتا ہے) مثلاً جانوروں کے ساتھ خواہش رانی کرنا یا مردوں کے ساتھ صاحب کشاف کی تشریح کے مطابق دین اسلام جو دین فطرت ہے اس میں ردّوبدل اور کاٹ چھانٹ کرنا وغیرہ وغیرہ۔
۴: ۱۲۰ = يَعِدُهُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ وَعْدٌ وَعِدَةٌ۔ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ وہ ان کو ڈراتا ہے
= يُمَنِّيْهِمْ۔ اور غلط امیدیں دلاتا ہے جھوٹی آرزوئیں پیش کرتا ہے۔
= غُرُوْرًا۔ دھوکہ۔ فریب
۴: ۱۲۱ = مَحِيْصًا۔ جائے پناہ۔ بچ نکلنے کی جگہ۔ حَاصَ يَحِيْصُ (اجوف یائی) باب ضَرَبَ بچنا۔ الگ ہونا۔ مَنْ حَاصَ عَنِ الشَّرِّ سَلِمَ۔ جو برائی اور شر سے الگ رہا وہ محفوظ رہا۔ مَحِيْص اسم ظرف مکان۔ بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ۔
۴: ۱۲۲ = جَنّٰتٍ ای فِیْ جَنّٰتٍ۔
= قِيْلًا (اپنی) بات میں کلام میں۔ قول میں۔
۴: ۱۲۳ = اَمَانِيِّكُمْ۔ اَمَانِيُّ۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع۔ تمہاری ٹھہرائی ہوئی امیدیں۔ تمہارے خیالات

کے اندازے۔ اس میں خطاب بت پرستوں سے ہے۔

= لیس کا اسم محذوف ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ لیس الامر منوطًا بِاَمانیّکم ایّھا المشرکون۔ اے مشرکو بات (یعنی انجام کار) تمہاری امیدوں پر منحصر نہیں ہے۔

۴: ۱۲۴ = نَقِیْرًا۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا بمعنی ذرّہ برابر۔

۴: ۱۲۵ = اَحْسَنُ۔ بہتر۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔

= مَنْ اَحْسَنُ۔ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی بہتر نہیں ہو سکتا بلحاظ دین کے ..... الخ۔

= مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ ط۔ جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

= حَنِیْفًا۔ ایک طرف ہونے والا۔ حَنَفٌ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ حق پکڑ لے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلائے۔ حَنِیْفًا حال ہے اس کا ذوالحال وہ شخص ہے جس نے ملت ابراہیمی کی پیروی اختیار کی۔ وَاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ط۔ اور جس نے تمام ادیان باطلہ کو چھوڑ کر صرف دین ابراہیمی کا اتباع کیا۔

۴: ۱۲۶ = مُحِیْطًا۔ ملاحظہ ہو ۴: ۱۰۸۔ یہاں احاطہ قدرت مراد ہے۔

۴: ۱۲۷ = یَسْتَفْتُوْنَکَ = مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتِفْتَاءٌ۔ اِسْتِفْعَالٌ۔ مصدر۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ آپ سے فتویٰ لیتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اِسْتِفْتَاءٌ کسی مشکل بات کا حل دریافت کرنا۔ اِفْتَاءٌ۔ کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنا۔ ف ت ی حروف مادہ۔

= یُفْتِیْکُمْ۔ وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ تم کو مشکل بات کا حل بتاتا ہے اِفْتَاءٌ اِفْعَالٌ سے واحد مذکر غائب

= تَرْغَبُوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم رغبت کرتے ہو۔ رَغْبَۃٌ مصدر مضارع جمع مذکر حاضر۔ رغب الیہ طلبہ یعنی خواہش کرنا۔ رغب عنہ ترکہ متعمدًا۔ کسی چیز کو عمدًا چھوڑ دینا۔ اس کی طرف رغبت نہ رکھنا۔

اس آیت کی ترکیب میں حسب ذیل ملحوظ رہیں۔

یُفْتِیْکُمْ (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔ مشکل بات کا حل بتاتا ہے) ان باتوں میں۔

یُفْتِیْکُمْ۔ (ا) فِیْھِنَّ ای فی النِّسَآءِ (جن کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)

(ب) فی یتامی النساء ...... تَنْکِحُوْھُنَّ۔ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)

(ج) فِی الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)

یُفْتِیْکُمْ (محذوف) (د) فِیْ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ۔

= یتامی النسآء (مضاف مضاف الیہ) بیوہ عورتوں کے یتیم بچے۔ ای اَولَادُ النِّسَآءِ بعض نے اس کا مطلب النسآء الیتامی (موصوف وصفت) یتیم لڑکیاں لیا ہے۔

= ترغبون ۔ کا صلہ عَنْ یا اِلٰی یا فِیْ مذکور نہیں لہٰذا۔ ترغبون عن ان تنکحوھن کا مطلب ہوگا جن سے تم نے نکاح کرنا نہیں چاہتے (بوجہ ان کے عدم حسن اور عدم مال ودولت کے) اور ترغبون الی یا فی ان تنکحوھن کا مطلب ہوگا جن کے ساتھ تم نکاح کی خواہش رکھتے ہو (بوجہ ان کے حسن اور مال ودولت کے)

= ترغبون کا عطف تؤتون پر بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کی تقدیر ہوگی وَلَا تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اور نہ تم خواہش رکھتے ہو ان کے ساتھ نکاح کی۔

یتامی النسآء اور مستضعفین کے متعلق احکام سورۃ النسآء سورۃ ہذا کے رکوع ۱۔و۲ میں ارشاد فرمائے ہیں۔ وما یتلی سے علیما تک اصل استفتاء کا جواب نہیں ہے بلکہ قل اللہ یفتیکم فیھن (کہہ دے اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کہ (ابھی) اللہ تعالیٰ تم کو ان عورتوں کے بارہ میں بتاتا ہے) یہ کہہ کر لوگوں کی توجہ سابقہ احکام کی طرف مبذول کرائی جارہی ہے۔ جو اسی سورۃ کے آغاز میں یتیم لڑکیوں کے متعلق بالخصوص اور یتیم بچوں کے متعلق بالعموم فرمائے گئے تھے اس سے یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یتیموں کے حقوق کی کتنی اہمیت ہے

۴ : ۱۲۸ = یہاں سے اصل استفتاء کا جواب شروع ہوتا ہے ۔

= بَعْلِهَا ۔ اس عورت کا خاوند۔

= نُشُوْزًا ۔ مصدر۔ منصوب نکرہ (نصر۔ ضرب) زیادتی۔ ناموافقت۔ شوہر کی طرف سے نشوز سے مراد ہے کہ عورت کو ذلیل سمجھ کر۔ ہمبستری ترک کر دینا۔ یا مصارف کم کر دینا۔ لاپرواہی۔ بدسلوکی

= اِعْرَاضًا ۔ بے رخی۔ کنارہ کشی۔ روگردانی۔

= جُنَاحٌ ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے دوسری طرف مائل کر دے۔ یعنی جھکا دے وہ جناح سے موسوم ہوا پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ کنایۃً حرج اور مضائقہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۔ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

= يُصْلِحَا ۔ وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں۔ مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب۔ اِصْلَاحٌ سے

= اُحْضِرَتْ ۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِحْضَارٌ سے جس کے معنی حاضر کرنے کے ہیں ماضی مجہول واحد

مؤنث غائب۔

= اَلشُّحَّ - خود غرضی - کنجوسی - بخل - حرص - راغب لکھتے ہیں کہ شح وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو - خود غرضی - یہ مصدر ہے اور ابواب - سمع - ضرب - نصر - تینوں سے آتا ہے

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ (۵۹ : ۹) اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ - اور طبائع تو خود غرضی کی طرف مائل ہوتی ہیں۔

= وَاِنْ تُحْسِنُوْا ...... اور اگر تم احسان کرو - یہاں خطاب صرف مردوں سے ہے کہ وہ احسان کریں اور خدا ترسی سے کام لیں - کیونکہ بحیثیت قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کے اس پر فرائض بھی زیادہ عائد ہوتے ہیں اور اسی سے عالی ظرفی اور جذبۂ فیاضی کی زیادہ امید کی جا سکتی ہے۔

۴ : ۱۲۹ = وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا - تم ہرگز نہیں کر سکتے - تم ہرگز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے - طوع مادہ۔

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ - (۲۱ : ۴۳) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

= اَنْ تَعْدِلُوْا - کہ تم عدل و انصاف کر سکو - پورا پورا انصاف کر سکو۔

= فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ - مَالَ یَمِیْلُ مَیْلًا - مَالَ عَلٰی - مخالفت کی طرف مائل ہونا - یعنی مکمل بے تعلقی اختیار مت کرو - مَالَ اِلٰی - کسی سے رغبت کی خاطر اس کی طرف مائل ہونا۔

مَالَ عَنْ - روگردانی کرنا۔

یہاں صلہ چھوڑ دیا گیا ہے - جس سے معانی میں وسعت پیدا ہو گئی ہے - اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ تم بالکل ایک بیوی کی طرف ازراہ محبت مائل نہ ہو جاؤ - یا یہ کہ تم بالکل ایک بیوی کے خلاف بوجہ نفرت نہ ہو جاؤ - دونوں بیک وقت بھی یہ حالتیں بعید از قیاس نہیں کہ ایک کی طرف تو شدت کی رغبت ہو اور دوسری کی طرف شدتِ نفرت لیکن عبارت مابعد کا قرینہ بتا رہا ہے کہ یہاں تَمِیْلُوْا عَلٰی کے صلہ کے ساتھ ہے - یعنی ایک بیوی سے مکمل کنارہ کشی اور قطع تعلقی اختیار نہ کرو کہ اسے لٹکتا چھوڑ دو - یعنی نہ تو اس کی بیوی کی حیثیت رہے نہ مطلقہ کی۔

= تَذَرُوْهَا - تم اس کو چھوڑ دو۔

= اَلْمُعَلَّقَةِ - اسم مفعول واحد مؤنث - تَعْلِیْقٌ مصدر - باب تفعیل لٹکائی گئی - نہ اِدھر نہ اُدھر - نہ بیوی بن کر رہنے کے قابل اور نہ آزاد کہ نکاح ثانی کر سکے۔

۴ : ۱۳۰ = یَتَفَرَّقَا - وہ دونوں الگ ہو جائیں۔

= یُغْنِ اللّٰهُ - یُغْنِ اصل میں یُغْنِیْ تھا - جواب شرط کی وجہ سے ی گر گئی - اَغْنٰی یُغْنِیْ اِغْنَآءٌ (افعال) اللہ اس کو بے احتیاج بنا دے گا - محتاج نہ رکھیگا - بے نیاز کر دیگا۔

= مِنْ سَعَتِہٖ۔ وسعت بخشش سے۔ یعنی اللہ خود ان کی ضروریات کو پورا کر دے گا۔
سَعَۃً۔ وسعت۔ گنجائش۔ کشائش۔ فراخی۔ وَسِعَ یَسَعُ (سَمِعَ) کا مصدر
۴ : ۱۳۱ = وَصَّیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَوْصِیَۃٌ سے (باب تفعیل) ہم نے حکم دیا۔
۴ : ۱۳۲ = وَکِیْلًا۔ صفت مشبہ۔ کارساز۔ مددگار۔ نگہبان۔
۴ : ۱۳۵ = قَوّٰامِیْنَ۔ جمع قَوَّامٌ واحد۔ اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی ہیں۔ انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے۔

= اَلْقِسْطِ۔ اسم مصدر۔ انصاف۔ یہ ظلم اور جور کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اگر باب ضَرَبَ (قَسَطَ یَقْسِطُ۔ قَسْطًا وَقُسُوْطًا سے آئے تو معنی ہوتے ہیں حق سے تجاوز کرنا۔ حق کے خلاف کرنا۔ صفت قَاسِطٌ ہے۔ جس کی جمع قَاسِطُوْنَ وقُسَّاطٌ ہے اگر باب افعال سے آئے تو معنی انصاف کرنا۔ عدل کرنا کے ہیں۔

پہلی مثال۔ وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَہَنَّمَ حَطَبًا۔ (۷۲ : ۱۵) اور جو دوسروں کا حق مار دینے والے ہیں۔ وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ یہاں مراد راہِ حق سے مڑ جانے والے بھی ہیں۔

دوسری مثال۔ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ (۴۹ : ۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَاءَ لِلّٰہِ۔ ای کُوْنُوْا قَوَّامِین بالعدل فی جمیع الشھادات لوجہِ اللّٰہِ۔ یعنی ہر شہادت میں خدا کی رضا کی خاطر عدل و انصاف کرنے والے بنو۔

= اِنْ یَّکُنْ۔ خواہ وہ (مشہود علیہ) ہو یعنی وہ فریق جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہو۔ خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔

= اَوْلٰی بِھِمَا۔ اَوْلٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ لائق۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ قریب۔ وَلْیٌ سے۔

جب اس کا صلہ لام واقع ہو۔ تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنیٰ ہوں گے۔
مثلاً قرآن مجید میں ہے اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی۔ (۷۵ : ۳۴) کم بختی ہو تیرے لئے کم بختی۔
فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا۔ اللہ ان دونوں کا بہتر خیر خواہ ہے۔ (یعنی غنی کا بھی اور فقیر کا بھی)۔
یعنی تم کو ان کی خیر خواہی کی خاطر جھوٹی گواہی دینے کی ضرورت نہیں۔ تم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کا

خیر خواہ ہے۔ اس واسطے کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ۔

علامہ مودودی نے تفہیم القرآن میں فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا کا ترجمہ یہ کیا ہے: بہرحال اللہ تعالیٰ دونوں سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ تم اس کا لحاظ رکھو۔

لیکن الخازن۔ صاحب مدارک التنزیل۔ صاحب ضیاء القرآن اور علامہ عبد اللہ یوسف علی نے اول الذکر کو اختیار کیا ہے۔

= فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا۔ پس خواہش نفس کی پیروی نہ کرو انصاف کرنے میں۔ اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے: خواہشِ نفس کی پیروی مت کرو تاکہ تم عدل کرنے والے بن سکو کیونکہ عدل عبارت ہے ترکِ خواہشِ نفسانی سے (الخازن)

= تَلْوٗا۔ تم پیچ دو۔ تم تروڑ مروڑ کر بیان کرو۔ زبان کو گول مول کر کے بات کرو (یعنی حق بات کو صاف بیان نہ کرو۔ اور زبان کو یوں بات دبا کر بات کرو کہ اس کا کچھ اور ہی مطلب نکل آئے) (نیز ملاحظہ ہو ۴: ۶۴)

= تُعْرِضُوْا۔ یعنی شہادت دینے سے پہلوتہی کرو گے۔ تُعْرِضُوْا اصل میں تُعْرِضُوْنَ تھا اِنْ شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔

۴: ۱۳۶ = یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا .... اے ایمان والو صمیم قلب سے اور ثابت قدمی کے ساتھ ایمان لاؤ ......

اٰمِنُوْا۔ ای اثبتوا علی الایمان وداوموا علیہ۔ ثابت قدم رہو ایمان پر اور اس پر مداومت اختیار کرو۔ (کشاف)

اَلْکِتٰبِ۔ پہلی صورت میں الکتاب سے مراد القرآن ہے اور دوسری صورت میں الکتٰب اسم جنس ہے اور اس سے مراد وہ ساری کتابیں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نازل ہوئیں۔

۴: ۱۳۸ = بَشِّرْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تَبْشِیْرٌ (تفعیل) بشارت، خوشخبری یہاں بشارت انذار کے معنی میں آیا ہے اور طنز کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ ایسے کلام کو صنعتِ تعریض کہتے ہیں۔

۴: ۱۳۹ = اَیَبْتَغُوْنَ۔ ءَ استفہامیہ (کیا) یَبْتَغُوْنَ۔ اِبْتِغَاءٌ۔ (افتعال) سے کیا وہ ڈھونڈھتے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں۔

۴: ۱۴۰ = وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ۔ کا اشارہ سورۃ انعام کی آیت ۶: ۶۸ کی طرف ہے جہاں ارشاد حق تعالیٰ ہے وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی

يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ..... الخ۔
سورۃ الانعام مکّی ہے اور یہ ہدایت مشرکینِ مکہ کی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کے متعلق ہے جہاں میں وہ آیات الٰہی پر نکتہ چینیاں کرتے تھے۔
موجودہ سورۃ النساء میں کم وبیش یہودیوں کی ایسی ہی مجالس میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے جو اپنی ان مجلسوں میں آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور انکار کرتے تھے۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔
= اِذَا سَمِعْتُمْ۔ کے لفظی معنی ہیں جب تم سنو۔ لیکن اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: جب تم دیکھو۔ (کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور مذاق اڑایا جا رہا ہے) تو فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔
= يَخُوْضُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب اصل میں يَخُوْضُوْنَ تھا۔ حَتّٰی حرفِ جر کے بعد اَن مقدرہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ وہ مشغول رہیں (ایسی باتوں میں۔ خَوْضٌ مصدر باب نصر۔
= حَتّٰی يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ (ان کے پاس مت بیٹھیں) اس وقت تک کہ وہ (یہ کفر و استہزاء چھوڑ کر) کسی دوسری بات کو چھیڑیں۔
۴: ۱۴۱ = يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ۔ انتظار کر رہے ہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گذرتی ہے (نیکی یا بدی کامیابی یا ناکامی) یعنی تمہارا کیا انجام ہوتا ہے۔ تَرَبُّصٌ (تفعّل) سے۔
= اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ کا عطف نِ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ (آیۃ ۱۳۹) پر ہے اور منافقین متذکرہ آیہ ۱۳۸ کے متعلق ہے لہٰذا فعل بَشِّرْ (آیۃ ۱۳۸) کا اطلاق اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اور الذين يتربصون بِكُمْ پر ہوگا۔ یعنی اے نبی علیہ السلام ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت فرما دے۔ جنہوں نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور جو تمہاری ناکامی یا ناکامیابی پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کس طرح ہر دو صورت میں مالی فائدہ حاصل کیا جائے۔
= قَالُوْا۔ ای المنافقین یعنی یہ منافقین تم سے کہتے ہیں
= اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ شریک جنگ تھے ہمیں بھی مال غنیمت سے حصہ ملنا چاہئے۔
= اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ۔ نفی جحد بلم کا صیغہ جمع متکلم۔ اِسْتِحْوَاذٌ (استفعال) مصدر۔ کیا ہم تم پر غالب نہ آگئے تھے۔ اِسْتَحْوَذَ الْعِيْرُ عَلَى الْاَتَانِ۔ گورخر گدھی پر غالب آگیا (یعنی گدھے

کا مادہ خر کی پشت پر چڑھ کر (جیساکہ جفتی کی صورت میں ہوتا ہے) دونوں جانب سے قابو میں کر لینا
حَوْذٌ مادہ
= نَمْنَعْكُمْ مِّنَ۔ ای اَلَمْ نَمْنَعْكُمْ مِنَ۔ کیا نہیں بچایا تھا ہم نے تم کو (مومنوں) سے
کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہ کی تھی۔
۴ : ۱۴۲ = يُخٰدِعُوْنَ۔ وہ فریب کرتے ہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ مُخَادَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو۔
= يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ۔ یہ (اپنے زعم میں) خدا کو جکمہ دیتے ہیں۔ یہاں اللہ کو دھوکہ دینا اس کے رسول اور صحابہ کو فریب دینا مراد ہے۔
وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ (وہ انہیں کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے) بعض نے اس کے معنی کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دے گا۔ بعض نے کہا ہے کہ مقابلہ اور مشاکلہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ جیساکہ آیت وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ (۳ : ۵۴) میں ہے
(مشاکلہ۔ مقابلہ۔ علم بدیع کی معانی خوبیوں میں سے دو خوبیاں ہیں۔
مقابلہ۔ دو یا دو سے زائد متوافق معنی کو لاکر ہر ایک کے مقابل کو ذکر کر دیا جائے ترتیب کے ساتھ
مشاکلہ۔ شئ کو ایسے لفظ کے ساتھ ذکر کرنا جو اس کے لئے موضوع نہ ہو اس کے غیر کی صحبت میں واقع ہونے کی وجہ سے۔
= كُسَالٰى۔ كَسْلَانُ کی جمع ہے۔ سُست کاہل۔ جس کام میں سستی نہ کرنی چاہئے اس میں سستی کرنے کو کسل کہتے ہیں۔ كَسِلَ يَكْسَلُ (سمع) سستی کرنا۔ بمثل سُكَارٰى سُكْرَانُ۔
= يُرَآءُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُرَاءَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مصدر (رأی) سے (مہموز العین اور ناقص یائی) وہ دکھاوٹ کرتے ہیں۔ وہ ریاکاری کرتے ہیں۔ وہ دکھلاتے ہیں (لوگوں کو)
یا رَائٰی يُرٰئ سے مضارع مجہول ہے وہ دیکھے جاتے ہیں۔ یا کہ وہ دیکھے جائیں لوگوں سے یعنی لوگ انہیں دیکھیں۔ (عبداللہ یوسف علی)
۴ : ۱۴۳ = مُذَبْذَبِيْنَ۔ اَلذَّبْذَبَةُ۔ اصل میں معلق چیز کی ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں پھر بطور استفادہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مُذَبْذَبِيْنَ

بَيْنَ ذٰلِكَ. یعنی ہمیشہ مضطرب رہتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی طرف اور کبھی کفار کی طرف۔
ذَبْذَبَ فُلَانٌ تَرَدَّدَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ وَلَا تَثْبُتُ صُحْبَتُهٗ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا
دو امور یا دو آدمیوں کے درمیان حالت تردّد میں ہونا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت قدم نہ ہونا۔

۴: ۱۴۴ = سُلْطَانًا۔ سلطان۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ دلیل۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ حکومت
سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ اسی معنی میں ارشاد الٰہی ہے۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ ط (۵۵: ۳۳) نہیں نکل سکتے تم بدوں سند کے۔ کبھی اس سے مراد معجزہ لیا جاتا ہے۔ جیسے اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ط (۵۱: ۳۸) اور جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون کے پاس کھلی سند دیکر۔ (یہاں مراد معجزہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ اور کھلی دلیل بھی۔)
یہاں واضح دلیل مراد ہے۔ یعنی کفار کے ساتھ اس قسم کے قریبی تعلقات اور پختہ مراسم منافقت کی کھلی دلیل ہیں۔ اس کے بعد اگر تم پر اللہ تعالیٰ کی گرفت آئے تو تم کو گلہ شکوہ کیسا

۴: ۱۴۵ = اَلدَّرْكِ۔ طبقہ۔ درجہ۔ اَلدَّرْكُ اور اَلدَّرَكُ دونوں لغتیں ہیں۔
بلندی کی طرف جو یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو اہل عرب درجات کہتے ہیں اور پستی کی طرف یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو دَرَکات کہتے ہیں۔ جہنم کے مختلف طبقات ۔۔ (درکات) علیٰ سبیل التنزل یہ ہیں۔
(۱) جہنم۔ (۲) لظٰی۔ (۳) حطمہ (۴) سعیر۔ (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ۔ سب سے نیچے منافقوں کا یہی ٹھکانہ ہے۔

۴: ۱۴۷ = مَا۔ استفہامیہ ہے۔ ای انہ تعالیٰ لا یعذب الشاکر المؤمن
یعنی اللہ تعالیٰ شکر گذار اور مومن بندے کو عذاب نہ دے گا۔
کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر اور تم شکر گذار اور مومن ہو۔
= شَاكِرًا۔ قدر شناس۔ قدر دان۔

پَارَہْ

لَايُحِبُّ اللّٰہُ

(٦)

النِّسَآءَ و الْمَآئِدَۃَ

۴ : ۱۴۸ = لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ

لَا یُحِبُّ فعل نفی مضارع ۔ اَللّٰہُ فاعل اَلْجَھْرَ مفعول۔

= اَلْجَھْرَ۔ مصدر۔ زور سے کہنا۔ ظاہر کرنا۔ اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کے کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جہر ہے جَھَرَ (فتح) جَھْرًا وجِھَارًا وجَھْرَۃً ۔ جَھَرَ بِالْاَمْرِ۔ اعلان کرنا۔ جَھَرَ بِالْقَوْلِ۔ آواز بلند کرنا۔ جَھَرَ الصَّوْتَ ۔ آواز اٹھانا۔ کَلَّمْتُہٗ جَھْرًا و بِالْجَھْرِ میں نے اس سے کھلے اور صاف الفاظ میں بات کی۔

لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً۔ (۲: ۵۵) کہ جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں تم پر ایمان نہیں لائیں گے ۔ اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً (۴: ۱۵۳) ہمیں نمایاں اور ظاہر طور پر خدا دکھا دو۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کا مفعول ہے اَلْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ ۔ بری چیز کا کھلم کھلا علی الاعلان اظہار۔

مِنَ الْقَوْلِ۔ کلام ۔ زبانی ۔ یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی بری بات علی الاعلان برملا کہی جائے

= اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۔ اِلَّا حرف استثناء ۔ بعض کے نزدیک اِلَّا مَنْ ظُلِمَ میں استثناء منقطع ہے اور اس صورت میں اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کا مطلب ہوگا فَلَا یُؤَاخِذُ اللّٰہُ بِالْجَھْرِ بِہٖ ۔ البتہ مظلوم کے بری بات برملا کہنے پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔

اور بعض کے نزدیک یہ استثناء متصل ہے۔ اور اس میں مضاف محذوف ہے ۔ اور آیت کی تقدیر یوں ہے ۔ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا جَھْرَ مَنْ ظُلِمَ۔ یعنی سوائے مظلوم کے ظالم کو علانیہ بُرا کہنے کے اللہ تعالیٰ کسی کو پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی کو علانیہ بُرا کہے ۔

= سَمِیْعًا۔ مظلوم کے شکوہ کو سننے والا ہے

= عَلِیْمًا ۔ ظالم کے ظلم کو بخوبی جاننے والا ہے۔

۴ : ۱۴۹ = تُبْدُوْا ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُبْدُوْنَ تھا۔ اِنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اِبْدَاءٌ سے ۔ تم ظاہر کرو۔

= تَعْفُوْا عَنْ ۔ عَفْوٌ سے جمع مذکر حاضر۔ یہ بھی اصل میں تَعْفُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ عَفَا عَنْ ۔ معاف کرنا۔ سزا نہ دینا۔ تَعْفُوْا عَنْ ۔ تم برائی کو معاف کر دو۔ تم درگذر کرو تم برائی کی سزا نہ دو۔

= عَفُوًّا ۔ بروزن فَعُوْلٌ عَفْوٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور عَفْوٌ کے معنی برائی سے یا گناہ سے درگذر کرنے کے ہیں ۔ عَفُوًّا ۔ بہت زیادہ معاف کرنے والا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے

۴: ۱۵۱ = حَقًّا ۔ بمعنیٰ یَقِیْنًا ۔ درحقیقت۔

۴: ۱۵۳ = تُنَزِّلَ ۔ تَنْزِیْلٌ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو اتار لائے ۔ تو اتر والے
تَنْزِیْلٌ بروزن تفعیل ۔ ترتیب سے اور یکے بعد دیگرے تفریق سے نازل کرنا ۔ اتارنا ۔ تُنَزِّلَ
منصوب بوجہ اَنْ ناصبہ ہے۔

= الصّٰعِقَةُ ۔ بجلی کی کڑک۔ صاعقہ کے اصل معنی فضا میں سخت آواز اور ہولناک دھماکہ کے
ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور نقصان کا
سبب بن جاتی ہے اور کبھی اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان آثار کی وجہ سے صاعقہ
بمعنی آگ ۔ عذاب ۔ موت تینوں طرح قرآن میں مستعمل ہے مثلاً وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ (۱۳: ۱۳) اور
وہی بجلیاں بھیجتا ہے۔ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (۴۱: ۱۳) میں تم کو
مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ (عذاب) آیا تھا۔ اور فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ
(۵۱: ۴۴) سو تم کو (ایک ہولناک کڑک کے نتیجہ میں) موت نے آپکڑا۔ صاعقہ یا تو صَعِقَ
یَصْعَقُ (سمع) کا مصدر ہے، بے ہوش ہونا۔ یا صَعِقٌ سے بمعنی مذکور اسم فاعل کا صیغہ واحد
مؤنث ہے۔ بے ہوش کرنے والی۔

= بِظُلْمِهِمْ ۔ ای بِسَبَبِ ظُلْمِهِمْ ۔ یعنی بسبب ان کے ظلم کے۔

= ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ۔ کے بعد اِلٰهًا محذوف ہے یعنی اس کے بعد انہوں نے بچھڑے
کو (اپنا معبود) بنالیا۔

= عجل ۔ بچھڑا۔ گوسالہ۔ گائے کا بچہ۔ امام ابو منصور ثعالبی نے فقہ اللغۃ میں گائے بیل ۔ کی عمر کے
لحاظ سے تین الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ (۱) عِجْلٌ بچہ (۲) شبوب جوان ۔ ۳ ۔ فَارِضٌ عمر رسیدہ

= اَلْبَيِّنٰتُ ۔ یعنی الدلالات الواضحات صریح اور واضح دلیلیں مثلاً عصا ۔ ید بیضاء
سمندر کا پھٹ جانا۔

= سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۔ روشن معجزات ۔ واضح دلائل ۔ یا رعب و دبدبہ ۔ واضح غلبہ۔

۴: ۱۵۴ = رَفَعْنَا ۔ باب فتح ۔ رَفْعٌ سے ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے بلند کیا ۔ ہم نے اٹھایا ۔

= وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ ۔ ہم نے بلند کیا ان کے اوپر کوہ طور کو۔ ان کے سروں پر کوہ طور کو
معلق کردیا ۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان کے اوپر کھڑا کردیا ۔ کہ ان پر سایہ فگن ہو گیا تا کہ وہ ڈر جائیں اور
نقض عہد سے باز رہیں (الخازن) پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورتِ حال

پیدا کردی گئی تھیں کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پہاڑ ان کے اوپر آپڑے گا۔

عہد سے مراد وہ میثاق ہے جو کوہِ طور کے دامن میں بنی اسرائیل کے نمائندوں سے لیا گیا تھا۔ (تفہیم القرآن مودودی)

اور ہم نے کوہ طور کی بلندیوں کے دامن میں ان سے عہد لیا تھا۔ (عبداللہ یوسف علی)

صاحب المفردات لکھتے ہیں :۔

الرَّفْعُ۔ (فتح) کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ یہ کبھی تو مادّی چیز کو جو اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ہو اسے اس کی جگہ سے اٹھا کر بلند کرنے پر بولا جاتا ہے جیسے فرمایا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (۲ :۱۶۳) اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا۔ یا آیۃ ہذا۔ اور اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ (۱۳ :۲) اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جس نے آسمان کو بدوں کسی سہارے کے جیسے تم دیکھ سکو اونچا بنا کھڑا کیا۔

اور کبھی ناموری اور شہرت ذکر بلند کرنے کے لئے۔ جیسے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۹۴ :۴) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آوازہ بلند کیا۔

اور کبھی مرتبہ کی بلندی بیان کرنے کے لئے جیسے نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (۱۲ :۷۶) اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں ۔

= بِمِیْثَاقِهِمْ۔ میں ب سببیہ ہے۔ یعنی بِسَبَبِ اَخْذِ مِیْثَاقِهِمْ۔ ان سے پختہ وعدہ لینے کے لئے۔ المیثاق۔ پختہ عہد و پیمان جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو وَثْقٌ سے ۔

= لَا تَعْدُوْا۔ فعل نہی تم تعدی نہ کرو۔ تم تجاوز نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ عَدْوٌ سے باب نصر۔

= السَّبْتِ۔ روز شنبہ۔ سنیچر کا دن ۔ اہل یہود کے نزدیک سنیچر کا دن متبرک اور تعظیم کا دن تھا۔ اور اس دن وہ اپنے کام کاج سے قطع تعلق رکھتے تھے ۔ یہودیوں کا عزت و حرمت کا دن انگریزی اور عبرانی شبّات کا عربی مترادف ۔

اس روز ان پر بعض کام کرنے اور بعض نہ کرنے کے احکام عائد تھے۔ اسی طرف اس آیۃ میں اشارہ ہے کہ سبت کے روز احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ حدود جو مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔

= مِیْثَاقًا غَلِیْظًا۔ پختہ وعدہ۔ غَلِیْظٌ غِلْظَةٌ صفت مشبہ۔ سخت۔ شدید۔ اَلْغِلْظَةُ۔ بمعنی موٹاپن۔ گاڑھاپن۔ سخت پن۔ مثلاً فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ (۴۸ :۲۹) پھر

موٹی اور سخت ہوئی۔ اور پھر اپنی نال (تنے) پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

۴: ۱۵۵ = فَبِمَا۔ میں ب سببیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور مَا زائدہ ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ۔ نقض مصدر نَقْضٌ سے بمعنی توڑ دینا۔ نقض مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے توڑ دینے کی وجہ سے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ میں تقدیر عبارت یوں ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت مسلط کردی اور كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ اور قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ پر ہے۔ یعنی وہ ہماری لعنت کے نیچے اس واسطے بھی آگئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا اور (گستاخانہ) یہ بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں

= غُلْفٌ۔ جمع۔ اس کا واحد اَغْلَفُ ہے اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔ اَغْلَفُ وہ چیز ہے جو کسی غلاف میں بند ہو۔ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں تمہاری نصیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے۔

= بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ جملہ معترضہ ہے اور ان کے قول قلوبنا غلف کے جواب میں آیا ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر کیا بند ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے (بوجہ ان کے کفر کے) اس لئے ان میں تھوڑے ہی ہوں گے جو ایمان لائیں گے۔

= طَبَعَ۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے چھاپ لگادی۔ اس نے ٹھپہ لگادیا۔ (باب فتح) سے صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۴: ۱۵٦ = وَبِكُفْرِهِمْ۔ کا عطف بھی فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ آیۃ ماقبل پر ہے اسی طرح وَقَوْلِهِمْ ...... رَسُوْلَ اللّٰهِ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ پر ہے۔ یعنی وہ بدیں سبب بھی مورد لعنت ہوئے کہ انہوں نے پیہم کفر کا ارتکاب کیا۔ (یعنی پہلے حضرت موسیٰؑ کا اور پھر حضرت عیسیٰؑ کا اور ازاں بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔) اور حضرت مریم پر بہتان عظیم باندھا۔

۴: ۱۵۷ = وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ کا عطف حسب بالا فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ پر ہے۔

= مَا قَتَلُوْهُ۔ سے لے کر آیۃ ۱۵۹ تک جملہ معترضہ ہے۔

= مَا صَلَبُوْہُ۔ مَا نافیہ ہے۔ صَلَبُوْا صَلْبٌ سے (باب ضرب) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسٰی کی طرف راجع ہے انہوں نے اس کو سولی نہیں پرچڑھایا تھا۔
الصلب ھو تعلیق الانسان للقتل۔ کسی انسان کو لٹکا دینا تا کہ وہ مرجائے یہ صلب ہے،
= شُبِّہَ۔ وہی صورت بنا دی گئی۔ مانند کر دیا گیا۔ تَشْبِیْہٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو کسی چیز کے مانند کر دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ۔ بلکہ سولی چڑھانے کا معاملہ ان پر مشتبہ کر دیا گیا۔ ان کو یوں معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت عیسٰی کو سولی چڑھا دیا۔ لیکن حقیقت میں حضرت عیسٰی کو وہ نہ قتل کر سکے اور نہ ہی سولی پر چڑھا سکے۔ محض مسلوب کی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مشابہت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی
= وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا ...... اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ یہ ان اختلاف کرنے والوں کے متعلق ہے جو عیسائی تھے اور ان میں آپس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر کوئی متفق علیہ قول نہیں بلکہ اُن میں بیسیوں اقوال ہیں جن کی کثرت اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل حقیقت ان کے لئے بھی (یعنی نصارٰی کے لئے بھی جنہوں نے یہود کے دعوٰی قتل و تصلیب پر پرا اعتبار کر لیا ہے) مشتبہ ہی رہی۔ کوئی فرقہ ان میں سے کہتا ہے کہ جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ مسیح نہ تھا۔ بلکہ ان کی شکل کا کوئی اور آدمی تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا تو مسیح کو ہی تھا مگر ان کی وفات صلیب پر نہ ہوئی تھی۔
اور کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر موت مسیح کے جسم انسانی کی واقع ہوئی تھی مگر الوہیت کی روح جو اس میں تھی وہ اٹھالی گئی۔
اور کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد مسیح علیہ السلام جسم سمیت زندہ ہوتے اور پھر جسم سمیت اٹھالئے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس۔
= وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا۔ ان کی مندرجہ بالا غلطیوں کا قرآنِ حکیم نے ازالہ کر دیا۔ کہ یقیناً انہوں نے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بس یہ حقیقت ہے اور پھر اس کی مزید تصریح کر دی بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف (جسمانی طور پر زندہ) اٹھالیا۔
۴: ۱۵۸ = رَفَعَہٗ کی مزید تشریح کے لئے رَفَعْنَا ۴: ۱۵۴ کے تحت ملاحظہ ہو۔
۴: ۱۵۹ = اِنْ نافیہ ہے۔
= بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ میں ضمیر ہٖ حضرت عیسٰی کی طرف راجع ہے۔
یعنی جب حضرت عیسٰی زمین پر نزول فرمائیں گے تو ان کی طبعی موت سے قبل تمام اہل کتاب (یہودی

اور عیسائی) جو اس وقت موجود ہوں گے۔ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاکر اسلام میں داخل ہوں گے۔
بعض کے نزدیک اس کا مرجع اہل کتاب میں سے کا ہر فرد ہے لیکن اکثر مفسرین پہلے ہی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

۴ : ۱۶۰ == فَبِظُلْمٍ میں باء سببیہ ہے۔
== بِصَدِّهِمْ۔ صَدٌّ۔ روکنا۔ رکنا۔ صَدَّ يَصُدُّ (نصر) کا مصدر۔ ان کے (لوگوں کو اللہ کے راستے سے) روکنے کی وجہ سے۔
== كَثِيْرًا۔ نَاسًا كَثِيْرًا۔ (بہت لوگوں کو) بھی ہو سکتا ہے۔ اور صَدًّا كَثِيْرًا۔ (کثرت سے روکنا) بھی۔

۴ : ۱۶۱ == نُهُوْا۔ نَهْيٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ ان کو منع کیا گیا۔ ان کو روکا گیا۔ نَهٰى يَنْهٰى (فتح) و نُهِيَ يُنْهٰى نُهُوْا۔ اصل میں نُهِيُوْا تھا۔ ماقبل مکسور کی وجہ سے یا پر ضمہ دشوار تھا۔ اس لئے یہ ضمہ ماقبل کو دیا۔ اب ی اور و ساکنین ہونے کی وجہ سے ی گر گئی۔
== جو چیزیں باوجود پہلے حلال ہونے کے اب اہل یہود پر حرام کردی گئی تھیں ان کی وجوہات یہ چار جرائم تھے۔ ان کا ظلم کرنا۔ لوگوں کو راہ حق سے روکنا۔ سود کھانا۔ اور لوگوں کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔

۴ : ۱۶۲ == لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیہ ۱۶۰ میں اَلَّذِيْنَ هَادُوْا کی طرف راجع ہے۔
== يُؤْمِنُوْنَ کا فاعل رٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ اور اَلْمُؤْمِنُوْنَ ہیں۔
== اَلْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ۔ نماز کو عزم و اہتمام کے ساتھ پڑھنے والے۔ مُقِيْمِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔
== اَلْمُقِيْمِيْنَ کا عطف اَلْمُؤْمِنُوْنَ پر ہے۔ نحوی قاعدہ کے مطابق اَلْمُقِيْمُوْنَ ہونا چاہئے تھا اسے اپنے معطوف علیہ کے خلاف اعراب کیوں دیا گیا۔ اس کے متعلق علماء نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ توجیہ ہے جو سیبویہ نے کی ہے۔ کہ مُقِيْمِيْنَ پر نصب تعظیم کی وجہ سے ہے۔ اور اس نے اس کی کئی مثالیں بھی دی ہیں وھٰذا اصح ما قيل فيه (قرطبی)
== اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (یہی لوگ جنہیں ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے) اشارہ اُولٰٓئِكَ کے مشار الیہم رٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ۔ مُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ۔ مُؤْتُوْنَ

الزکوٰۃ۔ المؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔ ہیں۔

= مُؤْتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر حاضر۔ اَلْمُؤْتِیْ واحد اِیْتَاءٌ مصدر باب افعال۔ دینے والے۔ ادا کرنے والے۔

۴: ۱۶۳ = اَوْحَیْنَا۔ ہم نے وحی بھیجی۔ ہم نے حکم بھیجا۔ اِیْحَاءٌ۔ اِفْعَالٌ۔ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم وَحْیٌ مصدر۔ اشارہ سے بتانا۔ اشارہ سے بات کرنا۔ دل میں بات ڈالنا۔ لغت عربی میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا (۱۹-۱۱) پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ خدا کو صبح و شام یاد کرتے رہا کرو۔

لیکن اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے مثلاً ۱:۔ بطریق الہام کسی چیز کو دل میں ڈال دینا۔ جیسے وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوْسٰۤی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (۲۸ : ۷) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

(۲) اپنے طبعی اور غیر فطری فرائض کی انجام دہی کے لئے فطری طور پر ہدایت خالق کی طرف سے ہوتی ہے اور اسے وحی تسخیری بھی کہتے ہیں۔ جیسے وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (۱۶: ۶۸) اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا۔

(۳) کسی کو پُر اسرار طریقہ پر کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶: ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) جنوں اور انسانوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔

۴:۔ شریعت میں کلمہ الٰہیہ کو وحی کہا جاتا ہے جو انبیاء و اولیاء کی طرف القاء کیا جاتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً فرمایا:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ۔ (۴۲ : ۵۱) اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ خدا اس سے بات کرے۔ مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے۔ یا کوئی فرشتہ بھیج دے۔ تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القاء کرے۔

الہام کی مثال اُمِّ مُوْسٰی کے بارہ میں اوپر گذر چکی ہے۔

وحی کی دوسری دو قسمیں بذریعہ فرشتہ یا از پس حجاب بلاواسطہ یہ دونوں انبیاء کے لئے

مخصوص ہیں۔ وحی جو فرشتہ کے ذریعہ ہوتی ہے تو فرشتہ ظاہری آنکھوں سے نظر آتا ہے اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک معین شکل میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پیام رسالت پہنچایا کرتے تھے۔ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر اللہ کا کلام سنا تھا۔

ایک اور صورت وحی کی القاء فی الرّوع یعنی دل میں کسی بات کا ڈال دینا۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ روح القدس نفث فی روعی۔ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انقطع الوحی وبقیت المبشرات رؤیا المؤمن۔ کہ وحی تو منقطع ہو چکی ہے مگر مبشرات یعنی رؤیا مؤمن باقی رہ گئے ہیں

= اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا کا عطف اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ پر ہے آیت کی تقدیر گویا یوں ہے!

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ (الْكِتٰبَ) كَمَاۤ اٰتَیْنَا (ای اَوْحَیْنَا اِلٰی) دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔

۴:۱۶۴ = رُسُلًا کا عطف بھی اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ (آیۃ ماقبل) پر ہے۔ اور (جیسے وحی بھیجی ہم نے دوسرے رسولوں پر۔ یہی صورت رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ کی ہے۔

۴:۱۶۵ = حُجَّةٌ عذر۔ حجت۔ جمع حُجَجٌ۔

= مُنْذِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب ڈرانے والے۔

= بَعْدَ الرُّسُلِ۔ یعنی نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کے بعد ان کی بعثت اور کتب سماویہ کے ان پر نازل کرنے کے بعد۔

۴:۱۶۶ = لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ۔ آیات ماقبل کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ لٰكِنِ اللّٰهُ سے پہلے عبارت انھم لَا یَشْهَدُوْنَ (یہ لوگ آپ کی رسالت کی اور کتاب اللہ کے نازل ہونے کی شہادت نہیں دیتے تو نہ دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔

= شَهِدَ ب۔ کسی کے متعلق شہادت دینا۔ شَهِدَ عِنْدَ الْحَاكِمِ بِفُلَانٍ اَوْ عَلٰی فُلَانٍ۔ اس نے حاکم کے سامنے فلاں کے متعلق یا فلاں کے خلاف شہادت دی۔

اَللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کی بابت (اس کے حق میں) جو اس نے نازل کی تمہاری طرف۔

= اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ۔ کہ اس نے اتارا اسے اپنے علم سے۔ یعنی یہ کلام جو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کی جلوہ گاہ ہے۔ (اس میں ان چیزوں کا علم ہے جس پر اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا)

جیسے ارشاد ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ (۲:۲۵۵) اور وہ اس کی منشاء کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔) یہاں بھی علم سے مراد اللہ کا خاص علم ہے جو صرف وہی جانتا ہے۔ اور صرف اسی قدر اپنے بندوں کو دیتا ہے جتنا کہ وہ خود چاہے۔

۴:۱۶۷ = صَدُّوْا۔ صَدٌّ سے انہوں نے روکا۔

۴:۱۶۹ = یَسِیْرًا۔ آسان۔ سہل۔ یُسْرٌ مادہ۔ صفت مشبہ واحد مذکر منصوب۔

۴:۱۷۰ = وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔
اِنْ تَکْفُرُوْا کے بعد فَھُوَ غَنِیٌّ عَنْکُمْ وَلَا یَتَضَرَّرُ بِکُمْ۔ اگر تم انکار کرو گے یا کفر کرو گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے وہ تمہارے کفر و ایمان سے بالاتر ہے اور تمہارے کفر سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

۴:۱۷۱ = لَا تَغْلُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر غُلُوٌّ (باب نَصَرَ) تم مبالغہ مت کرو۔ تم حد نہ بڑھو۔ تم زیادتی مت کرو۔

= عَلَی اللّٰہِ۔ عَلٰی اکثر استعلاء کے معنوں میں آتا ہے جیسے حُمِلَ عَلَی الدَّآبَّۃِ۔ جانور پر لادا گیا۔ یا اَللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ ہر شی پر قادر ہے۔

لیکن یہاں صرف متعلق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

= کَلِمَتُہٗ۔ صاحب ضیاء القرآن نے کلمہ کی بڑی اچھی اور عام فہم تشریح کی ہے۔
فرماتے ہیں کلمہ کا لغوی معنیٰ تو ہے ما ینطق بہ الانسان جس کے ساتھ نطق کیا جائے یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق حقیقی معنوں میں نہیں ہوتا بلکہ مجازاً ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وجہ مجاز کیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمہ کے اطلاق کی وجہ یہ ہے کہ ہر مولود کے دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی تخلیق سے متعلق ہو اور وہ اپنی زبانِ قدرت سے کُنْ فرما کر اذنِ ظہور دے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مادۂ منویہ شکم مادر میں قرار پکڑے اور وقت معین گذرنے کے بعد اس کی ولادت ہو۔

پہلا سبب اگرچہ حقیقی ہے لیکن نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس لئے اُسے سبب بعید کہہ لیجئے۔ اور دوسرا سبب کیونکہ عادی اور عام ہے اور اسے ہر ایک جانتا ہے مؤمن ہو یا غیر مؤمن اس لئے اسے سببِ قریب کہہ لیجئے۔ اب یہاں دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ سببِ قریب

یعنی مادہ منویہ موجود نہیں۔ اس لئے اس پر سبب بعید یعنی کلمہ کُنْ کا اطلاق کر دیا۔ اور آپ کو کَلِمَةُ اللّٰهِ یا کَلِمَةٌ مِّنْهُ کہہ دیا۔ اور عربی لغت میں سبب کا اطلاق مسبب پر عام ہوتا ہے جیسے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا انا دعوۃ ابی ابراھیم یعنی میں اپنے پدر بزرگوار ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ حالانکہ آپ دعا نہ تھے دعا کا جواب تھے۔ دعا ابراہیمی چونکہ آپ کی تشریف آوری کا سبب بنی تھی اس آپ پر دعا کا اطلاق کر دیا۔

نیز کلمہ کا لفظ بشارت اور آیت کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا رہتا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ وہ بشارت ہیں جو حضرت مریم کو دی گئی۔ یا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیت (نشانیوں میں سے ایک روشن نشانی) ہیں۔

= رُوْحٌ مِّنْهُ۔ ضیاء القرآن میں ہے: روح کا معنیٰ ہے مابہ الحیاۃ جس کے ساتھ زندگی قائم ہو۔ اور زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ حسّی اور معنوی۔ حسّی زندگی وہ ہے جس کے ذریعے چلنا پھرنا۔ بولنا سُننا۔ سمجھنا یاد کرنا وغیرہ قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ اور معنوی زندگی وہ ہے جس سے مکارم اخلاق رحم۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے قرآن حکیم کو بھی کئی بار روح کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حیات معنوی کا سبب ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۴۲: ۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر روح یعنی قرآن نازل کیا حضرت مسیح کیونکہ حیاتِ حسّی اور معنوی دونوں کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کو بطورِ مبالغہ روح یعنی سراپا رُوح کہہ دیا۔ جیسے ہم بہت کسی خوبصورت انسان کو حُسنِ مجسم کہہ دیتے ہیں۔

المفردات میں ہے۔ کبھی روح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے۔ جیسے شعر ہے:۔

وقلت له ارفعها الیك واحیها

بروحك واجعل لها قیتة قدرًا

تو میں نے کہا اسے اٹھاؤ۔ اور قدرے نرم پھونک مار کر اسے سلگاؤ اور اس میں تھوڑا سا ایندھن ڈال دو۔

کبھی روح کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ زندگی۔ حرکت۔ منافع کا حصول اور مضرات سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ آیت کریمہ: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (۱۷: ۸۵) اور تجھ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو اُن سے کہہ دیجئے یہ میرے پروردگار کا حکم ہے۔

روح کے دیگر معانی۔ روح۔ جان۔ بھید کی بات۔ فیضِ غیبی بھی ہیں۔
کبھی روح کو آل کے ساتھ لبطور معرفت حضرت جبریل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ (۷۰:۴) فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت جبریل کو رُوۡحُ الۡقُدُسِ (۲:۲۷) اور رُوۡحُ الۡاَمِیۡنُ (۲۶:۱۹۲) سے بھی ذکر کیا ہے۔

= مِنۡهُ۔ اس سے۔ روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جزئیت کی نہیں بلکہ تشریف اور تفضیل کی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا اس چیز کے لئے شرف اور فضل کا اظہار ہے۔ اور ایسی اضافت کا استعمال قرآن حکیم اور کلام عرب میں عام ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ شیطان کو فرماتے ہیں۔ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَكَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ (۱۵:۴۲) یعنی میرے بندوں پر تو قابو نہیں پا سکتا۔ بندے تو سب اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ مومن ہوں کافر ہوں۔ نیک ہوں یا بد۔ لیکن اطاعت شعار بندوں کی اضافت اپنی طرف کی اور ان کو اپنا مخصوص اور مخلص بندہ ہونے کا شرف بخشا۔

یہاں بھی روحٌ منه یا روح اللہ کہہ کر اس خصوصی شرف و مقبولیت کا اظہار مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی میں حاصل ہے مِنۡهُ کے لفظ سے یہ کہنا کہ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اللہ کی جزء ہیں بالکل ناحق ہے۔ کیونکہ آپ اس طرح جزئیت ثابت کرنے پر بضد ہوں تو پھر اس میں حضرت عیسیٰ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی کیونکہ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف موجود ہے وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (۱۵:۲۹) میں نے اپنی روح آدم میں پھونکی۔ صرف آدم ہی نہیں بلکہ تمام اولاد آدم کے متعلق ارشاد ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ (۳۲:۸-۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ آدم کو مادہ منویہ سے تخلیق کر کے اور اس کے اعضاء درست کر کے اس میں اپنی روح پھونکی۔ صرف آدم اور بنی آدم ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کا جزو ماننا پڑے گا۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ (۴۵:۱۳) اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مطیع کر دیا۔ لہٰذا مِنۡ رُّوۡحِیۡ۔ مِنۡ رُّوۡحِهٖ۔ مِنۡهُ کے الفاظ سے کسی چیز کی جزئیت ثابت نہیں ہوتی۔ (ضیاء القرآن)

= اَلۡقٰهَا۔ اس کو ڈالا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ کلمہ کی طرف راجع ہے۔

= ثَلٰثَةٌ۔ تین۔ اسم عدد ہے اشارہ ہے عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث کی طرف۔

= اِنۡتَهُوۡا۔ تم رک جاؤ۔ تم چھوڑ دو۔ اِنۡتِهَآءٌ (اِفۡتِعَالٌ) سے جس کے معنی جس کام سے منع کیا جائے

اس سے باز رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۴ : ۱۷۲ = لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ۔ اِسْتِنْکَافٌ سے مضارع نفی تاکید بلن باب استفعال سے صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ہرگز۔ عار نہیں سمجھے گا۔ وہ ہرگز حقیر سمجھ کر سرتابی نہیں کرے گا۔

وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ۔ مضارع مجزوم بالشرط۔ جو عار کرے گا۔ یا جو حقیر سمجھ کر سرتابی کریگا۔ جو حقیر سمجھ کر غرور کے ساتھ سرتابی کرے گا۔

۴ : ۱۷۳ = فَیُوَفِّیْهِمْ۔ تَوْفِیَةٌ (تفعیل) سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا۔

= اُجُوْرَهُمْ۔ ان کا حق ان کا بدلہ۔ اُجُوْرٌ جمع ہے اَجْرٌ کی۔ مفعول بہ فعل فَیُوَفِّیْهِمْ کا۔

= اِسْتَنْکَفُوْا۔ اِسْتِنْکَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ دیکھو ۴ : ۱۷۲ (آیہ ماقبل) یستنکف۔

۴ : ۱۷۵ = اِعْتَصَمُوْا بِهٖ۔ انہوں نے اس کو مضبوطی سے پکڑا۔ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا۔ اعتصام (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۴ : ۱۷۶ = یَسْتَفْتُوْنَكَ۔ اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ سے فتویٰ چاہتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ آپ سے حکم پوچھتے ہیں اس کے بعد فِی الْکَلٰلَةِ محذوف ہے۔ یعنی کلالہ سے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں۔ چونکہ جواب میں کَلٰلَة کا ذکر آگیا اس لئے یہاں محذوف کر دیا گیا۔

= یُفْتِیْكُمْ۔ وہ تم کو فتویٰ دیتا ہے۔ حکم دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر

= اَلْکَلٰلَةُ۔ وہ لوگ جو منقطع الطرفین ہوں۔ یعنی نہ ان کے والدین ہوں اور نہ ان کی اولاد ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ کلالہ وہ میّت ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میّت کا نہ باپ ہو نہ اولاد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کلالہ اولاد کے علاوہ دوسرے وارثوں کو کہتے ہیں۔

۴ : ۱۷۶ - اَنْ تَضِلُّوْا۔ اَنْ نافیہ ہے۔ کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ تم بھٹک نہ جاؤ۔ تم ٹھیک راہ پر نہ چلو۔ ضَلَالٌ سے جمع مذکر حاضر۔ مضارع معروف۔ اصل میں تَضِلُّوْنَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کے سبب سے نون اعرابی گر گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المائدۃ

۵: ۱ = اَوْفُوْا۔ تم پورا کرو۔ اِیْفَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ایفاء وعدہ۔ وعدہ کا پورا کرنا
= عُقُوْدٌ۔ قول وقرار۔ عہد وپیمان۔ عَقْدٌ کی جمع۔ عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی سے باندھنا۔ اور گرہ لگانا۔

یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد و پیمان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔

عقدہ۔ گرہ۔ معمہ۔ گنجلک امر۔

= بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ۔ بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو۔ مالا نطق لہ (الراغب) بے زبان جانور۔ عرفِ عرب میں درندوں اور پرندوں کو اگرچہ وہ بھی بے زبان ہیں بہیمہ نہیں کہا جاتا۔ مگر دوسرے چارپائے چیرنے والے جانور مراد لئے جاتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر چوپائے کو بہیمہ کہا جاتا ہے (اسم لکل ذی اربع) اس صورت میں اس کی اضافت انعام کی طرف بیانیہ ہے۔

اَنْعَامٌ نَعَمٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر مویشی بھیڑ۔ بکری۔ گائے بھینس کو بھی شامل کیا جاتا ہے

اگر ان میں اونٹوں کو داخل نہ کیا جائے تو دوسروں کو انعام نہیں کہا جا سکتا۔

بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ = بے زبان مویشی قسم کے جانور۔

= غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ۔ مُحِلِّي۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں مُحِلِّيْنَ تھا۔ بوجہ اضافت نون حذف کر دیا گیا۔ مُحِلٌّ۔ واحد اِحْلَالٌ مصدر حلال قرار دیئے جانے والے۔ اِحْلَالٌ کسی چیز کو

حلال بنا دینا۔ یا حلال قرار دینا۔ یا ذمہ داری سے باہر نکل آنا۔
حِلٌّ کا معنی ہے گرہ کھول دینا۔ کسی جگہ اترنے کی صورت میں عموماً سامان کھولا جاتا ہے اس لئے حلول کا معنی اترنا ہو گیا۔ اس مادہ سے جتنے مشتقات ہیں سب کے مفہوم میں کھولنے یا اترنے کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔
غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ۔ شکار کو حلال قرار دینے والے نہ ہو۔ یعنی شکار کو حلال قرار مت دو
= وَاَنْتُمْ حُرُمٌ۔ واؤ حالیہ ہے۔ حُرُمٌ۔ حَرَامٌ کی جمع ہے احرام باندھنے والے یا حرم کے اندر داخل ہونے والے۔ حرم سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ یعنی جب کہ تم خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔
اَلْحَرَمُ کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس کے اندر بہت سی ایسی چیزیں حرام کر دی ہیں جو کہ دوسری جگہ حرام نہیں ہیں اور یہی معنی اَلشَّهْرُ الْحَرَامِ کے ہیں۔ رَجُلٌ حَرَامٌ وَ مُحْرِمٌ وہ شخص جو حالت احرام میں ہو۔ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ۔ جب کہ تم حالت احرام میں ہو یا خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔
۵:۲ = لَا تُحِلُّوْا۔ فعل نہی۔ تُحِلُّوْا۔ اِحْلَالٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے
اِحْلَالٌ عہد و پیمان سے آزاد ہونا۔ اَحَلَّ الشَّیْءَ کسی چیز کو حلال کر لینا۔ اس کے متعلق حدود اور بندشوں سے اپنے آپ کو آزاد کر لینا۔ اس کا احترام (جو حدود اور بندشوں سے مستلزم ہے) نہ کرنا۔ بے حرمتی کرنا۔ (حسنین محمد مخلوف مفتی الدیار المصریہ السابق۔ اپنی کتاب کلمات القرآن۔ تفسیر و بیان" میں لَا تُحِلُّوْا کا معنی لَا تَنْتَهِکُوْا لکھتے ہیں۔ اِنْتَهَکَ الشَّیْءَ۔ بے عزتی کرنا۔ بے حرمتی کرنا۔
= شَعَائِرَ۔ شَعِیْرَۃٌ کی جمع ہے شَعِیْرَۃٌ بروزن فَعِیْلَۃٌ بمعنی مُنْفَعِلَۃٌ بمعنی مَشْعَرَۃٌ ہے مَشْعَرَۃٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ اور اِشْعَارٌ کے معنی علم میں لانے کے ہیں۔ ہر وہ شی جو کسی چیز کا نشان ہو یا کسی علامت کو بتائے اسے شَعِیْرَۃٌ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔
حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ شَعَائِرَ اللّٰہِ عرف دین میں مکانات ازمنہ۔ علامات داوقافِ عبادت کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت مثلاً کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ۔ جمار ثلاثہ صفا و مروہ۔ ازمنہ عبادت مثلاً رمضان۔ حرم کے مہینے۔ عید الفطر۔ عید النحر۔ جمعہ۔ ایام تشریق اور علامات عبادت مثلاً اذان و اقامت۔ نماز باجماعت۔ نماز جمعہ و نماز عیدین۔ شَعَائِرَ اللّٰہِ اللہ کی نشانیاں
اَلْهَدْیَ۔ اسم معرف باللام۔ قربانی کا وہ جانور جو ماہِ حُرُم میں حرم کے اندر قربانی کے لئے بھیجا جاتا ہے
هَدْیٌ۔ هِدَایَۃٌ سے بمعنی کسی چیز کا راستہ بتانا۔ کسی چیز کی طرف رہنمائی کرنا۔ هَدْیٌ وہ جانور جو حرم کی طرف لیجایا جائے۔ ال سے اس کو مخصوص کر دیا گیا۔ اس جانور کے لئے جو قربانی کے لئے

= تَعَاوَنُوْا۔ تم آپس میں مدد کرو۔ تم آپسمیں تعاون کرو۔ تَعَاوُنٌ (تفاعُلٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= لَا تَعَاوَنُوْا۔ اصل میں تَتَعَاوَنُوْا تھا۔ ایک ت کو گرادیا گیا ہے۔ نہی جمع مذکر حاضر۔ مت تعاون کرو۔ مت مدد کرو ایک دوسرے کی۔

= اَلْعُدْوَانِ۔ عَدَا یَعْدُوْا (نصر) سے مصدر ہے۔ ظلم وستم۔ زیادتی۔ تعدی۔ حد سے گذر جانا۔

= عِقَاب۔ مار۔ عذاب۔ سزا۔ عقوبت۔ سزادینا۔

عَاقَبَ یُعَاقِبُ کا مصدر ہے۔ عقاب وہ سزا ہے جو جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے یعنی پہلے ارتکاب جرم ہوتا ہے اور بعد میں اس پر سزا ہوتی ہے۔ عقب پیچھے کو کہتے ہیں۔

۵:۳ = اُھِلَّ۔ اِھْلَالٌ (افعالٌ) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پکارا گیا۔ ہلال نیا چاند۔ اَھَلَّ۔ نیا چاند نکلا۔ نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانا یا پکارنا۔ حاجیوں کا لبیک کہنا۔ اَھَلَّ بِذِکْرِ اللہِ۔ اس نے (کام کرتے وقت) اللہ کا نام لے کر پکارا۔

اُھِلَّ ب کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ کا نام لے کر پکارنا۔ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللہِ۔ پکارا گیا غیر اللہ کے لئے۔ اس میں وہ جانور بھی شامل ہے جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا جائے۔ اور وہ جانور بھی جو اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کر دیا گیا ہو۔ خواہ بوقت ذبح بسم اللہ بھی پڑھی جائے۔

= اَلْمُنْخَنِقَۃُ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ انخناق (انفعال) مصدر۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا۔ گلا گھٹنے سے مرنے والی۔ اسی سے مرض خناق ہے جس سے گلا گھونٹ جاتا ہے۔

اَلْمَوْقُوْذَۃُ۔ وَقْذٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) چوٹ کھا کر مرا ہوا۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔

= اَلْمُتَرَدِّیَۃُ۔ اسم فاعل واحد مؤنث (باب تفعل) وہ جانور جو اوپر سے گر کر ذبح کرنے سے پہلے مرجائے۔ الرَّدٰی (سمع) بمعنی ہلاکت۔ اور التَّرَدِّیْ (تفعل) اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗٓ اِذَا تَرَدّٰی۔ (۹۲: ۱۱) اور جب وہ جہنم میں گریگا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

تَرَدّٰی فِی الْبِئْرِ۔ کنویں میں گرنا۔ پس اَلْمُتَرَدِّیَۃُ اوپر سے گر کر مرا ہوا جانور

= اَلنَّطِیْحَۃُ۔ صیغہ صفت بروزن فَعِیْلَۃٌ۔ بمعنی مَفْعُوْلَۃٌ۔ نَطِیْحَۃٌ بمعنی مَنْطُوْحَۃٌ نَطْحٌ مصدر (فتح۔ ضرب) وہ جانور جو دوسرے کے سینگ کی چوٹ سے مرا ہو۔ نَطَحَ الثَّوْرُ

لیجایا جارہا ہو۔
= اَلْقَلَائِدَ ۔ قَلَائِدُ جمع قَلَادَۃٌ کی ہے وہ چیز جو گردن میں لٹکائی جائے ۔ ہار۔ رسی ۔پٹہ اَلْقَلَائِدُ سے مراد ذَوَاتُ الْقَلَائِد وہ جن کے گلے میں رسیاں یا پٹے ڈالے گئے ہیں ۔ یہ ھَدْیٌ کی صفت میں ہے یعنی وہ جانور جن کی گردنوں میں پٹے ڈلے ہوئے ہیں اور حرم کی طرف ذبح کرنے کے لئے لیجائے جا رہے ہیں۔
= اٰمِّیْنَ ۔ اٰمٌّ کی جمع اَمٌّ ہے جس کے معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اٰمِّیْنَ قصد کرے ہوئے ہیں ۔ (بیت الحرام کا) اسم فاعل جمع مذکر۔ اَمٌّ (باب نصر) قصد کرنا۔
= الشہر الحرام - الھدی - القلائد - اٰمّین سب شعائر اللّٰہ کے معطوف ہیں۔
= اِذَا حَلَلْتُمْ ۔ جب تم احرام سے نکلو حِلٌّ اور حَلَالٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
= اِصْطَادُوْا ۔ تم شکار کرلو ۔ تم شکار کر سکتے ہو۔ اصطیادٌ (افتعالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں امر سے یہ مطلوب نہیں کہ احرام سے باہر نکلنے کے بعد ضرور شکار کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ پھر تمہیں شکار کرنے کی اجازت ہے اور پہلے جو بندش لگائی گئی تھی غیر محلی الصَّیْدِ وَانتم حرم اب وہ نہیں رہی ۔
= لَا یَجْرِمَنَّکُمْ ۔ فعل نہی ۔ واحد مذکر غائب تاکید با نون ثقیلہ ۔ جَرْمٌ مصدر (باب ضرب) کُمْ ضمیر مفعول ۔ باعث نہ بن جائے ۔ برانگیختہ نہ کرے ۔ آمادہ نہ کرے ۔
= شَنَاٰنُ ۔ دشمنی کرنا ۔ بغض رکھنا ۔ یہ مصدر سماعی ہے خلاف قیاس ۔ اس کا فعل فَتَحَ اور سَمِعَ دونوں سے آتا ہے ۔ بغض ۔ عداوت ۔ دشمنی۔
= تَعْتَدُوْا ۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گذر جاؤ۔ اِعْتِدَاءٌ ۔ (اِفْتِعَالٌ) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
= لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۔
شَنَاٰنُ قَوْمٍ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ وجہ عداوت کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا تھا جس کے لئے فعل کی نفی آئی ہے ۔ اَنْ تَعْتَدُوْا کہ تم زیادتی کرو۔
اگر مخالفین کے ساتھ تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روکنے کی وجہ سے رنج و عداوت ہے تو یہ رنج تمہیں ان کے خلاف زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کر دے ۔ معجم الوسیط میں اس کا مطلب لَا یَحْمِلَنَّکُمْ بُغْضُ قَوْمٍ عَلَی الْاِعْتِدَاءِ عَلَیْہِمْ لکھا ہے ۔

خَامِصٌ پچکے ہوئے پیٹ والا آدمی۔
غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ۔ متجانف اسم فاعل واحد مذکر تَجَانُفٌ (تفاعل) مصدر۔ گناہ کی طرف میلان رکھنے والا۔ حق سے پھرنے والا۔ یعنی گناہ کی طرف میلان یا رغبت یا حق سے روگردانی محرک فعل نہ ہو بلکہ محض اضطراری و مجبوری اس کا باعث ہو تو مندرجہ بالا ممنوعات کا استعمال فوتِ لایموت کی حد تک جائز ہے اور اللہ غفور رحیم ہے اسے معاف کر دے گا۔

۵ : ۴ = عَلَّمْتُمْ۔ باب تفعیل تَعْلِیْمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے سکھلایا۔ تم نے تعلیم دی۔
= اَلْجَوَارِحِ۔ شکاری جانور۔ زخمی کرنے والے۔ جَارِحَۃٌ کی جمع جس کے معنی شکاری جانور کے ہیں: خواہ وہ پرندہ ہو از قسم باز۔ عقاب وغیرہ۔ یا درندہ از قسم کتا وغیرہ۔ یہ جَرْحٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں زخمی کرنا۔

وَمَا علمتم من الجوارح کا عطف اَلطَّیِّبَاتِ پر ہے اور ما علمتم من الجوارح کا عطف مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے واحل لکم صید) ما علمتم من الجوارح اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار بھی تمہارے لئے حلال ہے جنہیں تم نے سکھلایا اور سدھایا ہوا ہے۔
= مُکَلِّبِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُکَلِّبٌ واحد۔ تَکْلِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ شکاری جانور کو شکار کی تعلیم دینے والے۔ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑنے والے کَلْبٌ۔ کتا یا درندہ۔ بھونکنے والا جانور۔ مکلبین علمتم کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی جب تم سدھاتے ہوئے جانوروں سے شکار کر رہے ہو۔ تو ان سدھائے ہوئے جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے۔
= تعلمونھن میں ھُنَّ کی ضمیر الجوارح کی طرف راجع ہے تم ان کو سکھلاتے ہو۔ تم ان کو تعلیم دیتے ہو
مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ۔ جو اللہ نے تمہیں بتایا ہے۔ یا سکھلایا ہے یا جس کی اس نے تعلیم دی ہے۔
= اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ۔ جسے وہ پکڑ رکھیں تمہارے لئے۔

۵ : ۵ = محصنین۔ مسافحین۔ متخذی اخدان۔ دیکھو ۴ : ۲۵-۲۶
= حَبِطَ۔ اکارت گیا۔ ضائع گیا۔ باب سمع۔

۵ : ۶ = اَلْمَرَافِقِ۔ جمع۔ اَلْمِرْفَقُ اَلْمَرْفِقُ۔ واحد کہنیاں۔ اَلْمَرْفَقُ۔ وہ چیز جس سے سہارا لیں۔ وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔ اسی سے ہے مَرَافِقُ الدَّارِ۔ گھر کے منافع کی چیزیں۔ لوازمات خانہ۔ جیسے کنواں۔ نلکا۔ باورچی خانہ۔ پاخانہ وغیرہ۔
= اَرْجُلَکُمْ۔ منصوب ہے لہٰذا اس کا عطف اَیْدِیَکُمْ پر ہے
= جُنُبًا۔ دور۔ اجنبی۔ جنبی۔ جَنْبٌ سے بمعنی دور رہنا۔ دور کرنا: جنبی جسے جنابت لاحق ہو یعنی جس پر

وَنَحْوَہٗ بیل کا یا اس جیسے سینگوں والے جانور کا سینگ سے مارنا۔

= اَلسَّبُعُ ۔ درندہ ۔ واحد اَسْبُعٌ وَسِبَاعٌ وَسُبُوْعٌ جمع ۔

= ذَکَّیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے ذبح کیا ذَکَّی الذَّبِیْحَۃَ اس نے جانور کو ذبح کیا

اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ (سوائے اس کے جسے تم ذبح کرلو) یہ استثناء یا تو اَلْمُنْخَنِقَۃُ سے لے کر مَا اَکَلَ السَّبُعُ تک جتنے جانور مذکور ہوئے ہیں سب کے لئے ہے اور جمہور نے اسی معنی میں اس کو لیا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے اگر اس جانور کو مرنے سے قبل ذبح کر لیا جائے تو وہ المنخنقۃ الموقوذۃ المتردیۃ اور النطیحۃ کے معنی میں آتا ہی نہیں

یا یہ استثناء منقطع ہے جیسا کہ امام رازی نے تحریر کیا ہے کہ مذکورہ جانور حرام ہیں البتہ ان کے علاوہ جو حلال جانور تم ذبح کرلو وہ تمہارے لئے جائز ہیں۔

الکلبی کا قول ہے کہ یہ استثناء صرف مَا اکل السبع کے لئے ہے۔

= النُّصُبُ اسم مفرد۔ بُت۔ جمع نُصُبٌ بمعنی مَنْصُوْبٌ مَا نُصِبَ وَ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (المعجم الوسیط)

نصب کرنا۔ گاڑنا۔ کعبہ کے ارد گرد پتھر گاڑے ہوئے تھے جن پر بعض بتوں کے نام پر قربانی کے جانور قربان کئے جاتے تھے اور ان کا خون ان پر چھڑکا جاتا تھا اور گوشت ان پتھروں پر رکھا جاتا تھا

= تَسْتَقْسِمُوْا ۔ باب استفعال ۔ تم قسمت معلوم کرو۔ تم بانٹو۔ تم تقسیم چاہو اِسْتِقْسَامٌ بمعنی تقسیم کا خواستگار ہونا۔ اور جوئے کے تیروں سے حصہ کی تقسیم چاہنا۔

= اَلْاَزْلَامُ ۔ تیر۔ زَلَمٌ واحد۔ ازلام سے وہ تیر مراد ہیں جن کے ذریعے مشرکین عرب کسی اہم کام کو کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فیصلہ کرتے تھے۔ یہ تیر خانہ کعبہ میں رکھے ہوتے تھے کسی پر اَمَرَنِیْ رَبِّیْ اور کسی پر نَھَانِیْ رَبِّیْ لکھا ہوا ہوتا تھا۔

= فِسْقٌ اسم فعل مصدر۔ گناہ۔ نافرمانی کرنا۔ حدود شریعت سے نکل جانا۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا۔ وغیرہ

= یَئِسَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ مایوس ہوا۔ ناامید ہوا۔ (باب سمع)

= اُضْطُرَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِضْطِرَارٌ سے۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ مجبور کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ باب افتعال ضَرَرٌ سے اصل میں اضترار تھا تاء کو طاء سے تبدیل کیا گیا۔

عام طور پر اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایسے امر پر مجبور کیا گیا ہو جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔

= مَخْمَصَۃٍ ۔ اسم بمعنی المجاعۃ ۔ بھوک۔ ایسی بھوک جس سے پیٹ پچک جائے رَجُلٌ

غسل واجب ہو۔ جنبی کو جنب اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔ یہ لفظ واحد۔ تثنیہ۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے یکساں بولا جاتا ہے۔

= اَلْغَائِطِ۔ قضائے حاجت کی جگہ۔ دیکھو ۴: ۴۳

= صَعِیْدًا۔ زمین۔ خاک۔ دیکھو ۴: ۴۳

= حَرَجٍ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَرَجٌ کے معنی ہیں کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ۔ ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔

= مِیْثَاقَ۔ عہد۔ وَاثَقَکُمْ بِهٖ (جس کے پورا کرنے کے لئے) اس نے تم کو پابند کیا۔ وَاثَقَ مواثقۃ ووثاقًا۔ کسی کو کسی معاہدہ کا پابند کرنا۔ وِثَاقٌ۔ وَثَاقٌ۔ جمع وُثُقٌ۔ رسی۔ زنجیر۔ بندش۔ اخلاقی بندش اسی سے وثیقہ (اقرار نامہ۔ تحریری معاہدہ وغیرہ) اور وثیقہ نویس ہے۔

۵: ۸ = قَوّٰمِیْنَ۔ جمع منصوب قَوَّامٌ واحد۔ اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی میں ہے انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔

لِلّٰهِ میں مضاف محذوف ہے اس کی تقدیر یوں ہے قَوّٰمُوْنَ لِحُقُوْقِ اللّٰهِ۔ اولاوامر اللہ اولدین اللہ۔ اولعہد اللہ۔

= شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ حال من الضمیر فی قَوّٰمِیْنَ بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا مومنو! انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کے دین کے لئے یا اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہوجاؤ۔ یا پہلے فقرہ پر عطف ہوسکتا ہے۔ کونوا شہداء بالقسط اور انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔

= وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ۔ دیکھو ۵: ۲

۵: ۱۱ = هَمَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ اس نے ارادہ کیا۔ هَمٌّ بمعنی ارادہ عزم۔ جمع هُمُوْمٌ۔

= فَکَفَّ۔ اس نے روک دیا۔ کَفٌّ مصدر باب نصر

۵: ۱۲ = بَعَثْنَا۔ ہم نے بھیجے۔ ہم نے مقرر کئے۔ ہم نے اٹھائے۔

= نَقِیْبًا۔ اسم منصوب۔ سردار۔ قوم کی طرف سے ایفائے عہد کے ذمہ دار۔ قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا۔ ہر ایک کی پوچھ گچھ کرنے والا۔

نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے صحیح حالات سے باخبر ہو۔ اور ان کی بہتری اور برتری کا ذمہ دار

اور ان کے کردار پر کڑی نظر رکھنے والا ہو۔

= وَ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ۔ یہ خطاب نقیبوں سے ہے اس کی تقدیر یوں ہے وقال اللہ للنقباء اِنِّیْ مَعَکُمْ۔ اور بعض کے نزدیک اس کی مخاطب بنی اسرائیل کی ساری قوم ہے۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ ضمیر اکثر قریب ترین اسم ماسبق مذکور کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس کے بعد کلام کی نئے سرے سے ابتدا ہوتی ہے اور لَئِنْ سے لے کر سوآء السبیل تک کلام قوم بنی اسرائیل سے ہے۔

= لَئِنْ اَقَمْتُمُ سے لے کر قَرْضًا حَسَنًا تک شرط ہے۔ جو ان پانچ امور پر مشتمل ہے اقام الصَّلٰوۃ ایتاء الزکٰوۃ - ایمان بالرُّسل - تعزیر الرسل قرضۃ حسنۃ - اور لاکفرن سے لے کر الانہار تک جواب شرط ہے۔

= عَزَّرْتُمُوْھُمْ۔ تم نے ان کی مدد کی۔ تم نے ان کو قوت پہنچائی۔ تم نے ان کی تعظیم کی۔

تعزیرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کا ہے یعنی میم ماقبل کی حرکت کو لمبا کرنے کے لئے۔

= لَاُکَفِّرَنَّ۔ میں محو کردوں گا۔ میں مٹادوں گا۔ تَکْفِیْرٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح چھپانے اور ڈھانپ دینے کے ہیں کہ گویا وہ کبھی تھی ہی نہیں۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔

= سَوَآءَ السَّبِیْلِ۔ سیدھی راہ۔ راہ مستقیم۔ ہدایت و رشد کی راہ۔

۵:۱۳ = فَبِمَا۔ میں ب سببیہ ہے اور مَا لفظاً زائد اور معناً کلام میں قوت و زور پیدا کرنے کے لئے ہے۔

= نَقْضِھِمْ ان کا (عہد شکنی کرنا۔ نَقْضٌ مصدر۔ نقض ینقض (نصر) توڑ دینا۔

= لَعَنّٰھُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لَعْنٌ مصدر (باب فتح) ہم نے لعنت کی ہم نے رحمت سے دور کر دیا۔

اَللَّعْنُ اَلْاِبْعَادُ مِنَ الرَّحْمَۃِ۔ لعنت رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں

= قٰسِیَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ سخت دل۔ سنگدل۔ ایسے کہ ایمان کے لئے نرم نہیں پڑتے

= خَآئِنَۃٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

۱- یہ مصدر ہے بمعنی خیانت، دغا۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ تمہیں متواتر ان کی طرف سے خیانت کے ارتکاب کی اطلاع ہوتی رہیگی۔

۲- یہ اسم فاعل ہے اصل میں خَآئِنٌ تھا۔ ۃ مبالغہ کے لئے آئی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے تمہیں ہمیشہ ان میں سے کسی بڑے خائن کا علم ہوتا رہے گا۔

۳- خائنۃ صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔

ولا تزال تطلع علی فرقۃ خائنۃ منھم۔ اور آپ کو اکثر ان میں سے کسی نہ کسی خیانت کرنے والی جماعت

کی اطلاع ملتی رہیگی۔
= لَا تَزَالُ ۔ افعال ناقص میں سے ہے۔ تو ہمیشہ رہیگا۔ فاعل کے ساتھ استمرار فعل کے معنی دیتا ہے،
= تَطَّلِعُ ۔ تو خبردار ہوگا۔ تو اطلاع پائے گا۔ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ ۔ تو ہمیشہ اطلاع پاتا رہیگا۔ تجھے متواتر اطلاع ملتی رہیگی۔
= وَاصْفَحْ ۔ تو درگذر کر۔ صَفْحٌ (باب فتح) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
۵:۱۴ = فَاَغْرَيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے لگادی۔ ہم نے چسپاں کردی۔ ہم نے ڈال دی۔ اِغْرَاءٌ سے جس کے معنی لگادینے۔ ڈالنے۔ رغبت دلانے اور چسپاں کرنے کے ہیں۔ مادہ غری
اغریٰ بین القوم ۔ ای افسد ۔ اور اغری العداوۃ بینہم ای القی العداوۃ بینہم۔
قرطبی نے الاغراء بالشیٔ کا مطلب الالصاق من جہۃ التسلیط علیہ لکھا ہے کسی چیز کا اس طرف سے چسپاں کرنا جس طرف جوڑنے والی چیز لگی ہوئی ہو۔
۵:۱۵ = يَعْفُوا ۔ مضارع واحد مذکر غائب عَفْوٌ سے وہ معاف کرتا ہے۔ اس فعل کا فاعل رَسُوْلُنَا ہے
= نُوْرٌ ۔ سے مراد رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن بھی ہے۔
۵:۱۶ = سُبُلَ السَّلَامِ ۔ سلامتی کی راہیں۔ يَهْدِىْ کا مفعول ہے۔ اور یہدی بہٖ میں ضمیر ہٖ کِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ کی طرف راجع ہے۔
= بِاِذْنِهٖ ۔ بتوفیقہٖ ۔ وبارادتہٖ۔
۵:۱۸ = اَلْمَصِيْرُ ۔ صَارَ يَصِيْرُ (ضَرَبَ) سے اسم ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا قرارگاہ اَلْمَصِيْرُ ۔ مصدر بھی ہے۔
۵:۱۹ ۔ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ ۔ فترۃ ۔ اسم فعل ۔ مصدر۔
دھیما ہوجانا۔ سست ہوجانا۔ کسی نبی کی شریعت کا دھیما پڑجانا۔ اور آئندہ نبی کا اس وقت تک مبعوث نہ ہونا۔ دونوں کے درمیانی وقفہ کو فترۃ کہتے ہیں۔ جب کوئی چیز چلتے چلتے رک جائے تو کہتے ہیں کہ فترالشیٔ اور اگر کوئی کام پہلے بڑی سرگرمی سے ہورہا ہو اور پھر وہ بند ہوجائے تو اس کے لئے بھی فتر کا استعمال ہوتا ہے۔ اور دو نبیوں کے درمیانی زمانہ کو فترۃ کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی نبیوں کے مدتوں تک آنے کے بعد۔
اَنْ ۔ مبادا۔
۵:۲۱ = لَا تَرْتَدُّوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت پھرو۔ تم مت لوٹ جاؤ۔ ارتدادٌ (افتعال)

پھر جانا۔ لوٹ جانا۔
= عَلٰٓی اَدْبَارِكُمْ۔ اَدْبَارُ جمع دُبُرٌ کی ہے بمعنی پیٹھ۔ پیٹھ دے کر پھر جانا۔ پیٹھ پھیرنا۔
= فَتَنْقَلِبُوْا۔ ف اول الذکر فعل کے انجام کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے
تنقلبوا۔ تم پھرو گے۔ تم لوٹو گے یعنی پیٹھ پھیر کر مڑ نہ جاؤ ورنہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ تم خسارہ کھانے والے بن کر لوٹو گے۔

۵ : ۲۳ = یَخَافُوْنَ۔ ای یَخَافُوْنَ اللّٰہَ۔ اللہ سے ڈرنے والے۔
= اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا۔ یہ ان دو آدمیوں کی صفت ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور وفاء عہد کی نعمت سے نوازا تھا۔
= اُدْخُلُوْا عَلَیْہِمُ الْبَابَ۔ ای ادخلوا الباب علیہم ان پر (چڑھائی کرتے ہوئے) دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

۵ : ۲۶ = فَاِنَّھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث الارض المقدسۃ (آیہ : ۲۱) کی طرف راجع ہے
= یَتِیْھُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَاہَ یَتِیْہُ تَیْھًا (ضَرَبَ) وَتَیَھَانًا مصدر۔ سرگرداں گھومتے رہیں گے۔ تِیْہٌ۔ لق ودق بیابان۔ وہ بیابان جس میں مسافر گم ہو جائے۔
= فَلَا تَاْسَ۔ (باب سمع) تو غم نہ کھا۔ اصل میں تَاْسٰی (اَسٰی بمعنی غمگین ہونا سے) تھا لام نہی کے آنے سے آخر سے ی گر گئی۔

۵ : ۲۷ = وَاتْلُ۔ ای واتل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اُتْلُ۔ تو پڑھ تو تلاوت کر۔ تو پڑھ کر سنا۔ تِلَاوَۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
= عَلَیْہِمْ۔ میں ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل یہود کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ انہیں رنج تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان کو نبی بنا کر کیوں بھیجا گیا
= قَرَّبَا قُرْبَانًا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب تَقْرِیْبٌ۔ مصدر۔ دونوں نے قربانی دی۔ تَقْرِیْبٌ پیش کرنا۔ نزدیک لانا۔ قرب حاصل ہونے کی امید پر بھینٹ دینا۔ تقریب کا مادہ قُرْبٌ ہے قربان اس چیز کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو۔ خواہ کوئی چیز ہو جاندار ہو یا بے جان یا اعمال صالحہ۔ اسلامی عرف میں اس ذبیحہ کو قربان کہا جاتا ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع قرابین ہے۔

۵ : ۲۸ = بَسَطْتَّ اِلَیَّ۔ تو نے میری طرف (ہاتھ) بڑھایا۔ تو نے مجھ پر (ہاتھ) اٹھایا۔ (یعنی مارنے یا حملہ کرنے کے لئے)

۵: ۲۹ = تَبُوْاَ ۔ تو حاصل کرے ۔ تو سمیٹے ۔ تو کمائے ۔ تو لوٹے ۔ تو پھر جائے ۔ بَاءَ یَبُوْءُ بَوْءٌ ۔ اور بَوَاءٌ ۔

= اَنْ تَبُوْءَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ (کہ تو ہی سمیٹ لے میرا گناہ اور اپنا گناہ) تیرا گناہ یعنی میرا قتل اور میرا گناہ ۔ اس نقصان کا گناہ جو اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہوئے میرے ہاتھ سے تجھے پہنچ جائے ۔ (تفہیم القرآن) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بِاِثْمِیْ سے مراد بحذف مضاف بِاِثْمِ قَتْلِیْ (میرے قتل کرنے کا گناہ) یعنی اپنے سابقہ گناہوں میں تو میرے اس قتل کا گناہ بھی شامل کر لے ۔ یا بِاِثْمِیْ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے سابقہ کردہ گناہ بھی تیرے کندھوں پر ہی پڑ جائیں ۔ اور مظلومیت کی وجہ سے ان کا بوجھ میرے کندھوں سے تیرے کندھوں پر چلا جائے اور میرا قتل میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے ۔

۵: ۳۰ = طَوَّعَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ تطویع (تفعیل) سے اس (کے نفس) نے رغبت دلائی ۔ اس نے راضی کر لیا ۔ اس نے آمادہ کر لیا ۔ اس نے آسان کر دیا ۔
اس کے نفس نے تسویل و ترغیب سے اسے اس پر آمادہ کر لیا اور وہ اس کام کے کرنے پر رضامند ہو گیا

۵: ۳۱ = فَبَعَثَ اللّٰہُ غُرَابًا ۔ پس بھیجا اللہ نے ایک کوا ۔ فَ اس فقرہ میں محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے ۔ علماء نے مابعد کے فقرہ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَۃَ اَخِیْهِ (تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے) سے استدلال کیا ہے کہ ہابیل کے قتل کے بعد قابیل کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو مردار خور جانوروں درندوں پرندوں سے کیسے محفوظ کرے ۔
اسی الجھن میں وہ لاش کو کئی دن اٹھائے پھرتا رہا ۔ تا آنکہ اللہ نے کوؤں کا ایک جوڑا بھیجا ایک کوے نے دوسرے کوے کو مار دیا اور پھر اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کو کھود کر اس گڑھے میں مردہ کوے کو دفن کر دیا

= یَبْحَثُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَحْثٌ مصدر باب فتح سے بمعنی کریدنا ۔ کھودنا ۔ تلاش کرنا ۔ اسی سے بحث مشتق ہے کہ بحث میں بھی مختلف پہلوؤں کو لا کر اصلی نکتہ کو تلاش کیا جاتا ہے ۔

= لِیُرِیَهٗ ۔ (تاکہ اسے دکھائے) میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر تو صاف طور پر قابیل کی طرف راجع ہے لیکن ضمیر فاعل اللہ کی طرف یا کوے کی طرف راجع ہو سکتی ہے ۔

= یُوَارِیْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَارٰی یُوَارِیْ مُوَارَاۃٌ (مفاعلۃ) وہ چھپائے وہ چھپاتا ہے ۔ تَوَارٰی چھپ جانا ۔ جیسے حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ط (۳۸: ۳۲) یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا ۔ اَلْوَرَآءُ ۔ پیچھے ۔ پچھلی جانب ۔ خلف ۔ جیسے وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ط (۱۱: ۷۱) اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی ۔

= سَوْءَۃَ ۔ لاش ۔ عیب ۔ فضیحت ۔ مرد و عورت کی شرمگاہ کو بھی کہتے ہیں مادہ سُوْءٌ ۔
اَلسُّوْءُ ۔ ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے اسے سُوْء کہا جاتا ہے ۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل سے ہو یا اخروی کے ۔ اور عام اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے ۔
= یٰوَیْلَتیٰ مضاف مضاف الیہ اصل میں یَا وَیْلَتِیْ تھا ۔ ہائے میری بربادی ۔ لیکن ندا کے وقت افسوس اور حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا ۔ اور اس کے ماقبل کو یعنی ت کو فتح دیدیا ۔ اس طرح یٰوَیْلَتَا ہوگیا لیکن ضمیر واحد متکلم کو ظاہر کرنے کے لئے ی کو بدستور رکھ کر الف کو اس کے اوپر لگادیا ۔
وَیْلٌ ہلاکت ، بربادی ۔ عذاب کی شدت ۔ عذاب دوزخ کی ایک وادی ۔ وَیْلَۃٌ رسوائی تباہی ۔ کلمہ حسرت وندامت ۔
= اَعَجَزْتُ ۔ میں عاجز رہا ۔ میں قاصر رہا (میں تو اس سے بھی قاصر رہا کہ اس کوّے کی مانند ہی ہوتا)
= اَجْلِ ۔ مصدر ہے اَجَلَ کا ۔ واسطے ۔ غرض ۔ سبب ۔ وجہ ۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۔ اسی وجہ سے ۔ بایں سبب ۔
۵ : ۳۲ = مُسْرِفُوْنَ ۔ اِسْرَافٌ سے حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے ۔ بیجا صرف کرنے والے ۔
۵ : ۳۳ ۔ یُنْفَوْا ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب نَفْیٌ مصدر (باب ضَرَبَ) نَفٰی یَنْفِیْ ۔ یُنْفَوْا ان کو نکال دیا جائے ۔ نَفَی الرَّجُلَ مِنْ بَلَدِہٖ ۔ آدمی کو اس کے شہر سے شہر بدر کرنا ۔
۵ : ۳۴ = تَقْدِرُوْا عَلَیْہِمْ ۔ تم ان پر قادر ہو جاؤ ۔ تم ان پر قابو پالو ، تم ان پر قدرت حاصل کرلو (باب ضرب) مضارع جمع مذکر حاضر ۔
۵ : ۳۶ = لِیَفْتَدُوْا بِہٖ ۔ کہ اس کو فدیہ کے طور پر ادا کریں (تاکہ روز قیامت کے عذاب سے نجات حاصل کریں ۔
۵ : ۳۸ = کَسَبَا ۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب ۔ ان دونوں نے کمایا ۔
= نَکَالًا ۔ اسم منصوب ۔ عبرت ۔ عبرتناک سزا دینا ۔ نَکَّلَ یُنَکِّلُ تَنْکِیْلًا (تفعیل) رسوا کرنا ۔ بھگا دینا ۔ اپنے سے ایک طرف کردینا
۵ : ۴۰ = لَا یَحْزُنْكَ ۔ تجھے رنجیدہ نہ کرے ۔ تجھے دلگیر نہ کرے ۔
= یُسَارِعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ مُسَارَعَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر ۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگاتے ہیں اس میں دو گروہوں کا ذکر ہے الذین یسارعون فی الکفر ۔ اور الذین ھادوا

اور اگر ایک ہی گروہ مثلاً الذین یسارعون فی الکفر مراد ہے تو پھر اس گروہ کے آدمیوں کا آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے لئے دوڑ لگانا ہے۔

= سَمّٰعُوْنَ۔ خوب کان لگا کر سننے والے جاسوس۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر سَمَّاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننا۔ کبھی تو نقص بینی اور جاسوسی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کے لئے۔ چنانچہ سَمَّاعٌ کا استعمال جاسوس اور مطیع دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے پہلے معنیٰ اختیار کئے ہیں اور بعض نے دوسرے

= لِلْكَذِبِ میں لام تعلیل بمعنی "کو" بھی آسکتا ہے اور بمعنیٰ "کے لئے" بھی۔

اول الذکر میں اس کا مطلب ہوگا کہ وہ ہر قسم کے جھوٹ اور افترار کو خوب کان لگا کر سنتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہو۔ اور مؤخر الذکر میں: کہ وہ کان لگا کر سنتے ہیں تا کہ نقص بینی سے کام لے کر اس میں کذب و افترار کی آمیزش کر کے آگے سنائیں۔

= يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ۔ يُحَرِّفُوْنَ مضارع تحریف (تفعیل) سے۔ بدل دیتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ اَلْكَلِمَ جمع ہے اَلْكَلِمَةُ کی۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ جو قولی بھی ہو سکتی ہے جیسے میری بات سنو! اور فعلی بھی جیسے یہ بات کرو۔

یہاں بات قول کے معنوں میں ہے اور سے صریحاً اس سے مراد کلام اللہ ہے اللہ کی کلام یا اللہ کے احکام جن سے مراد وہ کلام یا احکام مراد ہیں جو تورات میں موجود تھے جیسا کہ آیت ۵ : ۱۳ (اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۳ سے مترشح ہے) تو فقرہ کا مطلب ہوا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام میں تحریف کر دیتے ہیں

= مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ فقرہ ماقبل کی تشریح میں آیا ہے یعنی یہ تحریف الفاظ کو یا احکام کو اپنی صحیح جگہ سے ادھر ادھر کر کے کرتے ہیں۔

مَوَاضِعِهٖ مضاف مضاف الیہ ہے اور ہٖ کی ضمیر اَلْكَلِمَ کی طرف راجع ہے۔ مَوَاضِع جمع ہے مَوْضِعٌ کی جو اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف زمان بھی جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا ہے۔

آیۃ ۵ : ۱۳ میں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ استعمال ہوئے ہیں اور آیۃ ہذا میں مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ لفظ بعد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مواضع ایک مخصوص حالت اختیار کر چکے ہیں۔ یا تو اللہ کی جانب سے ان کا صحیح محل متعین ہو چکا ہے۔ جیسا کہ مدارک التنزیل میں ہے: یمیلونہ عن مواضعہ التی وضعہ اللّٰہُ فیھا۔ علیحدہ کر دیتے ہیں کلام کو اس کے صحیح مقام سے جس میں اللہ نے اس کو متعین کیا ہے۔ یا بَعْدِ کے بعد لفظ عِلْمُ محذوف ہے۔ کہ مواضع کے صحیح محل کا علم ہوتے ہوئے بھی کلام کو ان مواضع سے بدل دیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد علی نے ترجمہ کیا ہے۔

اس آیت میں وَ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا کے شروع اور آخر میں علامت ؞ واقعہ ہوئی ہے
یہ وقف معانقہ کی علامت ہے۔ تفصیل کے لئے ۲ : ۲ لفظ فِیْهِ ملاحظہ ہو۔
اگر قُلُوْبُهُمْ پر وقف کریں تو وَمِنَ الَّذِیْنَ سے نیا جملہ شروع ہوگا۔ اور یہ بیان فَاحْذَرُوْا تک چلا جائے گا۔ اور اگر الَّذِیْنَ هَادُوْا پر وقف کریں تو مابعد کی عبارت فَاحْذَرُوْا تک الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ اور وَالَّذِیْنَ هَادُوْا ہر دو کے متعلق ہوگی۔ یہی جمہور علماء و مفسرین نے اختیار کیا ہے۔
ازاں بعد مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ سے لے کر مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا تک جملہ معترضہ ہے۔ اور اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ سے لے کر عَذَابٌ عَظِیْمٌ تک ان ہر دو گروہوں کی سزا مذکور ہے۔
= اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا ۔ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے (جو ہم تمہیں بتاتے ہیں) وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ اور اگر یہ حکم (جو ہم نے بتایا ہے) تم کو نہ دیا جائے۔
= فَاحْذَرُوْا ۔ تم بچ جاؤ ۔ تم ڈرو (نہ مانو) (باب سمع) حَذَرٌ سے جس کے معنی کسی خوف کی بات ڈرنے اور بچنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
= یَقُوْلُوْنَ ...... فَاحْذَرُوْا ۔ صاحب ضیاء القرآن نے الکشاف کے حوالہ سے ایک خاص واقعہ بیان کیا ہے جس کی طرف اس فقرہ میں اشارہ کیا جارہا ہے مختصراً :
خیبر کے دو اعلیٰ خاندانوں کے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ توراۃ میں مندرجہ احکام کے مطابق علماء یہود نے ان کو رجم کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حکم کے لئے بھیجا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ اگر حضور دُرّے لگانے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا اور اگر رجم کا حکم دیں تو انکار کر دینا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے عالم صوریا کو حَکَم بنا کر تورات کا حکم ان پر صادر فرمایا اور ان کو مدینہ میں رجم کیا گیا۔
آیت کے مختلف جزویات کی تشریح کے بعد اس کا ترجمہ مطابق جمہور علماء یوں ہوگا :
اے رسول جو منافقین زبانی ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دل سے ایمان نہیں لائے یا جو یہودی بن گئے ہیں ان ہر دو میں سے ان لوگوں پر تو غمگین اور دل گیر نہ ہو جو کفر کی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں یہ لوگ بڑے کان لگا لگا کر تجھے سنتے ہیں کہ بعد میں اس میں کذب و افتراء کی آمیزش کریں۔ اور آگے ان لوگوں کو جا کر سنائیں جو ابھی تک تیرے پاس خود نہیں پہنچے یہ لوگ کتاب اللہ کے الفاظ اور معانی کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل مواضع سے بدل کر بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں ایسا حکم دیا جائے جیسا کہ ہم نے بتایا ہے

تو اس کو قبول کرلو۔ اور اگر اس سے مختلف ہے تو قبول نہ کرنا۔

مختلف الفاظ کے جو مختلف معنے اوپر تشریح میں بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق بھی معانی درست ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ الفاظ کا انتخاب اور پھر ان کی ترکیب استعمال جملہ مندرجہ بالا معانی کو شامل ہے اور یہی کلام کا اعجاز ہے ۔

= فِتْنَتَہٗ ۔ اس کا فتنہ، اس کی آزمائش، اس کا امتحان ۔فتنہ ۔ نیز بمعنی عذاب ۔بربادی ۔فساد

۵:۴۲ = اَكّٰلُوْنَ ۔بڑے کھانے والے ۔ اَكْلٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے

= لِلسُّحْتِ ۔ سُحْت ۔حرام ۔

۵:۴۳ = يُحَكِّمُوْنَكَ ۔ تحکیم (تفعیل) مصدر وہ آپ کو منصف بناتے ہیں ۔وہ آپ سے فیصلہ کراتے ہیں ۔ کیف یحکّمونك ۔ وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں جبکہ ...... اس میں بھی اشارہ ہے مندرجہ بالا واقعۂ زناء کا ۔ (۵:۴۱)

۵:۴۴ = اَسْلَمُوْا ۔ وہ تابع ہوئے ۔ وہ حکم بردار ہوتے ۔یعنی تورات کے احکام کے خود بھی فرماں بردار تھے ۔ اور لوگوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے ۔

یہاں نبیین سے مراد وہ انبیاء ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اور ان کی اپنی الگ کتاب یا شرع نہ تھی ۔

= الرَّبّٰنِيُّوْنَ ۔زاہد ۔خداپرست ۔ درویش ۔ اللہ والے ۔مربی ۔ مرشد ۔سریانی لفظ ہے اہل عرب کے کلام میں قلیل الوجود ہے ۔

بعض کا خیال ہے کہ ربّ کی طرف منسوب ہے ۔بعض کے نزدیک ربٌّ مصدر کی طرف منسوب ہے یعنی ربّانی وہ ہے کہ جو علم کی پرورش کرے ۔یا علم کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت کرے ۔

= اَحْبَار ۔ حِبْرٌ کی جمع ۔علماء ۔

رَبّٰنِيُّوْنَ اور اَحْبَار ۔ کا عطف اَلنَّبِيُّوْنَ پر ہے ۔

یعنی اسی کے مطابق حکم بردار مسلمان ۔ انبیاء ربانیون اور احبار یہودیوں کو پیروی کی تلقین کرتے رہے ۔یا اس کے مطابق فیصلے دیتے تھے ۔

= اُسْتُحْفِظُوْا ۔ باب استفعال ۔ ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ۔ وہ نگران ٹھہرائے گئے اِسْتِحْفَاظٌ ۔نگہبان بنانا

= اَلنَّبِيُّوْنَ ۔ اَلرَّبّٰنِيُّوْنَ ۔ اَلْاَحْبَارُ ۔ہرسہ فعل يَحْكُمُ کے فاعل ہیں ۔

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا ۔ صرف ربانیون اور احبار کے لئے آیا ہے ۔ النبیون کی صفت اَسْلَمُوْا

سے پیشتر ازیں کردی گئی ہے۔
لیکن بعض نے اسے ہر سہ گروہ کے لئے لیا ہے کیونکہ کتاب اللہ کی حفاظت ان سب کے ذمہ کی گئی تھی۔
= فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ ۔۔۔۔ قَلِيْلًا۔ اس میں مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ علمائے یہود کی طرح بادشاہوں اور امیروں سے ڈر کر تم بھی قرآن کے معانی میں ہیر پھیر شروع نہ کردینا بلکہ ان سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔
۵: ۴۵ = فِيْهَا میں ھا ضمیر بما انزل اللہ کی طرف راجع ہے جس سے مراد تورات ہے۔
= الْجُرُوْحَ ۔ جُرْحٌ کی جمع۔ زخم۔
= قِصَاصٌ ۔ بدلہ۔ ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ۔ قتل کا بدلہ قتل۔ عضو کا بدلہ عضو۔
= تَصَدَّقَ ۔ اس نے خیرات کی۔ اس نے بخش دیا۔ ماضی معروف (تفعّل) واحد مذکر غائب
اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ (۱۲: ۸۸) خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (۲: ۲۸۰) اور اگر (زر قرض) بخش دو تو تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔
= كَفَّارَةٌ ۔ گناہ کا شرعی اتار۔ اَلْكَفَّارَةُ۔ جو چیز گناہ کو دور کردے اور اسے ڈھانپ دے اسے کفارہ کہا جاتا ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ (۵: ۸۹) یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھالو۔
۵: ۴۶ = قَفَّيْنَا ۔ ماضی معروف جمع متکلم۔ تَقْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پیچھے بھیجنا۔ پیچھے کردینا اس کا مادہ قَفَا ہے۔ بمعنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ۔ قُفُوٌّ۔ قُفُوٌّ۔ کسی کے پیچھے چلنا۔ پیروی کرنا (اس معنی میں باب نصر سے مستعمل ہے)
تَقْفِيَةٌ دو مفعول چاہتا ہے۔ جیسے قَفَّيْتُ زَيْدًا عَمْرًوا۔ میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔ کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے قَفَّيْنَا بِعِيْسٰى ۔ اور (ان کے پیچھے) ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔
= عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ ۔ ان کے نقش قدم پر۔ ان کے پیچھے پیچھے۔
۵: ۴۷ = وَلْيَحْكُمْ ۔ پس چاہئے کہ وہ ضرور فیصلے کریں۔ یا حکم دیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب
۵: ۴۸ = مُهَيْمِنًا ۔ مُهَيْمِنًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ بمعنی نگران۔ مشاہد هَيْمَنَةٌ مصدر۔ نگرانی کرنا۔ حفاظت کرنا۔ ھمن ۔ مادہ۔ اَلْمُهَيْمِنُ ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

نگران ۔حفاظت کرنے والا۔ مخلوق کے اعمال و ارزاق و آجال کا کفیل و ذمہ دار۔
= عَمَّا ۔ جس چیز سے ۔ اصل میں عَنْ مَا تھا۔ نون کو میم میں مدغم کیا گیا۔
= لَا تَتَّبِعْ ۔ تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔
= وَ لَا تَتَّبِعْ ...... مِنَ الْحَقِّ ۔ اور اس حق بات سے جو تمہارے پاس آگئی ہے پھر کر ان کی خواہشات کا اتباع نہ کر۔ (اگرچہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن یہاں مخاطب سے دوسرے لوگ مراد لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ان کی خواہشات کا اتباع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
= لِكُلٍّ ۔ ہر ایک کے لئے ۔ لِكُلٍّ مِّنْكُمْ ۔ تم میں سے ہر امت کے لئے ۔ مراد امتِ موسیٰ ؑ و امتِ عیسیٰ ؑ و امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین ۔
= شِرْعَةً ۔ بمعنی شریعت ۔ لغت میں شریعت اس راستے کو کہتے ہیں جو پانی کی طرف لے جاتا ہو۔ اسی مناسبت سے شرعہ و شریعت اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو نجات دارین کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اسی سے شارع بمعنی عام راستہ ۔ سڑک ہے ۔
= مِنْهَاجٌ ۔ کھلا راستہ ، واضح اور روشن راستہ۔ نھج مصدر۔ (باب فتح) لازم و متعدی دونوں کے لئے آتا ہے ۔ نَھْجٌ ۔ مَنْهَجٌ ۔ وَ مِنْهَاجٌ ۔ تینوں ہم معنی ہیں ۔
بعض کے نزدیک دونوں (شرعۃ و منہاج) کے معنی طریق کے ہیں۔ اور طریق سے یہاں مراد دین ہی ہے ۔ لیکن جب لفظ مختلف ہوں تو متعدد الفاظ کو تاکید کے لئے اکٹھا لایا جاتا ہے ۔
حضرت ابن عباس کے نزدیک شرعۃ وہ ہے جس کو قرآن لے کر آیا ہو اور منہاج وہ سبیل یا راستہ جو سنت میں وارد ہوا ہے ۔
= فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۔ (پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ فَ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے یعنی تم ان باریکیوں اور جھگڑوں میں مت پڑو۔ بلکہ اللہ کے اس آخری دین۔ آخری کتاب اور آخری رسول پر ایمان لا کر نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش کرو۔
۵:۴۹ = اَنْ يَّفْتِنُوْكَ ۔ اَنْ ۔ بمعنی مبادا ۔ ایسا نہ ہو کہ ۔ يَفْتِنُوْكَ ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب فَتَنٌ سے ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں۔
= فَاِنْ تَوَلَّوْا ۔ (پس اگر وہ منہ پھیر لیں) سے مراد مخالفین اسلام ہیں۔ یعنی اگر بار بار پند و نصائح اور فہمائش و تنبیہ کے باوجود وہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں ۔
۵:۵۱ = يَتَوَلَّهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَلّٰى (تفعّل) اصل میں يَتَوَلّٰى تھا۔ ضمیر هُمْ کے آنے سے ی گر گئی ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ جو ان سے محبت کرتا ہے ۔ دوستی کرتا ہے

ولی بناتا ہے۔ منہ موڑنا۔ پیٹھ پھیرنا۔ اعراض کرنا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

۵:۵۲ = یُسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ۔ ای یسارعون فی مودۃ الیھود والنصاریٰ وموالاتھم لانھم کانوا اھل ثروۃ ویسار۔ یعنی یہود کی محبت اور دوستی کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے تھے کیونکہ وہ اہلِ ثروت اور اہل دولت تھے۔

= دَائِرَۃٌ۔ گردش۔ مصیبت۔ دَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ جس کے معنی چکر لگانا ہیں پھر مصیبت۔ گردشِ زمانہ کو بھی دائرہ یا دوارہ کہہ دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ویتربص بکم الدوائر علیھم دائرۃ السَّوْءِ (۹: ۹۸) وہ تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں ان ہی پر بری مصیبت واقع ہو۔

= اَسَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے چھپایا۔ اِسْرَارٌ سے

۵:۵۳ = جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ۔ بڑی بڑی قسمیں۔ سخت سے سخت قسمیں۔ بہت کڑی قسمیں۔ بڑی پکی قسمیں۔

۵:۵۴ = اَذِلَّۃٍ۔ نرم دل۔ کمزور۔ ذلیل۔ ذَلِیْلٌ کی جمع قلت۔

ذَلِیْلٌ کے معنی کبھی تو متواضع اور نرم دل کے ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ یہاں مراد ہے) اور کبھی کمزور اور ذلیل کے۔

= اَعِزَّۃٍ۔ زبردست۔ سخت (جیسا کہ یہاں مراد ہے) عزت والے۔ عزیز کی جمع۔

= لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔ لَامَ یَلُوْمُ (نصر) لومۃ مصدر۔ کسی چیز کو برا سمجھ کر ملامت کرنا خواہ وہ چیز بری ہو یا نہ ہو) لائم اسم فاعل واحد مذکر۔

۵:۵۵ = وَلِیُّکُمْ۔ تمہارا دوست۔ تمہارا مددگار۔

= یَتَوَلَّ۔ دیکھو ۵:۵۱۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ دوست رکھتا ہے۔

۵:۵۹ = تَنْقِمُوْنَ مِنَّا۔ تَنْقِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم انکار کرتے ہو۔ تم برا رکھتے ہو۔ تم عیب دیتے ہو ہم کو۔ نَقْمٌ سے۔ اِنْتَقَمَ مِنْهُ۔ کسی سے بیر رکھنا۔ کسی میں عیب نکالنا۔ کسی سے بدلہ لینا۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ (۷: ۱۳۶) تو ہم نے ان سے بدلہ لیکر چھوڑا۔ کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا۔

= هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّا...... الخ کیا تم ہم میں عیب نکالتے ہو یا ہم سے نفرت کرتے ہو۔ کیونکہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

= وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ (اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں) کا عطف اَنْ اٰمَنَّا پر ہے۔ واؤ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اکثریت تم میں سے فاسقوں کی ہے۔ لہٰذا تم کس بل بوتے پر

ہم میں عیب نکالتے ہو) باوجود اس کے کہ تم میں سے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ تھانوی)

۵ : ۶۰ = اُنَبِّئُکُمْ۔ میں تم کو بتاؤں۔ تَنْبِئَۃٌ سے مضارع واحد متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول۔

= مَثُوْبَۃً۔ بدلہ، جزا، ثواب۔ مَثُوْبَۃً باعتبار جزا وسزا یا ثواب کے۔ بطور ثواب کے۔ بحیثیت ثواب کے لغوی حیثیت سے ثواب اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کی جزار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عرف عام میں زیادہ تر نیک اعمال کی جزار کے لئے مستعمل ہے۔

= ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ..... عِنْدَ اللّٰہِ۔ اللہ کے نزدیک جزار یا سزا پانے کے لحاظ سے ان میں سے کون برا ہے۔

ذٰلِكَ کا اشارہ کس کی طرف ہے اس میں مختلف بیانات ہیں۔

صاحب تفہیم القرآن نے اس کا مشارالیہ فَاسِقُوْنَ لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کیا میں ان لوگوں کی نشاندہی کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے۔

ابن کثیر نے ذٰلِكَ سے مراد فاسقین کا یہ گمان لیا ہے جو وہ اہل ایمان کے متعلق رکھتے تھے کہ غلط راستہ پر ہیں اور ترجمہ یوں کیا ہے۔

" تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ خدا کے پاس بدلہ پانے میں کون بدتر ہے۔

قریب قریب یہی معنی صاحب مدارک التنزیل نے لئے ہیں فرماتے ہیں

ذٰلك اشارۃ الی الایمان ای بشر مما نقمتم من ایماننا ثوابًا یعنی ہمارے ایمان پر جو سزا مترتب ہونے کا تم گمان کرتے ہو۔

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ...... السَّبِيْلِ یہ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ کی وضاحت میں ہے۔

۵ : ۶۱ = یَکْتُمُوْنَ۔ (جس کو وہ چھپاتے ہیں یعنی نفاق۔

۵ : ۶۲ = اَلْعُدْوَانِ۔ عَدَا یَعْدُوْا کا مصدر ہے (باب نصر) ظلم وستم۔ زیادتی۔

= اَلسُّحْتَ۔ حرام۔ دیکھو ۵ : ۴۲

= لَوْلَا۔ اگر ماضی پر داخل ہو تو زجر وتوبیخ کے لئے ہوتا ہے یعنی انہوں نے کیوں ایسا نہ کیا۔ کیوں اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی۔

اور اگر مضارع پر داخل ہو تو کسی کام پر برانگیختہ کرنے اور اکسانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں مضارع پر داخل ہے اور مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے علماء اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

(اس میں علمائے اسلام کو بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید بلیغ ہے)
= لَوْلَا .... السُّحْتَ کیوں نہیں رَبّانییّن اور احبار اٹھ کھڑے ہوتے اور منع کرتے لوگوں کو گناہ اور عصیان کی باتوں سے اور حرام کھانے سے۔
۵ : ۶۴ = مَغْلُوْلَةٌ۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث غَلٌّ۔ مصدر۔ (نصر) گردن سے بندھا ہوا۔ بند۔ بخیل۔ غَلٌّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ بیڑی۔ ہتھکڑی۔ پیٹ کی جلن۔ بدخلق عورت وغیرہ۔ یہاں باندھنا اور جکڑنا کے معنی مراد ہیں۔
= غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا۔ (بددعائیہ کلمات) جکڑے جائیں ان کے ہاتھ اور پھٹکار ہو ان پر۔
= مَبْسُوْطَتٰنِ۔ اسم مفعول۔ تثنیہ مؤنث۔ مَبْسُوْطَةٌ مفرد۔ (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ) کھلے ہوئے ہیں۔ فراخ ہیں۔ وہ بڑا کریم اور جواد ہے۔ بَسِيْطُ الْيَدَيْنِ۔ سخی آدمی۔
= وَلَيَزِيْدَنَّ .... كُفْرًا۔ لَيَزِيْدَنَّ۔ فعل بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مفعول مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فاعل۔ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا خبر۔
اور جو کلام تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر کو مزید طغیان اور کفر میں دھکیل دیگا (کیونکہ وہ ہٹ دھرمی سے مخالفت اور نافرمانی کرتے ہیں۔
= اَوْقَدُوْا۔ انہوں نے آگ سلگائی۔ ایقاد (افعال) مصدر ماضی جمع مذکر غائب۔
= اَطْفَاَهَا۔ اس نے اس کو بجھا دیا۔ اِطْفَاءٌ (افعال) سے مصدر۔ ماضی واحد مذکر غائب ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔
۵ : ۶۶ = لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوْا۔ اگر وہ (اپنے عمل سے) قائم کرتے۔ یعنی ان پر پورا پورا عمل کرتے۔
= لَاَكَلُوْا۔ لام برائے تاکید ہے اَكَلُوْا۔ انہوں نے کھایا۔ وہ ضرور کھاتے۔ وہ ضرور فراخیٔ رزق پاتے
= مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ۔ اظہار مبالغہ کے لئے آیا ہے، یعنی ان کو اوپر سے اور نیچے سے (یعنی ہر طرف سے) رزق کی فراخی اور کثرت نصیب ہوتی۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (۷ : ۹۶) اور اگر ان بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے (یعنی ان کو بے شمار برکتوں سے نوازتے۔
= مُقْتَصِدَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اقتصاد (افتعال) مصدر۔ قصد مادہ۔ سیدھے راستہ پر قائم۔ راست رد
۵ : ۶۷ = فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔ تو تُو نے اس کی رسالت یا پیغام بری کا حق ادا نہیں کیا۔

= یَعْصِمُكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عِصْمَۃٌ مصدر (باب ضرب) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تم کو بچا لیگا۔

= اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۔ ای لا یمکنہم مما یریدون بلک۔ جو کہ تم کو پہنچانے کے ارادے رکھتے ہیں۔ ان کی ان کو توفیق نہ دے گا۔

کافروں کو تمہارے مقابلہ میں کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا (تفہیم القرآن)

٥: ٦٨ = لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ ۔ تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ تم کسی اصل پر نہیں ہو۔ تم کسی دین پر تصور نہیں کئے جاؤ گے۔

= فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۔ آپ افسوس نہ کریں کافروں پر۔

فلا تحزن علیہم فان ضرر ذٰلک لاحق بہم ۔ آپ غم نہ کھائیں ان پر اس کفر کا بدلہ وہ خود ہی پالیں گے (کشاف)

٥: ٦٩ = اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔

آیت ہذا میں اگر اَلصّٰبِئُوْنَ کو اِنَّ کے تحت لیا جائے تو اس کو منصوب ہونا چاہیے تھا اور اَلصّٰبِئِیْنَ ہوتا جیسا کہ آیت ٢: ٦٢ میں ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

اول تقدیر میں آیت یوں ہو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصَارٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا ۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ وَالصَّابِئُوْنَ کَذٰلِكَ ۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے (یعنی جو مسلمان ہے) اور جو یہودی بنے۔ یا جو نصرانی ہیں ان میں سے جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور یہی حال صابیوں کا ہے۔

دوم یہ کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا کی خبر محذوف لی جائے اور اَلنَّصٰرٰی کو اَلصّٰبِئُوْنَ پر معطوف سمجھا جائے۔ اور مَنْ اٰمَنَ کو ان دونوں گروہوں کی خبر لیا جائے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور صابیوں اور نصاریٰ میں سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

٥: ٧٠ = لَا تَھْوٰی۔ ھَوًی (باب سمع) سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ نہیں چاہتی ہے

وہ نہیں پسند کرتی ہے۔ ھَوٰی۔ نفس کا خواہش کی طرف مائل ہونا۔
= بِمَا لَا تَھْوٰی۔ ایسا حکم لے کر جسے ان کے نفسوں نے (یعنی انہوں نے) پسند نہ کیا۔
= فَرِیْقًا۔ یعنی رسولوں کے ایک گروہ کو۔
= فِتْنَۃٌ۔ آفت، مصیبت، عذاب۔ فَتْنٌ سے جس کے اصل معنٰی سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا جانچنا۔ یا آگ میں ڈالنا۔
قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔
۷۲:۵ = لَقَدْ کَفَرَ کا فاعل اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ...... ابْنُ مَرْیَمَ ہے یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ وہ کافر ہو گئے۔
۷۳:۵ = ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ۔ تین (خداؤں) میں سے تیسرا (خدا) ہے۔ تین خدا۔ اللہ۔ دوسرا مسیح۔ تیسرا۔ حضرت مریم یا روح القدس۔
۷۵:۵ = اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝ اَنّٰی۔ جہاں۔ کیونکر۔ جب۔ اسم ظرف زمان و مکان۔ ظرف زمان ہو تو بمعنٰی مَتٰی (جب۔ جس وقت) ظرف مکان ہو تو بمعنٰی اَیْنَ۔ (جہاں۔ کہاں)
اور استفہامیہ ہو تو بمعنٰی کَیْفَ۔ (جیسے۔ کیونکر۔ یُؤْفَکُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْکٌ سے۔ (باب ضرب) پھیرے جاتے ہیں۔ بھٹک رہے ہیں۔ الٹے پھر رہے ہیں۔
اِفْکٌ۔ جھوٹ۔ بہتان۔ کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔
بعض دفعہ فعل مجہول اس لئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر کیا جا سکے کہ فاعل نے فعل کو اِس تیزی سے اور اندھا دھند کیا۔ گویا اس کا فعل اس کے اختیار سے باہر تھا۔ یا اس کے پسِ پشت محرکِ فعل کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے۔
اس کی دیگر مثالیں۔ وَجَآءَہٗ قَوْمُہٗ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْہِ۔ (۱۱-۷۸) اور اس کی قوم اس کی طرف بھگ ٹٹ دوڑ کر آئی۔
اور وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ (۷: ۱۲۰) اور جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے
۷۷:۵ = لَا تَغْلُوْا۔ تم مبالغہ نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ تم غلو مت کرو۔ غُلُوٌّ (نَصَرَ) کے معنی ہیں حد سے گذرنا۔ مضارع نہی جمع مذکر حاضر۔
= ضَلُّوْا۔ فعل لازم۔ وہ گمراہ ہو گئے۔ وہ گمراہ ہوئے۔

= اَضَلُّوْا۔ فعل متعدی۔ انہوں نے (دوسروں کو) گمراہ کیا۔

۵: ۷۸ = عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ حضرت داوٗد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر۔ یعنی حضرت داوٗد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنی زبان سے ان کے لئے بددعا کی۔ اور وہ ملعون ہوئے۔ یعنی اللہ کی پھٹکار ان پر پڑی

= عَصَوْا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔

= كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ وہ حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔ زیادتیاں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔

۵: ۷۹ = كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ۔ وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری نہی۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۵: ۸۰ = يَتَوَلَّوْنَ۔ دوستی رکھتے ہیں۔ تَوَلِّیْ سے بمعنی دوستی رکھنا۔ منہ موڑ لینا۔ اعراض کرنا الفاظ اضداد میں سے ہے۔

= سَخِطَ۔ (سَمِعَ) وہ غصہ ہوا۔ وہ ناراض ہوا۔

اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ ...... خٰلِدُوْنَ ۰ یہ قَدَّمَتْ کی تعریف ہے یعنی انہوں نے کیا آگے بھیجا۔ (۱) اللہ کی ناراضگی (۲) دائمی عذاب۔

۵: ۸۱ = النَّبِیّ۔ سے یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے صریحاً حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی۔ اگر یہودی صحیح طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو مانتے تو وہ کبھی بھی مخالفین رسول اکرم سے محبت یا تعلق نہ رکھتے۔

= اِتَّخَذُوْهُمْ۔ میں ضمیر ہُمْ جمع مذکر غائب اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آیۂ ماقبل) کی طرف راجع ہے

۵: ۸۲ = لَتَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ تو ضرور پائے گا۔

= لَتَجِدَنَّ۔ فعل بافاعل۔ اَلْيَهُوْدَ۔ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا دونوں مفعول۔ اَشَدَّ النَّاسِ ...... اٰمَنُوْا۔ حال۔ یعنی تو ضرور پائے گا اہل یہود اور مشرکین کو ایمان والوں کی عداوت میں تمام لوگوں سے سخت ترین۔

اسی طرح دوسرے فقرہ کا بھی ترجمہ ہوگا۔ اور تو ضرور پائے گا ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ایمان والوں کی دوستی میں ان سب سے قریب ترین۔

= قِسِّيْسِيْنَ جمع منصوب۔ قِسِّيْسُوْنَ۔ جمع مرفوع۔ اس کی واحد قِسٌّ اور قِسِّيْسٌ ہے۔ بمعنی عیسائی عالم۔ یا درویش۔ یہ سریانی لفظ ہے۔

ـــ رُهْبَانٌ۔ زاہدانِ اہل کتاب۔ اہل کتاب کے درویش۔

رَاهِبٌ۔ واحد۔ جیسے فَارِسٌ کی جمع فُرْسَانٌ اور رَاكِبٌ کی جمع رُكْبَانٌ ہے

راہب اس عبادت گذار کو کہتے ہیں۔ جو دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ خانقاہوں اور حجروں

میں مصروف ذکر وفکر رہتا ہے۔

علامہ قرطبی نے رہبانیت کی یوں تشریح کی ہے۔

الرُّهْبَانِيَّةُ وَالتَّرَهُّبُ التَّعَبُّدُ فِيْ صَوْمَعَةٍ۔

قِسِّيْسِيْنَ اور رُهْبَانًا۔ اَنَّ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہیں۔

پَارَہْ
وَاِذَا سَمِعُوْا ۷
(۷)
اَلْمَائِدَۃُ وَالْاَنْعَامُ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ

۵ : ۸۳ = تَفِيْضُ۔ فَاضَ يَفِيْضُ فَيْضًا۔ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ بہتی ہے۔ وہ جاری ہوتی ہے۔ فَاضَ الْمَآءُ کے معنی ہیں کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا۔ یہاں آنسوؤں کے آنکھوں سے بہنے کے لئے آیا ہے۔

= اَلدَّمْعِ۔ آنسو۔ اشک۔ واحد۔ دُمُوْعٌ وَاَدْمُعٌ جمع۔

= رَبَّنَا سے جو کلام شروع ہوا تھا وہ آیۃ ۸۴ کے اختتام پر الصّٰلِحِيْنَ پر ختم ہوتا ہے۔

۸۵:۵ = فَاَثَابَهُمُ۔ فَ سببیہ ہے۔ اَثَابَ يُثِيْبُ اِثَابَةً (باب افعال) بدلہ دینا انعام دینا۔ ثواب دینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو بدلہ یا انعام دیا۔ یہاں ماضی مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی وہ ان کو بدلہ دے گا۔ انعام دے گا۔

= جَنّٰتٍ ..... فِيْهَا۔ اَثَابَ کا مفعول ثانی

۵ : ۸۹ = عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ۔ عَقَّدَ يُعَقِّدُ تَعْقِيْدًا (باب تفعیل) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نے پختہ کیا۔ تم نے مضبوط کیا۔ تم نے گرہ باندھی۔ اَلْاَيْمَانَ۔ يَمِيْنٌ کی جمع۔ قسمیں معاہدے۔ یعنی وہ قسمیں جن کا تم نے پختہ اقرار کرلیا ہے۔ جو نیتاً وارادۃً تم نے اٹھائی ہیں۔

= تَحْرِيْرُ۔ (باب تفعیل) مصدر ہے آزاد کرنا۔ کسی کو مسجد کی خدمت یا خدا کی عبادت کے لئے وقف کردینا۔ جیسے نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا (۳۵:۳) جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو تیری نذر کرتی ہوں۔ لکھنا۔ تحریر کرنا۔ وغیرہ۔ یہاں آزاد کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

اَلْحُرُّ۔ آزاد مرد۔

= رَقَبَةٍ۔ گردن۔ جان۔ غلام۔ رقبہ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑگیا۔ جس طرح الفاظ رأس اور ظہر کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کے معنوں میں اور جگہ فَكُّ رَقَبَةٍ بھی آیا ہے

۵ : ۹۰ = اَلْمَيْسِرُ۔ اسم ومصدر۔ جوا۔ جوا کھیلنا۔ قمار بازی۔

يُسْرٌ سے۔ يُسْرٌ کے معنی آسانی۔ اور سہولت کے ہیں یہ عُسْرٌ کی ضد ہے۔ چونکہ جوا کھیلنے میں بھی مال آسانی اور بلا کلفت حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو اَلْمَيْسِرِ کہا جاتا ہے۔

= اَلْاَنْصَابُ۔ نُصُبٌ کی جمع۔ بت وہ تمام چیزیں جو عبادت کے لئے نصب کی جائیں۔ خواہ وہ مورتی ہو یا پتھر۔ یا اور کچھ۔ ان کو انصاب کہا جاتا ہے۔ یہاں انصاب سے مراد وہ پتھر ہیں جو حرم

میں کعبہ کے ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کے لئے جانور ذبح کرتے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل دیتے اور گوشت ان پتھروں پر رکھ دیتے ۔ جسے قرآن مجید نے حرام فرمایا۔ دیکھو ۵: ۳۔

= اَلْاَزْلَامُ ۔ تیر۔ تیر پھینک کر شگون لینا۔ دیکھو ۵: ۳

= رِجْسٌ ۔ ناپاک، پلید۔ گندہ۔ عقوبت۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ ۔ جمع (حرمت شراب کے متعلق ملاحظہ ہو۔ (۲: ۲۱۹)

۵: ۹۱ = یُوْقِعَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْقَاعٌ (افعال) مصدر۔ وہ ڈال دے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے۔

= یَصُدَّکُمْ ۔ وہ تم کو روک دے۔ صَدٌّ مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔

= مُنْتَھُوْنَ ۔ باز آنے والے۔ منع ہو جانے والے۔ رُک جانے والے۔ اِنْتِھَاءٌ (افتعال) مصدر اصل میں مُنْتَھِیُوْنَ تھا۔ مادہ نَھْیٌ

۵: ۹۲ = اِحْذَرُوْا ۔ باب سَمِعَ ۔ حَذَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ تم بچو۔

= تَوَلَّیْتُمْ ۔ تَوَلِّیْ سے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔ تَوَلِّیْ کا معنی والی ہونا۔ حاکم ہونا بھی ہے۔

۵: ۹۳ = اس آیۃ میں الفاظ۔ اٰمَنُوْا ۔ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ اِتَّقَوْا ۔ بہ تکرار استعمال ہوئے ہیں بعض کے نزدیک یہ تکرار تاکید و مبالغہ کے لئے ہے اور ایمان و تقویٰ اور ان پر مزید درجہ احسان حاصل کرنے کے لئے ابھارنے اور جوش دلانے کے لئے ہے

اور بعض کے نزدیک عَلَی الَّذِیْنَ کے متصل اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ زمانہ ماضی کے متعلق ہے یعنی وہ لوگ جو صاحب ایمان تھے اور نیک اور صالح اعمال کے حامل تھے اگر حرمت سے پہلے انہوں نے میسر و انصاب و ازلام سے کام لیا تو ان کو وہ معاف ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اِذَا مَا شرط کے لئے ہے اور اس سے متصل اتَّقَوْا وَاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مستقبل کے لئے۔ یعنی بشرطیکہ وہ آئندہ بھی ڈرتے رہیں گے ان چیزوں سے جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور اچھے کام کریں گے۔ پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں۔ اور جو فرمان الٰہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ اختیار کریں (الخازن ۔ تفہیم القرآن)

صاحب ضیاء القرآن اور عبد اللہ یوسف علی نے علامہ بیضاوی کی تشریح نقل کی ہے کہ فرماتے ہیں ۔ ان مکرر الفاظ سے صحابہ کرام کی تین حالتوں یا ان کے تین مقامات کا ذکر کیا جا رہا ہے پہلے اتَّقَوْا

وَاٰمَنُوْا سے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس حالت کا بیان ہے جس کا تعلق ان کے اپنے قلب اور روح کے ساتھ ہے۔

دوسرے اِتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا سے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس کیفیت کا بیان ہے جو ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان تھی اور آخری اِتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا سے تقویٰ اور احسان کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان تھی۔ یا پہلے ان کے ابتدائی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ان کے درمیانی حالت کی طرف اور آخر میں ان کے اعلیٰ ترین مقام کی طرف جبکہ عابد ومعبود۔ ساجد مسجود میں دوری کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور نعمتِ مشاہدہ سے دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اسی لئے اِتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا فرمایا۔ جب کہ انسان مقام احسان پر فائز ہوتا ہے۔ اور احسان کا مفہوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔

یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں جبکہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر (حالت عبادت میں) تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۵: ۹۴ = لَيَبْلُوَنَّكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو ضرور آزمائے گا۔ وہ تمہاری ضرور جانچ کریگا۔

بَلَاءٌ سے (باب نصر) مادہ بَلْیٌ۔

= رِمَاحُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نیزے۔

= تَنَالُهٗ۔ اس کو پاتی ہے۔ اس تک پہنچتی ہے۔ نَيْلٌ سے (باب فتح)

۵: ۹۵ = وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۔ واؤ حالیہ (در آنحالیکہ) اَنْتُمْ حُرُمٌ (تم حالتِ احرام میں ہو تم احرام باندھے ہوئے ہو۔

= مُتَعَمِّدًا ۔ عَمَدًا ۔ جان بوجھ کر۔ ارادۃً (باب تفعّل)

= النَّعَمِ۔ اسم جنس۔ چوپایہ۔ اونٹ، بکری۔ گائے۔ بھینس وغیرہ جمع اَنْعَامٌ وَنُعْمَانٌ

= ذَوَا عَدْلٍ۔ دو معتبر عادل شخص۔

= هَدْيًا۔ اسم نکرہ منصوب۔ قربانی کا جانور جو ماہِ حُرُم میں حَرَم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

= بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ بالغ۔ پہنچنے والا۔ بُلُوْغٌ سے بمعنی پہنچنا۔ کعبہ سے مراد حدودِ حرم ہے کیونکہ جانور کعبہ میں نہیں ذبح کئے جاتے۔

بَالِغَ الْكَعْبَةِ ۔ یعنی وہ جانور پھر پہنچ جاوے کعبہ یعنی مکہ معظمہ میں۔
= هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ ۔ حال ہے جس کا ذوالحال مِثْلُ مَاقَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ہے یعنی چوپایوں میں سے ویسا ہی جانور جو شکار کیا گیا ہو وہ پہنچایا جائے ذبح کے لئے حدود حرم میں
= وَمَنْ قَتَلَهٗ ...... صِيَامًا ۔ اور جس نے عمدًا شکار مارا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جس کی تین صورتیں ہیں۔
(۱) چوپایوں میں سے اسی قیمت کا جانور جو حرم مکہ میں لاکر ذبح کیا جاوے۔
(۲) یا کفارہ کے طور پر اس جانور کی قیمت کے برابر مساکین کو کھانا کھلائے۔
(۳) یا اس قیمت میں جتنے مساکین کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے ان مساکین کی تعداد کے برابر روزے رکھے ۔ اور ہر صورت میں فیصلہ تمہارے میں سے دو صاحب عدل و انصاف شخص کریں گے
= لِيَذُوْقَ ۔ ل ۔ تاکہ ۔ يَذُوْقَ ۔ مضارع منصوب واحد مذکر۔ ذَوْقٌ (نَصَرَ) سے مصدر تاکہ وہ چکھے۔
= وَبَالَ اسم منصوب ۔ مضاف ۔ اَمْرِهٖ مضاف ۔ مضاف الیہ دونوں مل کر وَبَالَ کا مضاف الیہ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۔ مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول بہ ہے يَذُوْقَ کا ۔ بداعمالی کی سخت سزا۔
= عَادَ ۔ وہ پھرا ۔ اس نے عود کیا ۔ وہ پھر آرہا (باب نَصَرَ) عَوْدٌ سے جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں۔
= يَنْتَقِمُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ وہ انتقام لے گا۔ وہ بدلہ لے گا۔ وہ سزا دے گا۔ باب افتعال اِنْتِقَامٌ سے۔
۵: ۹۶ = طَعَامُهٗ ۔ اس کا کھانا ۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب صَيْدُ الْبَحْرِ کی طرف راجع ہے ۔ یعنی تمہارے لئے پانی کے جانوروں کا کھانا بھی جائز۔ یعنی ان کا جن کو تم شکار نہیں کرتے بلکہ انہیں سمندر خود بخود زندہ یا مردہ خود بخود باہر پھینک دے۔
= وَلِلسَّيَّارَةِ ۔ مسافروں کے لئے ۔ یعنی تمہارے لئے بھی جو حالتِ احرام میں ہو اور ان کے لئے بھی جو مسافر ہیں اور حالتِ احرام میں نہیں ہیں۔
۵: ۹۷ = اَلْكَعْبَةَ ۔ چوکور مکعب شکل کا مکان جس کی ہر جانب مربع ہو۔ یعنی چھت، فرش، چاروں اطراف ۔ جو بیرونی سطح سے اونچا ہو۔ یعنی کرسی پر بنا ہوا ہو۔ مراد مسلمانوں کا قبلہ ۔ اس کو کعبہ اسی لئے کہتے ہیں کہ اول تو ملحقہ سطح سے اونچا بنا ہوا ہے یعنی کرسی ملحقہ سطح سے اونچی ہے ۔ اور دوسرے قریبًا قریبًا مربع الجوانب مکعب شکل کا ہے ۔ اصل میں اس کا کوئی ضلع بھی دوسرے کے برابر نہیں ہے موقع پر اس کی

پیمائش یوں ہے۔

شرقی دیوار کا طول   ۱۱ میٹر ۵۸ سینٹی میٹر

مغربی دیوار کا طول   ۱۱ میٹر ۹۳ سینٹی میٹر

(شمالی) شامی جانب کی دیوار کا طول   ۱۰ میٹر ۲۲ سینٹی میٹر

(جنوبی) یمنی جانب کی دیوار کا طول   ۱۰ میٹر ۱۳ سینٹی میٹر
(رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان)

کعبہ کی سطح زمین سے بلندی = ۱۵ میٹر
دیوار شرقی سے مقام ابراہیم تک فاصلہ = ۱۱ میٹر ۱۰ سینٹی میٹر

(الحرم المکی ۔ الحاج عباس کرارۃ) القاہرہ

= اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ ۔ عزت والا گھر ۔ حرمت والا گھر۔
= اَلشَّھْرَ الْحَرَامَ ۔ عزت وحرمت والا مہینہ۔ یا اگر الشَّھْرَ کو اسم جنس لیا جائے تو اس کے معنی اَشْھُرُ الْحُرُمُ ہوں گے۔ عزت وحرمت والے مہینے ۔ یعنی ذوالقعدہ ۔ ذوالحجہ، محرم ۔ اور رجب المرجب
= اَلْھَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ۔ کے لئے دیکھو ۲:۵ ۔ قربانی کے جانور اور وہ جانور جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں۔
= قِیٰمًا لِّلنَّاسِ ۔ قِیَامٌ وَقِوَامٌ ۔ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے سہارے کوئی قائم رہ سکے ۔ جس طرح کہ عِمَادٌ وَسِنَادٌ ۔ اس چیز کو کہتے ہیں جسے کسی چیز کو سہارا لگا دیا جائے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔
وَلَا تُؤْتُوا السُّفَھَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیٰمًا ۔ (۴:۵) اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے۔ مت دو۔
اسی طرح آیت ہذا میں ہے کہ:۔
اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے لوگوں کے لئے بقاء کا باعث بنایا ہے۔
اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ ۔ کعبہ کی صفت ہے۔ الشھر الحرام ۔ الھدی ۔ القلائد

سب کا عطف الکعبۃ پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو لوگوں کی بقاء اور ان کی اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔ قِیَامًا۔ جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے

۵ : ۹۸ — شَدِیْدُ الْعِقَابِ ؕ سخت سزا دینے والا۔

۵ : ۹۹ = مَا تُبْدُوْنَ ۔ جو تم ظاہر کرتے ہو یا جو تم ظاہر کرو گے۔ اِبْدَاءٌ (افعال) سے
= مَا تَکْتُمُوْنَ ۔ جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاؤ گے۔ کَتْمٌ سے۔

۵ : ۱۰۱ = اِنْ تُبْدَ ۔ اصل میں تُبْدٰی تھا۔ اِنْ کے عمل سے ی حذف ہو گئی۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے۔
اِبْدَاءٌ۔ مصدر بَدْءٌ مادہ۔

= تَسُؤْکُمْ ۔ وہ تم کو بری لگے۔ وہ تم کو ناخوش کرتی ہے۔ مضارع واحد مؤنث غائب سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ۔ سَوْءٌ سے مادہ۔ سوء۔ السُّوْءُ ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل سے ہو۔ یا اخروی کے اور عام ہے اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے یا ان امور خارجیہ سے جن کا تعلق جاہ و جلال کے چلے جانے یا کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کے فوت ہو جانے سے ہوتا ہے۔ قرآن میں لفظ یا اس کے مشتقات بمعنی بیماری۔ رسوائی۔ برائی بھی آیا ہے۔

اس آیت کے ترجمے میں بعض نے اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ ۔ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ کو اکٹھا لیا ہے اور اسے اَشْیَاءَ کی صفت لکھا ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔

اے ایمان والو امت پوچھ گچھ کیا کرو ایسی باتوں کے متعلق کہ اگر تم پر عیاں کر دی جائے ان کی حقیقت تو تمہاری ناگواری یا تنگی کا باعث بنیں۔ اور اگر اس وقت دریافت کیجائیں جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو تم پر ان کی وضاحت کر دی جاتی۔ (یعنی احکام الٰہی کے سمجھنے میں جو تمہیں مشکلات یا دقتیں درپیش ہوتیں ان کی وضاحت کر دی جاتی)

اس ترکیب کو صاحب مدارک التنزیل اور مولانا محمد علی نے لیا ہے۔ دوسروں کے نزدیک یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... تَسُؤْکُمْ۔ اور وَاِنْ تَسْئَلُوْا .... تُبْدَ لَکُمْ کو الگ الگ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر ظاہر کی جائیں تو تمہارے لئے تنگی کا باعث بنیں (جیسے قوم موسیٰ نے گائے کے متعلق سوال کر کر کے اپنے اوپر دائرہ اختیار تنگ کر لیا تھا (دیکھو۔ ۲ : ۶۸ - ۷۱) (ہاں) اگر تم ایسی باتیں

جب قرآن نازل ہو رہا ہو (تو کسی مشکل یا دقیق امر کو سمجھنے کی خاطر) دریافت کرو تو وہ تم پر واضح کردی جائیں۔ (اسے الخازن۔ ضیاء القرآن۔ اور تفسیر عبداللہ یوسف علی میں اختیار کیا گیا ہے)

= عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا۔ کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ ایک تو یہ کہ اس بارے میں تم نے جو اَب تک کیا ہے اسے اللہ نے معاف کر دیا ہے۔ (مدارک التنزیل۔ الخازن۔ تفہیم القرآن)

۲۔ یعنی جب قرآن کے کسی حکم کے نزول کے وقت تم نے وضاحت کی خاطر سوال کئے تو خدا تمہیں یہ معاف کر دے گا (عبداللہ یوسف علی)

۵:۱۰۲ = سَأَلَهَا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اَشْیَاءَ نہیں بلکہ المسئلۃ (پوچھ دریافت۔ سوال وجواب) محذوف ہے۔ یعنی ایسا ہی مسئلہ اٹھایا تھا ایک قوم نے تم سے پہلے بھی (یہاں قوم سے مراد کسی ایک خاص نبی کی قوم نہیں بلکہ سوال کرنے والوں کی ایک جماعت یعنی کئی سوال کرنے والوں نے ایسے سوال کئے تھے مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کے متعلق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کو بالجہر دیکھنے کے متعلق۔ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے المائدہ کے متعلق)

= ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ۔ بہا بمعنی بترکہم العمل بہا مراد ہے پھر وہ منکر ہو گئے اس وضاحت پر عدم عمل کی وجہ سے۔ پھر وہ ان احکام کا انکار کرنے والے ہو گئے۔

۵:۱۰۳ = بَحِيْرَةٌ۔ بروزن فعیلہ بمعنی مفعولۃ۔ کان پھٹا۔

بَحَرْتُ الْعِيْرَ۔ میں نے اونٹ کے کان اچھی طرح کاٹ ڈالے۔ اہل عرب کی کفر کی رسموں میں سے ایک یہ تھی کہ اگر کسی بت کے لئے کسی مویشی کی نذر مانتے تو اس کے کان پھاڑ دیتے نشان کے لئے اور اس کو بحیرہ کہتے۔

= سَآئِبَةٍ۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں وہ جانور جو بُت کے نام کر کے چھوڑ دیا جاتا تو اُسے سائبہ کہتے تھے۔ سَابَ يَسِيْبُ (ضرب) بے مقصد گھومنا۔ جانور کا آزاد کرنا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو تمام مشقت سے آزاد کردی گئی ہو۔

یہ جانور سائبہ بھی بے روک ٹوک جدھر چاہے پھرتا رہتا۔ کوئی اس کو روکتا نہ تھا

= وَصِيْلَةٍ۔ وہ نوخیز اونٹنی جس کے سب سے پہلے حمل میں مادہ بچہ ہو اور دوسرے حمل میں بھی مادہ ہو۔ اس کو وصیلہ کہا جاتا تھا کیونکہ دو متواتر دو حملوں میں مادہ بچے ہوئے۔ درمیان میں نر پیدا نہیں ہوا۔ دونوں مادہ بچے متصل پیدا ہوئے اس لئے

وہ اونٹنی وصیلہ کہلاتی تھی۔ اس اونٹنی کو مشرک بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ نہیں دوہتے تھے۔

= حام ۔ حَامِیْ ۔ جنوانے والا اونٹ۔ جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے یعنی سواری اور بوجھ کے قابل ہوجاتے تو اس اونٹ پر لادنا موقوف کر دیتے اور چارے یا پانی پر سے نہ ہٹاتے۔ اسے حامی کہتے۔

۵ : ۱۰۵ = عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۔ اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔ تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے

۵ : ۱۰۶ = شَهَادَةُ بَیْنِکُمْ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ آپس میں تمہاری گواہی تم میں سے دو معتبر اور صاحب عدل شخص ہیں۔

= اَوْ اٰخَرَانِ یا دو اور شخص مِنْ غَیْرِکُمْ ۔ غیروں میں سے۔ غیر قبیلہ ۔ غیر مسلم (جمہور)

= تَحْبِسُوْنَهُمَا ۔ تم ان دونوں کو روک لو۔ حَبَسَ یَحْبِسُ (ضَرَبَ) روکے رکھنا مضارع جمع مذکر حاضر۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔

= اِنِ ارْتَبْتُمْ = اگر تم شک میں پڑے۔ اگر تمہیں شک پڑ جائے۔ اِرْتِیَابٌ (افتعال) رَیْبٌ ۔ (مادّہ)

= لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ...... لَمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ۔ یہ الفاظ جن گواہان سے قسم لی جارہی ہے وہ کہیں گے۔

۵ : ۱۰۷ = عُثِرَ عَلٰی ۔ اسے اطلاع کردی گئی۔ اسے خبر کردی گئی (باب نصر۔ ضرب) عُثُوْرٌ سے جس کے معنی بغیر چاہے کسی چیز پر مطلع ہوجانے کے ہیں ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ عَثَرَ یَعْثُرُ عِثَارًا و عُثُوْرًا ۔ کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔ اور مجازاً اس کا استعمال کسی شخص کے اچانک بلا طلب کسی بات پر مطلع ہوجانے کے لئے ہوتا ہے۔

وَکَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ ۔ (۱۸ : ۲۱) اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے باخبر کردیا۔ یعنی لوگوں کے قصد کے بغیر ہی ہم نے ان کے حال پر مطلع کردیا۔

= اِسْتَحَقَّا ۔ وہ دونوں حقدار ہوئے۔ اِسْتِحْقَاقٌ ماضی کا صیغہ تثنیہ غائب اِسْتَحَقَّا اِثْمًا وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یا کسی گناہ کے سزاوار ہوئے۔ گناہ کر کے مستحق سزا ہوئے۔

= اِسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ ۔ پہلے دونوں نے جن کا حق ضائع کیا تھا۔

= فَیُقْسِمٰنِ ۔ پس وہ دونوں قسم اٹھاویں یعنی وہ دو نئے گواہ جو حقداروں میں سے

لئے جاویں۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب اِقْسَامٌ (اِفعالٌ) مصدر
= لَشَهَادَتُنَا...... اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یہ قسم کے الفاظ وہ دو نئے گواہ کہیں گے جو کہ حقداروں میں سے لئے گئے ہیں۔
۵:۱۰۸ = اَدْنٰی = زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔ جب یہ اکبر کے مقابلہ میں ہو تو اصغر کے معنیٰ دیتا ہے اور جب خیر کے مقابلہ میں ہو تو اذل کے معنی دیتا ہے اور جب اقصیٰ (دور) کے مقابلہ میں ہو تو نزدیک کے معنی دیتاہے۔ یہ دَانٍ اور دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے۔ پہلی صورت (دانٍ سے) اقرب (نزدیک) اور دوسری صورت میں اذل کے معنی میں آتا ہے۔
= یَاْتُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں یَاْتُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون گر گیا۔ یَاْتُوْا ب۔ وہ لائیں۔ اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ کہ وہ گواہی دیں۔
= عَلٰی وَجْهِهَا۔ کماحقہٗ۔ جیساکہ چاہئے۔ ٹھیک ٹھیک۔
= اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ (یا وہ خوف کھائیں کہ) ان کی قسموں کے بعد قسم کو (وارثانِ میّت کی طرف) لوٹایا جائے گا۔ یعنی ان کی قسم پر دوسرے فریق کی قسم لی جائے گی۔ اور ان کی قسم کی تردید ہو جائے گی۔

آیات نمبر ۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸ = مطلب یہ ہوگا: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاوے۔ اور وہ وصیّت کر رہا ہو تو اس کے لئے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنائے جائیں۔
یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ:۔
"ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں اور خواہ ہمارا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا کے واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو گنہگاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کا حق پچھلے دو گواہوں نے مارنا چاہا تھا۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے"

اس طریقہ سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے یا کم از کم اس بات کا ہی خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے اللہ سے ڈرو اور سنو! اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

۵ : ۱۰۹ — مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۔ تمہیں کیا جواب دیا گیا ۔ اِجَابَۃٌ جس کے معنی جواب دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

یعنی جب تم نے لوگوں کو دین حق کی دعوت دی تو اس کے ردّ عمل میں ان کا کیا جواب تھا۔ انہوں نے کہاں تک اسے قبول کیا اور کہاں تک اس کے منکر ہوئے۔

لَاعِلْمَ لَنَا ۔ ہمیں کوئی علم نہیں ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہ تھا۔ کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا۔ اس جواب کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔

۱ — یہ کہ یوم حشر کی ہولناکی کی وجہ سے مخاطبین دین حق کے ردّ عمل کا مفصل بیان بڑا مشکل ہوگا۔

۲ — یہ کہ کمال انکساری کی وجہ سے ۔ کہ اے خدا ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں اس قدر حقیر اور نامکمل ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ فرماتے ہیں کہ :۔

قَالُوْا لاعلم لنا لانک تعلم ما اظہروا وما اضمروا ونحن لا نعلم الا ما اظہروا فعلمک فیہم انفذ من علمنا فلہذا المعنی نفوا العلم عن انفسہم لان علمہم عند اللہ کلا علم۔ (انہوں نے) جواب دیا (اے اللہ) تو ان کے (مخاطبین کے) ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔ اور ہم ان کے ظاہر کو جانتے ہیں۔ تیرا علم ان کے بارہ میں ہمارے علم سے کہیں زیادہ عمیق اور دقیق ہے بدیں وجہ انہوں نے اپنی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

۳ — یہ کہ ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہم اپنی زندگی میں ان کے ظواہر سے باخبر ہے لیکن مرنے کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا عمل کئے اور ان کا ردّ عمل کیا رہا۔ اس کا علم تو ہی رکھتا ہے۔

ایسا ہی جواب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے آیت ۵ : ۱۱۷ میں دیا ۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۔ میں ان پر گواہ رہا جب

تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تُو ہی ان پر نگران تھا۔

= علاّمٌ۔ علمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔

علاّمُ الغیوب۔ ایسا زبردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گوناگوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو۔ جو اب موجود ہے اسے بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اسے بھی جانتا ہے جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی۔ جو تھا۔ جو ہے۔ جو ہوگا سب کچھ جانتا ہے۔

۵: ۱۱۰ = اَیَّدْتُّکَ۔ میں نے تیری مدد کی۔ اَیَّدْتُّ تائیدٌ (تفعیل) سے بمعنی مدد دینا۔ قوت دینا۔ اَیَّدْتُّ ماضی کا صیغہ واحد متکلم ک ضمیر مفعول بہ

= بِرُوحِ القُدُسِ۔ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے۔ روح القدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا روح القدس سے مراد پاک مقدس روح ہے کیونکہ ارواح اپنی ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ کچھ روحیں مقدس پاک۔ نورانی اور مشرف ہیں اور کچھ ارواح خبیث۔ مکدر اور آلودہ ہیں یہاں مراد کہ ہم نے ایک پاک۔ صاف۔ مقدس مطہر روح سے نوازا۔

= اَلْمَهْدِ۔ اسم گہوارہ۔ مراد شیر خوارگی کا زمانہ۔ یا ماں کی گود میں فی المھد بحالت طفولیت۔

= کَهْلًا۔ ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے کچھ بال کالے اور کچھ سفید ہوگئے ہوں۔ بحالت کہولت۔

کَھْلًا حال ہے جملہ تُکَلِّمُ النَّاسَ ذوالحال ہے۔

= تُکَلِّمُ النَّاسَ تو باتیں کرتا ہے تَکْلِیْمٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَھْلًا یعنی بحالت طفولیت و کہولت ہر دو حالت میں تو باتیں کرتا تھا دلائل و برہان سے۔

= وَاِذْ عَلَّمْتُکَ۔ اس کا عطف اِذْ اَیَّدْتُّکَ پر ہے۔

= الکِتٰبَ سے مراد تورات ہے۔ تمہیں کتاب کی تعلیم کی اور توریت کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اتاری گئی تھی حدیث میں بھی توراۃ کا لفظ ہے۔ اور اس سے مراد توریت کی اور دوسری کتاب بھی ابن کثیر۔ الکتاب بمعنیٰ الخط۔ لکھنا پڑھنا۔

الطِّیْنِ گارا۔ مٹی۔ خاک۔ مٹی اور پانی کا آمیزہ

= کَهَیْئَۃِ۔ ک۔ بمعنی مثل۔ مانند۔ ہیئت۔ اسم۔ صورت۔ شکل۔

= تَنْفُخُ۔ تو پھونک مارتا ہے نَفْخٌ سے واحد مذکر حاضر۔

= فِیْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ھیئۃ کی طرف راجع ہے۔

= تُبْرِئُ ۔ تو تندرست کرتا ہے ۔ تو صحت یاب کرتا ہے اِبْرَاءٌ سے بریٔ ۔ مادہ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر ۔ فعل با فاعل

= اَلْاَکْمَہَ ۔ مادر زاد اندھا ۔ کُمْہٌ واحد ۔ بمعنی نابینا ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے تُبْرِئُ کا مفعول ہے ۔

= اَبْرَصَ ۔ کوڑھی ۔ اس کا عطف اَلْاَکْمَہَ پر ہے ۔

= تُخْرِجُ الْمَوْتٰی ۔ تو مُردوں کو (قبر سے زندہ حالت میں) نکالتا تھا ۔

= کَفَفْتُ ۔ میں نے روک دیا تھا کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ ۔ میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے روک دیا تھا ۔

اس آیت میں جہاں خداوند تعالیٰ نے ان احسانات اور انعامات کا ذکر کیا ہے جو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر فرمائے گئے تھے لیکن اِذْ تَخْلُقُ سے لے کر تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ تک بار بار لفظ بِاِذْنِیْ (میرے حکم سے) فرمایا ہے ۔ جس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ یہ تمام خرقِ عادت کام محض اللہ تعالیٰ کے حکم پر تمہارے ہاتھوں سرانجام ہوتے تھے کیونکہ حقیقت میں وہی ذاتِ باری تعالیٰ خالق کل ہے اور شافی الامراض ہے ۔ اور مردوں کو زندہ کرنے والی ہے مخلوق میں بذاتِ خود کوئی ایسی قدرت نہیں رکھتا ۔

۵ : ۱۱۱ = اَلْحَوَارِیّٖنَ ۔ حواری جمع کا صیغہ اس کا مفرد حَوَارِیٌّ ہے جو حَوْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی سپیدی کے ہیں ۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے ان کو سپیدی سے نسبت اس لئے دی گئی کہ ان کے کپڑے سفید تھے یا بقول بعض وہ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور حواری نبطی زبان میں دھوبی کو کہتے ہیں ۔

= اَوْحَیْتُ ۔ یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی میں نے بذریعہ الہام ان کے دلوں میں ڈالا ۔

اِذْ اَوْحَیْتُ ...... الاٰیۃ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہم نے حواریوں کے دل میں بذریعہ الہام یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر دل سے ایمان لے آویں تو انہوں نے تمہاری دعوت الی الحق سنکر اسے قبول کر لیا ۔ اور تمہیں کہنے لگے ہم ایمان لے آئے ہیں اور (اے پیغمبر) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ۔

۵ : ۱۱۲ = ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ ۔ کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے ۔ یَسْتَطِیْعُ مضارع واحد مذکر غائب استطاع استفعال مصدر ۔ حواری تو قبل ازیں دل میں مسلمان ہو چکے تھے اس لئے ان کا یہ کہنا کہ کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے کسی شک پر مبنی نہ تھا ۔ بلکہ جیسا کہ کلام مابعد وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا سے واضح ہے ۔ محض مزید اطمینانِ قلب اور تقویتِ ایمان کی خاطر انہوں نے مائدہ طلب کیا تھا ۔ جیسا کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی اور خدا تعالیٰ کے ارشاد اَوَلَمْ تُؤْمِنْ پر فرمایا تھا بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (۲: ۲۶۰) لیکن میں دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں کہ میرا دل اطمینان حاصل کرے۔

= مَآئِدَۃً۔ کھانا جو دسترخوان پر چنا ہوا ہو۔ یا وہ دسترخوان جس پر کھانا چنا ہوا ہو۔

= اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ اللہ سے ڈرو (اور ایسے سوال مت کرو) جواب شرط ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ شرط ہے عموماً جواب شرط شرط کے بعد ہی آتا ہے۔ لیکن عربی ادب میں اور دیگر زبانوں میں بھی اکثر جوابِ شرط کو شرط سے قبل لایا جا سکتا ہے

۵: ۱۱۷ = تَوَفَّیْتَنِیْ۔ تو نے مجھے اٹھا لیا۔ تو نے مجھے قبض کیا۔ تو نے مجھے وفات دی۔

تَوَفَّیْتَ تُوُفِّیَ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

تَوَفِّیْ کے اصل معنیٰ لغت میں کسی چیز کو کامل طور پر قبضہ میں لینے کے ہیں۔ جیسے نیند کی حالت میں ہوش کو پورے طور پر اٹھا لیا جاتا ہے یا موت کے وقت روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔ تُوُفِّیَ کا استعمال موت کے لئے کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اس کے حقیقی اور لغوی معنی نہیں ہیں بلکہ مرادی اور تعبیری معنی ہیں۔

= الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ۔ اَلرَّقِیْبُ۔ نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ راہ دیکھنے والا۔ کُنْتَ کی خبر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۶) سُوْرَۃُ الانعام (۵۵)

۶: ۱ = ثُمَّ حرف عطف ہے لیکن کوئی دوسرا حرفِ عطف اس کے قائمقام نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ معنیٔ عطف پر دلالت کے ساتھ ساتھ کفار کی نادانی اور ان کے عقیدہ کی قباحت کو بھی عیاں کر رہا ہے ثُمَّ الۃ علیٰ قبح فعل الکافرین (قرطبی)

= یَعْدِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَدْلٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ)

یعنی وہ الوہیت میں اپنے معبودانِ باطل کو خداوند تعالیٰ کا ہمسر اور اس کے برابر بنائے ہوئے ہیں۔ (وہ عدل و انصاف کرتے ہیں یہاں یہ معنی مراد نہیں) یہاں بِرَبِّہِمْ یَعْدِلُوْنَ کو وَھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ (۱۶: ۱۰۰) کے ہم معنیٰ لیا گیا ہے۔

بعض نے اس کو عَدُوْلٌ سے مشتق لیا ہے اور بِرَبِّہِمْ میں ب بمعنیٰ عَنْ مراد لیا ہے یعنی عَنْ رَبِّہِمْ یَعْدِلُوْنَ اپنے رب کی حکم عدولی کرتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ ھُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ (۲۷: ۶۰) بلکہ یہ لوگ راستہ سے الگ ہو رہے ہیں۔

۶: ۲ = قَضٰی۔ مقرر کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءٌ مصدر۔ قضاء میں فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا کا مفہوم ضرور موجود ہوتا ہے۔ سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقدر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا۔ فارغ ہونا۔ مر جانا۔ مار ڈالنا۔ ان سب معانی کے لئے قضاء کا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے اور اس آیۃ میں مراد "مقرر کی" ہے

= اَجَلًا۔ میعاد۔ قَضٰی اَجَلًا۔ یعنی اس نے موت کے وقت کا فیصلہ کر چھوڑا ہے۔ اَجَلًا مفعول ہے قَضٰی کا۔

= وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ۔ اَجَلٌ۔ ایک دوسری مدت مُسَمًّی۔ طے شدہ۔ نامزدہ۔ مقرر کردہ شدہ۔ اور اول الذکر میعاد کے علاوہ جو زندگی اور موت کے متعلق ہے ایک دوسری مدت بھی اس

کے ہاں طے شدہ ہے یعنی اس کا وقت بھی متعین ہے جو صرف اس کے علم میں ہے۔
= ثُمَّ۔ بعینہٖ وہی مفہوم ادا کرتا ہے جس کے لئے یہ لفظ پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔
= تَمْتَرُوْنَ۔ تم شک کرتے ہو۔ تم تردّد کرتے ہو۔ اِمْتِرَاءٌ (افتعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مِرَاءٌ کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کی بابت بحث کرنا و جھگڑنا جس میں شک و شبہ یا تردّد ہو۔

۴:۶ = مُعْرِضِیْنَ۔ اعراض کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ عَرَضٌ (اِفْعَالٌ) سے اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔
= کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ۔ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ اَلْحَقّ مفعول بہ ہے کَذَّبُوْا کا۔
= اَنْبَآءُ۔ اَلْاَنْبَآءُ۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ نَبَأٌ کی جمع۔ بس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو۔ اسے نَبَأٌ کہا جاتا ہے جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبا نہیں بولتے۔ کیونکہ اس وقت تک کوئی خبر نبأ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ و رسول نے بیان کیا ہو۔

۶:۶ = قَرْنٍ۔ سینگ۔ عورت کے گیسو، بالوں کا بٹا ہوا گچھا۔ زمانہ۔ ایک زمانہ کے لوگ۔ قَرْنُ الشَّمْسِ۔ سورج کا کنارہ۔ عمر۔ سن۔ ھُوَ عَلٰی قَرْنِیْ۔ وہ میرا ہمعمر ہے۔ ۱۰-۲۰-۳۰-۴۰-۵۰-۶۰-۷۰-۸۰-۹۰-۱۰۰-۱۲۰ سال کو بھی قرن کہتے ہیں۔ قرن کی جمع قرون ہے۔ یہاں مراد وہ قوم جو کسی ایک زمانہ میں ہو۔
= مَکَّنّٰھُمْ۔ ہم نے ان کو با اقتدار بنایا۔ ہم نے ان کو جاہ عطا کیا۔ تَمْکِیْنٌ تَفْعِیْلٌ سے ماضی جمع متکلم۔ مَکُنَ یَمْکُنُ (باب کرم) حاکم کے پاس مرتبہ حاصل کرنا۔ اَمْکَنَ۔ یُمْکِنُ (افعال) با اقتدار ہونا۔ قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ باب کرم۔ افعال سے فعل لازم آئیگا اور تفعیل سے متعدی
= السَّمَآءَ۔ ای المطر۔ یعنی بارش۔ کیونکہ یہ اوپر سے آتی ہے۔
= مِدْرَارًا۔ دَرٌّ اور دُرَّۃٌ سے بہت برسنے والا۔ لگاتار برسنے والا۔ (صیغہ مبالغہ) سَمَآءٌ مِدْرَارٌ۔ لگاتار اور بکثرت برسنے والا مینہ۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا (۷۱-۱۱) وہ تم پر لگاتار مینہ برسائے گا
= مِنْ تَحْتِھِمْ۔ مِنْ تَحْتِ اَشْجَارِھِمْ۔ من تحت دیارھم۔ ان کے باغوں میں
= اَنْشَاْنَا۔ ہم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

٦ : ٧ = فِي قِرْطَاسٍ ۔ کاغذ پر لکھی ہوئی صحیفہ کی صورت میں ۔ قِرْطَاسٌ کی جمع قَرَاطِيْسُ
٦ : ٨ = لَقُضِيَ الْاَمْرُ ۔ پھر تو فیصلہ ہی ہو گیا ہوتا ۔ پھر تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا ہوتا ۔ (ان کی) ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا ہوتا ۔

= لَا يُنْظَرُوْنَ ۔ مضارع منفی مجہول ۔ جمع مذکر غائب ۔ ان کو مہلت نہیں دی جائے گی ۔

= لَوْ اَنْزَلْنَا سے لَا يُنْظَرُوْنَ تک ۔ اگر ہم فرشتہ اتارتے تو بات ختم ہی ہو گئی ہوتی ۔ قصہ ہی ختم ہو گیا ہوتا ۔ پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی ۔

قُضِيَ الْاَمْرُ کے مختلف معانی کے پیشِ نظر اس فقرے کے مختلف معانی مفسرین نے لئے ہیں ۔

۱ :۔ اگر فرشتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتارا جاتا تو فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھ کر معترضین یا تو ہلاک ہو گئے ہوتے یا مخبوط الحواس ہو جاتے ۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں پھر ان کو مہلت دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔

۲ :۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ فرشتہ ان کی تصدیقِ رسالت کے لئے یا لوگوں کو ڈرانے اور تبلیغ کے لئے اتارا جاتا تو پھر ان کے ایمان لانے یا نہ لانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اس صورت میں حقیقت آشکار ہو گئی ہوتی اور سوائے اس حقیقت کے اعتراف کرنے کے کوئی چارہ کار ہی نہ ہوتا ۔ اور نہ ہی مزید مہلت کی ضرورت رہتی ۔ پھر تو صرف حساب لینا ہی باقی رہ جاتا

٦ : ٩ = لَوْ جَعَلْنٰهُ ۔ اگر ہم بناتے کسی فرشتہ کو نبی ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر نبی (محذوف) کے لئے ہے ۔ لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا ۔ تو ہم اس کو ضرور انسان کی شکل میں بناتے ۔ اس میں ہٗ ضمیر مَلَكًا کی طرف راجع ہے ۔ انسانی شکل میں بنانے کی ضرورت اس واسطے کہ فرشتوں کی اصلی صورت غیر مرئی ہے جسے مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی ۔

= لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ ۔ لَبَسَ عَلَيْهِ (ضَرَبَ) کسی پر معاملہ کو مشتبہ یا مخلوط کر دینا ۔ ہم ان کے لئے حقیقت کو مشکوک کر دیتے ۔

(یا خود ہی پھر بات مشکوک ہو جاتی کیونکہ جب فرشتہ انسان کی شکل میں آتا ایک مزید شک یہ پیدا ہو جاتا کہ یہ حقیقۃً فرشتہ ہے یا پھر انسان ہی ہے)

= مَا يَلْبِسُوْنَ ای ما یلبسون علیٰ انفسھم جس شک میں انہوں نے خود اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے ۔

٦ : ١٠ = اُسْتُهْزِئَ بِ اس سے ٹھٹھا کیا گیا ۔ (رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تھا اور ان کا

مذاق اڑایا گیا تھا، ماضی، مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

= حَاقَ۔ حَاقَ یَحِیْقُ (ضرب) اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حیق مادہ

= سَخِرُوْا۔ سُخْرٌ۔ انہوں نے ٹھٹھا کیا۔ مذاق کیا۔ انہوں نے ہنسی کی۔

فَحَاقَ .... یَسْتَھْزِءُوْنَ۔

حَاقَ فعل۔

مَاكَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ فاعل۔

الَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْھُمْ۔ مفعول۔

جس حقیقت کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان مذاق اڑانے والوں کو (سزا) دینے کے لئے آگھیرا۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۱:۴۱)

٦:۱۲ = لِمَنْ۔ کس کا ہے۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ رحمت فرمانے کو اس نے اپنے اوپر لازم اور واجب کر لیا ہے۔ یہاں واجب سے مراد یہ ہے کہ اس نے رحمت کرنے کا وعدہ مؤکدہ کر لیا ہے

٦:۱۳ = سَكَنَ۔ وہ ٹھہرا۔ وہ بسا رہا۔ اس نے آرام پکڑا۔ سکون جس میں حرکت کرنے کی صلاحیت ہو اس کے حرکت نہ کرنے کا نام ہے۔

٦:۱۴ = فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

= وَلَا تَكُوْنَنَّ۔ فعل نہی بانون ثقیلہ۔ تو ہرگز نہ ہو۔ لَا تَكُوْنَنَّ سے قبل وَقِیْلَ لِیْ محذوف ہے۔ یعنی مجھ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بننا۔

٦:۱٦ = یُصْرَفْ (ضرب) صَرْفٌ۔ مصدر۔ مضارع مجہول مجزوم واحد مذکر غائب صَرَفَ یَصْرِفُ صَرْفٌ۔ وہ ہٹا لیا جائے گا۔ وہ بچا لیا جائے گا۔ اس سے ٹال دیا جائیگا

= عَنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ عذاب کی طرف راجع ہے۔

= فَقَدْ رَحِمَهٗ۔ تو یقیناً رحم فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پر ہٗ کی ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے

٦:۱۷ = یَمْسَسْكَ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ واحد مذکر غائب مَسٌّ سے (باب سمع) لگائے۔ پہنچائے۔ اَلْمَسُّ کے معنی چھونا کے ہیں اور لَمْسٌ کے ہم معنیٰ ہے لیکن لَمْسٌ کسی چیز کے تلاش کرنے کو بھی کہتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز مل بھی جاتے لیکن مَسٌّ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب حاسہ لمس کے ساتھ اس کا ادراک بھی ہو۔ کنایۃً عورت سے مجامعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ

لمستنی (۳: ۴۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے ہاتھ تو لگایا نہیں یعنی میرے ساتھ مجامعت نہیں کی، آیت ہذا کے معنوں میں مستھم البأساء والضرآء (۲: ۲۱۴) ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= کاشف۔ اسم فاعل مفرد۔ کاشفون ۔ کاشفین۔ جمع قیاسی۔ کشف کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ باب ضرب۔ متعدی ور باب سمع سے لازم آتا ہے یعنی شکست کھانا۔ کاشف ضرر کو دفع کرنے والا۔ تکلیف سے رہائی دلانے والا۔

۶: ۱۸ = القاھر۔ القھر کے معنی کسی پر غلبہ پاکر اسے ذلیل کرنے کے ہیں اور تذلیل وغلبہ ہر دو کے معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔

فاما الیتیم فلا تقھر (۹۳: ۹) تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو۔ یعنی اسے ذلیل نہ کرو

القاھر خبر ہے ھو مبتدا کی۔

۶ ۱۹ = قل ای شیء اکبر شھادۃ۔ ای شیء مبتدا۔ اکبر خبر شھادۃ تمیز (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑی (معتبر) ہے۔

یہ اس سوال کے جواب میں ہے جو کلبی کی روایت کے مطابق کفار مکہ نے کیا تھا۔ ارنا من یشھد انک رسول اللہ آپ نے ان سے پوچھا جواب میں کہ کونسی شہادت سب سے معتبر ہے اور پھر فرمان خداوندی کے مطابق ان کو بتایا۔ اللہ شھید بینی وبینکم میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

بعض کے نزدیک اللہ پر وقف ہے۔ اور یہ پہلے سوال ای شیء اکبر شھادۃ کا جواب ہے اور شھید بینی وبینکم نیا جملہ ہے۔ اور اس سے پہلے وھو محذوف سمجھا جائیگا۔

لانذرکم۔

= لانذرکم۔ انذر۔ انذار سے مضارع ہے اور بوجہ عمل لام منصوب ہے۔ یہ لام لام کی کہلاتا ہے۔ لام کی کے بعد ان مقدر ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے۔ صیغہ واحد متکلم کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ میں تم کو ڈراؤں

= من بلغ۔ ای لانذر من بلغ ھذا القراٰن۔ تاکہ جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان کو متنبہ کروں۔

= ائنکم۔ الف استفہامیہ ان حرف مشبہ بالفعل کم ضمیر جمع مذکر حاضر کیا واقعی تم

لَتَشْهَدُوْنَ ۔لا تاکید تَشْهَدُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم گواہی دیتے ہو۔
اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ کیا تم واقعی یہ شہادت دیتے ہو۔
= اٰلِهَةً اُخْرٰى ۔ اٰلِهَةً بہت سے معبود اِلٰهٌ کی جمع۔ اُخْرٰى ۔ اٰلِهَةٌ کی صفت ہے مگر موصوف جمع غیر ذوی العقول ہو تو صفت واحد مؤنث آتی ہے جیسے وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ اُخْرٰى (۲۰: ۱۸) اور اس میں اور بھی بہت سی ضرورتیں پوری کرتا ہوں۔ آیۃ ہذا میں پتھروں اور لکڑی کے بنے ہو بتوں کو اٰلِهَة کہنے کی وجہ سے تحقیر کے طور پر ان غیر ذوی العقول اٰلِهَةٌ کی صفت بجائے جمع کے واحد مؤنث لائی گئی ہے۔
= بَرِیْءٌ ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بے گناہ۔ بروزن فعیلٌ بَرَاءَةٌ سے بمعنی اسم فاعل ہے
۶: ۲۰ = يَعْرِفُوْنَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کہ آپ کا حلیہ مبارک۔ شمائل۔ صفات تورات اور انجیل میں مذکور ہیں۔
= خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ اَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ ۔ اَوْبَقُوْا اَنْفُسَهُمْ ۔ (جنہوں نے) اپنے نفسوں کو ہلاکت اور گھاٹے میں ڈال دیا۔ بانکارھم نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کر کے۔
= فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ ای لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے۔
۶: ۲۲ = يَوْمَ ۔ مفعول بہ۔ تقدیر کلام ہے اُذْكُرْ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۔
= تَزْعُمُوْنَ ۔ تم دعویٰ کرتے تھے (باب نصر) زَعْمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ زَعْمٌ کا استعمال زیادہ تر دعویٰ باطل اور ایسے قول کے بیان کرنے کے متعلق ہوتا ہے جو مظنہ کذب ہو۔ متحقق نہ ہو بلکہ مشکوک ہو۔ اس لئے قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا استعمال ہوا ہے مذمت کے لئے ہوا ہے۔
= كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۔ ای كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۔ جن کے متعلق تمہارا یہ زعم تھا کہ وہ خدا کے ہاں تمہاری سفارش کریں گے۔
۶: ۲۳ = فِتْنَةٌ ۔ اس کا لغوی معنیٰ پرکھنا اور آزمائش کرنا ہے لیکن یہاں فتنہ سے مراد عذر اور بہانہ ہے
= ثُمَّ لَمْ تَكُنْ ...... مُشْرِكِيْنَ ۔ پھر ان کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا بجز اس کے کہ وہ (جھوٹ کا سہارا لے کر) کہیں گے۔ اللہ کی قسم جو ہمارا پالنے والا ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے
۶: ۲۴ = ضَلَّ ۔ گم ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔

= مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ہ جو بُت وہ گھڑ کر پوجا کیا کرتے تھے وہ سب بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے۔ (یعنی وہ ان کو وہاں نہ پائیں گے۔)

۶ : ۲۵ = يَسْتَمِعُ اِلَى۔ کان لگا کر سنتے ہیں

= اَكِنَّةً۔ كِنَانٌ کی جمع۔ پردے۔ غلاف۔

= وَقْرًا۔ اسم مصدر۔ منصوب۔ ثقل۔ گرانی، بہرہ پن۔

مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین و کفار میں سے بعض تیری باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں لیکن ان کی ہٹ دھرمی۔ ضد۔ تعصب اور جمود کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہو گیا ہے کہ سننے کے باوجود نہ وہ کچھ سمجھ پاتے ہیں اور نہ کچھ ان کے پلے پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ گو اصل سبب ان کی محرومی کا تو ان کا متواتر اعراض و انکار ہے لیکن سبب پر مُسبّب کا مترتب ہونا یا مؤثر پر اثر کا مترتب ہونا اس قانونِ فطرت کے تحت ہے جو خدا نے بنایا ہے اس لئے سبب اور مؤثر کی بجائے ان کو خود ذاتِ باری کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

= اَكِنَّةً اور وَقْرًا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔

حَتّٰى۔ جب تک۔ جہاں تک۔ لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ یَبْلُغَ تَكْذِيْبُهُمْ اِلٰى اَنَّهُمْ ان کا اعراض و تکذیب اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب بھی وہ تیرے پاس آتے ہیں جھگڑا کرتے ہیں

= يُجَادِلُوْنَكَ مضارع جمع مذکر غائب مُجَادَلَةٌ سے جدل مادّہ۔ باب مفاعلۃ۔ وہ تم سے جھگڑا کرتے ہیں۔

= اِنْ۔ نافیہ ہے۔

۶ : ۲۶ = يَنْهَوْنَ عَنْهُ۔ مضارع جمع مذکر غائب نَهْیٌ مصدر (باب فتح) وہ منع کرتے ہیں وہ روکتے ہیں۔ عَنْهُ سے مراد عَنْ اتباعِ الرَّسُوْلِ۔ صلّی اللہ علیہ وسلم۔

= يَنْئَوْنَ عَنْهُ۔ دور رہتے ہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب نَأْیٌ مصدر۔

۶ : ۲۷ = وُقِفُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ وَقْفٌ اور وُقُوْفٌ۔ مصدر۔ باب ضرب) جب ان کو روک کر کھڑا کیا جائے گا۔

اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ۔ جب وہ دوزخ کے کنارے لا کھڑے کئے جاویں گے (ماضی بمعنی مضارع) اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جب وہ دوزخ کے متعلق مطلع کئے جاویں گے۔ یا دوزخ کے کنارے بٹھا دئیے جائیں گے۔ یا عَلٰى بمعنی فِیْ ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جب

وہ نارِ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

مثال اس کی عَلیٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ای فِي مُلْكِ سُلَيْمَانَ (۲: ۱۰۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں۔

= يٰلَيْتَنَا - یاؔ حرفِ تنبیہ۔ یاؔ حرفِ نداء جس کا منادیٰ محذوف ہے۔ لَيْتَ حرف مشبہ بفعل تمنا کے لئے مستعمل ہے۔ نَاؔ اسم۔ اے کاش ہم۔

= نُرَدُّ - مضارع مجہول جمع متکلم۔ رَدٌّ۔ مصدر۔ (باب نصر) ہم پھیر دیئے جائیں یا پھیر دیئے جاتے ہیں۔ ہم لوٹا دیے جائیں۔ یا لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

= وَلَا نُكَذِّبَ - مضارع منفی منصوب بوجہ جوابِ تمنا۔ يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ۔ واؤ مثل فَ کے ہے جو تمنا کے جواب میں ہے

= نَكُوْنَ - مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ جواب تمنا۔

= بَلْ - للاضراب عن الوفاء بما تمنّوا۔ ان کے ایفائے تمنا کے ردّ میں آیا ہے یعنی ان کی یہ تمنا یا آرزو کہ اگر وہ واپس دنیا میں لوٹائے جائیں تو وہ تکذیبِ قرآن سے باز رہیں گے اور مومن بن جائیں گے۔ بالکل غلط اور جھوٹ ہے بلکہ وہ یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اب بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ۔ ان کے راز افشا ہو گئے ہیں۔ ان کی جھوٹی قسموں کی حقیقت کھل گئی ہے۔ اور سوائے یہ کہنے کے انہیں کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

= بَدَا - ظاہر ہو گیا (باب نصر) بَدْوٌ اور بَدَاءٌ سے جس کے معنیٰ کھلم کھلا ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= كَانُوْا يُخْفُوْنَ - ماضی استمراری۔ يُخْفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِخْفَاءٌ سے وہ چھپایا کرتے تھے۔

= لَعَادُوْا - لام جواب لَوْ میں واقع ہے وہ پھر کریں۔ وہ پھر کرتے ہیں۔ عَوْدٌ مصدر

= نُهُوْا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نیز ملاحظہ ہو (۴: ۱۶۱)

۶: ۲۹ = اِنْ نافیہ ہے۔

= مَبْعُوْثِيْنَ - اسم مفعول جمع مذکر۔ اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے

۶: ۳۰ = اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ - الاشارة الى البعث - دوبارہ اٹھائے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ کیا یہ حق نہیں۔

۶: ۳۱ = لِقَآءَ - حاصل مصدر۔ بیٹھی۔ ملاقات - لَقِيَ - يَلْقٰى لِقَاءٌ (سَمِعَ) استقبال

کرنا۔ پانا۔ ملاقات کرنا۔ لَاقٰی یُلَاقِیْ (مفاعلۃ) مُلَاقَاۃً۔ آمنے سامنے آنا۔ ملنا۔ ملاقات کرنا
= بَغْتَۃً۔ ایک دم۔ اچانک۔ یکایک۔ بغت یبغت بَغْتًا۔ اچانک آنا۔ یکایک آنا
ناگاہ آنا۔

= یٰحَسْرَتَنَا۔ کلمہ تاسف وائے قسمت۔ ہائے افسوس۔ یَا حرفِ ندا۔ حَسْرَتَنَا مضاف مضاف الیہ مل کر منادٰی۔ حسرت منادیٰ حقیقی نہیں۔ صرف کثرتِ حسرت کے اظہار کے لئے اسے منادیٰ بنایا گیا ہے۔

= عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْہَا۔ اس کوتاہی پر جو ہم سے اس زندگی میں ہوئی۔ مَا نافیہ نہیں ہے بیانیہ ہے۔ فرّط فیہ۔ قصّرفیہ وضیّعہ حتیٰ مَات۔ ترکہ واغفلہ۔ کوتاہی کرنا۔ غفلت برتنا۔ فرّط سے باب تفعیل۔ افراط وتفریط اسی سے ہے۔ یعنی کسی شے میں معمول سے کمی یا بیشی کرنا۔ باب تفعیل میں تقصیر اور کوتاہی کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

= یَحْمِلُوْنَ۔ حَمْلٌ سے وہ اٹھائیں گے۔ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

= اَوْزَارَھُمْ۔ اُن کے بوجھ۔ اَوْزَارٌ جمع ہے وِزْرٌ کی

= اَلَا۔ حرف تنبیہ۔ اور حرف استفتاح ہے۔ خبردار "جان لو" "سن لو۔

= سَآءَ۔ سَآءَ یَسُوْءُ (نصر) بُرا ہے۔ فعل ذم ہے۔ سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۶ : ۳۳ = لَیَحْزُنُکَ۔ لام تاکید۔ یَحْزُنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تم کو رنجیدہ کرتی ہے (یہ بات) اس کا فاعل اَلَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ ہے یعنی وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں

= یَجْحَدُوْنَ ہ جَحَدٌ جُحُوْدٌ مصدر۔ باب فتح۔ وہ انکار کرتے ہیں۔

۶ : ۳۴ = اُوْذُوْا۔ وہ ستائے گئے۔ ان کو ایذا دی گئی۔ اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی مجہول کا صیغہ۔ جمع مذکر غائب۔

اذی مادّہ۔ اٰذٰی یُؤْذِیْ اِیْذَاءً وَاٰوْذِیَ یُوْذٰی اِیْذَاءً

= مُبَدِّلَ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ تبدیل کرنے والا۔

= نَبَاِیْ۔ اسم مجرور۔ مضاف۔ خبر۔ اَنْبَاءٌ جمع۔ خبریں۔

۶ : ۳۵ = کَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب باب کَرُمَ یَکْرُمُ۔ اس باب میں اس کا مصدر۔ کِبَرٌ۔ کُبْرٌ اور کِبَارَۃٌ آتا ہے جس کے معنی بڑا ہونا۔ کَبُرَ شاق ہے۔ دشوار ہے۔ ناگوار ہے

= اِعۡرَاضُهُمۡ - ان کی روگردانی - فاعل ہے کَبُرَ کا۔
= اَنۡ تَبۡتَغِیَ - کہ تو ڈھونڈھے یا تلاش کرے - اِبۡتِغَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَنۡ۔
= نَفَقًا - اسم منصوب مفعول - سرنگ - نَافِقَاءُ اور نُفَقَةٌ گوہ کا بیٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں۔ ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور جب شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکل جاتی ہے۔ نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دورُخی کا نام ہے۔
= سُلَّمًا - اسم منصوب مفعول - سیڑھی - زینہ - سُلَّمٌ کی جمع سَلَالِمُ اور سَلَالِیمُ ہے سُلَّمٌ السَّلَامَة سے مشتق ہے۔
= فَتَاْتِيَهُمۡ - تو لے آئے اُن کے پاس۔
فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ جملہ شرط ہے جس کا جواب فَافۡعَلۡ محذوف ہے - عبارت یوں ہوگی فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمۡ بِاٰيَةٍ فَافۡعَلۡ (اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ ڈھونڈھ نکالے زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان تک جانے کے لئے کوئی سیڑھی کہ لے آئے ان کے پاس کوئی معجزہ تو کر دیکھ)
یہ شرط - اور اِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ جواب شرط ہے۔
بعض کے نزدیک آیت ہذا میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن نہی کا مدعا یہ نہیں کہ رسول کریم ایسا کر رہے تھے اور آپ کو منع کیا گیا بلکہ یہ اسلوبِ کلام کسی چیز سے پرہیز اور اجتناب کی تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔
اور بعض کے نزدیک یہ خطاب امت کے ہر فرد کو ہے۔ علامہ ابو حیّان نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کے فرمودات کی روشنی میں پہلا قول زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔
قرآن کریم میں قریب قریب اسی حالت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔
(۱) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ۝ (۱۸ : ٦) (اور آپ جو ان پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید آپ ان کے پیچھے غم کے مارے جان ہی دیدیں گے - اگر یہ لوگ اس مضمون قرآنی پر ایمان نہ لائے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہلاکت کر دے)
(۲) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ۝ (۲٦ : ۳) شاید آپ ان کے

ایمان نہ لانے پر رنج پر رنج کرنے کرتے) اپنی جان دیدیں گے
(۳) اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ
(۲۸: ۵٦) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے
اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے۔

سو صریحًا آیت ہذا میں بھی خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم پر ان کا اعراض کرنا شاق گذرتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سُرنگ لگاؤ اور وہاں سے خدا کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اوپر سے کوئی نشانی ڈھونڈھ نکالو اور لا کر پیش کر دو۔ اگر ہو سکتا ہے تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لائیں گے ہی نہیں۔ اگر خدا کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں خود ہدایت پر جمع کرتا۔ (ابن کثیر)

٦: ٣٦ = يَسْتَجِيْبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ استجابۃٌ (استفعال) سے مصدر ج و ب حروف مادہ۔ دعوت قبول کرتے ہیں۔

= اَلْمَوْتٰى۔ المَيِّتُ کی جمع۔ مُردے۔

یہاں اَلَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ کے مقابلہ میں اَلْمَوْتٰى واقع ہوا ہے سننے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں۔ جو نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مُردہ وہ لوگ ہیں جو لکیر کے فقیر ہیں۔ اور اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب کی وجہ سے کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔

= يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ يَبْعَثُ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو اٹھائے گا۔

وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ رہے مُردے تو انہیں تو اللہ تعالیٰ بس قبروں ہی سے اُٹھائیگا (تفہیم القرآن) یعنی جو مردہ دل اور مردہ ضمیر ہیں وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔ اور روز محشر قبروں سے ہی اٹھیں گے۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے لئے خدا کے حضور لوٹائے جائیں گے

٦: ٣٨ = دَآبَّةٍ۔ جانور۔ چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اس میں ۃ وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَآبُّ ہے قرآن مجید میں دَآبَّۃ کا لفظ ہر حیوان کے لئے آیا ہے۔

= مَا فَرَّطْنَا۔ ماضی منفی جمع متکلم تَفْرِيْطٌ مصدر (باب تفعیل) ہم نے کمی یا کوتاہی نہیں کی۔ ہم نے کسی (ضروری) چیز کو نہیں چھوڑا۔ (ملاحظہ ہو ٦: ٣١)

۶: ۳۹ = صُمٌّ۔ اَصَمُّ کی جمع۔ بہرے۔
= بُكْمٌ ۔ اَبْكَمُ کی جمع ہے۔ گونگے۔

۶: ۴۰ = اَرَءَيْتَكُمْ ۔ اَخْبِرُوْنِيْ ۔ مجھے بتاؤ۔ بھلا بتاؤ تو۔
اَ ہمزہ استفہام۔ رَأَيْتَ فعل یا فاعل جس میں تَ فاعل ہے۔ اس کے بعد كَ۔ كُمَا
كُمْ۔ خطاب کے لئے ہیں۔ اور محض ضمیر فاعل کی تاکید کے لئے لائے جاتے ہیں۔ تَ کو حالت
تثنیہ۔ جمع اور تانیث میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ان حالتوں میں بجائے تَ کے
كَ میں حسب مقام تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اگر كَ۔ كُمَا۔ كُمْ برائے تاکید نہ لائے جائیں
تو تَ میں ضمیر کے مطابق تبدیلی ہو جائے گی۔ مثلاً اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى (۹۶: ۹) کیا تم نے
اس شخص کے حال پر نظر کی جو منع کرتا ہے۔
اور قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ۔ (۴۶: ۴) (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو کہ بھلا دیکھو تو سہی
کہ جن کو تم (اللہ کے سوا) پکارتے ہو۔ رأى مادہ۔ مہموز العین اور ناقص یائی ہے۔ اس سے مشتق رُؤْيَة
آتا ہے۔

۶: ۴۱ = يَكْشِفُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ كَشْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ دور کرتا ہے۔
= تَنْسَوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نِسْيَانٌ۔ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کو ضبط میں نہ رکھنے
کے ہیں۔ خواہ یہ ترک ضعف قلب کی وجہ سے ہو یا از راہ غفلت۔ یا قصداً کسی چیز کی یاد بھلادی
جائے۔ حتیٰ کہ وہ دل سے محو ہو جائے۔ نَسِيَ يَنْسٰى (سمع)
(جب مصیبت کا انتہائی وقت آتا ہے تو بدترین مشرک بھی اپنے دوسرے معبودوں کو بھلا
کر صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی پکارتا ہے۔)

۶: ۴۲ = بِالْبَأْسَاءِ ۔ سختی۔ فقر۔ اسم مؤنث۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔
= الضَّرَّاءِ = تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ بیماری۔ مصیبت۔ اسم ہے۔ بَأْسَاءُ اور اَلضَّرَّاءُ
دونوں مؤنث ہیں۔ اور ان کا مذکر نہیں آتا۔
= يَتَضَرَّعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَضَرُّعٌ (تفعل) مصدر۔ عاجزی کرتے ہیں
گڑگڑاتے ہیں۔ تاکہ عاجزی کریں۔
= آیۃ میں فَاَخَذْنٰهُمْ سے قبل فکفروا وکذبوا محذوف ہے۔
یعنی ہم نے رسول بھیجے لیکن انہوں نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی اور تکذیب کی تو ہم
نے ان کو تکالیف میں مبتلا کیا۔ (بیضاوی) لیکن اگر متن کو بعینہٖ لیا جاوے تو معانی ہونگے

ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ساتھ ہمارے سامنے جھک جائیں۔ (تفہیم القرآن)

صاحب کشاف اور صاحب روح المعانی نے اول الذکر کو اختیار کیا ہے۔

۶:۴۳ = لَوْلَا۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) امتناعیہ (اگر نہ) لو حرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔ لفظاً کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ پہلے جملہ کا ایک جزو ضرور محذوف ہوتا ہے خواہ خبر ہو یا فعل۔

ابن مالک کا قول ہے کہ لَوْلَا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائن ثابت وغیرہ تو واجب الحذف ہے۔ اور اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی نوع کے ساتھ مقید ہو مثلاً۔ اٰکِلُ شارب۔ قائم قاعد۔ ذاھب۔ ماشی۔ وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے۔ جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے لولا قومك حدیث عھد بالاسلام لھدمت الکعبۃ۔ اگر تیری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا دیتا۔ (اور ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سکتی ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں۔ مثلاً لَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ (۴:۸۳) اگر عَلَیْکُمْ۔ فَضْلُ اللّٰہِ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہو گی۔ ورنہ نازل کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہو گی۔

اور اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی ضروری ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ (۳۴:۳۱) مبرد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

(۲) تحضیض اور عرض کے لئے بھی لَوْلَا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا تحضیض) نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا (عرض) اس وقت لَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے۔ خواہ لفظاً ہو یا معنیً۔ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ (۲۷:۴۶) تحضیص اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ (۶۳:۱۰) عرض۔

۳۔ زجر و توبیخ کے لئے۔ اس وقت یہ ماضی پر داخل ہوگا۔ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ (۲۴:۱۳) اور فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا۔ (۶:۴۳)

(۴) استفہام کے لئے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ (۶:۸) اور لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ (۶۳:۱۰) لیکن جمہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں توبیخ اور دوسری آیت

میں عرض کے لئے ہے۔

= فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا۔ فَلَوْلَا تَضَرَّعُوْا اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا۔ پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو کیوں نہ انہوں نے زاری کی اور توبہ کی۔

= قَسَتْ ماضی واحد مؤنث غائب قَسْوَةٌ مصدر۔ قَسْوٌ مادہ ناقص واوی قَسَا يَقْسُوْا (نصر) اصل میں قَسَوَتْ تھا واؤ ساقط ہو کر قَسَتْ ہو گیا۔ (دل) سخت پڑ گئے۔ خشک ہو گئے حق کو قبول نہیں کرتے۔

۶:۴۴ = فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ہم نے ہر شے کے دروازے ان پر کھول دیئے یعنی ان کو ہمہ قسم کی نعمتوں سے نوازا۔

= بَغْتَةً۔ اچانک۔ یک دم۔ یکایک۔

= مُبْلِسُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مرفوع۔ مُبْلِسٌ واحد۔ مایوس۔ غمگین۔ پشیمان۔ متحیر۔ خاموش۔ جن کو کوئی بات بن پڑنی ممکن نہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس۔ بَلَسٌ۔ بے خبر آدمی۔

۶:۴۵ = دَابِرُ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ جڑ۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

= وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ حمد الٰہی اس واسطے کہ ظالم قوموں کی بیخ کنی سے خدا کی مخلوق کو نجات نصیب ہوئی۔ اس نعمت پر خدا کی حمد انسان پر لازم ہے۔

۶:۴۶ = اَرَءَيْتُمْ۔ ملاحظہ ہو ۶:۴۰۔

= نُصَرِّفُ۔ مضارع جمع متکلم تَصْرِيْفٌ مصدر۔ (باب تفعیل) ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔ ہم کھول کھول کر ہر پہلو سے بیان کرتے ہیں۔

= يَصْدِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَدْفٌ مصدر (باب ضرب) اعراض کرتے ہیں

۶:۵۲ = لَا تَطْرُدْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر (باب نَصَرَ) طَرْدٌ سے۔ جس کے معنی ذلیل سمجھ کر ہانکنے اور دور کرنے کے ہیں۔ دھتکارنا۔

= غَدٰوة۔ تڑکا۔ طلوع فجر اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت

= اَلْعَشِيِّ۔ (۱) زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت۔ اسی بنار پر ظہر اور عصر کو صَلَاتَا الْعَشِيِّ۔ بولتے ہیں۔

(۲) دن کا پچھلا وقت۔ (۳) زوال سے لے کر صبح صادق تک کا وقت (۴) عَشِيٌّ وَ

عِشَاءٌ نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔
= فَتَطْرُدَهُمْ ۔ کہ تو ان کو اپنے سے دور ہٹاوے۔ تَطْرُدَ واحد مذکر حاضر منصوب بوجہ جوابِ نہی (مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ ۔ ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری تجھ پر نہیں)
= فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ جواب نہی۔ (لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ) یہ بھی جائز ہے کہ فَتَطْرُدَهُمْ پر عطف ہے بوجہ تسبّب کے کہ ظالمین میں سے ہونا بوجہ ان کو اپنے سے دور ہٹانے کے ہے۔

یہ آیت حضرت بلال۔ خباب۔ سلمان۔ عمار وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی تھی کہ اکابرین مکہ حضور سے کہتے تھے کہ ہم آپ کے پاس حاضر تو ہوں لیکن ان گنواروں۔ ناداروں کے ساتھ بیٹھنا ہماری ہتک ہے۔

۶: ۵۳ = فَتَنَّا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ اس کے علاوہ مصیبت سے بچانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ماضی بمعنی مضارع بھی ہو سکتا ہے ہم آزمائش میں ڈالتے ہیں۔

= مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔ خدا نے ان پر بڑا احسان کیا مَنَّ يَمُنُّ (نصر) مَنٌّ مصدر احسان کرنا۔ مَنَّان احسان کرنے والا۔ اَلْمَنَّانُ ۔ خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۶: ۵۵ = تَسْتَبِيْنَ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِسْتِبَانَةٌ (استفعال) بين مادہ سے وہ ظاہر ہو جائے۔ کھل جائے۔

= سَبِيْلُ ۔ راستہ۔ راہ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

۶: ۵۶ = نُهِيْتُ ماضی مجہول واحد متکلم۔ نَهْيٌ سے مجھے روکا گیا ہے۔ مجھے ممانعت کر دی گئی ہے۔

۶: ۵۷ = بَيِّنَةٌ ۔ واحد۔ بَيِّنَاتٌ ۔ جمع۔ روشن اور کھلی دلیلیں۔ ایسی دلیلیں جو حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دیں۔

= كَذَّبْتُمْ بِهٖ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب سے مراد اللہ تعالیٰ ہے (کشاف) یا اللہ کی جانب سے آئی ہوئی کلام۔ يعني اَلْقُرْاٰنُ ومعجزات الباهرة وبراهين الواضحة (الخازن)

= تَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ تم جلدی کرتے ہو۔ تم عجلت کرتے ہو۔ یعنی جس عذاب یا پاداش کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ استعجال (استفعال) سے جمع مذکر حاضر۔

= يَقُصُّ ۔ قَصَّ يَقُصُّ (نصر) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ بیان کرتا ہے۔ یعنی اللہ

تعالیٰ بیان کرتا ہے۔
= اَلْفَاصِلِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر فَیْصِلٌ مصدر۔ فیصلہ کرنے والے۔ حق کو باطل سے الگ کرنے والے۔
۶: ۵۸ = لَقُضِیَ الْاَمْرُ۔ بات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا اَلْقَضَاءُ کا معنی قَوْلاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔ حکم کرنا۔ خبردار کرنا۔ تمام کرنا کے معنی میں بھی آتا ہے ملاحظہ ہو (۶: ۲)
۶: ۵۹ = تَسْقُطُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب (باب نصر) وہ گرتی ہے۔ سُقُوْطٌ بمعنی گرنا ہے۔
= وَرَقَةٍ۔ اسم مفرد۔ نکرہ۔ کوئی ایک پتہ۔ وَرَقٌ چاندی کا سکہ۔ (فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ۔ تو اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر میں بھیجو۔ (۱۸: ۱۹)
= حَبَّةٍ۔ دانہ۔ غلہ۔ اناج۔ گندم۔ جو وغیرہ اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں حُبُوْبٌ جمع۔
= رَطْبٍ ہرا۔ یَابِسٍ خشک۔ دونوں مجرور بوجہ حرف جار۔ مِنْ کے ہیں۔
= كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ لوح محفوظ
۶: ۶۰ = يَتَوَفّٰىكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّيْ مصدر۔ (باب تفعّل) كُمْ ضمیر مفعول۔ تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے۔ یا لے لیگا۔
یہاں تَوَفِّيْ کا لفظ نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ نیند بھی موت کی بہن ہے۔
= جَرَحْتُمْ۔ تم نے کمایا۔ (باب فتح) جَرْحٌ سے جس کے معنی زخمی کرنے کمانے اور کسی میں طعن کرنے کے ہیں۔ یہاں کمانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ يُقَالُ فُلَانٌ يَجْرَحُ لِعِيَالِهٖ۔ وہ اپنے کنبے کے لئے کماتا ہے۔
۶: ۵۸ = ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ پھر اٹھاتا ہے تم کو (نیند سے) دن کے وقت ہٖ کی ضمیر النَّهَارِ کی طرف راجع ہے۔
= لِيُقْضٰىٓ اَجَلٌ مُّسَمًّى تاکہ پوری کردی جائے (اس نیند اور بیداری کے تسلسل سے تمہاری عمر کی) میعادِ مقررہ۔
۶: ۶۱ = حَفَظَةً۔ حَافِظٌ کی جمع۔ نگہبان۔ حفاظت کرنے والے۔
= تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔ (فرشتوں کی جماعت) اس کو اٹھا لیتی ہے۔ اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔

= لَا يُفَرِّطُوْنَ ۔ وہ (اس میں) کوتاہی نہیں کرتے۔ یعنی اللہ کے فرستادے اس کے حکم کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو ۶: ۳۱ - ۶: ۳۸

۶: ۶۲ = رُدُّوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب رَدٌّ سے۔ وہ واپس لائے گئے۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھیرے گئے۔ یعنی عبادُہٗ۔ اس کے بندے موت کے بعد اس کے حضور لوٹائے جائیں گے۔

= اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۔ حساب کرنے والوں میں سب سے زیادہ جلد اور تیز حساب کرنیوالا

۶: ۶۳ = تَضَرُّعًا۔ عاجزی کرنا۔ گڑگڑانا۔ بروزن تفعّل مصدر ہے

= لَئِنْ اَنْجٰنَا۔ اگر وہ (اللہ) ہمیں نجات دیدے (یہ ان کی دعا ہے لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ)

۶: ۶۴ = كَرْبٍ ۔ اسم مصدر۔ نکرہ۔ سخت غم۔ دم گھوٹنے والا غم

۶: ۶۵ = يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا۔ يَلْبِسَ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَبْسٌ مصدر (باب ضَرَبَ) كُمْ ضمیر مفعول وہ تم کو ملا دے۔ یعنی باہم دست وگریباں کردے۔ شِيَعٌ۔ جمع شِيْعَةٌ کی۔ اَلْبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ۔ جب بات مشتبہ اور گڈمڈ ہو جائے۔ وَلَبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ خلط ملط ہو جانا کہ حقیقت پہچانی نہ جا سکے۔ قرآن میں ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲: ۴۲) اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو۔ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا تم کو مختلف فرقوں میں بانٹ دے کہ آپس میں الجھ جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے لگو

= يُذِيْقَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِذَاقَةٌ مصدر (باب افعال) وہ چکھائے۔

يَبْعَثَ ۔ يَلْبِسَ اور يُذِيْقَ منصوب آئے ہیں بوجہ عمل اَنْ کے۔

= بَاْسَ ۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ جنگ کی شدت۔

= يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۔ تم میں سے ایک فریق کی سختی و ایذارسانی کا مزہ دوسرے فریق کو چکھائے

۶: ۶۶ = كَذَّبَ بِهٖ میں ہٖ ضمیر قرآن حکیم کے لئے ہے

= وَكِيْلٌ ذمہ دار۔ کارساز۔ نگران۔ نگہبان۔

۶: ۶۷ = مُسْتَقَرٌّ ۔ القرار۔ الثبوت۔ نهاية۔ غاية۔

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۔ یعنی قرآن کی ہر ایک خبر میں ایک حقیقت ایک غایت ہے یا خدا بتائی ہوئی ہر خبر کے لئے اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت اور مکان ہے اور اس میں کوئی

تاخیر یا ردوبدل نہیں ہے۔

۶:۶۸ = یَخُوْضُوْنَ ۔مضارع جمع مذکر غائب خَوْضٌ سے (باب نصر) وہ مشغول ہوتے ہیں ۔اردو میں غور وخوض استعمال ہوتا ہے۔لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ استہزاء اور طعناً آیاتِ ربانی (قرآن حکیم) پر بحث کرتے ہیں یا نکتہ چینی کے لئے انہیں زیربحث لاتے ہیں۔

= یَخُوْضُوْا۔ مضارع مجزوم۔منصوب حَتّٰی کے عمل کی وجہ سے

= اِمَّا۔ اِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ بطور حرف تفصیل ۔جیسے اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا ۔(۷۶:۳) ہم نے انسان کو راستہ دکھایا اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن جائے ۔

(۲) شک وابہام کے موقع پر جیسے جَآءَ اِمَّا زَیْدٌ وَاِمَّا عَمْرٌو ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو۔

(۳) اباحت وتخییر کے لئے۔ تَعَلَّمْہُ اِمَّا الْفِقْہَ وَاِمَّا اللُّغَۃَ ۔فقہ سیکھ یا لغت ۔یہاں اگر کے معنی میں ہے۔

= یُنْسِیَنَّکَ ۔ یُنْسِیَنَّ مضارع واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَسِیٌ سے وہ تم کو بھلا ہی دے۔

= لَا تَقْعُدْ ۔فعل نہی واحد مذکر حاضر (باب نصر) قُعُوْدٌ۔ تو نہ بیٹھ۔تجھے بیٹھنا نہ چاہئے

الذِّکْرٰی۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے۔ نصیحت کے معنوں میں آیا ہے۔ وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔(۵۱:۵۵) اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مؤمنوں کو نفع دیتی ہے۔ ان ہی معنوں میں یہ اگلی آیت میں استعمال ہوا ہے ۔لیکن یہاں بمعنی یاد آیا ہے۔یعنی یاد آنے کے بعد۔

۶:۶۹ = مِنْ حِسَابِہِمْ میں ضمیر ھِمْ کافروں کے لئے ہے یعنی تقویٰ اختیار کرنے والوں پر کافروں کے حساب سے کچھ بوجھ نہ ہوگا۔ انہیں معنوں میں آیۃ ۵۲ میں استعمال ہوا ہے۔

= وَلٰکِنْ ذِکْرٰی ۔لیکن نصیحت کرنا تقوی اختیار کرنے والوں پر فرض ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے وَلٰکِنْ عَلَیْہِمْ ذِکْرٰی ۔

= لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب بھی کافروں کے لئے ہے۔

۶:۷۰ = ذَرْ ۔امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر وَذْرٌ سے (باب سمع وفتح) تو چھوڑ دے۔

= غَرَّتْہُمْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ ھُمْ ۔ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ دنیاوی زندگی نے ان کو بہکا رکھا ہے۔

وَ ذَكِّرْ بِهٖ۔ اور نصیحت کرو قرآن کے ذریعہ سے۔ یعنی ان مشرکوں کو قرآن کی روشنی میں نصیحت کرو۔ ذَكِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے۔

= اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اَنْ۔ مبادا کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ (۴۹ : ۶) اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو۔ اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

اکثر مفسرین نے یہاں اَنْ کو انہیں معنوں میں لیا ہے۔ لیکن اگر اسے "کہ" کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ علامہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا ہے تو عبارت کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں اس صورت میں اَنْ کے بعد کا جملہ ذَكِّرْ کا مفعول بہ ہوگا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں :-

و منهم من جعله (ای تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ) مفعولا به لذکر۔ ان میں سے بعض نے "تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ" کو ذَكِّرْ کا مفعول بہ لیا ہے۔

= تُبْسَلَ۔ وہ گرفتار ہو جائے۔ وہ ہلاکت کے سپرد کی جائے۔ اِبْسَالٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب بُسْلٌ بمعنی تُهْلَكُ (ابن عباسؓ)

تُحْبَسَ۔ (قتادہ) ای فی نار جهنم۔ تحرق بالنار (الضحاک)

= تَعْدِلْ۔ وہ بدلہ دیوے (ضرب) عدل سے جس کے معنی اصل میں مساوی اور برابر کرنے کے ہیں۔ چونکہ بدلہ کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلہ ہے اس کے برابر ہے۔ اس لئے بدلہ کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

= وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ ...... الخ۔ اور نصیحت کر قرآن کے ذریعہ سے کہ :۔ پکڑا جائیگا آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے اور نہیں ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ اور اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

= اُولٰٓئِكَ۔ وہ لوگ جو دین کو کھیل اور دل لگی سمجھتے ہیں اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں رکھا ہوا ہے۔

= اُبْسِلُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ ہلاک کئے گئے وہ ہلاک ہوئے۔ وہ گرفتار کئے گئے۔ وہ پکڑے گئے۔ وہ ثواب سے محروم کئے گئے۔ (اوپر تُبْسَلَ ملاحظہ کیا جائے)

= حَمِيْمٌ ۔ نہایت گرم پانی۔ اس سے حمام مشتق ہے جہاں گرم پانی مل سکتا ہے۔
حَمِيْمٌ قریبی دوست کو بھی کہتے ہیں حَمٌّ سے۔
۶ : ۷۱ ۔ نُرَدَّ ۔ مضارع مجہول جمع متکلم۔ رَدَّ يَرُدُّ ۔ (باب نصر) سے ہم پھیر دیئے جائیں ۔ ہم لوٹائے جائیں ۔ ہمیں لوٹا دیا جائے۔
= اَعْقَابِنَا ۔ عَقِبٌ کی جمع مضاف مضاف الیہ ۔ ہماری ایڑیاں ۔ الرَّدُّ عَلَى الْاَعْقَابِ بمعنی الرُّجُوْعُ اِلَى الشِّرْكِ وَالضَّلَالِ ۔
= كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ ۔ لغت مصدر محذوف ۔ ای انرد ردًّا مثل ردالذی استھوتہ الشیطین ۔ او ندعوا دعاء مثل دعاء الذی استھوتہ الشیطین ۔ کیا ہم پھر جائیں مثل پھرنے اس شخص کے جسے شیاطین نے بھٹکا دیا ہو ۔ یا پکاریں مثل پکارنے اس شخص کے .... الخ ۔
= اِسْتَهْوَتْهُ ۔ اس نے اس کو راستہ بھلا دیا ۔ اِسْتِهْوَاءٌ ۔ (استفعالٌ) راستہ بھلا دینا ۔ فریفتہ کرنا ۔ بلندی سے پستی کی طرف لانا ۔
= حَيْرَانَ ۔ حیران ۔ سراسیمہ ۔ بہکا ہوا ۔ متردّد ۔ حیرة سے صفت مشبہ کا صیغہ ۔
= لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلَّذِىْ کی طرف راجع ہے۔
= اِئْتِنَا ۔ ہمارے پاس آ ۔ اِئْتِ صیغہ امر ۔ نا ضمیر جمع متکلم اَتٰى يَاْتِىْ اِتْيَانٌ (ضَرَبَ) سے
= لَهٗ اَصْحٰبٌ ...... اِئْتِنَا ۔ اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا رہے ہوں ہدایت کی طرف ۔ اور پکار رہے ہوں کہ ہماری طرف آجا ۔"
۶ : ۷۲ = وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۔ ای وا مرنا لان اقیموا الصَّلٰوۃ و اتَّقُوْهُ ۔ (اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ) تم نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو ۔
۶ : ۷۳ ۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ اور جس دن وہ کہیگا کہ حشر ہو جائے اسی دن وہ ہو جائے گا ۔ (تفہیم القرآن)
يَوْمَ بمعنیٰ حِيْنَ (وقت) بھی ہو سکتا ہے ۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے (وہ وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا) اور جس وقت (بھی) وہ کسی شے کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے ۔
= قَوْلُهُ الْحَقُّ ۔ اس کا ارشاد عین حق ہے ۔ عین حقیقت ہے ۔ جو وہ حکم دیتا ہے وہ

ہو کر ہی رہتا ہے اس کا قول اٹل ہے قَوْلُہٗ مبتدا۔ اَلْحَقُّ۔ خبر۔

۶: ۷۴ = اَرٰىكَ ۔ اَرٰى ۔ مضارع واحد متکلم رَاٰى يَرٰى رَاْيًا وَ رُؤْيَةً (فتح مہموز العین ناقص یائی) میں دیکھتا ہوں ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھے دیکھتا ہوں ۔ میں تجھے پاتا ہوں ۔

۶: ۷۵ = كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح ۔ كَمَا اَرَيْنَاهُ قبح الشرك جس طرح ہم نے اس کو شرک کی قباحت (باپ کی اور اس کی قوم کی گمراہی) دکھائی تھی۔ اسی طرح ہم نے چشمِ بصیرت سے اس کو ملکوت السمٰوٰت والارض کا مشاہدہ کرادیا۔

= نُرِيْ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ اَرٰى يُرِيْ (باب افعال) اِرَاءَةٌ ۔ ہم دکھاتے ہیں یہاں مضارع ماضی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= مَلَكُوْتَ ۔ مصدر۔ مُلْكٌ سے مبالغہ کا صیغہ بذریعہ ازادی و ت اقتدار کامل۔ غلبہ تامّہ حکومت حقیقیہ۔ بقول راغب۔ ملکوت ۔ اللہ کی بادشاہت کے لئے مخصوص ہے۔

= وَلِيَكُوْنَ ۔ اى فعلنا ذٰلك ليكون (ہم نے ایسا اس لئے کیا) کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

= اَلْمُوْقِنِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ معرفہ۔ مجرور۔ اَلْمُوْقِنُ ۔ واحد ۔ اِيْقَانٌ مصدر۔ عین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہونے والے۔

۶: ۷۶ ۔ جَنَّ عَلٰى ۔ اس نے ڈھانپ لیا ۔ اس نے چھپالیا۔ جَنٌّ سے (باب نَصَرَ)

= اَفَلَ ۔ وہ غائب ہو گیا۔ وہ غروب ہو گیا۔ (ضَرَبَ ۔ نَصَرَ ۔ سَمِعَ) اُفُوْلٌ سے بمعنی آفتاب ۔ ماہتاب ۔ وغیرہ ستاروں کا غروب ہونا۔ اٰفِلٌ اسم فاعل جمع اٰفِلِيْنَ

۶: ۷۷ = بَازِغًا ۔ درخشاں ۔ روشن ۔ بُزُوْغٌ سے بمعنی طلوع ہونا ۔ چمکنا ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

۶: ۷۸ = هٰذَا رَبِّيْ ۔ اَهٰذَا رَبِّيْ کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ اَ استفہامیہ محذوف ہے اور استفہام انکاری کے طور پر آیا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم کیا یہ میرا رب ہے ؟ ہرگز نہیں ۔

۶: ۷۹ = وَجَّهْتُ ۔ ماضی معروف واحد متکلم ۔ تَوْجِيْهٌ مصدر (باب تفعیل) میں نے اپنا رُخ پھیر لیا ۔

= فَطَرَ ۔ فَطْرٌ مصدر ۔ وہ عدم سے وجود میں لایا ۔ اس نے پیدا کیا ۔ فَطْرٌ کے اصل معنی

پھاڑ دینے کے ہیں یعنی عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لایا۔
= حَنِیْفًا۔ اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الحنیف بروزن (فعیل) جو باطل کو چھوڑ کر حق و استقامت کی طرف آجائے۔ اس کی جمع حُنَفَاءُ ہے۔ حَنِیْفٌ حَنَفٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
۶: ۸۰ = حَاجَّہٗ۔ مُحَاجَّۃٌ (مفاعلۃ) سے باہم حجت کرنا۔ دلیل بازی کرنا۔ الحُجَّۃُ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے۔ اور دو متناقض امور میں سے ایک کی صحت کی مقتضی ہو۔
حَاجَّ اس نے حجت بازی کی۔ اس نے جھگڑا کیا۔
= ھَدٰانِ۔ اصل میں ھَدَانِیْ ہے اس نے مجھے ہدایت دی۔ مجھے ہدایت یافتہ کیا۔ ھِدَایَۃٌ سے (باب ضرب)
= اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا۔ اللہ میرا رب ہے کوئی تکلیف مجھے پہنچانا چاہے تو۔ (ورنہ میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم رب کا شریک ٹھہراتے ہو)
= اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہمزہ استفہامیہ۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔ تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے (باب تفعل)
۶: ۸۱ = لَمْ یُنَزِّلْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے نہیں نازل کیا۔ اس نے نہیں اتارا۔ یعنی جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم کو کوئی اجازت نامہ نہیں دیا۔
= اَلْفَرِیْقَیْنِ۔ موحدین کا فریق اور مشرکین کا فریق۔ حضرت ابراہیم اور اس کے پیروکار ایک فریق۔ مشرکین مخالفین دوسرا فریق۔
= بِالْاَمْنِ۔ ای امن من العذاب۔ عذاب سے بےخوفی اور اطمینان
۶: ۸۲ = لَمْ یَلْبِسُوْا۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب لَبْسٌ مصدر۔ انہوں نے نہیں ملایا۔ انہوں نے مخلوط نہیں کیا۔
= آیت ۸۲ پر حضرت ابراہیم کا کلام ختم ہوا۔
۶: ۸۴ = ذُرِّیَّۃٌ ذُرٌّ سے۔ نسل۔ اولاد۔ ذَرَّۃٌ ذرہ بھر۔
۶: ۸۸ = حَبِطَ عَنْ۔ اَلْحَبْطُ۔ (حسب یحسب) کے معنی کسی کام کے ضائع ہو جانے اور اکارت ہونے کے ہیں۔ آیۃ ہذا۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے

سب ضائع ہوجاتے۔ ارشاد ہے لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۔ (۳۹: ۶۵) تو یقیناً تمہارے عمل برباد ہوجائیں گے
حَبِطَ عَنْهُ ای ذهب عنه۔

۶: ۸۹ = بِهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث۔ الكتٰب۔ والحکم۔ والنبوۃ کی طرف راجع ہے۔ یا اس کا مرجع آیات قرآنی ہیں جو دلائل التوحید والنبوۃ کے متعلق ہیں۔

= هٰٓؤُلَآءِ۔ یعنی اہلِ مکہ۔

= وَكَّلْنَا بِهَا۔ وَكَّلْنَا۔ ماضی معروف۔ جمع متکلم۔ تَوْكِيلٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے مقرر کر دیا ہے

= قَوْمًا۔ گروہ۔ جماعت۔ بلا تخصیص نسل ووطن (اُس صورت میں جب کہ ایسی قوم بلاواسطہ مخاطب نہ ہو) ایک نسب اور وطن سے تعلق رکھنے والی جماعت (جہاں پیغمبروں نے ان کو خطاب کیا ہو جیسے يَا قَوْمِ یا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ)

یہاں اس آیۃ میں قوم سے مراد اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین۔ تابعین تبع تابعین۔ عربی، عجمی سب مراد ہیں جو اہل ایمان تھے۔

۶: ۹۰ = اُولٰٓئِكَ سے مُراد وہ اٹھارہ انبیاء ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

= اِقْتَدِهْ۔ تو اس کی پیروی کر۔ تو اس کی اقتدا کر۔ اقتدار کا معنی ہے کسی کے کام کے موافق کوئی کام کرنا

علامہ قطب الدین الکشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :۔

کہ یہاں اقتدار سے مقصود صرف اخلاق فاضلہ اور صفات کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی پیروی کرنا ہے۔ هٗ ضمیر واحد مذکر فَبِهُدٰىهُمُ میں هُدًى کی طرف راجع ہے۔

= اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ (آیۃ ۸۹) سے لے کر اِقْتَدِهْ (آیۃ ۹۰) تک ترجمہ یوں ہوگا۔

یہ تھے انبیاء جنہیں ہم نے کتاب وحکمت اور نبوت عطا کی۔ پس اگر یہ لوگ (اہل مکہ) ان کے (کتاب وحکمت۔ نبوت یا آیات قرآنی) سے انکار کرتے ہیں۔ تو ہم نے مقرر کر دیا ہے ایک ایسی قوم کو (اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین وغیرہ) جو ان (کتاب وحکمت۔ نبوت یا آیاتِ قرآنی) سے منکر نہیں ہے (بلکہ ان پر ایمان رکھتی ہے) یہی (انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی تو بھی ان کی اس ہدایت کی (جو میں نے ان کو عطا کی) پیروی کر

= عَلَيْهِ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن یا تبلیغ قرآن ہے۔ اور اسی طرح هُوَ ضمیر کا مرجع بھی قرآن ہے۔

= اِنْ نافیہ ہے۔

= ذِكْرٰی ۔ نصیحت ۔ اوپر ٦: ٦٨ ملاحظہ ہو۔

٦: ٩١ = مَاقَدَرُوْا ۔ ماضی منفی معروف ۔ صیغہ جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے تعظیم نہیں کی ۔ انہوں نے نہیں پہچانا۔

= تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ = جن کو تم نے متفرق اور مختلف کاغذوں میں لکھ رکھا ہے (تاکہ اپنے مطلب کے اوراق مختلف مواقع پر پیش کئے جا سکیں جیسا کہ ان کے اپنے مفاد میں مناسب ہو)

= قَرَاطِيْسَ ۔ اَلْقِرْطَاسُ ۔ ہر وہ چیز جس پر لکھا جائے ۔ کاغذ وغیرہ

= قُلِ اللّٰهُ ۔ جواب ہے قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى کا ۔ قُلِ اللّٰه کو اگر جملہ اسمیہ لیا جائے تو تقدیر ہوگی قُلْ هُوَ اللّٰهُ ۔ اور جملہ فعلیہ کے اعتبار سے اس کی تقدیر ہوگی ۔ قُلْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ ۔

= خَوْضِهِمْ ۔ ان کی بیہودہ گوئی ۔ باتیں بنانا ۔ گھسنا ۔ خَاضَ يَخُوْضُ کا مصدر ہے خَوْضٌ کے معنی پانی میں گھسنے کے ہیں ۔ بطور استفادہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے استعمال ہوتا ہے

٦: ٩٢ = لِتُنْذِرَ ۔ کہ ڈرائے تو ۔ تو ڈرائے گا ۔ تو ڈراتا ہے ۔ اِنْذَارٌ ۔ سے مضارع واحد مذکر حاضر ۔

= اُمَّ الْقُرٰى ۔ مکہ معظمہ ۔ بستیوں کی اصل اور جڑ ۔ بستیوں کی ماں ۔

= مَنْ حَوْلَهَا ۔ جو اس کے اردگرد ہے ۔ یعنی تمام اہل مشرق ومغرب ۔

٦: ٩٣ = اِفْتَرٰى ۔ اس نے جھوٹ باندھا ۔ اس نے بہتان تراشا ۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

= مَنْ قَالَ ۔ ای من اظلم ممن قال ۔ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو کہے ۔

= وَلَوْ تَرٰى ۔ کاش تو دیکھے ۔ کاش تو دیکھ سکے ۔

= غَمَرَاتِ ۔ غَمْرَةٌ کی جمع ۔ موت کی سختیاں ۔ جو سارے اعضاء پر چھا جائیں ۔ غَمْرَةٌ وہ کثیر پانی جس کی تہ نظر نہ آئے ۔ بطور تشبیہ اس سے مراد جہالت ۔ غفلت لی جاتی ہے ۔ جو قوی پر غالب آجائے ۔

= بَاسِطُوْا ۔ اصل میں بَاسِطُوْنَ تھا ۔ اَيْدِيْهِمْ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ن ساقط ہوگیا ۔ کھولنے والے ۔ بڑھانے والے ۔

یعنی کاش تو ان ظالمین کو اس حالت میں دیکھ سکے جب موت کی سختیاں ان پر غالب ہوں گی ۔ اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کے لئے) ہاتھ اپنے ان کی طرف بڑھا رہے ہوں گے ۔

= اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ اس سے پہلے یَقُوْلُوْنَ لَھُمْ محذوف ہے ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ لاؤ اپنی جانیں ۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ۔ اگر ہوسکتا ہے تو چھڑا دو اپنی جانیں ، ہمارے ہاتھوں سے اَخْرِجُوْا فعل امر حاضر ۔ اَنْفُسَكُمْ مفعول بہٖ ۔

= تُجْزَوْنَ ۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے ۔ تم جزا دیئے جاؤ گے ۔ جَزَاءٌ سے جمع مذکر حاضر ۔

= عَذَابَ الْھُوْنِ ۔ اسم ہے ۔ اَلْھَوَانُ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے ۔

(۱) انسان کا کسی ایسے موقع پر نرمی کا اظہار کرنا کہ جس میں اس کی سُبکی نہ ہو ۔ یہ قابل ستائش ہے قرآن حکیم میں ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ ھَوْنًا (۲۵:۶۳) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں ۔

(۲) ھَوَانٌ بمعنی ذلت اور رسوائی کے بھی آتا ہے یعنی دوسرا انسان اس پر مسلط ہو کر اس کو سبکسار کرے ۔ تو یہ قابل مذمت ہے قرآن حکیم میں ہے فَاَخَذَتْھُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْھُوْنِ ۔ (۴۱:۱۷) تو ..... کڑک نے ان کو آپکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا ۔

اور اگر عَلٰی کے ساتھ آئے تو معنی معاملہ کے آسان ہونے کے ہیں جیسے ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ (۱۹:۳۱) کہ یہ مجھے آسان ہے ۔

سو عَذَابَ الْھُوْنِ بمعنی ذلت کا عذاب ۔

= تَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم تکبر کرتے تھے تم گھمنڈ کرتے تھے ۔

۶:۹۴ = جِئْتُمُوْنَا ۔ تم ہمارے پاس آپہنچے ۔ اس میں واؤ اشباع کا ہے اور نا ضمیر جمع متکلم ہے

= فُرَادٰی ۔ فَرْدٌ ۔ کی جمع ۔ اکیلے اکیلے ۔ ایک ایک ۔

= خَوَّلْنٰكُمْ ۔ ہم نے تم کو عطا کیا ۔ ہم نے تم کو دیا ۔ تَخْوِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) سے جس کے معنی ایسی چیزوں کے عطا کرنے کے ہیں جن کی نگہداشت کی ضرورت پڑے ۔ جیسے عربی میں کہتے ہیں فُلَانٌ خَالُ مَالٍ اَوْ خَائِلُ مَالٍ ۔ یعنی فلاں مال کی خوب نگہداشت کرنے والا ہے (آیۃ ہذا میں : جو مال و متاع ہم نے تم کو دیا تھا تم سب پیچھے چھوڑ آئے)

ماضی جمع متکلم ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔

= فِيْكُمْ ۔ اَیْ فِیْ اُمُوْرِكُمْ ۔ تمہارے معاملات میں ۔

= شُرَكٰٓؤُا یعنی شُرَكَاءُ لِلّٰہِ

یعنی جن کو تم یہ سمجھتے تھے کہ تمہاری فلاح و بہبود اور نفع و نقصان میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں

اور عمل و دخل رکھتے ہیں۔
= تَقَطَّعَ۔ کٹ گیا۔ ٹوٹ گیا۔ قطع قطع ہو گیا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تَقَطُّعٌ (تفعّل) سے تَقَطَّعَ بَیْنَکُمْ۔ ای تقطع ما بینکم من الوصل۔ بے شک تمہارے درمیان جو رشتہ تھا وہ اُٹوٹ گیا۔
= ضَلَّ۔ کھو گیا۔ گم ہو گیا۔ ضائع ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے دور جا پڑا۔
= مَا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے (وہ کھو گئے)
۶:۹۵ = فَالِقٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ فَلْقٌ مصدر۔ پھاڑنے والا۔ بیج اور گٹھلی کو پھاڑ کر سبزہ نکالنے والا۔ (فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی) تاریکی کو پھاڑ کر صبح کرنے والا۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ)
= اَلْحَبِّ۔ دانہ۔ غلہ۔ گندم۔ اناج۔ اس کی جمع حبوب ہے۔ عام (دوائی وغیرہ کی گولیوں کو) بھی حَبّ کہتے ہیں۔
= النَّوٰی۔ النَّوَاۃُ۔ اس کی واحد۔ کھجور کی گٹھلیاں۔
= تُؤْفَکُوْنَ۔ تم پلٹائے جاتے ہو۔ تم پھیرے جاتے ہو۔ اِفْکٌ سے جس کے معنی کسی شے کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں۔
یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر
= ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔ یہ ہے اللہ (ان خوبیوں والا) اور (تم دیکھو) تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔
۶:۹۶ = سَکَنًا۔ برائے تسکین۔ آرام۔ راحت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔ سُکُوْنٌ سے اسم ہے۔ بسنے کی جگہ۔ آرام و سکون کی جگہ یا وقت۔ محلاً للسکون (قرطبی)
= حُسْبَانًا۔ برائے حساب۔ شمار۔ حُسْبَانٌ بمعنی حساب و شمار۔
حَسَبَ یَحْسُبُ (نصر) کا مصدر ہے۔
قرآن مجید میں جو یہ آیا ہے وَیُرْسِلَ عَلَیْھَا حُسْبَانًا (۱۸:۴۰) اور بھیج دے اس پر عذاب تو یہاں حُسْبَانٌ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ (۱) ایک آگ یا بھبوکا۔ (۲) دوسرا عذاب اور حقیقت میں حساب کے مطابق سزا۔
= تقدیر۔ اندازہ۔ مقدار کو مقرر کرنا۔ خواہ کسی نوعیت کے متعلق ہو۔

٦: ٩٧ = لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ہ اہل دانش واہل علم کے لئے۔

٦: ٩٨ = مُسْتَقَرٌّ۔ ظرف مکان۔ بروزن اسم مفعول اِسْتِقْرَارٌ مصدر۔ قرارگاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ
= مُسْتَوْدَعٌ۔ ظرف مکان۔ بروزن اسم مفعول اِسْتِيْدَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ امانت رکھنے کی جگہ۔ حفاظت کی جگہ۔ رحم مادر۔

مُسْتَقَرٌّ اور مُسْتَوْدَعٌ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے کہاہے کہ مستقرٌ سے مراد شکم مادر اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد باپ کی پیٹھ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مستقرٌ سے مراد زمین ہے جہاں انسان دنیوی زندگی بسر کرتا ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے۔ جہاں مرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی عرصہ گذارنا ہوتاہے

اور بعض کے مطابق مستقر سے مراد دنیوی زندگی (ظرف زمان) اور مستودع روانگی کا وقت (ظرف زمان) وداع سے رخصت ہونا۔ اس کی تقدیر ہے۔ فَلَكُمْ مُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ۔

= يَفْقَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سمجھ رکھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں۔

٦: ٩٩ = نَبَاتَ۔ گھاس۔ سبزی۔ زمین کی پیداوار۔ روئیدگی۔ زمین سے پیدا کرنا۔ زمین سے اگنے والی ہر چیز۔

= مِنْهُ۔ میں ضمیر نبات کی طرف راجع ہے۔ یعنی بناتات سے ہم سرسبز کونپلیں نکالتے ہیں

= خَضِرًا۔ سبزہ۔ سبز۔ خَضِرٌ سے جس کے معنی سبز اور ہرا ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مُتَرَاكِبًا۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ تَرَاكُبٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ تہ برتہ۔ ایک پر ایک سوار۔ رَكْبٌ اور رُكُوْبٌ کے معنی کسی جانور پر سوار ہونا۔ اناج کی بالی کے دانے باہم متصل ہوتے ہیں۔ ایک دانہ دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے۔ کوئی اوپر ہوتا ہے کوئی نیچے۔ اس لئے اس کو تراکب کہا گیا ہے۔

گویا تہ برتہ ہونے کے سبب ایک دانہ دوسرے پر سوار ہوتا ہے۔ مکی کا سٹہ۔ اور انار کے دانے بہترین مثال ہیں۔

= طَلْعِهَا۔ اس کا گابھا۔ اس کا خوشہ۔ اس کا شگوفہ۔

= قِنْوَانٌ۔ قِنْوٌ کی جمع۔ کھجوروں کے گچھے۔

= دَانِيَةٌ۔ جھکنے والے۔ لٹکنے والے۔ دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ جھکنے اور لٹکنے میں بھی قربت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔

= اَعْنَابٍ - عِنَبٌ کی جمع - انگور
= الرُّمَّانَ - انار
= مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ - اپنی نوع اور قسم کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن اپنی اپنی انفرادی شکل و شباہت کے لحاظ سے الگ الگ - مثلاً ایک مکی کا خوشہ بظاہر ہر خوشۂ مکی سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کا سائز دانوں کی قطاروں کی تعداد، ہر قطار میں دانوں کی تعداد - ان کا باہمی فاصلہ وغیرہ ایسی چیزیں جو کسی دو خوشوں میں ایک جیسی نہیں ہو سکتیں - لہٰذا ہر خوشہ کی انفرادیت اپنی اپنی
= يَنْعِهٖ مصدر - مجرور - مضاف ہٖ ضمیر مضاف الیہ - اس کے پکنے کو - يَنْعٌ (ضرب فتح) پھل پکنا -

۶: ۱۰۰ = وَخَلَقَهُمْ - واؤ حالیہ ہے خَلَقَ میں فاعل اللہ ہے - هُمْ ضمیر الجنّ کی طرف راجع ہے حالانکہ اللہ نے ہی ان کو پیدا کیا ہے -
= خَرَقُوْا لَهٗ - انہوں نے تراشا - خَرْقٌ سے - ماضی، جمع مذکر غائب -
اَلْخَرْقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا - قرآن میں ہے کہ:- اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا (۱۸: ۷۱) کیا تو نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ مسافروں کو غرق کردے - خَرْقٌ - خَلْقٌ کی ضد ہے - جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرْقٌ کے معنی کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنے کے ہیں - آیۃ ہذا میں، اور بے سمجھے (جھوٹ، بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں

۶: ۱۰۱ بَدِيْعُ - اَلْاِبْدَاعُ - کسی کی تقلید اور اقتدار کے بغیر کسی چیز کو ایجاد کرنا - اسی سے نئے کھودے ہوئے کنویں کو رَكِيَّةٌ بَدِيْعٌ کہتے ہیں - جب اِبْدَاعٌ کا لفظ اللہ عزوجل کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ - بغیر مادّہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شئے کو ایجاد کرنا اور یہ معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مختص ہیں
بَدِيْعٌ بمعنی مُبْدِعٌ یعنی اس چیز کا پیدا کرنے والا جس کی سابق میں کوئی مثال نہ ہو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے -
= اَنّٰى - کس طرح - کیونکر - کیسے - یہ کیسے ہو سکتا ہے اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲: ۲۵۹) اللہ تعالیٰ ان بستیوں کو کیونکر زندہ کرے گا -

۶: ۱۰۲ = وَكِيْلٌ - صفت مشبہ - وَكَلٌ سے (ضرب) نگران - نگہبان - کارساز ضامن - گواہ -

لَا تُدْرِكُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو نہیں پا سکتی اَدْرَكَ کسی چیز کی غایت کو پہنچنا
اَدْرَكَ الصَّبِيُّ۔ لڑکا بچپن کی آخری حد کو پہنچ گیا۔ یعنی بالغ ہو گیا۔
حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ (۱۰: ۹۰) یہاں تک کہ اس کو غرق (کے عذاب نے) آپکڑا۔
ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا۔ اس کا احاطہ کر لینا۔ ظاہر ہے کہ احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے
جو محدود ہو اور کسی خاص سمت میں پائی جاتی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات نہ تو محدود ہے اور
نہ کسی خاص سمت میں موجود۔ اس لئے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ آیۃ ہذا میں ترجمہ ہو گا۔
نظریں اس کو نہیں گھیر سکتیں اور وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

۶: ۱۰۴ = بَصَآئِرُ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ بَصِيْرَةٌ کی جمع۔ جس طرح جسم کے لئے بصارت
(بینائی) ہے اسی طرح روح کے لئے بصیرت ہے۔
= اَبْصَرَ۔ اس نے دیکھا۔ (افعال) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
= عَمِيَ۔ وہ اندھا ہوا۔ عَمًى مصدر۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب یہاں کورِ دل ہونا مراد ہے
= حَفِيْظٌ۔ نگہبان۔ حِفْظٌ سے بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے
کیونکہ وہ کل کا نگہبان ہے۔

۶: ۱۰۵ = نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ ہم پھیر پھیر کر۔ طرح طرح سے آیاتِ (توحید) کو بیان کرتے ہیں
= دَرَسْتَ۔ دَرْسٌ اور دِرَاسَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر
تو نے پڑھا۔ تو نے پڑھ سنایا۔ دَرْسٌ۔ اَلْقِرَاءَةُ علی الغیر۔ دوسرے کو پڑھ کر سنانا
= نُبَيِّنَهٗ مضارع صیغہ جمع متکلم تَبْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم ظاہر کر دیں۔ ہم کھول دیں

۶: ۱۰۶ = لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آگیا ہے

۶: ۱۰۸ = لَا تَسُبُّوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ سَبٌّ سے (باب نصر) تم برا مت کہو۔ تم
گالیاں نہ دو۔
= عَدْوًا۔ ظُلْمًا وَّعُدْوَانًا۔ زیادتی۔ تعدی۔ ظلم و ستم۔ حد سے بڑھنا۔ زیادتی کرنا۔
(یعنی برا کہنے لگیں گے خدا کو زیادتی اور بے سمجھے۔

۶: ۱۰۹ = جَهْدَ۔ تاکید، پوری کوشش، مشقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ کا مصدر ہے۔
اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ وہ پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔
= اٰيَةٌ نشانی۔ یہاں نشانی سے مشرکین کی مراد کوئی خاص نشانی ہے جیسے عصاءِ موسیٰؑ
حضرت عیسیٰ کا مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھیوں کو تندرست کرنا وغیرہ۔

محمد بن کعب القرضی اور الکلبی نے کہا ہے کہ مشرکین نے بطور خاص نشانی کے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کوہ صفا سونا ہوجائے۔ ہمارے کچھ مرے ہوئے لوگ زندہ ہوجائیں کہ آپ کی تصدیق کریں مابعد الممات کے متعلق۔ اور ہمیں فرشتے دکھائیے کہ ہم ان سے آپ کی صداقت کے متعلق دریافت کریں۔

= اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ مشیت ایزدی ہے کہ ان کو ظاہر کرے یا نہ کرے۔ یا کب اور کن حالات میں کرے۔

= مَا یُشْعِرُکُمْ۔ میں مخاطبین اہل ایمان ہیں۔ (گو بعض کے نزدیک یہاں خطاب مشرکین سے ہے)، تمہیں کیا خبر۔ تمہیں کیسے سمجھایا جائے۔ یُشْعِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِشْعَارٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ آگاہ کرے۔ واقف بنائے۔ سمجھائے۔

= اَنَّھَا اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آبھی جائے تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یا تقدیر یوں ہے۔ اَنَّھَا اِذَا جَآءَتْ یُؤْمِنُوْنَ اَوْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آجائے تو یہ ایمان لائیں گے یا نہیں لائیں گے۔

= نُقَلِّبُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَقْلِیْبٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم (حق کی طرف) پھیر دیتے ہیں۔ موڑ دیتے ہیں۔

= کَمَا۔ جیسے۔ جیساکہ۔ جس طرح۔ کَمَا تعلیل کے لئے بھی آتا ہے۔ جیساکہ بعض کے نزدیک اس کا استعمال ان آیات میں آیا ہے۔

(۱) کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ۔ (۲: ۱۵۱) فَاذْکُرُوْنِیْ ۔۔۔۔ (۲: ۱۵۲) چونکہ میں نے پیغمبر بھیج دیا تمہیں میں سے ۔۔۔۔ اس لئے میری یاد کرو۔ یہاں ارسالِ رُسُل ذکرِ الٰہی کی علت ہے۔

(۲) وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰکُمْ۔ (۲: ۱۹۸) چونکہ اللہ نے تمہیں ہدایت کردی اور ذکر کا طریقہ بنا دیا۔ اس لئے اس کی یاد کرو۔ یہاں ہدایت ذکر کی علت ہے۔

(۳) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَھُمْ وَاَبْصَارَھُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖٓ اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ (آیۃ ہذا) کیونکہ وہ پہلی مرتبہ اس کے ساتھ ایمان نہیں لائے تھے ہم ان کے دلوں اور نظروں کو پھیر دیں گے۔

یہاں ان کے پہلی مرتبہ کے معجزوں (آیات) پر ایمان نہ لانا علت بن گیا ان کے تقلیب قلوب و ابصار کا۔

الکشاف اور ابن کثیر نے اس آیۃ میں کاف کو تعلیل کے معنوں میں لیا ہے۔ المنجد میں ہے کہ کاف کبھی تعلیل کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اُذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا ھَدٰکُمْ (۲: ۱۹۸) اللہ کو

یاد کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔
لغات القرآن میں ہے کہ : کاف کو تعلیل کے لئے اخفش اور بعض کوفیوں نے قرار دیا ہے اور اکثر اہل عربیت نے انکار کیا ہے۔
== اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ پہلی مرتبہ۔ اس سے مراد یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ معجزات ہیں مثلاً شق القمر وغیرہ۔ یا سابقہ انبیاء کے معجزات مثلاً عصاء موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا کوڑھیوں تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔
== نَذَرُهُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وَذْرٌ مصدر (باب سَمِعَ) ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں۔ صرف مضارع اور امر مستعمل ہے
== طُغْيَانِهِمْ۔ ان کی گمراہی۔ ان کی سرکشی۔ ان کی شرارت۔ ان کی بے راہی۔
== يَعْمَهُوْنَ ۝ مضارع جمع مذکر غائب عَمَهٌ مصدر۔ (باب فتح۔ سَمِعَ) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں۔ عَمَهٌ۔ سرگردانی۔ حیرانی۔ گمراہی۔ تردّد۔
== لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ میں کفار کے قول کی نقل ہے۔ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ میں ان کا جواب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ہے) اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ سے لے کر آخر آیۃ ۱۱۱ تک پارہ ۸) مسلمانوں سے خطاب (منجانب اللہ) ہے۔
== قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ سے يَعْمَهُوْنَ تک عبارت کچھ یوں ہوگی۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَا اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ (بِذٰلِكَ) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ ...... اور آپ کو کیسے سمجھایا جائے کہ جب یہ خاص نشانیاں (جن کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں) آجائیں گی جب بھی یہ ایمان نہ لاویں گے جیسے کہ وہ ایمان نہ لاتے تھے جب پہلی مرتبہ (جب اللہ کی طرف سے خاص نشانیاں اس کے انبیاء کی معرفت ظہور میں آئی تھیں) اور (اب ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے) ہم ان کے دلوں کو (حق طلبی کے قصد سے) اور ان کی نگاہوں کو (حق بینی کی نظر سے) پھیر دیں گے۔ اور ان کو (ان کی) سرکشی (و کفر) میں حیران و سرگردان چھوڑ دیں گے۔
(ملاحظہ ہو بیان القرآن از مولٰنا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ صاحب بھیروی)

پارہ
وَلَوْ اَنَّنَا
(۸)
الْاَنْعَامُ وَالْاَعْرَافُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ

۶: ۱۱۱ = حَشَرْنَا۔ ہم نے اکٹھا کیا۔ ہم نے جمع کیا۔ اَلْحَشْرُ (نصر) کے معنی۔ لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی کی طرف لیجانے کے ہیں۔

ایک روایت میں ہے اَلنِّسَآءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔ اور یہ انسان اور غیر انسان سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (۸۱: ۵) اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے قیامت کے دن کو بھی یوم الحشر کہا جاتا ہے کہ سب کو اس روز اکٹھا کیا جائے گا۔

= قُبُلًا۔ جمع۔ قَبِيْلٌ واحد۔ جماعت درجماعت۔ گروہ درگروہ۔ بعض کے نزدیک قَابِلٌ کی جمع۔ یعنی آنکھوں کے سامنے۔ آگے۔

= يَجْهَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَهْلٌ۔ جَهَالَةٌ مصدر (باب سمع) وہ نہیں جانتے۔ وہ جاہل ہیں۔ وہ جہالت کرتے ہیں۔ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

۶: ۱۱۲ = كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن وانس سے اس کے دشمن پیدا کئے۔

= يُوْحِيْ۔ مضارع واحد مذکر۔ اِيْحَاءٌ سے وہ وسوسہ ڈالتا ہے وہ وحی بھیجتا ہے۔ یہاں شیاطین جن وانس کی وسوسہ اندازی کو وحی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں بھی بڑی رازداری اور چپکے چپکے ہوتی ہیں

= زُخْرُفَ۔ ملمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ اور کسی شے کے کمالِ حسن کو زخرف کہتے ہیں۔ اسی لئے سونے کو بھی زُخْرُفٌ کہا جاتا ہے۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے

ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ یہاں ملمع اور زیب کے معنی میں آیا ہے۔

= غُرُوْرًا۔ دھوکہ دینے کے لئے۔ تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

= مَا فَعَلُوْهُ۔ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب۔ شیاطین جن وانس کا لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا۔ اور جھوٹی باتیں ملمع کی صورت میں اذہان میں ڈالنے کی طرف راجع ہے

= یَفْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ دروغ بازی کرتے ہیں۔ وہ افترار بہتان باندھتے ہیں۔

۶: ۱۱۳ = تَصْغٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ جھکتی ہے۔ وہ جھکتے ہیں۔

صغو اور صغی سے (باب سمع۔ نصر) اَصْغٰی اِلٰی حدیثہٖ۔ کان لگانا۔ کان دھرنا۔ اصغٰی الیہ سننے کے لئے جھکنا۔ جھکنا۔ مائل ہونا۔

الیہ اور یَرْضَوْهُ میں ہٗ ضمیر ان وسوسوں اور ملمع فریب کی باتوں کی طرف راجع ہے، جو شیاطین جن وانس ایک دوسرے کو سکھاتے اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔

= یَقْتَرِفُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب اقتراف (افتعالٌ) سے۔ وہ کمائیں۔ وہ کریں اقتراف۔ کے اصل معنٰی درخت سے چھال اتارنے کے ہیں اور زخم سے چھلکا کریدنے کے۔ جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قرف کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ اِقْتَرَفَ کمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے خواہ وہ کسب اچھا ہو یا بُرا جیسے قرآن پاک میں ہے سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ (۶: ۱۲۰) وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

اور وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا (۹: ۲۴) اور مال جو تم کماتے ہو۔

لیکن اس کا بیشتر استعمال بُرے کام کرنے پر ہوتا ہے۔

= وَلِتَصْغٰی اِلَیْهِ معطوف ہے غُرُوْرًا پر۔ کہ دھوکہ میں رکھیں..... ان کو۔ اور یہ کہ مائل ہو جائیں اس کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

اسی طرح وَلِیَرْضَوْهُ اور وَلِیَقْتَرِفُوْا کا عطف بھی غُرُوْرًا پر ہے۔ یعنی اس لئے کہ وہ ان ملمع باتوں کو پسند کرنے لگیں۔ اور جو گناہ وہ کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں (اور حق وصداقت کی طرف سے غافل اور دھوکہ میں رہیں)

۶: ۱۱۴ = اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ ...... مُفَصَّلًا۔ سے قبل قل یا محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم لِھٰٓؤُلَاۤءِ المشرکین محذوف ہے۔
= اَبْتَغِیْ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں تلاش کروں۔ میں چاہوں اِبْتِغَآءٌ (افتعال) سے
= حَکَمًا۔ منصف۔ فیصلہ کرنے والا۔ حُکْمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ خصوصی فیصلہ کرنے والے کو حَکَم کہتے ہیں اس لئے یہ حاکم سے زیادہ بلیغ ہے۔
= مُفَصَّلًا۔ اسم مفعول تفصیل وار۔ یعنی اوامر و نواہی کو الگ الگ کیا گیا ہے۔
۶:۱۱۴ = اَلْمُمْتَرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُمْتَرِیْ واحد اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ شک میں پڑنے والے۔ تردّد کرنے والے۔
۶:۱۱۵ = کَلِمَتُ۔ حکم۔ یا ازلی تحریر۔ یا قرآن۔ یا ثواب و عذاب کا وعدہ۔
کَلِمَتُ سے یہاں مراد قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ وہ کلمات کثیرہ جو کہ مقصد واحد سے متعلق ہوں ان کو بسا اوقات کلمہ (واحد) کہہ دیا جاتا ہے۔ جس طرح زہیر کا قصیدہ جو کہ کثیر اشعار کا مجموعہ ہے۔ اسے کلمہ زہیر بھی کہہ دیتے ہیں۔
یا کلمہ سے مراد خداوند تعالیٰ کی ہر بات ہے جس کے متعلق فرمایا کہ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ فرماتا ہے وہ امر حق ہے۔ امر حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں۔ (ابن کثیر)
۶:۱۱۶ = تُطِعْ۔ تو حکم مانے۔ تو حکم مانے گا۔ اِطَاعَۃٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُطِعْ۔ اصل میں تُطِیْعُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے یٌ حذف ہو گئی۔
= اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اور اِنْ ھُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= یَخْرُصُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب خَرْصٌ سے (باب نَصَرَ) وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں
اَلْخَرْصُ۔ پھلوں کا اندازہ کرنا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خَرْصٌ بمعنی مَخْرُوْصٌ کہتے ہیں۔ اٹکل کرنا اور جھوٹ بولنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیہ ہذا میں اور آیت (۴۳:۲۰) میں ہے اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔ یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔
اور بعض کے نزدیک یَخْرُصُوْنَ بمعنی یَکْذِبُوْنَ ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔
۶:۱۱۹ = فَصَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَفْصِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ تفصیل وار بیان کر دیا ہے۔ الگ الگ بیان کر دیا ہے
= اُضْطُرِرْتُمْ (اِضْطِرَارٌ (اِفتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر مادہ ضرر تم مجبور کئے گئے۔ تم مجبور ہو جاؤ۔ تم لاچار ہو جاؤ۔ یا کئے جاؤ۔

= اِلَیْہِ - ای الیٰ اکلہ - اس کے کھانے کے لئے - اس کے کھانے پر۔
= کَثِیْرًا - ای کثیرًا من الذین یجادلونك فی اکل المیتۃ وغیرہ۔
یعنی ان لوگوں میں جو آپ سے مجادلہ کرتے ہیں مردہ کے کھانے کے متعلق یا دیگر ایسے احکام کے متعلق بہت سارے اپنی خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اور بے علمی کے سبب گمراہ ہیں اور صداقت کو نہیں جانتے۔
= لَیُضِلُّوْنَ - یُضِلُّوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے لام برائے تاکید۔ بلاشبہ وہ گمراہ کرتے ہیں۔
= اَلْمُعْتَدِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر منصوب ومجرور۔ اَلْمُعْتَدِیْ واحد - اِعْتِدَاءٌ (افتعالٌ) سے مصدر۔ حق سے ہٹنے والے۔ حد سے تجاوز کرنے والے۔
۱۲۰:۶ = ذَرُوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذْرٌ سے تم چھوڑ دو۔ ملاحظہ ہو ۶: ۱۰۹۔
= کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ - ماضی استمراری (جس کا) وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو ۶: ۱۱۴
۱۲۱:۶ = فِسْقٌ - اصطلاح شریعت میں فِسْقٌ کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا۔ گناہ کرنا۔ عموماً عملی گناہ کو فسق کہتے ہیں۔ اور ضروریاتِ دین کے انکار کو کفر۔ عربی میں ہے فَسَقَتِ الرُّطَبَۃُ عَنْ قِشْرِھَا۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے۔
= یُوْحُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ وحی کرتے ہیں۔ وہ دل میں ڈالتے ہیں۔ وہ وسوسہ ڈالتے ہیں۔
۱۲۲:۶ = یَمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ - کا مطلب ہے (ہم نے اس کے لئے نور بنا دیا) جس کے اجالے میں۔ (یا جس کی مدد سے) وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے۔ یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے کہ (ہم نے اس کے لئے نور بنا دیا) جس کو لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے (اور اس طرح دوسروں کو بھی روشنی مہیا کرتا ہے)
= کَذٰلِكَ - ای کما زین للمؤمن ایمانہٗ - یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا ایمان خوبصورت و دلکش بنا دیا گیا اسی طرح کافروں کے لئے ان کا عمل جاذب و دلکش کر دیا گیا۔
۱۲۳:۶ = وَکَذٰلِكَ - ای وکما جعلنا فی مکۃ صنادیدھا (اکابرھا) لیمکروا

فیہا ۔یعنی جس طرح مکہ میں ہم نے وہاں کے بڑے لوگوں کو (مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارت کرنے والا بنا رکھا تھا اسی طرح ہم نے ہر بستی میں ....

= جَعَلْنَا ۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے پیدا کیا۔

= اَکَابِرَ ۔ اَکْبَرُ کی جمع ہے رئیس لوگ ۔ مُجْرِمِیْهَا ۔اسم فاعل جمع مذکر منصوب مضاف هَا مضاف الیہ ۔اصل میں مُجْرِمِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔

اَکَابِرَ مُجْرِمِیْهَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ اَکَابِرَ ۔ مضاف مجرمیہا (مضاف مضاف الیہ مل کر) مضاف الیہ ۔ اور مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول جَعَلْنَا کا ۔ اس صورت میں جعلنا کا مفعول اول فِیْ کُلِّ قَرْیَةٍ ہوگا۔ اور ترجمہ یوں ہوگا ۔

جس طرح مکہ میں ہم نے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول ۔مسلمانوں ۔ اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کرنے والا بنایا ہے ۔اسی طرح ہم ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کرنے کے لئے کھڑے کر دیتے ہیں ۔

۲۔ مُجْرِمِیْهَا ۔ اَکٰبِرَ کا بدل ہے ۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے ۔

جس طرح ہم نے بڑے بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول ۔مسلمانوں ۔ اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کرنے کے لئے مکہ میں بنایا ہے اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کرنے کے لئے بنا دیتے ہیں ۔

۳۔ اَکٰبِرَ اور مُجْرِمِیْهَا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں ۔ اور مطلب آیت یوں ہوگا

جس طرح ہم نے مکہ میں رئیسوں کو اس بستی کے مجرم بنا دیا ہے تاکہ وہ (رسول اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم بنا دیتے ہیں تاکہ وہ رسول ۔مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں شرارتیں کریں

۴۔ مُجْرِمِیْهَا ۔مفعول اول ہے جَعَلْنَا کا اور اَکَابِرَ مفعول ثانی ۔ اور یہاں مفعول ثانی کو مقدم کیا گیا ہے ۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے ۔

جس طرح ہم نے مکہ میں یہاں کے مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیا ہے کہ (رسول ۔مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیتے ہیں تاکہ وہ وہاں (رسول ۔مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کریں۔

۶:۱۲۴ = جَآءَتْهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اکابر مکہ کی طرف راجع ہے (یہ اکابر

کفار قریش تھے)
= سَیُصِیْبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِصَابَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ پہنچے گا۔
= اَجْرَمُوْا۔ انہوں نے جرم کیا۔ اِجْرَامٌ (افعال) سے ماضی جمع مذکر غائب
= صَغَارٌ۔ ذلت۔ خواری۔ صَغُرَ یَصْغُرُ (کَرُمَ یَکْرُمُ) کا مصدر ہے جس کے معنیٰ ذلیل ہونے کے ہیں۔ یہاں بطور اسم بمعنی ذلت و خواری مستعمل ہے۔
۶: ۱۲۵ = ضَیِّقًا۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَرَجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع ہونے کے ہیں۔ اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہتے ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کنانہ کے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ مَا الْحَرَجَۃُ۔ اس نے جواب دیا الحرجۃ فینا الشَّجَرَۃُ تکون بین الاشجار التی لاتصل الیھا راعیۃ ولا وحشیۃ ولا شیءٌ۔
(حرجہ ہمارے ہاں اس درخت کو کہتے ہیں جو درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہو کہ وہاں نہ تو چرواہا جا سکے نہ کوئی وحشی جانور اور نہ کوئی اور چیز وہاں پہنچ سکے)
تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔
کَذٰلِکَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ لَایَصِلُ اِلَیْہِ شَیْءٌ مِّنَ الْخَیْرِ۔
(منافق کا دل بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں تک کوئی نیک بات نہیں پہنچتی۔
= کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ۔ کَاَنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔ ما زائدہ ہے اس کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ کَاَنَّ کا لفظی تصرف باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔
یہاں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بمعنیٰ گویا۔ جیسے مثلاً کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ گویا زید شیر ہے۔
= یَصَّعَّدُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَصَعُّدٌ۔ مصدر (باب تفعّل) اِصْعَادٌ (افعال) چلنا۔ سیر کرنا۔ پہنچنا۔ اس کے مفعول پر فِیْ آنا ضروری ہے۔ جیسے اَصْعَدَ فِی الْاَرْضِ وہ زمین پر چلا۔ اس نے زمین پر سیر کی۔ (باب تفعیل) سے (صَعَّدَ یُصَعِّدُ) چڑھ کر اوپر پہنچ جانا۔ مفعول پر فِیْ یا عَلٰی آتا ہے۔
تَصَعُّدٌ (باب تفعل) میں اس کا معنیٰ دشوار گذرنا اور شاق ہونا کے ہیں جیسے تَصَعَّدَ

فِي الشَّيْءِ۔ وہ چیز مجھ پر شاق گذری۔ لیکن اگر باب تفعل کی ت کو ص میں ادغام کرکے اِصَّعَّدَ بنالیا جائے جس سے مضارع آیۃ ہذا میں آیا ہے تو چڑھ کر پہنچ جانے کا معنی ہوتا ہے اور مفعول پر فِی آتا ہے۔ یَصَّعَّدُ اصل میں یَتَصَعَّدُ تھا۔ ت کو ص میں مدغم کیا۔ ص پر شد دیا گیا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَاءِ۔ گویا وہ (دشواری سے) آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

= یَجْعَلُ عَلَی۔ ڈال دیتا ہے۔ مسلّط کردیتا ہے۔

= الرِّجْسَ۔ رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔ عذاب۔ عقوبت۔ گناہ۔

= اَلرِّجْسَ سے مراد شیطان بھی ہوسکتا ہے جیساکہ ابن کثیر میں ہے۔

٦:١٢٦ = هٰذَا۔ اشارہ ہے اس طرف جو قرآن میں آیا ہے۔ یا اشارہ ہے اسلام کی طرف یا اس بیان کی طرف جو خدا نے توفیقِ شرحِ صدر اور خذلان کے متعلق اوپر فرمایا ہے (بیضاوی) قرآن۔ اسلام۔ دین حق۔

= مُسْتَقِيْمًا۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے۔

= يَذَّكَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَذَكُّرٌ (تفعّل) سے۔ نصیحت پکڑتے ہیں۔

٦:١٢٧ = دَارُ السَّلٰمِ۔ سلامتی کا گھر یعنی جنّت۔

= وَلِيُّهُمْ۔ ان کا ولی۔ ان کا دوست۔ ان کا حامی و ناصر۔

٦:١٢٨ = وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ۔ ای اذکر یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ۔ اور یاد کرو وہ دن جب وہ (اللہ) ان سب کو اکٹھا کرے گا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جمیع جن و انس کے لئے ہے۔ الخازن۔ صاحب مدارک التنزیل اور بیضاوی نے نَحْشُرُ (نون کے ساتھ صیغہ جمع متکلم پڑھا ہے)

= يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ۔ اس سے پہلے یَقُوْلُ محذوف ہے تقدیر ہے وَيَقُوْلُ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ ...... اے جنات کے گروہ۔ یہاں جنات سے مراد شیاطین ہیں۔ اَلْمَعْشَرُ۔ اسم مفرد مَعَاشِرُ جمع۔ بڑا گروہ

= اِسْتَكْثَرْتُمْ۔ تم نے بہت زیادہ (تابع) کرلیا۔ اِسْتِكْثَارٌ۔ (استفعال) سے۔ کسی کام کو بہت زیادہ کرنا۔ اسی باب سے لفظ استحصال ہے بہت زیادہ وصول کرنا۔ یہاں اِسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ سے مراد یہ ہے کہ انسانوں میں بہتوں کو تم ضلالت اور سرکشی کی طرف لے گئے تھے۔

= اَوْلِیٰٓـئُھُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۔ انسانوں میں سے جو ان شیاطین کے دوست ۔ ہمنوا ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے ۔

= اِسْتَمْتَعَ ۔ اس نے فائدہ اٹھایا ۔ اس نے کام نکالا ۔

= اَجَّلْتَ ۔ تو نے مدت مقرر کی ۔ تَاْجِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) سے جس کے معنی مدت ٹھہرانے اور دیر کرنے کے ہیں ۔ اَجَلٌ ۔ وقتِ مقررہ ۔ مدت مقررہ ۔ چونکہ موت کا وقت بھی مقرر ہے اس لئے اَجَلٌ موت کو بھی کہتے ہیں ۔

= قَالَ ۔ ای قَالَ اللّٰہُ ۔

= مَثْوٰىكُمْ ۔ مَثْوٰی ۔ ظرف مکان مفرد ۔ مَثَاوِیْ ۔ جمع ٹھکانہ ۔ دراز مدت تک ۔ ٹھہرنے کا مقام ۔ فرودگاہ ۔

۶ : ۱۲۹ = نُوَلِّیْ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) ہم حاکم بنا دیتے ہیں ۔ ہم مسلط کر دیتے ہیں ۔ یا ہم دوست بنا دیتے ہیں ۔

صاحب مدارک نے نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا ۔ کی تشریح تین طرح کی ہے

۱ :۔ ایک کو دوسرے کے پیچھے دوزخ میں داخل کرنا ۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ مُوَالَاۃٌ ہوگا ۔ کسی کام کا پیہم پے درپے کرنا ۔

۲ :۔ ایک ظالم کو دوسرے ظالم پر مسلط کرنا ۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَایَۃٌ ہوگا حکومت ۔ غلبہ ۔ تسلّط ۔ یہ قول عام اہل تفسیر کا ہے

۳ :۔ ایک کو دوسرے کا دوست اور مدد گار بنا دینا ۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وَلَایَۃٌ ہوگا ۔ دوستی ۔ مدد ۔ قتادہ کا یہی قول ہے ۔ ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے ۔

۶ : ۱۳۰ = یَقُصُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ قَصَصٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ نقل کرتے ہیں ۔ وہ پڑھتے ہیں ۔ وہ بیان کرتے ہیں یا بیان کرتے تھے ۔

= یُنْذِرُوْنَكُمْ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ اِنْذَارٌ (افعال) وہ ڈراتے تھے ۔

= غَرَّتْهُمْ ۔ غَرَّتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں رکھا ہوا تھا ۔ ان کو بہکا رکھا تھا ۔

۶ : ۱۳۱ = ذٰلِكَ ۔ ذٰلِكَ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای الامر ذٰلِكَ ۔ حقیقت یہ ہے ۔ یا بات یہ ہے ۔

یہ اشارہ ہے ارسالِ رُسُل کی طرف۔ یعنی یہ رسولوں کا بھیجنا اور ان کا لوگوں کو سوءِ عاقبت سے ڈرانا۔ اس وجہ سے ہے کہ بہ

اَنْ ۔ مصدریہ ہے۔

= لَمْ یَکُنْ ۔ نہیں ہے۔ لَمْ یَکُنْ فعل ناقص۔ مضارع مجزوم۔ نفی جحد بَلَم۔ کَوْنٌ سے باب نصر۔

= مُھْلِكَ الْقُرٰی ۔ بستیوں کو ہلاک کرنیوالا۔

یعنی تیرا رب بستیوں کو ہرگز ہلاک نہیں کرتا۔ مضاف مضاف الیہ ہو کر خبر کَانَ کی

= بِظُلْمٍ ۔ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) بِظُلْمٍ مِّنْهُمْ ۔ (۲) بِظُلْمٍ مِّنْهُ ۔ (من اللّٰہ) جمہور نے اول الذکر کو ترجیح دی ہے

= غٰفِلُوْنَ ۔ غفلت کرنے والے۔ بے خبر۔

مطلب یہ ہے کہ۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر اس لئے بھیجتا ہے، کہ وہ کسی بستی یا قوم کو ان کے ظلم و شر اور کفر و شرک کی وجہ سے جبکہ وہ ان بدیوں کے مآل ناواقف اور بے خبر ہوں ہلاک نہیں کرتا۔ (بلکہ باقاعدہ خدا کے فرستادہ جو انہی میں سے ہوتے ہیں ان کو نیک و بد سے مطلع کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وعدے وعید سے ان کو باخبر کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اگر بدیوں کے عمدًا مرتکب ہوں تو مکافات عمل میں ہلاکت ان کا مقدر بن جاتی ہے

٦ : ۱۳۲ = لِكُلٍّ ۔ ای لکل مِّن المکلفین ۔ لکل عامل ۔ ہر عاقل بالغ عامل کے لئے۔

٦ : ۱۳۳ = یَسْتَخْلِفْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ بوجہ جواب شرط ۔ تمہارا جانشین بنادے تمہاری جگہ لے آئے۔

= مَا یَشَآءُ ۔ مَا بیانیہ ہے۔ جسے چاہے۔ جیسے چاہے۔

ذُرِّیَّةِ ۔ اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّیَّتْ ہے۔ لیکن عرف عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

ذُرِّیَّةٌ کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱:۔ یہ ذَرَءَ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کی ہمزہ متروک ہو گئی ہے جیسے رَوِیَّةٌ اور بَرِیَّةٌ میں

۲:۔ اس کی اصل ذُرْدِیَّةٌ سے ہے۔ (۳) ذَرٌّ سے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ فُعْلِیَّةٌ

کے وزن پر جیسے قُمْرِیَّۃٌ ۔ ذُرَارِیُّ ۔ ذُرِّیَّاتٌ جمع ۔
= قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۔ اٰخَرُ کی جمع ہے ۔ دوسری قوم ۔ دوسرے لوگ ۔
مِنْ ذُرِّیَّۃِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۔ ایک دوسری قوم کی نسل سے ۔

۶ : ۱۳۴ = لَاٰتٍ ۔ اٰتٍ ۔ آنے والا ۔ اِتْیَانٌ سے جس کے معنی آنے کے ہیں ۔ لام تاکید کے لئے آیا ہے ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔

= مُعْجِزِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ عاجز کر دینے والے ۔ ہرا دینے والے ۔ اِعْجَازٌ (افعال) سے دوسرے کو عاجز بنا دینا ۔ عاجز کر دینا ۔ مُعَاجَزَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا ۔ یعنی تم اس کو ایسا کرنے سے ہرگز روک نہیں سکتے ۔

۶ : ۱۳۵ = عَلٰی مَکَانَتِکُمْ ۔ علیٰ غایۃ استطاعتکم جتنا تم سے ہو سکے ۔ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ ۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر گذرو ۔

= اِنِّیْ عَامِلٌ ۔ ای انی عامل ما امرنی بہ ربی ۔ میں تو وہی کرتا رہوں گا جو میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے ۔ یا یوں بھی ہو سکتا ہے انی عامل علیٰ مکانتی ۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے میں کرتا رہوں گا ۔

= عَاقِبَۃُ الدَّارِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ عَاقِبَۃٌ ۔ عاقبت ۔ انجام امر ۔
عَقَبَ یَعْقِبُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے آنے کے ہیں ۔ لیکن اس کا استعمال ہر شے کے آخر اور انجام کے لئے ہوتا ہے ۔ اس کا استعمال ثواب کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ (۲۸ : ۳) اور انجام نیک تو پرہیزگاروں ہی کا ہے ۔ مگر اضافت کی صورت میں کبھی عقوبت کے معنی میں آتا ہے جیسے ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی (۳۰ : ۱۰) پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا ۔

= اَلدَّارُ ۔ (د و ر ۔ مادہ) مکان کو کہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ چار دیواری سے گھرا ہوتا ہے ۔ اس کی جمع دِیَارٌ ہے ۔ پھر دار کا لفظ شہر ۔ علاقہ ۔ بلکہ سارے جہان پر بولا جاتا ہے ۔ اور اَلدَّارُ الدُّنْیَا اور اَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ (موصوف ۔ صفت) نشأۃ اولیٰ ۔ نشأۃ ثانیہ میں دو قرارگاہوں کی طرف اشارہ ہے ۔

بعض نے دار الدنیا ۔ دار الاٰخرۃ کو مضاف مضاف الیہ بھی کہا ہے ۔ اَلدَّارُ دنیا کے گھر کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور آخرت کے گھر کے لئے بھی ۔
اسی طرح اس آیۃ کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں ۔

کس کے لئے انجام اچھا ہوتا ہے اس دنیا کے گھر کا۔ یعنی کس کی دنیوی زندگی کا اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے (ضیاء القرآن)

۲- آخرت میں انجام اچھا کس کا ہوتا ہے

۳- انجام کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

صاحب روح المعانی کے قول کے مطابق لفظ دار سے مراد دار دنیا ہے نہ کہ دارِ آخرت

الخازن یوں رقمطراز ہیں۔

فسوف تعلمون غدًا فی یوم القیامۃ لمن تکون عاقبۃ الدار وھی الجنۃ۔ کل قیامت کے دن تم جان لوگے عاقبۃ الامر کس کا ہوگا۔ یعنی جنت کس کے نصیب میں ہوگی۔ ان تمام صورتوں میں مَنْ موصولہ ہوگا۔

= علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی نے مَن کو استفہامیہ معنی میں لیا ہے۔ ان کے نزدیک تقدیر کلام یوں ہے۔

این تکون لہ العاقبۃ التی خلق اللہ تعالیٰ لھا ھذہ الدار۔

= عام فہم ترجمہ وہ ہے جو ابن کثیر نے اختیار کیا ہے: قریب میں تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے۔

۶: ۱۳۶ = جَعَلُوْا۔ انہوں نے کیا۔ انہوں نے ٹھہرایا۔ انہوں نے مقرر کیا۔ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ (۶: ۱۰۰) انہوں نے اللہ کے شریک بنائے۔ (وصفی طور پر) اور آیہ ہذا میں: انہوں نے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے ان کھیتیوں اور مویشیوں سے جو اس نے پیدا کئے ہیں (فعلی طور پر۔ ای فعلوا بالفعل)

= ذَرَاَ۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ ذَرْأٌ (باب فتح) سے۔ جس کے معنی پیدا کرنے۔ ظاہر کرنے اور بکھیرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

= اَلْحَرْثِ۔ حَرَثَ يَحْرِثُ (ضرب) کا مصدر۔ کھیتی۔ زراعت۔ کھیت کو حَرْثٌ کہتے ہیں جیسے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (۲: ۲۲۳) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔

= اَلْاَنْعَامِ۔ مویشی۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ نَعَمٌ کی جمع۔

= نَصِيْبًا۔ حصہ (اللہ کی نذر و نیاز کے لئے)

= سَآءَ۔ بُرا ہے۔ سَآءَ يَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ مصدر

۶: ۱۳۷ = زَيَّنَ۔ اس نے سنوارا۔ اس نے زینت دی۔ اس نے بھلا کر کے دکھایا۔

تَزْيِيْنٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل شُرَكَاؤُهُمْ۔ اور قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ مفعول۔

= يُرْدُوْهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِرْدَاءٌ (اِفعالٌ) مصدر رَدَى۔ مادہ۔ کہ وہ ہلاکت میں ڈال دیں ان کو۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ کی طرف راجع ہے۔ رَدِيٌّ ہلاک رَدْيٌ اور رَدَيَانٌ مصدر۔ لازم (باب ضَرَبَ) کود کر چلنا۔ لڑھکنا۔ متعدی۔ ریزہ ریزہ۔ چورا کر دینا۔ کوٹنا۔ رَدًى۔ مصدر (باب سمع) ہلاک ہونا اِرْدَاءٌ (افعالٌ) ہلاک کرنا۔ مشقت ڈال دینا۔

= لِيُرْدُوْهُمْ میں لام عاقبت۔ یا لام مآل ہے۔ جو کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے یا لام علت ہے۔

= لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ۔ تاکہ مشتبہ کر دیں ان پر ان کا دین۔ يَلْبِسُوْا۔ مضارع منصوب لَبْسٌ مصدر (باب ضَرَبَ) تاکہ وہ خلط ملط کر دیں۔ گڑبڑ کر دیں۔

٦:١٣٨ = حِجْرٌ۔ ممنوع۔ عقل۔ اصل میں جس مکان کا احاطہ پتھروں سے بنایا جائے اسے حجر کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ اور دیار ثمود کو حجر کہا گیا ہے۔ قرآن میں ہے:۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (١٥: ٨٠) اور وادیٔ حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور حِجْرٌ (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے معنی لے کر عقل انسانی کو بھی حجر کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ۔ (٨٩: ٥) کیا بے شک یہ چیزیں قسم کھانے کے لائق ہیں۔ حِجْرٌ حرام چیز کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا تناول ممنوع ہوتا ہے جیسے آیۃ ہذا میں وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں۔ یہاں حِجْرٌ اسم مصدر ہے جو اسم مفعول (مَحْجُوْرٌ) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس طرح ذِبْحٌ مَذْبُوْحٌ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

= بِزَعْمِهِمْ۔ بزعمهم الباطل من غير حجة۔ اپنے گمان باطل سے بغیر کسی حجت یا دلیل یا حقیقت کے۔ یعنی یہ بات محض وہ اپنے گمان باطل کی بناء پر رکھتے ہیں

= وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا۔ اور بعض چوپائے ایسے ہیں جن کی پشتیں (انہوں نے) حرام قرار دے رکھی ہیں (یعنی ان پر نہ سواری کرتے ہیں اور نہ بار لادتے ہیں کیونکہ ان کو کسی نہ کسی بت یا دیوتا (بصورت بت یا انسان کے نام منسوب کر رکھا ہے اور بعض چوپائے ایسے ہیں جن کو ذبح کرتے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے (اور اگر کسی کا نام لیتے ہیں تو ماسوی اللہ

کسی اور بُت یا شریک کا نام لیتے ہیں اور اس طرح اس کو شرعًا حرام کر دیتے ہیں)

اور پھر یہ ممنوع و مذموم افعال کو منجانب اللہ قرار دیتے ہیں۔

= اِفْتِرَاءً عَلَيْهِ۔ یہ ان کا فعل اللہ تعالیٰ پر محض ایک بہتان اور من گھڑت اور افترا پردازی ہے۔ خدا نے ایسا کوئی حکم یا اجازت نہیں دے رکھی

۶: ۱۳۹ = هٰذِهٖ۔ (متذکرہ بالا آیت ۱۳۸) یا وہ جانور جو سائبہ اور بحیرہ کہلاتے تھے جس کے لئے ملاحظہ ہو (۵: ۱۰۳)

= فَهُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب۔ تو مرد اور عورتیں سب (اس میں شریک ہو سکتے ہیں)

= سَيَجْزِيْهِمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ (اللہ) ان کو (ان کی مشرکانہ کرتوتوں کی) جزا دے گا۔ بدلہ دے گا۔

وَصْفَهُمْ۔ مصدر۔ مضاف۔ ھُم مضاف الیہ۔ ان کے بیان کی۔ ای وصفھم الکذب علی اللہ ان کا جھوٹا اور بے بنیاد بیان اللہ کے خلاف

۶: ۱۴۱ = مَعْرُوْشٰتٍ۔ اسم مفعول کی جمع مؤنث۔ مَعْرُوْشَةٌ واحد۔ عَرْشٌ سے عَرَشَ۔ اس نے لکڑی کا گھر بنایا۔ عَرْشٌ چھتر۔ ٹٹی۔ عَرَشْتُ الْكَرَمَ۔ میں نے انگور کی بیل کے لئے چھتری بنادی۔ (باب ضرب) ہر چھتری کے لئے اونچا ہونا لازم ہے اسی علو کے مفہوم کے لحاظ سے عرش بادشاہ کے تخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور مجازًا اقتدار و سلطنت بھی مراد لیتے ہیں۔

مَعْرُوْشٰتٍ۔ چھتری پر چڑھائی ہو بیلیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے عام بیلیں مراد ہیں خواہ چھتریوں پر چڑھائی گئی ہوں یا نہ۔ مگر اوپر پھیلائی جاتی ہوں۔ مثلاً انگور۔ خربوزہ۔ تربوز۔ کدو وغیرہ

غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ۔ وہ پودا جو چھتری پر نہ چڑھایا جائے۔ جس کی بیل نہ ہو اور اپنے تنہ پر کھڑا ہو۔ مثلاً کھجور کا درخت۔ گیہوں۔ جو۔ وغیرہ۔

= اُكُلُهٗ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایسی کھیتیاں جس کے پھل۔ میوہ الگ الگ ہوں اپنے ذائقہ اور کیفیت میں مختلف ہوں۔ یا اپنے مزہ اور غذائیت میں مختلف ہوں ہٗ ضمیر الزَّرْعَ کے لئے ہے۔

= مُتَشَابِهًا۔ رنگ و شکل میں غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ذائقہ میں۔ کھانے میں۔ یا نوع کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن انفرادی خصوصیات میں مختلف۔

= ثَمَرِهٖ۔ میں ہٗ ضمیر ان میں سے ہر ایک کے لئے ہے۔ ای کل واحد من ذٰلک

= اٰتُوْا حَقَّهٗ۔ اور اللہ کا حق ادا کرو۔ یعنی اس میں سے اللہ کی راہ میں دو۔
یہ عشر کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور صدقہ اور خیرات کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ یہ آیت مکّی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے۔
= یَوْمَ حَصَادِہٖ۔ اس کے کاٹنے کے دن۔ یہاں حَصَادِ سے مراد وہ کھیتی ہے جو صحیح وقت میں کاٹی گئی ہو فَجَعَلْنٰھَا حَصِیْدًا (۱۰: ۲۴) میں سے مراد وہ کھیتی جو بے وقت فساد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو۔ قرآن میں ہے مِنْھَا قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا۔ (یہاں تباہ کی گئی بستیاں مراد ہیں)
= لَا تُسْرِفُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِسْرَافٌ (افعال) سے۔ تم بیجا مت اڑاؤ۔ تم حد سے نہ بڑھو
۶: ۱۴۲ = وَمِنَ الْاَنْعَامِ۔ اور پیدا کیا اس نے چوپایوں میں سے
= حَمُوْلَةً۔ لادنے والے جانور۔ بوجھ اٹھانے والے۔ حِمْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ چوپائے ازقسم اونٹ۔ گھوڑا۔ گدھا۔ وغیرہ۔
= فَرْشًا۔ مصدر بھی ہے لیکن اس جگہ ایسے چھوٹے چوپائے مراد ہیں جو کہ ان پر بوجھ نہیں لادا جاتا جیسے بکریاں بھیڑیں وغیرہ۔ یا ایسے جانور جو فرش پر لٹا کر ذبح کئے جاتے ہیں۔
= خُطُوٰتِ۔ خُطْوَةٌ کی جمع۔ قدم۔ شیطان کی پیروی مت کرو
۶: ۱۴۳ = ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ یہ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا کا بدل ہے۔
۲۔ یہ كُلُوْا کا مفعول ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ اس صورت میں وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ جملہ معترضہ ہے۔
۳۔ اس کا فعل محذوف ہے ای اَنْشَاَ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ اس نے پیدا کئے آٹھ جوڑے۔
اَزْوَاجٌ۔ جوڑے۔ ہم شکل چیزیں۔ اقران۔ زَوْجٌ کی جمع ہے۔ حیوانات کے جوڑے میں نر اور مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ لہٰذا ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ کے معنی ہوئے آٹھ زوج یعنی آٹھ چوپائے مشتمل بر نر و مادہ۔ (پیدا کئے)
= الضَّاْنِ۔ اسم جنس۔ بھیڑ۔ مادہ۔ دنبہ وغیرہ جن پر اون ہو۔ ضائن کی جمع ہے جیسے رَاكِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے ضَائِنَةٌ مؤنث۔ ہر دو کی جمع ضَاْنٌ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے۔
اَلْمَعْزِ۔ اسم جنس۔ بکریاں۔ اس کا واحد مَاعِزٌ ہے اور مؤنث مَاعِزَةٌ۔

= مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ۔ بکریوں میں سے دو چوپائے (ایک نر اور ایک مادہ)
= ءٰ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ۔ کیا دونوں نر حرام کئے ہیں اس نے (ایک نر ضان میں سے ایک نر معز میں سے)؟ اس میں ء الف استخبار ہے یعنی کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا خواہ (۱) بصورت استفہام ہو یعنی بطور سمجھنے کے۔ جیسے اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (۲: ۳۰) کیا تو مقرر کرے گا زمین پر اس شخص کو بطور خلیفہ جو اس میں فساد کرے گا۔ یا (۲) بطور تہدید یعنی زجر و توبیخ جیسے آیہ ہذا میں ....
= اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ۔ یا وہ (بچہ) جیسے ان دونوں مادنیوں (یعنی مادہ بھیڑ اور مادہ بکری کے) رحم لئے ہوئے ہیں؟ یعنی جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو اللہ نے حرام کیا ہے؟
= نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ۔ مجھے کسی علمی دلیل سے بتاؤ۔
= (آیہ ۱۴۳-۱۴۴) اس امر پر توبیخ کی گئی ہے کہ خدا نے ان چاروں قسم کے چوپایوں میں سے (بھیڑ بکری۔ اونٹ، گائے) یا ان کی مادنیوں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو حرام نہیں کیا۔ یہ محض تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں کہ کسی کو سائبہ۔ بحیرہ وغیرہ کا نام دے کر حرام کر لیا۔ اور کسی کو مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام کر دیا۔
۶: ۱۴۴ = وَصّٰىكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوْصِيَةٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اس نے تم کو حکم دیا۔ وَصّٰى ماضی
۶: ۱۴۵ = مَسْفُوْحًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَفْحٌ مصدر (باب فتح)، بہایا ہوا۔ بہتا ہوا۔
= رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ۔ جمع
= فَاِنَّهٗ۔ میں ضمیر ہٗ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ کی طرف راجع ہے۔
= فِسْقًا۔ اسم فعل۔ حالت نصب۔ گناہ کی چیز۔ فِسْقٌ کے معنی ہیں دائرہ شریعت سے نکل جانا عربی میں محاورہ ہے فَسَقَ الرُّطَبُ عَنْ قِشْرِهٖ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔
اَوْ فِسْقًا۔ یا ناپاک گوشت (یہاں چونکہ جانوروں کے گوشت کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے فسق سے مراد وہ گوشت ہے جو نافرمانی کا سبب بن سکے یا گناہ کا موجب ہو سکے۔ یا ایسا ہو کہ وہ شریعت کے احکام کے خلاف ہو)
فِسْقًا کا عطف ہے لحم الخنزیر پر اور فَاِنَّهٗ رِجْسٌ جملہ معترضہ ہے۔ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فِسْقٌ کی صفت ہے۔ یعنی (کھانے والے پر حرام ہے) مردار بہتا ہوا خون۔ سور کا گوشت یا وہ

یا وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

= اُهِلَّ ۔ پکارا گیا اِهْلَالٌ سے ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اِهْلَالٌ کے معنی بنا چاند دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر بُت ہو یا جن یا خبیث رُوح ۔ یا پیر پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان ۔ اور اس نیت سے ذبح کیا جاوے کہ اس سے ان کی خوشنودی یا تقرب حاصل ہوگا سو وہ جانور حرام اور مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہوگا خواہ بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جاوے یا نہ۔

اسی طرح وہ جانور بھی جس پر بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے۔ اس زمرہ میں شامل ہے۔ اُهِلَّ لِلّٰهِ بِ ۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا۔ (الفرائد ریہ)

= اِضْطُرَّ ۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ اِضْطِرَارٌ (افتعالٌ) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اضطرار کے معنی ہیں انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنا۔ عام طور پر اس کا استعمال انسان کو کسی ایسی چیز یا ایسے امر پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔

= غَيْرَ بَاغٍ ۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِیٌ تھا۔ یٌ ساقط ہو گئی۔ حد سے نکل جانیوالا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ بَغْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

= عَادٍ ۔ زیادتی کرنے والا۔ عَدْوٌ سے جس کے معنی ظلم کرنے اور حد سے بڑھنے کے ہیں اسم فاعل واحد مذکر عَادٍ اصل میں عَادِوٌ تھا۔ واؤ پہلے یا رہوا۔ پھر گر گیا۔

قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر جاتی ہے۔

٦ : ١۴٦ = هَادُوْا ماضی جمع مذکر غائب هُوْدٌ مصدر (باب نَصَرَ) یہودی ہوئے یعنی جو یہودی ہیں هُوْدٌ یہودیوں کی جماعت

= ذِیْ ظُفُرٍ ۔ جس کے پنجے ہوں۔ پنجہ والے شکار کرنے والے جانور۔

ظُفُرٌ ناخن ۔ خواہ انسان کا ہو یا حیوان کا۔ لیکن آیۃ ہذا میں پنجہ والے شکاری جانور مراد ہیں۔

= اَلْغَنَمَ ۔ اسم جنس ۔ بکری ۔ بکریاں ۔

= شُحُوْمَهُمَا ۔ ان دونوں (گائے اور بکری) کی چربی۔ شُحُوْمٌ ۔ شَحْمٌ کی جمع ہے

= اَلْحَوَايَا ۔ انتڑیاں ۔ آنتیں ۔ حَوِيَّةٌ کی جمع ۔

= اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۔ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۔ ای ما لصق بالعظام من الشُّحُوْمِ ۔ وہ چربی

جو ہڈیوں سے چمٹی ہوئی ہو۔

۶ : ۱۴۷ = یُرَدُّ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ رَدٌّ مصدر (باب نصر) لَا یُرَدُّ ۔ نہیں لوٹایا جائے گا۔

= بَأْسُہٗ ۔ اس کا عذاب ۔ مضاف مضاف الیہ ۔

۶ : ۱۴۸ = تَخْرُصُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم اٹکلیں مارتے ہو۔ تم جھوٹ بولتے ہو خَرْصٌ سے باب نصر۔

۶ : ۱۴۹ ۔ اَلْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ ۔ دلیل کامل ۔ الحجۃ الدلیل ۔ البالغۃ اسم فاعل ۔ واحد مؤنث ۔ پہنچی ہوئی ۔ پہنچنے والی (حقیقت کو پہنچنے والی ۔ انتہا کو پہنچنے والی ۔ دلیل تامہ ۔

۶ : ۱۵۰ = ھَلُمَّ ۔ اسم فعل بمعنی امر ۔ واحد ۔تثنیہ ۔جمع سب کے لئے آتا ہے تذکیر و تانیث بہرحالت میں ھَلُمَّ ہی آتا ہے ۔ لازم بھی ہے متعدی بھی ہے ۔ لاؤ ۔ حاضر کرو ۔ آؤ ۔ آیۃ ہذا میں متعدی استعمال ہوا ہے ۔ اور آیۃ ۳۳ : ۱۸ میں ھَلُمَّ اِلَیْنَا لازم استعمال ہوا ہے ۔

= یَعْدِلُوْنَ ٥ مضارع جمع مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے عدیل (ہمسر) اوروں کو بھی بناتے ہیں ۔

۶ : ۱۵۱ = تَعَالَوْا ۔ تم آؤ ۔ تَعَالِیٌ سے باب تفاعل امر کا صیغہ جمع ۔مذکر حاضر ۔ یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں ۔ لہٰذا جب کوئی شخص دوسرے کو تعال کہہ کر بلاتا ہے تو گویا وہ رفعت کے حصول کی طرف دعوت دیتا ہے قرآن حکیم میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے جیسے تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ (۳ : ۶۴) جو بات یکساں تسلیم کی گئی ہے اس کی طرف آؤ ۔

اور تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ (۴ : ۶۱) جو حکم خدا نے نازل کیا ہے اس کی طرف رجوع کرو ۔ تَعَالَ ۔ ھَلُمَّ کے ہم معنی ہے

= اَتْلُ اصل میں اَتْلُوْا ہے ۔ مضارع مجزوم واحد متکلم ۔ میں پڑھ کر سناؤں ۔ تِلَاوَۃٌ سے ت ل و مادہ تلاوۃ (نَصَرَ) کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے کے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی اجنبی چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور ہوتا ہے اور کہیں اس کے احکام کا اتباع کرنے سے ۔ اس معنی میں اس کا مصدر تُلُوٌّ تُلْوٌ آتا ہے اور کبھی یہ متابعت کسی قرأت (پڑھنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے غور و فکر کرنے کی صورت میں ہوتی ہے اس معنی میں اس کا مصدر تِلَاوَۃٌ ہے پہلی مثال وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ۔ (۹۱ : ۲) اور چاند کی قسم جب وہ سورج کا اتباع کرتا ہے ۔ اور وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ (۱۱ : ۱۷) اور ان کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہو ۔ یعنی ایسا شاہد

جو اس کی پیروی کرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔

یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ (۳:۱۱۳) وہ آیات الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔

اَلتِّلَاوَۃُ۔ بالخصوص خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے اتباع کو تلاوۃ کہا جاتا ہے۔ کبھی یہ اتباع ان کے اوامر و نواہی (احکام) ترغیب و ترہیب اور جو کچھ ان سے سمجھا جاسکتا ہے ان کی اتباع کی صورت میں۔ مگر یہ لفظ قرأت (پڑھنے) سے خاص ہے یعنی تلاوت کے اندر قرأت کا مفہوم پایا جاتا ہے مگر قرأت کے اندر تلاوت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ کسی کا خط پڑھنے کے لئے تَلَوْتُ رُقْعَتَکَ نہیں بولتے۔ بلکہ یہ لفظ صرف قرآن پاک کے کچھ پڑھنے پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

= مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ۔ جو تمہارے رب نے تمہارے لئے حرام کیا ہے۔ (اس کی تفصیل آیۃ ہذا اور آیات نمبر ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ میں دی گئی ہے)

= اِمْلَاقٍ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ مفلس۔ تنگدست ہونا۔ اَمْلَقَ مفلس ہونا۔ اَمْلَقَ الدَّھْرُ مَالَہٗ۔ زمانہ نے اس کے مال کو ہاتھ سے نکال دیا۔ کنگال کر دیا۔

مِنْ اِمْلَاقٍ تنگدستی کی وجہ سے۔

۶: ۱۵۲ = اَشُدَّہٗ۔ اس کی عقل و تمیز اور قوت کا مکمل ہونا۔

اَشُدَّ کے معنی ہیں قوت و عقل و تمیز کا مکمل ہونا۔

= اَوْفُوْا۔ تم پورا کرو۔ اِیْفَاءٌ (افعالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= اَلْکَیْلَ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ غلہ ناپنا۔ کِلْتُ الطَّعَامَ۔ میں نے اسے غلہ ناپ کر دیا کَالَ یَکِیْلُ کَیْلًا (ضرب) گیہوں وغیرہ (اناج غلہ) کی مقدار کو کسی پیمانہ سے ناپنا۔

اِکْتَالَ یَکْتَالُ۔ اِکْتِیَالٌ مِنْہُ وَعَلَیْہِ۔ اپنے لئے ناپنا۔ اَلْمِکْیَالُ۔ ناپنے کا آلہ۔

= بِالْقِسْطِ۔ انصاف و عدل کے ساتھ۔

= تَذَکَّرُوْنَ۔ تم نصیحت پکڑو۔ تم دھیان رکھو۔ تَذَکُّرٌ (تفعّلٌ) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

۶: ۱۵۳ = فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ۔ تمہیں متفرق کر دے گی تمہیں جدا جدا کر دے گی۔ اس کا فاعل السُّبُلَ ہے (سبیل کی جمع) راستے۔ راہیں۔

ای فتمیل بکم ہذہ الطرق المختلفۃ المضلۃ عن دینہ وطریقہ الذی ارتضاہُ لعبادہ۔ کہ یہ مختلف اور گمراہ کن راستے تمہیں اللہ کے اس دین اور طریق مستقیم سے ہٹا دیں۔

جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔
= ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ - ای امرکم باتباع دینہ وطریقہ یہ ہے اس کا وہ طریقہ جس کے اتباع کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے۔
۶ : ۱۵۴ = ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ۔ یہاں ثُمَّ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں
(۱) ثُمَّ - پھر - التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی ماقبل سے مابعد کے وقت کے لحاظ سے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الرتبہ کے لئے بھی بولتے ہیں۔ ایسے موقع پر اس کے معنی ہوں گے مزید برآں۔ اس سے بڑھ کر۔ ان معنوں میں یہ آیۃ ۲ : ۲۹ میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وہی ذات ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے واسطے پیدا کیا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مکمل کر دیئے۔
یہاں تراخی فی الوقت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ سورۃ والنزعات ۷۹ : ۲۸ میں آسمان کے پیدا کرنے کے بعد آیۃ ۳۰ میں فرمایا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (۷۹ : ۳۰) اس کے بعد اس نے زمین کو بچھایا۔
لیکن یہ محض لغوی بحث ہے درحقیقت قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا پہلے ذکر ہے اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں اور کہیں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ کسی جگہ بھی مقصودِ کلام یہ نہیں ہے کہ کس کو پہلے بنایا گیا اور کس کو بعد میں۔ بلکہ موقع محل کے مطابق ہر ایک کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو بیضاوی - ۶ : ۱۵۴ - تفہیم القرآن ۷۹ : ۳۰)
ثُمَّ عاطفہ ہے۔ اور اس کا عطف وَصّٰكُمْ پر ہے۔ اور یہ عطف ایک خبر کے بعد دوسری خبر بنانے کے لئے ہے کہ جب اللہ پاک اپنے قول وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدحِ توریت پر ثُمَّ کے ذریعہ عطف فرمایا۔ کہ اب تمہیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو بھی کتاب دی تھی جو کہ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ ...... الخ تھی۔
= تَمَامًا - پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ تمام کرنا۔ تمام ہونا۔ کسی شے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شے کی اس کو احتیاج نہیں رہی۔ مکمل۔ ناقص کی ضد ہے ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شے کا محتاج ہو (یہاں پورا ہونا بطور نعمتوں اور نصائح کے ہے)۔
= عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ - عَلٰى كُلِّ مَنْ اَحْسَنَ - ہر وہ شخص جو نیک عمل کرے۔ بھلائی کی روش اختیار کرے۔
۶ : ۱۵۵ = وَهٰذَا كِتٰبٌ - یعنی قرآنِ حکیم۔

٦:١٥٦ = اَنْ تَقُوْلُوْا ۔ اَنْ اَنْزَلْنٰهُ کی علت ہے یعنی ہم نے اسے نازل فرمایا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو

= طَائِفَتَیْنِ ۔ یعنی یہود اور نصاریٰ ۔

= اِنْ کُنَّا ۔ اِنْ ثقیلہ سے مخفف ہے ۔ وَاِنَّہٗ کُنَّا اور یہ کہ ہم (ان کے پڑھنے اور پڑھانے سے بالکل بے خبر تھے)

= دِرَاسَتِهِمْ ۔ ان کا پڑھنا پڑھانا ۔ ان کی تلاوت ۔ دَرَسَ یَدْرُسُ کا مصدر ہے ۔ مضاف ہے ۔ هِمْ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب جو ان کتب کے متعلق ہے جن کا ذکر ابھی ابھی ہوا ہے کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی تھی ۔ مضاف الیہ ہے

٦:١٥٧ = اَوْ تَقُوْلُوْا ۔ قبل الذکر اَنْ تَقُوْلُوْا پر عطف ہے ای ۔ اَوْ اَنْ تَقُوْلُوْا ۔ یا تم یہ نہ کہہ سکو ۔

= بَیِّنَةٌ ۔ کھلی دلیل ۔ واضح دلیل ۔ روشن نشانی ۔ واحد ۔ بَیِّنٰتٌ جمع ۔

= صَدَفَ عَنْهَا ۔ صَدَفَ یَصْدِفُ (ضَرَبَ) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ اُس نے اُس سے منہ پھیر لیا ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب راجع الیٰ اٰیاتِ اللّٰہ ۔ صدف ۔ روگردانی کرنا منہ موڑنا ۔ کترانا ۔

٦:١٥٨ = یَنْظُرُوْنَ ۔ نَظَرَ یَنْظُرُ (نَصَرَ) مضارع ۔ جمع مذکر غائب ۔ وہ انتظار کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں ۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ ۔ وہ کس کی انتظار کر رہے ہیں اِلَّآ اَنْ ۔ سوائے اس کے کہ ۔ یہاں استفہام انکاری ہے بمعنی کہ وہ کسی اور بات کا انتظار نہیں کر رہے بجز اس کے کہ :۔

= اَلْمَلٰٓئِكَةُ ۔ سے مراد موت یا عذاب کے فرشتے ہیں ۔

= رَبُّكَ ۔ سے مراد امر ربك بالعذاب ۔ تیرے رب کا حکم ان کے عذاب کے لئے ۔

= اٰیٰت ۔ سے مراد آیاتِ قاہرہ ہیں ۔

٦:١٥٩ = فَرَّقُوْا ۔ فَرَّقَ یُفَرِّقُ تَفْرِیْقٌ (تفعیل) انہوں نے ٹکڑے کر دیئے ۔ یعنی انہوں نے مذہب کے کئی فرقے بنا دیئے ۔ ماضی جمع مذکر غائب

= وَكَانُوْا شِیَعًا ۔ اور ہو گئے کئی گروہ ۔ اور گروہوں میں بٹ گئے ۔ شِیَعًا ۔ جمع ہے شِیْعَةٌ کی ۔ اصل میں شیاع کے معنی انتشار اور تقویت کے ہیں ۔ اس کا اطلاق واحد تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب پر ہوتا ہے ۔

= لَسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ۔ تو کسی امر میں بھی ان میں سے نہیں ہے ۔ یعنی آپ کا ان سے کوئی

سروکار نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔
= یُنَبِّئُهُمْ ۔ نَبَّاَ یُنَبِّئُ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) وہ بتا دے گا۔ وہ خبردار کردے گا۔ مضارع جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔
٦: ۱۶۱ = قِیَمًا۔ صیغہ صفت ہے یا قیام کا مخفف ہے۔ درست۔ ثابت۔ صلاح و بقاء کا مدار احوال دنیا و آخرت کو درست کرنے والا۔ مستقیم۔ مستحکم۔
= حَنِیْفًا۔ تمام باطل راستوں سے ہٹ کر ایک راہ حق اختیار کرنے والا۔
دِیْنًا قِیَمًا اور مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ دونوں صراط مستقیم کی تعریف ہیں۔ حَنِیْفًا ابراہیم کی صفت ہے یا دِیْنًا قِیَمًا۔ (۱) صراط کا بدل محلی ہے (۲) ھَدٰىنِیْ کا دوسرا مفعول ہے (۳) اس سے فعل عَرَّفَنِیْ وغیرہ محذوف ہے۔ اور مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ۔ دین کا عطف بیان ہے۔
٦: ۱۶۲ = نُسُکِیْ۔ نُسُکٌ عبادت۔ پرستش۔ قربانی۔ اَلنُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔ نَاسِكٌ عابد کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ ارکانِ حج کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔ المَنَاسِكُ اعمال حج ادا کرنے کے مقامات۔ فَاِذَا قَضَیْتُمْ پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے ادا کر چکو یہاں عبادت کے معنوں میں آیا ہے یعنی میری عبادت
لسان العرب میں ہے النُّسُكُ وَالنُّسُكُ۔ العبادة والطاعة وکل ما یتقرب به الی الله تعالیٰ۔ یعنی ہر وہ عبادت اور اطاعت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ ہو
= بِذٰلِكَ کا اشارہ مندرجہ بالا اقوال کی طرف ہے جو آیات ۱۶۱ میں مذکور ہوئی ہیں۔
٦: ۱۶۴ = اَبْغِیْ۔ میں تلاش کروں۔ بَغٰی یَبْغِیْ (ضرب) بَغْیٌ مصدر
= اِلَّا عَلَیْھَا۔ مگر اس کا بوجھ (یعنی عمل کا) اس (نفس) پر ہوگا۔ اس کے ذمہ ہوگا۔ وہی اس کا ذمہ وار ہوگا یعنی کوئی شخص بھی جو عمل کرتا ہے اس کی ذمہ داری اسی کی گردن پر ہوگی۔
= تَزِرُ۔ وہ بوجھ اٹھاتی ہے یا بوجھ اٹھاوے گی۔ وِزْرٌ۔ مصدر (باب ضرب) یعنی بوجھ اٹھانا۔ وَازِرَةٌ بوجھ اٹھانیوالی۔ وِزْرٌ۔ بوجھ۔ وَزِیْرٌ (بروزن فعیل) بادشاہ کا مددگار۔ حکومت کا بوجھ اٹھانیوالا۔
٦: ۱۶۵ = لِیَبْلُوَکُمْ۔ بَلَا یَبْلُوْا۔ (نصر) لام تعلیل کے لئے یَبْلُوْ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تم کو آزمائے۔ بَلَاءٌ مصدر۔
= مَآ اٰتٰکُمْ۔ (وہ نعمت) جو اس نے تم کو دی۔
= سَرِیْعُ الْعِقَابِ۔ سریع۔ سرعت سے کرنے والا۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ عقاب سزا۔ عقوبت۔ عذاب۔ سزا دینا۔ عَاقَبَ یُعَاقِبُ (مفاعلة) سے

عقوبت ۔ معاقبہ، وعقاب تینوں الفاظ عذاب کے لئے مخصوص ہیں

(۷) سورۃ الاعراف (۳۹)

۷ : ۱ = الٓمّٓصٓ ۔ حروف مقطعات ہیں ۔جن کا علم خدا تعالیٰ کی ذات کو ہے ۔
= کِتٰبٌ ۔خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے یعنی ھُوَ کِتَابٌ ۔ کِتٰبٌ سے مراد یہاں القرآن ہے ۔
= صَدْرِكَ ۔تیرا سینہ ۔ صَدْرٌ سے ۔ مضاف ۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ مضاف الیہ ۔ واحد صُدُوْرٌ ۔ جمع ۔ بعض حکماء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قَلْبٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں صرف علم وعقل کی طرف اشارہ ہے ۔جیسے فرمایا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (۵۰ : ۳۷) جو شخص دلِ آگاہ رکھتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے ۔ اور جہاں صَدْر ۔استعمال ہوا ہے وہاں علم وعقل کے علاوہ شہوت ۔ہوائے نفس اور غضب وغیرہ قویٰ نفسانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے ۔ چنانچہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (۲۰ : ۲۵) میں نفسانی قویٰ کی اصلاح کا سوال ہے ۔
= حَرَجٌ ۔تنگی ۔ مضائقہ ۔ شک ۔گناہ ۔ تنگ ۔ اصل میں حَرَجٌ کے معنی اشیاء کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں ۔اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہا جاتا ہے ۔چنانچہ اور جگہ آیا ہے ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا (۴ : ۶۵) اور... پھر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں (نہ محسوس کریں) کبیدہ خاطر نہ ہوں ۔
= فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ۔ پس نہ چاہئے کہ نہ ہو تیرے سینہ میں کوئی شک یا تنگیٔ خاطر اس سے ۔

تقدیر کلام یوں ہے ۔ هٰذَا كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ۔ یہ کتاب (القرآن) ہے ۔جو نازل کی گئی ہے تیری طرف "اکہ تو ڈرائے (لوگوں کو) اس (کی نواہی سے پرہیز نہ کرنے کی عاقبت) سے اور یہ ایک نصیحت ہے مومنوں کے لئے ۔ پس چاہئے کہ تیرے سینہ میں اس (کی تبلیغ) کے متعلق کوئی تنگی وشک وشبہ نہ ہو ۔ یعنی آپ بلا جھجک اور بے دھڑک اس کی تبلیغ فرما دیں ۔ مخالفین کی تکذیب اور تنقید کا کوئی ڈر دل میں نہ رکھیں ۔ کیونکہ تیرے اللہ کی طرف سے یہ حق وصداقت پر مبنی کتاب ہے ۔

= ذِکْرٰی۔ نصیحت کرنا۔ بہت ذکر کرنا۔ یاد۔ پند و نصیحت۔ موعظت۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ (نصر) کا مصدر ہے۔ کثرت ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے۔ یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔

ذِکْرٰی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ بحالت نصب ہے اضمار فعل کے ساتھ ای لِتُنْذِرَ بِہٖ وَ تُذَکِّرَ تَذْکِیْرًا۔ اس صورت میں اَلذِّکْرٰی بمعنی التذکیر ہے

۲:۔ یہ بحالت رفع ہے۔ اور اس کا عطف کِتٰبٌ پر ہے۔ ای ھُوَ کِتٰبٌ وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔

۳:۔ یہ بحالت جر ہے۔ والعطف علی محل لِتُنْذِرَ یعنی لِلْاِنْذَارِ وَلِلذِّکْرٰی ڈرانے کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

۷:۳ = اِتَّبِعُوْا۔ تم پیروی کرو۔ اِتِّبَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اس سے قبل لفظ قُلْ محذوف ہے۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے لوگوں سے۔

(۲) یہ بلاواسطہ لوگوں سے خطاب ہے۔

= وَلَا تَتَّبِعُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ بمعنی لَا تَتَّخِذُوْا۔ تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو یا لَا تَتَّبِعُوْا سے مراد لَا تَقُوْلُوْا ہے۔ تم مت کہو۔

= قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔ تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ قلت۔ قلت زمانی بھی ہو سکتی ہے یعنی قلیل عرصہ کے لئے نصیحت پکڑتے ہو اور پھر فراموش کر دیتے ہو۔ مَا عملاً زائد ہے لیکن قلت کی تاکید کرتا ہے۔

۷:۴ = کَمْ۔ سوالیہ استفہام کے لئے آتا ہے۔ کتنی دیر۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی مدت۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ کبھی محذوف ہوتی ہے مثلاً کَمْ لَبِثْتَ۔ یعنی کَمْ زمانًا لَبِثْتَ۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔

۲۔ خبریہ۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا۔ کبھی اس صورت میں اس کی تمیز پر مِنْ جارہ داخل ہوتا ہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ (آیۃ ہذا) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔

= بَیَاتًا۔ اَلْبَیَاتُ وَالتَّبْیِیْتُ۔ رات کے وقت دشمن پر حملہ کرنا۔ شبخون مارنا۔ آیۃ ہذا۔ بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ۔ رات کے وقت جب وہ سو رہے تھے یا دن کو جب وہ قیلولہ (دوپہر کا سونا۔ آرام کرنا)

کررہے تھے۔ بَیَّتَ یُبَیِّتُ تَبْیِیْتٌ (تفعیل) رات کو مشورہ کرنا۔ بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنْہُمْ (۴:۸۱)
ان میں بعض لوگ مشورہ کرتے ہیں۔ بَاتَ یَبِیْتُ (ضرب) رات گذارنا۔ رات ہوجانا۔
= قَآئِلُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ قَیْلُوْلَۃٌ مصدر۔ دوپہر میں سونے والے، دوپہر کو آرام کرنے والے۔ آیہ ہذا میں سونا مراد ہے۔

۷:۶ = فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْہِمْ۔ لَنَسْئَلَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ سو ہم ضرور پوچھیں گے۔ اَلَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْہِمْ۔ ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے (کہ انہوں نے رسولوں کا کہاں تک اتباع کیا۔
= اَلْمُرْسَلِیْنَ۔ رسولوں سے (کہ انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا)

۷:۷ = فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْہِمْ۔ نَقُصَّنَّ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید بانون ثقیلہ۔ قَصَّ یَقُصُّ ۔ (نصر) عَلٰی کسی سے کوئی بات بیان کرنا۔
= بِعِلْمٍ۔ اپنے علم کی بناء پر (یعنی ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور ان کے اقوال و افعال کے متعلق خدا کے علم محیط کی بناء پر)
= ھُنَّ کی ضمیر رسل اور مرسل الیہم کی طرف راجع ہے۔
= وَمَا كُنَّا غَآئِبِیْنَ۔ غیر حاضر۔ غائب ہونے والے۔ اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔ (ان کے قول و فعل کے وقت) ہم بے خبر نہ تھے۔

۷:۸ = اَلْوَزْنُ۔ (تولنا) یعنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنا۔
وَزَنَ یَزِنُ۔ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو۔ یا قپان کے ذریعہ معین کی جاتی ہے۔ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵:۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔
= اَلْحَقُّ۔ حق۔ برحق۔
اَلْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔
(۱) اَلْوَزْنُ موصوف۔ اَلْحَقُّ صفت۔ صفت موصوف مل کر مبتدا۔ یَوْمَئِذٍ خبر۔ (یَوْمَئِذٍ اصل میں جملہ محذوف یَوْمَ یَسْئَلُ اللّٰہُ الْاُمَمَ وَرُسُلَہُمْ۔ کی جگہ آیا ہے)
(۲) اَلْوَزْنُ۔ مبتدا۔ اور اَلْحَقُّ خبر۔ یَوْمَئِذٍ متعلق خبر۔ پہلی صورت میں معنی ہوں گے۔ جس دن رسل اور مرسل الیہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اس دن پورا پورا تول تولا جائے گا۔
دوسری صورت میں معنی ہوں گے اور اس دن (اعمال کا) تولنا برحق ہے۔

= مَوَازِيْنُهٗ - اسم آلہ۔ میزان کی جمع - یا اسم مفعول مَوْزُوْنٌ کی جمع ہے ۔ وزن کرنے کا آلہ یعنی ترازو۔ یا وزن کئے جانے والے اعمال ۔

۷ : ۹ = خَسِرُوْٓا (باب سمع) خُسْرَانٌ مصدر۔ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ - انہوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا۔

= بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ - ای يُكَذِّبُوْنَ - جھٹلاتے تھے - یا بے انصافی کیا کرتے تھے

۷ : ۱۰ = مَكَّنّٰكُمْ - ماضی جمع متکلم۔ تَمْكِيْنٌ (تفعيلٌ) مصدر۔ ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا۔ ہم نے ان کو با اقتدار بنایا۔ ہم نے ان کو آباد کیا۔

= مَعَايِشَ - مَعِيْشَةٌ کی جمع ۔ سامان زندگی ۔ زندہ رہنے کے اسباب ۔

۷ : ۱۱ = صَوَّرْنٰكُمْ - ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر صَوَّرَ يُصَوِّرُ (باب تفعیل) تمہاری شکل وصورت بنائی ۔

یہاں خطاب تو حاضرین کو ہے لیکن مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یعنی ہم نے آدم کو پیدا کیا اس کو اچھی صورت بخشی اور پھر فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

یہ اسلوب بیان قرآن میں عام ہے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمعصر یہودیوں کو فرمایا گیا وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۲ : ۴۹) اور یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دلائی۔ اس میں حالانکہ خطاب رسول اکرم کے زمانہ کے یہودیوں سے ہے لیکن مراد ان کے اسلاف ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہو گذرے تھے

۷ : ۱۲ = طِيْنٍ - گارا۔ خاک - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ ۔

۷ : ۱۳ = فَاهْبِطْ مِنْهَا - امر واحد مذکر حاضر۔ تو اتر جا۔ هَبَطَ يَهْبِطُ (ضرب) اترنا۔ هُبُوْطٌ ۔ مصدر۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ اس سے مراد یا تو جنت ہے یا آسمان سے زمین کی طرف مراد ہے۔ ہبوط۔ بلندی سے پستی کی طرف ذلت وخواری کی صورت میں نیچے آنے کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہماری بارگاہ سے دفع ہو جاؤ ۔

= فَمَا يَكُوْنُ لَكَ - یہ تیرے لئے درست نہیں ہے ۔ تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے ۔ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا ۔ کہ تو تکبر و غرور کرے اس جگہ۔ (جنت یا سماء یا بارگاہ خداوندی میں) یعنی تیرا کوئی حق نہیں کہ تکبر کرے اور پھر بھی تو یہاں رہے ۔

= الصّٰغِرِيْنَ - ذلیل - بے عزت لوگ ۔

۷ : ۱۴ = اَنْظِرْنِيْ - تو مجھ کو مہلت دے ۔ تو مجھ کو ڈھیل دے ۔ اِنْظَارٌ (اِفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر

حاضر۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم۔
= يُبْعَثُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ بَعَثَ يَبْعَثُ (فتح)، وہ (یعنی لوگ) اٹھائے جاویں گے یوم قیامت۔

۷: ۱۵ = اَلْمُنْظَرِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع۔ مُنْظَرٌ واحد۔ اِنْظَارٌ۔ مصدر۔ باب افعال۔ جن کو مہلت دی گئی۔ مہلت یافتہ۔ ڈھیل دیئے ہوئے۔

۷: ۱۶ = فَبِمَا۔ ب اس میں سببیہ ہے۔
= اَغْوَيْتَنِيْ ۔ اِغْوَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اَغْوٰى يُغْوِيْ اِغْوَاءٌ۔ غَيٌّ اور غوىً کے معنی ہیں بہک جانا۔ گمراہ ہونا۔ لعنتی ہونا۔ برباد ہونا۔ ناکام ونامراد ہونا۔ خائب وخاسر ہونا۔ زندگی خراب ہونا۔ باب افعال سے۔ بہکانا۔ گمراہ کرنا۔ برباد کرنا۔ خائب وخاسر کرنا۔ زندگی خراب کرنا۔ یا گمراہی کی سزا دینا۔ یعنی سزاءً گمراہ کرنا۔ جیسے اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ (۱۱: ۳۴) اگر خدا یہ چاہے کہ تمہیں تمہاری گمراہی کی سزا دے۔

اغوار کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کو ایسا حکم دینا کہ جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس آیت میں یہ آخری دو معنی مراد ہوسکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حکم پر سجدہ نہ کرنے کی سزا میں ابلیس کو جنت سے (یا درگاہ سے) نکل جانے کا حکم دیا تھا۔
یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کی حکم عدولی اس کی گمراہی کا سبب بن گئی۔ سو فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ کا ترجمہ ہوگا۔
بدیں وجہ کہ میری حکم عدولی پر تو نے سزاءً راہِ مستقیم سے مجھے دور کر دیا ہے
= لَاَقْعُدَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ قَعَدَ يَقْعُدُ (نصر) قُعُوْدٌ سے میں ضرور بیٹھوں گا۔ میں تاک میں بیٹھوں گا۔
= صِرَاطَكَ ۔ تیرا راستہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صِرَاطَكَ ای علٰی صراطك تیرے راستہ پر۔
= لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ تیرے سیدھے راستہ سے ان کو گمراہ کرنے کے لئے میں ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔

۷: ۱۷ = لَاٰتِيَنَّهُمْ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (ان کو بہکانے کے لئے)

۷: ۱۸ = مَذْءُوْمًا ۔ حقارت کیا ہوا۔ ذلیل۔ ذَاَمَهٗ (باب تفعیل) ای عابهٗ وحقرهٗ

وطردہ ۔ عیب لگانا ۔ ذلیل کرنا ۔ دھتکارنا ۔ ذَامَہٗ ۔ ذِیْمًا وَذَامًا (ضرب) عیب لگانا ۔ مذمت کرنا
= مَدْحُوْرًا ۔ دَحَرَ یَدْحَرُ دَحْرًا وَدُحُوْرًا (فتح) دھتکارنا ۔ دور کرنا ۔ ہٹانا ۔ مَدْحُوْرًا ۔
مردود ۔ دھتکارا ہوا ۔ راندہ ہوا ۔ قرآن میں آیا ہے وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (۳۷:۹۸)
اور وہ ہر طرف سے دھتکار کر نکال دیئے جاتے ہیں
= لَاَمْلَئَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ ۔ میں ضرور بھر دوں گا ۔ مَلْأٌ سے (باب فتح)
جس کے معنی بھرنے اور پُر کرنے کے ہیں ۔ اَلْمَلَأُ ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری
حسن اور جمال اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے ۔ قرآن میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۲:۲۴۶) بھلا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا ۔ اور وَقَالَ
الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖ (۷:۲۷) اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے ۔
اور کہتے ہیں فُلَانٌ مَلَاُ الْعُیُوْنِ ۔ یعنی سب اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ گویا اس نے
ان کی نظروں کو اپنے جلوے سے بھر دیا ہے ۔ اَلْمِلْاُ ۔ کسی چیز کی اتنی مقدار کہ برتن کو بھر دے ۔ قرآن
میں ہے ۔ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِہٖ ۔ (۳:۹۱) سو
ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا ۔ اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کو دینا بھی چاہے ۔
= مِنْكُمْ ۔ ای منك ومنھم ۔ مخاطب کی ضمیر غالب آئی ہے ۔
۷:۲۰ = لِیُبْدِیَ لَھُمَا ۔ لام عاقبت کے لئے ہے ۔ یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ
اندازی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی لباس اتار دیا گیا ۔ اور وہ اپنے آپ کو برہنہ دیکھنے لگے ۔
یُبْدِیَ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کہ ظاہر کر دے ۔ کھول دے ۔ نمایاں
کر دے ۔ بَدَءَ مادّہ ۔
= وُوْرِیَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وَارٰی یُوَارِیْ مُوَارَاةٌ (مفاعلۃ) ودی مادّہ ۔
وہ چھپایا گیا ۔ وہ پوشیدہ رکھا گیا ۔
= سَوْاٰتِھِمَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان دونوں کی شرمگاہیں ۔ سَوْءَةٌ کی جمع ہے ۔
= لِیُبْدِیَ لَھُمَا مَا وٗرِیَ عَنْھُمَا مِنْ سَوْاٰتِھِمَا ۔ یہ بھی شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی
غرض وغایت ہے ۔ یعنی ان دونوں کی شرمگاہوں کے وہ حصے جو ڈھانپ کر ان سے چھپائے گئے
تھے ان پر بے پردہ کر دے ۔ (کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر دونوں اس کے دھوکہ میں آگئے تو نتیجۃً وہ
بے پردہ ہو جائیں گے)
= مَا نَھٰكُمَا میں مَا نفی کے ہے نہیں منع کیا تھا اس نے تم دونوں کو ۔

= عَنْ هٰذِہِ الشَّجَرَۃِ۔ یعنی عن الاکل عن ھذہِ الشجرۃِ اس درخت (کا پھل) کھانے سے۔

۷ : ۲۱ = وَقَاسَمَھُمَا۔ ان کے سامنے قسم اٹھائی۔

۷ : ۲۲ = فَدَلّٰھُمَا بِغُرُوْرٍ۔ ان دونوں کو ڈھلا لیا۔ ان دونوں کو نیچے ڈال دیا۔ ان دونوں کو کھینچ لیا۔ ان دونوں کو نیچے گرادیا۔ دَلّٰی تَدْلِیَۃٌ (تفعیل) سے جس کے معنی کسی کو حیلہ سے کام میں لگا دینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَدْلِیَۃٌ اِدْلَاءُ الدَّلْوِ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے کے ہیں اسی مناسبت سے نیچے ڈال دینے اور کھینچ لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے

بِغُرُوْرٍ۔ غرور۔ دھوکہ۔ فریب۔ جھوٹی امید۔ لالچ۔

= بَدَتْ۔ ظاہر ہو گئی بَدْوٌ اور بَدَاءٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

= طَفِقَا۔ وہ دونوں لگے۔ (اس کام کو جو آگے مذکور ہے) طَفِقَ (سمع) کَادَ کی طرح افعال مقاربہ میں سے ہے۔ جس طرح کَادَ کی خبر مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اسی طرح طَفِقَ کی خبر بھی مضارع ہوتی ہے۔ اور بغیر اَنْ کے آتی ہے۔ جیسے یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲ : ۲۰) برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے ان کی بینائی لے لی۔

اور طَفِقَ کی مثال آیۃ ہذا۔ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْھِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ۔ اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے۔

= یَخْصِفٰنِ مضارع تثنیہ مذکر غائب خَصْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ دونوں چپکاتے لگے۔

۷ : ۲۴ = اِھْبِطُوْا۔ تم سب اترو۔ ھُبُوْطٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نیچے اترنا۔ ہبوطِ آدم۔ حضرت آدم کا جنت سے زمین پر اترنا۔

= مُسْتَقَرٌّ۔ ظرف مکان۔ استقرار (استفعالٌ) مصدر۔ قرارگاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد۔ اَمْتِعَۃٌ جمع۔ معین وقت تک فائدہ اٹھانا۔ سامان جو کام میں آتا ہے جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

= اِلٰی حِیْنٍ۔ ایک وقت تک۔

۷ : ۲۶ = اَنْزَلْنَا۔ کا لغوی معنی ہے اوپر سے نیچے آنا۔ جیسے اَنْزَلْنَا الْمَاءَ ہم نے پانی (بارش کی صورت میں) نازل کیا۔ انسانی ضروریات زندگی کو بہم پہنچانے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر ارضی چیزیں تدبرات سماویہ سے ظہور میں آتی ہیں۔ مثلاً یہی لباس کہ کپاس سے تیار ہوتا ہے جو اپنی نشوونما کے لئے پانی کی محتاج ہے۔ جو اوپر سے برستا ہے۔ اسی طرح

آیا ہے وَ اَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ (۳۹: ۶) اور اس نے تمہارے لئے چوپائے (مویشی) بھیجے یا نازل کئے ۔ پیدا کئے۔

= رِيۡشًا۔ باعث زینت۔ رِيۡش۔ رونق۔ لباس زینت۔ رِيۡش اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں۔ اور اس کا واحد رِيۡشَةٌ ہے۔ اور چونکہ پرندوں کی پروں سے رونق ہے اور وہ ان کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے لئے کپڑے۔ اس لئے اس کا استعمال بطور استعارہ رونق۔ زیب و زینت اور کپڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ رِيۡشًا صفت بھی ہو سکتا ہے لِبَاسًا کی جو اس سے قبل محذوف ہے۔

= وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ذٰلِكَ خَيۡرٌ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

یہ نیا جملہ ہے لِبَاسُ التَّقۡوٰى مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اور ذٰلِكَ خَيۡرٌ۔ خبر۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى هُوَ خَيۡرٌ بعض نے لِبَاسَ التَّقۡوٰى کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کو لِبَاسًا پر عطف لیا ہے۔ لیکن جمہور اول الذکر کی طرف گئے ہیں

لِبَاسُ التَّقۡوٰى سے مختلف علما نے مختلف معانی لئے ہیں۔ مثلاً لباس الحرب۔ (ڈھال۔ زرہ وغیرہ) خشية الله۔ الایمان۔ السمت الحسن۔ عمل صالح۔ الحیاء وغیرہ۔

= ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ میں ذٰلِكَ کا اشارہ انزال اللباس کی طرف ہے۔ اور آیات سے مراد اللہ کی نعمتیں۔ اس کا فضل و کرم بھی ہو سکتا ہے۔ اور نشانیاں بھی۔

= لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ۔ تاکہ وہ (انسان) نصیحت پکڑیں۔

۷: ۲۷ = لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ۔ مضارع منفی با نون ثقیلہ۔ فَتَنَ يَفۡتِنُ (ضَرَبَ) سے صیغہ واحد مذکر غائب۔ تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔ تمہیں گمراہ نہ کر دے۔

= يَنۡزِعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب نَزۡعٌ مصدر (باب ضرب) اتروا دیا۔ بمعنی ماضی۔

= لِيُرِيَهُمَا۔ مضارع منصوب۔ اِرَاءَةٌ سے۔ هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ۔ تاکہ وہ ان دونوں کو دکھائے۔

= يَنۡزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡاٰتِهِمَا۔ حال ہے اَبَوَيۡكُمۡ سے۔

= اِنَّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب شَيۡطٰن کی طرف راجع ہے۔

= قَبِيۡلُهٗ۔ اس کا کنبہ۔ اس کی جماعت۔ اس کا گروہ۔

۷: ۲۸ = فَاحِشَةً۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے ہر وہ چیز جس کی ممانعت اللہ نے کر دی ہے۔ مثلاً برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا۔ جس کی یہاں ان

آیات میں مذمت کی گئی ہے۔ زنا وغیرہ۔

۷ : ۲۹ = بِالْقِسْطِ۔ بالعدل وھوالوسط من کل امرٍ۔ قسط سے مراد عدل یعنی ہر کام میں درمیانی راستہ اختیار کرنا نہ اس میں افراط ہو نہ تفریط۔

= وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ کی تقدیر یوں ہے قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَقَالَ اَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (الخازن) تو کہہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رب نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے اپنے چہرے سیدھے کرو (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت۔

= اَقِیْمُوْا۔ اقامۃ الشیءٔ اعطاء الشیءٔ حقہ وتوفیتہ شروطہ۔ یعنی کسی چیز کو کما حقہٗ اس کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے ادا کرنا۔ اَقِیْمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم قائم کرو۔ تم درست کرو۔ اقامۃ (باب افعال) سے بمعنی قائم کرنا۔ درست رکھنا۔

= وُجُوْھَکُمْ۔ تمہارے چہرے۔ الوجہ سے مراد دلی توجہ اور نیت صحیحہ بھی مراد ہو سکتی ہے

= مَسْجِدٍ۔ اسم ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی ہے۔ سو اس کا معنی وقت نماز بھی ہو سکتا ہے اور مسجد اور ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے۔

= بَدَاَ۔ اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتدا کی (باب فتح) بَدَاَ۔ یَبْدَاُ۔ کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (۲۹ : ۲۰) اس نے کیسے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

= تَعُوْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَادَ یَعُوْدُ عَوْدٌ (باب نصر) اَلْعَوْدُ۔ کسی کام کو ابتداءً کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹنے کو عَوْدٌ کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ پلٹنا بذاتہٖ ہو یا قول و عزم سے۔ جیسے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْہُ (۶ : ۲۸) اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی کرنے لگیں۔ اور اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (۷ : ۸۸) یا تم ہمارے مذہب میں آجاؤ۔

= تَعُوْدُوْنَ۔ تم پھر آؤ گے۔ تم پھر لوٹو گے۔

= کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم لوٹو گے۔

۷ : ۳۰ = کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ فَرِیْقًا ھَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْھِمُ الضَّلٰلَۃُ۔ (جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم اس کی طرف لوٹو گے ایک گروہ کو تو اللہ نے ہدایت دیدی اور ایک گروہ ہے کہ جس پر گمراہی واجب ہو گئی۔) اس کے معانی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ کیا ننگے پیدا ہوئے تھے تو ننگے ہی اٹھائے جائیں گے۔ یا جس بنا پر کسی کی خلقت

ہوئی تھی اسی پر اس کی واپسی ہوگی۔ یا جیسا قرآن میں ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (۶۴: ۲) کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مومن پیدا کیا اور کسی کو کافر۔ اور پھر ایسا ہی اٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا۔ (ابن کثیر)

۷: ۳۱ = زِيْنَتَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری زینت۔ یہاں زینت سے مراد لباس ہے

= لَا تُسْرِفُوْا۔ تم اسراف نہ کرو۔ حد سے نہ بڑھ جاؤ۔ تم بیجا خرچ نہ کرو۔

۷: ۳۲ = مَنْ کس نے۔

= اَخْرَجَ۔ یہاں بمعنی اس نے پیدا کی۔

= خَالِصَةً۔ خاص کر۔ صرف (انہی کے لئے روز قیامت کو)

۷: ۳۴ = اَجَلٌ = مدت مقررہ۔ مقررہ وقت۔ (عذاب کے نازل ہونے کا)
موت کو بھی اجل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا وقت بھی مقرر ہے

= لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ دیر نہیں کرسکتے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

= لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ پہلے نہیں ہوسکتے (باب استفعال)

۷: ۳۵ = اِمَّا۔ اگر۔ یا۔ خواہ۔ جیسے اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (۱۸: ۸۶) خواہ ان کو عذاب دے خواہ ان سے حُسنِ سلوک کر۔ آیۃ ہذا میں بمعنی اگر استعمال ہوا ہے نیز ملاحظہ ہو۔

۷: ۳۷ = يَنَالُهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ نَيْلٌ۔ مصدر (باب سمع) پہنچ جائے گا۔ پہنچتا رہیگا۔

= نَصِيْبُهُمْ۔ ان کا حصہ۔ یعنی خوراک۔ عمر۔ صحت۔ بیماری۔ اچھا یا برا کام کرنے کے مواقع گناہ کرنے یا توبہ کرنے کے مواقع۔ وغیرہ وغیرہ۔

= مِنَ الْكِتٰبِ۔ (جو ان کی قسمت میں) لکھا ہوا ہے۔ اَلْكِتٰبِ۔ نوشتۂ تقدیر۔

= حَتّٰۤى اِذَا۔ یہاں تک کہ جب۔

= يَتَوَفَّوْنَهُمْ = مضارع جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔ یہ ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو زندگی میں اللہ تعالیٰ کے خلاف جھوٹی بہتان بازی کرتے تھے اور اس کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ يَتَوَفَّوْنَ حال ہے رُسُلُنَا سے یعنی درآنحالیکہ وہ

(یعنی اللہ کے فرستادہ فرشتے، ان کی روحیں قبض کر رہے ہوں گے۔ یا قبض کریں گے۔ وہ جان نکالتے ہیں یا نکالیں گے۔ یا ان کی جان لینے کے لئے یَتَوَفَّوْنَ (باب تفعیل)

= قَالُوْا۔ اِذَا کا جواب۔

= اَیْنَمَا۔ یہاں۔ اَیْنَ (کہاں۔ ظرف مکان) اور مَا موصولہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

تقدیرِ کلام یوں ہے۔ این الاٰلھۃ التی کُنْتُمْ تَدْعُوْنَھَا۔ ای تَعْبُدُوْنَھَا۔ کہاں ہیں وہ جن کو تم معبود پکارتے تھے (اللہ کے سوا)۔ اَیْنَمَا۔ بمعنی جہاں کہیں جس طرف۔

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ (۴: ۷۸) جہاں کہیں بھی تم ہوگے موت تم کو آ لے گی۔

= ضَلُّوْا عَنَّا۔ ہم کو چھوڑ گئے۔ ہم سے گم ہو گئے ہیں۔

۷: ۳۸ = لَعَنَتْ اُخْتَھَا۔ لَعَنَتْ۔ بمعنی لعنت بھیجے گی۔ (یعنی وہ جماعت جو نئی جہنم میں داخل ہو رہی ہوگی) اُخْتَھَا۔ اپنی بہن پر (یعنی اپنی جیسی جماعت پر جو اس سے قبل جہنم میں داخل ہو چکی ہوگی۔ اپنی جیسی سے مراد یہ کہ جس پاداش میں دونوں جہنم میں پہنچے ہیں یعنی مشرکین کی جماعت مشرکین پر۔ یہود کی جماعت یہود پر۔ وغیرہ وغیرہ)

= اِدَّارَکُوْا۔ تَدَارَکَ یَتَدَارَکُ (تفاعل) تدارک کے 'تا' کو دال میں ادغام کر کے شروع میں ہمزہ وصل لائے اِدَّارَکَ ہو گیا۔ اِدَّارَکُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَدَارُکٌ سے۔

اَلدَّرَکُ اور اَلدَّرَجُ کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن الدَّرَجُ کا لفظ اوپر چڑھنے کے اعتبار سے بولا جاتا ہے اور اَلدَّرَکُ کا لفظ نیچے اترنے کے لحاظ سے۔ اسی لئے درجات الجنۃ اور درکات النار کا محاورہ ہے۔ قرآن میں ہے وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ (۲: ۲۵۳) اور بعض کو بلند درجات سے نوازا۔ یا اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴: ۱۴۵) بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے۔

سمندر کی گہرائی کی تہ کو اور اس رسی کو جس کے ساتھ پانی تک پہنچنے کے لئے دوسری رسی ملائی جائے۔ اس کو بھی درک کہتے ہیں۔ یا وہ رسی جو بڑی رسی سے باندھی جائے یا وہ رسی جو ڈول کے کنڈے سے باندھی جائے۔ درک کہلاتی ہے۔ اس لئے یکے بعد دیگرے ایک چیز کے کسی دوسری چیز سے ملنے کو (تاکہ غایت کو پہنچ سکے) ادراک کہتے ہیں۔ اسی طرح بہم کوششوں سے کسی حقیقت کے پالینے کو بھی ادراک کہتے ہیں۔

پس تدارک کے معنی پے در پے ایک دوسرے سے ملنے کے ہیں۔ عربی محاورہ ہے تَدَارَکَ الْقَوْمُ قوم کے فرد ایک دوسرے سے جا ملے۔ (ہلاک ہو گئے) آیۃ ہذا میں اِدَّارَکُوْا سے مراد یہی ہے

کہ جب ان کی جماعتیں ایک دوسرے سے ملتی ملتی ختم ہو جائیں گی۔ یعنی جب سب امتیں اس میں (دوزخ میں) یکے بعد دیگرے جمع ہو جائیں گی۔

= اُخْرٰىهُمْ۔ ان میں کی آخری۔ یا پچھلی۔ یا دوسری۔ اُخْرٰی اور اٰخِرٌ کی مؤنث۔

= اُوْلٰىهُمْ۔ ان کی پہلی۔ اگلی۔ اَوَّلٌ کا مؤنث۔

= قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ۔ کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ سب سے آخری امت (دوزخ میں داخل ہوگی) اپنے سے پہلی امتوں کو کہیگی!

۲۔ (دوزخ میں) ہر پیچھے آنے والی امت اپنے سے پہلے والی امت کو کہے گی!

۳۔ جو امت زمانہ کے لحاظ سے بعد میں آئی تھی۔ وہ اپنے سے پہلی امت کو کہے گی۔ کیونکہ یہ پہلی امت تھی جو اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے گمراہی کے دین کو چھوڑ گئی تھی (دنیا میں)

۴۔ یا مرتبہ کے لحاظ سے آخری امت وہ ہوگی جو تابعین کی جماعت تھی۔ اور اولیٰ وہ جماعت ہوگی جو کہ قائدین کی جماعت تھی۔ لہٰذا تابعین قائدین کو کہیں گے۔

۷: ۳۹ = کُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ٥ جو تم کمایا کرتے تھے۔ جو تم کماتے رہے تھے۔

۷: ۴۰ = يَلِجَ۔ وَلَجَ يَلِجُ سے مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ وُلُوْجٌ مصدر۔ داخل ہو جائے۔

= سَمِّ الْخِيَاطِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سم۔ ناکہ۔ سوراخ۔ خیاط۔ سوزن۔ سوئی۔ سم الخیاط سوئی کا ناکہ۔

۷: ۴۱ = مِهَادٌ۔ بچھونا۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ مَهْدٌ گہوارہ۔ پالنا۔ زمین۔ مَهْدٌ مصدر (باب نَصَرَ) بچھانا۔ اختیار کرنا۔ کام کرنا۔ تمہید۔ کام کو ہموار کرنا۔ عذر سننا۔ عذر قبول کرنا

= غَوَاشٍ۔ غَاشِيَةٌ کی جمع۔ اصل میں غَوَاشِيُ تھا۔ حالتِ رفع کے سبب ی کو ساقط کر دیا گیا۔ معنی آگ کے پردے۔ ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ۔

۷: ۴۳ = نَزَعْنَا۔ ماضی معروف۔ جمع متکلم۔ نَزْعٌ۔ مصدر۔ (باب فتح) ہم نکال دیں گے چھین لیں گے۔ ملاحظہ ہو آیت ۷: ۲۷ ۔

= غِلٍّ۔ اسم فعل۔ دلی کدورت۔ قلبی عداوت۔ غَلَّ يَغِلُّ۔ (باب ضرب) کینہ سے سینہ کا بھرنا۔ غِلًّا و غَلِيْلًا مصدر غَلَّ يَغُلُّ غُلُوْلًا۔ دھوکہ دینا۔

= تَحْتِهِمْ۔ ان کے نیچے۔ تَحْتَ قُصُوْرِهِمْ۔ ان کے محلوں کے نیچے۔ یا ان کے حکم پر۔ یعنی نہریں ان کے حکم پر چلیں گی۔ فرعون نے کہا تھا۔ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ

(۴۳ : ۵۲) بیضاوی نے اس کے معنی لکھے ہیں۔ تحت قصری۔ تحت امری۔ او بین یدی۔

= نُوْدُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نِدَاءٌ مصدر۔ باب مفاعلہ۔ ان کو پکارا جائیگا۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

= اُوْرِثْتُمُوْهَا۔ تم اس کے وارث بنائے گئے۔ تمہیں وہ میراث میں دی گئی۔ واؤ اشباع کا ہے۔ اصل میں صیغہ اُوْرِثْتُمْ ہے جو اِیْرَاثٌ (افعالٌ) سے ہے۔

۷ : ۴۴ = نَادٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ۔ مصدر (باب مفاعلۃ) اس نے پکارا یہاں ماضی بمعنی مضارع ہے۔

= اَذَّنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے پکارا۔ اَلْاُذُنُ سے مشتق ہے۔ اُذُنٌ بمعنی کان۔ استعارہ کے طور پر وہ شخص جو ہر ایک کی بات سن کر اسے مان لیتا ہے جیسے قرآن میں ہے وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (۹ : ۶۱) اور کہتے ہیں کہ وہ نرا کان ہے یعنی ہر ایک کی بات سن کر مان لیتا ہے۔

اُذُنٌ سے دیگر مشتقات اِذْنٌ۔ حکم۔ اجازت۔ ارادہ۔ مشیت۔ اَذِنَ۔ اس نے سنا اس نے حکم دیا۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۔ (۸۴ : ۲) اور وہ اپنے رب کا فرمان سنے گی۔ اور اسے واجب بھی ہے۔ اور لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (۷۸ : ۳۸) نہیں کلام کریں گے۔ مگر وہ (کلام کر سکیگا) جسے اس کا رحمٰن (اللہ تعالیٰ) حکم دے گا۔ وَاَذَّنَ (باب تفعیل) وہ پکارا۔ مُؤَذِّنٌ۔ پکارنے والا۔ اور (باب تفعّل) سے وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ۔ (۷ : ۱۶۷) اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا۔

= مُؤَذِّنٌ۔ سے مراد بعض نے اسرافیل (صاحب صور) لیا ہے بہرکیف اس سے مراد کوئی فرشتہ ہے جو اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کو سُن سکتا ہے۔

۷ : ۴۵ = يَبْغُوْنَهَا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو سبیل کی طرف راجع ہے۔ وہ اس کو چاہتے ہیں۔ بَغْيٌ مصدر۔

= عِوَجًا۔ ٹیڑھا۔ عِوَجٌ کجی۔ ٹیڑھا پن۔ عَوِجَ يَعْوَجُ (سَمِعَ) سے۔

۷ : ۴۶ = اَلْاَعْرَافِ۔ سے مراد۔ وہ دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہے۔ اَعْرَافٌ عُرْفٌ۔ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مکان مرتفع۔ بلند جگہ۔ عرف الفردوس۔ گھوڑے

کی گردن کے بال ۔ عُرْفُ الدِّیْکِ ۔ مرغے کی کلغی۔

= سِیْمٰھُمْ۔ ان کا چہرہ۔ ان کی نشانی ۔ سِیْمَا کے معنی نشانی اور علامت کے ہیں۔ یہ اصل میں وَسْمٰی تھا۔ واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ پر رکھا گیا۔ تو سِوْمٰی ہوا پھر واؤ کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا تو سِیْمٰی ہو گیا۔ سِیْمٰی مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

ربع

= نَادَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر۔ باب مفاعلہ۔ انہوں نے پکارا۔ (یا ماضی بمعنی مضارع) وہ پکاریں گے ۔ اس کا فاعل رِجَالٌ۔

= لَمْ یَدْخُلُوْھَا ۔ (ابھی) وہ اس میں (جنت میں) داخل نہیں ہوئے ہوں گے ۔

= وَھُمْ یَطْمَعُوْنَ ۔ اور وہ (جنت میں داخل ہونے کے) خواہشمند ہوں گے ۔

لَمْ یَدْخُلُوْھَا وَھُمْ یَطْمَعُوْنَ (ای اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ)

اصحاب اعراف کے بارہ میں کہ یہ کون ہوں گے؟ مفسرین میں اختلاف ہے لیکن راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونے کی وجہ سے ابھی خداوند کریم نے ان کو بہشت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی ہو گی ۔ لیکن وہ داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوتا ہے کہ وہ اہل جہنم کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے: اے ہمارے رب ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔

۷: ۴۷ = صُرِفَتْ ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب وہ پھیری گئی ۔ (ماضی بمعنی مضارع وہ پھیری جائیں گی) یعنی جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی ۔ یا پھیریں گے

= تِلْقَآءَ ۔ طرف ۔ لِقَاءٌ سے ۔ جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ اسم ہے۔ ملاقات کرنے اور آمنے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۷: ۴۸ = اَغْنٰی عَنْ ۔ فائدہ بخشنا کام آنا۔ غنی بنا دینا۔ مَآ اَغْنٰی عَنْکُمْ وہ تمہارے کسی کام نہ آیا۔ اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

= جَمْعُکُمْ۔ تمہاری جمعیت۔ تمہاری جماعت ۔ تمہارا جمع ہونا۔

= مَآ اَغْنٰی میں مَا نافیہ ہے اور مَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ میں مَا بیانیہ ہے۔

= مَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ جس کا تم گھمنڈ کیا کرتے تھے ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر

۷: ۴۹ = اَھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ میں اَ استفہامیہ ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ قریب (مبتدا)

اس کا مشار الیہ اصحاب الجنۃ محذوف ہے۔ اَلَّذِیْنَ خبر۔ اَقْسَمْتُمْ (تم قسمیں کھاتے تھے)
= لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ۔ اَلَّذِیْنَ کے صلہ میں داخل ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے۔ اَھٰۤؤُلَآءِ ھُمُ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ عَلَیْھِمْ بِاَنْ لَّا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ۔ کیا یہ (جنتی) لوگ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کو نہیں نوازے گا۔
= اُدْخُلُوْا ..... تَحْزَنُوْنَ۔ (کلام متذکرہ بالا کے بعد اہل جنت کی طرف متوجہ ہو کر وہ یہ کہیں گے یا ان کا کلام بِرَحْمَۃٍ پر ختم ہو گیا اور یہ جملہ اصحاب اعراف کے حق میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ اب تم نے اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار کا حال دیکھ لیا۔ تم بھی جنت میں جاؤ داخل ہو جاؤ..... الخ یا اصحاب اعراف یہ کہیں گے کہ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں ..... الخ۔ یہاں اصحاب اعراف کا کلام ختم ہوا۔

۷: ۵۰ = اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ۔ اَفِیْضُوْا۔ تم بہاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفَاضَۃٌ سے۔ اَفَاضَ الْمَآءُ۔ کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے فرمایا تَرٰۤی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (۲: ۱۹۹) پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو۔ یہاں اِفَاضَۃٌ کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں۔ اور یہ فَیْضَانُ الْمَآءِ (یعنی پانی کا زور سے بہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے

۷: ۵۱ = اَلَّذِیْنَ ...... یہ نیا جملہ ہے اور یہاں سے کلام اللہ کی طرف سے ہے۔ اصحاب النار کی التجا اور اہل جنت کا جواب علی الکافرین پر ختم ہو گیا۔ اَلَّذِیْنَ بمعنی جن لوگوں ..
مَا کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ۔ مَا بمعنی کَمَا۔ کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ وہ انکار کیا کرتے تھے۔

۷: ۵۲ = فَصَّلْنٰہُ۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْصِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم نے اس کو کھول کر بیان کر دیا۔ ہم نے اس کی الگ الگ (مختلف پہلوؤں سے) تفصیل (وضاحت) کر دی
= عَلٰی عِلْمٍ۔ یہ اللّٰہ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور کِتٰبٌ کا بھی۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے "ہم نے اپنے علم کامل سے اس کی وضاحت کر دی۔ دوسری صورت میں معنیٰ ہوں گے "ہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور وہ تمام عُلُوم پر مشتمل ہے۔
= ھُدًی وَّرَحْمَۃً۔ حال ہے فَصَّلْنٰہُ کا۔ یعنی درآں حالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے۔

۷:۵۳ = يَنْظُرُوْنَ ۔ اى يَنْتَظِرُوْنَ ۔ وہ انتظار کرتے ہیں ۔ یا انتظار کر رہے ہیں ۔
= هَلْ ۔ یہ حرف استخبار اور کبھی استفہام کے لئے آتا ہے ۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا (۶: ۱۴۹) کہہ دو تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے لاؤ ۔ اور کبھی تنبیہ ۔ تبکیت یا نفی کے لئے بھی آتا ہے ۔ جیسے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (۱۹: ۶۵) بھلا تم اس کا کوئی ہمنام جانتے ہو ۔
(نفی) هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (۶۷: ۳) کیا تجھے کوئی شگاف نظر آیا ۔
(نفی) هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ (۲۱: ۳) هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ یہ شخص (کچھ بھی) نہیں ہے مگر تمہارے جیسا آدمی ہے ۔
اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تنبیہ اور اس کی سطوت پر تخویف ۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ان کو کسی بات کا انتظار نہیں مگر صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ۔ کیا یہ اس کی دھمکی یا اس کی تعبیر کے سچ مچ دقوع پذیر ہوجانے کا انتظار کر رہے ہیں ۔ یعنی یہ کس بات کے منتظر ہیں ۔ کیا یہ انتظار کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو وعید آئی ہیں وہ فی الواقع انجام کار ٹھیک بیٹھتی ہیں یا نہیں (تنبیہ)
= يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ ۔ جس روز آجائے گا اس کا انجام ۔ یعنی جس دن اس کتاب کے وعدے وعید کے عواقب اور نتیجے ظاہر ہوں گے ۔
= نُرَدُّ ۔ ہم لوٹائے جائیں ۔ مضارع مجہول رَدٌّ مصدر ۔ (باب نصر)
= فَنَعْمَلَ ۔ تاکہ ہم عمل کریں ۔ مضارع منصوب بوجہ جواب استفہام صیغہ جمع متکلم ۔
= خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ ملاحظہ ہو (۷: ۹)
= ضَلَّ عَنْهُمْ ۔ گم ہوگئے ان سے ۔ چھوڑ گئے ان کو ۔ (یعنی جو بہتان بازی وہ کیا کرتے تھے اور جن معبودانِ باطل کی وہ پرستش کیا کرتے تھے وہ ان کو چھوڑ گئے)
۷:۵۴ = اِسْتَوٰى عَلَى ۔ اس نے قرار پکڑا ۔ وہ قائم ہوا ۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا ۔ متمکن ہوا ملاحظہ ہو (۲: ۲۹) اِسْتَوٰى کا یہ معنی نہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش پر بیٹھ گیا ۔ کیونکہ مکان اور حلول سے پاک ہے ۔ اس کے استوٰی کی جو کیفیت ہے وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے ۔
عرش کے معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰: ۳ ۔
= يُغْشِيْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اَغْشٰى يُغْشِيْ (باب افعال متعدی بدو مفعول) يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۔ وہ رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے ۔ غَشِيَ يَغْشٰى (سمع) ۔ چھا جانا ۔ ڈھانک لینا ۔

= حَثِیْثًا۔ دوڑتا ہوا۔ شتاب۔ جلد۔ حَثٌّ سے جس کے معنی کسی کام پر ابھارنے اور رغبت دلانے کے ہیں۔ فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ یعنی حَاثٌّ (رغبت کرتے ہوئے) یا بمعنی مَفْعُوْلٌ یعنے مَحْثُوْثٌ (جسے رغبت دلائی گئی ہو) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جس کا استعمال سریع یعنی جلد اور شتاب کے معنی میں ہوتا ہے۔

= یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا۔ اگر یطلبہ کا فاعل لَیْل ہے تو یہ اللیل کا حال ہے یعنی وہ دن کو جلد پا لینے کی کوشش میں ہے۔ اور اگر اس کا فاعل النھار ہے تو یہ النہار کا حال ہے یعنی دن رات کو جلد پا لینے کی کوشش میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں رات اور دن سرعت سے ایک اور دوسرے کے پیچھے بہم رواں دواں ہیں۔

= مُسَخَّرَاتٍ۔ اسم مفعول جمع مؤنث مُسَخَّرَۃٌ واحد تسخیر مادہ باب تفعیل۔ تابع تسخیر ہیں۔ زیر فرمان۔

= تَبَارَكَ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ اور صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے۔ اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے

۷:۵۵ = اُدْعُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم پکارو دَعْوَۃٌ سے۔ باب نصر۔

= تَضَرُّعًا۔ عاجزی سے۔ گڑگڑا کر۔ بروزن تفعُّل مصدر ہے۔

= خُفْیَۃً۔ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔ یہاں بمعنی چپکے چپکے۔ آہستہ آہستہ

= مُعْتَدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِعْتِدَاءٌ۔ (افتعال) مصدر۔ حد سے آگے بڑھنے والے حد سے تجاوز کرنے والے۔

۷:۵۶ = طَمَعًا۔ توقع۔ امید۔ رکھتے ہوئے۔

۷:۵۷ = بُشْرًا۔ خوشخبری دینے والی بُشْرٌ بروزن فُعُلٌ بَشِیْرَۃٌ کی جمع ہے (ہوائیں آنیوالی بارش کی خوشخبری دیتی ہیں)

= بَیْنَ یَدَیْ۔ بَیْنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جب اس کی اضافت اَیْدِی (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ جیسے ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ م بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ (۷:۱۷) پھر میں ضرور آؤں گا ان پر سامنے سے۔ یا اس کے معنی قبل (پہلے) کے ہوتے ہیں۔ مثلاً۔ آیۃ ہذا۔ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ۔ اس کی رحمت سے پہلے (یہاں رحمت سے مراد بارش ہے)

= اَقَلَّتْ۔ قلت اور کثرت اصل وضع کے لحاظ سے صفاتِ عدد سے ہیں جس طرح

کہ عِظَمٌ اور صِغَرٌ صفاتِ اجسام سے ہیں۔ بعدہٗ کثرت وقلت اور عظم وصغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ استعمال ہونے لگا ہے۔ مثلاً۔ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا (۷۳:۲) رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات۔ اس میں قلیل کا استعمال تعداد کے لئے نہیں بلکہ وقت کی کمی کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

باب (افعال) سے اِقۡلَالٌ کے معنی قلیل پانے یا ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ کسی چیز کو ہلکا سمجھنا محض حکمی ہوتا ہے مثلاً اَقۡلَلۡتُ مَا اَعۡطَیۡتَنِیۡ میں نے تمہارے دیئے کو حقیر سمجھا۔ اور کبھی اس شے کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے آیتہ ہذا میں ہے۔ اِذَا اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا جب وہ بھاری بھاری بھاری پتھروں کو اٹھالاتی ہے۔

یہاں اَقَلَّتۡ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بادل جن کو اٹھالاتی ہے اگرچہ فی نفسہ بھاری ہوتے ہیں لیکن ہوا کی قوت کے اعتبار سے نہایت ہلکے ہیں اَقَلَّتۡ بمعنی حَمَلَتۡ ہے۔

= سُقۡنٰهُ۔ سَاقَ یَسُوۡقُ۔ سَوۡقٌ (باب نصر) سے ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہم اسے ہانک لیجاتے ہیں۔ (ماضی بمعنی مضارع)

= لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ۔ ویران بستی۔ خشک وبے گیاہ علاقہ۔

= فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ۔ پھر ہم اس سے اتارتے ہیں۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

(۱) یہ بَلَدٍ مَّیِّتٍ کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے اور معنی ہوں گے۔ ہم پانی کو ویران بستی پر اتارتے ہیں۔ (۲) یا یہ سحاب کے لئے ہے کہ ہم ان بادلوں سے پانی اتارتے ہیں۔

(۳) یا یہ سوق کے لئے ہے۔ کہ ہمارا ان کو ہانک کر لیجانا ویران بستی پر پانی برسانے کے لئے ہے

= اَخۡرَجۡنَا بِهِ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الماء کے لئے ہے۔

= لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ یعنی یہ مثال تمہیں اس لئے دی ہے کہ اس سے تم یہ نصیحت قبول کرلو کہ اسی طرح وہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردیگا اور قیامت وقوع ہو گی

۷:۵۸ = خَبُثَ۔ وہ خبیث ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اَلَّذِیۡ اسم موصول البلد کے لئے ہے یعنی وہ بستی جو خبیث اور خراب ہے۔

= نَكِدًا۔ اسم صفت منصوب۔ بے فائدہ۔ قلیل النفع۔ گھٹیا۔ شعر ہے ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش کلام نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

= نُصَرِّفُ ۔ ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں ۔ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ۔
تَصْرِيْفٌ ۔ مصدر ۔ مضارع جمع متکلم ۔

۷ : ۶۰ = اَلْمَلَأُ ۔ اسم جمع ۔ معرّف باللام ۔ سرداروں کی جماعت ۔ بڑے لوگوں کی جماعت ۔
مَلَأَ يَمْلَأُ ۔ بمعنی بھر دینا ۔ قوم کے سردار چونکہ قوم کے دلوں کو اپنی خوبیوں اور محاسن سے بھر دیتے ہیں اس لئے انہیں مَلَأُ انہیں کہتے ہیں ۔ مِلأُ الْاَرْضِ زمین کی وسعتوں کو مقدار بھر بھر دینا ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ : ۹۷)

۷ : ۶۱ = لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ ۔ لَيْسَ ۔ فعل ناقص ۔ واحد مذکر غائب بمعنی نہیں ۔
ضَلٰلَةٌ ۔ گمراہی ۔ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے ۔

۷ : ۶۲ = اُبَلِّغُكُمْ ۔ بَلَّغَ يُبَلِّغُ تَبْلِيْغٌ (تَفْعِيْلٌ) سے مضارع واحد متکلم ۔ میں تم کو پہنچاتا ہوں ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔
= رِسٰلٰتِ ۔ رِسَالَةٌ کی جمع ۔ پیغامات ۔

۷ : ۶۳ = عَلٰى رَجُلٍ ۔ عَلٰى لِسَانِ رَجُلٍ ۔ (تم میں سے) ایک شخص کی زبان سے یا اس کے ذریعہ سے ۔

۷ : ۶۴ = عَمِيْنَ ۔ عَمٍ کی جمع ۔ بحالتِ نصب ۔ عَمٍ ۔ عَمًى سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ یہ اصل میں عَمِيٌ تھا ۔ چونکہ ناقص یائی میں صفت مشبہ کا ی حذف ہوجاتا ہے ۔ اس لئے یاء حذف ہوگئی ۔ اور عَمٍ رہ گیا ۔ حالت رفع میں جمع عَمُوْنَ آئیگی

۷ : ۶۵ = اِلٰى عَادٍ سے پہلے .. اَرْسَلْنَا محذوف ہے ۔ یہ عطف بھی ہوسکتا ہے نوح پر آیت ۵۹) عَادٍ سے مراد قوم عاد ہے ۔ عاد حضرت نوح کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے ۔ اس کی نسل اسی کے نام سے موسوم ہوئی ۔
عاد بن عوص بن ارم بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ۔

۷ : ۶۶ = سَفَاهَةٍ ۔ سَفِهَ يَسْفَهُ (سَمِعَ) کا مصدر ۔ بے عقلی ۔ بے وقوفی ۔ جہالت ۔
= اَمِيْنٌ ۔ امانت دار ۔ معتبر ۔ امن والا ۔ اَمَانَةٌ اور اَمْنٌ سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے ۔ اور اسم مفعول کا بھی ۔ کیونکہ فَعِيْلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے ۔

۷ : ۶۹ = بَصْطَةً ۔ بَسْطَةٌ ۔ کشادگی ۔ وسعت ۔ کشائش ۔ بسیط ۔ کشادہ ۔ وسیع ۔
= اٰلَآءَ ۔ اِلْيٌ کی جمع ۔ احسانات ۔ نعمتیں ۔

۷ : ۷۰ = اَجِئْتَنَا ۔ الف استفہامیہ ۔ جِئْتَ ماضی واحد واحد مذکر حاضر ۔ نا ضمیر

جمع متکلم۔ کیا تم (اس لئے) ہمارے پاس آئے ہو۔
= نَذَرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل لِنَعْبُدَ) جمع متکلم۔ وَذْرٌ۔ مصدر (باب سَمِعَ) درخور اعتنا نہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہیں۔ نَذَرَ۔ ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔
= بِمَا تَعِدُنَا۔ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ وَعَدَ یَعِدُ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ تم ہمیں دھمکاتے ہو۔ وَعَدَ یَعِدُ۔ وعدہ کرنے کے لئے بھی آتا ہے لیکن یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔
۷:۷۱ = وَقَعَ۔ واجب ہوگیا۔ لازم ہوگیا۔ (باب فتح) وُقُوْعٌ) مصدر وَقَعَ الشَّیْءُ مِنْ یَدِیْ۔ چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ۔ قول کا ان پر واجب ہونا۔ وَقَعَ الْحَقُّ۔ حق کا ثابت ہونا۔ وَقَعَ الْاَمْرُ۔ کسی امر کا واقع ہونا۔ وقوع پذیر ہونا۔
= رِجْسٌ۔ عقوبت۔ عذاب۔ اَرْجَاسٌ۔ جمع۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔
= اَتُجَادِلُوْنَنِیْ۔ الف استفہامیہ۔ تُجَادِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے۔ کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو۔
= مَا نَزَّلَ اللّٰہُ۔ میں مَا نافیہ ہے (نہیں اتاری اللہ نے ان ناموں کے لئے کوئی سند)
۷:۷۲ = دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا دُبُوْرٌ سے جس کا معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
۷:۷۳ = اِلٰی ثَمُوْدَ۔ اِلٰی قَوْمِ ثَمُوْدَ۔ ثمود بن عاد بن ارم سام بن نوح علیہ السلام۔
= لَکُمْ اٰیَۃً۔ اَیْ اٰیَۃً لَّکُمْ نَاقَۃٌ کا حال ہے۔
= فَذَرُوْھَا۔ فَ۔ پس۔ ذَرُوْا۔ امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذْرٌ سے۔ ملاحظہ ہو ۷:۷۰)
= لَا تَمَسُّوْھَا۔ اس کو مت چھوؤ۔ ای لَا تَضْرِبُوْھَا۔ لَا تعقروھا۔ اولا تطردوھا۔ اس کو مت گزند پہنچاؤ۔
= فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ جواب نہی۔ اور اسی لئے مضارع منصوب ہے۔
۷:۷۴ = بَوَّاَکُمْ۔ تم کو جگہ دی۔ تَبْوِیَۃٌ۔ (تَفْعِیْلٌ) سے جس کے معنی ٹھکانا دینے اور مناسب جگہ فرو کش کرنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلْبَوَاءُ۔ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی (سازگار، موافق) ہونے کے ہیں۔ مَکَانٌ بَوَاءٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّاْتُ لَہٗ مَکَانًا۔ میں نے اس کے لئے

جگہ کو ہموار اور درست کیا۔ آیۃ ہذا میں معنی یہ ہوگا: تم کو ٹھکانہ کے لئے عمدہ اور مناسب جگہ دی۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ۔
(۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔ یا تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳: ۱۲۱) ایمان والوں کو لڑائی کے لئے موریچوں پر (مناسب جگہ) متعین کرنے لگے۔

= تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا۔ ای تتخذون قصورًا من سھولھا۔ اس کے میدانی علاقوں میں عالیشان محل بناتے ہو۔ سُهُوْلٌ سَهْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہیں جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نرم زمین سے (مٹی لے کر) محل تعمیر کرتے ہو۔
لیکن رَجُلٌ سَهْلِيٌّ کے معنی ہیں میدانی علاقہ کے رہنے والا آدمی۔

= تَنْحِتُوْنَ۔ نَحْتٌ (باب ضرب) سے۔ تم تراشتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= لَا تَعْثَوْا۔ تم فساد نہ کرو۔ اَلْعَيْثُ وَالْعِثِيُّ (سخت فساد پیدا کرنا) دونوں تقریباً ہم معنی ہیں لیکن عَيْثٌ کا لفظ زیادہ تر فساد حسّی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اَلْعِثِيُّ حکمی یعنی ذہنی یا فکری فساد کے لئے آتا ہے آیۃ ہذا میں دونوں معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ آیہ (۲: ۶۰) میں بھی یہ جملہ انہی معنوں کے لئے آیا ہے۔

۷: ۷۵ = اُسْتُضْعِفُوْا۔ وہ ضعیف سمجھے گئے۔ وہ کمزور خیال کئے گئے۔ استضعاف۔ (استفعال) سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔

۷: ۷۷ = فَعَقَرُوْا۔ پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں۔ عَقْرٌ سے جس کے معنی کونچیں کاٹنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= عَتَوْا۔ انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی کی حد سے گذر گئے۔ وہ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَتَا يَعْتُوْا عُتُوٌّ وَعِتِيٌّ۔ حکم عدولی کرنا۔ (باب نصر) ملاحظہ ہو ۴۴:۵ اور ۲۵: ۲۱۔

۷: ۷۸ = الرَّجْفَةُ۔ الرَّجْفُ۔ اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ۔ زمین متزلزل ہوئی۔ یا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ۔ جب زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے۔ الرَّجْفَةُ بمعنی زلزلہ۔ بھونچال۔ کپکپاہٹ۔ لرزش۔

= جٰثِمِيْنَ۔ جثم (باب ضرب۔ نصر) جَثْمٌ جُثُوْمٌ۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ اسی سے استعارہ کے طور پر آیہ ہذا میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں: صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ یعنی منہ کے

بل گرے پڑے تھے۔

۷ : ۸۰ = وَلُوْطًا۔ ای وارسلنا لوطًا۔

= اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ = کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ ملاحظہ ہو ۷ : ۲۸

۷ : ۸۱ = مُسْرِفُوْنَ ۔ اسم فاعل ۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بے جا و بیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ غرض حد حلال سے حد حرام کی طرف بڑھنے والے۔

۷ : ۸۳ = الْغَابِرِيْنَ ۔ الْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے۔ اسی سے غُبْرَةٌ ہے۔ تھنوں میں باقیماندہ دودھ۔ غُبَارٌ وہ گردا جو قافلہ کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاتا ہے۔ مٹی اڑنے کے بعد فضا میں باقی رہ جائے۔ لہٰذا۔ الغَابِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے۔

۷ : ۸۴ = اَمْطَرْنَا ۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَارٌ برسانا۔ (باب افعال) مطر (نصر) (آسمان کا) بارش برسانا۔ مَطَرٌ بارش۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مَطَرَ کا استعمال باران رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرَ کا نزول عذاب میں۔

۷ : ۸۵ = اَخَاهُمْ ۔ ان کا بھائی۔ اس سے قبل اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔

= اَوْفُوْا ۔ تم پورا کرو۔ اِيْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وَفٰی یَفِیْ اِیْفَاءٌ۔ پورا کرنا۔ اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ (افعال) پورا کرنا۔ اَوْفٰی بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کیا۔ اَوْفَی الْكَيْلَ ۔ پیمانہ پورا ناپنا۔ اَوْفُوا الْكَيْلَ ۔ پیمانہ پورا ناپو۔

= اَلْكَيْلُ ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ پیمانہ سے غلہ ناپنا۔

= اَلْمِيْزَانَ ۔ وَزْنٌ سے وزن کرنا۔ ای اَوْفُوا الْمِيْزَانَ ۔ وزن کو پورا کرو۔ یعنی پورا پورا تولو۔

= لَا تَبْخَسُوْا ۔ تم گھٹا کر نہ دو۔ بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

۷ : ۸۶ = لَا تَقْعُدُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ بیٹھو۔ تم نہ بیٹھا کرو۔ قُعُوْدٌ سے بمعنی بیٹھنا۔ (باب نصر)

= تُوْعِدُوْنَ ۔ تم ڈراتے ہو۔

لَا تَقْعُدُوْا ۔۔ تُوْعِدُوْنَ ۔ تمام راستوں پر مت بیٹھو کہ لوگوں کو (شعیبؑ اور حق پر ایمان لانے سے) ڈراؤ۔ یعنی شعیبؑ اور حق پر ایمان لانے کے تمام راستوں کو دھمکیوں اور

تہدید سے بندمت کرو۔ کل طریق سے مطلب کل طریق من الحق والدین (حق اور دین کی طرف جانے والے تمام راستے)

= وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ۔ (ای ولا تقعدوا بکل صراط تصدون عن سبیل اللّٰہ من اٰمن بہ۔ ای ولا تمنعوا من یرید الایمان با للّٰہ۔ اور جو اللہ پر ایمان لانا چاہتا ہے اس کو خدا کی راہ سے روکنے کے لئے تمام راستے بندمت کردو۔

= تَبْغُوْنَهَا ۔ تم اس کو چاہتے ہو بَغْیٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ سبیل اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔

= عِوَجًا ۔ عوج۔ کجی۔ ٹیڑھاپن۔

= لَا تَقْعُدُوْا ...... عِوَجًا ۔ یعنی راستہ پر ہوا بن کر مت بیٹھ جاؤ۔ کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خدا کی راہ سے روکے رکھو۔ اور طریق حق میں مین میخ نکالتے رہو۔

پارہ
وَقَالَ الْمَلَاُ
(۹)
الْاَعْرَافُ وَالْاَنْفَالُ

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

۷:۸۸ = لَتَعُوْدُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھر آؤ گے ۔ تم مڑ آؤ گے ۔ تم پلٹ آؤ گے ۔ عَادَ يَعُوْدُ عَوْدًا (باب نصر) کسی شے سے پلٹنے کے بعد (پلٹنا خواہ بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم وارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کو کہتے ہیں ۔

= مِلَّتِنَا ۔ ہمارا مذہب ۔ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۔ یا تمہیں واپس ہمارے دین میں لوٹ آنا ہوگا ۔ یہ خطاب کفار اور مشرکین کا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروؤں سے تھا ۔ ان کے پیرو قبل ازیں مشرکین ہی کے مذہب سے تھے ۔ لہٰذا مشرکین کے مذہب میں واپس لوٹ آنے کا خطاب ان پیروکاروں سے ہے جو بذاتہٖ حضرت شعیب سے نہیں ہے کیونکہ وہ تو کبھی بھی مشرکین کے دین پر نہ تھے ۔

= اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے واؤ برائے حال ۔ تقدیر کلام یوں ہے ۔ التعیدوننا فی ملتکم فی حال کراھتنا ومع کوننا کارھین ۔ کیا تم ہمیں اپنے دین کی طرف لوٹا دو گے حالانکہ ہمیں اس سے کراہت ہے ۔ نفرت ہے ۔

۷:۸۹ = اِفْتَرَيْنَا ۔ اِفْتِرَاءٌ ۔ سے ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے بہتان باندھا ۔

= قد افترینا ..... منھا ۔ تقدیر کلام یوں ہے ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجّنا اللہ منھا قد افترینا علی اللہ کذبًا ۔ باوجود اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس (تمہارے دین) سے ہمیں نجات بخشی ہے اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ اللہ تعالیٰ پر صریحًا جھوٹا بہتان ہوگا

= وَمَا يَكُوْنُ لَنَا ۔ اور نہیں ہے (کوئی وجہ) ہمارے لئے ۔

= فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ملت مشرکین کی طرف راجع ہے ۔

= اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۔ یعنی ماسوائے اس کے کہ مشیت ایزدی ہی یہی ہو اور یہ ہمارا مقدر ہو چکا ہو ۔

= وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ تمیز۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔
= اِفْتَحْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو فیصلہ کر دے۔ اَلْفَتَّاحُ۔ قاضی۔ فیصلہ کرنے والا۔ اَلْفَتَّاحَةُ حکومت۔ فَتْحٌ سے۔ فتحٌ کے معنی فتح و نصرت بھی ہیں۔
۷: ۹۱ = الرَّجْفَةُ۔ الزلزلة۔ زلزلہ۔ بھونچال۔ لرزش۔ کپکپاہٹ۔
= جٰثِمِيْنَ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔ منہ کے بل گرے ہوئے۔
۷: ۹۲ = لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ غِنًى مصدر۔ (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا (گویا وہ کبھی بستے ہی نہ تھے) غَنِيْتُ بِالْمَكَانِ۔ میں مکان میں ٹھہرا۔ قیام کیا۔ غنی القوم فی دارھم۔ لوگوں نے اپنے گھروں میں مدت تک قیام کیا۔ مَغْنًى۔ قیام گاہ۔
۷: ۹۳ = اٰسٰى۔ میں افسوس کروں۔ میں غمگین ہوں۔ میں غم کھاؤں۔ اَسًى سے (باب سمع) مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اٰسٰى اصل میں أَأْسٰى تھا۔ دوسری ہمزہ الف میں بدل گئی۔ اٰسٰى ہو گیا۔
= كَيْفَ اٰسٰى۔ میں کیسے غم کھاؤں۔ میں کیوں غم کھاؤں۔
(یعنی اس قدر نصیحت و وعظ کے بعد ان کے مسلسل انکار اور ہٹ دھرمی کی جو ان کو یہ سزا ملی ہے وہ کسی رنج و ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں)
۷: ۹۴ = اَلْبَأْسَآءِ۔ اسم مونث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ بَأْسٌ بُؤْسٌ اور بَأْسَآءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے۔ اور اَلْبَأْسُ و اَلْبَأْسَآءُ جسمانی زخم۔ بدنی تکلیف۔ جسمانی امراض اور نقصان کے لئے آتے ہیں۔
= الضَّرَّآءِ = ضرر سے وہ تکلیف مراد ہے جو فقر و حاجت سے ہوتی ہے۔ تکلیف۔ سختی تنگی۔ اَلْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ۔ دونوں اسم مونث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔
= يَضَّرَّعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَضَرُّعٌ (تفعّل) مصدر۔ اصل میں يَتَضَرَّعُوْنَ تھا۔ ت کو ض میں مدغم کر دیا گیا۔ (تاکہ وہ زاری کریں۔ عاجزی کریں)
۷: ۹۵ = السَّيِّئَةُ اصل میں سَيْوِئَةٌ تھا واؤ کو ی سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کر دیا گیا ہے بمعنی برائی۔ خطاکاری۔ گناہ۔ فعل بد۔ ہر وہ شی جو فی نفسہٖ یا نتیجۃً ناگواری اور تکلیف کا باعث بنے۔ زبوں حالی۔ یا مصیبت یا سختی۔
= الحسنة۔ السيئة کی ضد ہے ہر وہ شی جو فی نفسہٖ یا نتیجۃً آسائش۔ فرحت و اطمینان کا باعث بنے۔ نیکی۔ نیکوکاری۔ خوشحالی۔ سلامتی۔

= عَفَوْا۔ عَفَا يَعْفُوْا (نصر) وہ بڑھ گئے۔ وہ زیادہ ہوگئے۔ عَفْوٌ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔ عَفَوْا۔ ای کثروا فی انفسھم واموالھم۔ مال وجان میں کثرت ہونا۔

= السَّرَّآءِ۔ نعمت۔ فراخی۔ خوشی۔ اصل میں حالت شادمانی کا نام سرا ہے۔

= بَغْتَةً۔ اچانک۔ ایک دم۔ یکایک۔ دفعۃً۔

= آیات ۹۴۔ ۹۵ میں بعض کے نزدیک نَبِیٍّ کے بعد فَكَذَّبُوْهُ محذوف ہے۔ یعنی ہم نے جب کبھی کسی بستی میں نبی بھیجا۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔ تو ہم نے ان کو محتاجی اور بیماری میں پکڑ لیا۔

لیکن بعض کے نزدیک يَضَّرَّعُوْنَ کے بعد اضمار ہے۔ یعنی ولکن لم يَضَّرَّعُوا محذوف ہے کہ ہم نے ان پر محتاجی اور بیماری عائد کردی کہ وہ سرکشی سے باز آئیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تو ہم نے ان کو دوسرا موقع دیا اور ان کی تنگی اور بیماری کو فراخی اور مال وجان کی کثرت میں بدل دیا۔ کہ شاید اب اللہ کی طرف جھکیں گے اور ہمارے رسولوں کا اتباع کریں گے۔ لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اچانک سزا کے طور پر ہم نے ان کو اپنی گرفت میں جکڑ دیا

۷: ۹۷ = اَمِنَ۔ وہ بے خوف ہوگیا۔ وہ نڈر ہوگیا۔ اَمْنٌ سے (باب سمع) ماضی واحد مذکر غائب۔ اَمْنٌ بمعنی امن۔ بے خوفی۔ دلجمعی۔

= بَأْسُنَا۔ ہمارا عذاب۔

= بَيَاتًا۔ رات کے وقت۔ راتوں رات۔

۷: ۹۸ = ضُحًى۔ چاشت کے وقت۔ دوپہر کے وقت۔

۷: ۹۹ = مَكْرُ۔ چال۔ اَلْمَكْرُ کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی برا فعل مقصود ہو تو مذموم ہوتا ہے۔

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ محمود ہے۔ جیسے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ٥ (۳: ۵۴) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔ اور وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔ (۳۵: ۴۳) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر ہوتا ہے

۷: ۱۰۰ = لَمْ يَهْدِ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ هِدَايَةٌ مصدر۔ باب ضرب۔ اصل میں يَهْدِىْ تھا۔ لَمْ کی وجہ سے مضارع بمعنی ماضی ہوا۔ کیا ہدایت نہیں کی۔ کیا موجب ہدایت نہیں ہوا۔

جب لازم کو حرف صلہ یا حرفِ جر لگا کر متعدی بنایا جائے تو معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ذَهَبَ گیا ذَهَبَ بِهٖ لے گیا۔ موجودہ صورت میں هَدٰى يَهْدِىْ پر اللام حرف صلہ لایا گیا ہے يَهْدِىْ لِ ۔ واضح کرنا۔

== اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ .... بِذُنُوْبِهِمْ۔ کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں اس امر واقعی نے واضح نہیں کر دیا۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں۔

== وَ نَطْبَعُ .... لَا يَسْمَعُوْنَ ۔ اگر یہ جملہ پہلے پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوگا:۔

"اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا سکتے ہیں کہ وہ کچھ سنیں ہی نہیں۔

اور اگر یہ نیا جملہ ہے تو اس کا معنی ہوگا۔ (اگر یہ حقائق سے سبق نہ سیکھیں گے تو) ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ وہ کچھ سُن ہی نہ سکیں۔ (انسان دھیان دے کر نصیحت تبھی سنتا ہے اگر اُس کا دل اثر قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ اگر دل پر مہر لگی ہوئی ہے تو پھر سنتا کون ہے)

۷: ۱۰۱ == اَنْۢبَآئِهَا۔ اَنْۢبَآءُ۔ نَبَاٌ کی جمع ہے۔ خبریں۔ نَبَاٌ۔ اس خبر کو کہتے ہیں جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظنِ غالب حاصل ہو۔ جس خبر میں یہ باتیں نہ ہوں اس کو نبأ نہیں کہتے۔ کوئی خبر اس وقت تک نبأ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے بیان فرمایا ہو۔

== هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب القُرٰى کی طرف راجع ہے۔ بستیوں سے یہاں مراد حضرت نوح۔ لوط۔ ہود۔ شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔

== فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔ لام تاکید کے لئے۔ اور ہرگز نہ ہوا یہ کہ وہ ایمان لاتے۔ یعنی وہ ہرگز ایمان نہ لائے۔ (اس پر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے) نیز ملاحظہ ہو ۷: ۸۹۔

۷: ۱۰۲ == وَمَا وَجَدْنَا ..... مِنْ عَهْدٍ۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا۔ مَا۔ نافیہ ہے == اِنْ۔ مخففہ ہے اِنَّ سے۔ اِنَّا وَجَدْنَا ضرور پایا ہم نے۔

== فٰسِقِيْنَ۔ حکم عدولی کرنے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانیوالے

۷: ۱۰۳ == فَظَلَمُوْا بِهَا۔ فکفروا بہا۔ انہوں نے ان آیات سے انکار کر دیا۔ ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔ یہاں ظلم اس لئے استعمال ہوا کہ بجائے ان آیات پر ایمان لانے کے انہوں نے انکار کر دیا۔

۷: ۱۰۵ = حَقِيْقٌ ۔ سزاوار۔ لائق۔ ثابت۔ قائم۔ حَقٌّ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ حقٌّ کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جیسے کہ دروازے کی چول اپنے گڑھے میں۔ اس طرح میں فٹ آجاتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے۔

لفظ حق کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

۱:۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے۔ اس معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ (۶: ۶۲) پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس بلائے جائیں گے۔

۲:۔ ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو۔ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل برحق ہے۔ مثلاً مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ (۱۰: ۵) (اس نے سورج ۔چاند کو منور بنایا۔ ان کی منزلیں مقرر کیں) یہ سب کچھ اس نے حکمت کے تقاضوں کے عین مطابق پیدا کیا

۳:۔ کسی چیز کے بارہ میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ بعث ۔ثواب ۔عقاب اور جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے۔

۴:۔ وہ قول یا عمل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (۱۰: ۳۳) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر رہا۔ یا حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ ۔ (۳۲: ۱۳) میری طرف سے یہ بات طے پا چکی ہے کہ میں دوزخ بھر دوں گا......

حَقِيْقٌ عَلٰى اَنْ ۔ حق یہی ہے کہ ۔ (میرے لئے) واجب یہی ہے کہ۔ (میرے لئے) سزاوار یہی ہے۔

۷: ۱۰۷ = اَلْقٰى ۔ اَلْقٰى يُلْقِيْ اِلْقَاءٌ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب اس نے زمین پر پھینکا

= فَاِذَا ۔ اذا یہاں دفعۃً ۔ ناگہاں ۔فوراً۔ کے معنوں میں آیا ہے۔ ویسے اس کا معنی جب اس وقت ۔ بھی ہے۔

= ثُعْبَانٌ ۔ بہت بڑا سانپ ۔ اژدھا۔ اسم ہے ۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے

= مُبِيْنٌ ۔ صاف ۔ ظاہراً۔ کھلا ۔ سچ مچ کا۔

۷: ۱۰۸ = نَزَعَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب فتح) نَزْعٌ سے باہر نکالا۔

= بَيْضَآءُ ۔ سفید۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث بَيَاضٌ سے۔ اس کی جمع بِيْضٌ ہے

اور مذکر اَبْیَضُ۔

۷ : ۱۱۱ــ اَرْجِہْ۔ اَرْجِہْ تو اس کو ڈھیل دے۔ تو اسے مہلت دے۔ اِرْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ڈھیل دینے یا مہلت دینے کے ہیں یا ملتوی کرنے کے۔ رجاء مادہ۔ اَرْجِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔

آیات ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱- میں مختلف اقوال ہیں

(۱) اِنَّ ھٰذَا سے لے کر فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ تک سردارانِ قومِ فرعون کا کلام ہے اور خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے۔

(۲) یہ کلام سردارانِ قومِ فرعون کا ہے لیکن خطاب فرعون سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ برائے تعظیم لایا گیا ہے

(۳) اِنَّ ھٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِکُمْ تک سردارانِ قوم کا خطاب فرعون سے ہے اور فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ فرعون کا خطاب سردارانِ قوم سے ہے کہ تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

اسی طرح آیت ۱۱۱ میں قَالُوْٓا کے متعلق مختلف صورتیں ہیں۔

(ا) اگر خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے تو جمع مذکر غائب کی ضمیر ان حاضرین کی طرف راجع ہے۔

(ب) اگر خطاب سرداران کا فرعون سے ہے (نمبر ۲ مذکورہ بالا) تو قَالُوْٓا سے مراد انہی سرداروں سے ہے۔ جنہوں نے خطاب کے بعد فرعون کو از خود تجویز پیش کی۔

(ج) مذکورہ نمبر ۳ کی صورت میں ضمیر فاعل سرداروں کی طرف راجع ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں نمبر ۳۔ اور (ج) سے عبارت زیادہ واضح ہو جاتی ہے

علاوہ ازیں ایک اور امر حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیات نمبر ۱۰۹- ۱۱۰- میں اِنَّ ھٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِکُمْ تک کلام سردارانِ قومِ فرعون کی طرف منسوب ہے لیکن سورۃ الشعراء (۲۶ : ۳۴-۳۵) میں یہ خطاب فرعون کی طرف سے سرداران کو ہے۔ عبارت یوں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَہٗٓ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (۳۵) لیکن حقیقت میں ہر دو میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر جب ناظرین (فرعون اور اس کے سرداران و دیگر حاضرین) بھونچکے رہ گئے تو باہمی چہ میگوئیوں میں یہ خدشہ ہر ایک کے دل میں تھا جو وہ اپنی اپنی زبانوں سے ادا کرنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر معلوم دیتا ہے جس کا ارادہ اپنے جادو کے زور سے قبطیوں کو ان کے ملک سے باہر نکالنے اور حکومت پر خود قبضہ کرنے کا ہے۔

ــ اَلْمَدَآئِنِ۔ مَدِیْنَۃٌ کی جمع۔ مدینہ کی جمع مُدُنٌ بھی ہے۔ معرف بہ ال

= حٰشِرِیْنَ ۔ ہرکارے اکٹھے کرنے والے ۔ جمع کرنے والے ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ حَاشِرٌ واحد

۷:۱۱۲ = یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ۔ کہ وہ لے آئیں تمہارے پاس تمام سرکردہ ماہر جادوگروں کو

۷:۱۱۳ = اَلسَّحَرَۃُ ۔ جادوگر۔ اس کی واحد سَاحِرٌ ہے۔

۷:۱۱۵ = اِمَّا ۔ یہ کئی معنی دیتا ہے۔

(۱) حرف تفصیل ہوتا ہے جیسے اِنَّا ھَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۔ (۷۶:۳)
ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا۔ اب وہ شکرگذار بندہ بنے یا ناشکرا۔

(۲) شک و ابہام کے موقع پر بھی آتا ہے جیسے جَآءَ اِمَّا زَیْدٌ وَاِمَّا عَمْرٌو ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو گویا یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون آیا ہے۔

(۳) اباحت اور تخییر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے آیۃ ہذا۔ نیز ملاحظہ ہو (۷:۳۵)

۷:۱۱۶ = وَاسْتَرْھَبُوْھُمْ ۔ انہوں نے ان کو ڈرایا۔ دہشت زدہ کر دیا۔ اِسْتِرْھَابٌ (استفعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الناس کے لئے ہے

الرَّھْبُ ۔ الرَّھْبَۃُ ۔ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب بھی ہو جیسے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَھْبَۃً (۵۹:۱۳) تمہاری ہیبت تو (ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے) بڑھ کر ہے۔

۷:۱۱۷ = تَلْقَفُ ۔ وہ نگل جاتی ہے۔ وہ نگل جائے گی۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی وہ نگل گئی (باب سَمِعَ) لَقْفٌ سے جس کے معنی پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں خواہ منہ میں نگلنے کی صورت میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں۔

= یَاْفِكُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْكٌ سے (باب ضرب) جس کو وہ پلٹ رہے تھے۔ جس کو وہ جھوٹے طور پر بنا رہے تھے۔ اِفْكٌ جھوٹ۔

۷:۱۱۹ = ھُنَالِكَ ۔ اسم ظرف زمان و مکان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔

= صٰغِرِیْنَ ۔ ذلیل۔ بے عزت۔

۷:۱۲۰ = اُلْقِیَ ۔ وہ ڈالا گیا۔ وہ پھینک دیا گیا۔ اِلْقَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت کو دیکھ کر وہ اس طرح بے اختیار سجدہ میں گر گئے گویا کسی بیرونی طاقت نے ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ وہ اس طرح فوراً سجدہ میں گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بیرونی طاقت نے پکڑ کر ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

سورۃ ھود میں ہے وَجَآءَہٗ قَوْمُهٗ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ۔ (۱۱:۷۸) اور اس کی قوم کے

لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے (یعنی وہ یوں دوڑ کر آئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو پیچھے سے کوئی ہانک کر بھگائے لا رہا ہے۔ یعنی ان کی شدتِ جذبات اور سرعتِ کار سے یوں نظر آرہا تھا کہ ان کو اس فعل پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اس اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے۔

۷: ۱۲۳ = مَكْرٌ۔ چال۔ نیز ملاحظہ ہو ۷: ۹۹۔

۷: ۱۲۴ = لَاُقَطِّعَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد متکلم۔ میں ضرور ضرور کاٹوں گا۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیلٌ) سے جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں قطع کا لفظ ہر قسم کی چیز کے جدا کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مادّی ہو یا غیر مادّی۔

= مِنْ خِلَافٍ۔ مختلف طرفوں سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔

= لَاُصَلِّبَنَّكُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ میں تم کو ضرور سولی چڑھاؤنگا (تَصْلِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) سے۔ جس کے معنی سولی چڑھانا کے ہیں۔ صَلِيْبٌ۔ سُولی۔

۷: ۱۲۶ = تَنْقِمُ۔ تو بیر کرتا ہے۔ تو انکار کرتا ہے۔ تو عیب دیتا ہے۔ تو ناپسند کرتا ہے (باب ضَرَبَ سَمِعَ) نَقْمٌ سے جس کے معنی غصہ ہونے۔ ناپسند کرنے اور انکار کرنے کے ہیں خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا سزا دے کر۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَا استفہامیہ ہے۔

= اَفْرِغْ عَلَيْنَا۔ تو ہم پر بہادے۔ تو انڈیل دے۔ دہانہ کھول دے۔ اِفْرَاغٌ (اِفْعَالٌ) جس کے معنی بہانا یا دہانہ کھولنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ایک مادی چیز کے طور پر صبر کے بہاتے اور دہانہ کھولنے کا سوال کیا جا رہا ہے۔ یعنی صبر ان پر اس طرح بہایا جائے کہ وہ سب سے چھا جائے گویا صبر بمنزلہ ظرف کے ہو اور مانگنے والے بمنزلہ مظروف فیہ کے۔

۷: ۱۲۷ = تَذَرُ۔ تو چھوڑتا ہے۔ تو چھوڑے گا۔ وَذْرٌ سے۔ اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں
= يَذَرَكَ۔ وہ تجھے چھوڑ دیتا ہے اس میں فاعل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ك ضمیر مفعول فرعون کے لئے ہے۔

= قَاهِرُوْنَ۔ غالب۔ مسلّط۔

۷: ۱۲۹ = اُوْذِيْنَا۔ ہم کو ستایا گیا۔ ہم کو سزا دی گئی۔ اِيْذَاءٌ (اِفْعَالٌ)، ماضی مجہول جمع متکلم۔ اٰذٰی ماضی معروف۔ اُوْذِيَ۔ ماضی مجہول اَذًى۔ مادہ
فَيَنْظُرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب نَصَرَ) کہ وہ دیکھے۔

۷: ۱۳۰ = السِّنِيْنَ۔ قحط۔ سال۔ برس۔ سَنَةٌ کی جمع۔ قحط سالی۔
= نَقْصٍ۔ مصدر۔ کم کرنا۔ اسم کمی۔ (باب نَصَرَ)

۷: ۱۳۱ = لَنَا هٰذِہٖ۔ یہ ہمارا حق تھا۔ اس کے ہم مستحق تھے۔
= تُصِبْھُمْ۔ ان کو پہنچے۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) کسی کو تکلیف کا آلینا۔ تکلیف پہنچنا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔
= یَطَّیَّرُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَطَیُّرٌ (تفعّلٌ) سے اصل میں یَتَطَیَّرُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ یَتَطَیَّرُوْا ہو گیا۔ تؔ کو طؔ میں مدغم کر کے طؔ کو مشدد کر دیا یَطَّیَّرُوْا ہو گیا۔ معنی وہ بُرا شگون لیتے تھے۔ وہ بدشگونی کرتے تھے۔ یَتَطَیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ۔ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بدشگون ٹھہراتے۔
= طٰٓئِرُھُمْ۔ ان کا شگونِ بد۔ ان کی فالِ بد۔ ان کی بُری قسمت۔ ان کی نحوست۔ ان کی نامبارکی اصل میں۔ طائر کے معنی اڑنے والا کے ہیں۔ طَارَ یَطِیْرُ طَیَرَانٌ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے لیکن عرب جاہلیت کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو للکارتے اور ان سے فال لیتے۔ اگر پرندے دائیں سے بائیں نکل جاتے تو اسے بُرا سمجھتے اور منحوس تصور کرتے اور پھر اس کام کو نہ کرتے۔ چنانچہ اس طرح اس کا استعمال پرندوں سے بُرا شگون لینے کے معنی میں ہونے لگا۔ پھر ہر اس شے کے لئے کہ جس سے بدفالی لی جائے۔ یا اسے منحوس سمجھا جائے اس کا استعمال ہونے لگا۔

الغرض چونکہ عرب پرندے کو شوم اور نحوست کی دلیل سمجھتے تھے اس لئے مدلول کو دلیل کا نام دے کر خود طائر اور طیر کو شوم سے موسوم کر دیا۔ طائر کا استعمال حصہ اور نصیب میں بھی کرتے ہیں۔
= عِنْدَ اللّٰہِ۔ مِنْ جَانِبِ اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ (امکافاتِ عمل کے قانون کے مطابق ان کے نصیب میں کر دیتا ہے)
۷: ۱۳۲ = مَھْمَا۔ جو کوئی بھی۔ جو کچھ بھی۔ جب کبھی۔ مَھْمَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ۔ جو کچھ تم کرو گے میں بھی کروں گا۔

مَھْمَا تَاْتِنَا مِنْ اٰیَۃٍ۔ تو کوئی بھی نشانی لائے گا۔ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی لائے گا۔
زمخشری رحؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ بِہٖ کی ضمیر لفظ کی رعایت سے اور بِھَا کی مؤنث ضمیر معنی کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ ہر دو میں ضمیر آیۃ کی طرف راجع ہے۔
۷: ۱۳۳ = اَلْجَرَادَ۔ اسم جنس۔ ٹڈی۔ ملخ۔ جَرَادَۃٌ واحد۔ اَلْقُمَّلَ۔ اسم جنس۔ غلہ کو کھا جانے والا کیڑا۔ چچڑی کی جنس سے۔ جوئیں۔ اَلضَّفَادِعَ۔ مینڈک۔ جمع۔ اس کی واحد ضِفْدَعٌ ہے۔

= مُفَصَّلٰتٍ ۔ اسم مفعول ۔ جمع مؤنث ۔ تَفْصِيْلٌ ۔ مصدر ۔ جُدا جُدا ۔ کھلی ہوئی ۔ واضح
۷: ۱۳۴ = اَلرِّجْزُ ۔ عقوبت ۔ بلا ۔ عذاب ۔ کپکپا دینے والا ۔ اور لرزا دینے والا عذاب
= اُدْعُ ۔ تو مانگ ۔ تو دعا کر ۔ تو بلا ۔ (باب نصر) دَعْوَةٌ سے ۔ امر ۔ واحد مذکر حاضر ۔
= بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۔ اس عہد کے واسطے سے جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے ۔
= كَشَفْتَ عَنَّا ۔ تو نے ہم پر سے ہٹا دیا ۔
۷: ۱۳۵ = اِلٰٓى اَجَلٍ ۔ ایک مقررہ مدت کے لئے ۔ ایک مقررہ مدت تک ۔
= هُمْ بٰلِغُوْهُ ۔ جس کو انہوں نے مکمل کرنا ہی تھا ۔ اس مدت تک انہوں نے پہنچنا ہی تھا ۔
یعنی جب ان کو لامحالہ عذاب عظیم آنا ہی تھا ۔

یہ عذاب عظیم ان کا دریائے قلزم میں غرق ہونا تھا ۔ ان کو جو مہلت دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں وہ ایک مقررہ وقت تک تھی اور وہ وقت مقررہ ان کی غرقابی کا وقت تھا ۔ اس وقت تک ان کا زندہ رہنا بہرکیف ان کا مقدر تھا ۔ اور اس درمیانی عرصہ کے لئے ان کو پہلے عذاب سے (یعنی جراد ۔ قمل ۔ ضفادع ۔ دم سے) نجات دی گئی ۔ اس وقت مقررہ کو وہ پہنچنے والے تھے کہ انہوں نے پھر توبہ کا عہد جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا توڑ دیا ۔ اور وہ اس طرح اپنی کرتوت پر غرقابی کے عذاب کے مستحق ہو گئے اور کیفر کردار کو پہنچ گئے ۔

= اِذَا ۔ یکلخت ۔ نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۰۷ ۔
= يَنْكُثُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ نَكْثٌ مصدر (باب نصر) وہ توڑنے لگتے ہیں ۔
وہ توڑ دیتے ہیں ۔
۷: ۱۳۶ = فَانْتَقَمْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ پس ہم نے انتقام لیا ۔ بدلہ لیا ۔
= اَلْيَمِّ ۔ اسم جنس ۔ دریا ۔ يَمٌّ ۔ مصدر ۔ دریا میں ڈالنا ۔ دریا کا ساحل پر چڑھ آنا ۔
۷: ۱۳۷ = كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ ۔ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ۔ جسے حقیر و ذلیل سمجھا جاتا تھا ۔ یعنی بنی اسرائیل ۔ ماضی استمراری مجہول ۔
= مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا ۔ زمین کے شرق و غرب کا ۔ ارض سے مراد یہاں مصر و شام کے دونوں ملک ہیں ۔ والارض هي ارض الشام والمصر ۔ (قرطبی)
= كلمة الحسنىٰ ۔ وعدۂ خیر ۔ و هي وعد هم بالنصر على اعداء هم والتمكين في الارض من بعد هم ۔ ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت ۔ اور ان کے بعد ملک میں اقتدار کا وعدہ ۔
= دَمَّرْنَا ۔ ہم نے ہلاک کر دیا ۔ ہم نے خراب کر دیا ۔ ہم نے اکھیڑ مارا ۔ تَدْمِيْرٌ (تفعیل) سے

ماضی جمع متکلم۔

= کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ہ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) جو بلند عمارتیں وہ بنایا کرتے تھے۔ جن عمارتوں کو وہ اونچا بناتے تھے۔ جو چھتریاں وہ بناتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَرْشٌ۔ مصدر۔ لکڑیوں کی چھتری بنانا۔ مکان بنانا۔ تَعْرِیْشُ الْبَیْتِ۔ گھر کی چھت بنانا۔

۷ : ۱۳۸۔ جُوْزْنَا۔ جَاوَزَ۔ یُجَاوِزُ مُجَاوَزَۃً۔ پار کرنا۔ آگے گذر جانا۔ یا پار کرانا۔ پار اتارنا ہم نے پار کرا دیا۔ ہم نے پار اتار دیا۔ جَوْزٌ سے جس کے معنی وسط کے ہوتے ہیں۔ جَوْزُ الطَّرِیْقِ راستے کا وسط۔ جَاوَزَہٗ۔ کسی چیز کے وسط سے آگے گذر جانا۔ فَلَمَّا جَاوَزَہٗ ھُوَ۔ (۲ : ۲۴۹) پھر جب وہ (حضرت طالوت) اس دریا کے وسط سے آگے گذر گئے۔ یعنی پار ہو گئے۔ آیۃ ہذا میں: ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا۔ جائز۔ جوائز۔ جائزہ۔ مجاز۔ سب جَوْزٌ سے مشتق ہیں

= فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ۔ تو ان کا ایک قوم پر گذر ہوا۔ وہ ایک قوم پر جا نکلے۔

= یَعْکُفُوْنَ۔ عَکَفَ یَعْکُفُ (باب نَصَرَ) عُکُوْفٌ سے جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔

شریعت کی اصطلاح میں الاعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا۔ یَعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ۔ اپنے بتوں کی عبادت میں مگن بیٹھے رہتے تھے۔

۷ : ۱۳۹ = ھٰٓؤُلَآءِ۔ قوم کی طرف اشارہ ہے

= مُتَبَّرٌ۔ اسم مفعول۔ واحد۔ تَتْبِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ٹوٹ جانے والا۔ ٹوٹا ہوا۔ تباہ برباد۔ ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو بھی مُتَبَّرٌ کہتے ہیں۔

تَبَارٌ۔ ہلاکت۔ تبر۔ کلہاڑا۔ (جس سے ہلاک کیا جا سکتا ہے) قرآن میں ہے وَلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا (۱۷ : ۷) اور جس چیز پر غلبہ پاویں اسے تباہ کر دیں۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا (۷۱ : ۲۸) اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی لا۔

= مَا ھُمْ فِیْہِ۔ جس (کام) میں وہ لگے ہوئے ہیں۔ (وہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے)

۷ : ۱۴۰ = اَبْغِیْکُمْ۔ میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ اَبْغِیْ۔ مضارع واحد متکلم۔ کُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

۷ : ۱۴۱ = اِذْ بمعنی اُذْکُرُوْا۔ یاد کرو۔

= یَسُوْمُوْنَکُمْ۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَوْمٌ۔ مصدر۔

نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۴۹ اور ۳: ۱۴
= مَبلَاءٌ۔ آزمائش۔ مصدر ہے۔ جب باب نَصَرَ سے ہو تو بمعنی آزمائش۔ آتا ہے۔ اور جب باب سمع سے آئے تو بمعنی زائل ہونا۔ بوسیدہ ہونا آتا ہے۔ جیسے ھَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔ (۲۰: ۱۲۰) کیا میں تم کو ایک ایسا درخت نہ بتاؤں جو ہمیشہ رہے اور ایسی بادشاہت جو کبھی زائل نہ ہو۔
۷: ۱۴۲ = فَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے ان (تیس راتوں) کو (مزید) دس راتوں سے۔
= فَتَمَّ۔ پس تمام ہوا۔ یعنی پورا ہو گیا۔
= مِيْقَاتُ۔ ظرف زمان۔ مقررہ وقت۔ میعاد۔ وہ میعاد وقت جس میں مقررہ کام کیا جاوے۔ امام راغب نے اس کو اسم آلہ (بروزن مفعال) کہا ہے۔
= اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ چالیس راتیں۔ یہی مدت چلہ کشی کی اصل ہے۔ وضاحت کے لئے کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں۔
۷: ۱۴۳ = اَرِنِيْٓ۔ ای ادنی ذاتك او نفسك۔ مجھے اپنی ذات اقدس دکھائیں۔
= اَنْظُرْ اِلَيْكَ۔ کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تیرا دیدار کر سکوں۔
= اِسْتَقَرَّ۔ وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ استقرار (استفعال) سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔
= تَجَلّٰى۔ اس نے تجلی کی۔ وہ روشن ہوا۔ وہ ظاہر ہوا۔ وہ جلوہ افروز ہوا۔ تَجَلِّيٌ سے جس کے معنی ہویدا اور ظاہر ہونے کے ہیں ماضی واحد مذکر غائب۔ باب تفعّل۔
= دَكًّا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کوٹ کر ہموار کرنا۔ دَكٌّ سے جس کا معنی ہموار اور نرم زمین کے ہیں۔ چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔ دَكَّةٌ (باب نصر) مصدر۔
= خَرَّ۔ وہ گر پڑا۔ خَرٌّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔
= صَعِقًا۔ بے ہوش۔ صَعِقَ يَصْعَقُ۔ صَعِقٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
صَعِقَ۔ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:۔
(۱) فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔ (۳۹: ۶۸) تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

(۲) فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ (۴۱:۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔

(۳) وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار میں سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے (بجلی کی کڑک) اور کبھی وہ عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔

قتادہ نے یہاں موت کے معنی ہی لئے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں بیہوشی اور غشی مراد ہے (لیکن یہ بھی نیند کی طرح ایک قسم کی موت ہے)

= اَفَاقَ۔ وہ ہوش میں آیا۔ اسے افاقہ ہوا۔ افاقۃٌ سے (باب افعال) نشہ یا غشی کے بعد ہوش آنا۔ یا مرض کے بعد قوت پانا۔ فوق مادہ۔

۷:۱۴۴ = اِصْطَفَيْتُكَ۔ میں نے تجھ کو امتیاز دیا۔ میں نے تجھ کو برگزیدہ کر دیا۔ میں نے تجھ کو سرفراز کیا۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) صَفْوٌ مادہ۔ الصَّفَاءُ کے اصل معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا کے ہیں۔ اَلْاِصْطِفَاءُ کے معنی پاک اور صاف چیز کا لے لینا۔ جیسے اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز کا منتخب کر لینا اسی سے ہے المصطفیٰ اور المجتبیٰ۔

۷:۱۴۵ = اَلْاَلْوَاحُ۔ لَوْحٌ۔ کی جمع۔ تختیاں۔ (جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی)

= مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ كَتَبْنَا کا مفعول

= مَّوْعِظَةً (بطور نصیحت کے) وَتَفْصِيْلًا (بطور تفصیل کے)

لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ مبدل منہ۔ یعنی ہر وہ شی لکھ دی جس کی بطور نصیحت یا بطور تفصیل بنی اسرائیل کو ضرورت تھی

= اَحْسَنِهَا۔ اس کی خوبیوں کو۔

= سَاُورِيْكُمْ۔ میں عنقریب تمہیں دکھاؤں گا۔ سَ مستقبل قریب کے لئے۔ اُرِيْكُمْ۔ میں تم کو دکھاؤں گا۔ اَرٰى يُرِيْ اِرَاءَةً (افعال) دکھانا كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر رای۔ مادّہ۔

= دَارَ الْفٰسِقِيْنَ۔ نافرمانوں کا گھر۔ مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

آخرت کا ٹھکانہ۔ جہنم (مجاہد) جہنم (الحسن وعطاء) ملک شام جہاں قرونِ ماضی کے نافرمانوں کے کھنڈرات ہیں۔ (قتادہ) ملک مصر جہاں فرعون اور اس کی قوم کے کھنڈرات ہیں۔

۷:۱۴۶ = سَاَصْرِفُ۔ میں عنقریب پھیر دوں گا۔ فعل با فاعل۔ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ مفعول فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ سے حال۔ عَنْ اٰيٰتِيْ۔ متعلق فعل۔ جو لوگ زمین

پر بغیر حق کے تکبر و نخوت سے کام لیتے ہیں عنقریب میں ان کو (اس پاداش میں) اپنی آیات (کی پیروی) سے پھیر دوں گا۔

اور تصریف کیا ہو گی، اس کا بیان وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ .... سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ میں کیا گیا ہے کہ اگر وہ تمام معجزات و حقائق کو دیکھ بھی لیں تو بھی ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ بھی لیں تو اختیار نہ کریں۔ (اس کے برعکس) اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو جھٹ اپنا لیں۔ (وائے محرومی)

= ذٰلِكَ۔ اشارہ ہے تصریف کی طرف۔ یعنی یہ تصریف اس لئے ہے کہ بِاَنَّهُمْ .... غٰفِلِيْنَ۔

۷ : ۱۴۷ = هَلْ۔ استفہام انکاری۔ (نہیں دی جائے گی ان کو جزاء مگر اس فعل کی جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے)

۷ : ۱۴۸ = اِتَّخَذَ۔ بنا لیا۔ اختیار کر لیا۔ پسند کر لیا۔ ٹھہرا لیا۔

= حُلِيِّهِمْ۔ ان کے زیورات۔ ان کے گہنے۔ حُلِيٌّ حَلْيٌ کی جمع۔ مضاف مضاف الیہ۔

حَلِيَ يَحْلٰى۔ (سمع) آراستہ ہونا۔ حَلْيٌ آراستہ کرنا۔

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸ : ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے

= عِجْلًا۔ گائے کا بچھڑا۔ گوسالہ۔ جَسَدًا۔ خون و گوشت رکھنے والا۔ یا ڈھانچہ بغیر روح کے۔

= لَهٗ خُوَارٌ۔ گائے کی آواز (اس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی)

(جب حضرت موسیٰ میقاتِ رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے تو سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر بچھڑے کا سا مجسمہ بنایا۔ جو گائے کی سی آواز نکالتا تھا)

= اِتَّخَذُوْهُ۔ ای اتخذوہ الٰھًا۔

۷ : ۱۴۹ = سُقِطَ۔ گرا دیا گیا۔ (باب نصر) سُقُوْطٌ سے جس کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔

سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ۔ محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ نادم ہوئے۔ اصل میں تھا سُقِطَ النَّدَمُ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ۔ ندامت ان کے ہاتھوں میں ڈال دی گئی۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ۔ جب حقیقت پا کر کہ نہ تو وہ عجل بات کر سکتا ہے اور نہ کوئی راہِ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔

۷ : ۱۵۰ = غَضْبَانَ۔ صیغہ مبالغہ۔ سخت غضبناک۔ غضبان وہ شخص جس کے غصہ میں شدت ہو۔ غُضُبَّةٌ۔ وہ شخص جس کو جلد غصہ آجائے۔

= اَسِفًا۔ مصدر ہے۔ افسوس کرنا۔ پچھتاوا۔ شدید الغضب (شدید غصہ میں) ـ

حَزِیْنًا۔ متاسف۔

= بِئْسَمَا۔ بُرا ہے جو کچھ۔ بُری ہے وہ چیز۔ مَا بمعنی شَیْ کے تمیز ہے بِئْسَ کے فاعل مضمر کی۔
یا مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ۔ اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔

= خَلَفْتُمُوْنِیْ۔ تم نے میری جانشینی کی۔ تم نے میرے بعد کیا۔

= اَعَجِلْتُمْ۔ اَ۔ استفہامیہ۔ عَجِلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے جلدی کی۔ تم نے جلد بازی کی۔ عَجَلٌ اور عُجْلَۃٌ سے۔

= اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ۔ کیا تم نے اپنا رب کا حکم آنے سے پہلے ہی یہ جلدی کر ڈالی۔ یعنی میں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کے احکام وصول کرنے کے لئے گیا ہوا تھا تاکہ تمہارے پاس لاؤں اور تم ان احکام کے مطابق عمل کرو۔ لیکن تم نے اس کا انتظار کئے بغیر اتنی شتابی سے ایک گوسالہ کو خدا بنا ڈالا۔

= یَجُرُّہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ جَرٌّ مصدر (باب نَصَرَ) ہٗ ضمیر مفعول اس کو کھینچتے ہوئے

= ابْنَ اُمَّ۔ یَا حرفِ ندا محذوف۔ اِبْنَ اُمَّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔
یا ابْنَ اُمَّ میں بعض نے میم کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اصل میں ابْنَ اُمِّیْ تھا۔ ی کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔ میم کو مفتوح پڑھنے والوں کے نزدیک بھی میم پر فتح زیادۃ تخفیف کی وجہ سے ہے۔

= اِسْتَضْعَفُوْنِیْ۔ انہوں نے مجھے کمزور سمجھا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ باب استفعال۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔

= لَا تُشْمِتْ بِیَ۔ تو نہ ہنسا۔ تو نہ خوش کر۔ الشَّمَاتَۃُ کے معنی دشمن کی مصیبت پر خوش ہونے کے ہیں۔ اَشْمَتَ اللّٰہُ بِہِ الْعَدُوَّ۔ کے معنی ہیں۔ اللہ اسے مصیبت پہنچائے جس سے اس کے دشمن خوش ہوں۔

فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ۔ تو ایسا نہ کر کہ دشمن مجھ پر ہنسیں۔ لَا تُشْمِتْ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ اِشْمَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ حدیث شریف میں ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سُوْٓءِ الْقَضَآءِ وَدَرْكِ الشَّقَآءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُری تقدیر سے اور بدبختی سے اور ایسی بات سے جس سے دشمن خوش ہوں

۷:۱۵۲ = سَیَنَالُھُمْ۔ سَ۔ مستقبل قریب کے لئے ہے یَنَالُ مضارع واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ عنقریب ان کو آپہنچے گا۔ عنقریب ان کو آئیگا۔ نَیْلٌ۔ مصدر۔ نَالَ یَنَالُ (باب سمع)

= اَلْمُفْتَرِيْنَ - اسم فاعل - جمع مذکر۔ افترار پرداز۔ بہتان باندھنے والے - اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ فری۔ مادہ۔

اِفْتِرَاءٌ کا لفظ صلاح اور فساد دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ۔ شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے - وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا - (۴: ۴۸) جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (۱۱: ۵۰) تم (شرک کرکے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

۷: ۱۵۳ = مِنْۢ بَعْدِهَا - ای مِنْۢ بَعْدِ السَّيِّئَاتِ (من بعد التوبۃ) ھا ضمیر سیئات کے لئے ہے۔

۷: ۱۵۴ = سَكَتَ - وہ تھم گیا۔ اس نے سکوت (خاموشی) اختیار کیا۔ (باب نَصَرَ) سُكُوْتٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلسُّكُوْتُ۔ سکوت ترکِ کلام کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ سکوت، سکون کی بھی ایک قسم ہے۔ اس لئے یہاں اس آیۃ میں اس کا استعمال بطور استعارہ سکون ہی کے معنوں میں ہوا ہے۔

= نُسْخَتِهَا۔ نسخہ یعنی کتاب۔ لکھی ہوئی تحریر۔ مضامین۔ ان کے مضامین میں (رحمت اور ہدایت تھی)

= يَرْهَبُوْنَ - وہ ڈرتے ہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب - رَهَبٌ (باب فتح) سے

۷: ۱۵۵ = اِخْتَارَ قَوْمَهٗ - ای اختار من قومہ - اختیار (افتعال) سے اس نے اپنی قوم سے چن لئے۔

= لِمِيْقَاتِنَا - ہمارے مقررہ وقت پر۔ مضاف مضاف الیہ - مِيْقَاتٌ اسم ظرف زمان۔ طے شدہ، مقرر شدہ وقت۔

= اَلرَّجْفَةُ - الزلزلۃ الشدیدۃ - الرَّجْفُ (باب نصر) اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ۔ زمین زلزلہ سے ہل گئی۔ بَحْرٌ رَجَّافٌ - متلاطم سمندر (نیز دیکھو ۷: ۹۱)

= مِنْ قَبْلُ - مِنْ بَعْدُ کی ضد ہے۔ قَبْلُ اور بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا۔ یا تو اس پر ضمہ ہوگا۔ یا اس پر دو زبر ہوں گے۔ بَعْدًا۔ قرآن مجید میں بَعْدًا استعمال نہیں ہوا ہے۔

= اِنْ هِيَ - میں اِنْ نافیہ ہے۔

= فِتْنَتُكَ - فتنة مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیری آزمائش۔ فتنہ کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیسے ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ - (۵۱: ۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔ یا یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱: ۱۳) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

۷: ۱۵۶ = اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ - بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کر لیا ہے۔ هَادَ يَهُوْدُ (باب نصر) سے - هُدْنَا - ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے هَادَ بمعنی رَجَعَ ہے۔ اس کا معنی تُبْنَا ہو سکتا ہے ہم (اپنے کئے پر) تائب ہیں۔

= اُصِيْبُ بِهٖ - جسے میں اس کو دیتا ہوں (جسے میں چاہوں) اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةٌ (افعال) سے مضارع واحد متکلم۔

= سَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ - میں اس کو لکھ دوں گا ھا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب رَحْمَةَ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو مقدر کر دوں گا۔ اسے (رحمت کو ان کی تقدیر میں) لکھ دوں گا۔

۷: ۱۵۷ = اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ بدل ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ کا۔

فَسَاَكْتُبُهَا .... كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ کا ترجمہ ہوگا۔ میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کی قسمت میں لکھ دوں گا۔ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں اس رسول اور نبی امّی کی جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزوں کو۔ اور ان پر سے اس بوجھ کو اتارتا ہے (جس میں وہ دبے ہوئے ہیں) اور وہ بندشیں یا زنجیریں کھولتا ہے جنہوں نے ان کو جکڑ رکھا ہے

= الرَّسُوْلَ - پیغمبر۔ بھیجا ہوا۔ رِسَالَةٌ سے بروزن فَعُوْلٌ۔ اور یہ مُرْسَلٌ بروزن مُفْعَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہا گیا ہے۔

= النَّبِيَّ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے اصل میں نَبِيْءٌ تھا۔ ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء میں مدغم کر دیا گیا۔ نَبِيٌّ ہوا۔ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کے باعث النبیّ کہا گیا ہے۔

= اَلْاُمِّيَّ - جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب۔ ہم امی جماعت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا۔ بعض کے نزدیک اُمِّيٌّ اُمٌّ کی طرف منسوب ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ

پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔
بعض نے کہا ہے کہ اُمّی ۔ اُمّ القریٰ (مکہ) کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث القوم بے پڑھے لکھے ہی تھے۔ اس لئے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمّی کہا جانے لگا۔
لفظ اُمّی آپ کے حق میں صفت مدح ہے دوسروں کے حق میں نہیں۔ جس طرح صفتِ تکبر ذات باری تعالیٰ کے لئے صفتِ مدح ہے اور غیر کے لئے مذموم۔
= اِصْرَهُمْ۔ ان کے بوجھ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہاں مراد ان سخت احکام سے جو یہودیوں پر عائد تھے۔ اِصْرٌ۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔ دشوار امر۔
= يَضَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَضْعٌ مصدر۔ باب فتح۔ وہ اتارتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔
= اَلْاَغْلٰلُ۔ قیدیں۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ زنجیریں۔ غُلّ کی جمع۔ غُلّ اس شئے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضاً باندھ دیئے جائیں۔
= اٰمَنُوْا بِهٖ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ کی طرف راجع ہے
= عَزَّرُوْهُ۔ ماضی جمع مذکر غائب ہُ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الرَّسُوْل النبی۔ تَعْزِيْرٌ (تفعیل) سے انہوں نے اس کی تعظیم کی۔ انہوں نے اس کو قوت دی۔ انہوں نے اس کی رفاقت کی۔
= النُّوْر۔ ای اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِيْم۔

آیات ۱۵۶ = ۱۵۷ میں اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی اور قَالَ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دعا کا جواب شروع ہوا۔
بعض نے یہ جواب آیت ۱۵۷ کے اختتام اَلْمُفْلِحُوْنَ پر ختم کیا ہے۔ اس صورت میں آیت ۱۵۷ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نبی امی ان صفات کا حامل ہوگا جو کہ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ سے لے کر كَانَتْ عَلَيْهِمْ تک مذکور ہیں۔ اور اس کا مبارک ذکر تورات۔ انجیل (جو ابھی تک یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں نازل نہیں ہوئی تھی) میں ملے گا۔ پس اس نبی امیّ کی پیروی کا حکم فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے لیکر اُنْزِلَ مَعَهٗ تک ارشاد ہوا۔
شروع میں ارشاد ہوا۔ الّذین یتّبعون الرّسول النّبیّ الامّی (اتباعِ رسول) اور پھر ارشاد ہوا۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ ۔ (اتباع القرآن) لہٰذا یہ اشارہ ہے اتباع القرآن واتباع السّنّۃ کی طرف۔

بعض کے نزدیک حضرت موسیٰؑ کی دعا کا جواب آیت ۱۵۶ کے ساتھ ختم ہوگیا اور آیت نمبر ۱۵۷ میں بنی اسرائیل کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے ان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے۔

۷: ۱۵۸ = كَلِمٰتِهٖ۔ کلمات جمع کلمۃ کی۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب (راجع الی اللہ) مضاف الیہ۔ بمعنی قرآن۔ یا ما انزل علیہ وعلیٰ سائر الرسل من کتبہ ووحیہ۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور جو کتابیں یا وحی دوسرے تمام رسولوں پر نازل ہوئیں۔

۷: ۱۵۹ = اُمَّةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ نیز اس کے معنی مدت۔ طریقہ۔ دین۔ بھی ہیں۔ اُمَّۃ بمعنی گروہ۔ باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے۔

= يَهْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ ہدایت کرتے ہیں۔ هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) هَدٰى يَهْدِىْ۔

= وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتے تھے۔ ہٖ ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔
يَعْدِلُوْنَ۔ عَدَلَ يَعْدِلُ (ضرب) سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

۷: ۱۶۰ = قَطَّعْنٰهُمُ۔ ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تَقْطِيْعٌ مصدر (باب تفعیل) اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیٰحدہ کر دینے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق حاسۂ بصر سے ہو جیسے اجسام وغیرہ، یا بصیرت سے ہو جیسے معنوی چیزیں۔ قرآن میں ہے۔
السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا۔ (۵: ۳۸) اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ اور دوسری جگہ ہے۔
فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ۔ (۲۲: ۱۹) جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔
یہاں اس آیۃ میں جملہ کا مطلب ہے کہ ہم نے ان کو بانٹ دیا۔ ہم نے ان کو تقسیم کر دیا۔

= اَسْبَاطًا۔ سِبْطٌ کی جمع۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ اثنتی عشرۃ کا بدل ہے۔

= اُمَمًا۔ فرقے۔ قبیلے۔ جماعتیں۔ امتیں۔ انواع۔ اُمَّۃٌ کی جمع۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمّت کہا جاتا ہے۔ موجودہ صورت میں یہ رابطہ مشترکہ ان کا ایک ہی جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہونا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۵۹) اُمَمًا بدل ہے اَسْبَاطًا سے۔ یعنی ہم نے بانٹ دیا ان کو بارہ قبیلوں میں۔ ہر ایک کی الگ الگ جماعت

بنادی گئی۔
= اِسْتَسْقٰهُ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (باب استفعال) اس نے اس سے پانی مانگا۔ سقی مادہ ۔ ساقی۔ پلانے والا۔
= اِنْبَجَسَتْ ماضی واحد مونث غائب ۔ وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْبِجَاسٌ سے جس کے معنی کسی تنگ مقام سے پانی کے بہ نکلنے کے ہیں۔ بجس وانبجس الماءُ۔ پانی پھوٹ کر بہ نکلا۔ انفجر کا ہم معنی ہے ۔ جیسا (۲: ۶۰) میں آیا ہے ۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ اس (تنگ مقام یعنی پتھر) سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔
= اُنَاسٌ ۔ لوگ۔ نَوْسٌ سے ماخوذ ہے ۔
= مَشْرَبَهُمْ = مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان ۔ پینے کی جگہ۔ چشمہ۔
= ظَلَّلْنَا ۔ ہم نے سایہ کیا ۔ ہم نے سائبان کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا ۔ ہم نے سایہ کیا (ان پر ابر کا) ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۔ باب تفعیل ۔
۷: ۱۶۱ = اَلْقَرْيَةَ ۔ یہاں اور ۲: ۵۸ میں القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے
= مِنْهَا ۔ ای من اثمار القریۃ وزروعھا ۔ یعنی شہر میں پائے جانے والے پھل وغیرہ
= حِطَّةٌ ۔ ہم بخشش مانگتے ہیں ۔ تو ہمارے گناہ جھاڑ ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۵۸)
۷: ۱۶۲ = رِجْزًا ۔ عذاب ۔ بلا ۔ عقوبت ۔ الرجز کے اصل معنی اضطراب کے ہیں۔ اسی سے رَجَزَ البَعِيْرُ ۔ جس کے معنی ضعف کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں ۔
۷: ۱۶۳ = اَلْقَرْيَةِ ۔ مدین اور کوہ طور کے درمیان سمندر کے ساحل پر ایک بستی۔
= حَاضِرَةَ الْبَحْرِ = لب دریا ۔ سمندر کے کنارے ۔ حَاضِرَةٌ ۔ حُضُوْرٌ سے اسم فاعل ہے ۔ مضاف البحر مضاف الیہ ۔ بحر سے بحیرۂ قلزم مراد ہے ۔
= يَعْدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ عَدْوَانٌ مصدر ۔ باب نصر ۔ حدِ شرعی سے تجاوز کر رہے تھے ۔ زیادتی کر رہے تھے ۔
= السَّبْتِ ۔ سنیچر کا دن ۔ یوم شنبہ ۔ سنیچر کے دن کی تعظیم کرنا ۔ کام کاج سے چھٹی کرنا ۔
= شُرَّعًا ۔ الشَّرْعُ ۔ سیدھا راستہ جو واضح ہو ۔ چنانچہ واضح راستہ کو شَرْعٌ شِرْعٌ شَرِيْعَةٌ کہا جاتا ہے پھر استعارہ کے طور پر طریق الٰہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں ۔
شُرَّعًا شَارِعٌ کی جمع اسم فاعل ہے ۔ شَارِعَةُ الطَّرِيْقِ کی جمع شَوَارِعُ آتی ہے

جس کے معنی کھلی سڑک ہے۔ آیہ ہذا میں شُرَّعًا کے معنی ہیں کہ (مچھلیاں ان کے سامنے) پانی کے اوپر واضح طور پر آجاتیں۔

= لَا یَسْبِتُوْنَ ۔ جب وہ سنیچر نہیں مناتے تھے۔ یعنی جس دن سنیچر کا دن نہ ہوتا تھا (اور ان کو مچھلیاں پکڑنے کی ممانعت نہ ہوتی تھی) مضارع منفی جمع مذکر غائب۔

= لَا تَاْتِیْہِمْ ۔ وہ ان کے سامنے (بے دھڑک اور نمایاں) نہ آتی تھیں

= نَبْلُوْھُمْ ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بَلَاءٌ سے باب نصر۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا

۷ : ۱۶۴ = اُمَّۃٌ مِّنْھُمْ ۔ ان میں سے کا ایک گروہ۔ ایک جماعت۔ سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار نہ کرنے کے متعلق اس بستی کی آبادی تین مختلف الخیال گروہوں میں بٹ گئی۔

ایک گروہ کھلم کھلا نافرمانی کا مرتکب تھا۔ اور بے دھڑک اس روز شکار کرتا تھا۔

دوسرا گروہ خود تو شکار کرنے کے حق میں نہ تھا اور نہ شکار کرتا تھا۔ لیکن شکار کرنے والوں کو روکتا بھی نہ تھا۔

تیسرا گروہ نہ صرف شکار سے اجتناب کرتا تھا بلکہ شکار کرنے والوں کو اس حکم عدولی سے منع بھی کرتا تھا۔

= لِمَ تَعِظُوْنَ ۔ تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔ وَعْظٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

یہاں مخاطب تیسرا گروہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور متکلم دوسرا گروہ ہے۔

= مَعْذِرَۃً اِلٰی رَبِّکُمْ ۔ سوال کا جواب ہے۔ ای ان موعظتنا اِیَّاھُمْ معذرۃ الٰی رَبِّکُمْ لان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجب علینا۔ یعنی ہمارا ان کو نصیحت کرنا اپنے اللہ کے حضور اپنی معذرت کے طور پر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہم پر واجب ہے (ہم اس حکم کی تعمیل میں ایسا کر رہے ہیں)

۷ : ۱۶۵ = نَسُوْا ماضی معروف جمع مذکر غائب نِسْیَانٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ بھول گئے۔ یعنی انہوں نے چھوڑ دیا (متذکرہ بالا پہلے گروہ کے افراد مراد ہیں)۔

= بَئِیْسٍ ۔ شدید۔ سخت۔ بروزن فعیل۔ بَأْسٌ اور بُؤْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۷ : ۱۶۶ = عَتَوْا ۔ انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی۔ سرتابی میں حد سے گذر گئے۔ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے۔

= نُھُوْا ۔ نَھْیٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو منع کیا گیا۔

= قِرَدَۃً ۔ جمع۔ قِرْدٌ ۔ واحد۔ بندر۔ لنگور۔

= خٰسِئِیْنَ ۔ ذلیل ۔خوار ۔ خَسْءٌ سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔
۷: ۱۶۷ = تَاَذَّنَ ۔ اس نے اعلان کیا ۔ اس نے خبر دی ۔ اِذْنٌ سے باب تفعل تَاَذُّنٌ بمعنی سنا دینے کے ہیں ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔
= لَیَبْعَثَنَّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقیلہ جواب قسم کے لئے ہے بَعْثٌ سے وہ ضرور ہی بھیجے گا ۔
= یَسُوْمُھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ سَوْمٌ مصدر ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ وہ ان کو تکلیف دیتا ہے یا تکلیف دیگا ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۹ و ۱۴:۳ ۔
ھُمْ کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے ۔ اس میں علماء میں اختلاف ہے ۔
بعض کے نزدیک یہ ضمیر اس گروہ کے افراد کے لئے جنہوں نے متواتر حکم عدولی کرتے ہوئے سبت کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کیا ۔
بعض کے نزدیک اس سے مراد پوری یہودی امت ہے ۔
اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمعصر یہودی مراد ہیں ۔ اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔
۷: ۱۶۸ = قَطَّعْنٰھُمْ ۔ ملاحظہ ہو ۔ ۷-۱۶۰ ۔ ہم نے ان کو بانٹ دیا ۔ تقسیم کردیا ۔
۷: ۱۶۹ = خَلَفَ ۔ وہ جانشین ہوا ۔ وہ پیچھے آیا (باب نصر) اول معنی میں خِلَافَۃٌ ۔ جانشین ہونا ۔ اور دوسرے معنی میں خَلْفٌ (پیچھے آنا) سے ہے ۔
= خَلْفٌ ۔ ناخلف ۔ برے جانشین ۔ امام بغوی لکھتے ہیں خَلْفٌ اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے قرن کے بعد آتا ہے ۔
ابن الاعرابی کا قول ہے کہ خَلَفٌ (لام کے زبر کے ساتھ) نیک کے لئے آتا ہے اور خَلْفٌ (لام کے جزم کے ساتھ) بد کے لئے آتا ہے ۔
= وَرِثُوا الْكِتٰبَ ۔ جو کتاب الٰہی (توریت) کے وارث ہوئے یعنی پہلی نسلوں کے بعد اب جن پر اس کتاب الٰہی پر گامزن رہنا فرض ٹھہرا ۔
= عَرَضَ ۔ مال ومتاع ۔ سامان واسباب ۔ امام راغب لکھتے ہیں العَرَضُ ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو ۔ ابو عبیدہ کے نزدیک جملہ متاع دنیا اس میں شامل ہے ۔ یہ جو بولا جاتا ہے الدنیا عرض حاضر ۔ (کہ دنیا تو پیش افتادہ سامان کا نام ہے) یہ بھی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لئے ہے ۔ قرآن مجید میں ہے تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (۸ : ۶۷) تم لوگ پیش افتادہ سازوسامان کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

= اَدْنٰى۔ زیادہ نزدیک (مذکر کے لئے بولا جاتا ہے) دَانٍ دَدَنِيٌّ کا اسم تفضیل ہے دُنْيَا (مونث ہے) یہاں یہ لفظ دنیا کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى۔ وہ اس دنیا کا مال و دولت لیتے ہیں۔

= سَيُغْفَرُ لَنَا۔ وہ ہمیں ضرور بخش دیا جائیگا۔ یعنی جو یہ مال حلال و حرام ہم حاصل کر رہے ہیں اس کا ہم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

= وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ۔ واو حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بجائے حرام مال کے ہتھیانے پر توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کے ویسے ہی طریقہ کا مزید مال حاصل کرنے پر مصر ہیں۔

= مِيْثَاقُ الْكِتٰبِ۔ ای المیثاق المذکور فی الکتاب۔ وہ وعدہ جو کتاب (تورات) میں مذکور ہے یعنی اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔

= دَرَسُوْا۔ انہوں نے پڑھا۔ دَرْسٌ اور دِرَاسَةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

= مَا فِيْهِ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ الکتاب کی طرف راجع ہے۔

۷ : ۱۷۰ = يُمَسِّكُوْنَ۔ جمع مذکر غائب تَمَسُّكٌ باب تفعل سے۔ وہ پکڑے ہوئے ہیں وہ پابند ہیں۔ اِمْسَاكُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز سے چمٹ جانا۔ اور اس کی حفاظت کرنے کے ہیں۔

۷ : ۱۷۱ = نَتَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم نَتْقٌ سے (باب نصر) ہم نے اٹھایا۔ (سیوطی)، ہم نے اکھاڑ دیا (البغوی)، ہم نے معلق کر دیا (فراء) نَتْقٌ (باب ضرب و نصر) کھینچنا۔ ہلانا۔ بات کہنا کسی چیز کو کھینچنا اور ہلانا اس طرح کہ وہ ڈھیلی پڑ جائے (راغب)

لسان العرب میں ہے کہ النتق۔ الزعزعة۔ والھز والجذب والنفض یعنی نتق کا معنی جھٹکا دینا۔ زور سے ہلانا۔ کھینچنا اور جھاڑنا ہے۔ جب پہاڑ میں زلزلہ آتا ہے تو یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور جو لوگ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوتے ہیں انہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ان پر ابھی گرا چاہتا ہے۔ اس قسم کی صورت حال سے بنی اسرائیل کو دوچار کر دیا گیا۔

= ظُلَّةٌ۔ سائبان کی طرح سایہ دار بدلی۔ پھر ہر چیز پر جو سائبان کی طرح چھا جانیوالی ہو اس پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ (۳۱ : ۳۲) جب (بادلوں کی طرح) سمندر کی بڑی بڑی موجیں انہیں ڈھانپ لیتی ہیں۔

= اَلْجَبَلَ سے مراد کوہ طور ہے۔
= وَاقِعٌ۔ گر پڑنے والا۔ وَقْعٌ سے (باب فتح) اسم فاعل واحد مذکر۔
= خُذُوْا۔ قُلْنَا لَهُمْ خُذُوْا
= مَآ اٰتَيْنٰكُمْ۔ یعنی تورات۔

۷: ۱۷۲ = ظُهُوْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ظُهُوْرٌ۔ ظَهْرٌ کی جمع ہے پیٹھیں پشتیں۔ نسلیں۔
= ذُرِّيَّة۔ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے
قرآن میں آیا ہے ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ (۳: ۳۴) ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے
ذُرِّيَّةٌ کے اصل کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱) بعض کے نزدیک یہ ذَرَءَ اللّٰهُ الْخَلْقَ سے ہے یعنی اصل میں مہموز اللام ہے مگر کثرتِ استعمال کے سبب دَرِيَّةٌ دَبَرِيَّةٌ کی طرح ہمزہ کو ترک کردیا گیا۔ اور ذُرِّيَّةٌ ہو گیا۔ (مادہ ذ ر ء)

(۲) بعض کے نزدیک یہ اصل میں ذُرْدِيَّةٌ بروزن فُعْلِيَّةٌ تھا اور ذَرٌّ (ذ ر ر) سے مشتق ہے جیسے قُرِّيَّةٌ قَرٌّ سے۔

(۳) کہ آیت کریمہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ (۷: ۷۹) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں ذَرَأْنَا ذَرَيْتُ الْحِنْطَةَ (گیہوں کو ہوا میں صاف کرنا) سے مشتق ہے۔ اس صورت میں مادہ ذ ر ی ہے

= وَاِذْ اَخَذَ ...... ذُرِّيَّتَهُمْ۔ میں مِنْ ظُهُوْرِهِمْ بدل ہے مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ کا اور ذُرِّيَّتَهُمْ (مضاف مضاف الیہ) مفعول ہے اَخَذَ کا۔

ترجمہ:۔ اور جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ (یعنی اپنے روبرو لا حاضر کیا)

= اَشْهَدَهُمْ۔ اس نے ان کو گواہ بنایا۔ اس نے ان کی شہادت لی۔
= اَنْ تَقُوْلُوْا عـــ غٰفِلِيْنَ۔ یہ جملہ مفعول لہٗ ہے فَعَلْنَا ذٰلِكَ کا جو محذوف ہے۔

۷: ۱۷۳ = اَوْ تَقُوْلُوْا۔ عطف ہے اَنْ تَقُوْلُوْا۔ (آیہ سابقہ پر)
= اَفَتُهْلِكُنَا۔ الف لام استفہام کے لئے ہے۔ تُهْلِكُ مضارع واحد مذکر حاضر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ کیا تو ہمیں ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

= مُبْطِلُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - غلط گو - جھوٹے - اہلِ باطل

۷ : ۱۷۵ = اُتْلُ - تو پڑھ - تو تلاوت کر - تِلَاوَةٌ سے جس کے معنی پڑھنے - تلاوت کرنے اور معنی میں تدبر کرنے کے ہیں - امر واحد مذکر حاضر - اخطاب حضرت رسولِ کریم سے ہے -

= نَبَأَ - خبر - حال - نَبَأَ الَّذِیْ حال اس شخص کا -

اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا - ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دیں - ہم نے اس کو اپنی نشانیوں کا علم دیا -

= فَانْسَلَخَ مِنْهَا - وہ چھوڑ نکلا - وہ گذر گیا - اَلسَّلْخُ - کے اصل معنی ہیں کھال کھینچنا - (باب انفعال سے) جیسے محاورہ ہے سَلَخْتُهٗ فَانْسَلَخَ - میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھنچ گئی - اسی سے ہے سَلَخْتُ دِرْعَهٗ - میں نے اس کی زرہ کھینچی یعنی اتار لی - گذر جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (۹ : ۵) جب حرمت کے مہینے گذر جائیں - سانپ کی کینچلی اتار دینے کو عرب میں کہتے ہیں انسلخت الحیة من جلدھا (سانپ اپنی جلد سے نکل گیا) پس فانسلخ منها کا یہ مطلب ہوا کہ :- اس شخص نے ان آیات و ہدایات کو چھوڑ دیا - اور گمراہی میں چلا گیا -

= اَتْبَعَهٗ - وہ اس کے پیچھے لگ گیا -

= غٰوِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - غَاوِیٌ واحد - گمراہ - کج رو -

= بِهَا - میں ضمیر اٰیٰتِنَا کی طرف راجع ہے -

= اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ - ای مال الی الدنیا و رغب فیها - لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اس کی رغبت اس میں رچ بس گئی -

= تَحْمِلْ عَلَیْهِ - تو اس پر حملہ کرے -

= یَلْهَثْ - ہانپنا - زبان باہر نکالنا - وہ زبان باہر نکال دیتا ہے (باب فتح) لَهْثٌ وَلُهَاثٌ - کتے وغیرہ کا عاجزی اور پیاس سے زبان باہر نکالنا - لُهَاثٌ - پیاس کی گرمی - موت کی سختی - باب سمع - پیاسا ہونا - لَهْثَانٌ پیاسا - التهات (باب افتعال) پیاس و تکان وغیرہ سے زبان باہر نکال دینا -

۷ : ۱۷۷ - سَاءَ مَثَلًا ِۨ الْقَوْمُ - میں مَثَلًا تمیز ہے - یعنی مثال کے لحاظ سے بری ہے وہ قوم -

۷ : ۱۷۸ - الْمُهْتَدِیْ - اسم فاعل واحد مذکر - معرفہ - ہدایت یاب -

= وَمَنْ یُّضْلِلْ - ای و من یُّضْلِلِ اللّٰهُ - اور جس کو اللہ گمراہ کر دے -

۷ : ۱۷۹ = ذَرَاْنَا - ہم نے پیدا کیا - ماضی جمع متکلم -

= لِجَهَنَّمَ - میں لام عاقبت کا ہے - غایت کا نہیں - یعنی ان کو پیدا کرنے کی غایت ان کو جہنم میں

ڈالنے کی نہ تھی۔ بلکہ اپنے کفر و نافرمانی کے انجام کے طور پر وہ جہنمی بن گئے۔
قرآن میں اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ مثلاً فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۔ پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھالیا تاکہ بڑا ہو کر وہ ان کا دشمن بنے اور باعث زحمت ہو۔ تو یہاں انہوں نے اس نیت اور اس غرض کے لئے نہیں اٹھایا تھا کہ واقعی ان کا دشمن نکلے۔ بلکہ ان کی نیت اور مقصد تو یہ تھا کہ جب یہ بڑا ہوگا تو ہمارے کام آئیگا لیکن ان کے اٹھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انجام کار وہی موسیٰؑ ان کی اور فرعون کی بربادی کا باعث بنا۔

۷: ۱۸۰ = ذَرُوْا ۔ تم چھوڑ دو، وَذْرٌ سے امر۔ جمع مذکر حاضر

= يُلْحِدُوْنَ ۔ اِلْحَادٌ مصدر۔ وہ کجراہی کرتے ہیں۔ وہ غلط نسبت کرتے ہیں۔ الحاد کا معنیٰ سیدھی راہ سے منہ موڑنا۔

يُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِهٖ ۔ جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں یعنی اس کے اسماء الحسنیٰ کا اطلاق اس کے سوا کسی غیر پر کرتے ہیں جیسے مسیلمہ کذاب کے پیروکار اس کو رحمٰن یمامہ کہا کرتے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارنا جو اس نے اپنے لئے نہیں رکھے۔ یا جو اس کی شان کے شایان نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو یَا رَفِیْقُ کہہ کر پکارنا۔ وغیرہ۔ لَحْدٌ ۔ بغلی قبر

۷: ۱۸۱ = يَعْدِلُوْنَ ۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ بِهٖ میں ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔

۷: ۱۸۲ = سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ۔ استدراج (استفعالٌ) سے۔ اس کے معانی علماء نے مختلف پہلوؤں سے کئے ہیں لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۱) ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں (مولانا تھانویؒ)
(۲) استدراج کے معنی ہیں مخفی طریقہ سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا۔ (معالم)
(۳) ہم ان کے ساتھ ایسی تدبیریں کرنے والے ہیں جن کا ان کو پتہ بھی نہ ہو۔ (عطار)
(۴) ہم ان کے اعمال کو ان کی نظر میں پسندیدہ بنادیں گے پھر ان کو ہلاک کردیں گے (کلبی)
(۵) جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو جدید نعمت بخشتے ہیں۔ (ضحاک)
(۶) ہم ان پر اپنی نعمتوں کو بہاتے ہیں لیکن شکر ادا کرنا فراموش کرا دیتے ہیں (سفیان)
(۷) ہم ان کو آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو۔ (کرم شاہ)
دَرَجَةٌ زینہ کی سیڑھیاں تَدَرُّجٌ درجہ بدرجہ چڑھنا۔
(۸) ہم قلیلاً قلیلاً ہلاکت کی طرف لیجائیں گے۔ (مظہری)

= مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہوگا۔

= اُمْلِیْ ۔ میں ڈھیل دوں گا۔ میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ اِمْلَاءٌ (اِفْعَالٌ)، جس کے معنی مہلت میں ڈالنے۔ ڈھیل دینے۔ اور لمبی لمبی امیدیں دلانے کے ہیں۔ مضارع واحد متکلم۔

= کَیْدِیْ ۔ میری تدبیر۔ کَیْدٌ ہر اچھی یا بُری تدبیر کو کہتے ہیں قرآن حکیم میں اس کا استعمال بطور مذمت ہوا ہے وہاں اس کے مذموم معنی مراد ہیں جہاں بھی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے محمود معنی مراد ہیں۔ حُسنِ تدبیر۔

= مَتِیْنٌ ۔ صیغہ صفت مشبہ ۔ مضبوط۔ محکم۔ ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو متن کہتے ہیں۔ اس سے مَتُنَ فعل بنا لیا گیا۔ مَتُنَ اس کی پشت قوی اور مضبوط ہو گئی۔ اس کے اعضاء سخت اور مضبوط ہو گئے۔ مَتِیْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال سے متین کا معنی قوی اور محکم ہو گیا۔ متانت۔ مضبوطی۔ سنجیدگی۔

۷: ۱۸۴ ۔ جِنَّةٌ ۔ جنون۔ سودا۔ دیوانگی۔ جَنٌّ سے مشتق ہے۔ چونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی ہے اس لئے اسے جِنَّۃٌ کہتے ہیں۔

= اِنْ ھُوَ میں اِنْ نافیہ ہے۔

۷: ۱۸۵ = مَلَکُوْتَ ۔ مَلَکَ فعل مبالغہ کے لئے تا بڑھا دی گئی ہے۔ اقتدارِ کامل۔ غلبہ تامہ۔ حکومتِ حقیقیہ۔ بقول راغب ملکوت اللہ کی بادشاہی و حکومت کے لئے خاص ہے۔

= اِقْتَرَبَ ۔ وہ قریب آ لگی۔ اِقْتِرَابٌ (اِفْتِعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= اَجَلُھُمْ ۔ ان کی مدت مقررہ۔ ان کی موت۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

۱) ملکوت ارض و سماء۔

۲) مختلف النوع مخلوق جو اس ارض و سماء میں ہے۔

۳) اجل کا کسی وقت بھی آ لگنا۔

= بَعْدَہٗ میں ہٗ ضمیر (واحد مذکر غائب) قرآن کی طرف راجع ہے۔

۷: ۱۸۶ = یَذَرُھُمْ ۔ وہ چھوڑ دیتا ہے ان کو۔ وَذْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= طُغْیَانِہِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔ سرکشی، نافرمانی۔

= یَعْمَهُوْنَ ۔ وہ سرگردان وگمراہ پھرتے ہیں۔ عَمْہٌ ۔ مصدر۔ (باب فتح ۔سمع) عَمَہٌ سرگردانی عَمِہٌ ۔ عَامِہٌ ۔ سرگردان و حیران ۔ متردّد۔

۷ : ۱۸۷ = اَیَّانَ ۔ کب ۔ مَتٰی کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بعض اس کی اصل اَیَّ اَوَانٍ بمعنی کونسا وقت ۔ بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کرکے واؤ کو یاء کیا گیا پھر اس یاء کو اَیٍّ کی یاء میں مدغم کیا گیا۔ اَیَّانَ ہو گیا۔

= مُرْسٰهَا ۔ مُرْسٰا مضاف ھا مضاف الیہ ۔ (مصدر میمی ہے) ٹھیرانا ۔ جمانا ۔ مادہ رَسُوٌّ ہے رَسَا یَرْسُوْ (نصر) ٹھیرنا ۔ جگہ پر جم جانا ۔ اس سے مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے لیکن ثلاثی مزید فیہ میں باب افعال سے اِرْسَاءٌ مصدر۔ اور مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے۔ ٹھہرانا ۔ جمانا ۔ کشتی کا لنگر انداز ہونا۔

اَیَّانَ مُرْسٰهَا ۔ اس کا وقوع کب ہوگا۔

= لَا یُجَلِّیْهَا ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ھا ضمیر واحد مؤنث غائب (تَجْلِیَةٌ (تفعیل مصدر ۔ اس کو نمودار نہیں کرے گا۔ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا ۔ ای لَا یُظْهِرُ لوقتها المعین اِلَّا اللّٰهُ ۔ وَلَا یَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِكَ غَیْرُهٗ ۔ اس کا وقت معین وہی ظاہر کر سکتا ہے (بتا سکتا ہے) اور کسی اس کے سوا قدرت نہیں ہے۔

= ثَقُلَتْ ۔ (باب کرم) ثِقَلٌ مصدر ۔ وہ بھاری ہوئی ۔ ماضی بمعنی مضارع ۔ وہ بھاری ہو گی ۔ حَسَنْ کہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض وسما پر بہت بھاری گذرے گی ۔ (بوجہ متعدد اسباب کے کہ آسمان پھٹ جائیں گے ۔ ستارے ٹوٹ پڑیں گے ۔ پہاڑ اڑ جائیں گے ۔ زمین متزلزل ہو جائے گی ۔ وغیرہ وغیرہ۔

= بَغْتَةً ۔ اک دم ۔ اچانک ۔ یکایک ۔ آناً فاناً۔

= حَفِیٌّ ۔ باخبر ۔ جو تحقیق و تدقیق کر چکا ہو ۔ بڑا مہربان ۔ متلاشی ۔ محقق۔

كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ۔ اس میں تقدیم و تاخیر ہے ۔ تقدیر کلام یوں ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنْهَا كَاَنَّكَ حَفِیٌّ بِهِمْ ۔ وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو۔

یا وہ تم سے اس انداز میں پوچھتے ہیں کہ تاریخ وقوع سے تم واقف ہو۔ یا تم اس کی خوب تحقیق کر چلے ہو۔

۷ : ۱۸۸ = لَاسْتَكْثَرْتُ ۔ میں ضرور بہت جمع کر لیتا ۔ اِسْتِكْثَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے

معنی کسی چیز کو کثیر سمجھنے یا کسی کام کو بہت زیادہ کرنے کے ہیں۔

یہاں اگر غیب سے مراد وقت موت لیا جائے تو لاستکثرت کا مطلب ہوگا کہ میں بہت نیکیاں جمع کر لیتا عمل صالح کر کے اور اعمال سوء سے اجتناب کر کے۔

اور اگر عام معنی لئے جاویں تو مطلب ہوگا کہ نقصان سے بچتے ہوئے اور نفع کو اختیار کرتے ہوئے میں بہت کچھ جمع کر لیتا۔ اور ایذا وغیرہ سے بچ جاتا۔

۷: ۱۸۹ = زَوْجَهَا۔ اس (مؤنث) کا جوڑا یعنی خاوند۔ اور زَوْجُهٗ اس (مذکر) کا جوڑا یعنی اس کی بیوی۔ گویا زوج کا مطلب ہوا بالمقابل صنف سے ساتھی۔

= لِيَسْكُنَ۔ تاکہ تسکین پائے۔ اطمینان حاصل کرے۔ اس میں فاعل نَفْسٌ ہے جو کہ مؤنث استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں صیغہ مذکر کا لایا گیا نَفْسٌ کے معنی کے لحاظ سے کیونکہ اس سے مراد یہاں آدم (مرد) ہے۔ اور اسی مناسبت سے زوج کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد بیوی ہے

= تَغَشّٰهَا۔ اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانکا۔ کنایہ" اس مرد نے اس عورت سے ہمبستری کی۔ تَغَشَّى الْمَرْاَةَ۔ وہ عورت کے پاس گیا (اس سے مجامعت کی) غِشَاوَةٌ سے پردہ جس سے کوئی شے ڈھانپ دی جائے۔

= فَمَرَّتْ بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب حَمْلًا کی طرف راجع ہے وہ اس حمل کو لئے پھرتی ہے

= دَعَوَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب (اگرچہ تثنیہ میں ایک مرد اور ایک عورت شامل ہیں لیکن مرد کی جنس کے غلبہ کی وجہ سے تثنیہ مذکر لایا گیا) ان دونوں نے پکارا۔ ان دونوں نے دعا کی۔

۷: ۱۹۱ = مَالَا يَخْلُقُ۔ میں مَا موصولہ ہے۔

لَا يَخْلُقُ۔ اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ میں دونوں ضمیروں کا مرجع مَا موصولہ ہے لیکن يَخْلُقُ میں هُوَ (مستتر) ضمیر واحد ہے اور يُخْلَقُوْنَ میں هُمْ ضمیر جمع ہے اس کی توضیح علماء نے یوں کی ہے کہ ما موصولہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ لفظی اعتبار سے وہ واحد ہے اور لَا يَخْلُقُ میں اس کی اسی حیثیت کو معتبر رکھا گیا ہے۔ اور معنوی لحاظ سے جمع ہے اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ میں اسی معنوی حیثیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے

دوسری بات جو یہاں غور طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ شرکاء سے یہاں مراد بُت ہیں۔ اور وہ بے جان تھے قاعدہ کے مطابق تو ان کے لئے ضمیر مؤنث ہونی چاہئے تھی لیکن یہاں جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ ان کے متعلق یہ تھا کہ یہ بُت عقل و حیات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کا ذکر کیا گیا

۷: ۱۹۲ = لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ استطاعت

نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ طوعٌ مادہ۔
= لَهُمْ میں ضمیر هُمْ کا مرجع مشرکین ہیں اور اَنْفُسَهُمْ میں ضمیر هُمْ وہ بت ہیں جن کو مشرکین نے اللہ کا شریک بنایا ہوا تھا۔
۷: ۱۹۳ = تَدْعُوْهُمْ۔ تم ان کو پکارتے ہو۔ تم ان کو بلاتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَدْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام و اوثان کے لئے ہے۔
= اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ۔ اى الى ما هو هدى ورشاد والى ان يهدوكم والمعنى وان تطلبوا منهم كما تطلبون من الله الخير والهدى لا يتبعوكم الى مرادكم وطلبتكم ولا يجيبوكم كما يجيبكم الله الى الهدى۔
رشد و ہدایت کی طرف اس واسطے کہ تمہیں راہ ہدایت دکھائیں۔
مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے خیر و ہدایت کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیر و ہدایت کی دعا کرتے ہو تو جس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری پکار کو سن کر پورا کرتا ہے یہ تمہاری مراد یا طلب کو پورا نہیں کر سکتے۔
یا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے اگر تم ان کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں
= اَدَعَوْتُمُوْهُمْ۔ خواہ تم ان کو پکارو۔ ان کو دعوت دو۔ دَعَوْتُمْ۔ دُعَاءٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام کے لئے ہے۔
= صَامِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خاموش۔ چپ۔ صَمْتٌ سے جس کے معنی خاموش ہونے کے ہیں۔ صَمَتَ يَصْمُتُ۔ (نصر) خاموش رہنا۔ ناطق کی ضد ہے۔
۷: ۱۹۴ = تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو۔ اى تعبدون۔ (جن کی) تم عبادت کرتے ہو۔ وتسموہم الٰهة۔ جنہیں تم الٰہ کا نام دیتے ہو۔
= عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ۔ تم ہی جیسے بندے۔ بت اگرچہ پتھر اور لکڑی کے بے جان مجسمے ہوا کرتے تھے ان کو تمہارے جیسے بندے کہنا وجوہ ذیل کی بنا پر ہو سکتا ہے۔
(۱) مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق ان سے بات کی گئی۔
(۲) یہ الفاظ بطور استہزاء استعمال کئے گئے ہیں کہ اے عقل کے دشمنو! اگر تمہاری بات کو مان بھی لیا جائے کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح کے انسان ہی ہیں

ہوں گے۔ تو پھر اپنے جیسے انسان کی بندگی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے
(۳) بتوں کو عباد کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بھی تمہاری طرح اس کے مملوک ہی ہیں۔ جس طرح تم مخلوق ہو اس طرح پر یہ بھی مخلوق ہیں۔
= فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ پس پکار دیکھو ان کو، انہیں چاہئے کہ تمہاری پکار کو قبول کریں اگر تم اپنے اعتقاد پر سچے ہو (لیکن بھلا یہ ایسا کرتے ہیں ہرگز نہیں)
۷: ۱۹۵ = قُلْ ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= كِيْدُوْنِ ۔ میرے خلاف تدبیریں کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو (تم سب اور تمہارے شرکاء
= فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۔ تم مجھے ڈھیل مت دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ اِنْظَارٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ محذوف ہے۔
(یعنی تم جو یہ دھمکی دیتے ہو کہ تمہارے بت اگر ناراض ہو گئے تو میری خیر نہیں تو بلا لو اپنے ان شرکا کو۔ اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر میرے خلاف جو سازش چاہو تیار کرلو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ مجھے اللہ کی حمایت پر یقین ہے
۷: ۱۹۶ = وَلِيِّ ۔ میرا حمایتی۔ میرا مددگار۔ میرا ناصر۔
= اَلْكِتٰبَ ۔ القرآن
= يَتَوَلَّى ۔ جو مدد کرتا ہے۔ جو دوست رکھتا ہے۔
۷: ۱۹۸ = وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى ۔ ملاحظہ ہو (۷: ۱۹۳)
اگر یہاں ہُم کی ضمیر مشرکون کی طرف راجع ہے جیسا کہ الحسن کا قول ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اگر تم ان (مشرکین) کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ نہیں سنیں گے اور تو ان کو دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن کچھ دیکھ پا نہیں رہے (یونہی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں پکار کو سمجھ نہیں رہے)
لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک ھُم کی ضمیر کا مرجع وہ اصنام و اوثان ہیں جن کو مشرکین اللہ کے شریک ٹھہرا رہے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ (یا ہدایت کے لئے بلاؤ) تو اپنی مصنوعی آنکھوں سے معلوم دیں گے کہ دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس قابل ہی نہیں کہ دیکھ سکیں۔
یہ مضمون آیت ۱۹۷ کے بعد دوبارہ لایا گیا ہے کہ ان بتوں کی لاچارگی اور بے بسی ان کے

ذہن نشین کرائی جائے

۷ : ۱۹۹ = خُذْ ۔ تو پکڑ۔ تو لے ۔ تو اختیار کر۔ اَخْذٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= اَلْعَفْوَ۔ آسان ۔ حاجت سے زیادہ ۔ معاف کر دینا۔ عَفَا یَعْفُوْا ۔ (باب نصر) کا مصدر ہے اور اسم بھی ہے ۔ عربی میں کہتے ہیں خُذْ مَا عَفَا لَكَ جو تمہیں بآسانی بغیر مشقت کے ملے وہ لے لو۔

اور قرآن میں ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲ : ۲۱۹) (اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا مال خرچ کریں ۔ تو ان سے کہہ دو جو تمہاری حاجت سے زیادہ ہو (جس کے خرچ سے تمہیں تکلیف نہ ہو) اور معاف و درگذر کرنے کے معنوں میں قرآن میں اکثر استعمال ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے عَفُوٌّ ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴ : ۴۳) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اور ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ (۲ : ۵۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا۔

اور مَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ (۴۲ : ۴۰) مگر جو درگذر کرے اور معاملے کو درست کر لے ۔ آیہ ہذا میں معاف کرنے اور درگذر کرنے کے معنی ہیں

= اَلْعُرْفِ ۔ عُرْفٌ بروزن فُعْلٌ اسم ہے مَعْرُوْفٌ کے معنوں میں ۔ پسندیدہ کام ۔ نیک کام نیکی ۔ مَعْرُوْفٌ ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جو کہ اس کی خوبی شریعت یا عقل سے ثابت ہو۔ مُنْكَرٌ کی ضد ہے ۔ جس سے مراد ہر وہ بات جو شریعت و عقل کی رو سے بری سمجھی جائے۔

= اَعْرِضْ ۔ تو منہ پھیر لے ۔ تو کنارہ کش ہو جا۔ اِعْرَاضٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

۷ : ۲۰۰ = اِمَّا ۔ اِنْ شرطیہ اور ما زائدہ سے مرکب ہے ۔ اگر۔ یا۔ ملاحظہ ہو ۷ : ۱۱۵ ۔

= يَنْزَغَنَّكَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ نَزْغٌ سے ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَزْغٌ کے معنی ہیں انگلیوں کے پوروں سے کسی کو گدگدانا ۔ کسی کو برائی پر اکسانا ۔ اور کسی گناہ پر آمادہ کرنا ۔ النزغ الضرب برؤس الاصابع والمراد ههنا التحريك الى الشر والاغواء والوسوسة (مظہری)

المفردات میں ہے النَّزْغُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونا۔ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ (۱۲ : ۱۰۰) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا۔

یہاں بمعنی وسوسہ میں ڈالے ۔ برائی پر اکسائے۔

= فَاسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ۔ استعاذۃ (استفعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

۷:۲۰۱ = مَسَّهُمْ۔ مَسَّ یَمُسُّ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو چھو جائے۔ وہ ان کو پہنچاتے، وہ ان کو لگ جاتے۔ کبھی اس سے مراد قربت صنفی (جماع) بھی ہوتی ہے۔ مثلاً وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲:۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔ لازم اور متعدی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

= طٰٓئِفٌ۔ وسوسہ۔ خطرہ۔ پھر جانے والا۔ پھیرے والا۔ پہلے معنی مجازی ہیں۔ اور دوسرے حقیقی طَائِفٌ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ طَوْفٌ کے معنی کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ قرآن میں ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا (۲:۱۵۸) اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں) اسی طرح جو شخص گھروں کے گرد اگرد حفاظت کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے اسے طائف کہتے ہیں۔ اور اسی سے جنّ۔ خیال۔ حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ طائف بولتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ۔ جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ یا جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر۔ یعنی جو شیطان انسان پر چکر کاٹتا رہتا ہے اور اس کو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا وسوسہ اور خطرہ اثر کر گیا۔

اور فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (۶۸:۱۹) پھر پھیر اکر گیا اس پر کوئی پھیرا کرنے والا تیرے رب کی طرف سے۔ یعنی اس پر آفت پھر گئی۔

= تَذَكَّرُوْا۔ تَذَكُّرٌ (باب تفعل) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چونک گئے۔ انہوں نے یاد کیا۔ (ما امر اللہ بہ ونہی عنہ جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا تھا اور جس سے اس نے منع فرمایا ہوا تھا) یا وہ پا گئے۔ سمجھ گئے شیطان کے وسوسہ کو اور اس کی چال کو۔

= مُّبْصِرُوْنَ (تو فوراً) ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ حقیقت کو جان گئے۔

۷:۲۰۲ = اِخْوَانُهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الشیاطین کی طرف راجع ہے۔ ماقبل میں اگرچہ الشیطان (مفرد) استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد جنس شیطان ہے اس لئے یہاں ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ یعنی اخوان الشیاطین۔ وہ گروہ جو متقین کے متضاد ہے

= یَمُدُّوْنَهُمْ۔ یَمُدُّوْنَ کا فاعل الشیاطین ہے اور هم ضمیر کا مرجع اِخْوَانُهُمْ (اخوان الشیاطین) ہے

= الْغَیِّ۔ اسم فعل۔ گمراہی۔ بدراہی۔ غ ی ی مادہ۔

= ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ۔ (انہیں پھر گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے) مضارع منفی جمع مذکر غائب

(باب انفعال) اِقْصَارٌ سے وہ باز نہیں رہتے۔ وہ کمی نہیں کرتے۔ وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ اَقْصَرَ عَنِ الشَّیْءِ کے معنی ہیں وہ اس چیز سے رُک گیا۔

۷: ۲۰۳ = لَمْ تَاْتِھِمْ۔ تو نہیں لاتا ان کے پاس۔ نفی جحد بلم۔ واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

= لَوْلَا۔ کیوں نہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ۶: ۴۳۔

= اِجْتَبَیْتَھَا۔ جَبٰی (ضَرَبَ) جَبَی الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ بڑے حوض کو جَابِیَۃ کہتے ہیں اور اس کی جمع جَوَابٍ ہے قرآن میں ہے وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ (۳۴: ۱۳) اور (ایسے) لگن جیسے بڑے بڑے حوض۔ باب افتعال سے اِجْتِبَاءٌ انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ جیسے اَلْمُجْتَبٰی منتخب شدہ۔ برگزیدہ۔

آیۃ ہذا میں اِجْتَبَیْتَ بمعنی اِخْتَرْتَ وَاخْتَلَقْتَ کے ہے کیوں نہیں تم تو دگھڑ لیتے۔ کیوں نہیں تم خود بنا لیتے۔ کیوں نہیں تم خود اختراع کر لیتے۔ (جیسا کہ بقول کافرین کے وہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کو از خود گھڑ کر پیش کرتے تھے)

ھَا ضمیر کا مرجع اٰیَۃٍ ہے۔

= اَتَّبِعُ۔ میں اتباع کرتا ہوں اِتِّبَاعٌ (افتعال) مضارع صیغہ واحد متکلم۔

= یُوْحٰی۔ وحی کی جاتی ہے۔ اِیْحَاءٌ (افعال) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

= ھٰذَا۔ ای القراٰنُ۔

= بَصَائِرُ۔ بَصِیْرَۃٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ واضح براہین۔

۷: ۲۰۴ = اِسْتَمِعُوْا۔ تم کان لگا کر (غور سے) سنو (استماع (افتعال) سے امر۔ جمع مذکر حاضر

= اَنْصِتُوْا۔ تم خاموش رہو۔ چپ سے سنتے رہو۔ اِنْصَاتٌ (باب افعال) سے نَصَتَ یَنْصِتُ (ضرب) چپ رہنا۔ خاموشی سے سننا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۷: ۲۰۵ = تَضَرُّعًا بروزن تَفَعُّلٌ۔ مصدر ہے۔ عاجزی کرنا۔ گڑگڑانا۔

= خِیْفَۃً۔ خَافَ یَخَافُ (فتح) کا مصدر ہے۔ خوف۔ ڈر۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ خِیْفَۃً کے معنی ہیں خوف کی حالت۔ قرآن میں ہے کہ:۔ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ (۲۰: ۶۷) (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈر۔ کبھی خِیْفَۃً بمعنی خوف بھی آتا ہے۔ مثلاً وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ (۱۳: ۱۳) اور فرشتے سب اس کے خوف سے۔

= دُوْنَ الْجَھْرِ۔ چپکے چپکے۔ بغیر بلند آواز کئے۔

= الْغُدُوُّ ۔ صبح صبح کو نکلنا۔ صبح صبح کو پہنچنا۔ فجر اور طلوعِ آفتاب کا درمیانی وقت۔ دن کا ابتدائی حصہ میں چلنا۔ یہ الغُدوَۃ کی جمع بھی ہے۔

= اَلْاٰصَالُ ۔ شام ۔ شام کا وقت ۔ اُصُلٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی شام کے وقت کے ہیں

۷ : ۲۰۶ - اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ ۔ بے شک وہ جو تیرے رب کے قرب میں ہیں۔ یہاں مراد فرشتے ہیں۔

(۸) سورۃ الانفال (۸۸)

۸ : ۱ = اَلْاَنْفَالُ ۔ مال غنیمت نَفَلٌ کی جمع جس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے زائد نماز کو نافلہ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (۱۷ : ۷۹) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کر یہ تمہارے لئے نفل ہے۔

اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱ : ۷۲) اور ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم کو) اسحٰق عطا کیا اور مزید برآں یعقوب بھی۔

پھر عطیہ اور بخشش کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ بخشش بھی بغیر استحقاق ایک شی مزید ہے۔

بعض کے نزدیک نفل اور غنیمت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان میں صرف اعتباری فرق ہے وہ مال جو فتح کے بعد چھینا ہوا ہوتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس لحاظ سے فتح کا لازمی نتیجہ مال حاصل ہونا نہیں بلکہ محض ایک عطاء غیر لازم ہے لہذا مالِ مستزاد یا نفل کہلاتا ہے۔

بعض کے نزدیک ان میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے یعنی غنیمت عام ہے اور ہر اس مال کو غنیمت کہتے ہیں جو لوٹ سے حاصل ہو خواہ مشقت سے یا بغیر مشقت کے۔ فتح سے قبل حاصل ہو یا بعد میں۔ استحقاق سے حاصل ہو یا بلا استحقاق۔ اور نفل خاص کر اس مال کو کہتے ہیں جو مال غنیمت سے قبل از تقسیم حاصل ہوا ہو۔

بعض کے نزدیک نفل وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے۔ اور اسے فئے بھی کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جو سامان وغیرہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد

بانٹا جاتا ہے اسے نفل کہتے ہیں۔

عام استعمال میں ہر دو نفل اور غنیمت ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں۔

= یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۔ ای یسئلونك عن قسمۃ الغنائم ۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

= اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۔ اپنے باہمی احوال کی اصلاح کرو۔

۸ : ۲ = وَجِلَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ وَجَلٌ مصدر (باب سمع) ڈر جاتے ہیں (ان کے دل) مَوْجِلٌ شیبی گڑھا۔ خوف کی جگہ۔

= تُلِيَتْ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب ۔ تلاوت کیجاتی ہیں ۔ پڑھی جاتی ہیں (آیات اسکی)

= زَادَتْهُمْ ۔ تو وہ زیادہ کر دیتی ہیں ان کو۔ وہ بڑھا دیتی ہیں ان کو۔ اِيْمَانًا ۔ بحیثیت ایمان کے یعنی ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں ۔ ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے۔

۸ : ۵ = كَمَا ۔ جیسے۔

ان آیات کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے مختصراً ان کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

شعبان المعظم ۲ھ میں مدینہ کے شمالی جانب ابو سفیان کی قیادت میں ایک تجارتی وفد شام سے مکہ کی جانب لوٹ رہا تھا۔ ان کی گذرگاہ مسلمانان مدینہ کی زد میں تھی ۔ ابو سفیان نے حفظ ماتقدم کے طور پر امداد کے لئے مکہ کو اپنا آدمی دوڑایا۔ جس نے حالات کو نہایت مبالغہ کے ساتھ مکہ والوں کے سامنے بیان کیا ۔ اس پر مکہ سے ابوجہل کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار جملہ سامان حرب سے لیس ہو کر جنوب سے مدینہ کی جانب چڑھ نکلا ۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ قافلہ مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گیا ہے اس پر ابوجہل کے کئی آدمیوں نے رائے دی کہ اب جب کہ مقصد پورا ہو گیا ہے ہمیں لوٹ جانا چاہئے لیکن ابوجہل اور اس کے لشکر کی اکثریت اس پر رضامند نہ ہوئی ان کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر جمعیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے جس سے نہ صرف ان کا مذہب بلکہ ان کی یہ تجارتی شاہراہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں سے محفوظ ہو جائے گی ۔ لہٰذا انہوں نے آگے بڑھنے کا عزم کیا۔

ادھر مسلمانوں کو جب ایک طرف سے قافلہ کی آمد اور دوسری طرف کفار کے لشکر کی یلغار کا علم ہوا تو ان کے سامنے دو راستے تھے شمال میں قافلہ پر حملہ کر کے مال حاصل کریں ۔ یا جنوب میں کفار کے لشکر کا مقابلہ کر کے دین حق کی سربلندی قائم کریں۔

باہمی مشاورت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر الذکر راستہ اختیار کرنے کا حکم

صادر فرمایا۔ چند ایک مسلمان اس فیصلہ پر اتنے خوش نہ تھے ان کے خیال میں وہ سیدھے موت کے منہ میں جا رہے تھے کیونکہ لشکر کفار کے جمّ غفیر اور مسلمانوں کی تعدادِ حقیر میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ پھر اُدھر ہر شخص کیل کانٹے سے لیس اور اِدھر مسلمانوں میں اکثر نہتے تھے۔ لیکن انجام کار حالات نے ثابت کر دیا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب بالکل برحق تھا۔ اور آخر کار حق ہی کی فتح ہوئی اور نتیجہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خوشگوار نکلا۔

(یہ غزوۂ بدر رمضان ۲ھ کا واقعہ ہے)

اب ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ایک فریق بدر کے میدان میں علی الرغم اور بمجبوری نکلا تھا اب مال غنیمت کی تقسیم پر بھی بعض ناخوش ہیں کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو مال جس کے ہاتھ آجاتا وہی اس کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کا حکم آگیا کہ سارے کا سارا مال غنیمت اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے جس طرح چاہیں تقسیم کریں۔ لیکن ان کو علم نہیں کہ گو بظاہر یہ طریقہ تقسیم ان پر شاق ہے لیکن اس کے دور رس نتائج نہ صرف اسلام بلکہ ان کے اپنے حق میں بغایت خوشگوار ہوں گے۔

= اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔ (جس طرح) تیرے رب کا تجھے اپنے گھر سے (کفار کے مقابلہ ہیں) نکالنا حق بجانب تھا۔ (اسی طرح خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ حق بجانب ہے)

= وَاِنَّ۔ میں واؤ حالیہ ہے حالانکہ یقیناً (مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا)

۸ : ۶ = يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ۔ اس (تصادم) کو حق بجانب سمجھتے ہوئے بھی وہ آپ سے چوں وچرا کر رہے تھے (حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی وہ آپ سے مجادلہ کر رہے تھے)

= كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ (وہ یوں محسوس کر رہے تھے) گویا وہ موت کو سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس کے منہ میں (علی الرغم) ہانکے جا رہے تھے۔

(اس آیۃ پر انفال کے حکم اور کفار کے خلاف قتال کے حکم کا موازنہ ختم ہوا۔ ازاں بعد جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل ہے)

۸ : ۷ = وَاِذْ۔ جب۔ اس سے قبل اُذْكُرْ محذوف ہے (یاد کرو) یعنی اُذْكُرْ اِذْ ...... یاد کرو جب۔

= يَعِدُكُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ۔ (ضَرَبَ) وہ وعدہ کرتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جب اس نے تم سے

(دو گروہوں میں سے ایک کا) وعدہ کیا تھا۔
= اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ۔ دو گروہوں میں سے ایک۔ یَعِدُ کا مفعول ثانی ہے
= اَنَّهَا لَكُمْ۔ کہ وہ تمہارے لئے ہے۔ احدی الطائفتین کا بدل ہے۔ یہاں طائفتان (دو گروہ) سے مراد۔ ایک تو وہ قافلہ جو شام سے سامان تجارت لئے جا رہا تھا۔ اور دوسرا دہ مسلح لشکر جو ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا (جسے تم منتخب کرو گے)
= تَوَدُّوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ وُدٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ باب سمع۔ مَوَدَّةٌ مصدر وَدُوْدٌ صیغہ مبالغہ۔ بہت چاہنے والا۔ بہت کرنے والا۔ ثواب دینے والا۔
= اَلشَّوْكَةُ۔ کانٹا۔ مجازًا ہتھیار اور سختی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
= غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ جو قافلہ بغیر ہتھیاروں کے تھا۔ (یہاں مراد تجارتی قافلہ جو شام سے آرہا تھا)
= يُحِقَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ احقاق مصدر۔ سچ کو سچ کر دکھائے حق کو قائم کر دے۔ حق کو ثابت کر دے۔ (باب افعال)
= بِكَلِمٰتِهٖ۔ بِاٰيَاتِهٖ۔ اور بِاَمْرِهٖ۔ اپنی نشانیوں سے لیعنی عین لڑائی کے دوران فرشتوں کا مومنوں کی امداد کے لئے نزول اور کفار کے دلوں میں رعب کا چھاجانا۔ یا اپنے ارشاد و حکم کے ذریعہ سے۔ کہ لڑنے کا حکم دے کر باوجود کمی اسلحہ و قلت تعداد کے بالآخر مسلمانوں کو فتح عطا کرنا
= يَقْطَعَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ قَطْعٌ مصدر۔ تاکہ کاٹ دے تاکہ ہلاک کر دے۔ (باب فتح)
= دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔
۸ : ۹ = تَسْتَغِيْثُوْنَ۔ تم فریاد کرتے ہو۔ تم فریاد چاہتے ہو اِسْتِغَاثَةٌ (استفعال) سے کسی کو مدد کے لئے پکارنا۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ (۲۸ : ۱۵) تو جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں جو موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔
غَيْثٌ مدد مانگنا اور پانی مانگنا بھی ہو سکتا ہے۔ غَيْثٌ بمعنی بارش۔ جیسے كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ (۵۷ : ۱۰) جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔

اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ (اِستفعالٌ) سے مصدر جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔

= مُمِدُّکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مُمِدٌّ اسم فاعل واحد مذکر اِمْدَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مدد دینے والا۔

= مُرْدِفِیْنَ ہ اَلرِّدْفُ۔ تابع۔ یعنی ہر وہ چیز جو دوسرے کے پیچھے ہو۔ لگاتار۔ پے در پے۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔

۸: ۱۰ = وَمَا جَعَلَہٗ۔ میں مَا نافیہ ہے اور ہٗ ضمیر قول کریم اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ کی طرف راجع ہے ای امداد من اللہ۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع نزول الملئکۃ ہے جو امداد کی عملی صورت ہے۔

۸: ۱۱ = یُغَشِّیْکُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَغْشِیَۃٌ بروزن تفعلۃ باب تفعیل سے مصدر ہے جیسے تَصْدِیَۃٌ۔ تالیاں بجانا۔ (۸: ۳۵) اور تَصْلِیَۃٌ (۵۶: ۹۴) نماز پڑھنا۔ یا ایندھن کا آگ میں جلنا۔ یہاں باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول آیا ہے مفعول اول کُمْ اور مفعول ثانی النُّعَاسَ اس نے غنودگی سے تم کو ڈھانپ دیا۔ وہ غنودگی سے تم کو ڈھانک رہا تھا۔

= النُّعَاسَ۔ اسم معرفہ۔ اونگھ (تھانوی) خفیف سی نیند (راغب)

= اَمَنَۃً۔ مفعول لہٗ۔ امن وچین سے۔ یا مصدر ہے۔

= مِنْہُ۔ ای من اللہ۔ اَمَنَۃً کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی

= بِہٖ میں ضمیر ہٖ کا مرجع مَاءٌ ہے

= رِجْزٌ۔ عقوبت۔ بلاء۔ عذاب۔ کپکپا اور لرزا دینے والا عذاب۔ پلیدی۔ وسوسہ شیطانی۔ شیطان کا مومنین کو پیاس سے ڈرانا۔

= لِیَرْبِطَ۔ تاکہ مضبوط کرے (تمہارے دلوں کو) رَبْطٌ مصدر (باب ضرب) مضارع منصوب بوجہ لام تعلیل محذ

= بِہٖ۔ ای بالماء یا ہٖ ضمیر ربط کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

۸: ۱۲ = اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ یُوْحِیْ کا مفعول ہے۔ اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ملائکہ کے لئے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر المؤمنین کے لئے ہے۔

= فَثَبِّتُوْا۔ تم ثابت قدم رکھو۔ تم استوار کرو۔ تم قائم رکھو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ (خطاب ملائکہ سے ہے)

سَاُلْقِیْ۔ اِلْقَاءٌ سے۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ڈال دوں گا۔

= فَوْقَ الْاَعْنَاقِ۔ گردنوں پر۔ گردنوں کے اوپر کے حصوں پر۔

= بَنَانٍ ۔ بَنَانَۃٌ کی جمع ہے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے پوروے اور بدن کے جوڑوں کو بھی بنان کہتے ہیں ۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ :۔ قیل المراد ببنان ھٰھنا اطراف الاصابع من الیدین و الرجلین ۔ وقال الضحاک البنان کل مفصل ۔ یعنی بنان سے یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پوروے ہیں ۔ اور حضرت ضحاک کہتے ہیں ۔ تمام جوڑوں کو بنان کہتے ہیں ۔

یہاں فوق الاعناق اور بنان خاص طور پر کیوں مذکور فرمائے ۔ اس کے متعلق متعدد توضیحات ہیں ۔

منجملہ یہ کہ فوق الاعناق سر ہوتا ہے جو سب سے اہم حصہ جسم ہے ۔ اور بنان ۔ انگلیوں کے پوروے ۔ سب سے چھوٹے حصۂ جسم ہیں ۔ ان دونوں کو بیان کر کے تمام حصص جسم کو مراد لیا ہے یعنی جسم کے کسی حصہ کو نہ چھوڑو ۔ (مارو ۔ مارو ، خوب مارو ۔ کسی حصۂ جسم کو نہ چھوڑو ۔

اوپر انی معکم کے تحت بیان ہوا کہ کُم کی ضمیر جمع مذکر حاضر المؤمنین کی طرف راجع ہے ۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ انی معکم کے متعلق دو قول ہیں ۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہے ۔ یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے کہ اس نے ان کو مسلمین کی مدد کے لئے بھیجا تھا ۔

دوم ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہے پس تم (یعنی فرشتے) ان کی (مسلمانوں کی) مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو ۔ یہی سب سے بہتر ہے کیونکہ اس کلام سے (یعنی انی معکم سے) مقصود خوف دروع کا ازالہ کرنا تھا اور کفار سے خوف وخطر مسلمانوں کو تھا نہ کہ فرشتوں کو ۔

اسی طرح فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان میں بھی حکم مومنوں سے ہے کیونکہ ملائکہ مقاتلہ و محاربہ کے لئے نازل نہیں ہوئے تھے ۔ بلکہ یہ کام مؤمن مجاہدین کے ہاتھوں ہونا تھا ۔ ملائکہ مومنین کی امداد اور تثبیت الاقدام کے لئے بھیجے گئے تھے ۔

یعنی جملہ موجبات فتح وظفر عطا ہو چکے ۔ یعنی النعاس ۔ الماء من السماء ۔ تطہیر الاجسام و الارواح ۔ اذہاب رجز الشیطان ۔ ربط القلوب ۔ تثبیت الاقدام ۔ معیّت خداوندی ۔ القاء الرعب فی قلوب الکافرین ۔ تو حکم ہوا کہ فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان ۔ تو اب ہمت کرو اور کافروں کی گردنیں اڑادو اور کاٹ کاٹ کر رکھ دو ۔

۸ : ۱۳ = ذٰلِکَ ۔ یعنی یہ کافروں کا قتل اور ان کو قیدی بنانا وغیرہ ۔

=

= بِأَنَّهُمْ - ای لبسبب
= شَاقُّوا - انہوں نے مخالفت کی - شَاقَّةٌ اور شِقَاقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب - شاق کے معنی ہیں ضد - مخالفت - مقابلہ - اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا - شق طرف کو کہتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف کو چھوڑ کر مخالف طرف اختیار کرلی -
ذٰلِكَ مبتدا ہے اور بانہم شاقوا اللہ ورسولہ اس کی خبر ہے -
= مَنْ يُّشَاقِقِ - مضارع مجزوم مکسور بالوصل - واحد مذکر غائب - باب مفاعلہ - جو مخالفت کرتا ہے -

۱۴:۸ = ذٰلِكُمْ - کافروں سے خطاب ہے - اے کافرو! یہ سزا ہے تمہاری -
= فَذُوْقُوْهُ - پس چکھو اسے - ہ ضمیر واحد مذکر غائب - اس سزا کی طرف راجع ہے جس طرف ذٰلکم میں اشارہ ہے - یعنی یہ موجودہ سزا تو اب چکھو -
= وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ - واو عاطفہ بھی ہو سکتی ہے اور واؤ بمعنی مع بھی - یعنی یہ عذاب عاجلہ تو اب چکھو - اور اس کے ساتھ عذاب آجلہ آخرت میں ملیگا جو جہنم کا عذاب ہے

۱۵:۸ - زَحْفًا - زَحَفَ يَزْحَفُ (فتح) کا مصدر ہے زحفًا حال ہے من الذین کفروا کا - یعنی درآں حالیکہ کفار کثیر التعداد ہوں -
زمخشری لکھتے ہیں - زحف وہ انبوہ در انبوہ لشکر ہے جو اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہونے لگے کہ گویا گھسٹ رہا ہے یہ زَحْفُ الصَّبِيِّ سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سرین کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے آتا ہے مصدری اسم ہو کر مستعمل ہے - اس کی جمع زُحُوْف ہے
= فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ - تو ان کی طرف اپنی پیٹھیں مت پھیرو - ادبار جمع دُبُر کی

۱۶:۸ = مُتَحَرِّفًا - اسم فاعل منصوب - مفرد - تَحَرُّفٌ مصدر - (باب تفعّل) مڑنے والا - پھرنے والا - دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا - تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جائے تاکہ مدد حاصل کر سکے - پینترا بدلنے والا - اصل مادہ حرف ہے -
= مُتَحَيِّزًا - اسم فاعل منصوب مفرد مذکر - تحيّزٌ مصدر باب تفعّل - مڑ کر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنے والا تاکہ ساتھیوں کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کر سکے -
اصل مادہ حَوْزٌ اجوف واوی ہے - مُتَحَيِّزٌ - پیچیدہ - چوڑیدار سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سمٹا ہوا مڑا ہوا ہوتا ہے - اَحْوَزَ ثَوْبَهٗ (افعال) اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا -

جمع کرلیا.

= بَآءَ۔ اس نے کمایا۔ وہ پھرا۔ وہ لوٹا۔ (باب نصر) بَوَاءٌ سے جس کے معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازاً کمانے اور لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں۔

= مَاْوٰىهُ۔ مَاْوٰى۔ مضاف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ٹھکانہ اس کی جگہ اوٰى يَاْوِيْ (ضرب) سے مصدر اور اسم ظرف۔

قرآن میں جہاں مَاْوٰى بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں اسم ظرف کے معنی میں آیا ہے —— اور جہاں بغیر اضافت کے استعمال ہوا ہے وہاں مصدری معنی مراد ہیں مثلاً عِنْدَ هَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (۵۳: ۱۵) میں ماْوى مصدر۔ مضاف الیہ ہے۔

= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان۔ نیز مصدر۔ صَارَ يَصِيْرُ (ضرب) سے۔ صیرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔

۸: ۱۷۔ رَمَيْتَ۔ تو نے پھینکا۔ رَمٰى يَرْمِيْ (ضَرَبَ) سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ ناقص یائی۔

= لِيُبْلِيَ۔ لام تعلیل۔ مضارع واحد مذکر غائب اَبْلٰى يُبْلِيْ (باب افعال) اِبْلَاءٌ مصدر بلوٌ وبلىٌ مادہ۔ بِلَىٌ وبَلَاءٌ کے معنی کپڑے کا پرانا اور بوسیدہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے — بَلَاهُ السَّفَرُ۔ ای اَبْلَاهُ کا محاورہ ہے۔ یعنی سفر نے اسے لاغر کردیا اور بَلَوْتُهٗ کے معنیٰ ہیں میں نے اسے آزمایا۔ گویا کثرت آزمائش سے میں نے اسے کہنہ کردیا۔ اور اسی آزمائش کے معنی میں اس کا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ (۲: ۱۵۵) اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ یا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (۳۷: ۱۰۶) بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ تکلیف کو بھی بَلَاءٌ کہا گیا ہے کیونکہ تکلیف بھی ایک طرح کی آزمائش ہی ہے۔ جیسے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَنَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (۴۷: ۳۱) ہم تم کو ضرور آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کریں (یعنی جہاد کی تکلیف میں مبتلا کرکے)

اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کا تنگی کے ذریعہ امتحان لیتے ہیں کہ ان کے صبر کو جانچیں اور کبھی خوشحالی سے آزماتے ہیں کہ اس کے بندے شکر گذار بنتے ہیں یا نہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کما حقہٗ صبر کرنا آسان ہے بہ نسبت کما حقہٗ شکر کرنے کے۔ کیونکہ آرام و آسائش میں انسان زیادہ نفسانی خواہشات میں محو ہو جاتا ہے اور اپنے منعم کو اور اس کا شکر بجالانے کو بھول جاتا ہے۔ اسی بناء پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں مَنْ وُسِّعَ

عَلَيْهِ دُنْيَاهُ فَلَمْ يَعْلَمْ اِنَّهٗ قَدْ مُكِرَ بِهٖ فَهُوَ مَخْدُوْعٌ عَنْ عَقْلِهٖ۔ جس پر دنیا فراخ کی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ آزمائش کی گرفت میں ہے تو وہ فریب خوردہ اور عقل وفکر سے محروم ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا قول ہے بلینا بالضَّرَّآءِ فصبرنا و بلینا بالسَّرَّاءِ فلم نَصْبِر۔ تکلیف سے ہمیں آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور فراخ حالی سے ہمیں آزمایا گیا تو صابر نہ نکلے۔

اِن ہی معانی کی روشنی میں بعض نے لیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسناً کا ترجمہ کیا ہے۔ تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گذار دے۔ (تفہیم القرآن) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنی جانب سے ایک باوقار آزمائش سے آزمائے۔ (عبداللہ یوسف علی)

لیکن جمہور مفسرین نے بَلَاءً کا معنی احسان۔ عطاء اور نعمت لیا ہے۔ اور یُبْلِیَ کا مطلب عطا کرنا یا نعمت سے نوازنا۔

الخازن لکھتے ہیں:۔

فقد اجمع المفسرون علی ان البلاء ھنا بمعنی النعمۃ۔ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہاں بلاء سے مراد نعمت ہے۔

صاحب کشاف رقمطراز ہیں:۔

ولیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسناً۔ ای لیعطیھم عطاء جمیلاً۔ تاکہ مؤمنین کو عطاء جمیل سے نوازے۔

بیضاوی لکھتے ہیں:۔

ولینعم علیھم نعمۃ عظیمۃً بالنصر والغنیمۃ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور مال غنیمت کی نعمت عظیم عطا فرمائے۔

صاحب منتھی الادب نے منجملہ دیگر معانی کے اَبْلَاہُ بَلَاءً کا معنی نعمت دادورا۔ کیا ہے۔ یعنی کفار کا مؤمنوں کے ہاتھوں قتل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے الرَّمْیِ کا معجزہ اس واسطے عمل میں لایا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فتح اور مال غنیمت کی نعمتوں سے نوازے۔

۸: ۱۸ = ذٰلِکُمْ۔ یہی۔ کُمْ ضمیر جمع مخاطب۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ تھا (اشارہ ہے بلاءِ حسن کی طرف) معطوف علیہ

= وَ ۔ عطف کے لئے ہے ۔ اور (جہاں تک کافروں کا تعلق ہے ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے)
= انَّ اللّٰہَ مُوْھِنُ کَیْدِ الْکَافِرِیْنَ ۔ معطوف ہے ذٰلِکُمْ پر۔
= مُوْھِنُ اسم فاعل ۔ واحد مذکر۔ مضاف ۔ وَھْنٌ مادّہ ۔ کمزور کرنے والا۔
= کَیْدِ الْکَافِرِیْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ دونوں مل کر مُوْھِنٌ کے مضاف الیہ ۔
کافروں کی چال ۔ کافروں کا مکر و فریب ۔ اس کی جمع کَیَادٌ ہے
۸ : ۱۹ = تَسْتَفْتِحُوْا ۔ تم فتح چاہتے ہو۔ تم فیصلہ چاہتے ہو۔ (باب استفعال) اِسْتِفْتَاحٌ سے جمع مذکر حاضر ۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے ۔ اصل میں تَسْتَفْتِحُوْنَ تھا۔ فتح الحاکمُ بَیْنَ النَّاسِ ۔ حاکم نے لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا ۔ اَلْفَتَّاحُ صیغہ مُبالغہ قاضی ۔ فیصلہ کرنے والا ۔ یہاں خطاب کافروں سے ہے ۔ انہوں نے انصاف مانگا تھا کہ جب کفار مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی اَللّٰھُمَّ ان کان محمد علی الحق فانصرہ وان کنا علی الحق فانصرنا اے اللہ اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حق پر ہیں تو ان کو فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں فتح دے۔
سو ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے فقد جاءکم الفتح تو لو فیصلہ تمہارے پاس آپہنچا۔
= اِنْ تَنْتَھُوْا ۔ اگر تم باز آجاؤ۔ اِنْتِھَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے مضارع ۔ جمع مذکر حاضر ۔ اِنْ شرطیہ کی رو سے نون اعرابی گر گیا۔
= اِنْ تَعُوْدُوْا ۔ اگر تم پھر کرو گے (شرارت) عَوْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر ۔ نون اعرابی بوجہ اِنْ شرطیہ ساقط ہو گیا ۔
= نَعُدْ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ عَوْدٌ مصدر (باب نصر) ہم بھی دوبارہ کریں گے ۔ (یعنی ہم بھی پھر تمہیں سزا دیں گے)
= تُغْنِیُ ۔ وہ کام آئے گی ۔ وہ کفایت کرے گی ۔ اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب ۔
= فِئَتُکُمْ ۔ تمہارا گروہ ۔ تمہاری جمعیت ۔
۸ : ۲۰ = لَا تَوَلَّوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ مت پھرو ۔ تَوَلِّیٌ سے بمعنی منہ پھیرنا ۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا ۔ ایک تاء حذف ہو گئی ۔
= عَنْہُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے ۔ کیونکہ بموجب ارشاد باری تعالیٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (۴ : ۸۰) جس نے رسول

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گویا رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

یا یہ ضمیر اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔ (۹: ۶۲) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں۔

یا یہ ضمیر امر بالطاعۃ کی طرف راجع ہے۔ کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔

۸: ۲۲ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ الدَّوَابُّ۔ دَابَّةٌ کی جمع ہے۔ جانور۔ چارپائے۔ پاؤں دھرنے والے۔ رینگنے والے جانور۔ تمام جانوروں میں سب سے بدتر۔ شَرَّ اصل میں اَشَرُّ تھا۔ کثرت استعمال سے ہمزہ ساقط ہو گیا۔ اسی طرح خیر بھی اصل میں اَخْيَرُ تھا۔

= الصُّمُّ الْبُكْمُ۔ بہرے اور گونگے۔

ان لوگوں کو جو سنتے ہیں مگر کان نہیں دھرتے تصدیق حق نہیں کرتے۔ ان کو زُمرۃ حیوانات میں شامل کیا۔ پھر ان کو سب سے بدتر زمرہ میں رکھدیا کہ حیوان بھی ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ بہرے اور گونگے ہیں کہ سمجھتے ہی کچھ نہیں۔

۸: ۲۳ = لَاَسْمَعَهُمْ۔ وہ ان کو ضرور سنا دیتا۔ اِسْمَاعٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی سنادینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لام برائے تاکید۔

= وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ واوحالیہ۔ اور هُمْ مُّعْرِضُوْنَ حال ہے۔ درآنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوں گے۔

۸: ۲۴ = اِسْتَجِيْبُوْا۔ تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ استجابۃ (استفعال) سے امر جمع مذکر حاضر

= دَعَاكُمْ۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب یہاں بھی ضمیر واحد آئی ہے جس طرح ۸: ۲۰ میں عَنْهُ میں آئی ہے۔

= لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ ای الی شیئ الذی یحییکم۔ ایسے امر کی طرف جو تمہارے مردہ دلوں کو اور روحوں کو حیاتِ نو بخشتی ہے۔

= يَحُوْلُ۔ حَوْلٌ سے باب نصر مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ آڑ بن جاتا ہے۔ اللہ حائل ہو جاتا ہے۔

= قَلْبِهٖ۔ ای اھوائہ۔ اس کے ارادے۔ اس کی خواہشات۔ یعنی اس کے دلی ارادوں اور

خواہشات کی تکمیل اس کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ یہ خداوند تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے
۸ : ۲۵ = خَاصَّۃً ۔ خاص کر۔ چن کر۔ خَصٌّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں ۔ یہ یا تو الذین ظلموا منکم کو مخصوص کرنے کے لئے ہے یعنی ڈرو اس فتنہ سے جس کی شامتِ اعمال مخصوص طور پر ان ہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے ظلم کا ارتکاب کیا ہو (بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں) مراد اس سے اجتماعی فتنے ہیں مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہوجانا۔ ترک جہاد ۔ میدان جہاد سے فرار وغیرہ
۸ : ۲۶ = مُسْتَضْعَفُوْنَ ۔ اسم مفعول ۔ جمع مذکر (باب استفعال) اِسْتِضْعَافٌ سے ناتواں اور کمزور سمجھے گئے ۔ عاجز پائے جانے والے لوگ ۔ یعنی تمہیں حقیر اور ناتواں خیال کیا جاتا تھا ۔
= یَتَخَطَّفَکُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ کُمْ ضمیر مفعول ۔ جمع مذکر حاضر ۔ تَخَطُّفٌ (تفعّلٌ) مصدر ۔ کہ تم کو اُچک لیں ۔ تم کو جھپٹ لیں ۔

خَطَفَ یَخْطِفُ (ضرب) و اِخْتَطَفَ یَخْتَطِفُ اِخْتِطَافٌ (افتعال) کسی چیز کو سرعت سے اچک لینا ۔ یکاد البرق یخطف ابصارھم (۲ : ۲۰) قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچک لے ۔

و یتخطّف النّاسُ من حولھم (۲۹ : ۶۷) اور لوگ ان کے گرد و نواح سے اچک لئے جاتے ہیں ۔

= اٰوٰکُمْ ۔ اس نے تم کو ٹھکانہ دیا ۔ اس نے جگہ دی ۔ اِیْوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ اوی ۔ مادّہ

= اَیَّدَکُمْ ۔ تم کو قوت دی ۔ تمہاری مدد کی ۔ تائیدٌ (تفعیل) سے جس کے معنیٰ مدد کرنے اور قوّت دینے کے ہیں ۔

۸ : ۲۷ = لَا تَخُوْنُوْا ۔ تم خیانت نہ کرو ۔ خِیَانَۃٌ سے (باب نصر)
= تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ ۔ تَخُوْنُوْا مضارع مجزوم ہے اور لَا تَخُوْنُوْا پر عطف ہے تقدیر کلام یوں ہے وَلَا تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ ۔ اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو
= وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ اور تم اس خیانت کے قبیح اور مذموم ہونے کو جانتے ہو ۔
۸ : ۲۸ ۔ فِتْنَۃً = آزمائش ۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں ۔

۸ : ۲۹ = یَجْعَلْ لَّکُمْ ۔ یجعل ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط ۔ پیدا کرے گا تمہارے لئے ۔ مہیا کرے گا تمہیں ۔

= فُرْقَانًا ۔ فرقان کے لفظی معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں ۔ مفسرین نے اس جگہ متعدد معانی لئے ہیں

۱ :۔ نور و توفیق ۔ جو حق و باطل کو الگ الگ کرتا ہے ۔

۲ :۔ فتح ۔ جو حق کو باطل سے اور کفر کو اسلام سے ۔ یقین کو شبہات سے نتیجۃً الگ الگ کر دیتی ہے

۳ :۔ وہ چیز جو تمہارے تمام ڈر دور کر دے گی ۔ مایفرق بینکم و بین ما تخافون ۔ جو تمہارے اور جس سے تم ڈرتے ہو اس کے درمیان فرق کرے

۴ :۔ ایسے معجزات کہ جن سے تمہیں دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا ۔ اور تمہاری شہرت ہوگی ۔

= یُکَفِّرْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط ۔ دور کر دیگا ۔ زائل کر دیگا ۔

۸ : ۳۰ = لِیُثْبِتُوْكَ ۔ لام تعلیل کے لئے ۔ یُثْبِتُوْا ۔ اِثْبَاتٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب تاکہ تم کو قید کریں ۔ گرفتار کریں ۔ باندھ لیں ۔

= یَمْکُرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے ۔ یا کر رہا تھا (ملاحظہ ہو ۷ : ۹۹)

۸ : ۳۱ = اَسَاطِیْرُ ۔ کہانیاں ۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں ۔ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع

۸ : ۳۳ = وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ ۔ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب تک تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان (مشرکین مکہ) میں موجود تھا ۔ تو اللہ ان کو عذاب دینے کا نہ ہوا ۔ اور نہ ہی وہ ان کو عذاب دینے والا ہوا جب تک وہ استغفار کر سکتے تھے یعنی ان میں یہ صلاحیت موجود تھی ۔

وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ۔

بعض کے نزدیک یہ کہ جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو یہ پڑھتے تھے ۔ لبیك اللّٰهم لبیك لا شریك لك لبیك الا شریکا هو لك تملکه وما ملك غفرانك ۔ اسی طلب غفران کی وجہ سے وہ عذاب سے مامون رہے ۔ لیکن یہ صورت حال تو فتح مکہ تک بدستور رہی اور اس کی موجودگی میں ہی فتح مکہ کی صورت میں وہ معتوب ہو گئے ۔

بعض نے کہا ہے کہ دن کو وہ یہ کہتے ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء ۔ لیکن رات کو اپنی ندامت کا اظہار کرنے اور دعا کرتے غفرانك اللّٰهم لہٰذا ان پر عذاب نہ آیا ۔ لیکن اس میں بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں ۔ سب سے زیادہ قابل فہم وہی ترجمہ ہے جو اوپر کیا گیا ہے یہ ترجمہ عبداللہ یوسف

علی نے کیا ہے اور تفہیم القرآن میں بھی اسی مفہوم کو اختیار کیا گیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضؓ کا قول ہے:
وفیھم من سبق لہ من العنایۃ انہ یؤمن ویستغفر۔ مثل ابی سفیان بن حرب۔ صفوان بن امیۃ۔ عکرمۃ بن ابی جھل وسھیل بن عمرو۔
(اور ان مشرکین میں بعض ایسے تھے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی عنایت کر رکھی تھی کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور اپنی سابقہ غلط روی کی معافی مانگ لیں گے۔
۸ : ۳۴ = وَمَا لَھُمْ۔ اور کیا عذر ہے ان کے لئے۔ کیا وجہ۔ کیا امر مانع رہ گیا ہے ان کے لئے
= یَصُدُّوْنَ۔ صَدَّ یَصُدُّ (نصر) سے مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ باز رکھتے ہیں، وہ روکتے ہیں
= اَوْلِیَاءَہٗ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کی طرف راجع ہے۔ اَوْلِیَاءُ اس کے متولی۔ اس کی ولایت کے مستحق۔ مضاف۔ ہٗ مضاف الیہ۔ اَوْلِیَاء جمع ہے اس کا واحد ولیٌّ ہے
۸ : ۳۵ = مُکَاءً۔ منہ سے سیٹی بجانا۔ اور انگلیوں سے چٹکی بجانا۔ مَکَا یَمْکُوْ (نصر) مُکَاءً کے معنی پرند کے سیٹی بجانے کے ہیں۔
(مشرکین و کفار کی نماز بے روح ہونے کے اعتبار سے پرندوں کی سیٹی کے بمنزلہ ہے۔
مُکَاءً مکوٌ۔ دونوں مصدر ہیں۔ مکو مادہ۔
= تَصْدِیَۃً۔ صَدّٰی یُصَدِّیْ تَصْدِیَۃً (تفعیل) بِیَدَیْہِ۔ دونوں ہاتھوں سے تالی بجانا۔ الصَّدّٰی صدائے بازگشت کو کہتے ہیں۔
مشرکین کی نماز کو مکاء و تصدیہ اس کے بے روح ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے جیسا کہ بحوالہ بالا۔ راغبؒ نے تحریر کیا ہے۔ یا جیسا کہ امام قرطبیؒ نے لکھا ہے۔
کانت قریش تطوف بالبیت عراۃً یصفقون ویصفرون فکان ذلک عبادۃ فی ظنھم۔ قریش ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور ان کے خیال میں یہ عبادت تھی۔
حضرت ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ کفار طواف کعبہ بالکل ننگے ہو کر کیا کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجانا ان کی نماز تھی۔
= فَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ پس چکھو عذاب۔ العذاب سے مراد جنگ بدر میں ان کی ہزیمت اور ان کا قتل اور اسیر ہونا مراد ہے۔

۸: ۳۶ = فَسَيُنْفِقُوْنَهَا۔ سَ مستقبل کے لئے آیا ہے۔ يُنْفِقُوْنَ۔ اِنْفَاقٌ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اَمْوَالٌ کی طرف راجع ہے ا یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔

= ثُمَّ تَكُوْنُ۔ ای ثم تکون عاقبۃ انفاقہا۔ پھر ان کا یہ مال خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ حسرت (وندامت) بن جائے گا۔

= جَهَنَّمَ۔ اگر مجرور ہے لیکن م بالفتح آیا ہے بوجہ غیر منصرف ہونے کے۔ غیر منصرف بوجہ عجمہ اور تانیث کے ہے

= يُحْشَرُوْنَ۔ يُسَاقُوْنَ۔ ہانک کر لیجائے جائیں گے۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب

۸: ۳۷ = فَيَرْكُمَهٗ۔ رَكْومٌ۔ مصدر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب نصر۔ ہٗ ضمیر الخبیث کی طرف راجع ہے۔ الخبیث یہاں اسم جنس ہے۔ یعنی خبیثوں کا گروہ۔ خبیث لوگ۔

= فيجعلہٗ۔ پھر ڈال دے اس جنس خبیث کو۔

= اُولٰٓئِكَ۔ الفریق الخبیث۔

۸: ۳۸۔ يُغْفَرْ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ معاف کر دیا جائے گا۔

= يَعُوْدُوْا۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ عَوْدٌ مصدر۔ باب نصر، اگر وہ لوٹے۔ اگر انہوں نے دوبارہ لڑائی کی۔ اگر انہوں نے پہلی کرتوتیں دہرائیں۔

= فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ۔ تو پہلے نافرمانوں کے ساتھ ہمارا طریقہ عمل گذر چکا ہے یعنی ماضی میں جب بھی نبیوں کی امتوں نے ان کی نافرمانی کی تو جو سلوک ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے اور یہ جانتے ہی ہیں۔ مکافاتِ عمل کا وہی قانون ان پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

۸: ۳۹ = فِتْنَةٌ۔ ای فساد فی الارض (مظہری) شرک (بیضاوی)

= اَلدِّيْنُ۔ دین الاسلام (الخازن۔ مدارک التنزیل۔ بیضاوی۔ الکشاف۔ الدّین۔ بمعنی القہر۔ الغلبۃ۔ الاستعلاء۔ والسلطان۔ یعنی غلبہ۔ بالادستی۔ قوت واقتدار۔ (مظہری)

= مَوْلٰىكُمْ۔ ناصرکم ومعینکم۔ تمہارا حامی ومددگار۔

پَارَہْ
وَاعْلَمُوْا
(۱۰)
اَلْاَنْفَالُ وَالتَّوْبَۃُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ

۸ : ۴۱ = اَنَّمَا = اَنَّ اور مَا سے مرکب ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی بیشک تحقیق ۔ بجز اس کے نہیں ۔ مَا ۔ موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ ۔ جو چیز ۔ جو مال ۔
= غَنِمْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ (باب سمع) غَنْمٌ اور غَنِیْمَۃٌ ۔ مصدر ۔ اَلْغَنَمُ ۔ بکریاں ۔ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ (۶ : ۶) اور گائیوں اور بکریوں میں سے ۔ الخ ۔ اَلْغَنْمُ کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا ۔ ان کو حاصل کرنا ۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو ۔ خاص طور پر فتح کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال ۔
غَنِمْتُمْ تم نے دشمن سے پایا ۔ یا چھینا ۔ لیکن غیر دشمن سے حاصل شدہ مال بھی غنیمت میں شمار ہے ۔ قرآن میں ہے فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ (۴ : ۹۴) سو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں ۔
= مِنْ شَیْءٍ ۔ مِنْ بیانیہ ہے ۔ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ ۔ جو کوئی چیز بھی تم مالِ غنیمت میں حاصل کرو ۔
= ذِی الْقُرْبٰی ۔ اَلْقُرْبٰی ۔ اسم مصدر ہے بمعنی قرابت ۔ رشتہ داری ۔ ذِیْ بمعنی ذُوْ ۔ بحالتِ جر ہے ۔ والا ۔ صاحب ۔ ذِی الْقُرْبٰی ۔ قرابت رکھنے والا ۔ رشتہ دار ۔ قرابت دار
= ابْنِ السَّبِیْلِ ۔ مسافر ۔ راہ نورد ۔
= وَمَآ اَنْزَلْنَا ۔ بِاللّٰہِ پر معطوف ہے ۔ اور مَآ اَنْزَلْنَا سے مراد وہ آیات جو جنگ بدر کے دوران نازل ہوئیں ۔ الملئکۃ جو مسلمانوں کی امداد کو بحکم ایزدی اتر کر شامل ہوئے اور فتح جو نتیجتہً حاصل ہوئی
= یَوْمَ الْفُرْقَانِ ۔ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والا دن ۔ مراد یہاں یوم بدر ہے
= اِلْتَقَی ۔ آمنے سامنے ہوئے ۔ بالمقابل ہوئے ۔ ان کی مڈبھیڑ ہوئی ۔ ماضی واحد مذکر غائب

اِلۡتِقَاءٌ مصدر (انتعالٌ) لقی مادّہ

= اَلۡجَمۡعٰنِ۔ دو گروہ۔ دو فوجیں۔ جَمۡعٌ کا تثنیہ ہے مراد یہاں مسلمانوں کی فوج اور کفار کی فوج ہے۔

۸ : ۴۲ = اِذۡ یا تو یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ سے بدل ہے یا اس کی تقدیر یوں ہے اُذۡکُرُوۡا اِذۡ اَنۡتُمۡ۔

= اَلۡعُدۡوَةِ۔ جانب، وادی، کنارہ۔ اس کی جمع عُدًی ہے اس کو عین کی کسر کے ساتھ عِدۡوَةٌ بھی پڑھا جاتا ہے اس صورت میں اس کی جمع عِدًی ہوگی۔

بدر کے اطراف وجوانب میں جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصے مختلف ناموں سے موسوم ہیں ان میں سے دو پہاڑیاں جو دور سے ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں۔ اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ کی جانب ہے اس کا نام العدوۃ الدنیا ہے اور دوسری جو مکہ کی طرف ہے العدوۃ القصوٰی سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان دونوں کے درمیان ہے وہ آجکل جبل اسفل کہلاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے نیچے ابو سفیان اپنے تجارتی قافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے کنارے گذر گیا تھا جو بدر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں الفاظ آیا ہے وَالرَّکۡبُ اَسۡفَلَ مِنۡکُمۡ۔ (اور کارواں تم سے نیچے تھا)

= الدُّنۡیَا۔ اَدۡنٰی کی مؤنث ہے جو دَنٰی یَدۡنُوۡ (قریب ہونا) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے مراد وادی بدر کی وہ سمت جو مدینہ منورہ سے قریب تر تھی۔

= اَلۡقُصۡوٰی۔ اَقۡصٰی سے مؤنث ہے جو قَصٰی یَقۡصُوۡ سے اسم تفضیل ہے اور یہاں العدوۃ القصوٰی سے مراد بدر کی وادی کی وہ جانب جو مدینہ منورہ سے دور والی جانب واقع تھی۔

= اَلرَّکۡبُ۔ کارواں۔ قافلہ سوار۔ رَاکِبٌ کی جمع جس کے معنی سوار کے ہیں۔

= تَوَاعَدۡتُّمۡ۔ تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تَوَاعُدٌ (تفاعل) سے ماضی جمع مذکر حاضر ہے۔

= لَاخۡتَلَفۡتُمۡ۔ اِخۡتِلَافٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ لام تاکید کے لئے۔ تم ضرور آپس میں اختلاف کرتے۔

= اَلۡمِیۡعَادِ۔ ظرف زمان۔ وعدہ کا وقت۔

وَلَوۡ تَوَاعَدۡتُّمۡ لَاخۡتَلَفۡتُمۡ فِی الۡمِیۡعٰدِ۔ اور اگر تم ہر دو فریق یعنی مسلمان ایک طرف اور کفار دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا وعدہ کرتے تو تم دونوں وقتِ وعدہ کی خلاف ورزی

کرتے اور تقدیم وتاخیر سے کام لیتے۔ یعنی تم اس واسطے باز رہتے کہ تمہارے مقابلہ میں ان کی تعداد کثیر تھی اور وہ باقاعدہ مسلح تھے اور وہ اس واسطے کترا جاتے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہیبت تھی۔ اس طرح تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہ آتے۔

= وَلٰكِنْ ۔ ای ولکن اللہ جمعکم علی غیر میعادٍ ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم ہر دو فریق کو کسی مقررہ وقت کے بغیر ہی آپس میں ٹکرا دیا۔ (کیونکہ مسلمان مدینہ سے قافلہ کے لئے نکلے تھے اور کفار مکہ سے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ لیکن بعد میں حالات نے مشیت ایزدی کے تحت ان کو جنگ بدر میں باہم ٹکرا دیا۔

= لِيَقْضِيَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ (باب ضرب) قَضٰى يَقْضِيْ کہ وہ پورا کر دے۔

= لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پورا کر دے جس نے ہونا ہی تھا۔ (یعنی جس کے ظہور میں آجانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکا تھا)

= لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ ۔ جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو۔ یعنی دلیل روشن ظاہر ہو گئی۔ حق و باطل کی تمیز کھلم کھلا سامنے آگئی۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست نے ہر دو کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ اچھا اور بُرا راستہ معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی جان بوجھ کر باطل اختیار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دینا چاہتا ہے تو ڈال دے (کیونکہ کفر ہلاکت ہے)

= وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۔ اور جسے زندہ رہنا ہے تو وہ اب حق کی فتح کو دیکھ کر یقین محکم سے حق پر زندہ رہے (حق زندگی ہے)

۸: ۴۳ = اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۔ ای واذکر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ علیك اذ یریکھم ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمن قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔

= اَرٰىكَهُمْ ۔ يُرِيْكَهُمْ ۔ اِرَاءَةٌ (باب افعال) سے۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول ثانی۔ جمع مذکر غائب۔ اس نے تم کو وہ دکھائے۔ وہ تم کو وہ (دشمن) دکھائیگا رَاٰیٌ مادہ

= لَفَشِلْتُمْ ۔ لام تاکید۔ ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔ فَشْلٌ (باب سمع) سے مصدر۔ فَشْلٌ کے معنی ہیں کم ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ تم لست ہمت ہو گئے یا ہو جاؤ گے۔

تم ہمت ہار دیتے۔
= لَتَنَازَعْتُمْ۔ تم ضرور ایک دوسرے کے ساتھ تنازعہ کرتے۔ جھگڑتے۔ تنازع (تفاعل) سے باہم کشاکشی اور جھگڑا کرنا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔
= سَلَّمَ۔ (باب تفعیل) تَسْلِيْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بچالیا۔
۸: ۴۴ = يُرِيْكُمُوْهُمْ۔ اس نے تمہاری نظروں میں ان کو دکھایا۔
كُمُوْ اصل میں كُمْ ہے۔ واو اشباع کا ہے اور دو ضمیروں کے درمیان فرق کرنے کو لایا گیا ہے۔
= اِلْتَقَيْتُمْ۔ تم ملے۔ تمہارا آمنا سامنا ہوا۔ اِلْتِقَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر حاضر
= يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ۔ وہ ان کی نظروں میں تمہیں کم کرکے دکھارہا تھا۔ یا کم محسوس کرارہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۔
= لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا۔ اوپر ملاحظہ ہو ۸: ۴۲
۸: ۴۵ = فَاثْبُتُوْا۔ ثَبَاتٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ تم ثابت قدم رہو۔
۸: ۴۶ = فَتَفْشَلُوْا۔ ورنہ تم ہمت ہار دوگے۔
= وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔
۸: ۴۷ = بَطَرًا۔ مصدر۔ اترانا۔ اشارہ ہے لشکر کفار کی طرف جو قافلہ کی حمایت میں مکہ سے بڑے طمطراق سے نکلا تھا۔
بَطِرَ (سمع) بَطَرًا۔ زیادہ نعمت میں پڑکر اترانا یا بہک جانا۔ بَطِرَ الْحَقَّ۔ تکبر سے حق کے قبول کرنے سے انکار کرنا۔
= مُحِيْطٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر قیاسی۔ اِحَاطَةٌ مصدر (باب افعال) حوط مادہ۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ یہاں بمعنی عالم کل ہے۔
۸: ۴۸ = جَارٌ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ مجازًا حمایتی۔ مددگار۔ رفیق۔
= تَرَآءَتْ۔ وہ سامنے ہوئی۔ وہ روبرو ہوئی۔ وہ دیکھنے لگی۔ تراءی (تفاعل) سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
تَرَآءِيٌ۔ ایک دوسرے کے باہم اس طرح مقابل اور قریب ہونا کہ یہ اس کو اور وہ اس کو دیکھ سکے۔ رَأْيٌ مادہ۔ مہموز العین وناقص یائی۔ رَأٰى يَرٰى رَأْيًا رُؤْيَةً۔ اس کا امر رَ ہے۔ تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ ای تلاقی الفریقان۔ جب دونوں فریق بالمقابل ہوئے۔

= نَكَصَ ۔ نَكْصٌ وَنُكُوْصٌ مصدر۔ (باب ضرب ونصر) الٹے پاؤں بھاگنا۔ بد دل ہونا۔ نَكَصَ ۔وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ نَكْصٌ کے اصل معنی ہیں جس کام کے درپے ہو اس سے لوٹ جانا۔ پلٹ جانا۔

= عَقِبَيْهِ ۔اس کی دونوں ایڑیاں۔ عَقِبٌ ۔ واحد۔ اَعْقَابٌ جمع۔

= شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ سخت سزا دینے والا۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یہ جملہ شیطان کا کلام بھی ہوسکتا ہے جو کہ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ سے شروع ہوا تھا۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے

۸ : ۴۹ = غَرَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔اس نے فریب دیا۔ دھوکہ دیا۔ غُرُوْرٌ مصدر (باب نَصَرَ)

= هٰٓؤُلَآءِ ۔ای المسلمین۔

۸ : ۵۰ = لَوْ تَرٰٓى ۔ اگر تو دیکھے۔ کاش تو دیکھتا یا دیکھ سکتا۔

= يَتَوَفَّى ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّيٌّ (تفعّل) مصدر۔وہ جان نکالتا ہے۔ یہاں اَلْمَلٰٓئِكَةُ (جمع) کے لئے استعمال ہوا۔ وہ جان نکالتے ہیں۔

تَوَفِّىٌّ کے اصل معنی کسی چیز کو پورا لینا اور اس پر پورے طور پر قبضہ کر لینے کے ہیں۔موت کے وقت بھی روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔

= ذُوْقُوْا ۔ ای دیقولون ذُوْقُوْا ۔ تم چکھو۔ ذَوْقٌ سے امر۔ جمع مذکر حاضر۔ (باب نصر) ذُقْ ۔ تو چکھ۔

= عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۔ جلا دینے والا عذاب ۔ آگ کا عذاب۔ حَرْقٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبّہ کا صیغہ۔

۸ : ۵۲ = كَدَاْبِ ۔ کَ حرف تشبیہ دَاْبٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں جیسے دَابَ فِى السَّيْرِ ۔ وہ مسلسل چلا ۔ اور قرآن حکیم میں ہے ۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ (۱۴ : ۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ دونوں دن رات ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

دَاْبٌ ۔ عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے ۔جیسا کہ آیۃ ہذا۔ ونیز آیہ (۳ : ۱۱) یعنی آلِ فرعون کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں ۔ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ای داب هٰٓؤُلَآءِ مثل داب آل فرعون ۔ ان کی عادت مستمرہ بھی وہی ہے جو آل فرعون کی تھی۔ اور وہ عادت مستمرہ کیا تھی۔ کفروا بایٰت اللّٰهِ ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار۔

۸:۵۳ = ذٰلِكَ۔ ای ذٰلك العذاب۔
= لَمْ يَكُ ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم ۔ کَوْنٌ سے اصل میں کانَ سے مضارع یَكُوْنُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ن پر جزم آئی ن اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ واؤ حرف علت ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی۔ لَمْ يَكُ رہ گیا۔ یہاں بمعنی فعل استمراری ہے۔ یعنی نہیں ہے نہیں تھا۔ نہیں ہوگا۔
= مُغَيِّرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تغییرٌ (باب تفعیل) بدلنے والا۔
لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا۔ وہ (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں ہوا بدلنے والا۔ اور نہ ہی ہوگا۔
= يُغَيِّرُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَغْيِيْرٌ مصدر (یہاں تک) کہ وہ بدل ڈالیں۔ (بھلائی کو برائی سے۔ خوشحالی کو بدحالی سے)
= مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ ای ما بہم۔ یعنی یہاں تک کہ وہ خود بدل ڈالیں ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی ہوئی تھیں۔
۸:۵۴ = كَدَاْبِ ...... قَبْلِهِمْ۔ یہ تکرار تاکید کے لئے ہے۔
۸:۵۵ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ بدترین جانور۔ (ملاحظہ ہو ۸:۲۲)
= اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ای اصروا علی الکفر ولجوا فیہ فلا یتوقع منہم الایمان۔ وہ لوگ جو کفر پر مصر رہے ان سے ایمان کی توقع نہیں کی جا سکتی (یہ بنو قریظہ تھے)
۸:۵۶ = اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ۔ بدل ہے الذین کفروا کا یہ وہ لوگ ہیں جن سے (جب بھی) آپ نے معاہدہ کیا
= يَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب نَقْضٌ مصدر (باب نصر) وہ توڑتے ہیں۔
= فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ۔ ہر بار
۸:۵۷ = اِمَّا۔ اگر۔
= تَثْقَفَنَّهُمْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) تو ان کو پائے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اصل میں ثَقْفٌ کے معنی کسی چیز کے ادراک کرنے اور اس کے سرانجام دینے میں حذاقت (کام کو اچھی طرح کرنا) اور مہارت کے ہیں۔ لیکن بعد میں صرف ادراک کرنے اور پانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اگرچہ حذاقت نہ ہو۔ قرآن میں ہے وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (۲:۱۹۱) اور قتل کر ڈالو انہیں جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ

= فَشَرِّدْ بِهِمْ ۔ شَرَدَ البَعِیْرُ۔ کے معنی ہیں اونٹ بدک کر بھاگ نکلا اور شَرَّدْتُ بِہٖ میں نے اس سے ایسا برتاؤ کیا کہ اُسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس جیسا کام نہ کریں۔ جیسے نَکَّلْتُ بِہٖ کا مطلب ہے کہ میں نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔

فَشَرِّدْ بِھِمْ۔ تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین کفروا (آیۃ ۵۵) کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ خَلْفَھُمْ۔ جو ان کے پیچھے ہیں۔ یعنی تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ یہ دیکھ منتشر ہو جائیں۔

= لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ہ۔ شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں۔

۸ : ۵۸ = تَخَافَنَّ۔ خَوْفٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ تو ڈرے۔ تجھ کو ڈر ہو۔

= فَانْبِذْ اِلَیْھِمْ۔ ای اطرح الیھم العھد۔ تو تو اس عہد کو (جو تو نے ان کے ساتھ کیا ہے) ان کی طرف پھینک مار۔ یعنی منسوخ کردو۔

= عَلٰی سَوَاءٍ۔ واضح طور پر۔ یعنی ان کو اس منسوخی کا علم ہو جائے اور وہ نتائج کی ذمہ داری کا احساس کرنے لگیں (یعنی دونوں فریقوں کو مساوی طور پر معلوم ہو جائے کہ اب عہد منسوخ ہو چکا ہے۔

۸ : ۵۹ = لَا یَحْسَبَنَّ ا۔ نہی غائب واحد مذکر غائب۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) وہ ہرگز خیال نہ کرے۔

= سَبَقُوْا۔ انہوں نے سبقت کی۔ وہ آگے نکل گئے۔ سَبْقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب وہ بازی لے گئے۔

= لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا۔ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے۔

= اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ۔ یقیناً وہ (پیروانِ حق کو) درماندہ نہیں کر سکتے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ہرا نہیں سکتے۔

۸ : ٦۰ = اَعِدُّوْا۔ تم تیار کر رکھو۔ اِعْدَادٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلْاِعْدَادُ بمعنی تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ یہ عَدٌّ سے ہے جیسے سَقْیٌ سے اِسْقَاءٌ۔ اور اَعْدَدْتُّ ھٰذَا لَکَ کے معنی ہیں کہ یہ چیز میں نے تمہارے لئے تیار کر دی ہے تم اسے شمار کر سکتے ہو اور

جس قدر چاہو اس سے حسب ضرورت لے سکتے ہو۔

= رِبَاطِ۔ باندھنا۔ سرحد پر چوکی دینا۔ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے ثلاثی مجرّد میں رَبْطٌ کا بھی مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں مضبوط اور مستحکم باندھنا۔ نیز اسم بھی آتا ہے۔ جس چیز کے ساتھ گھوڑے باندھے جائیں اس کو بھی رباط کہتے ہیں اور جس جگہ دشمن کے دفاع کے لئے گھوڑے باندھے جائیں مثلاً پڑاؤ۔ چھاؤنی اس کو بھی رباط کہتے ہیں۔ یہاں بطور مصدر ہی استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گھوڑے باندھنا۔ یعنی گھوڑوں کو دشمن سے دفاع کی خاطر چاک و چوبند باندھے رکھنا کہ جب ضرورت پڑے استعمال میں لائے جاسکیں۔

= تُرْهِبُوْنَ۔ تم ڈراؤ۔ تم ڈرا سکو۔ تم ڈراتے رہو۔ تم ڈراؤ گے۔ اِرْهَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کا معنی خوف زدہ کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= بِهٖ۔ ضمیر ہٖ کا مرجع مَا اسْتَطَعْتُم ہے۔

= وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ۔ اور دوسرے (دشمن) جو ان (کھلے دشمنوں) کے علاوہ ہیں۔ یعنی جن کا مسلمانوں کو علم نہیں ہے لیکن ان کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

يُوَفَّ۔ مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پورا پورا تمہیں واپس دیا جائے گا۔

۸ : ۶۱ = اِنْ جَنَحُوْا۔ اگر وہ جھکیں۔ جُنُوْحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (باب ضرب۔ نصر۔ فتح)

= لِلسَّلْمِ۔ صلح کے لئے۔ صلح کی طرف۔ سَلْم مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ لَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب سَلْم کی طرف راجع ہے۔

۸ : ۶۲ = يَخْدَعُوْكَ۔ وہ تجھے دھوکہ دیں۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= حَسْبُكَ۔ حَسْبُ اسم فعل ہے بمعنی کافی۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔ مضاف۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔

تیرے لئے کافی ہے۔ حَسَبَ يَحْسُبُ (باب نصر) کا مصدر بھی ہے۔

۸ : ۶۳ = وَاَلَّفَ۔ اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَاْلِيْفٌ (باب تَفْعِيْلٌ) سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔

= قُلُوْبِهِمْ۔ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مومنین کی طرف راجع ہے۔

عرب کے سارے جزیرہ میں ہر طرف عداوت و نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی مزاج اتنے آوارہ اور جذبات اتنے مشتعل تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی۔ اور برسوں جاری رہتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نقشہ ہی بدل گیا۔ خدا نے ایسی تالیف القلوب کی کہ اسلام کے دائرہ میں آتے ہی وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ اوس اور خزرج کے قبائل ایک بیّن مثال تھے۔

٨ : ٦٥ = حَرِّضْ۔ تَحْرِیْضٌ (باب تفعیل) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو ابھار۔ تو تاکید کر۔ تو آمادہ کر۔

الحرض۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو نکمّی ہو جائے اور درخور اعتناء نہ رہے۔ اس لئے جو چیز قریب بہ ہلاکت ہو جائے اس کے متعلق حَرِضَ کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا (١٢ : ٨٥) یا تو قریب بہ ہلاکت ہو جاؤ گے۔

التَّحْرِیْضُ (باب تفعیل سے) کے معنی ازالہ حرض کے ہیں۔ یعنی کسی چیز سے بگاڑ اور خرابی دور کر دینا۔ جیسے مَرَّضْتُهٗ میں نے اس کے مرض کو دور کر دیا۔

تَحْرِیْضٌ کے معنی کسی کو مزیّن کر کے اور اسے آسان صورت میں پیش کر کے اس پر برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ۔ مومنوں کو جہاد پر برانگیختہ کر

٨ : ٦٦ = اَلْئٰنَ۔ اب۔ ظرف زمان ہے اور مبنی بر فتح۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= خَفَّفَ۔ اس نے تخفیف کی۔ اس نے ہلکا کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

= ضَعْفًا۔ سستی۔ کمزوری۔ ضَعُفَ يَضْعُفُ (باب کَرُمَ) کا مصدر ہے سست ہونا

٨ : ٦٧ = اَسْرٰی۔ قیدی۔ اَسِیْرٌ کی جمع ہے اُسٰرٰی بھی جمع ہے۔ الاَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں۔ اُسَارٰی پاؤں کی بیڑی۔

= يُثْخِنَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِثْخَانٌ مصدر (باب افعال) کثرت سے خون بہادے ثَخُنَ (باب کَرُمَ۔ ثَخُنَ الشَّیْءُ کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہونا اس طرح کہ بہنے سے رک جائے۔ ویسے اس کا استعمال کثرتِ قتل اور غلبہ و تسلّط جو کثرتِ قتل کا نتیجہ ہے کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

= مَا كَانَ لِنَبِيٍّ ...... اَلْاَرْضِ۔ نبی کے لئے زیبا نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہو جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو کچل نہ دے۔ یعنی جب تک جنگ میں دشمنوں

کو تہ تیغ کرکے ان کا قلع قمع کرکے ان کی طاقت کو کچل کر پورا غلبہ و تسلّط حاصل نہ کر لیا جائے جنگی قیدی بنانا جائز نہیں ہے

= عَرَضَ ۔ مال و متاع ۔ اسباب و سامان ۔ سریع الزوال مال و متاع

۸:۶۸ = كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ کا فرمان ۔ اشارہ ہے ارشادِ الٰہی کی طرف فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (۴۷ : ۴) پس جب ان کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ تم خوب ان کو تہ و تیغ کرکے کچل دو ۔ تب قیدیوں کو مضبوط باندھو ۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرو تاآنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے

= سَبَقَ ۔ وہ پہلے گذر چکا ۔ وہ پہلے ہو چکا ۔ اس نے سبقت کی ۔

= لَمَسَّكُمْ ۔ تم کو ضرور پہنچتا ۔ (عذاب عظیم) لام تاکید کا ہے ۔ مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ مَسَّ (باب نَصَرَ) کا معنی ہے چھو دینا ۔ دکھ پہنچانا ۔ لاحق ہونا لگ جانا ۔ (باب نصر اور سمع) سے یہ بمعنی جماع بھی آتا ہے ۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ (۳ : ۴۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ لگایا نہیں ۔ اور اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲ : ۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو ۔

مجازًا مَسَّ کا اطلاق جنوں پر بھی ہوتا ہے مثلاً كَالَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۲ : ۲۷۵) جیسا کہ کسی کو جنّ نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو ۔

تکلیف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ (۳۸ : ۴۱) شیطان نے مجھ کو اذیت دے رکھی ہے

= فِيْمَآ اَخَذْتُمْ ۔ اس بارے میں جو تم نے لیا ۔ بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے یعنی جو مال غنیمت تم نے لیا ہے (اس میں قیدیوں کا فدیہ لینا بھی شامل ہے) بعض نے اس سے قیدی مراد لئے ہیں ۔

= لَوْلَا .... عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ نہ دیا ہوتا ۔ کہ مالِ غنیمت تمہارے لئے حلال ہے اور اگر اس کا یہ دستور نہ ہوتا کہ جب تک وہ بیان کھول کر نہ کردے تب تک وہ عذاب کسی کو نہیں دیا کرتا ۔ تو جو مالِ غنیمت اور جو مال فدیہ تم نے

لیا ہے اس پر بھاری عذاب ہوتا۔ (یہ حکم جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی نازل نہیں ہوا تھا سورۃ محمد میں آیۃ ۴ میں نازل ہوا۔ اور پر ملاحظہ ہو کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ کے محاذ)

الخازن۔ بیضادی۔ زمخشری نے اس آیۃ کا مطلب اِن ہی معنوں میں لیا ہے۔

لیکن مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آیہ ۴۷ : ۴ سورۃ محمد کا نزول سورۃ انفال کی آیۃ ہٰذا کے نزول سے قبل کا تصور کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں :۔

اس عبارت (یعنی سورۃ انفال کی آیہ ھٰذا) پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس موقعہ پر عتاب جس بات پر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ جنگِ بدر میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل دینے سے پہلے مسلمان دشمن کے آدمیوں کو قید کرنے میں لگ گئے تھے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے جو ہدایت سورۃ محمد میں ان کو دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ :۔

"جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو"

تاہم سورۃ محمد میں مسلمانوں کو قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت فی الجملہ دی جا چکی تھی اس لئے جنگ بدر کے قیدیوں سے جو مال لیا گیا اسے اللہ نے حلال قرار دیا اور مسلمانوں کو اس کے لینے پر سزا نہ دی۔

"اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ" کے الفاظ اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے فدیہ لینے کی اجازت کا فرمان قرآن میں آ چکا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن کے اندر سورۃ محمد کی اس آیت کے سوا کوئی دوسری آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ فرمان پایا جاتا ہو۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت (سورۃ محمد آیت ۴) سورۃ انفال کی آیت (آیۃ ہٰذا) سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

مگر یہ یاد رہے کہ ترتیب نزول کے مطابق سورۃ انفال ۸۸ نمبر پر ہے اور سورۃ محمد نمبر شمار ۹۵ پر ہے۔

اس میں دیگر اقوال یہ بھی ہیں کہ :۔

۱ :۔ خدا پہلے سے طے کر چکا ہے کہ بدری صحابی کو عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت تحریر ہو چکی ہے (الحسن۔ مجاھد۔ سعید بن جبیر)

۲ :۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا۔ تاآنکہ واضح نہ کر دے اُن پر کہ کس چیز سے بچنا لازمی ہے اور یہ کہ بھول اور غفلت کی وجہ سے کسی فعل کا ارتکاب موجب سرزنش نہ ہوگا۔ (ابن جریج)

۸ : ۶۹ = فَكُلُوْا - میں فَ تسبیب کی ہے اس سے قبل سبب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے قد اَبَحْتُ لَكُمُ الْغَنَائِمَ فَكُلُوْا - (میں نے تمہارے لئے مال غنیمت حلال کر دیا پس اسے کھاؤ استعمال کرو)

= حَلٰلًا طَيِّبًا - یہ یا تو مصدر محذوف اَكْلًا کی صفت ہے یعنی حلال اور طیب کے طور پر استعمال میں لاؤ - یا یہ مِمَّا غَنِمْتُمْ کا حال ہے کہ مال غنیمت سے حلال اور طیّب مال کھاؤ - استعمال کرو

۸ : ۷۰ = مَنْ فِیْ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى - قیدی جو تمہارے قبضہ میں ہیں -

= مِمَّا اُخِذَ مِنْكُمْ - ای الفدیۃ -

۸ : ۷۱ = اَمْكَنَ مِنْهُمْ - اس نے قابو کروایا - اس نے پکڑوایا - متعدی بدو مفعول - اِمْكَانٌ (افعال) سے واحد مذکر غائب اَمْكَنْتُ فُلَانًا مِنْ فُلَانٍ - میں نے فلاں کو فلاں پر قدرت دی اصل میں اَمْكَنَكَ مِنْهُمْ (اس نے تم کو ان پر قدرت دی - اس میں كَ ضمیر مفعول اول اور ہُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے -

۸ : ۷۲ = اٰوَوْا - اِیْوَاءٌ (افعالٌ) سے - ماضی - جمع مذکر غائب - انہوں نے جگہ دی - انہوں نے پناہ دی - دوسری جگہ قرآن میں ہے اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ (۱۸ : ۱۰) جب چند نوجوانوں نے غار میں پناہ لی - اور وَتُؤْوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (۲۳ : ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو - یا ٹھکانا دو -

= مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ - تو تمہارا ان سے ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں - ولایت وسیع المعانی لفظ ہے اور عربی میں حمایت نصرت - مددگاری - پشتیبانی - دوستی - قرابت - سرپرستی - اور اس سے ملتے جلتے مفہومات کے لئے بولا جاتا ہے -

بعض نے ولایت سے وراثت مفہوم لیا ہے - یعنی تمہارے لئے ان کی وراثت سے کوئی چیز نہیں ہے -

= اِسْتَنْصَرُوْكُمْ - وہ تم سے مدد چاہیں - اِسْتِنْصَارٌ (استفعالٌ) سے ماضی جمع مذکر غائب - كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر -

= فَعَلَیْكُمْ - تم پر فرض ہے - تمہارے ذمہ ہے - جیسے کہ دوسری جگہ قرآن میں ہے - ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ (۸۸ : ۲۶) بیشک پھر ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا -

= عَلٰى قَوْمٍ - کسی قوم کے خلاف - قرآن میں آیا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(۲۸۶:۲) ہر نفس جو نیکی کماتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کماتا ہے وبال اسی کے خلاف ہے۔ اسی پر ہے۔

= مِیْثَاقٌ۔ معاہدہ۔ عہد و پیمان۔

۷۳:۸ = اِلَّا تَفْعَلُوْہُ ۔ اِلَّا۔ اِنْ اور لَا سے مرکب ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ای الا تفعلوا مَا اَمَرْتُکُمْ من توا صل المسلمین وتولی بعضھم بعضًا حتی فی التوارث تفضیلاً لنسبۃ الاسلام علیٰ نسبۃ القرابۃ ولم تقطعوا العلائق بَیْنَکُمْ وبین الکفار۔ اے مسلمانو! اگر تم باہمی مقاربت و مواصلت نہ رکھو گے اور ایک دوسرے کی مددگاری نہیں کرو گے اور دین اسلام کی نسبت کو رشتہ داری کی نسبت پر فضیلت نہ دو گے۔ اور اپنے اور کفار کے درمیان تعلقات کو منقطع نہیں کرو گے تو .... الخ

= تَکُنْ اصل میں تَکُوْنُ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے حرف آخر پر جزم آگئی واؤ اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ تَکُنْ ہو گیا۔ مضارع مجزوم واحد مؤنث غائب ۔ کَوْنٌ مصدر۔ (فتنہ برپا) ہو جائیگا۔

۷۵:۸ = اُولُوا الْاَرْحَامِ۔ اہل قرابت رشتہ دار۔ ارحام جمع رِحْم کی ہے بشکمی رشتہ دار وہ رشتے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ متعلق ہوں۔

(۹) سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ (۱۱۳)

۹ : ۱ = بَرَآءَۃٌ ۔ بیزاری ۔ بیزار ہونا ۔ خلاصی ۔ چھٹکارا پانا ۔ بری ہونا ۔ قطع تعلقی ۔ مصدر ہے ۔ اَلْبُرْءُ ۔ اَلْبَرَاءُ ۔ اَلتَّبَرِّیْ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں ۔ اس لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ ۔ میں نے مرض سے نجات پائی اور بَرَأْتُ مِنْ فُلَانٍ میں فلاں سے بیزار ہوں ۔

اور قرآن میں ہے اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (۹ : ۳) اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی ۔

اور اَنْتُمْ بَرِیْٓئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۰ : ۴۱) تم میرے عملوں سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری الذمہ ہوں ۔

بَرَآءَۃٌ خبر ہے جس کا مبتدا ھٰذِہٖ محذوف ہے ۔ یعنی ھٰذِہٖ بَرَآءَۃٌ ۔ یہ (اعلانِ) برأت (قطع تعلقی) ہے ۔ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے اِلَی الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف جن سے تم نے (مسلمانوں نے) معاہدہ کر رکھا ہے (جیسا کہ کہتے ہیں ھٰذَا کِتٰبٌ مِّنْ فُلَانٍ اِلٰی فُلَانٍ یہ تحریر ہے فلاں کی جانب سے فلاں کی طرف ۔)

اس کا پس منظر مختصرًا یہ ہے کہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج مقرر فرما کر مکہ روانہ کیا ۔ ان کے جانے کے بعد آیات سورۃ براۃ ۱ تا ۳۷ نازل ہوئیں ۔ جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں ۔ رسالتمآب علیہ التحیۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیچھے بھیجا کہ حج کے دن ان احکام خداوندی کا اعلانِ عام کر دیں ۔

چنانچہ دسویں ذوالحجہ کو جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ آیات

حج پوری ہوجاتی ہیں۔یعنی حجاج طواف اور قربانی سے فارغ ہوجاتے ہیں۔ یا جملہ ایام حج مراد ہیں کہ عرب میں عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں جو حج ہوتا ہے اسے حج اکبر کہا جاتا ہے۔
لیکن یہاں چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ۱۰ ذوالحجہ کو اعلان سنایا تھا لہٰذا یہاں مراد یوم النحر ہی ہوسکتا ہے (یعنی آج حج اکبر کے دن اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے یہ اعلان عام کیا جاتا ہے)

= بَرِیۡٓءٌ۔ بری۔ بری الذمہ۔ بیزار۔ ملاحظہ ہو (۹:۱)

= وَرَسُوۡلُہٗ۔ واؤ حرف عطف رَسُوۡلُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ اس کا معطوف علیہ اللہ ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق معطوف اور معطوف الیہ کا اعراب ایک ہی ہونا چاہئے تھا۔یعنی اللہ کی طرح رسولہٗ بھی منصوب ہونا چاہئے تھا۔لیکن اس کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسولہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اور اس کی خبر بریٌٔ محذوف ہے اور یہ جملہ ورسولہٗ بریٌٔ بصورتِ جملہ پہلے جملہ ان اللہ بریٌٔ کا معطوف ہے۔

= اِنۡ تُبۡتُمۡ۔ اگر تم تائب ہوجاؤ۔یہاں خطاب مشرکین سے ہے کہ اگر تم شرک وکفر سے باز آجاؤ

= اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ۔ اگر تم پھر گئے۔ تَوَلِّیٌ (تفعّلٌ) سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

= بَشِّرۡ۔ تو خوشخبری دے۔تو بشارت دے۔ تو خبر دے۔ تَبۡشِیۡرٌ (تَفۡعِیۡلٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بشارت کا استعمال استہزار کے طور پر ہوا ہے

۹:۴ = لَمۡ یَنۡقُصُوۡکُمۡ۔ نَقَصَ یَنۡقُصُ (باب نصر) نَقۡصًا وَ نُقۡصَانًا۔ کم ہونا۔ گھٹنا۔کم کرنا۔گھٹانا نَقَصۡتُ زَیۡدًا حَقَّہٗ میں نے زید کے حق میں کمی کردی اس کے حق کو گھٹا دیا۔
لَمۡ یَنۡقُصُوۡا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تمہارے حق میں کمی نہیں کی۔یعنی تمہاری حق تلفی نہیں کی۔تمہارا نقصان نہیں کیا۔انہوں نے تمہارا قصور نہیں کیا۔(انہوں نے تکمیل عہد میں کمی نہیں کی)

= لَمۡ یُظَاھِرُوۡا عَلَیۡکُمۡ۔ ظَاھَرَ یُظَاھِرُ مُظَاھَرَۃً (باب مفاعلۃ) ایک دوسرے کی امداد کرنا۔ عَلَیۡکُمۡ۔ تمہارے خلاف۔ مضارع نفی جحد بلم۔جمع مذکر غائب انہوں نے تمہارے خلاف کسی دوسرے کی مدد نہیں کی۔

۹:۵ = اِنۡسَلَخَ۔ وہ گذر گیا۔(یعنی جب حرمت والے مہینے گذر جائیں) نیز ملاحظہ ہو (۷:۱۷۵)

= اُحۡصُرُوۡھُمۡ (باب نصر۔باب ضرب) ان کو محصور رکھو۔ان کو قید رکھو۔ ان کو روکے رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ھُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حَصۡرٌ سے۔

= مَرۡصَدٍ۔ واحد۔ مَرَاصِدُ جمع۔ظرف مکان۔ گھات کی جگہ۔ رَصَدَ یَرۡصُدُ (نصر)

نگاہ رکھنا۔ گھات لگانا۔

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

= فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ۔ تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْلِيَةٌ (تفعیل) سے مصدر چھوڑ دینا۔

۹:۶ = اِسْتَجَارَكَ۔ اس کا مادہ جورٌ ہے اَلْجَارُ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ اِسْتَجَارَ۔ اس نے پناہ طلب کی۔ اِسْتَجَارَكَ۔ اس نے تجھ سے پناہ طلب کی۔ اِسْتِجَارَةٌ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ جَارٌ پناہ دینے والا۔ مددگار۔ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ (۸:۴۸) اور میں تمہارا حامی مددگار ہوں۔ اور وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (۲۳:۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا

اور معنی قرب کے اعتبار سے جَارَ عَنِ الطَّرِيْقِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی ہیں راستہ سے ایک طرف مائل ہونے کے۔ پھر مطلقاً حق سے عدول کرنے کے لئے اس کو اصل قرار دے کر اس سے اَلْجَوْرُ بمعنی ظلم بنایا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶:۹) اور بعض راستے سیدھی راہ سے ایک جانب مائل ہو رہے ہیں۔ جور و ستم۔ ظلم و ستم کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے

= فَاَجِرْهُ۔ پس اس کو پناہ دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب

= وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ۔ یہاں پناہ طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک چار ماہ کی مدت گذرنے کے بعد بھی اس مطلب کے لئے پناہ مانگے کہ وہ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھے اور اپنی غلط فہمیاں۔ شک و شبہات دور کرنے کے لئے موقعہ چاہتا ہے تو اسے یہ موقعہ فراہم کرنا چاہئے۔ (اگلا جملہ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ اس معنی کی طرف اشارہ ہے)

= مَاْمَنَهٗ۔ مَاْمَنَ۔ جائے امن۔ ظرف مکان۔ مَاْمَنَهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جائے امن (اس کی قوم کی بستی ہو یا کوئی اور جگہ جہاں وہ امن پا سکے) اَمْنٌ۔ اَمَانَةٌ۔ اَمَانٌ مصدر۔

۹:۷ = كَيْفَ۔ کیسا۔ کیسے۔ کیونکر۔ یہاں بطور استفہام انکاری استعمال ہوا ہے۔ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ۔ ان (عہد شکن) مشرکین کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا)

یعنی اگر یہ مشرکین اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کو بار بار توڑنے کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ اور اللہ کا رسول ان کے ساتھ عہد کا پاس کیسے کر سکتے ہیں۔

= فَمَا۔ مَا مصدریہ ظرفیہ یا جزائیہ ہے (مثال مصدریہ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

رَحُبَتْ (۱۰:۲۵) اور باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہوگئی۔

مثالِ مصدریہ ظرفیہ ۔ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا (۱۹:۳۱) اور اس نے مجھے تاکید کی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔

مثال جزائیہ ۔ مَا یَفْعَلُ اَفْعَلُ (جو کچھ وہ کرے گا میں کروں گا۔

یہاں اس آیت میں بمعنی مصدریہ ظرفیہ ہے۔ یعنی جب تک وہ تمہارے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو۔

۹:۸ = کَیْفَ۔ یہاں بھی استفہام انکاری یا اظہارِ حیرت و تعجب کے لئے ہے اس کی تکرار مشرکین کی متواتر عہد شکنی اور عدم ثبات کے لئے ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے:۔

کَیْفَ یَکُوْنُ لَہُمْ عَہْدٌ وَاِنْ یَّظْہَرُوْا عَلَیْکُمْ۔ اور کیسے رہ سکتا ہے معاہدہ ان کے ساتھ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ان کو تم پر برتری حاصل ہوجائے تو..... الخ

= لَا یَرْقُبُوْا۔ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) رَقْبٌ مصدر۔ (باب نصر) پاس یا لحاظ نہیں کریں گے۔ رعایت نہیں کریں گے۔

رَقَبَ یَرْقُبُ۔ رَقُوْبٌ و رقابۃٌ۔ رِقْبَانٌ۔ نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا۔ ڈرانا۔ الرَّقَبَۃُ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر عرفِ عام میں غلام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ (۴:۹۲) کہ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرائے۔

نگران کو رقیب کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ اس شخص کی گردن پر نظر رکھتا ہے جس کی نگرانی منظور ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ نگرانی کے لئے اپنی گردن بار بار الٹا کر دیکھتا ہے۔

انتظار کرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے وَارْتَقِبُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ (۱۱:۹۳) تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ تَرَقُّبٌ (تفعّل) انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے بچنا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے فَخَرَجَ مِنْہَا خَائِفًا یَّتَرَقَّبُ (۲۸:۲۱) موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل بھاگے اور دوڑتے جاتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

لہٰذا لَا یَرْقُبُوْا۔ وہ (اپنے عہد کا) پاس نہیں کریں گے یا اپنے عہد کی) نگہبانی (پاسبانی) نہیں کریں گے۔

= فِیْکُمْ۔ تمہارے بارے میں۔

= اِلًّا ۔ اِلٌّ کے معنی قرابت ۔ عہد۔ حلف اور اللہ کے ہیں۔ قرابت کے معنوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے ۔

لعمرك ان الّك من قريش

كَالّ السقب من رأل النعام

تیری جان کی قسم تیری قرابت قریش سے ایسی ہے جیسی کہ اونٹنی کے بچے کی قرابت شتر مرغ کے بچے سے ہے ۔

اور عہد کے معنوں میں :۔

وجدناهم كاذبًا الّهم

وذو الالّ والعهد لا يكذب

ہم نے ان کو عہد کا جھوٹا پایا۔ حالانکہ عہد کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا

اور حلف کے معنوں میں :۔

لولا بنو مالك والالّ مرقبة

ومالك فيهم الآلاءُ والشرف (اوس بن حجر)

اگر بنو مالک نہ ہوتے اور قسم کہ جس کی پابندی کی گئی ۔ اور بنو مالک ہی میں بخشش ہیں اور شرافت ہے ۔

اور اللہ کے معنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول :۔

ان هٰذا الكلام لم يخرج من اِلٍّ ۔

یہ کلام اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوا۔

لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ۔ تمہارے بارے میں نہ قرابت کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا اور نہ حلف کا اور نہ اللہ تعالیٰ کا۔

= ذِمَّة ۔ عہد۔ اس کی جمع ذِمَمٌ ہے۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۔ اِرْضَاءٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر وہ تم کو راضی کرتے ہیں۔ وہ تم کو خوش کرتے ہیں ۔ رِضًى مادّہ ہے اور ثلاثی مجرد سے مصدر بھی ۔

۔ اَفْوَاهِهِمْ ۔ اَفْوَاهٌ مضاف هم مضاف الیہ ۔ اَفْوَاهٌ ۔ فُوْهٌ کی جمع بمعنی مُنہ بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے یعنی زبانی کلامی ۔

= تَاْبٰی ۔ وہ انکار کرتے ہیں ۔ لیکن یہاں قُلُوْبٌ جمع مکسر کے لئے مؤنث کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی ان کے دل انکار کرتے ہیں ۔ اِبَاءٌ مصدر مضارع واحد مؤنث غائب اَبٰی یَاْبٰی (فتح) انکار کرنا ۔ ناپسند کرنا ۔ مکروہ جاننا ۔ ناخوش ہونا (باب ضرب) سے بھی آتا ہے ۔

= فٰسِقُوْنَ ۔ راستی سے نکل جانے والے ۔ نافرمانی کرنے والے ۔ حدود شریعت سے نکل جانے والے ۔ اللہ کی اطاعت سے نکل جانے والے ۔

۹ : ۹ = اِشْتَرَوْا ۔ انہوں نے مول لیا ۔ انہوں نے بیچا ۔ اِشْتَرٰی یَشْتَرِیْ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں ۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کرلی ۔ (یعنی ہوائے نفس کے تابع ہوگئے اور اللہ کی آیات پر یقین نہ کیا)

= صَدُّوْا عَنْ ۔ وہ پھر گئے ۔ انہوں نے ترک کردیا ۔ انہوں نے (دوسروں) کو روکا ۔ باز رکھا

= سَآءَ ۔ یَسُوْءُ ۔ (نصر) ماضی واحد مذکر غائب سَوْءٌ سے ۔ برا ہے ۔

= مُعْتَدُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ مرفوع ۔ اَلْمُعْتَدِیْ واحد ۔ حق سے تجاوز کرنے والے ۔ اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر ۔ یہ لفظ زیادتی کے ہر پہلو کو جامع ہے ۔ یہاں مراد عہد شکنی ہے

۹ : ۱۲ = نَکَثُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب نَکْثٌ مصدر ۔ (باب ضَرَبَ و نصر) انہوں نے عہد کو توڑا نَکِیْثَۃٌ ۔ عہد شکنی ۔ جھوٹ ۔ ایسا دشوار کام جس میں لوگ عہد و پیمان کو توڑ ڈالیں ۔

= طَعَنُوْا ۔ انہوں نے طعن کیا ۔ انہوں نے عیب نکالا ۔ طَعْنٌ سے جس کا اصل معنی نیزہ مارنا ہے (باب ضرب ۔ نصر ۔ فتح) ہر وہ چیز جو دل کو دکھ پہنچانے والی ہو اس کو بھی طعن کہتے ہیں ۔ مثلاً عیب جوئی ۔ طعنہ زنی ۔

• طعن ۔ بمعنی نیزہ زنی اکثر باب نصر سے آتا ہے ۔ اور جب اس کا تعلق طعن بالقول سے ہو تو باب فتح سے ۔ یہاں مراد عیب جوئی نقص بینی ۔ کے ہیں ۔

= اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ ۔ رؤس المشرکین ۔ کفر کے پیشوا ۔ کافروں کے لیڈر ۔ حضرت ابن عباس رضؓ کے قول کے مطابق اس سے مراد ابوسفیان بن حرب ۔ الحرث بن ہشام، سہیل بن عمرو ۔ ابوجہل وغیرہ ہیں ۔ ائمۃ ۔ امام کی جمع ہے ۔ لیڈر ۔ سردار ۔ قائد ۔ پیشوا ۔ سرکردہ ۔

= یَنْتَھُوْنَ ۔ وہ باز رہتے ہیں ۔ (شاید وہ باز آجائیں) وہ باز آجائیں ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِنْتِھَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر نھی ۔ مادہ ۔

۹ : ۱۳ = اَلَا تُقَاتِلُوْنَ ۔ کیا تم جنگ نہیں کرو گے ۔ کیا تم نہیں لڑو گے ۔

= بَدَءُ وْكُمْ۔ انہوں نے پہلے تم سے شروع کیا۔ (یعنی زیادتی میں پہل انہوں نے کی) بَدْءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۹ : ۱۴ یَشْفِ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَشْفِیْ تھا۔ بوجہ جواب شرط ی محذوف ہو گئی۔ شِفَاءٌ مصدر (باب ضرب) شفا دے گا۔ (یعنی مشرکین و کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں کے دکھ سے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا)

۹ : ۱۵ = وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ۔ ان کے دلوں کا غصہ دور کر دیگا۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مؤمنین کی طرف راجع ہے۔

۹ : ۱۶ = حَسِبْتُمْ۔ تم نے گمان کیا۔ تم نے خیال کیا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ تم گمان کر رہے ہو۔ تم خیال کر رہے ہو۔ حِسْبَانٌ مصدر۔ صیغہ ماضی جمع مذکر حاضر۔

= تُتْرَكُوْا۔ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ تَرْكٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= لَمَّا۔ حرف جازم ہے مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ مثال کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۲۱۴ اور ۴۹ : ۱۴)۔ لمّا پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۲۱۴)

= يَعْلَمْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل لمّا۔ اس نے نہیں جانا۔ اس نے معلوم نہیں کیا۔ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی امر کے وقوع ہونے پر موقوف نہیں وہ ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے یا ہونیوالی ہے خواہ مستقبل قریب میں ہو یا مستقبل بعید میں۔ لہذا یہاں اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد جاننا نہیں ہے بلکہ جتانا۔ پہچان کروانا دوسروں کے علم میں لانا اور امر معلوم کو ممیز و ممتاز کرنا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابھی تک دوسروں کے سامنے اس امر کو نتھارا ہی نہیں۔ اس کی پہچان ہی نہیں کروائی ——— آیۃ ہذا کا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو اور اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی دوست یا ہمراز نہ بنانے والے اشخاص کی (امتحان لے کر) اس نے پہچان ہی نہیں کرائی۔

ع ابھی عاشقی کے امتحاں اور بھی ہیں۔

= وَلِيْجَةً۔ وُلُوْجٌ بمعنی دُخُوْلٌ سے بنایا گیا ہے۔ گہرے دوست، اندرونی دوست، علامہ قرطبی رح فرماتے ہیں کہ :۔ فَوَلِيْجَةُ الرَّجُلِ من يختص بدخلة امره دون الناس

دلیجہ وہ شخص جسے عامۃ الناس سے ورے اپنے اندرونی راز کے لئے مختص کیا جائے۔ اندرونی دوست
یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔

۹ : ۱۷ = مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ مشرکوں کو یہ روا نہیں۔ ان کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ان کے لئے یہ جائز نہیں۔ ان کا یہ کام نہیں ہے۔

= اَنْ يَّعْمُرُوْا۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ جمع مذکر غائب۔ عِمْرَانٌ مصدر باب نَصَرَ عمر مادہ۔ وہ آباد کریں۔ (آباد کرنے والوں میں وہاں جا کر نماز پڑھنے والے۔ عبادت کرنے والے متولی۔ مجاور۔ خادم سب شامل ہیں۔

= مَسٰجِدَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول يَعْمُرُوْا کا۔ اللہ کی مسجدیں۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے اور اس کا اطلاق تمام مساجد پر ہو سکتا ہے لیکن یہاں مراد مسجد حرام ہے جس میں کعبہ شریف واقع ہے (یعنی مشرکین مسجد حرام اور کعبہ مکرمہ کے متولی اور مجاور۔ خادم وغیرہ نہیں بن سکتے اور نہ ہی وہ اس میں اب عبادت کر سکتے ہیں)

= شٰهِدِيْنَ۔ گواہ۔ ماننے والے۔ شہادت دینے والے۔ شَهَادَةٌ اور شُهُوْدٌ سے اسم مذکر شَاهِدٌ واحد واؤ سے حال ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ وَهُمْ شَاهِدُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ وَهُمْ حذف ہو گیا اور شٰهِدِيْنَ (بحالت نصب ہو گیا۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب، وہ اکارت گئے۔ ضائع ہو گئے۔ حَبْطٌ مصدر

۹ : ۱۸ = لَمْ يَخْشَ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ يَخْشَ اصل میں يَخْشٰى تھا۔ لَمْ کے عمل سے ی ساقط ہو گیا۔ وہ نہیں ڈرتا۔

= عَسٰى۔ افعال مقاربہ میں سے ہے، محبوب شے میں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے آتا ہے۔ بقول حضرت ابن عباس رض کے قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عَسٰى ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں۔ مثلاً فرمان الٰہی ہے عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ضرور تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچائیگا۔ مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شافع محشر بننا ایک یقینی امر ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

لیکن راغب نے المفردات میں اس سے اتفاق نہیں کیا وہ رقمطراز ہیں کہ:۔

اکثر مفسرین نے اس کی تفسیر "لوازم یعنی یقین" سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں طمع اور رجا کا استعمال صحیح نہیں ہے مگر یہ ان کی کوتاہ نظری ہے کیونکہ جہاں کہیں قرآن میں عسٰی کا لفظ

آیا ہے وہاں اس کا تعلق انسان کے ساتھ ہے نہ کہ اللہ کے ساتھ۔ لہٰذا آیت کریمہ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِكَ عَدُوَّكُمْ (۷: ۱۲۹) کے معنی یہ ہیں ، تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔

یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

فَعَسٰٓی اُولٰٓئِكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ پس یہی لوگ ہیں جن سے توقع ہے کہ راہِ ہدایت پائیں گے۔

۹: ۱۹ = سِقَایَةَ ۔ پانی پلانا۔ عِمَارَةَ ۔ آباد کرنا۔ صاحب ضیاء القرآن۔ مظہری۔ قرطبی و بیضاوی لکھتے ہیں :۔ الفاظ آیت سقایۃ وعمارۃ مصدر ہیں۔ اگر یہ اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوں تو کلام میں کسی لفظ کو مقدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی معنیٰ ہو گا:۔ کہ حاجیوں کو پانی پلانے والا اور مسجد کو آباد کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور جہاد کرے۔

اور اگر مصدری معنی ہی میں مستعمل ہو تو پھر کلام میں حذف ماننا پڑیگا۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مشبہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام یوں ہو گی۔ اجعلتم اھل السقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام ۔۔۔ اور یا مشبہ بہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہو گی۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کایمان من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجھاد من جاھد فی سبیل اللہ۔

= لا یستون = مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِوَآءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہیں

۹: ۲۰ = اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ ۔ ای اعظم درجۃ من اھل السقایۃ والعمارۃ عند اللہ ۔ یعنی اللہ کے نزدیک ایمان والوں ، ہجرت کرنے والوں اور اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اہل سقاء و اہل عمارت سے بہت بڑا ہے۔

= اَلْفَآئِزُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَآئِزٌ واحد۔ کامیاب ، انتہائی مقصود پانے والے۔

= یُبَشِّرُھُمْ ۔ وہ ان کو خوشخبری دیتا ہے تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= رِضْوَانٍ ۔ رضامندی۔ خوشنودی۔ مرضی۔ رضا۔ رَضِیَ یَرْضٰی کا مصدر ہے رِضْوَانٍ اور جَنّٰتٍ ۔ بوجہ ب حرف جر کے مجرور ہیں۔

= فِيهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث جنّٰت کی طرف راجع ہے
= نَعِيمٌ اسم نکرہ۔ نعمت۔ راحت۔ نعمت کثیرہ۔
= فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۱۲:۵۶) نعمتوں کی بہشت میں اور جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۸:۲۱) نعمتوں کے باغ میں
= مُقِيمٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ دوامی۔ لازوال۔ اِقَامَةٌ سے۔ نَعِيمٌ مُقِيمٌ لازوال دائمی نعمتیں
۹ : ۲۳ = لَا تَتَّخِذُوْا اَوْلِيَاءَ۔ تم دوست مت بناؤ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے
= اِسْتَحَبُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِحْبَابٌ (استفعال) سے (اگر) وہ عزیز رکھیں۔
= يَتَوَلَّهُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تَوَلِّيٌ سے جوان سے دوستی رکھے گا۔

۹ : ۲۴ = عَشِيْرَتُكُمْ۔ تمہاری برادری۔ تمہارا کنبہ۔ تمہارا قبیلہ۔
= اِقْتَرَفْتُمُوْهَا۔ اصل میں اِقْتَرَفْتُمْ۔ ہے واؤ اشباع کا ہے۔
اِقْتَرَفَ يَقْتَرِفُ اِقْتِرَافٌ۔ (افتعال) کمانا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اَمْوَالٌ کی طرف راجع ہے۔ جو مال تم نے کمائے ہیں۔
= كَسَادَهَا۔ مضاف مضاف الیہ كَسَادٌ مصدر۔ تجارت نہ چلنا۔ سودا نہ بکنا۔ خریدار نہ ملنا۔ (باب نصر و کرم) سُوْقٌ كَاسِدٌ۔ وہ بازار جس میں خریدار کم ہوں۔ اردو میں کساد بازاری اس وقت بولتے ہیں جب بازار میں خرید و فروخت مدہم پڑ جائے۔
= فَتَرَبَّصُوْا۔ پس تم انتظار کرو۔ تم منتظر رہو۔ تم راہ دیکھو۔ تَرَبُّصٌ (تفعّل) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
= فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ تہدید و تخویف کے لئے ہے یعنی تو پھر اب عذاب الٰہی کا انتظار کرو۔ پس انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔
۹ : ۲۵ = مَوَاطِنَ۔ مواقع جنگ۔ لوگوں کے رہنے کی جگہ۔ مَوْطِنٌ واحد وَطْنٌ مصدر (باب ضَرَبَ) جگہ پکڑنا۔ مقیم ہونا۔ اِيْطَانٌ (باب افعال) تَوْطِيْنٌ (تفعیل) اِسْتِيْطَانٌ (استفعال) تینوں ابواب سے بمعنی رہنے کی جگہ اختیار کرنا۔ تَوَطُّنٌ (تفعّل) جگہ پکڑ لینا۔ کسی چیز پر دل بستہ ہو جانا۔
مَوَاطِنَ۔ ظرف مکان فی حرف جار کی وجہ سے نَ مکسور ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ایسی جمع جو منتہی الجموع کے وزن پر ہو یعنی ایسی جمع جس کے پہلے دو حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو جیسے مَسَاجِدُ۔ مَصَابِيْحُ۔ یہ جمع قائم مقام دو سببوں کے ہے لہٰذا مواطن غیر منصرف ہے اور اس وجہ

سے ن کے نیچے کسرہ نہیں آیا۔

مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ سے مراد یہاں وہ جنگیں ہیں جن میں باوجود دشمن کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ مثلاً بدر۔ بنو قریظہ اور بنو نظیر کے خلاف جنگیں۔ حدیبیہ۔ خیبر۔ مکہ وغیرہ۔

= وَیَوْمَ حُنَیْنٍ کیا اس کا عطف مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ پر ہے تو اس صورت میں یَوْمَ مفتوح کیوں آیا ہے اس کی متعدد توضیحات دی گئی ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ نیا جملہ ہے اور اس سے پہلے اذکروا مضمر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَاذْکُرُوْا یَوْمَ حُنَیْنٍ۔ اور یاد کرو جنگ حنین کا واقعہ۔

= لَمْ تُغْنِ۔ تُغْنِ اصل میں تُغْنِیْ تھا۔ لَمْ کی وجہ سے ی حذف ہوگئی۔ وہ کام نہ آئی (یعنی کثرت)

= بِمَا میں مَا مصدریہ ہے بِ بمعنی مَعَ کے ہے

رَحُبَتْ ۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی (باب کرم) رُحْبٌ سے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بِمَا رَحُبَتْ۔ باوجود کشادہ اور فراخ ہونے کے۔ باوجود اپنی وسعت کے اور کشادگی کے۔

(نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۷)

= وَلَّیْتُمْ۔ تم پیٹھ دے کر بھاگ نکلے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تولیۃ سے

= مُدْبِرِیْنَ۔ پیٹھ دکھانے والے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے۔ دُبُرٌ ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں

۹ : ۲۶ = سَکِیْنَتَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی یقین میں قوت اور استقلال پیدا کر دیتا ہے۔

= لَمْ تَرَوْھَا۔ اصل میں تَرَوْنَ (مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَمْ کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا جن کو تم نے نہ دیکھا۔

۹ : ۲۷ = یَتُوْبُ اللّٰہُ۔ اللہ اپنے طرف لوٹنے کی توفیق دیگا۔ (یعنی کافروں میں سے جسے چاہیگا اپنی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کو اسلام سے مشرف فرمائیگا۔ تَابَ یَتُوْبُ (نصر) بمعنی لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ جب اللہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو بمعنی لوٹنے یا رجوع کرنے کی توفیق بخشنا۔ توبہ قبول کرنا۔ رحمت سے توجہ فرمانا۔

۹ : ۲۸ == نَجَسٌ ۔ نَجِسٌ وَ نَجَاسَۃٌ ۔ مصدر (باب سمع ۔ نصر) ناپاک، پلید ۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی ۔ یہاں مصدر استعمال ہوا ہے ۔ مذکر ۔ مؤنث تثنیہ ۔ جمع سب اس کا پر اطلاق ہوتا ہے !

== عَیْلَۃً ۔ فقر ۔ مفلسی ۔ عَالَ یَعِیْلُ (ضرب) سے مصدر ہے (یعنی اگر مشرکین کے داخلہ پر بندش سے تمہیں تجارتی کاروبار میں کساد بازاری یا آمدنی میں کمی کا اندیشہ ہو تو فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللہُ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا ۔

۹ : ۲۹ == لَا یُحَرِّمُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَحْرِیْمٌ (تفعیل) مصدر وہ حرام قرار نہیں دیتے ۔

== لَا یَدِیْنُوْنَ ۔ مضارع منفی، جمع مذکر غائب (بابِ ضَرَبَ) وہ مذہب اختیار نہیں کرتے وہ دین اختیار نہیں کرتے ۔ دَانَ دَتَدَیَّنَ ب ۔ مذہب اختیار کرنا ۔

== دِیْنَ الْحَقِّ ۔ سچا دین یعنی اسلام

== عَنْ یَّدٍ ۔ (اپنے) ہاتھ سے ۔ دلی اطاعت کے طور پر

== وَھُمْ صَاغِرُوْنَ ۔ اور وہ اپنے صغیر (حقیر اور مغلوب) ہونے کا دلی احساس رکھتے ہوں اپنے آپ کو حقیر و صغیر جانتے ہوئے ۔

۹ : ۳۰ == یُضَاھِئُوْنَ ۔ مُضَاھَاۃٌ (مفاعلۃ) وہ مشابہت پیدا کر رہے ہیں ۔ وہ نقل اتار رہے ہیں ۔ ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ ضَھِیٌّ ۔ مثل ۔ مانند شبیہ ۔ ضَھِیَ ۔ مصدر (ناقص یائی (باب سمع) عورت کا مرد کی طرح ہو جانا کہ نہ حیض ہو ۔ نہ حمل نہ پستان ۔ ضَھْیَاءُ ۔ مرد نما عورت ۔ مضاھات مشابہت، ضھی مادہ ۔ بعض کے نزدیک یہ مہموز اللام (ضھاءُ) اور اس کی قرأت یُضَاھِئُوْنَ ہے ناقص یائی کی صورت میں قرأت یُضَاھُوْنَ ہوگی ۔

== قَاتَلَھُمُ اللہُ ۔ یہ دعا کا کلمہ ہے : خدا ان کو غارت کرے ۔ یا ان کے قول کہ "عزیر اللہ کا بیٹا ہے" اور یہ کہ "مسیح اللہ کا بیٹا ہے" کی قباحت پر کلمہ تعجب ہے ۔

== اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۔ اَنّٰی بمعنی کَیْفَ ۔ کہاں ۔ کیسے ۔ کیونکر ۔ کتنے ۔

یُؤْفَکُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْکٌ (ضَرَبَ) سے ۔ کسی شے کا اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے ۔ جھوٹ ۔ بہتان ۔ ان ہر دو میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے ۔ کیسے بھٹکائے جا رہے ہیں ۔ یا اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے ۔ کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں ۔ اور فعل مجہول محض ان کی ہٹ دھرمی کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی

بیرونی طاقت ان کو جبراً ابھگارہی ہے۔ ایسی دیگر مثالیں ١١:٧٨ اور ٧ : ١٢٠ میں ملاحظہ فرمادیں۔
افک الف کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے۔ بمعنی جھوٹ بولنا۔

٩ : ٣١ = اَحْبَارَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ احبار جمع حبر کی۔ اہل تفسیر اسے حَبْر (بالفتح) اور اہل لغت حِبْر (بالجر) پڑھتے ہیں۔ فراء کے نزدیک دونوں طرح صحیح ہے اس کا معنی ہے جیّد عالم جو بڑی عمدگی اور سلیقہ سے بات کر سکے۔

= رُهْبَانَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رُهْبَانٌ رَاهِبٌ کی جمع ہے جو رَهْبَةٌ بمعنی خوف سے ماخوذ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی ساری زندگی اللہ کے خوف سے اس کی عبادت کے لئے وقف کردیں۔

= اَرْبَابٌ۔ جمع ہے رَبٌّ کی۔ معبودان۔

= الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ فعل اِتَّخَذُوْا کا مفعول ثالث۔ پہلے دو مفعول اَحْبَارَهُمْ اور رُهْبَانَهُمْ ہیں۔

یہاں رب (ارباباً) ماننے سے مراد یہ ہے کہ معاصی میں ان کا حکم ماننا۔ ان کے حرام کو حلال کہنے کو حلال ماننا۔ اور حلال کو حرام کہنے کو حرام ماننا۔

٩ : ٣٢ = يُطْفِئُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افعال) سے مصدر۔ اصل میں يُطْفِئُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ کہ وہ بجھادیں۔

= نُوْرَ اللّٰهِ۔ یہاں مراد اسلام ہے۔ دین اللہ۔

= اَفْوَاهِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے منہ۔ اس کا ترجمہ اپنی پھونکوں سے بھی ہو سکتا ہے
= اَفْوَاهٌ۔ فَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔ فَمٌ کی اصل فُوْهٌ تھی۔ ہ کو گرا کر واد کو میم سے بدل دیا گیا۔

قرآن مجید میں جہاں صرف منہ سے کہنے پر بات رکھی گئی ہے وہاں دروغ بیانی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس طرف تنبیہ ہے کہ اعتقاد واقع کے مطابق نہیں۔

= يَاْبٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر (باب فتح) وہ انکار کرتا ہے وہ نہیں مانتا۔

= لَوْ۔ اگرچہ۔

= كَرِهَ۔ ناپسند کریں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب سمع) یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے

٩ : ٣٣ = لِيُظْهِرَهٗ۔ کہ اس کو غالب کرے۔ ہٗ کی ضمیر دین کی طرف راجع ہے۔

= عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ تمام دینوں پر۔

اگر لِيُظْهِرَهٗ کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ بمعنی علی اھل الادیان کلھم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دینوں کے پیروؤں پر غالب کریگا

۹: ۳۴ = يَصُدُّوْنَ ۔ ای یمنعون الناس عن الایمان وعن الاسلام لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔

= وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ ۔ میں اشارہ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ کی طرف ہے۔ يَكْنِزُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ كَنْزٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ جمع کر کے رکھ چھوڑتے ہیں۔

= الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ۔ سونا اور چاندی ۔ بمعنی مال و دولت۔

= فَبَشِّرْهُمْ ۔ بَشِّرْ ۔ تو خوشخبری دے ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَبْشِيْرٌ (تفعیل) سے بشارت کا لفظ طنزاً استعمال ہوا ہے۔ هُمْ ضمیر الذین یکنزون کی طرف راجع ہے

۹: ۳۵ = يُحْمٰى ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحْمَاءٌ (افعال) مصدر۔ خوب گرم کیا جائے گا۔ تپایا جائے گا۔ حَمْیٌ سے ۔ اس مادہ سے متعدد الفاظ متعدد معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ (۱۸-۸۶) گرم چشمے میں ۔ یا جیسا ایک دوسری قرآت میں ہے۔ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ ۔ سیاہ بدبودار کیچڑ والے چشمے میں۔ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ۔ (۴۸: ۲۶) جاہلانہ حمیت (ضد ۔ کد۔ نفرت) مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ سڑے ہوئے گارے سے

اسی طرح عربی میں بولتے ہیں حَمِيْتُ اَنْفِيْ مَحْمِيَةً ۔ میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی ۔ اسی سے حامی ۔ مدد گار ۔ حمایت کرنے والا ۔ وغیرہ وغیرہ۔

= يُحْمٰى عَلَيْهَا ۔ اصل میں (یوم) تُحْمَى النَّارُ عَلَيْهَا تھا۔ اس صورت میں تُحْمٰى مسند اور النَّارُ مسند الیہ ہے النَّارُ کو حذف کر دیا گیا۔ تو عَلَيْهَا جار مجرور ہو کر مسند الیہ ہوا ۔ اس انتقال اسناد کی وجہ سے تُحْمٰى (صیغہ واحد مونث غائب) کی بجائے يُحْمٰى (صیغہ واحد مذکر غائب) لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں رُفِعَتِ الْقِصَّةُ اِلَى الْاَمِيْرِ اور جب القصۃ کو حذف کیا جائیگا تو رُفِعَ اِلَى الْاَمِيْرِ کہیں گے۔

عَلَيْهَا میں ضمیر هَا اور اس طرح آیۃ سالقہ میں يُنْفِقُوْنَهَا میں اور آیۃ ہذا میں تُكْوٰى بِهَا میں ضمیر واحد مونث غائب لائی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا اشارہ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کی طرف ہے جو تثنیہ ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ سے مراد کثرت دنانیر (دینار کی جمع) اور کثرت دراہم (درہم کی جمع) ہے اور بوجہ جمع مذکر غیر سالم کے ان کی ضمیر واحد مونث لائی گئی ہے

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۔ جس دن تپایا جائے گا اس سونے اور چاندی کو یا ان سے

بنائے ہوئے سکوں کو دوزخ کی آگ میں

= فَتُكْوٰى ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب کَیٌّ سے و باب ضرب، کَوٰی یَکْوِیْ ۔ کَوَیْتُ الدَّابَّۃَ بِالنَّارِ کَیًّا ۔ میں نے جانور کو گرم لوہے سے داغ دیا۔ فتکوٰی پس داغ دیئے جائیں گے (ان سونے چاندی یا ان کے سکوں سے)

= جِبَاهُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ جِبَاہٌ جُبْهَۃٌ کی جمع ان کی پیشانیاں۔

= جُنُوْبُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ جُنُوْبٌ جَنْبٌ کی جمع ان کے پہلو

= ظُهُوْرُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ظُهُوْرٌ ظَهْرٌ کی جمع ان کی پیٹھیں۔ ان کی پشتیں۔

= هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ ۔ ای یقول لهم هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ

۹ : ۳۶ = عِدَّۃٌ گنتی شمار ۔ عدت یعنی وہ گنتی کے دن جن کے گذر جانے پر مطلقہ یا بیوہ سے نکاح حلال ہو جاتا ہے۔

= حُرُمٌ ۔ ادب والے ۔ عزت والے حَرَامٌ کی جمع ۔ بمعنی حرمت والا ۔ حرام، ممنوع ۔ جس چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے ۔ حرمت کے ماہ کو بھی شہر حرام اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ایسے ماہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو دوسرے اوقات میں حلال ہیں۔

اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ۔ چار حرمت والے مہینے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۔ المحرّم ۔ الرجب۔

= اَلْقَيِّمُ ۔ صیغہ صفت ۔ مفرد ۔ مذکر ۔ درست ۔ ٹھیک۔ سیدھا۔

الدین القیم (موصوف و صفت) ایسا دین جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے

= فِيْهِنَّ ۔ میں هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ہے یا اس کا مرجع اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بھی ہو سکتا ہے ۔ یعنی بارہ مہینے (ہمیشہ) اپنے نفسوں پر ظلم کرنے سے بچو

= كَافَّۃً ۔ اسم فاعل ۔ مفرد ۔ مؤنث ۔ كَافٌّ مذکر كَافَّاتٌ جمع كَفٌّ مادہ (مضاعف ثلاثی) و نیز مصدر ۔ یا یہ اسم فاعل مفرد مذکر بھی ہو سکتا ہے ۔ اس صورت میں تاء علامت مبالغہ ہو گی ۔ استعمال میں یہ ہمیشہ حال ۔ منصوب اور نکرہ ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب پورے کے پورے ۔ جَمَاعَۃً ۔ قرآن میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّۃً لِّلنَّاسِ (۲۸:۳۴) اور (اے محمد) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے (بشیر و نذیر بنا کر) بھیجا ہے ۔ امام راغب نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔ ہم نے تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۹ : ۳۷ = اَلنَّسِیْٓءُ ۔ النَّسْءُ کے معنی کسی چیز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دینے کے ہیں اسی سے محاورہ ہے

نُسِئَتِ الْمَرْاَۃُ۔ عورت کے حیض کا مقرر وقت ٹل گیا۔ حیض آنے میں تاخیر ہوگئی۔ نُسْأَۃٌ نَسِیْئٌ و نَسِیْئَۃٌ۔ تاخیر۔ اسی سے ہے مِنْسَأَۃٌ۔ لاٹھی یا ڈنڈا کہ اس سے کسی چیز کو پیچھے ہٹایا جاتا ہے۔ اور اسی سے نَسَأَ اللّٰہُ فِیْ اَجَلِكَ۔ اللہ تمہاری اجل میں تاخیر کردے یعنی تمہاری عمر دراز کرے۔

عرب کا قدیم دستور تھا کہ ذوالقعدہ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب المرجب کے مہینوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کا جنگ و جدال جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ان کا بگاڑ عروج کو پہنچا تو ان میں سے بعض زور آور قبائل اپنے مفاد کی خاطر بعض دفعہ اعلان کر دیتے کہ اس سال ہم نے فلاں مہینے کو اشہر حُرم سے خارج کردیا ہے اور اس کی بجائے فلاں مہینے کو اشہر حرم میں داخل کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن اپنی مرضی سے ان کے تعین میں ردو بدل کر لیتے۔ اس قسم کا ردو بدل اَلنَّسِیْئُ کہلاتا تھا۔

= زِیَادَۃٌ۔ زَادَ یَزِیْدُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے زیادتی۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ اَلنَّسِیْئُ کفر میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔

= یُضَلُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (اِفْعَالٌ) سے گمراہ کئے جاتے ہیں۔

= یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یعنی کافر لوگ اس النَّسِیْئُ کے ذریعہ مزید گمراہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سردار نسیٔ کے ذریعہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔

اس جگہ فعل (یُضَلُّ) مسند اور الذین کفروا (مفعول مالم یسم فاعلہٗ) مسند الیہ ہے۔ فعل کا اسناد مفعول کی طرف کرنے کی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی آیۃ میں آگے آیا ہے زُیِّنَ لَهُمْ سُوْءُ اَعْمَالِهِمْ۔

= یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا۔ حلال قرار دے لیتے ہیں اس کو کسی سال اور حرام قرار دے دیتے ہیں اسے کسی سال۔ یعنی کسی سال حرمت کے مہینے کو ماہِ حرام رہنے دیتے ہیں اور کسی سال اس کو حلال قرار دے دیتے ہیں۔ یعنی کسی سال اس میں قتل و غارت کو جائز قرار دے لیتے ہیں۔

یُحَرِّمُوْنَهٗ اور یُحِلُّوْنَهٗ ہردو میں ضمیر واحد مذکر غائب النَّسِیْئُ کی طرف راجع ہے۔ جس سے وہ ماہ حرام کو بدل دیا کرتے تھے۔

= لِیُوَاطِئُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب مُوَاطَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ تاکہ موافقت پیدا کرلیں درست کرلیں۔ برابر کرلیں۔ لِیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ تاکہ جس تعداد کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کے ساتھ موافقت پیدا کرلیں۔ مہینوں کی گنتی کو برابر کرلیں۔

= فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ پس اس طرح جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو اپنی مطلب برآری

کے لئے) حلال کریں۔
= زُیِّنَ۔ مزین کر کے دکھایا گیا۔ خوشنما کر کے دکھایا گیا۔ تَزْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
= سُوْٓءُ اَعْمَالِہِمْ۔ ان کے اعمال کی برائی۔ قباحت۔ گناہ۔ برا کام۔ عیب۔ سَآءَ یَسُوْٓءُ سُوْٓءٌ۔ (باب نصر) سے اسم ہے۔ ان کے برے اعمال۔ ان کے اعمال میں سے برے عمل
۹: ۳۸ = مَا لَکُمْ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اور جگہ ہے وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَہَا (۹۹: ۳) اور انسان کہیگا اس کو (یعنی زمین کو) کیا ہو گیا ہے۔
= اِنْفِرُوْا۔ نَفَرَ یَنْفِرُ (ضَرَبَ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نکلو۔ نَفَرَ کے اصل معنی ہیں منتشر ہونا۔ لیکن مختلف حروف کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے مثلاً نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ اِلٰی۔ کسی چیز کی طرف دوڑ کر جانا۔ نَفَرَ مِنْ۔ کسی چیز سے کترانا۔
یہاں آیۃ ھٰذا میں نَفَرَ سے نکلنا۔ کوچ کرنا کے معانی لئے گئے ہیں۔ اِنْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تم خدا کے راستہ میں نکلو۔ (یہ آیت جنگ تبوک کے موقعہ پر نازل ہوئی)
= اِثَّاقَلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اصل میں تَثَاقَلْتُمْ (باب تفاعل) تھا۔ ت کو ث میں مدغم کیا گیا۔ حرفِ مدغم بمقام دو حروف کے ہے جن میں کا پہلا حرف ساکن ہے چونکہ حرف ساکن سے ابتدا نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا حرف مدغم سے پہلے ہمزہ وصل لایا گیا۔ اِثَّاقَلْتُمْ ہو گیا۔
جس کا مطلب ہے کہ تم بوجھ کے سبب جھک گئے۔
اِثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ۔ تم بوجھل ہو کر زمین ہی سے لگ گئے۔ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کی بجائے تمہارے پاؤں زمین سے جم کر رہ گئے۔
قرآن حکیم میں اور بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً
(۱) وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْہَا (۲: ۷۲) اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا پھر تم اس کے بارہ میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے تھے۔ اصل میں تَدَارَءْتُمْ تھا۔ تا کو دال میں مدغم کیا چونکہ مدغم سے ابتدا نہیں ہو سکتی بوجہ سکون کے لہٰذا ہمزہ وصل زیادہ کیا گیا
(۲) حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَکُوْا فِیْہَا جَمِیْعًا (۷: ۳۸)
(۳) حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَہَا وَازَّیَّنَتْ (۱۰: ۲۴) کہ اصل میں تَدَارَکُوْا اور تَزَیَّنَتْ تھا۔
۹: ۳۹ = اِلَّا۔ اِنْ لَّا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا۔ اگر تم نہیں نکلو گے (اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے)

= يُعَذِّبْكُمْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب شرط کے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= يَسْتَبْدِلْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وہ بدل کرلے آئیگا۔

= وَلَا تَضُرُّوْهُ ۔ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ جوکہ محذوف ہے

۹: ۴۰ = اِلَّا تَنْصُرُوْهُ ۔ میں ہُ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ۔ ای ان لم تنصروہ فسینصرہ اللہ کما نصرہ (اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ) اگر تم نے (یہ خطاب ہے تثاقل کرنے والوں سے جو جنگ تبوک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے تھے) رسول کی مدد نہیں کی (تو کیا ہوا) اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ اس نے مدد فرمائی تھی جب کافروں نے ان کو (مکہ سے) نکالا تھا جب کہ دو میں سے دوسرا وہ تھا (یعنی وہ محض دو افراد تھے۔ ایک اور اور دوسرا وہ خود۔ قلت تعداد پر زور دینے کے لئے یہ محاورہ استعمال ہوا ہے) ثَانِيَ اثْنَيْنِ) منصوب ہے بوجہ نَصَرَهُ اللّٰهُ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب پر حال ہونے کے۔

= اِذْ هُمَا بدل ہے اِذْ اَخْرَجَهُ کا۔ اسی طرح اِذْ يَقُوْلُ بدل ثانی ہے۔

= لِصَاحِبِهٖ ۔ صاحب (ساتھی) سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ہٖ ضمیر کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

= فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ ۔ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ اس کے فوراً بعد کا جملہ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا جو کہ صریحاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ ۔ پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں شرکت احوال لازم ہے۔

بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ خوف کی حالت ان پر طاری تھی۔ اور انہیں سکینہ کی ضرورت تھی۔

= لَمْ تَرَوْهَا ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر حاضر۔ تَرَوْا اصل میں تَرَوْنَ تھا لَمْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جُنُوْدٌ ہے۔

= كَلِمَةَ ۔ بات۔

= السُّفْلٰى ۔ اسم تفضیل ہے۔ سُفُوْلٌ صیغہ واحد مؤنث۔ سُفْلٰى ۔ جب ال کے ساتھ آئے جیسا کہ موجودہ شکل میں ہے تو تفضیل کل کے معنی دیتا ہے السُّفْلٰى ۔ سب سے نیچی۔ سرنگون ۔

عُلْیَا کی ضد ہے اَلْعُلْیَا سب سے بلند۔

۹:۴۱ — خِفَافًا۔ سبک بار۔ ہلکے۔ خَفِیْفٌ کی جمع بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= ثِقَالًا۔ بوجھل ثَقِیْل کی جمع ہے۔ ہردو خِفَافًا وَثِقَالًا۔ اِنْفِرُوْا سے حال ہیں۔

خِفَافًا وَثِقَالًا۔ یعنی ہر حال میں خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے۔ فقیر ہو یا امیر۔ سوار ہو یا پیادے۔ تندرست ہو یا بیمار۔ تنہا ہو یا عیالدار (روح البیان) جنگ کے سامان کے ساتھ یا بغیر سامانِ جنگ کے۔

۹:۴۲ — عَرَضًا۔ روبرو لانا۔ پیش کرنا۔ پیش افتادہ سامان۔ سامنے رکھا ہوا مال ومتاع یہاں عَرَضًا قَرِیْبًا۔ بمعنی سہل الحصول مال ہے۔

= سَفَرًا قَاصِدًا۔ قریبی سفر۔ قَصْدٌ سے جس کا معنی ہے وسطی راستہ پر چلنا۔ القصد بمعنی المعتدل

= لَاتَّبَعُوْكَ۔ لام تاکید۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ضرور تیری اتباع کرتے۔ تیرے پیچھے چلتے۔

= شُقَّةٌ۔ مسافت۔ بقول راغب وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے۔ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ مسافت ان کو دور دراز نظر آئی۔ کٹھن سفر ان کو بہت دور کا سفر نظر آیا۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے)

= لَوِ اسْتَطَعْنَا۔ اگر ہمیں استطاعت ہوتی۔ اگر ہمیں طاقت ہوتی۔

۹:۴۳ — عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ۔ (اے محمد) تجھے اللہ بخشے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ خدا تیرا بھلا کرے عفو کے اصل معنی مٹانا ہیں جیسے عَفَتِ الرِّيْحُ الدَّارَ (ہوا نے گھر کے نشانات مٹا دیئے) اور عَفَوْتُ عَنْهُ کے معنی ہیں تصدت ازالۃ ذنبہ صارفا عنہ میں نے اس سے درگذر کرتے ہوتے اس کے گناہ مٹانے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن شیخ محمد بن طیب فارسی شارح قاموس سے منقول ہے کہ:۔

عفو کا بغیر گناہ کے نہ ہونا گو عرف میں مشہور ہو گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عفو بمعنی عدم لزوم (لازم نہ ہونا) بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گھومتے رہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے واحدی رحمہ سے نقل کیا ہے کہ عفو کے اصل معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلِ الْعَفْوَ (۲:۲۱۹) کہہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اور حَتّٰى عَفَوْا (۷:۹۵) یعنی جو ان کی تعداد تھی اس سے زیادہ ہو گئے۔

ان اقوال کی روشنی میں عربی محاورہ عفا اللہ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا۔ بقول شیخ محمد بن طیب مذکورہ بالا۔ حافظ کا شعر ہے:۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْ شَيْءِ التَّوَائِبِ — جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔

(اللہ تمہیں زمانہ کی گردشوں کے شر سے بچائے ۔ اور دارین میں نیک اجر دے ۔

اور واحدی کے مطابق اس کا ترجمہ " اللہ تیرا بھلا کرے " بھی ہو سکتا ہے ۔

شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جنگِ تبوک کے موقعہ پر موسم کی شدت اور مسافت کی مشقت کی وجہ سے بہت سوں نے شرکت سے معذرت پیش کی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر ایک منظور فرمالی ۔ اس کی متعدد معقول وجوہات تھیں ۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی کریم النفسی

(۲) معقول وجوہات کی بناء پر استثناء سے انکار قرین انصاف نہ تھا۔

(۳) عسکری پالیسی کے لحاظ سے بھی ایسے اشخاص کو جبراً ساتھ لیجانا خلاف مصلحت تھا جو دلی جذبہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے متمنی نہ تھے ۔

لہذا خداوند تعالیٰ کا قول لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سرزنش نہ تھی بلکہ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سچے اور جھوٹوں میں تمیز ہو جاتی ۔ اسی وجہ سے اس استفسار سے پہلے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرما دیئے ۔

بعض کے نزدیک تو یہ کلمات اظہار تکریم و تعظیم کے لئے ہیں ۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات (عفاک اللہ) سے کیا کرتے تھے ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى مبالغة الله فى تعظيمه وتوقيره یعنی ان کلمات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے ۔

= حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ۔ سے قبل دھلاّ توقفت ۔ محذوف ہے ۔ اور کیوں نہ تو نے توقف کیا (ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے میں)

يَتَبَيَّنَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَيُّنٌ (تفعّل) مصدر ۔ تجھ پر ظاہر ہو جاتے ۔ کھل کر سامنے آجاتے ۔

۹ : ۴۴ = لَا يَسْتَاْذِنُكَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ۔ اِسْتِيْذَانٌ مصدر ۔ تجھ سے اجازت نہیں مانگیں گے ۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۔ اگر اَنْ يُجَاهِدُوْا بمعنی فِي اَنْ يُجَاهِدُوْا لیا جائے تو معنی ہوگا ۔ وہ لوگ جو اللہ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنے سے بچنے کی خاطر تم سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگیں گے۔ یا یہ اس طرح ہے ان یستاذنوک فی التخلف کراھۃ ان یجاھدوا۔ کہ وہ تجھ سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کریں کیونکہ وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا نہیں چاہتے۔

۹ : ۴۵ = اِرْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ ان کے دل شک میں پڑ گئے اِرْتَابَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر۔ ریبٌ مادہ۔ شک۔

= یَتَرَدَّدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تَرَدُّدٌ تفعّلٌ) مصدر۔ ڈانواں ڈول ہیں۔ تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۹ : ۴۶ = لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ۔ اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا۔

خُرُوْجٌ کے لفظی معنی نکلنا کے ہیں (خَرَجَ یَخْرُجُ سے مصدر ہے) خواہ اپنی قرارگاہ سے نکلے یا اپنی حالت سے نکلے۔ اور قرارگاہ خواہ گھر ہو یا شہر یا خیمہ اور حالت خواہ اندرون میں ہو یا اسباب خارجی میں ہو۔ سب کے لئے خروج استعمال ہوتا ہے

= لَاَعَدُّوْا لَہٗ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَعَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تیار کیا اِعْدَادٌ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کا اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔

= عُدَّۃً۔ سازو سامان۔ اسباب، ہتھیار وغیرہ اس کی جمع عُدَدٌ آتی ہے جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ آتی ہے۔ لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً۔ تو وہ ضرور جنگ کا سامان تیار کرتے۔

= کَرِہَ۔ (باب سمع) اس نے ناپسند کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= اِنْبِعَاثَھُمْ۔ ان کا اٹھنا۔ (ان کا لڑائی کے لئے نکلنا) اِنْبِعَاثٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر اٹھ کھڑا ہونا۔

= فَثَبَّطَھُمْ۔ پس اس نے ان کو باز رکھا۔ ان کو روک دیا۔

ثَبَّطَ یُثَبِّطُ تَثْبِیْطٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

۹ : ۴۷ = خَرَجُوْا فِیْکُمْ۔ ای خَرَجُوْا مَعَکُمْ۔

= خَبَالًا۔ فساد۔ تباہی۔ خَبَلَ یَخْبُلُ (نَصَرَ) سے مصدر ہے، وہ خرابی یا فساد کہ جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ مثلاً جُنُوْن۔

یا ایسا مرض جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہو اسے خبال کہتے ہیں۔

== لَاْ اَوْضَعُوْا۔ لام تاکید الف لام زائدہ۔ اَوْضَعُوْا۔ اَوْضَعَ یُوْضِعُ اِیْضَاعٌ (افعال) آرام سے یا تیز چلنا۔ آرام سے یا تیزی سے اونٹ کا چلانا۔ ماضی جمع مذکر غائب وضع مادہ یہ لفظ مختلف المعانی ہے وَضْعٌ نیچے رکھنا۔ مَوْضَعٌ رکھنے کی جگہ۔ وضع کرنا۔ کم کرنا۔ تواضع۔ انکساری وغیرہ

== خِلٰلَکُمْ تمہارے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ خلال بمعنی درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَلٌ کی جمع۔ جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔

== یَبْغُوْنَکُمْ۔ اَوْضَعُوْا کا حال ہے۔ یعنی وہ تمہارے درمیان بھاگیں دوڑیں گے تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہوئے۔ یَبْغُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ چاہتے ہیں تمہارے لئے۔ ای یبغون لکم۔

== سَمّٰعُوْنَ۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سَمَّاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننے والے۔ جاسوس۔ کان لگا کر سننا کبھی تو جاسوسی کے لئے ہوگا۔ اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کیلئے آیۂ ہذا میں اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

۹: ۴۸ == اِبْتَغَوْا۔ اِبْتَغٰی یَبْتَغِیْ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تلاش کیا۔ انہوں نے چاہا۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَۃَ۔ انہوں نے فتنہ انگیزی میں کوشش کی۔ انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا۔

== مِنْ قَبْلُ۔ اس سے قبل یعنی جنگ احد کے موقعہ پر جب عبد اللہ بن ابی راستہ میں تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔

== قَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ۔ قَلَبَ یَقْلِبُ۔ قَلْبٌ۔ پلٹنا۔ الٹنا۔ موڑ دینا۔ پھیر دینا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے۔ نیچے کے حصہ کو اوپر۔ اندر کے حصہ کو باہر اور باہر کے حصہ کو اندر کرنا۔ قَلَبَ الْاَرْضَ لِلزِّرَاعَۃِ۔ زراعت کے لئے ہل پھالے سے زمین کو الٹ پلٹ کرنا۔

قَلَّبَ الْاَمْرِ۔ معاملہ کو الٹ پلٹ کر دیکھنا اور جانچنا کہ اس کا ہر پہلو صاف ظاہر ہو جائے۔

قَلَّبَ (باب تفعیل) سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ معاملہ کو خوب الٹ پلٹ کر پرکھنا اور جانچنا قَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ۔ تیرے لئے بہت سی باتوں کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے (کہ تیرے خلاف ان کو کس طرح استعمال کیا جائے)

== حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ۔ یہاں تک کہ حق وقوع پذیر ہو گیا۔ (اور ان کی سازشیں اور مکاریاں ناکام ہو گئیں

= ظَهَرَ۔ ظاہر ہوا۔ آشکارا ہوا۔ غالب آگیا۔
= اَمْرُ اللّٰہِ۔ اللہ کا حکم۔ اللہ کا دین۔
= وَھُمْ کَارِھُوْنَ۔ باوجودیکہ وہ ناخوش ہی رہے۔
۹:۴۹ = اِئْذَنْ لِّیْ۔ تو رخصت دے۔ تو اجازت دے۔
اَذِنَ یَأْذَنُ (سَمِعَ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِذْنٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں اجازت دینا۔
= لَا تَفْتِنِّیْ۔ فعل نہی۔ تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال۔ تو مجھے گمراہی میں نہ ڈال۔ فَتَنَ یَفْتِنُ (ضرب) فتونٌ سے۔ اصل میں لَا تَفْتِنْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم اور اس سے قبل نون وقایہ جس میں لَا تَفْتِنْ کا نون مدغم ہوا۔ تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال یعنی میری مجبوری ایسی ہے کہ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو میں مجبوراً تعمیل سے قاصر رہوں گا۔ اس لئے آپ جہاد میں جانے کے لئے حکم ہی نہ دیں تاکہ میں نافرمانی کی آزمائش سے بچ جاؤں
= اَلَا۔ حرف تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے ہے) یہاں بطور استفتاح کے استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ جب یہ شروع کلام میں آتا ہے تو اپنے مابعد کے مضمون پر زور دیتا ہے اور اس کے تحقق کو ثابت کرتا ہے جیسے اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ (۲:۱۳) خبردار ہو کہ یہی بیوقوف ہیں آیۃ ہذا میں ہے اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا۔ خبردار ہو کہ فتنہ میں تو وہ پہلے ہی گر چکے
= سَقَطُوْا۔ وہ گر پڑے۔ سُقُوْطٌ سے ماضی۔ جمع مذکر غائب۔
= لَمُحِیْطَۃٌ۔ اسم فاعل مؤنث۔ احاطۃٌ مصدر اَحَاطَ یُحِیْطُ اِحَاطَۃٌ (باب افعال) حَوْطٌ مادہ۔ چاروں طرف سے گھیر لینے والی۔
۹:۵۰ = تُصِبْکُمْ۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ اصل میں تُصِیْبُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے ی حرف علت گر گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر پہنچے تم کو۔
= تَسُؤْھُمْ۔ سَاءَ یَسُوْءُ سَوْءٌ (نصر) مضارع واحد مؤنث غائب۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان کو بری لگتی ہے۔ ان کو غمگین کرتی ہے۔
= قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا۔ ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا۔ ہم نے پہلے ہی احتیاطی تدبیریں اختیار کر لی تھیں۔ (اس لئے ہمیں یہ تکلیف نہیں پہنچی)
= یَتَوَلَّوْا۔ پھر جاتے ہیں۔ لوٹ جاتے ہیں۔ تَوَلِّیْ سے مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

= فَرِحُوْنَ ۔ خوش ۔ اترانے والے ۔ صفت مشبہ ۔ جمع ۔ فَرِحٌ واحد ۔

۹ : ۵۲ = تَرَبَّصُوْنَ ۔ تم انتظار کرتے ہو ۔ تم راہ دیکھتے ہو ۔ تَرَبَّصَ یَتَرَبَّصُ تَرَبُّصٌ (تفعل) سے ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔

ھَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا ۔ تم ہمارے بارہ میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو ۔ تمہیں ہمارے بارے میں کس بات کی امید ہو سکتی ہے ۔ تم ہمارے بارے بارے میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ہمیں پیش آئے گی ۔

= اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۔ سوائے اس کے کہ یہ دو اچھی باتوں میں سے ایک ہو گی ۔ یعنی ہمارے بارے میں تم جس نتیجہ کے منتظر ہو یا امید رکھتے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک تو ضرور ہو گی یعنی اگر کامیاب ہو گئے تو فتح ہماری اور اگر شہید ہو گئے تو آخرت سنور گئی ۔

۹ : ۵۳ = اَنْفِقُوْا ۔ تم خرچ کرو ۔ اِنْفَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ ۔ جمع مذکر حاضر ۔ یہاں خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ یعنی تم خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے (تمہاری طرف سے یہ خرچ قبول نہیں کیا جائے گا) اس کی مثال قرآن میں ہے اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ (۹ : ۸۰) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں ۔

= لَنْ یُّتَقَبَّلَ ۔ مضارع مجہول نفی تاکید بلن ۔ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ۔ ای لن یتقبل منکم نفقاتکم انفقتم طوعًا او کرھًا ۔ یعنی بخوشی جو مال بھی خرچ کرو گے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا

= طَوْعًا ۔ فرماں برداری ۔ اطاعت ۔ مصدر ہے اور کُرْہٌ کی ضد ہے اس کا فعل نَصَرَ اور سَمِعَ دونوں ابواب سے آتا ہے ۔

= کَرْھًا ۔ مصدر ہے ۔ ناگوار ہونا ۔ ناخوشی ۔ مجبوری ۔

۹ : ۵۴ = کُسَالٰی ۔ کَسْلَانٌ کی جمع ۔ سست ۔ کاہل ۔ جیسے سُکَارٰی سَکْرَانٌ کی جمع ہے ۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دیئے ہوئے مال کی عدم قبولیت کی یہ وجوہات ہیں ۔

(۱) انھم کفروا باللّٰہ وبرسولہٖ (۲) لا یاتون الصلوۃ الا وھم کُسَالٰی (۳) لَا ینفقون الا وھم کٰرِھُوْنَ

۹ : ۵۵ = بِھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع ان کے اموال و اولاد ۔

= تَزْھَقَ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ وہ نکلے ۔ وہ نکلے گی ۔ زَھَقَ یَزْھَقُ (فتح) زُھُوْقٌ بمعنی غم سے جان نکلنا ۔ مٹ جانا ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ وقل جاء الحق وزھق

الْبَاطِلُ - اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱۷ : ۸۱) اور کہہ دے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لِ۔ لام تعلیل ہے ای لتزھق تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ ۔ ٥ اور ان کا دم نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ (تاکہ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت میں بھی عذاب پائیں)

۹ : ۵۶ = يَفْرَقُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب فَرَقٌ مصدر (سَمِعَ) وہ ڈرپوک ہیں

۹ : ۵۷ = لَوْ يَجِدُوْنَ ۔ اگر وہ پائیں۔ وَجَدَ يَجِدُ (ضرب) وَجْدٌ۔

= مَلْجَأً ۔ اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ۔ لَجَأٌ مصدر۔ (باب ضرب۔ فتح۔ سمع) مَلْجَأٌ بھی مصدر ہے۔

= مَغٰرٰتٍ ۔ مَغَارٌ اور مَغَارَةٌ کی جمع مَغَاوِرُ بھی اس کی جمع ہے مَغَارٌ و مَغَارَةٌ لوٹ۔ غار۔ المَغَارُ لوٹ کی جگہ۔ بچاؤ کی جگہ۔ زمین کے اندر گھسنے کی جگہ الْغَوْرُ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

= مُدَّخَلًا ۔ اسم ظرف مکان۔ داخل ہونے کی جگہ۔ باب افتعال سے مفتعلٌ کے وزن پر۔

= لَوَلَّوْا ۔ وہ ضرور منہ پھیرلیں گے۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

= يَجْمَحُوْنَ ٥ جَمَحَ يَجْمَحُ (باب فتح) جَمْحٌ ۔ جُمُوْحٌ ۔ جِمَاحٌ مصدر۔ گھوڑے کا سرکشی کرنا۔ جَمُوْحٌ منہ زور گھوڑا۔ جَمَحَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا ۔ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اس کے گھر سے نکل کر چلی گئی۔ جَمَحَ الرَّجُلُ ۔ وہ آدمی خود رائے ہوگیا۔ وہ اپنی قوت کے ساتھ سرپٹ دوڑا۔ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۔ وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ سرپٹ (اس طرف) دوڑیں گے۔

۹ : ۵۸ = يَلْمِزُكَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ طعن کرتا ہے۔ وہ عیب لگاتا ہے۔ تجھ پر (باب ضرب) لَمْزٌ مصدر لُمَزَةٌ ۔ عیب جیں۔ پیٹھ پیچھے برائی کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ۔ لَمَّازٌ کے بھی یہی معنی ہیں قرآن مجید میں ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ (۱۰۴ : ۱) ہلاکت ہو ہر عیب گو، غیبت کرنے والے اور عیب جیں پر۔ هُمَزَةٌ اور لُمَزَةٌ دونوں ہم معنی ہیں۔

= فِي الصَّدَقٰتِ ۔ صدقات کی تقسیم کے بارے میں۔

= اُعْطُوْا ۔ اَعْطٰى يُعْطِىْ اِعْطَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو دیا گیا

ان کو دیا جائے۔

= یَسْخَطُوْنَ ۔ سَخِطَ یَسْخَطُ (سمع) سَخَطٌ سے مضارع جمع مذکر غائب، وہ ناراض ہو جاتے ہیں

۹ : ۵۹ = وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ جواب لَوْ محذوف ہے

تقدیر کلام یوں ہے ولو انھم رضوا ما اتٰھم اللّٰہ ورسولہ لکان خیرًا لھم۔

= رٰغِبُوْنَ ۔ رَاغِبٌ کی جمع رغبت کرنے والے۔ رَغِبَ فِيْهِ وَرَغِبَ اِلَيْهِ کے معنی ہیں

کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنا۔ اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کرنا اور انحراف کرنا کے

معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ (۲ : ۱۳۰) اور کون ہے جو ملتِ

ابراہیم سے انحراف کرے۔

= سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا (اور اس کا رسول بھی)

۹ : ۶۰ = وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا ۔ یعنی صدقہ اور زکوٰۃ کا مال وصول کرنے والا عملہ۔ اہل کار

ھَا ضمیر کا مرجع الصَّدَقٰتِ ہے۔

= وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ ۔ جن کی تالیف قلوب مقصود ہو۔ اَلَفَ يَاْلِفُ (ضرب)

ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہونا۔ محاورہ ہے اَلَّفْتُ بَيْنَهُمْ ۔ میں نے ان میں ہم آہنگی

پیدا کردی۔ اسی سے الفت (محبت) ہے۔ اسی سے مُؤَلِّفٌ ہے جو مختلف اجزاء

کو یک جا جمع کرے۔

یہاں اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت

محبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو۔ ان کی تین صورتیں تھیں ۔

(۱) کفار کے رئیسوں کو اس غرض سے دینا کہ وہ خود بھی غریب مسلمانوں کو اذیت نہ دیں

اور دوسروں کو بھی اذیت دینے سے روکیں۔

(۲) کفار کو اسلام کی رغبت دلانے کے لئے دینا۔

(۳) نو مسلموں کی ان کی خاطر داری کے لئے اعانت کرنا۔

اَلْمُؤَلَّفَةِ اسم مفعول واحد مؤنث تالیف (تفعیل) مصدر۔ ملائے گئے۔ جوڑے

گئے۔ المؤلفۃ قلوبھم ۔ وہ جن کے دل جوڑے گئے ۔

= اَلرِّقَابِ ۔ گردنیں رَقَبَةٌ کی جمع ۔ رقبۃ بمعنی گردن ۔ جان ۔ غلام ۔ رقبہ اصل میں

گردن کا نام ہے پھر جملہ بدن انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلام

کا نام پڑ گیا۔ جس طرح کہ راس (سر) اور ظہر (پشت) کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔

فِی الرِّقَابِ۔ ای فی فك الرقاب۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے۔

= اَلْغَارِمِیْنَ۔ غَارِمٌ کی جمع ہے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قرضدار۔ غَارِمٌ کا مادہ غُرْمٌ ہے جس کا معنیٰ قرض۔ تاوان۔ اور ہر وہ چیز جس کا ادا کرنا لازم ہو۔ غَرِیْمٌ۔ قرضدار اور قرضخواہ دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

= ابْنَ السَّبِیْلِ۔ مسافر۔

= فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ یہ سب مدّات زکوٰۃ کے خرچ کے لئے اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں۔

۹ : ۶۱ = یُؤْذُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ایذا دیتے ہیں دکھ دیتے ہیں۔

= اُذُنٌ۔ اُذُنٌ۔ کان۔ مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں جو کان لگا کر سُنے اور سُن کر مانے کانوں کا کچا۔ هُوَ اُذُنٌ۔ مبالغہ کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے تمام وجود کو جسم کا ایک حصہ کا نام دیدیا گیا ہے۔ گویا کہ وہ اتنا سنتا ہے کہ صرف کان ہی کان ہے۔ جیسے جاسوس کے لئے عَیْنٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ انگریزی میں محاورہ ہے

یعنی وہ اس قدر انہماک سے سُن رہا تھا گویا اس کے جسم کا ایک ایک حصہ کان کا کام دے رہا ہے

= اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ۔ اس کی تقدیر یوں بھی ہو سکتی ہے اذن ذی خیر لکم تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والے کا کان۔

یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے ھو اذن فی الخیر ولیس باذن فی غیر ذلك۔ وہ صرف تمہاری بھلائی کے لئے سنتا ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں سنتا۔ یا اس کا یہ مطلب ہے۔ اس کا تمہاری بات سُن لینا اور تم سے اعراض کرنا تمہارے لئے ہی اچھا ہے۔ یعنی تمہاری باتوں کو سُن لیتا ہے اور تُن حجن نہیں کرتا ورنہ تمہاری منافقت آشکارا ہو جائے۔

= یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ۔ یعنی (صرف) اللہ کی باتوں پر یقین و ایمان رکھتا ہے۔ یا یُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کی باتوں پر اعتبار کرتا ہے (تمہاری باتیں تو محض سن ہی لیتا ہے یہ مت خیال کرو کہ وہ ان کو سچی بھی سمجھتا ہے)

۹ : ۶۲ = لِیُرْضُوْکُمْ۔ یُرْضُوْا۔ اَرْضٰی یُرْضِیْ اِرْضَاءٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں یُرْضِیُوْنَ تھا۔ ی پر ضمہ ثقیل ہونے کی بناء پر ماقبل کو دیا۔ پھر ی

اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام گر گیا یُرْضُوْا رہ گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تمہیں وہ راضی کر لیں۔

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ یُرْضُوْہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب لائی گئی ہے حالانکہ اس کے مرجع دو ہیں اللہ اور اس کا رسول۔ اور قاعدہ کے مطابق ضمیر تثنیہ کی ہونی چاہئے تھی۔ واحد کی ضمیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔

یا کلام تقدیر یوں ہے وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ وَرَسُوْلُہٗ کَذٰلِکَ۔ یعنی اللہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے راضی کریں اور اسی طرح اس کا رسول بھی زیادہ حقدار ہے کہ وہ اسے راضی کریں

۹:۶۳ = یُحَادِدِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اصل میں یُحَادِدُ تھا۔ بوجہ عمل مَنْ مجزوم ہوا۔ اور وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا۔

مُحَادَدَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ مخالفت کرتا ہے حَدٌّ۔ ہر چیز کی انتہاء۔ حدِ فاصل تیزی۔ بہادری۔ کبھی حد بمعنی گناہ۔ اور سزائے گناہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ میں نے ایک حد کو پالیا ہے تو اب وہ حد مجھ پر قائم کیجئے۔ یعنی مجھ سے گناہ ہو گیا ہے اس کی سزا دیدیجئے۔

۹:۶۴ = یَحْذَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حَذَرٌ مصدر (باب سمع) وہ ڈرتا ہے۔ آیہ ہذا میں جمع مذکر غائب کے لئے آیا ہے: وہ ڈرتے ہیں۔

= تُنَبِّئُہُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اس کا فاعل سُوْرَۃٌ ہے وہ ان کو آگاہ کر دے وہ ان کو مطلع کر دے۔ نَبَّأَ یُنَبِّئُ تَنْبِئَۃٌ (باب تفعیل) سے۔ نَبَأٌ مادہ۔

= عَلَیْہِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب ھم۔ تُنَبِّئُہُمْ میں ضمیر ھُمْ کا مرجع المُؤْمِنِیْنَ محذوف ہے اور فِیْ قُلُوْبِہِمْ میں ضمیر ھِمْ المنٰفقین کے لئے ہے۔ یعنی منافقوں لوگوں کو ڈر ہے کہ کہیں مومنین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے کہ ان کے دل کی حالت (منافقت) مومنین پر ظاہر ہو جائے۔

یا ان ہر سہ ضمیر کا مرجع منافقین ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔

منافق خوف کھاتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے ما فی الضمیر کو ظاہر کر دے۔ (اس صورت میں علیٰ بمعنی فی ہو گا۔ ان کے بارہ میں)

= اِسْتَھْزِءُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) سے امر کا صیغہ تہدید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی تم ہنسی اڑاؤ جیسا تم چاہتے ہو۔ جو چاہو کر لو۔ (آخر کار) اِنَّ اللّٰہَ مُخْرِجٌ مَّا

تَحۡذَرُوۡنَ ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو اُسے اللہ تعالیٰ نکال باہر لائے گا ہی ۔ (یعنی تمہاری منافقت کو ظاہر کردے گا)

۹: ۶۵ = نَخُوۡضُ ۔ مضارع جمع متکلم خَوۡضٌ مصدر ۔ (باب نصر) ہم توشغلاً کہہ رہے تھے ۔ خوض کے اصل معنی ہیں گھسنا ۔ قرآن میں اس کا استعمال قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے ۔

اسی سے ہے غور و خوض ۔ یعنی کسی معاملہ کی تہ تک پہنچنے اور اس کے اندر گھس کر حقیقت معلوم کرنا ۔

= نَلۡعَبُ ۔ مضارع جمع متکلم لَعِبٌ مصدر ۔ (باب سمع) ہم خوش طبعی اور دل لگی کررہے تھے ۔

= کُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۔ تم ہنسی مذاق کررہے تھے ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر ۔

۹: ۶۶ = لَا تَعۡتَذِرُوۡا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔

اِعۡتِذَارٌ (اِفۡتِعَالٌ) ۔ مصدر ۔ تم بہانے مت بناؤ ۔ تم عذر نہ کرو ۔

= طَآئِفَةٌ ۔ یہاں طائفہ سے ہر دو جگہ گروہ مراد ہو سکتا ہے ۔ یعنی تم میں سے ایک گروہ کو ہم معاف بھی کردیں ۔ تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے ۔

اس صورت میں پہلے گروہ سے مراد وہ طبقہ لیا جا سکتا ہے جو اپنے قول کی اہمیت اور گہرائی کو سمجھے بغیر کم فہم و کم عقل انسانوں کی طرح جو ہر بات کو سطحی طور پر ہی لیتے ہیں اور سنجیدگی سے نہیں لیتے ۔ اگر ایسا گروہ استہزار کا مرتکب ہو تو توبہ کرنے پر ایسے گروہ کو معاف کیا جا سکتا ہے لیکن جو جان بوجھ کر اور اپنے قول کے نتائج سے باخبر ہوتے ہوئے بھی ایسا کرتے ہیں اور پھر توبہ بھی نہیں کرتے تو ایسے گروہ کو تو ہرگز معاف نہیں کیا جا سکتا ۔ کیونکہ وہ محض مسخرے ہی نہیں بلکہ وہ تو صحیح معنوں میں مجرم ہیں ۔

اور اگر پہلے لفظ طائفہ (لفظ جمع) سے مراد شخص واحد لیا جائے جیسا کہ اہل عرب بعض دفعہ ایسا کر لیتے ہیں تو اس طائفہ سے مراد مخاشن بن حمیر الاشجعی ہے جو بلا سمجھے کافروں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا میں شامل ہو جاتا تھا ۔ اگرچہ وہ ان کے دھڑے میں سے تھا لیکن بعض باتوں میں وہ اُن کے ساتھ شامل نہ ہوتا تھا ۔ لہٰذا مقابلۃً اس کا گناہ خفیف تھا ۔ اس نے توبہ کرلی خداوند تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرکے اسے معاف فرمادیا ۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام لے آیا اور جنگ یمامہ شہید ہوا ۔

= مُجْرِمِیْنَ۔ مجرم۔ اسم فاعل بمعنی اسم صفت استعمال ہوا ہے۔
۹: ۶۷ = بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ ای متشابهة فی النفاق کالعاض الشیٔ الواحد۔
یعنی نفاق میں ایک دوسرے کے اس طرح مشابہ ہیں گویا ایک ہی شے کے حصے ہیں گویا ایک ہی کل کے پرزے ہیں۔
= یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ۔ اپنے ہاتھوں کو بھینچ رکھتے ہیں۔ یعنی صدقات اور خرچ فی سبیل اللہ میں بخیلی سے کام لیتے ہیں۔
= نَسُوا اللّٰهَ۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یعنی اس کے ذکر سے غفلت برتی اور اس کے احکام پر عمل نہ کیا۔
= فَنَسِیَهُمْ۔ بس اس نے ان کو بھلا دیا۔ یعنی اپنی رحمت اور فضل و کرم سے محروم کر دیا
۹: ۶۸ = هِیَ حَسْبُهُمْ۔ ان کے لئے یہی کافی ہوگا۔ یعنی عذاب اتنا سخت اور عظیم ہوگا کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔
= عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ قائم رہنے والا عذاب۔ یعنی دائمی عذاب۔
۹: ۶۹ = كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ میں كَ محل رفع میں ہے بمعنی تم بھی اپنے سے پہلے آدمیوں کی طرح ہو۔ یا كَ محل نصب میں ہے بمعنی تم نے بھی وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا ای انتم کالذین من قبلکم۔ تم بھی اپنے سے پہلوں کی طرح ہو۔
= كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ۔ اَشَدَّ۔ شِدَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ كَانُوْا کے عمل سے منصوب ہے۔ (اسی وجہ سے اَكْثَرَ منصوب ہے) تم سے زیادہ طاقت ور تھے اور مال و اولاد کی کثرت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے۔
= فَاسْتَمْتَعُوْا۔ انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ استمتاع (استفعال) سے۔ مال و متاع سے فائدہ اٹھانا۔ کام میں لانا۔ برتنا۔ متع مادہ۔
= خَلَاقِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حصہ۔
= فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔
تم نے بھی اپنے (دنیاوی) حصہ کا ویسے ہی فائدہ اور لطف اٹھایا جیسا تم سے پہلوں نے اپنے (دنیاوی) حصہ سے فائدہ اور لطف اٹھایا تھا۔
= خُضْتُمْ۔ تم نے بحث و تمحیص۔ خَاضَ یَخُوْضُ (نصر) خَوْضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ خَوْضٌ کے معنی ہیں فضول بحث۔ بیہودہ گوئی۔ باتیں بنانا۔ اس کے اصل معنی پانی

میں گھسنے کے ہیں بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

۹: ۷۰ = نَبَاٌ۔ خبر۔ اطلاع۔

= ثَمُوْدَ۔ بوجہ معرفہ وعجمہ غیر منصرف ہے اور اسی طرح ابراھیم بھی غیر منصرف ہے۔

= اَصْحٰبِ مَدْيَنَ۔ اہل مدین۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔

= وَالْمُؤْتَفِکٰتُ۔ اسم فاعل جمع مؤنث مجرور المؤتفکۃ واحد ایْتِفَاکٌ (افتعال) مصدر اِفْکٌ مادہ۔ الٹی ہوئی۔ منقلب۔ مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں جو بحیرہ مردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ سندوم شہر یا سدوم تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم ولواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کردی۔

= اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ کے بعد فَكَذَّبُوْهُمْ فَاُهْلِكُوْا محذوف ہے۔ ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے لیکن انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہلاک ہوگئے۔ یا ہلاک کردیئے گئے۔

۹: ۷۱ = سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ۔ میں سَ تاکید اور مبالغہ کے لئے آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان پر اپنی رحمت فرمائے گا۔

۹: ۷۲ = جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ عَدْنٌ مصدر اس کا فعل الواب نَصَرَ ضَرَبَ سے آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں رہنا۔ بسنا۔ کسی جگہ مقیم ہونا۔ جَنّٰتِ عدن کے معنی ہوئے رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

عدن کو بعض علماء عَلَم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت۔ جو لوگ عَلَم کہتے ہیں وہ اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں اور اس آیہ شریفہ کو پیش کرتے ہیں۔ جنّٰت عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ بالغیب (۱۹: ۶۱) ہمیشگی کی جنتیں جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے درپردہ کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔

اور جو لوگ عدن کو عَلَم نہیں بلکہ جنت کی صفت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے عدن بالمکان اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اور عدن سے مراد اقامۃ علیٰ وجہ الخُلُوْد۔ یعنی دائمی طور پر رہنا۔ اسی وجہ سے تمام جنتیں جنّٰتِ عدن ہیں۔

علامہ قرطبی کے نزدیک عدن جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے جو وسط میں ہے

اور دوسرے جنت اس کے اردگرد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنتیں سات ہیں۔ دارالخلد۔ دارالجلال دارالسلام۔ جنت عدن۔ جنت الماویٰ۔ جنت نعیم۔ جنت الفردوس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عدن دار اللّٰہ لم تراھا عین ولم تخطر علی قلب بشر لا یسکنھا غیر ثلثۃ النبیون۔ والصدیقون والشھداء۔ یعنی عدن اللہ کا وہ گھر ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی انسان کے دل نے تصور نہیں کیا۔ اس میں صرف تین قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ نبی۔ صدیق اور شہید۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے طوبیٰ لِمن دخلھا۔ خوش بخت ہے وہ جو اس میں داخل ہوا۔

= رِضْوَانٌ۔ خوشنودی۔ رضا۔ مرضی۔ رضامندی۔ رَضِیَ یَرْضیٰ کا مصدر ہے (باب سمع) بہت بڑی رضا مندی۔ اور نہایت خوشنودی کو رضوان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس لئے قرآن عظیم میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے رضاء الٰہی کے لئے مخصوص ہے۔

۹: ۷۳ — جَاهِدْ۔ تو جہاد کر۔ تو لڑائی کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔

مجاھدۃ (مفاعلۃ) سے۔ مجاہدہ ہاتھ اور زبان دونوں سے ہوتا ہے (اس آیۃ سے لے کر وہ تقریر شروع ہوتی ہے جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی۔

= اغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ ان پر سختی کر۔ غِلْظَةٌ سے (باب نصر۔ کرم) بمعنی گاڑھا پن۔ موٹاپا۔ رِقَّةٌ کی ضد ہے۔ ولیجدوا فیکم غلظۃ۔ (۹: ۱۲۳) چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ سختی بمعنی سخت مزاجی۔ اور فاستغلظ فاستویٰ علیٰ سُوْقِہٖ (۴۸: ۲۹) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۹: ۷۴ = مَا قَالُوْا میں ما نافیہ ہے انہوں نے نہیں کہا۔

= هَمُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ انہوں نے قصد کیا۔

= لَمْ يَنَالُوْا۔ نفی جحد بلم۔ يَنَالُوْا نَيْلٌ سے۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ باب سمع۔ انہوں نے نہ پایا۔ وہ نہ پا سکے۔

هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ انہوں نے ایسی باتوں کا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔ (اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے)

آیہ ہذا میں وہ کیا بات تھی جو انہوں نے کہی۔ لیکن پھر قسم کھا کھا کر کہا کہ انہوں نے نہیں کہی

یا وہ کونسا ارادہ تھا جو انہوں نے کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس میں صریحاً معلومات میسر نہیں۔ مگر منافقوں کے متعلق ایک نہیں متعدد ایسی باتیں منسوب تھیں جو کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی میں اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے یا استہزاءً وہ کئی بے سروپا باتیں بکتے تھے لیکن جب ان کو ان باتوں کی تصدیق کے لئے آمنے سامنے لایا جاتا تو نہ صرف انکار کر دیتے بلکہ قسمیں کھا کھا کر اپنی برأت ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح اسلام کو گزند پہنچانے کی خاطر وہ کئی منصوبے بناتے لیکن جب ان میں کامیابی نہ ہوتی اور ان کے مذموم عزائم کا انکشاف ہو جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انہوں نے ہرگز ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کا کلمہ بولا تھا اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا اور انہوں نے ایسا ارادہ بھی کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

= مَا نَقَمُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بُرا نہ مانا۔ انہوں نے قابل عیب نہ سمجھا۔ نَقِمْتُ الشَّیْءَ وَنَقِمْتُهٗ۔ کسی چیز کو بُرا سمجھنا۔ یہ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے) پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵:۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

وآیۃ ہذا۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (اور انہوں نے مسلمانوں میں عیب ہی کونسا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو دولتمند کر دیا)

نیز آیا ہے۔ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ (۵: ۵۹) تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو۔ سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور ....

اسی نِقْمَۃٌ سے بمعنی عذاب وانتقام لیا گیا ہے۔

= مِنْ فَضْلِهٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۹: ۶۲)

= يَّتُوْبُوْا۔ اصل میں يَتُوْبُوْنَ تھا اِنْ حرف شرط کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

= يَكُ اصل میں يَكُوْنُ تھا۔ ماقبل جملہ شرط کی جزاء کی وجہ سے مجزوم ہوا۔ اور نون بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گیا۔ اور واؤ حرف علت بوجہ حالت جزم گر گئی۔

= فَاِنْ يَّتُوْبُوْا۔ اگر وہ توبہ کر لیں۔ اپنے کفر و نفاق سے باز آجائیں۔

= وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا۔ اور اگر وہ ایمان اور توبہ سے روگردانی کریں۔ اور کفر و نفاق پر مُصر رہیں۔

۹: ۷۵ = عٰهَدَ اللّٰهَ۔ اس نے اللہ سے وعدہ کیا۔

= لَنَصَّدَّقَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ یا لام تعلیل کا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے۔ تو ہم ضرور ہی خیرات دیدیں گے۔ صدقہ ادا کردیں گے۔

اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ تھا۔ ت کو صاد میں مدغم کیا گیا۔

۹: ۷۶ = مُعْرِضُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رُخ گردانی کرنیوالے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو رخ پھیر لینے اور منہ موڑنے کے۔ اور اجتناب کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ (۴: ۶۳) تم ان سے اعراض برتو۔ اور نصیحت کرتے رہو۔ یا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ (۲۰: ۱۲۴) اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا۔ اور بغیر عَنْ بھی کثرتِ استعمال کی وجہ سے منہ موڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ (۳۴: ۱۶) تو انہوں نے شکر گذاری سے منہ موڑ لیا پس ہم نے چھوڑ دیا ان پر ۔۔۔۔۔۔ اور اگر اعرض کے بعد عَلٰی آئے تو سامنے رکھنا۔ پیش کرنا کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (۲: ۳۱) پھر اس نے ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

اور اگر اعرض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً اَعْرَضَ لِيْ وہ میرے سامنے آیا۔

۹: ۷۷ = فَاَعْقَبَهُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَعْقَبَ يُعْقِبُ اِعْقَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ہیں اثر چھوڑنا۔ وارث بنانا۔ اَعْقَبَهُمْ۔ اس نے ان کو وارث بنا دیا۔ اس نے ان میں یہ اثر چھوڑا۔

فَاَعْقَبَهُمْ میں ضمیر فاعل البخل کے لئے ہے۔ یعنی ان کے بخل نے ان میں ہمیشہ کے لئے نفاق پیدا کر دیا۔ اور وہ منافق ہو گئے۔ یا ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل (بخل) کی عاقبت نفاق کی شکل میں ان کے دلوں میں راسخ کر دی اور وہ ہمیشہ کے لئے منافق بن گئے۔

= يَلْقَوْنَهٗ۔ وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ وہ اس کی پیشی میں جائیں گے۔ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ۔ یعنی قیامت کے دن تک۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

= بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔
یعنی بخل نے یا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفاق کو کیوں بھر دیا اس کی یہ دو وجوہ بیان ہوتی ہیں۔
(۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔
(۲) کہ وہ اس دوران کذب بیانی کرتے رہے۔

۹ : ۷۸ = سِرَّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا بھید۔ ان کا راز۔
= نَجْوٰىهُمْ۔ ان کی سرگوشیاں۔ اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں۔ اور اَنْجَيْتُهٗ وَ نَجَّيْتُهٗ کے معنی (الگ کر دینے) نجات دینے کے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے فَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۲۷ : ۵۳) اور جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو نجات دی۔ النَّجْوَةُ کے معنیٰ بلند جگہ کے ہیں جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔ نَاجَيْتُهٗ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا۔ یعنی اپنے بھید کو دوسروں سے الگ رکھنے (چھپانے کے لئے) اور اسے افشاء ہونے سے بچانے کے لئے۔ قرآن میں آیا ہے:۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (۵۸ : ۹) اے مومنو! جب تم سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا۔
یا پھر اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (۵۸ : ۱۲) جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے مساکین کو کچھ دیا کرو۔
نَجْوٰى وہ سرگوشی جو کہ برائی پر مبنی ہو اور اس کو مشورہ سے طے کیا جاوے۔

۹ : ۷۹ = يَلْمِزُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ طعن کرتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں (نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۵۸)
= اَلْمُطَّوِّعِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ اَلْمُطَّوِّعُ۔ واحد۔ تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر۔ اصل میں اَلْمُتَطَوِّعِيْنَ تھا۔ تاء کو ط میں مدغم کیا۔
تَطَوُّعٌ کا اصل معنی ہے اطاعت میں بناوٹ کرنا۔ اور عرف شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو لبطور نفل اپنی طرف سے کی جائے لیکن تَطَوُّعٌ اپنے اندر استطاعت

استطاعت کا مفہوم رکھتا ہے اس لئے اَلْمُطَّوِّعِيْنَ کا ترجمہ ہوا۔ خیرات کرنے والے صاحب استطاعت۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ۔ جو لوگ مومنوں سے ان لوگوں کو جو صاحب استطاعت ہیں اور خوشی خوشی خیرات کرتے ہیں ریاکاری کا الزام لگاتے ہیں۔

= وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ۔ کا عطف اَلْمُطَّوِّعِيْنَ پر ہے یعنی یہ لوگ ان کی بھی عیب چینی کرتے ہیں جن کے پاس سوائے اپنی محنت و مشقت کے اور کچھ بھی راہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے۔

= فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ ان پر ہنستے ہیں۔ سَخِرَ يَسْخَرُ (سمع) بِهٖ و مِنْهُ۔ ٹھٹھا کرنا۔ اسی سے ہے الْمَسْخَرَةُ۔ وہ جس سے ٹھٹھا کیا جائے۔

۹ : ۸۰ = اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ اِسْتَغْفِرْ فعل امر بمعنی خبر ہے تقدیر کلام یوں ہے اِسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ یا محمد اَوْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشیگا

= سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ ستر بار۔ ستر کا عدد مقررہ حد یا غایت کے لئے نہیں بلکہ کثرت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۸۱ = اَلْمُخَلَّفُوْنَ۔ وہ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ اسم مفعول جمع ہے اس کا فاعل بیان نہیں کیا گیا پیچھے چھوڑ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے یا شیطان یا ان کی سستی یا مؤمنین ہو سکتے ہیں۔

= بِمَقْعَدِهِمْ۔ مَقْعَدٌ اسم ظرف مکان۔ مفرد۔ مَقَاعِدُ جمع۔ قَعْدَةٌ۔ قُعُوْدٌ مصدر۔ باب نصر بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر (خوش ہیں)

= خِلٰفَ۔ اس کے معنی پیچھے۔ مخالفت دونوں ہو سکتے ہیں۔ خلاف کے معنی "الٹا" بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ (۵: ۳۳) یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرف سے۔ یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔

= لَا تَنْفِرُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت نکلو۔ تم مت کوچ کرو۔ نَفَارٌ اور نُفُوْرٌ سے۔ نَفَرَ اِلَى الْحَرْبِ۔ وہ لڑائی کے لئے نکلا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۹: ۳۹) اگر نہ

نکلو گے تو خدا تم کو دردناک عذاب دیگا۔

نُفُوْرًا بمعنی نفرت اور بدکنا بھی ہے جیسے مَا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۳۵:۴۲) تو اس سے ان کی نفرت ہی بڑھی۔ یا كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (۷۴ : ۵۰) گویا وہ گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں۔

= اَلْحَرِّ۔ گرمی۔ یعنی اتنی شدید گرمی میں گھر سے نہ نکلو۔

= یَفْقَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سمجھ جاتے۔ جان لیتے۔ فِقْهٌ مصدر (باب سمع) سمجھنا۔

۹ : ۸۲ = فَلْيَضْحَكُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ ہنسیں۔

وَلْيَبْكُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ روئیں۔ دونوں فعل امر بمعنی خبر آئے ہیں یعنی سَيَضْحَكُوْنَ قَلِيْلًا وَيَبْكُوْنَ كَثِيْرًا۔ وہ تھوڑا ہنسیں گے (اس چند روزہ زندگی میں) اور زیادہ روئیں گے (ابدی زندگی آخرت میں) امر کا صیغہ اس کے حتمی اور واجبی ہونے کے بیان کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ ان کا مآل حتمی ہے ضرور ہو کر رہیگا۔

= بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ ان کے رونے اور ہنسنے کا سبب بیان کیا ہے۔

= رَجَعَكَ اللّٰهُ۔ اللہ تجھے واپس لیجائے

امام رازی کے قول کے مطابق الرجع مصیر الشئ الی المکان الذی کان فیه الرجع کسی شئے کا اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے جہاں وہ پہلے تھی۔

اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا تمہیں واپس مدینہ لیجائے۔

رَجْعٌ متعدی ہے اور رُجُوْعٌ لازم ہے گردان ہر دو کی باب ضرب سے آتی ہے۔

= اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مخلفون ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طَآئِفَةٌ گروہ۔ جماعت۔ ان مخلفون کے دو گروہ بنا دیئے۔ ایک وہ جس کا ذکر فَاسْتَاْذَنُوْكَ سے شروع ہونے والا ہے اور دوسرا جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مؤخر الذکر گروہ میں وہ شامل ہیں جنہوں نے معقول وجوہات کی بنا پر جہاد میں شرکت نہ کی لیکن پھر بھی جہاد میں اپنی عدم شمولیت پر نادم ہوئے اور توبہ کی جو بارگاہِ الٰہی میں قبول کرلی گئی۔

= فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ ای فان ردک اللّٰہ الی المدینة وفیها طائفة من المتخلفین۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ اگر تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں

تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔
= فَاسْتَاْذَنُوْكَ۔ پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے۔
= لِلْخُرُوْجِ۔ جہاد پر نکلنے کے لئے۔ خَرَجَ يَخْرُجُ (نصر) نکلنا۔
= لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا۔ تم میرے ساتھ (جہاد کے لئے) ہرگز نہ نکلو گے۔
= خَالِفِيْنَ۔ جمع خَالِفٌ کی۔ خَالِفٌ کا ایک معنی تو ہے پیچھے رہ جانے والا۔
علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خَلَفَ بمعنی فَسَدَ ہے جس طرح کہتے ہیں خَلَفَ اللَّبَنُ۔ دودھ خراب ہوگیا۔ یا اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفة اھل بیتہ۔ فلاں شخص اپنے سارے کنبے سے زیادہ فسادی ہے۔ تو آیۃ کا مطلب یہ ہوگا۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْفَاسِدِيْنَ۔ یعنی فساد کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ لیکن اکثریت نے "پیچھے رہ جانے والے" ہی ترجمہ کیا ہے۔
۹: ۸۴ = مِنْهُمْ۔ اَحَدٌ کی صفت ہے۔
= مَاتَ۔ یہ اَحَدٌ کی دوسری صفت ہے۔ مَاتَ فعل ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے یعنی ان مخلفین (خالفین) میں سے آئندہ اگر کوئی مر جائے (تو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا)
= اَبَدًا۔ ظرف متعلق نہی۔ کبھی بھی۔ یعنی یہ نہی ہمیشہ کے لئے نافذ العمل ہوگی۔
= وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ ای ولا تقم علٰی قبرہ ابدًا
= اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہے۔ یعنی یہ لوگ جن کی طرف منہم میں اشارہ کیا گیا ہے ساری عمر اللہ اور اللہ کے رسول کے منکر رہے اور اسی حالتِ فسق و کفر میں مر گئے۔
۹: ۸۵ = يُعَذِّبَهُمْ بِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اموال و اولاد کے لئے ہے۔
= تَزْهَقَ۔ وہ نکلے یا نکلیگی (باب فتح) زُهُوْقٌ سے جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور کسی شے کے مٹ جانے کے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۹: ۵۵۔
تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ۔ ان کے دم نکلیں۔ ان کی جانیں نکلیں
= وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۔ میں واؤ حالیہ ہے درآنحالیکہ۔
۹: ۸۶ = اُولُوا الطَّوْلِ۔ صاحب دولت و ثروت۔ طَوْلٌ۔ مال۔ تونگری۔ دولت، انعام وسعت۔ مقدرت۔ قدرت۔ طَالَ يَطُوْلُ (باب نصر) کا مصدر۔
= ذَرْنَا۔ ذَرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (باب سَمِعَ، فَتَحَ) سے وَذْرٌ مصدر اس سے ماضی نہیں آتی۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہمیں چھوڑ دے۔

= نَكُنْ - مضارع جمع متکلم فعل ناقص - اصل میں نَكُوْنُ تھا
= اَلْقٰعِدِیْنَ - جہاد میں شریک نہ ہونے والے - اور گھروں پر رہ جانے والے - بیمار - عورتیں اور بچے - ایسے پیچھے رہ جانے والے جن کے پاس فی الواقع کوئی معقول اور حقیقی عذر موجود تھا - بیماری وغیرہ۔
۹ : ۸۷ = لَا یَفْقَهُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهٌ سے وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں۔
۹ : ۸۸ = لٰکِنِ الرَّسُوْلُ - لٰکِنْ کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) لٰکِنَّ (مشدد) سے مخفف بنایا ہوا ہے اس صورت میں یہ حرف ابتدا ہے اور غیر عامل ہوتا ہے اسی لئے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے آیہ ہذا میں لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور فعل پر بھی جیسے مَا کَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا (۳ : ۶۷) اس صورت میں یہ استدراک کا فائدہ دیتا ہے۔
(۲) حروف عاطفہ کا کام بھی دیتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے مثلاً لٰکِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَیْكَ (۴ : ۱۶۶) لیکن یہ بھی استدراک کے لئے آیا ہے۔
(استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے حکم کے خلاف مابعد کی طرف کسی حکم کی نسبت کی جاتے اسی لئے ضروری ہے کہ لٰکِنْ (یا اسی طور لٰکِنَّ) سے پہلے کوئی ایسا حکم ہو جو پیچھے آنیوالے حکم کی نقیض یا ضد ہو۔ جیسے مَا کَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا .... حَنِیْفًا مُّسْلِمًا (مذکورہ بالا) ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھا نہ عیسائی وہ تو تمام علائق سے کٹا ہوا ایک پکا مسلم تھا)
= اَلْخَیْرٰتُ - بھلائیاں - خَیْرٌ کی جمع - مَنَافِعُ الدَّارَیْنِ
۹ : ۸۹ = اَعَدَّ - اِعْدَادٌ سے ماضی - واحد مذکر غائب - اس نے تیار کیا - تیار کر رکھا ہے۔
۹ : ۹۰ = اَلْمُعَذِّرُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - تَعْذِیْرٌ (تفعیل) مصدر - جھوٹا عذر پیش کرنے والے - مُعَذِّرٌ - وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو - اور پھر بھی وہ عذر پیش کرے - بعض علماء کے نزدیک مُعَذِّرُوْنَ دراصل مُعْتَذِرُوْنَ (باب افتعال) سے ت کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کیا اور مُعَذِّرُوْنَ ہو گیا - اس باب سے اس کے معنی ہوں گے - صحیح عذر والے۔
ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے لکھتے ہیں :۔
یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے!

مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزوری ضعیفی بے طاقتی بیان کرکے اللہ کے رسول سے اجازت لینے آتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انہیں معذور خیال فرمادیں تو اجازت دیدیں یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ ہے یعنی اہلِ عذر لوگ۔ یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملہ کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ بیٹھے رہے اور نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رک جانے کی اجازت چاہی۔

= اَلْاَعْرَابُ۔ گنوار۔ بدو۔ اعراب بادہ نشین کو کہتے ہیں۔ یہاں پر خاص کردہ قبائل مراد ہیں جو مدینہ کے اردگرد آباد تھے۔

= لِيُؤْذَنَ لَهُمْ۔ کہ ان کو اجازت مل جائے۔

= وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ یہ دوسرا گروہ تھا جو گھر بیٹھے رہے۔ اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ چلو محض ظاہرداری کے لئے ہی کوئی عذرِ لنگ پیش کردیں۔

۹:۹۱ = اِذَا نَصَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب نُصْحٌ مصدر۔ (باب فتح) جب وہ خلوص رکھیں جب وہ مخلص ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر مطیع وفرمانبردار ہوں۔

= مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ (ایسے) نیکوکاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں۔

۹:۹۲ = اَتَوْكَ۔ ماضی جمع مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئے۔

= لِتَحْمِلَهُمْ کہ تو ان کو سواری مہیا کرے۔ حَمْلٌ سے جمع مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

= تَفِيْضُ۔ وہ بہتی ہے وہ جاری ہے۔ فَيْضٌ سے باب ضرب۔ اس کا استعمال اگر آنسو اور پانی کے لئے ہو تو اس کا معنی جاری ہونے اور بہنے کے آتے ہیں۔

= الدَّمْعِ۔ آنسو۔ اشک۔ دُمُوْعٌ جمع۔

۹:۹۳ = السَّبِيْلُ۔ راہ۔ راستہ۔ کھلی سڑک۔ سُبُلٌ جمع۔ سَبِيْلُ اللّٰهِ۔ جہاد۔ طلب علم۔ حج۔ یا ہر امر خیر جس کا حکم باری تعالیٰ سے ملا ہو۔ لَيْسَ لَكَ عَلَيَّ سَبِيْلٌ۔ تم مجھ سے باز پرس نہیں کر سکتے۔ یعنی تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہیں ہے۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى۔ راہِ باز پرس صرف ان کے خلاف پائی جاتی ہے۔

= اَلْخَوَالِفِ۔ خَالِفٌ اور خَالِفَةٌ کی جمع ہے۔ خَالِفَةٌ کے معنی ہیں پیچھے رہ جانے والی عورت۔

پارہ
یعتذرون
(۱۱)
التوبة و یونس و هود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ

٩: ٩٤ = يَعْتَذِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْتِذَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ معذرت کریں گے۔ وہ بہانے بنائیں گے۔

٩: ٩٥ = اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ۔ تم ان کی طرف پھرو گے۔ تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے (ماضی بمعنی مضارع)

= لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ۔ اَعْرَضَ يُعْرِضُ اِعْرَاضٌ (افعال) عَنْ منہ موڑنا۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ درگذر کرنا۔ معاف کرنا۔

یہاں بمعنی۔ تاکہ تم ان کو معاف کردو۔ ان سے درگذر کرو۔ صرف نظر کرو۔ تعرض نہ کرو اسی معنی میں ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ (٤: ٦٣) تم ان سے اعراض برتو (درگذر کرو) اور نصیحت کرتے رہو۔

منہ پھیرنے۔ روگردانی کرنے۔ کنارہ کشی کرنے کے معنی میں آیۃ ہذا میں ہی ہے۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ۔ پس تم ان سے منہ پھیرلو۔ کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (٧: ١٩٩) اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔ نیز ملاحظہ ہو ٩: ٧٦)

= رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔

= مَاْوٰهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَاْوٰی۔ اسم ظرف اور مصدر۔ اٰوٰی يُؤْوِيْ اِيْوَاءٌ۔ (اِفْعَالٌ) اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اَوَی یاوِی (ضَرَبَ) وہ بیٹھا۔ وہ اترا۔ بصورت اسم ظرف۔ اس کے معنی ہیں ٹھکانہ۔ قیام کا مقام۔ پناہ گاہ۔ یہاں بطور اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔

٩: ٩٧ = اَلْاَعْرَابُ ۔ بدّو لوگ ۔ بادیہ نشین ۔ اعرابی ۔ نیز ملاحظہ ہو ٩: ٩
= اَشَدُّ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ بروزن اَفْعَلُ ۔ زیادہ ۔ شدید ۔ زیادہ سخت ۔ زیادہ طاقت ور۔
= اَجْدَرُ ۔ زیادہ لائق ۔ زیادہ سزاوار ۔ زیادہ حقدار ۔ زیادہ مستحق ۔ مَا اَجْدَرَهٗ وَاَجْدِرْ بِهٖ ۔ صیغہ تعجب ۔ وہ اس کے لئے کس قدر زیبا ہے ۔ جَدَارَةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے
= مَغْرَمًا ۔ اسم مصدر ۔ منصوب ۔ تاوان ۔ اَلْغُرْمُ ۔ مفت کا تاوان ۔ یا جُرمانہ ۔ وہ مالی نُقصان جو انسان کو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر اٹھانا پڑے ۔ غَرِمَ كَذَا غُرْمًا وَمَغْرَمًا ۔ فلاں نے نقصان اٹھایا ۔ اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَةً اس پر تاوان پڑ گیا ۔
قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (٥٦: ٦٦) (کہ ہائے) ہم مفت تاوان میں پھنس گئے جو مصیبت یا تکلیف انسان کو پہنچتی ہے اسے غرام کہا جاتا ہے ۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۔ (٢٥: ٦٥) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے ۔
يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا ۔ (آیہ ہذا) کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں ۔
= يَتَرَبَّصُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ تَرَبُّصٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر ۔ وہ انتظار کرتا ہے ۔ وہ راہ دیکھتا ہے ۔
= الدَّوَائِرَ ۔ دَائِرَةٌ کی جمع ۔ مصائب ۔ گردشیں ۔ (یعنی وہ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ اس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے چکر میں پھنس جاؤ ۔
= عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۔ گردشِ ایام (یا مصائب و آلام) ان ہی کے نصیب میں ہوں (بددعائیہ جملہ ہے) دعائیہ جملہ پر جب علیٰ استعمال ہو تو وہ بددعا میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔
٩: ٩٩ = قُرُبٰتٍ ۔ قُرْبَةٌ کی جمع ہے ۔ مرتبہ کا قرب ۔ خوشنودی ۔ رضا ۔ یعنی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ۔
= صَلَوٰتِ ۔ صَلوٰةٌ کی جمع ۔ دعائیں ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا ذریعہ ۔
= اَلَآ اِنَّهَا یہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی صحت کی تصدیق کی شہادت ہے ۔ اور اِنَّهَا میں ضمیر هَا واحد مؤنث غائب ۔
نَفَقَتُهُمْ ۔ (ان کا راہ خدا میں خرچ) کے لئے ہے اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ بے شک ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لئے قربِ الٰہی کا موجب ہے ۔

= سَيُعَذِّبُهُمْ ۔ میں سَ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔

۹ : ۱۰۰ = اَلسّٰبِقُوْنَ ۔ آگے پہنچنے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سَبْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ سَابِقٌ کی جمع۔

= اَلْاَوَّلُوْنَ ۔ اَوَّلُ کی جمع۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ ۔ (مہاجرین و انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان و اطاعت میں سبقت اور پہل کی) سے کون حضرات مراد ہیں ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔

۱۔ شعبی کہتے ہیں ان سے مراد وہ مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا۔

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ۔سعید بن المسیّب۔ حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی

۳۔ وہ لوگ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

اور اگر انصار کو مہاجرین سے الگ ایک طائفہ لیا جائے تو اس سے مراد وہ انصار ہوں گے جو (۱) بیعت عقبہ اولیٰ اور عقبۃ الثانیہ سے مشرف ہوئے تھے۔

(۲) جنہوں نے حضرت ابوزُرارہ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ و تعلیم پر جب وہ مدینہ تشریف آئے تھے ایمان و اسلام قبول کیا۔

بعض نے الانصار کو رآر کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو السّٰبِقُوْنَ پر عطف قرار دیا ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا (ہے وہ لوگ) جو مہاجرین میں سے سابقون اوّلون ہیں اور انصار۔ اور وہ جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کی پیروی کی ۔ تو راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ سے ۔ لیکن پہلی قرآت جمہور کے نزدیک اصح ہے

= بِاِحْسَانٍ ۔عمدگی کے ساتھ۔ احسن طریقہ سے، احسان کے معنی غیر کے ساتھ بھلائی کرنے اور کسی اچھی بات کے

۹ : ۱۰۱ = وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۔ ای ومن من حولکم من الاعراب منٰفقون ۔ اور ان اعراب میں سے جو تمہارے اردگرد بستے ہیں کچھ منافق ہیں

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۔یہ وقف معانقہ کی صورت ہے ۔

اگر علامت اوّل ∴ پر وصل کیا جاوے اور علامت ثانی پر وقف کیا جاتے تو اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُمْ پر ہوگا ۔ اور مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ صفت ہوگی منافقون کی اور تقدیر کلام یوں

ہو گی وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُنَافِقُوْنَ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے ارگرد بسنے والے بدوؤں میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ منافق ہیں جو پکے ہو گئے ہیں نفاق میں)

اور اگر علامت ؞ اول پر وقف کیا جائے اور علامت ؞ ثانی پر وصل کیا جائے تو یہ جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہوگا۔ اور تقدیر کلام یوں ہو گی! وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ (قَوْمٌ) مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں)

اور اب ترجمہ یوں ہو گا۔ اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے اردگرد بسنے والے بدوؤں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں۔

= مَرَدُوْا۔ نافرمان و سرکش ہونا۔ مَرَدَ عَلَى النِّفَاقِ۔ نفاق پر جمے رہنا۔ اَلْمَارِدُ وَالْمَرِيْدُ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔

یہ شَجَرٌ اَمْرَدُ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جو سب پتے جھڑ جانے سے بالکل ننگا ہو گیا ہو۔ اسی طرح غُلَامٌ اَمْرَدُ۔ وہ لڑکا جس کی داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو اس کا منہ سبزہ سے عاری ہو۔ اَلرَّمْلَةُ الْمَرْدَاءُ وہ ریت کا ٹیلہ جو ہر قسم کے سبزہ سے عاری ہو۔

قرطبیؒ نے لکھا ہے اصل المرد الملاسۃ ومنہ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ۔ (۲۷: ۴۴) یعنی اَلْمَرْدُ۔ اصل میں چکنا اور ہموار ہونا ہے۔ جیسے شیشے جوڑ کر صاف و ہموار کیا ہوا محل (الملاسۃ ہموار اور چکنا ہونا)

صاحب کشاف نے مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ کا مطلب تَمَهَّرُوْا فِيْهِ۔ لکھا ہے یعنی نفاق میں ماہر ہو گئے ہیں۔

۹: ۱۰۲ = اٰخَرُوْنَ۔ دوسرے لوگ۔ اور لوگ۔ اٰخَرُ کی جمع ہے۔ یعنی منافقوں کے علاوہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا (اور اپنے کئے پر نادم ہوئے کہ وہ کیوں جہاد کے لئے جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے)

۹: ۱۰۳ = تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع اٰخَرُوْنَ ہے۔ اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صَدَقَةً ہے یعنی ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے کہ اس طرح آپ ان کو پاک وصاف کر دیں گے۔

= صَلِّ عَلَيْهِمْ۔ ان کے لئے دعا کیجئے۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= سَكَنٌ۔ تسکین۔ آرام۔ راحت۔ رحمت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔

۹ : ۱۰۵ = سَتُرَدُّوْنَ۔ تم پھیرے جاؤ گے۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ ردٌّ سے مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔

= اِعْمَلُوْا۔ ای اعملوا ماشِئْتُمْ۔ جو جی چاہے تم کرو۔

۹ : ۱۰۶ = مُرْجَوْنَ۔ (ر ج و۔ ر ج ی مادہ) رجاء کنارہ۔ جیسے رجا البئر۔ کنویں کا کنارہ۔ اس کی جمع اَرْجاء ہے قرآن مجید میں ہے وَالْمَلَكُ عَلٰی اَرْجَائِهَا۔ (۶۹ : ۱۷) اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے۔ رجاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ قرآن میں ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (۷۱ : ۱۳) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے خدا کا وقار دل سے بھلا دیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا تَخَافُوْنَ کیا ہے یعنی تم کیوں نہیں ڈرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف و رجا باہم لازم و ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو ساتھ ہی اس کا ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ بھی ہوگا۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ ہمیشہ امید پائی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ (۴ : ۱۰۴) اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں۔

مُرْجَوْنَ۔ مُرْجًى۔ یعنی مُرْجَوٌ کی جمع ہے۔ اسم مفعول۔ امید و بیم کے درمیان لٹکا ہوا مُعَلَّقٌ جو نتائج کے متعلق خوف و رجا کے درمیان معلق ہیں۔ کہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہ یعنی جن کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا۔ اور اللہ کے حکم کے انتظار میں تاخیر میں پڑا ہوا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ۔ کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ان کا معاملہ ملتوی ہے۔

یہ اشارہ ہے کعب بن مالک۔ مرارہ بن الربیع۔ ہلال بن امیہ کی طرف۔ کسی شرعی عذر کے بغیر یہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان سے ہر ایک نے قطع تعلق کر لی۔ آخر پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (دیکھو آیات ۱۱۴ - ۱۱۵ سورۃ ہذا)

= اِمَّا۔ بطور حرف تفصیل آیا ہے۔ جیسے اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔ (۷۶ : ۳) ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر رہے۔

۹ : ۱۰۷ = وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا۔ اس کا عطف وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ پر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا اور ان منافقوں میں وہ لوگ بھی

ہیں) جنہوں نے ایک مسجد تیار کی۔
= ضِرَارًا - کُفْرًا - تَفْرِیقًا - اِرْصَادًا - تمام مفعول لہٗ ہیں۔ یعنی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ
(۱) مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔
(۲) اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں۔
(۳) مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے
(۴) وہ شخص جو اب تک خدا اور رسول کا دشمن چلا آرہا ہے اسے بطور کمین گاہ استعمال کیا جائے
یا یہ مصدر ہیں اور حال کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔
= ضِرَارًا۔ ضرر سے مشتق ہے۔ ایذا دینا۔ نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ضَارَّ یُضَارُّ (باب مفاعلۃ) سے مصدر۔ اِرْصَادًا گھات لگانا۔ مِرْصَادٌ و مَرْصَدٌ گھات لگانے کی جگہ۔ کمین گاہ۔ رصد مادہ۔
= مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ۔ اکثر اضافت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب بغیر اضافت کے ہوں تو ضمہ پر مبنی ہوں گے۔ جیسے آیہ ہذا میں۔ بمعنی پہلے سے۔
= وَلَیَحْلِفُنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مذکر غائب (باب ضرب) اور وہ ضرور ہی قسمیں کھائیں گے۔ (یعنی جب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ شرارت تم نے کیوں کی تو اپنی صفائی میں قسمیں کھانے لگیں گے۔
= یَشْهَدُ۔ شَهَادَةٌ۔ مصدر جس کے معنی ہیں کھول کر بیان کرنا۔ موجود ہونا۔ گواہی دینا۔ بیان کرنا۔ جاننا۔ ان سب کا باب ایک ہی ہے۔ سَمِعَ یَسمع۔ مصادر جدا جدا ہیں۔
شَهِدَ اللّٰهُ۔ قَضَى اللّٰه۔ قَالَ اللّٰه۔ بَیَّنَ اللّٰهُ۔ وَیَشْهَدُ اللّٰه۔ اللہ یہ فیصلہ دیتا ہے۔ یا کہتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔
اس آیۃ میں اس مسجد کا ذکر ہے جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر ابو عامر کے ساتھیوں نے اس کے ایماء پر مسجد قباء کے مضافات میں تیار کی تھی۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے پر رکھی گئی تھی۔ اس لئے اس کا نام ہی تاریخ میں مسجد ضرار پڑ گیا۔
۹: ۱۰۸ = لَا تَقُمْ فِیهِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو اس میں مت کھڑا ہو یعنی لَا تُصَلِّ فِیهِ اس میں نماز مت پڑھ۔

قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں قیام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کہیں رکوع کا اور کہیں سجدہ کا۔ اسے تسمیۃ الشیٔ باسم جزئہٖ (کسی چیز کو اس کے جزء کے نام سے پکارنا) کہتے ہیں۔

فیہِ کی ضمیر واحد مذکر مسجد (ضرار) کے لئے ہے۔

= مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ۔ وہ مسجد جس کی اساس (بنیاد) پہلے دن سے ہی تقویٰ پر درست کی گئی ہو۔

= اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَطَهُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو گیا۔ یعنی پاک ہونے کو (پسند کرتے ہیں)

= اَلْمُطَّهِّرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تَطَهُّرٌ مصدر۔ اصل میں المتطہرین تھا۔ تا کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ پاک ہونے والے۔ پاکیزہ رہنے والے۔

۹:۱۰۹ = اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ۔ اَسَّسَ (باب تفعیل) تَاسِيْسٌ بنیاد رکھنا۔ اس نے بنیاد رکھی۔ بُنْيَانَهٗ۔ بُنْيَانٌ۔ یعنی مَبْنِيَّةٌ۔ غُفْرَانٌ کی طرح مصدر ہے بمعنی مفعول استعمال ہوا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر دِین کے لئے یعنی مَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَ دِيْنِهٖ۔ جس نے اپنے دین کی بنیاد رکھی۔ یا مَنْ وَضَعَ اَسَاسَ مَا يَبْنِيْهِ۔ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی

= شَفَا۔ شفاء کنارہ۔ کنویں وغیرہ کے کنارے کو کہتے ہیں۔ جمع اَشْفَاءٌ (شفو مادہ) اس کا تثنیہ شَفَوَانِ آتا ہے۔ شفا قرب ہلاکت کے لئے ضرب المثل ہے۔ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (۳:۱۰۳) آگ کے گڑھے کے کنارے تک۔ اور اَشْفٰى فُلَانٌ عَلَى الْهَلَاكِ۔ فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا

= جُرُفٍ۔ ندی یا نالے کا وہ کنارہ جس کا نچلا حصہ پانی بہا کر لے گیا ہو اور اوپر کا حصہ موجود ہو۔ اسے جِرْفَةٌ کہتے ہیں۔ جُرُفٍ اس کی جمع ہے۔ اسی سے یہ قول ہے فلان یبنی علی جُرُفٍ هَارٍ۔ لا یدری ما اللیل من النہار۔ فلاں شخص دریا کے گرنے والے کنارہ پر مکان بناتا ہے۔ اس کو دن رات میں تمیز نہیں۔

جَرَفَ الشَّیْءَ (نصر) پوری چیز یا اس کا بیشتر حصہ لیجانا۔ یا جَرَفَ الطِّيْنَ۔ پھاوڑا یا بیلچہ سے مٹی کھودنا یا کھرچنا۔

= هَارٍ۔ اسم فاعل مجرور۔ هَوَرٌ۔ مادّہ۔ قریب السقوط۔ گرنے کے قریب۔

هَارٍ کی اصل هَاوِرٌ یا هَائِرٌ تھی۔ اول هَاوِرٌ کے واؤ کو یا هَائِرٌ کے ہمزہ کو نقل مکانی کر کے راء سے آخر میں کر دیا۔ یعنی راء کو مقدم کر دیا اور واؤ یا ہمزہ کو مؤخر کر دیا۔ هَارِوٌ اور هَارِءٌ ہو گیا پھر واؤ اور ہمزہ کو یاء سے بدل کر هَارِيٌ کر دیا اور حالت جر کی وجہ سے یٰ کو ساقط کر دیا اس طرح

ھَادٍ ہوگیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ھَادِرٌ کے واؤ یا ھَائِرٌ کے ہمزہ کو بغیر نقل مکانی کے تخفیفاً حذف کردیا۔ اس صورت میں را و پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آسکتے ہیں۔

بعض اہل لغت کے نزدیک ھَارٍ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اس کی اصل ھَوِرٌ یا ھَیِرٌ تھی واؤ۔ اور یاء کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا ھَارٌ ہوگیا اس صورت میں پھر اس پر تینوں اعراب آئیں گے۔

جُرُفٍ ھَارٍ موصوف و صفت مل کر مضاف شفا مضاف الیہ۔

= اِنْھَارَ۔ وہ گر پڑا۔ اِنْھِیَارٌ (انفعال) مصدر۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بانی عمارت کے لئے ہے۔ ای من اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ۔ اِنْھَارَ الْبِنَاءُ۔ عمارت کا منہدم ہونا۔ گرنا۔

= ظٰلِمِیْنَ۔ ظلم کرنے والے۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھنا (ان لوگوں نے اپنی عمارت کی بنیاد ہی غلط موقع اور غلط محل پر رکھی تھی)

۹ : ۱۱۰ = لَا یَزَالُ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ زَوَالٌ مصدر۔ فعل ناقص ہے۔ دوام اور تسلسل کا معنی دیتا ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔

= بُنْیَانُھُمْ۔ ان کی عمارت۔ بَنَوْا۔ انہوں نے بنائی۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ بِنَاءٌ مصدر۔ بنی مادہ۔

= رِیْبَۃً۔ رَیْبٌ سے اسم ہے۔ رَابَ یَرِیْبُ (باب ضَرَبَ) شبہ و گمان میں ڈالنا کسی سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھنا۔ رِیْبَۃٌ۔ شک و شبہ۔ تہمت۔ بے چینی۔ بے یقینی۔ رِیَبٌ۔ جمع۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے اس کا معنی شک و نفاق کیا ہے۔ کلبی کے نزدیک حسرت و ندامت ہے السدی اور المبرد نے اس کا مطلب غم و غصہ لیا ہے۔ یعنی یہ کیفیات ان کے منصوبہ کے ناکام ہونے اور جس عمارت پر انہوں نے اتنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اس کے منہدم ہوجانے کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھیں گی۔

= اِلَّآ اَنْ۔ بجز اس کے کہ۔ مگر یہ کہ۔

= تَقَطَّعَ۔ پارہ پارہ ہوجائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ تَقَطُّعٌ (تفعُّل) سے مضارع۔ واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَقَطَّعُ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی۔

اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُھُمْ۔ ای تجعل قلوبھم قطعا و تفرق اجزاء اما بالسیف و اما بالموت والمعنی ان ھٰذہ الریبۃ باقیۃ فی قلوبھم الی ان یموتوا علیھا۔ یہاں تک کہ ان کے دل

ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ اور ان کے اجزا ر بکھر جائیں۔ خواہ تلوار سے یا موت سے۔
مطلب یہ کہ یہ بے چینی۔ بے یقینی۔ اضطراب وحسرت وندامت کی کیفیت ان کے دلوں پر طاری رہیگی۔ حتی کہ وہ اسی حالت میں مرجائیں گے۔
= حَکِیْمٌ۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کو حکیم کہہ کر مسجد ضرار کے انہدام کے حکم کی حکمت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔
۹ : ۱۱۱ = اِشْتَرٰی۔ اس نے خرید لیا۔ اس نے خریدا۔ اِشْتَرٰی یَشْتَرِیْ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے آتے ہیں۔
= وَعْدًا۔ اسم مصدر۔
وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا۔ حَقًّا وَعْدًا کی صفت ہے۔ اور وَعْدًا بوجہ فعل محذوف منصوب ہے گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَعَدَھُمْ عَلَیْہِ (عَلٰی ذٰلِکَ الْاَمْرِ) وَعْدًا حَقًّا۔ اس بات پر اس نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے۔
عَلَیْہِ کے معنی لَازِمٌ عَلَیْہِ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی:۔
وَعَدَھُمْ وَعْدًا حَقًّا لَازِمٌ عَلَیْہِ۔ اس نے ان سے ایک سچا وعدہ کر رکھا ہے جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔
= فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ۔ یعنی اس وعدہ کا ذکر تورات۔ انجیل اور قرآن میں ہے۔
= اَوْفٰی۔ زیادہ وعدہ پورا کرنے والا۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔
= فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ۔ فَاسْتَبْشِرُوْا۔ خوشیاں مناؤ۔ بشارت پاؤ۔ اِسْتِبْشَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔
بِبَیْعِکُمْ۔ اپنے سودے پر۔ اَلَّذِیْ بَایَعْتُمُ اللہَ بِہٖ۔ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر۔ سودا کی طرف راجع ہے۔
= ذٰلِکَ۔ ای ذٰلِکَ الْبَیْعُ۔ اور یہی سودا۔
۹ : ۱۱۲ = اَلتَّآئِبُوْنَ۔ الْعٰبِدُوْنَ۔ الْحٰمِدُوْنَ۔ السَّآئِحُوْنَ۔ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ۔ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللہِ۔ سب اسم صفت کے صیغے ہیں اور مومنین کی صفت ہیں۔
التائبون سے لے کر النَّاھُوْنَ تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں حرفِ

عطف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن وَالنَّاھُوْنَ سے پہلے حرف عطف لایا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

(۱)، ایسے مواقع پر حرفِ عطف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے یہاں مزید کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ اَلنَّاھُوْنَ کا اَلْاٰمِرُوْنَ پر عطف ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں

۳۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ قریش کی لغت یہ ہے کہ سات کے عدد تک حرفِ عطف ذکر نہیں کرتے اور جب آٹھواں ذکر کرتے ہیں تو پھر حرف عطف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اَلنَّاھُوْنَ چونکہ آٹھویں صفت ہے اس لئے واؤ کا اضافہ کر دیا۔

= اَلسَّائِحُوْنَ۔ سِیَاحَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَاحَ یَسِیْحُ (ضَرَبَ) سِیَاحَۃٌ زمین پر گھومنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ سَائِحٌ واحد۔

اَلسَّائِحُوْنَ کے مفسرین نے متعدد معانی لئے ہیں۔ سیاحت کرنے والے۔ یعنی اقامت دین کے لئے جہاد میں نکلنے والے۔ کفر زدہ علاقوں سے ہجرت کرنے والے۔ دعوتِ دین۔ اصلاح خلق۔ طلبِ علمِ صالح۔ مشاہدۂ آثارِ الٰہی۔ تلاشِ رزقِ حلال کی خاطر سیاحت کرنے والے

ابن کثیر اور اکثر مفسرین سلف۔ صحابہ و تابعین نے اَلسَّائِحُوْنَ سے مراد روزہ دار لئے ہیں

= اَلنَّاھُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلنَّاھِیْ واحد۔ نَھْیٌ مصدر (باب فتح) روکنے والے منع کرنے والے۔

= اَلْمُنْکَرِ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِنْکَارٌ۔ مصدر۔ وہ قول یا فعل جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔

= بَشِّرْ۔ بَشَّرَ یُبَشِّرُ تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تو خبر کر دے۔ یہاں مُبَشَّرٌ بِہٖ اس کی عظمت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جس کی خوشخبری دی جا رہی ہے جسے فہم سمجھ نہیں سکتا اور کلام بیان نہیں کر سکتا۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ای بشر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من فعل ھذہ الافعال التسع یعنی جو مومن ان نو صفات سے متصف ہے اس کو خوشخبری دیدیں۔

۹: ۱۱۳ = مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ زیبا نہیں نبی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے

= یَّسْتَغْفِرُوْا۔ مضارع منصوب۔ جمع مذکر غائب۔ وہ مغفرت طلب کریں۔ وہ معافی مانگیں۔

= اُولِیْ قُرْبٰی۔ ای ذی قرابۃ لھم قرابت دار۔ رشتہ داری رکھنے والے رشتہ دار۔ قربٰی اسم

مصدر۔ رشتہ داری قرابت۔

= مَوْعِدَۃً ۔ اسم مصدر۔ وعدہ

= اِیَّاہُ ۔ اسی کو۔ اسی سے۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل۔ اس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ہے

= تَبَرَّاَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ تَبَرُّءٌ سے جس کے معنی بیزار ہونے کے ہیں۔ جیسے بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۔(۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

= اَوَّاہٌ ۔ نرم دل۔ بہت آہ کرنے والا۔ اَوْہٌ سے جس کے معنی آہیں بھرنے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَعَّالٌ اٰہَ یَئُوْہُ ۔ جیسے قَامَ یَقُوْمُ ۔

= حَلِیْمٌ ۔ بردبار۔ تحمل مزاج باوقار۔ حِلْمٌ کے معنی ہیں جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۹:۱۱۵ = مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ ۔ اللہ کا دستور نہیں۔ اللہ کا طریقہ نہیں کہ وہ گمراہ کردے

= مَا یَتَّقُوْنَ ۔ جن سے ان کو بچنا چاہئے۔ جن سے وہ بچیں۔ مَا موصولہ ہے۔

۹:۱۱۷ = تَابَ ۔ تَابَ یَتُوْبُ ۔ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے توبہ کی وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ اس نے معاف کیا۔ یہاں (رحمت سے) متوجہ ہونے اور معاف کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

یعنی اللہ نے رحمت سے توجہ فرمائی۔ اللہ نے معاف فرمادیا۔ تَوْبٌ اور تَوْبَۃٌ سے۔ جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے (بار بار واپس آنا) کے ہوتے ہیں۔ اور جب عَلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا ط (۲۴:۳۱) سب خدا کے آگے توبہ کرو۔ اور فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ (۲:۱۸۷) سو اس نے تمہارا قصور معاف کردیا اور تمہاری حرکات سے درگذر فرمایا۔

= تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے استطاعت رکھنے کے باوجود جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔ اس لغزش کا آپ سے مواخذہ نہ کیا گیا جیسا کہ ۹:۴۳ میں ارشاد ہوا ہے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ ۔ لیکن یہ فعل ترک افضل میں آتا ہے کہ افضل یہ تھا کہ خوب چھان بین کرکے صرف مستحق معذور لوگوں کو

پیچھے رہ جانے کی اجازت دی جاتی نہ کہ یہ کوئی ایسا قصور تھا جو قابل مواخذہ تھا (نیز ملاحظہ ہو ۹: ۴۳)
بعض کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معافی میں تبرکاً شامل کیا گیا ہے اور مقصود مہاجرین اور انصار کی شان کو اونچا دکھانا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی شان کو بلند کرنے کے لئے فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ (۸: ۴۱) میں اپنا نام تبرکاً شامل کر لیا ہے۔

= سَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔ مشکل گھڑی۔ تنگی کا وقت۔ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے جب کہ مسلمان سخت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر طویل اور کٹھن تھا۔ سواریوں کی ازحد قلت تھی، راشن انتہائی طور پر قلیل اور پینے کا پانی نہایت کمیاب تھا۔ مسلمان قلیل التعداد اور مقابلہ قیصر روم کے لشکر جرار سے تھا۔

= كَادَ۔ ماضی واحد مذکر غائب كَوْدٌ مصدر (باب سَمِعَ) افعال مقاربہ میں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر كَادَ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع کے ضرور تھا جیسے کہ آیہ ہذا میں ہے كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ گئے تھے لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ (۲: ۷۱) انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

= يَزِيْغُ۔ مضارع واحد مذکر غائب زَيْغٌ سے (باب ضرب) پھرنے لگے تھے۔ پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ كَادَ يَزِيْغُ کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ چکے تھے اگرچہ فی الواقع ابھی کج نہیں ہوتے تھے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ......کے بعد اس تکرار سے مراد تاکید ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلَيْهِمْ میں ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب فَرِيْقٍ کی طرف راجع ہو۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا۔ پھر اس نے ان لوگوں پر رحم کے ساتھ توجہ کی جن کے دل کج ہو چلے تھے (مگر انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی ہی کا ساتھ دیا)

= بِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ کے مطابق یا تو النبیّ و المھاجرین والانصار کی طرف راجع ہے یا فَرِيْقٍ کے لئے ہے

= رَءُوْفٌ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَاْفَةٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۹: ۱۱۸ = وَعَلَى الثَّلٰثَةِ کا عطف اَلنَّبِيِّ پر ہے ای وَتَابَ عَلَى الثَّلٰثَةِ اور اس نے ان تینوں کو بھی معاف کردیا۔ ان تینوں پر بھی نظر رحمت فرمادی۔

= اَلَّذِیْنَ خُلِّفُوْا۔ جن کا فیصلہ ملتوی کردیا گیا تھا۔ یعنی کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ۔ مرارۃ بن الربیع

= بِمَا رَحُبَتْ۔ میں مَا مصدریہ ہے وَضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہوگئی۔

= ضَاقَتْ۔ ضِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ تنگ ہوگئی

= رَحُبَتْ۔ رُحْبٌ سے (باب کرم) ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی۔

= مَلْجَاً۔ اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ لَجَاٌ۔ مصدر۔ پناہ پکڑنا۔ (باب فتح۔ سمع) مَلْجَأٌ بھی مصدر ہے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا۔ اور رحمت سے توجہ کی۔ تاکہ وہ بھی توبہ کریں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔

= اَلتَّوَّابُ۔ باربار توبہ قبول کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
اور اگر یہ بندہ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے کثرت سے توبہ کرنے والا۔ یعنی وہ شخص جو کہ یکے بعد دیگرے گناہ چھوڑتے چھوڑتے بالکل گناہوں کو ترک کردے۔

۹: ۱۲۰ = مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ۔ زیبا نہیں تھا درست نہیں تھا۔ مناسب نہ تھا اہل مدینہ کے لئے۔

= اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔ کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پیچھے ٹھہرے رہتے۔

= لَا یَرْغَبُوْا۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب سمع) عزیز نہ سمجھیں۔ رَغِبَ فِیْهِ۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ محبت کرنا۔ دلچسپی لینا۔ رَغِبَ عَنْ۔ منہ پھیر لینا۔ چھوڑنا۔ اعراض کرنا۔ روگردانی کرنا۔ رَغِبَ بِهٖ عَنْ غَیْرِهٖ۔ کسی کو کسی پر فضیلت دینا۔ برتری دینا۔

لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان پر فضیلت، وبرتری نہ دیں۔ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز نہ سمجھیں۔ نَفْسِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اللہ ہے

= ذٰلِكَ۔ بمعنیٰ یہ اس لئے۔

= ظَمَاٌ۔ پیاس۔ تشنگی۔ یہ ظَمِئَ یَظْمَأُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیاس لگنے کے ہیں۔ ظَمْاٰنُ بروزن فَعْلَانٌ صیغہ صفت ہے۔ پیاسا۔ تشنہ۔

= نَصَبٌ ۔ تھکان ۔ مشقت ۔ کوفت ۔ تکلیف ۔
= مَخْمَصَةٌ ۔ بھوک خمصہ الجوع ۔ بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا ۔ خَمِيْصٌ
خالی پیٹ والا ۔
= لَا يَطَئُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وَطْأٌ مصدر ۔ (باب سَمِعَ) نہیں پامال کریں گے
نہیں چلیں گے ۔
= مَوْطِئًا ۔ اسم ظرف (باب سمع) پاؤں رکھنے کی جگہ ۔ وَطَاءَةٌ ۔ مَوْطَأٌ ۔ مَوْطِئٌ پاؤں کی
جگہ ۔ وَطِئَ يَطَأُ (باب سَمِعَ) روندنا ۔
= يَغِيْظُ الْكُفَّارَ ۔ جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث بنے ۔
= لَا يَنَالُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ نَيْلٌ سے ۔ وہ نہیں پائیں گے ۔ وہ نہیں
پاتے ہیں ۔ وہ نہیں حاصل کرتے ۔ وہ نہیں کامیاب ہوتے ۔ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا
وہ دشمن سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے (از قسم قتل ۔ قیدی ۔ مال غنیمت وغیرہ ۔
= ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ .... عَمَلٌ صَالِحٌ ۔ اللہ کی راہ میں جو پیاس ۔ تکلیف ۔ بھوک وہ
اٹھاتے ہیں اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں جو کفار کو ناگوار گذرتا ہے اور ان کے غیظ و غضب کو بھڑکاتا
ہے اور ہر وہ فائدہ جو وہ دشمن پر حاصل کرتے ہیں یا اللہ کی راہ میں وہ دشمن سے جو نقصان اٹھاتے
ہیں اس ہر فعل کے بدلہ میں ان کے حساب میں نیک عمل لکھا جاتا ہے ۔
٩ : ١٢١ = وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا ۔ نہیں طے کرتے وہ کسی وادی کو ۔
= كُتِبَ لَهُمْ ۔ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے ۔ ان کے حساب میں لکھ لیا جاتا ہے ۔
= اَحْسَنَ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ۔ بہت اچھا ۔ بہترین ۔
٩ : ١٢٢ = لِيَنْفِرُوْا ۔ کہ نکل جائیں ۔ نکل کھڑے ہوں ۔ (جہاد کے لئے) یا علم دین کے حصول
کے لئے ۔ یا تبلیغ کے لئے ۔
= كَآفَّةً ۔ اسم فاعل ۔ مفرد ۔ مؤنث ۔ منصوب ۔ اس صورت میں تاء مبالغہ کے لئے ہوگی ۔
استعمال میں كَآفَّةً ۔ ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ ہوتا ہے ۔ جس کے معنی ہیں سب کے سب ۔
پورے کے پورے ۔
= لَوْلَا ۔ کیوں نہ ۔ تفصیل کے لئے ۶ : ۴۳ ملاحظہ ہو ۔
= نَفَرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب نَفْرٌ ۔ نُفُوْرٌ ۔ نِفَارٌ ۔ مصدر ۔ (باب سَمِعَ وَضَرَبَ) کیوں
نہ نکلے ۔ کیوں نہ نکل کر جائے ۔

= لِيَتَفَقَّهُوْا ۔ مضارع منصوب ۔ جمع مذکر غائب ۔ تَفَقُّهٌ مصدر ۔ تاکہ سمجھ حاصل کرتے رہیں دین کے مسائل سیکھتے رہیں۔

= لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۔ تاکہ وہ (نافرمانیوں سے بچیں ۔ ڈریں۔

اَلْحَذَرُ ۔ (سَمِعَ) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا ۔ بچنا ۔ محتاط رہنا ۔ يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ (۹:۳۹) آخرت سے ڈرتا ہے ۔

۹:۱۲۳ = يَلُوْنَكُمْ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر کُمْ ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ وَلْيٌ مصدر ۔ اباب نَصَرَ جو قوم تمہارے نزدیک بستی ہے ۔ جو تمہارے نزدیک ہیں ۔ الْوِلَاءُ وَالتَّوَالِيْ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو ۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۔ خواہ وہ قرب بلحاظ مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین و اعتقاد یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔

= وَلْيَجِدُوْا ۔ اور وہ پائیں ۔ ان کو پانا چاہئے ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔

= غِلْظَةً ۔ اسم مصدر ۔ سختی ۔ دل کی سختی ۔ قوت ۔ سخت مزاجی ۔ اَلْغِلْظَةُ ۔ کے معنی موٹاپا یا گاڑھاپن کے ہیں ۔ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۔ چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں ۔

قرآن میں ہے فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (۴۸:۲۹) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر کھڑی ہو گئی ۔ اور سخت و شدید کے معنی میں بھی آیا ہے

= ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (۳۱:۲۴) پھر ہم عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے انہیں لیجائیں گے ۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ جب کفار کے مقابلہ میں نکلو تو اپنی قوت و سطوت کا بھرپور مظاہرہ کرو اور اس شدومد سے حملہ کرو کہ دشمن کو دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ پڑے ۔

۹:۱۲۴ = اِذَا مَا ۔ جب کبھی ۔

= فَمِنْهُمْ ۔ میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب ۔ منافقین کی طرف راجع ہے جن میں سے بعض جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی تو مذاق کے طور پر مسلمانوں سے پوچھتے " کہو تم میں سے کس کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوا ہے "

= زَادَتْهُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَيُّكُمْ کی طرف راجع ہے ۔ یعنی تم میں سے کون ہے جس کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کر دیا ہے ۔ زَادَتْ کا فاعل هٰذِهٖ ہے جس کا اشارہ سورۃ کی طرف ہے ۔

= یَسْتَبْشِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ خوش ہوتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں (سورۃ کے نزول پر)

۹ : ۱۲۵ = فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ۔ یہ سورۃ ان کی نجاست میں مزید نجاست کا اضافہ کرتی ہے۔ شاعر کا یہ شعر کتنا مناسب حال ہے۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

۹ : ۱۲۶ = یُفْتَنُوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ فَتْنٌ سے۔ وہ مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

منافقین جو غفلت، اور عناد کا شکار تھے۔ ان کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے سال میں متعدد بار ایسے حالات سے دوچار کردیا جاتا جو ان کو خواب غفلت سے دوچار کردیتے۔ اسلام کے خلاف ان کی سازشیں ناکام ہوتیں۔ بے سروسامانی کے باوجود مسلمان ہر میدان میں اپنے سے طاقت در دشمنوں کو شکست پر شکست دیتے چلے جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ایسے معجزات رونما ہوتے جن کے دیکھنے کے بعد حضور کی صداقت کا یقین ہو جاتا۔

اس کے علاوہ انہیں طرح طرح کی تکالیف اور مالی خساروں میں مبتلا کیا جاتا تاکہ یہ خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ لیکن انہیں توبہ کی توفیق نہ ہوتی اور نہ نصیحت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوتی۔

۹ : ۱۲۷ = اِنْصَرَفُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چل دیتے۔ وہ پلٹ جاتے (حضورؐ کی مجلس سے) اِنْصِرَافٌ (انفعال) سے صرف مادہ۔

اَلصَّرْفُ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا یا کسی اور چیز سے بدل دینا۔ محاورہ ہے کہ صَرَفْتُهٗ فَانْصَرَفَ میں نے اسے پھیر دیا وہ پھر گیا۔

= صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے (ایمان سے یا فہم قرآن سے) یہ جملہ منافقین کے لئے بددعائیہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدا ان کے دلوں کو پھیر دے۔

= بِاَنَّهُمْ۔ میں باء سببیہ ہے۔ بدیں وجہ۔ اس سبب سے کہ اَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ۔ یہ لوگ سوءِ فہم اور عدم تدبر کا شکار ہیں۔ سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

۹ : ۱۲۸ = عَزِیْزٌ عَلَیْهِ۔ شاق گذرتی ہے اس پر۔ گراں گذرتی ہے اس پر۔ بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ عَلٰی ہو تو شاق اور دشوار کے معنی دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت

ہو تو جو ہمیشہ غالب رہے کا معنی دیتا ہے اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور جب ضرب ہو تو اس کا معنی گراں ہونے کا ہوتا ہے۔

= مَا عَنِتُّمْ۔ میں مَا موصولہ ہے عَنِتُّمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر عَنَتٌ سے۔ عَنِتَ یَعْنَتُ۔ (سمع) دشواری میں پڑنا۔ مصیبت میں ہلاک ہونا۔ یعنی تمہارا دشواری میں پڑنا یا کسی مشقت یا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر شاق گذرتا ہے۔

= حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ۔ ای حریص علیٰ ایمانکم وایصال الخیر الیکم۔ یعنی تمہارے لئے ایمان۔ بھلائی اور ہدایت کا نہایت ہی خواہشمند ہے۔

حَرِیْصٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ حرص کرنے والا۔ تلاش رکھنے والا۔ شدت سے خواہش رکھنے والا۔

اس آیت میں خطاب نہ صرف اہل عرب سے ہے بلکہ ساری دنیا کے عوام الناس سے ہے

۹ : ۱۲۹ = تَوَلَّوْا۔ انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری۔ تَوَلِّیٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

= حَسْبِیَ۔ حَسْبُ۔ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ حَسْبُ اسم فعل بمعنی کافی۔ مجھ کو کافی ہے۔ مجھ کو بس ہے۔ حَسَبَ یَحْسُبُ کا مصدر بھی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(١٠) سُوۡرَةُ يُوۡنُس (٥١)

١٠: ١ = الٓـرٰ ۔ الف ۔ لام ۔ را ۔ حروف مقطعات ہیں ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (٢: ١)

= تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۔ تِلۡكَ ۔ اسم اشارہ بعید ۔ مفرد ۔ مؤنث اٰيٰتِ مضاف الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مشارٌ الیہ ۔

یہ پُرازحکمت کتاب کی آیاتیں ہیں ۔ آیات سے مراد وہ آیات بھی ہوسکتی ہیں جو اس سورۃ میں ہیں اس سورۃ میں الکتاب سے مراد السورۃ یعنی سورۃ ہذا ہے ۔ یا آیات سے مراد آیاتِ قرآنی ہیں اور الکتاب سے مراد القرآن ہے ۔ یعنی یہ آیات قرآن کی آیات ہیں جو حکمت سے پُر ہیں ۔

اسم اشارہ بعید آیات کی عظمت شان کے لئے استعمال کیا گیا ہے ۔

= اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا ۔ میں أ استفہام انکاری کے لئے ہے ۔ کیا لوگوں کو یہ بات بہت ہی عجیب نظر آتی ہے (حالانکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) النّاس سے مراد کفار عرب ہیں

= رَجُلٍ ۔ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ ای الیٰ بَشَرٍ مِّنۡ جِنۡسِهِمۡ ۔ انہیں کی جنس سے ایک فرد ۔

= اَنۡذِرۡ ۔ اِنۡذَارٌ سے امر واحد مذکر حاضر ۔ تو ڈرا ۔

= اَنۡذِرِ النَّاسَ میں النَّاسَ سے مراد جمیع الناس ہیں

= قَدَمَ صِدۡقٍ ۔ مضاف مضاف الیہ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ۔ قَدَمٌ بمعنی پاؤں اور صِدۡقٍ کے معنی ہیں سچائی ۔ قوت ۔ خیر ۔ خلوص ۔ شرف ۔ فضیلت

قَدَمَ صِدۡقٍ کے مختلف معانی کئے گئے ہیں ۔

ا ۔ القدم ۔ السابقۃ ۔ والمعنی انھم قد سبق لھم عند اللہِ خیرٌ ۔ (رازی) یعنی القدم کے معنی

السابقة ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں ترجیح دی جائیگی۔

۲ = اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ ان کے لئے نیک اجر ہے (مجمع البیان ۔مظہری)

۳ = اَنَّ لَهُمْ مَنْزِلَةً رَفِيْعَةً۔ ان کے لئے بلند مرتبہ ہے (کشاف، بیضاوی۔ زجاج۔ روح المعانی)

۴ = اَنَّ لَهُمْ مَقَامَ صِدْقٍ۔ ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے۔ (کشاف)

۵ = قَدَمَ صِدْقٍ۔ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اور قدم سے کنایۃً مراد عمل ہے جو اقدام کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے جس طرح کنایۃً نعمت کو یَدٌ (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمال صالحہ ہوں گے۔ جو انہوں نے کئے (مدارک)

۶ = قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے (ضیاء القرآن بحوالہ مظہری وقرطبی) لیکن آیت کے سیاق وسباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔

۱۰: ۳ = اِسْتَوٰى عَلَى۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ متمکن ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۹ اور ۷: ۵۴

= الْعَرْشِ۔ عرش اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے قرآن میں ہے وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (۲: ۲۵۹) اور اس مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے عَرَشْتُ الْكَرْمَ وَعَرَشْتُهٗ (باب نصر) کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹیاں بنانا ہے اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیل کو مُعَرَّشٌ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں آیا ہے مَعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ (۶: ۱۴۱) ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے اور ٹٹیوں پر نہ چڑھائے ہوتے اور وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (۷: ۱۳۷) اور جو وہ ٹٹوں پر چڑھاتے تھے۔

یا بقول حضرت ابن عباس ومجاہد ماکانوا یبنون من القصور وغیرھا۔ محل وغیرہ جو وہ تعمیر کرتے تھے۔

اس بلندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہا جاتا ہے۔ جیسے وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزت۔ غلبہ۔ سلطنت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ ثُلَّ عَرْشُهٗ (یعنی فلاں کی عزت جاتی رہی۔

عرشِ الٰہی سے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں اور اس کی حقیقت ہمارے فہم سے بالاتر ہے وہ عام بادشاہ کے تخت کی مانند نہیں کیونکہ ذاتِ الٰہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے

بعض کے نزدیک عرش سے مراد فلک الاعلیٰ (فلک الافلاک) ہے، واللہ اعلم بالصواب،

= يُدَبِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دَبَّرَ يُدَبِّرُ تَدْبِيْرٌ (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔ تدبیر کرتا ہے۔ اَلْاَمْرَ۔ ہر کام کی۔

= شَفِيْعٌ۔ شفاعت کرنے والا۔ سفارش کرنے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔

= تَذَكَّرُوْنَ۔ ای تفکرون۔ تم کیوں نہیں غور و فکر کرتے۔ تم کیوں نہیں سوچتے۔

۱۰: ۴ = وَعْدَ اللّٰهِ۔ وَعْدَ۔ اسم و مصدر منصوب۔ مضاف اللہ مضاف الیہ (یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) یہاں وعدہ سے مراد اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ہے۔ حَقًّا اسم و مصدر۔ وعدہ کی تاکید ہے وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا۔ ای وعدکم اللہ ذلک وعدًا حقًا یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اللہ نے تم سے کیا ہے

= اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَدْءٌ مصدر (باب فتح) یہ جملہ مستانفہ (نیا) ہے۔ وہ ابتدائی تخلیق کرتا ہے۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے۔ یعنی تخلیق اول اسی نے کی

= يُعِيْدُهٗ۔ اس کو دہراتا ہے۔ اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لوٹائے گا۔

= بِالْقِسْطِ۔ ای بالعدل۔ عدل و انصاف کے ساتھ۔

= حَمِيْمٌ۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کہ اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

۱۰: ۵ = ضِيَاءً۔ چمک روشنی۔ چمکنا۔ روشن ہونا۔ اجوف واوی ہے۔ اور مہموز اللام۔ اصل میں ضِوَاءٌ تھا۔ چونکہ واؤ کا ماقبل مکسور ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل دیا۔ ضِيَاءٌ یا تو مصدر ہے۔ جیسے قَامَ سے قِيَامٌ اور صَامَ سے صِيَامٌ۔ یا ضَوْءٌ کی جمع ہے جیسے سَوْطٌ سے سِيَاطٌ اور حَوْضٌ سے حِيَاضٌ لیکن نُوْرًا (جو چاند کی صفت میں آیا ہے) سے اس کا مصدر ہونا ہی زیادہ مناسب ہے مصدر کی صورت میں بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے روشن کنندہ۔ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً۔ ای ذات ضِيَاءٍ۔ روشنی والا۔ روشن۔ درخشاں۔ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (لسان)

= نُوْرًا۔ ای ذَا نُوْرٍ (نور والا) مُنِيْرًا۔ چمکدار۔ نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو۔ (لسان العرب)

= قَدَّرَهٗ۔ قَدَّرَ يُقَدِّرُ تَقْدِيْرٌ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب۔ قَدَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْاَمْرَ۔ و قَدَّرَ اللّٰهُ لَهُ الْاَمْرَ۔ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کا فیصلہ کرنا۔ یا اس کا حکم عائد کرنا۔ قَدَّرَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ کسی چیز کو کسی دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ مقرر کرنا۔ تقدیر میں لکھ دینا۔ مقدر کر دینا۔

آیۃ ہذا میں۔ منزلیں مقرر کرنا۔ جیسا کہ قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ (۳۴ : ۱۸) اور ان میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کر دیں۔ اور وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (۳۶ : ۳۹) اور ہم نے

حساب سے چاند کی منزلیں مقرر کر دیں۔

قَدَّرَهٗ میں ضمیر ہ کا مرجع الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دونوں ہیں ایک کا ذکر کر کے دونوں مراد لینا قرآن میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (۹:۶۲) حالانکہ اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کریں۔ اس صورت میں ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا۔ اور ان دونوں کی حساب سے منزلیں مقرر کر دیں۔

بعض کے نزدیک یہ ضمیر واحد مذکر غائب الْقَمَرَ کے لئے ہے اور منازل سے مراد یہاں چاند کی مختلف منزلیں ہیں جو ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ چاند کو اس لئے مختص کیا گیا ہے کہ بہ نسبت سورج کے اس کی گردش عام فہم ہے اور اسی پر مہینے اور سال مرتب کئے جاتے ہیں اور یہی حساب شرع میں رائج ہے۔

= الْحِسَابَ۔ حساب الاوقات۔ ساعات۔ ایام۔ شہور۔ وغیرہ کا حساب۔

۱۰: ۷ = لَا يَرْجُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب رِجَاءٌ۔ مصدر۔ وہ امید نہیں رکھتے۔ یقین نہیں رکھتے۔ رجاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا يَخَافُوْنَ وہ نہیں ڈرتے۔ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف اور رجا۔ باہم لازم ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے ملنے کی توقع ہو تو ساتھ ہی اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی دامن گیر رہتا ہے اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید پائی جاتی ہے۔

= لِقَآءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری ملاقات۔ ہمارے سامنے (ان کی) پیشی۔ ہم سے (ان کی) ملاقات۔ ہمارا دیدار۔ لَقِيَ يَلْقٰى (سَمِعَ) لِقَاءٌ۔ ملنا۔ دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔ لَاقٰى يُلَاقِيْ مُلَاقَاةً۔ (باب مفاعلہ) آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔

= اٰيٰتِنَا۔ ہماری آیات۔ ہماری نشانیاں۔ مراد دلائل توحید۔ یا بقول حضرت ابن عباسؓ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن۔

= غٰفِلُوْنَ۔ غفلت برتنے والے۔ دھیان نہ دینے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ اعراض کرنے والے

۱۰: ۸ = اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ یہاں مشارٌ الیہ دو ٹولے مذکور ہوتے ہیں۔
(۱) اَلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا۔ اور اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ۔

= مَاْوٰىهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانا۔

۱۰: ۹ = جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ موصوف وصفت۔ نعمت وراحت۔ عیش و آرام کے باغات۔

۱۰: ۱۰ = دَعْوٰىهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی دعا ان کی پکار۔ ان کی صدا۔ ان کا نعرہ
= تَحِيَّتُهُمْ۔ ان کی دعائے ملاقات۔ ان کی دعائے خیر۔ تَحِيَّة کے معنی کسی کو حَيَّاكَ اللهُ (خدا تمہیں زندہ رکھے) کہنے کے ہیں۔ اصل میں یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اصل میں تحیہ حیات سے مشتق ہے پھر دعائے حیات کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔
تَحِيَّتُهُمْ۔ ان کا ایک دوسرے کو دعا رحیات دینا بھی ہو سکتا ہے اور ملائکہ کی طرف سے بھی ان کے لئے دعا رحیات ہو سکتا ہے۔
پہلی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیں گے۔ اور دوسری صورت میں (ملائکہ کی طرف سے) ان کو دعا رحیات اور سلامتی کی دعا ہوگی۔
= وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اور آخر میں وہ سب پکار اٹھیں گے:
اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۱۰: ۱۱ = يُعَجِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَعْجِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ جلدی کر دیتا۔ تعجیل کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ عجلت سے جلدی کرنا جیسے قرآن میں ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ (۲۰: ۱۱۴) قرآن کی تلاوت میں جلدی مت کرو۔ تعجیل بھی بمعنی جلدی کرنا ہے مثلاً مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ (۱۷: ۱۸) جو دنیا کی آسودگی کے خواہشمند ہیں ہم ان میں سے جسے چاہیں اور جتنا چاہیں جلدی دے دیتے ہیں (العاجلۃ بمعنی دنیاوی سازوسامان) یا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۸: ۱۶) ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔
= اِسْتِعْجَالَهُمْ اسْتِعْجَال (استفعال) مصدر۔ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ کسی کام میں جلدی کی طلب کرنا۔ عجلت چاہنا۔ مثلاً يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (۲۲: ۴۷) وہ لوگ تم سے جلدی عذاب لانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اِسْتِعْجَالَهُمْ ان کا جلدی کے لئے طلبگار ہونا
وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ۔ انسان جس طرح فائدہ کے لئے جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچانے میں جلد باز ہوتا (یعنی اگر اس کا قانونِ جزاء ایسا ہوتا کہ ہر بد عمل کا برا نتیجہ فوراً کام کر جاتے) تو اس کا وقت کب کا پورا ہو چکا ہوتا (لیکن قانون جزا نے یہاں ڈھیل دے رکھی ہے) ابوالکلام آزاد رح
= لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ۔ ان کا وقت ختم ہو گیا ہوتا۔ اور وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔

= فنذر۔ مضارع جمع متکلم وذر یذر (باب سمع) وذرٌ مصدر۔ ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای ولکن لا نجعل فنذر۔ لیکن ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

= طُغیانِہِم۔ ان کی سرکشی۔ ان کی گمراہی۔ ان کی نافرمانی۔

= یَعمَھُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَہٌ مصدر۔ (باب فتح۔ سمع) وہ سرگرداں پھرتے رہیں عَمَہٌ۔ سرگردانی۔ گمراہی میں حیرانی۔

۱۰ : ۱۲ = الضُّرُّ۔ تکلیف، بلا، سختی۔ ضرر۔ ایذا۔ اسم ہے۔ یہ بدحالی خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے۔

۲۔ یا اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بناء پر

۳۔ خواہ حالتِ ظاہری میں بوجہ مال وجاہ کی قلت کے۔

= لِجَنۡبِہٖ۔ جَنۡبٌ۔ پہلو۔ یعنی اپنے پہلو کے بل۔

= کشفنا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے دور کردیا۔ ہم نے ٹال دیا۔ (آیہ ہذا) کھولنا اور پردہ ہٹانا کے معنی میں جیسے لَقَدۡ کُنۡتَ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ ھٰذَا فَکَشَفۡنَا عَنۡکَ غِطَآءَکَ ۵۰ : ۲۲ یہ وہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ ہٹا دیا۔

= مُسۡرِفِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اِسۡرَافٌ مصدر۔ حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جانے والے بے جا بے ہودہ صرف کرنے والے۔ حدِ حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

= زُیِّنَ لِلۡمُسۡرِفِیۡنَ۔ ۱۔ یہ تزئین اللہ کی جانب سے بھی ہو سکتی ہے۔

۲۔ شیطان کی جانب سے بھی اور ۳۔ انسان کے اپنے نفسِ امارہ کی طرف سے بھی۔

۱۰ : ۱۳ = اَلۡقُرُوۡنَ۔ قَرۡنٌ کی جمع۔ وہ قومیں جن سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔ قومیں۔ امتیں۔

۱۰ : ۱۴ = لَمَّا۔ جب۔

۱۰ : ۱۵ = اِئۡتِ۔ اَتٰی یَاۡتِیۡ (ضَرَبَ) اِتۡیَانٌ مصدر۔ بمعنی آنا۔ جب اس کے صلہ میں بٖ آتی ہے تو یہ متعدی بمعنی لانا ہو جاتا ہے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَتٰی بٖ ... لانا۔ اور اَتٰی ..... ہٗ۔ کسی کو کوئی چیز پیش کرنا۔

۱۰ : = مِنۡ تِلۡقَآءِ نَفۡسِیۡ۔ تلقای۔ میری طرف سے۔ اپنی طرف سے۔ تِلۡقَآءَ = طرف۔ لِقَآءٌ سے جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ ملاقات کرنے اور آمنے سامنے

ہونے کی جگہ کو تِلقاء کہتے ہیں اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لِقاء کا اسم ہے۔ جلس تِلقاءَہٗ وہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فعل الامرَ مِن تِلقاءِ نفسِہٖ۔ اس نے اس کام کو خود کیا بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو مجبور کیا ہو۔

= اِنْ اَتَّبِعُ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ بڑا سخت دن۔ یوم قیامت۔ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (۲۲:۲) جس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیگی۔

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ عَذَابَ مضاف مضاف مضاف الیہ مل کر فعل اَخَافُ کا مفعول۔

۱۰: ۱۶ = مَا تَلَوْتُهٗ۔ میں تلاوت نہ کرتا۔ میں نہ پڑھتا اس کو (قرآن کو) تَلَوْتُ ماضی واحد متکلم

= لَاۤ اَدْرٰىكُمْ۔ لَاۤ اَدْرٰى۔ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ وہ خبردار نہ کرتا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نہ ہی وہ (اللہ تعالیٰ) آگاہ کرتا تمہیں بِهٖ اس (قرآن) سے۔

= لَبِثْتُ ماضی واحد متکلم لَبْثٌ مصدر۔ میں رہا۔ میں رہتا رہا۔

۱۰: ۱۷ = اِفْتَرٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اِفْتِرَاءٌ سے

۱۰: ۱۸ = اَتُنَبِّئُوْنَ۔ الف استفہام کے لئے ہے۔ تُنَبِّئُوْنَ جمع مذکر حاضر۔ تَنْبِئَةٌ اور تَنْبِئٌ سے۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو۔

= اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جو زمین و آسمان میں اس کے علم میں نہیں۔ (یعنی زمین و آسمان کی ہر بات تو اس کے علم میں ہے پھر تم یہ کیا بات اس کو بتاتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اس بات کا وجود ہی نہیں اور تم محض ایک بے بنیاد، من گھڑت بات بناتے ہو (اس سے کفار کی بتوں سے شفاعت کی امید کی حقیقت کی نفی قطعی طور پر مقصود ہے)

۱۰: ۱۹ = فَاخْتَلَفُوْا۔ بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنا لئے۔ بعد میں مختلف عقیدوں میں بٹ گئے۔

= كَلِمَةٌ۔ ای القضاء والتقدیر۔ ایک بات پہلے سے طے شدہ۔ ازلی حکم۔

= سَبَقَتْ (جو) پہلے سے (طے) ہو چکا ہے۔ واحد مؤنث غائب۔ باب ضرب سے۔ اسی سے مسابقہ

اور استباق آتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی چلنے میں آگے ہونے کے ہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

اگر تیرے رب کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا

۱۰: ۲۰ = لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی جانب سے۔ کفار کا ابتداء سے یہ طریق رہا ہے کہ جو نشان نازل ہو چکے ہیں ان کو تو مانتے نہیں۔ اور یہ رٹ لگائے رہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں نازل ہوا۔ نشان سے اصل مقصد ان کا اپنا مطلوبہ نشان ہے۔

۱۰: ۲۱ = اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَةٌ۔ مصدر (افعال) ذَوْقٌ (اجوف واوی) اَذَاقَ يُذِيْقُ اِذَاقَةً چکھانا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ ہم چکھاتے ہیں۔ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً۔ لوگوں کو رحمت سے نوازتے ہیں۔

= مَسَّتْهُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو پہنچی۔ ان کو لاحق ہوئی۔ مَسَّ يَمَسُّ (نصر) چھونا۔ پہنچنا۔ مَسَّ الْمَرَضُ اَوِ الْكِبَرُ فُلَانًا۔ فلاں کو بیماری یا بڑھاپا لاحق ہوا۔

= مَكْرٌ۔ اَلْمَكْرُ کے معنی حیلہ سے کسی شخص کو اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس چال سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو یہ محمود ہے ورنہ مذموم۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ اول الذکر معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں آیا ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (۳: ۵۴) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے اِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِيْ اٰيٰتِنَا۔ تو فوراً ہماری آیات میں مکروفریب کرنے لگ پڑتے ہیں یعنی ان کی الٹ تاویلیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔

(یعنی بجائے اس کے کہ تکلیف سے خلاصی اور نعمت ورحمت کی نوازش کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کریں وہ حیلہ بہانہ سے اسے یا تو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں یا ستاروں کی گردش پر اسے محمول گردانتے ہیں)

= اَسْرَعُ مَكْرًا۔ ای اسرع مكرا منكم۔ وہ اپنی چال چلنے میں تم سے بہت تیز ہے۔ یعنی جب وہ تمہاری چالوں پر سزا دینے کو آجائے تو وہ تم سے بہت تیز تر ہے

= رُسُلَنَا۔ ہمارے رسول۔ ہمارے فرستادہ۔ یعنی فرشتے۔ کراماً کاتبین۔

= مَا تَمْكُرُوْنَ۔ جو فریب تم کر رہے ہو۔ جو چالیں تم چل رہے ہو۔

۱۰: ۲۲ = يُسَيِّرُكُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
وہ تم کو سیر کراتا ہے ۔ تم کو لئے پھرتا ہے ۔ تَسْيِيْرٌ (تفعیل) مصدر
= الفُلْكُ ۔ کشتی ۔ جہاز ۔ یہ لفظ مؤنث ۔ مذکر ۔ واحد ۔ جمع سب کے لئے آتا ہے ۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے ۔
= جَرَيْنَ ۔ ماضی جمع مؤنث غائب ۔ جَرٰى يَجْرِىْ (ضَرَبَ) جَرْیٌ سے ۔ وہ چلیں ۔ وہ جاری ہوئیں ۔ وہ رواں ہوئیں ۔
= بِهِمْ ۔ ان کو لے کر ۔
= بِرِيْحٍ ۔ میں ب سببیہ ہے ۔ ریح طیبہ کی وجہ سے ۔ یعنی موافق ہوا کی وجہ سے ۔ رِيْحٌ عَاصِفٌ کی ضد ہے ۔
= فَرِحُوْا بِهَا ۔ وہ اس موافق ہوا کی وجہ سے شاداں وفرحاں ہیں ۔
= رِيْحٌ عَاصِفٌ ۔ بادِ تند ۔ آندھی ۔ عَاصِفٌ ۔ عَصَفَ يَعْصِفُ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ۔ عَصَفَتِ الرِّيْحُ ۔ ہوا تیز چلی ۔ عَصَفَ الرَّجُلُ ۔ آدمی تیز دوڑا ۔
= اُحِيْطَ بِهِمْ ۔ ان کو گھیر لیا گیا ہے ۔ اُحِيْطَ ۔ اَحَاطَ يُحِيْطُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب
= مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ خَالِصَةً ۔ اسی کی اطاعت کرتے ہوئے ۔ اطاعت وعبادت میں خَالِصَةً اسی کے بن کر ۔ بلا شرکت غیرے اسی کی اطاعت میں ہو کر ۔
یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے ۔ پھر وَجَرَيْنَ بِهِمْ سے لے کر اگلی آیت تک غیب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے ۔ یہ خطاب سے غیبت کی طرف انتقال اظہارِ ناراضگی اور بُعد کے لئے ہے
= اَنْجَيْتَنَا ۔ تو ہمیں بچالے ۔ تو ہمیں نجات بخشے ۔ تو ہمیں چھٹکارا دلادے ۔ اَنْجٰى يُنْجِىْ اِنْجَاءٌ (افعال) رہائی دلانا ۔ نجات دلانا ۔
= مِنْ هٰذِهٖ اى من هذه الاحوال ۔ من هذه الريح العاصف ۔ ان مصائب وشدائد سے ۔ اس بادِ تند (طوفان) سے ۔
۱۰: ۲۳ = اَنْجٰهُمْ ۔ اس نے ان کو نجات دلائی ۔ اس نے ان کو بچالیا ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔
= اِذَا ۔ یہاں اور آیہ (۲۱) اِذَا لَهُمْ مَكْرٌ ۔ میں بطور حرف مفاجاۃ استعمال ہوا ہے ۔ تو ۔ لو ۔ اچانک (اچانک اپنا رویہ بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں) اس کو اذا الفجائیۃ بھی کہتے ہیں خَرَجْتُ فَاِذَا اَسَدٌ بِالْبَابِ ۔ میں نکلا تو اچانک دروازہ پر شیر تھا ۔
= يَبْغُوْنَ ۔ بَغٰى يَبْغِىْ بَغْىٌ (باب ضَرَبَ) زیادتی کرنے لگتے ہیں ۔ سرکشی کرنے لگتے ہیں

بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
اصل میں يَبْغِيُوْنَ تھا۔ ی کی حرکت ماقبل کو دی۔ ی اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ اسی باب سے چاہنا اور طلب کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔
بغیٔ کا تعلق فعل محمود اور فعل مذموم دونوں سے ہے۔
محمود اس طرح کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرنا۔ مثلاً مزدور کو زیادہ مزدوری دینا۔
اور مذموم اس طرح کہ حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ قرآن میں پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ظلم۔ گناہ۔ حسد۔ زنا۔ طلب و تلاش
= اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔ تحقیق تمہاری سرکشی کا (وبال) تمہیں پر پڑے گا۔ تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف جائے گی۔
= نُنَبِّئُكُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم آگاہ کریں گے۔ ہم تم کو جتلادیں گے یعنی جتلانے کے بعد سزا دیں گے۔

۱۰: ۲۴ = اِخْتَلَطَ۔ اختلاط سے (باب افتعال) وہ مل گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
بِهٖ ای بالماء (بارش کے) پانی کے ساتھ۔
= نَبَاتُ الْاَرْضِ۔ زمین کا سبزہ۔ اگنے والی ہر چیز۔ نَبَتَ يَنْبُتُ (نصر) اگنا۔ اگانا۔
= فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ۔ زمین سے اگنے والا سبزہ جس میں سے بعض کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں بارش کے پانی سے مل گیا (اور بکثرت اگ آیا)
= زُخْرُفَ۔ ملمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ کسی شے کے کمالِ حسن کو زخرف کہتے ہیں۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے ہو تو جھوٹ سے آراستہ اور ملمع سازی کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶:۱۱۲) ملمع کی باتیں۔ فریب کی باتیں۔
= اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا۔ وَازَّيَّنَتْ زمین اپنے ہرے بھرے زیوروں سے آراستہ ہوئی
اِزَّيَّنَتْ۔ اصل میں باب تفعل سے تَزَيَّنَتْ تھا۔ تا کو زا میں مدغم کیا۔ زا ساکن ہو گئی اس سے قبل ہمزہ وصل لایا گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَزَيُّنٌ زینت پانا۔ آراستہ ہونا۔
اِزَّيَّنَتْ وہ (زمین انواع و اقسام کی نباتات سے) آراستہ و پیراستہ ہو گئی۔ مزین ہو گئی۔
= اَهْلُهَا۔ اہل زمین۔ زمین کے باسی۔
= اَنَّهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَيْهَا۔ کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ قدرت و قبضہ رکھتے ہیں۔ هَا ضمیر واحد مؤنث

غائب الارض کی طرف راجع ہے۔ مراد اس سے وہ نباتات جو اس پر اگی ہوئی ہے۔ یعنی اہل زمین خیال کرنے لگے کہ یہ زمین اور اس پر ہمہ نوع نباتات ان کے قبضۂ قدرت میں ہے۔
= اَتٰھَآ اَمْرُنَا۔ اِذَا کا جواب ہے۔ یعنی جب زمین اپنے جوبن پر آگئی۔ اور اہل زمین اس پر اپنا مکمل قبضہ خیال کر کے اترانے لگے تو اچانک ہمارا حکم آپہنچا عذاب کی صورت میں۔
= لَیْلًا اَوْ نَھَارًا۔ رات کے وقت یا دن کے وقت۔ اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہمارے حکم کو وقوع پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ خواہ دن ہو یا رات اور وہ سب جاگ رہے ہوں یا سب سو رہے ہوں۔
= فَجَعَلْنٰھَا۔ میں ھَا ضمیر الارض کی طرف راجع ہے لیکن اس سے مراد زمین پر کی نباتات ہے جو اس کی آرائش وزیبائش کا باعث تھی۔ جَعَلْنَا ھَا۔ بنا ڈالا ہم نے اس کو۔
= حَصِیْدًا۔ حَصَدَ یَحْصِدُ وَ یَحْصُدُ (باب ضرب ونصر) حِصَادٌ وحَصَادٌ فصل کاٹنا حَصِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ مفعول۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جڑ سے کٹی ہوئی کھیتی۔
= لَمْ تَغْنَ۔ تَغْنَ اصل میں تَغْنٰی تھا۔ لَمْ کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا۔ مضارع نفی بَلَمْ صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع منفی بمعنی ماضی منفی۔
غَنِیَ یَغْنٰی (باب سَمِعَ) غَنِیَ بالمکان۔ کسی جگہ ٹھہرنا۔ بسنا۔ رہنا۔ کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ۔ گویا وہ کل یہاں تھی ہی نہیں۔ اَمْسِ کل گذشتہ۔
= کَاَنْ۔ جیسے کہ۔ گویا کہ۔

۱۰: ۲۵ = دَارِ السَّلٰمِ۔ سلامتی کا گھر۔ یعنی جنّت۔

۱۰: ۲۶ = اَحْسَنُوْا۔ انہوں نے بھلائی کی۔ انہوں نے احسان کیا۔
اِحْسَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ یعنی جس کام کے کرنے کا حکم تھا اس کو بجا لائے۔ اور جس سے منع کیا گیا اس سے باز رہے۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یہ کی ہے:۔
اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے جیسا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو اس طرح کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔
= اَلْحُسْنٰی۔ حُسْنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اچھی۔ عمدہ نیک جزا ای اَلْمَنْزِلَۃُ الْحُسْنٰی۔ یعنی جنّت۔

= وَزِيَادَةٌ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یعنی دیدار الٰہی۔
= لَا يَرْهَقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب، رَهْقٌ مصدر (باب سمع) نہیں چھائیگا۔ رَهْقٌ چھا جانا۔ پالینا۔ ایک شے کا دوسری شے پر زبردستی چھا جانا۔
= قَتَرٌ۔ غبار۔ (الفرائد الدریۃ) قَتَرٌ وقُتَارٌ کے اصل معنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں ہے۔ کنجوس آدمی بھی مال دینے کی بجائے گویا دھواں دے کر بہلاتا ہے۔ یہاں مراد سیاہی سے ہے (المفردات) کنجوسی بخیلی، اسراف کی ضد ہے۔ یہاں غبار ہی زیادہ موزوں ہے (رسوائی و ذلت کا غبار۔ (ضیاء القرآن) وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ۔ اور ان کے چہروں پر نہ رسوائی کا غبار چھایا ہوگا اور نہ ذلت کا (اثر ہوگا)

۱۰: ۲۷ — وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اس کا عطف لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا پر ہے ای وَلِلَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اور سیئات سے مراد برائیاں از قسم کفر و شرک۔
= جَزَاءُ۔ یہاں بمعنی سزا کے ہے۔ یا بمعنی بدلہ۔
= بِمِثْلِهَا۔ باء زائدہ ہے۔ یا متعلق بجزاء ہے۔
جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا۔ برائی کی سزا اس برائی جیسی ہی ہوگی۔ یعنی یہ لوگ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے یہاں اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کریں گے اور برائی کا بدلہ اس سے زیادہ نہیں بلکہ اس کے برابر ہی دیں گے بخلاف اپنی اس کرم نوازی کے جو احسان کرنے والوں پر فرمائی تھی وہاں نیکی بدلہ الحسنیٰ سے دے کر فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔
= عَاصِمٍ۔ بچانے والا۔ حفاظت کرنیوالا۔ روکنے والا۔ عِصْمَةٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے اور روکنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مالهم من اللّٰه من عاصم ای لا يعصمهم احد من عقابه۔ کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیگا۔
= كَاَنَّمَا۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ما زائدہ۔ ما کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ كَاَنَّ کا لفظی تصرف باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔ گویا کہ
= اُغْشِيَتْ۔ اِغْشَاءٌ (افعال) سے ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ ڈھانک دی گئی۔ (ان کے چہرے ڈھانک دیئے گئے ہیں)
= قِطَعًا۔ قِطْعَةٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔ مِنَ الَّيْلِ۔ قِطَعًا کا بیان ہے۔
= مُظْلِمًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِظْلَامٌ (افعال) مصدر۔ تاریکی میں پڑا ہوا۔ تاریک۔ ظُلْمَةٌ اندھیرا ظُلُمٰتٌ جمع۔ مُظْلِمًا۔ الَّيْلِ سے حال ہے۔

= كَاَنَّمَا اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا۔ ترجمہ ہوگا۔ گویا کہ ان کے چہرے ڈھانپ دیئے گئے ہیں تاریک رات کے ٹکڑوں سے۔

صاحب تفسیر مظہری نے ترجمہ کیا ہے:۔

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

١٠:٢٨ = مَكَانَكُمْ۔ ای الزموا مكانكم ولا تبرحوا۔ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ اپنی اپنی جگہ کو مت چھوڑو۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔

= زَيَّلْنَا۔ زَيَّلَ يُزَيِّلُ تَزْيِيْلٌ۔ (تفعیل) متفرق اور پراگندہ کرنا۔ زَيَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے جدا کر دیا۔ ہم نے تفریق کر دی۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ پھر ہم ان کے باہمی تعلقات منقطع کر دیں گے۔ ماضی بمعنی مضارع زَيْلٌ مادہ۔

= مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ه مَا۔ نافیہ ہے۔ تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

١٠:٢٩ = اِنْ۔ اِنَّ سے مخفف ہے اور لَغَافِلِيْنَ میں لام اِنْ مخففہ اور نافیہ میں فرق کے لئے آیا ہے۔

١٠:٣٠ = هُنَالِكَ۔ تب۔ ظرف مکان ہے مجازاً یہاں بطور ظرف زمان استعمال ہوا ہے بطور ظرف مکان مطلب ہوگا۔ وہاں۔ میدان حشر میں

= تَبْلُوْا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ بَلَاءٌ سے۔ ہر جان آزما لیگی۔ جان لیگی۔ خبر پالے گی۔ بَلْوٌ مادہ۔

= مَا اَسْلَفَتْ۔ یعنی جو اعمال اس نے آگے بھیجے تھے۔ اَسْلَفَتْ ماضی واحد مؤنث غائب وہ پہلے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔

= رُدُّوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ وہ واپس لائے جائیں گے۔ اس کا عطف زَيَّلْنَا پر ہے۔ اور ضمیر جمع مذکر غائب الذین اشرکوا کے لئے ہے۔

= ضَلَّ عَنْ۔ ذَهَبَ عَنْ۔ چھوڑ جائیں گے۔ ان سے کھو جائیں گے۔

= مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ جو انہوں نے من گھڑت خود ساختہ (معبود) بنا رکھے تھے۔ یا جو افترا۔ وہ باندھا کرتے تھے۔ وہ ان سے گم ہو جائیگا۔ وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔

١٠:٣١ = اَمَّنْ۔ اَمْ مَنْ۔ یا کون۔ بھلا کون۔

= السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ۔ سمع سے مراد قوت سماعت بھی ہے۔ اور کان بھی۔ اسی طرح البصار سے مراد بینائی بھی ہے اور آنکھیں بھی۔ اَبْصَار بَصَرٌ کی جمع ہے۔

= یُدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ کارخانہ ہستی کے جملہ امور کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔
دَبَّرَ یُدَبِّرُ تَدْبِیْرٌ۔ (تفعیل) تدبیر کرنا۔ چلانے کا انتظام کرنا۔
= اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ الھمزۃ للانکارالواقع۔ ہمزہ انکار واقع کے لئے ہے۔ ف حرف عطف ہے اور عبارت محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اذا اعترفتم بربوبیتہٖ جب تم اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو کیوں نہیں تقویٰ اختیار کرتے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا یا بچنا کے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ عَذَابَہٗ پھر اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔
دوسری صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ الشِّرْكَ فِی الْعُبُوْدِیَّۃِ۔ تو پھر اس کی عبادت میں شرک کرنے سے کیوں نہیں بچتے۔
۱۰: ۳۲ = اَلْحَقُّ۔ رَبُّکُمْ کی صفت ہے۔
= مَاذَا۔ ما استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی۔ یعنی کیا ہے۔ کون ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے۔
= فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔ اَنّٰى اسم ظرف ہے۔
(۱)۔ جب ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰى۔ جب۔ جس وقت۔
(۲)۔ اگر ظرف مکان ہو تو بمعنی اَیْنَ۔ جہاں۔ کہاں۔ ہوتا ہے۔
(۳)۔ اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ۔ کیسے۔ کیونکر۔ ہوتا ہے
آیت ہذا میں ۲۔ اور ۳۔ ہر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو۔ یا تم کیسے بھٹکائے جا رہے ہو۔ تُصْرَفُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے تم پھیرے جاتے ہو۔ تمہیں پھیر دیا جا رہا ہے۔ صَرْفٌ۔ سے بمعنی پھرنا۔ اس سے تَصْرِیْفٌ پھیرنا۔ بدلنا (باب تفعیل سے)
۱۰: ۳۳ = کَذٰلِكَ۔ اسی طرح۔
= فَسَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے فسق کیا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

یعنی جس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ حق نہ ہوگا تو نتیجۃً گمراہی ہوگی۔ اسی طرح تیرے رب کا فرمان فاسقوں کے بارہ میں پورا ہو کر رہیگا۔ کہ یہ چونکہ حدود شریعت سے نکل گئے ہیں لہٰذا اب یہ ایمان لانے سے رہے۔ یعنی اب یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اَنَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ بدل ہے الکلمۃ کا۔
۱۰: ۳۴۔ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ۔ ہے کوئی تمہارے خود ساختہ معبودوں میں سے؟
= مَنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتدائی تخلیق کرے۔ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ۔ پھر (فنا کے بعد) اس کا اعادہ

کرے۔ یعنی دوبارہ پیدا کر دے۔

یہ سوال استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معبودانِ باطل میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

= تُؤْفَكُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَفَكَ يَأْفِكُ (ضَرَبَ) اَفِكَ يَأْفَكُ (سَمِعَ) جھوٹ بولنا۔ اَفَكَهٗ عَنْ رَأْيِهٖ۔ کسی کو اپنی رائے سے پھیر دینا۔

اِفْكٌ کے اصلی معنٰی کسی شئے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنا ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

تُؤْفَكُوْنَ۔ تم کدھر پھیرے جا رہے ہو۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ گوئی کی طرف۔ اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔

١٠ : ٣٥ = لَا يَهِدِّيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اصل میں يَهْتَدِيْ تھا۔ یعنی وہ ہدایت نہیں پاتا ہے۔ وہ راہ نہیں پاتا ہے۔

= يُهْدٰى۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کو ہدایت کی جائے۔ اس کی رہنمائی کی جائے

= لَا يَهِدِّيْ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى۔ جو از خود راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ الھدی سے یہاں مراد نقل و حرکت ہے چنانچہ جب کسی عورت کی ڈولی اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو کہتے ہیں اھدیت المرأۃ الی زوجھا ھدی۔

اسی طرح قربانی کو جو حرم کی طرف لے جائی جاتی ہے الھدی کہتے ہیں۔ اور تحفہ کو ہدیہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسرے دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتا ہو۔ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ فلان یھادی بین اثنین۔ پس جب ثابت ہو گیا کہ الھدی کے معنی نقل و حرکت کے ہیں۔ تو اس آیہ کے معنی یہ ہوئے کہ جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ اسے اٹھا کر وہاں لیجایا جائے۔

= فَمَا لَكُمْ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

= كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُكْمٌ۔ تم حکم کرتے ہو۔ تم فیصلہ کرتے ہو۔

١٠ : ٣٦ = لَا يُغْنِيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَغْنٰى يُغْنِيْ اِغْنَآءٌ (اِفْعَالٌ) فائدہ نہیں دیگا بے نیاز نہیں کرے گا۔ اَغْنٰى عَنْ۔ کسی چیز سے بے نیاز کرنا۔ اس کا قائم مقام ہو کر اس کی ضرورت پوری کرنا

١٠ : ٣٧ = مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

ماکان ھذا القراٰن لان یفتری من دون اللہ۔ جیساکہ قرآن میں آیا ہے وماکان المؤمنون لینفروا کافۃ (۹: ۱۲۲) ایسا نہیں ہوسکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے۔

اس آیت کا مطلب ہوگا کہ یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔

افتراء بمعنی اختلاق۔ گھڑنا۔ یعنی کسی اور کا خود ساختہ ہو۔ کان فعل ناقص۔ ھٰذا اسم کان۔ القرآن تعریف اسم۔ ان یفتری خبر اول کان من دون اللہ خبر ثانی۔

= ولٰکن تصدیق الذی بین یدیہ۔ تصدیق۔ کا نصب دو وجہ سے ہوسکتا ہے!

(۱) کہ اس سے قبل کان مقدر ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یا

(۲) اس سے قبل فعل انزلہٗ محذوف ہے اور یہ فعل محذوف کی علت ہے۔ یدیہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القراٰن ہے۔

= تفصیل الکتٰب۔ تفصیل کا نصب بھی مثل تصدیق کے ہے۔ الکتٰب سے مراد وہ اصولی تعلیمات۔ حقائق و شرائع جو تمام کتب آسمانی کا لب لباب ہیں۔

= لاریب فیہ۔ یعنی اس کے من رب العٰلمین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۱۰: ۳۸ = ام۔ کیا۔ استفہام انکاری ہے۔

= قل فاتوا۔ ای قل ان کان الامر کما تقولون فاتوا ...... الخ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ اگر حقیقت الامر وہی ہے جو تم کہتے ہو تو لے آؤ۔

= وادعوا۔ للمعاونۃ۔ اپنی معاونت کے لئے بلالو۔

۱۰: ۳۹ = بل۔ بلکہ۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)۔

آیۃ ہذا میں اس کا استعمال ماقبل کے ابطال کے لئے ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ کلام من گھڑت اور خود ساختہ ہے (ام یقولون افترٰىہ) اور مابعد کے اثبات کے لئے کہ (حقیقت یہ ہے) وہ اس کلام کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے اور نہ ہی اس کلام کا انجام (جس کی وہ خبر دیتا ہے) ابھی تک ان کے سامنے آیا ہے۔

= کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ۔ کذبوا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جھٹلایا (باب تفعیل) ب تعدیہ کے لئے ہے اس صورت میں مطلب ہوگا۔ کذبوا ب انہوں نے جھٹلایا اور اس سے اگلا جملہ ما لم یحیطوا بعلمہ (مفعول ہوگا۔ انہوں نے جھٹلایا (اس کلام کو) جس کے علم کو وہ احاطہ ادراک میں نہ لاسکے (ہ ضمیر القرآن کے لئے ہے) ما موصولہ ہے لم یحیطوا۔ مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی۔ انہوں نے احاطہ نہ کیا۔ وہ حاوی نہ ہوتے۔ انہوں نے پوری طرح نہ جانا۔ علمہٖ مضاف۔

مضاف الیہ۔ اس کے علم کو (یعنی قرآن حکیم کے جملہ علوم کو) یعنی اس چیز (قرآن حکیم) کو جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے۔ انہوں نے جھٹلادیا۔ اس کا انکار کردیا۔ یا انہوں نے تکذیب کی اس چیز کی جس کے معارف پر وہ مکمل آگہی حاصل نہ کرسکے۔

= لَمَّا۔ حرف نفی۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد یہ مسلسل ہوتی ہے (ابھی تک نہیں) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

= تَاۡوِیۡلُهٗ۔ تَاۡوِیۡلٌ (تفعیل) اَوۡلٌ سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آتے اسے مَوۡئِلٌ کہتے ہیں (یعنی جائے بازگشت) کہا جاتا ہے۔ لوٹ آنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

بَلۡ لَّهُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ یَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖ مَوۡئِلًا۔ (۱۸: ۵۸) بلکہ ان کے لئے ایک مقررہ وقت ہے بدوں جس کے وہ کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔

پس تَاۡوِیۡلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا۔ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ (۳: ۷) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

غایت عمل کے متعلق ہے هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِیۡلَهٗ یَوۡمَ یَاۡتِیۡ تَاۡوِیۡلُهٗ (۷: ۵۳) کیا اب صرف وہ اس کی تاویل یعنی وعدۂ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدۂ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ یعنی اس دن سے جو غایتِ مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہوجائے گی۔

آیۃ ہذا میں اسی عملی غایت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ابھی تک وہ اجر و ثواب یا سزا و عذاب جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا ہے پردۂ غیب میں مستور ہے اور ابھی تک اس کا وقوع نہیں ہوا۔

اور ترجمہ آیت ہذا کا ہوگا۔ جس کی حقیقت یا انجام کار ابھی تک ان پر ظاہر بھی نہیں ہوا۔

۱۰: ۴۱ = بَرِیۡٓـُٔوۡنَ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بریٔ الذمہ۔

۱۰: ۴۲ = یَسۡتَمِعُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسۡتِمَاعٌ (افتعال) سے وہ سنتے ہیں)۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں۔

= تُسۡمِعُ۔ اِسۡمَاعٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو سناتا ہے۔ تو سنائیگا۔

= الصُّمَّ۔ جمع۔ اس کا واحد اَصَمُّ ہے۔ اس کی مؤنث واحد صَمَّآءُ ہے۔ دونوں کی جمع صُمٌّ و صُمَّانٌ

ہے صَمَّ یَصَمُّ صَمَمًا وَصَمًّا اونچا سننا۔ بالکل نہ سننا۔ بہرہ ہونا۔
۱۰:۴۳ = عُمْیٌ۔ اندھے۔ آنکھوں سے اندھے یا دل کے اندھے۔ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اَعْمٰی کی جمع۔ عَمْیَاءُ واحد مؤنث۔ ہر دو کی جمع عُمْیٌ ہے۔ عَمِیَ یَعْمٰی (سَمِعَ) عَمًی۔ اندھا ہونا۔ دل کا اندھا ہونا۔

۱۰:۴۵ = یَوْمَ۔ ای اذکر یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کرو اس دن کو
= یَحْشُرُهُمْ۔ جب وہ ان کو اکٹھا کریگا۔
= کَاَنْ۔ گویا کہ۔ کَاَنْ اصل میں کَاَنَّ ہی تھا۔ اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ساقط ہو جاتا ہے۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے اور نہ خبر کو رفع جو کَاَنَّ کا خصوصی عمل ہے
= لَمْ یَلْبَثُوْا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں رہے۔ لَبْثٌ (باب سَمِعَ)
= یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) لیکن ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے۔ اس سے اور رنج و صدمہ بڑھے گا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہوا کرتی ہے۔
اور جس دن ایسا ہوگا کہ اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کریگا۔ اس دن انہیں ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) اس سے زیادہ نہیں ٹھہرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھہر جائیں (ترجمان القرآن)

= قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ۔ اس میں مَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ۔ صفت ہے اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ کی۔ اور ترجمہ یوں ہوگا:۔
تحقیق گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور وہ ہرگز ہدایت یافتہ نہ تھے۔ (راہ راست پر نہ تھے) (تفہیم القرآن۔ ضیاء القرآن)
یا: ترجمہ یوں ہوگا۔ جن لوگوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور راہ ہدایت سے انکار کیا وہ سخت گھاٹے میں رہے۔ (عبد اللہ یوسف علی)
۱۰:۴۶ = اِمَّا۔ اگر۔ یا۔ خواہ۔
= نُرِیَنَّكَ۔ نُرِیَنَّ۔ مضارع۔ جمع متکلم بانون ثقیلہ۔ كَ۔ ضمیر مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر۔ یا۔ خواہ)

ہم تجھے دکھادیں۔

= نَعِدُ هُمْ۔ مضارع جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم وعدہ عذاب کرتے ہیں وَعْدٌ مصدر (باب ضرب)

= نَتَوَفَّيَنَّكَ۔ مضارع جمع متکلم با نون تاکید ثقیلہ تَوَفِّيْ مصدر۔ (باب تفعّل)، ہم تیری زندگی پوری کردیں۔ ہم تیری روح قبض کرلیں۔ ہم تجھے وفات دیدیں۔

= ثُمَّ۔ واؤ کے معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے بعض نے اسے فتح سے پڑھا ہے۔ ثَمَّ بمعنی وہاں۔ ثُمَّ پھر۔

= شَهِيْدٌ بمعنی شَاهِدٌ۔ گواہ۔ علم رکھنے والا۔ یا اس سے مراد مقتضائے شہادت ہے یعنی عقاب۔ یعنی ثُمَّ اللّٰهُ يُعَاقِبُ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افعال کا بدلہ دیں گے۔

کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے آتے ہیں۔ جیسے فرمایا وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا (۱۲: ۲۶) اس کے قبیلہ میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن برے نتائج یا عذاب سے ہم ان کو ڈرا رہے ہیں ان میں سے بعض نتائج کو بھگتنا۔ ہم خواہ آپ کو (آپ کی زندگی میں ہی) دکھادیں یا اس سے قبل ہی آپ کو اٹھالیں (اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) بہرصورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کررہے ہیں (اس لئے وہ نتائج سے بچ نہیں سکیں گے آپ کے جیتے جی نہیں تو آپ کے بعد یہاں نہیں تو آخرت میں اپنے کئے کا بدلہ ضرور پاکر رہیں گے)

۱۰: ۴۷ = قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ۔ (تو پھر) ان کے درمیان فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت اتمام حجت ہے پھر کوئی امت عذر پیش نہیں کرسکتی کہ ہمارے پاس کوئی راہ ہدایت دکھانے والا آیا ہی نہ تھا۔

یا بَيْنَهُمْ سے مراد بین امۃ ورسولٍ ہے کہ باوجود لوگوں کے ظلم و تشدد کے دعوت حق کو روکنے کے۔ حق فتح مند ہوگا اور باطل نامراد۔

۱۰: ۴۸ = اَلْوَعْدُ: دھمکی۔ عذاب کا وعدہ۔ اکثر جگہ روز قیامت مُراد ہے۔ اسم و مصدر مرفوع معرف باللّام ہے

۱۰: ۴۹ = اَجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ وقتِ مُعَيَّن۔

= لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ دیر نہیں کرسکتے۔ وہ تاخیر نہیں کرسکتے۔

اِسْتَاخَرَ یَسْتَاخِرُ اِسْتِئْخَارٌ (استفعال) اَخَرٌ مادہ۔

= لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِقْدَامٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ اول نہیں ہو سکتے ۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے ۔ وہ تقدیم (تاخیر کی ضد) نہیں کر سکتے ۔

۱۰ : ۵۰ = اَرَاَیْتُمْ ۔ اس میں بلفظ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے ۔ ماضی جمع مذکر حاضر کیا تم نے دیکھا ۔ کیا تم نے سوچا ۔ کیا تم نے غور کیا ۔ بمعنی اَخْبِرُوْنِیْ ہے (بھلا) مجھے بتاؤ تو سہی

= بَیَاتًا ۔ رات میں آپڑنا ۔ رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا ۔ شبخون مارنا ۔ رات کو آنا ۔ جیسے فَجَآءَھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ (۷ : ۴) پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت (جب کہ وہ سوتے تھے) یا (دن کو) جب وہ قیلولہ (دن کا آرام) کرتے تھے ۔

بَیْتٌ ۔ انسان کا رات کا ٹھکانہ ۔ بعد میں مطلق مسکن کے لئے اور مکان کے لئے اسے بَیْتٌ (گھر) کہا جانے لگا ۔

= مَاذَا ۔ کیا چیز ہے ۔ کیا ہے یہ ۔ اس میں مَا استفہام کے لئے اور ذا موصولہ ہے گویا یہ مَا اور ذا سے مرکب ہے ۔ بعض اس کو بسیط کہتے ہیں ۔ ان کے نزدیک مَا ذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے بمعنی الذی یا پورا استفہام ہے بمعنی کیا ۔ کیسے ۔ جیسے مَا ذَا تَفْعَلُ ۔ تو کیا کرتا ہے

= یَسْتَعْجِلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب باب استفعال ۔ وہ جلدی مانگتا ہے ۔ اس میں جلدی چاہتا ہے یہاں جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے ۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں ۔

= مِنْهُ ۔ میں ضمیر ہٗ یا عذاب کے لئے ہے ۔ ای من العذاب ۔ اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی عذاب میں سے کچھ ۔ یا ضمیر کا مرجع اللہ ہے ۔ ای من اللہ ۔ اللہ سے جلدی عذاب کی طلب کر رہے ہیں ۔

آیۃ ہذا میں اِنْ اَتٰىکُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا شرط ہے اور جواب شرط محذوف ہے ۔ یعنی اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کے وقت آپڑے (تو تم کیا کر سکتے ہو ۔

جب حالت یہ ہے کہ کچھ نہیں کر سکیں گے تو مَاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ تو کس لئے اللہ سے جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ مجرم لوگ

۱۰ : ۵۱ = اَثُمَّ اِذَا مَا ۔ الف استفہام کے لئے ۔ ثُمَّ پھر اِذَا مَا ۔ یعنی کب ۔ تب

= بِهٖ ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ بھی ہو سکتا ہے اور عذاب بھی ۔ پھر کیا تم اس (عذاب) کے واقع ہونے پر ہی ایمان لاؤ گے ۔ پھر کیا جب آ ہی جائے گا تو تم ایمان لاؤ گے ۔ راصل میں منکرین اسلام کا عذاب پر ایمان ہی نہ تھا تب ہی تو وہ کہتے تھے : وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى

هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (آیۃ ۴۸) اور اسی لئے وہ اس کی جلدی مچا رہے ہیں)
= آلۡـٰٔنَ ۔ ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے مابین فرض کیا جائے اسے آلۡـٰٔنَ کہتے ہیں جیسے
اَلۡـٰٔنَ اَفۡعَلُ كَذَا میں اب کرتا ہوں اَلۡـٰٔنَ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے
اٰنَ اصل میں اَوَانٌ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے واؤ کو الف سے بدلا اس کے ساتھ الف لام تعریف
کا شامل کر لیا تو اَلۡـٰٔنَ ہو گیا۔ ظرف زمان ہے مبنی بر فتح ۔ بمعنی اب ۔
آلۡـٰٔنَ ۔ أَالۡاٰنَ ہے ۔ پہلا الف استفہام کے لئے ہے تقدیر کلام یوں ہے ويقال لهم
آلۡـٰٔنَ تؤمنون اى حين وقع العذاب ۔ اور ان سے کہا جائے گا کیا تم اب ایمان لاتے ہو۔
جب عذاب وقوع پذیر ہو چکا۔
= وَقَدۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب عذاب کے لئے ہے واو حالیہ ہے
حالانکہ تم اس کی جلدی مچا رہے تھے (اس کے جلدی نازل ہونے کے لئے بیتاب تھے)
۱۰: ۵۲ = عَذَابَ الۡخُلۡدِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ لیکن الخلد یہاں مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت
کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ عَذَابَ الۡخُلۡدِ دائمی عذاب
= هَلۡ ۔ استفہام انکاری ہے ۔
۱۰: ۵۳ = يَسۡتَنۡۢبِـُٔوۡنَكَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسۡتِنۡبَاءٌ (استفعال) مصدر كَ ضمیر مفعول
واحد مذکر حاضر ۔ وہ آپ سے خبر پوچھتے ہیں ۔ نَبَأٌ سے ۔
= اَحَقٌّ هُوَ ۔ میں هُوَ ضمیر کا مرجع عذاب موعود ہے
= اِیۡ ۔ ہاں ۔ البتہ ۔ حرف جواب ہے بمعنی نَعَمۡ اور ہمیشہ قسم سے پہلے آتا ہے اور کلام مُقَدَّمۡ
کی تحقیق اور توثیق کے لئے وضع کیا گیا ہے ۔
= وَرَبِّيۡ ای وَاللّٰهِ ۔ خدا کی قسم ۔ بخدا ۔
= مُعۡجِزِيۡنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر ۔ عاجز بنا دینے والے ۔ ہرا دینے والے ۔
(منکرین حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی ۔ نہ حشر نہ نشر نہ عذاب نہ ثواب ۔ لیکن ہو گا یہ
سب کچھ ۔ ان چیزوں کے لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے ۔ اس کو عاجز نہیں بنا سکتے ۔
۱۰: ۵۴ = وَلَوۡ اَنَّ لِكُلِّ نَفۡسٍ ظَلَمَتۡ سے قبل عبارت محذوف ہے ۔ سلسلہ کلام اس طرح ہے
اور (آنے والا عذاب اس درجہ ہولناک ہے اور اس کا وقوع اس قدر یقینی ہے کہ) اگر ہر اس شخص
کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی دولت بھی ہو تو ضرور اُسے اس عذاب سے بچنے کے لئے
فدیہ میں دیدے ۔

= اَسَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِسْرَارٌ مصدر۔ اِفْعَالٌ سے۔ یہ اضداد میں سے ہے
اَسَرَّ کے معنی چھپایا اس نے۔ پوشیدہ رکھا اس نے۔ یا اس نے ظاہر کیا۔
ابو عبید کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا۔ (ایسے ہولناک عذاب کو
دیکھ کر ندامت کو چھپانا ناممکن ہے۔ اس وقت صبر اور تصنع سے کام لینا ناممکن ہے)
اور جنہوں نے اس کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے معنوں میں لیا ہے ان کے مطابق:
شدتِ امر کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے۔ لیکن دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے۔
= لَمَّا۔ جب۔
۱۰: ۵۵ = اَلَاۤ۔ تنبیہ کے لئے ہے۔ سن لو۔ جان لو۔ خبردار ہو جاؤ۔
۱۰: ۵۷ = مَوْعِظَۃٌ۔ اسم مصدر۔ نصیحت۔ یعنی قرآن ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر قسم کی نصیحت
موعظت۔ اوامر۔ نواہی۔ توحید وغیرہ مذکور ہے
۱۰: ۵۸ = قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ ای قل بفضل اللہ وبرحمتہ
ان جاءت ھذہ الموعظۃ من ربکم فبذلك فلیفرحوا۔
یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ یہ قرآن محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے
تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے پس چاہئے اس پر خوشیاں منائیں۔
ذٰلِكَ کا مشار الیہ الموعظۃ بھی ہو سکتا ہے (الخازن) یا اس کا اشارہ فضل اور رحمت
کی طرف ہے۔ امام قرطبی کے قول کے مطابق اہلِ عرب ذٰلِكَ (واحد) کو واحد۔ تثنیہ اور جمع سب کے
لئے استعمال کرتے ہیں۔ (العرب تاتی بذلك الواحد والاثنین والجمع) بحوالہ ضیاء القرآن
دوسری صورت میں فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا کا ترجمہ ہوگا۔
پس چاہئے کہ اس فضل ورحمت ربانی پر خوشیاں منائیں۔
هُوَ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کی یا تو قرآن (الموعظۃ) کے لئے ہے۔ یا اللہ کی طرف سے فضل
ورحمت کی عطاء کے لئے
= يَجْمَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ جمع کرتے ہیں۔ یعنی دنیاوی مال ومنال کا حصول۔
۱۰: ۵۹ = قُلْ۔ ای قل لکفار مکۃ (الخازن)۔ (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ
سے کہہ دیجئے۔
= اَرَءَيْتُمْ۔ بھلا بتاؤ تو سہی۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۰: ۵۰)
= مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ میں مَا موصولہ ہے یعنی جو رزق اللہ تعالیٰ تمہیں دیتا ہے۔

= فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۔ تم خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال کر دیتے ہو۔ جیسے کہ کفار کا قول تھا۔ وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا (٦: ١٣٩) یعنی کافروں نے کہا کہ جو ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالصۃً ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

= تَفْتَرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ باندھتے ہو، جھوٹے طور پر منسوب کرتے ہو۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے فَرٰی یَفْرِیْ فَرْیٌ (ضَرَبَ) فَرٰی علیہ الکذب۔ کسی کے ذمہ جھوٹی بات اور بہتان لگا دینا۔ یعنی معنی باب افتعال سے ہیں۔

١٠: ٦٠ = مَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۔ میں مَا استفہامیہ توبیخ اور وعید کے لئے آیا ہے۔ مبتداء ظَنُّ مضاف۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتداء کی خبر۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف افتراء کا ارتکاب کرتے ہیں کیا خیال ہے اُن کا یوم القیامۃ کے متعلق۔ ای اَیُّ شَیْءٍ ظنہم فی ذلک الیوم اِنّی فاعل بہم۔ کیا خیال ہے ان کا کہ اُس دن میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں (یعنی وہ اپنے کئے کی سزا بھگت کر ہی رہیں گے)

١٠: ٦١ = شَاْنٍ (ش ء ن مادہ) کے معنی حالت اور اس اتفاقی معاملہ کے ہیں جو کسی کے مناسب حال ہو۔ اس کا اطلاق صرف اہم امور اور حالات پر ہوتا ہے۔

شان الرأس۔ چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ جس سے انسان کا قوام ہے۔ اس کی جمع شُئُوْنٌ آتی ہے شَاَنَ دھندا۔ فکر۔ حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شَاْنٌ کہتے ہیں۔

= وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ ۔ مِنْهُ ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب شَاْنٌ کے لئے ہے۔ ابو البقاء نے اس مِنْ کو اجلیہ کہا ہے یعنی جو اہم کام آپ کر رہے ہیں اور (اس کے ثبوت اور تقویت کے لئے) جو آیات قرآنی آپ پڑھتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ دوسرا مِنْ زائدہ ہے اور قرآن۔ مفعول بہ ہے

= وَمَا تَكُوْنُ سے لے کر من قُرْاٰنٍ تک خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگوں سے ہے یعنی اَنْتُمْ جَمِیْعًا۔ تم سب۔ (مدارک التنزیل)

= شُهُوْدًا ۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ حاضرین۔ شَاهِدٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔

= تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ۔ تم گھستے ہو۔ تم لگتے ہو۔ تم مصروف ہوتے ہو۔
اَفَاضَ اِنَاءَہٗ کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں یہاں تک کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اسی سے اَفَاضُوْا فِی الْحَدِیْثِ کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہونے اور چرچا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے لَمَسَّکُمْ فِیْمَا اَفَضْتُمْ فِیْہِ (۲۴:۱۴) توجس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر......... نازل ہوتا۔
اور جگہ آیا ہے ھُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ۔ (۴۶:۸) وہ اس گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارہ میں کرتے ہو۔
لہٰذا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ۔ یعنی جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو
= مَا یَعْزُبُ مضارع منفی واحد مذکر غائب عُزُوْبٌ مصدر۔ (باب نصر) غائب نہیں ہے۔ چھپا ہوا نہیں ہے۔ عَزَبٌ مرد بلا بیوی۔ یا عورت بلا شوہر
= مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّۃٍ۔ میں مِنْ زائد تاکید کے لئے آیا ہے مِثْقَالَ۔ اسم مفرد۔ ہموزن۔ برابر۔ ثِقْلٌ۔ بوجھ۔ وزن۔ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ۔ ذرہ برابر۔
= کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ روشن کھلی کتاب۔ لوح محفوظ۔
۱۰:۶۳ = اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے۔
۱۰:۶۴ = اَلْبُشْرٰی۔ خوشخبری۔
= لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ۔ جملہ معترضہ ہے۔ اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی
کَلِمٰت۔ اقوال۔ وعدے۔
= ذٰلِکَ سے مراد۔ دنیوی واخروی زندگی کے متعلق بشارت ہے۔
۱۰:۶۵ = اَلْعِزَّۃَ۔ عزت۔ سرفرازی۔ غلبہ۔ قدرت۔ بزرگی۔ اقبال۔ عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی مستعمل ہے۔
۱۰:۶۶ = وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ۔ میں مَا۔ (۱) نافیہ ہے شُرَکَآءَ مفعول ہے یَدْعُوْنَ کا۔ اور یَتَّبِعُ کا مفعول محذوف ہے۔ اس طرح اس کا ترجمہ ہوگا۔
وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کے شریک کے طور پر پکارتے ہیں دراصل کسی حقیقت کا اتباع نہیں کر رہے۔
(۲) دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مَا استفہامیہ ہے۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔
جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اللہ کا شریک سمجھ کر پکار رہے ہیں (آخر) وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں

= اِنْ یَتَّبِعُوْنَ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اسی طرح اِنْ ھُمْ میں بھی اِنْ نافیہ ہے۔
= یَخْرُصُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ خَرَصَ یَخْرُصُ (باب نَصَرَ) وہ اٹکل دوڑا رہے ہیں وہ قیاسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ اصل میں ہر وہ بات جو ظن وتخمین سے کہی جائے اسے خَرْصٌ کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح۔

۱۰: ۶۷ = ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا۔
تَسْکُنُوْا ۔ سَکَنَ یَسْکُنُ (نصر) سُکُوْنٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سکون پذیر ہو۔ تم چین حاصل کرو۔ اصل میں تَسْکُنُوْنَ تھا۔ لام کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔

مُبْصِرًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر حالتِ نصب۔ اِبْصَارٌ مصدر (باب افعال) اِبصار کے معنی دیکھنا۔ جاننا۔ سمجھنا کے بھی آتے ہیں اور دکھانے اور سمجھانے کے بھی۔
اسی بناء پر مُبْصِرٌ کے معنی دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں ہو سکتے ہیں۔ جو خود روشن ہو وہ بھی مُبْصِر ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کر دے وہ بھی مُبْصِر ہے
آیت کا ترجمہ ہوگا۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور (جس نے تمہارے لئے) روشن دن بنا دیا۔
لیکن جب رات کو دن کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو تَسْکُنُوْا کے مقابلہ میں دن کے وقت کے لئے تتحرکوا متوقع تھا لیکن اس کو وہاں حذف کیا گیا۔ اسی طرح جب دن کے لئے مُبْصِرًا لایا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں رات کے وقت کے لئے مُظْلِمًا کا استعمال چاہیئے تھا جو یہاں محذوف ہے۔ یعنی عبارت یوں ہوتی۔ ھو الذی جعل لکم الّیل مظلمًا لتسکنُوْا فیہ وَالنھار مبصرًا لتتحرکوا ۔ یعنی وہی ہے جس نے رات کو اندھیرے والی بنایا کہ تم (چونکہ عدم روشنی کی وجہ سے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تو) اس میں تم آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا (کہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار کے لئے چلو پھرو)۔
لیکن متن قرآن کے مطابق تسکنوا کی رعایت سے تتحرکوا اور مُبْصِرًا کی رعایت سے مُظْلِمًا کو ذہن میں لانا مشکل نہیں۔

مُبْصِرًا ۔ یہاں بمعنی روشن ۔ یا دوسروں کو روشن کرنے والا۔ دیکھنے والا۔ یا دکھانے والا دونوں صحیح ہیں۔ دیکھنے والا کے معنی میں یہ ترکیب ایسی ہے جیسے کہتے ہیں نَھَارُہٗ صَائِمٌ اس کا دن روزہ رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کے ظرف کی طرف کر دی۔ جیسا ہم اردو میں بولتے ہیں ندی بہہ رہی ہے۔ حالانکہ

ندی ظرف مکان ہے۔ اور اپنی جگہ قائم ہے اس میں جو پانی ہے وہ بہہ رہا ہے اسی طرح مُبْصِرًا
سے مراد یہ نہیں کہ دن دیکھ رہا ہے بلکہ لوگ دن کے وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں
۱۰: ۶۸ = اِنْ نافیہ ہے مِنْ زائدہ ہے تاکید نفی کے لئے آیا ہے
= سُلْطَانٍ ۔ حجت ۔ دلیل ۔ برہان ۔ سند ۔ زور ۔ قوت ۔ حکومت ۔ یہاں بمعنی دلیل اور سند کے مستعمل ہے۔
= بِهٰذَا ۔ یعنی اس بیہودہ اور باطل قول کی اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔
۱۰: ۷۰ = مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ۔ فِی الدُّنْیَا متعلق بہ مَتَاعَ ہے ۔ اور یہ مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی ۔ اگر اسے مبتدا لیا جائے تو خبر محذوف مانی جائے گی اور اس کی تقدیر ہو گی ۔ لَهُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ۔ ان کے لئے دنیا میں (چندروزہ) سازوسامان ہے ۔ (اس کے مزے اڑالیں) اور اگر متاع کو خبر لیا جائے تو مبتدا کو محذوف مانا جائے گا اور اس کی تقدیر ہو گی اِفْتِرَاءُهُمْ اَوْ حَیَاتُهُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ۔ ان کی بہتان بازی اور ان کی (یہ چندروزہ) زندگی دنیا کا (ہی) سازوسامان ہیں۔
۱۰: ۷۱ = اُتْلُ ۔ امر ۔ واحد مذکر حاضر ۔ تو پڑھ ۔ تو تلاوت کر ۔ تِلَاوَةٌ سے ۔
= نَبَأٌ ۔ خبر ۔ اطلاع ۔
= کَبُرَ عَلَیَّ ۔ گراں گذرنا ۔ کَبُرَ عَلَیْهِ الْاَمْرُ ۔ یہ کام اس کے لئے دشوار ہے ۔ اس کے لئے بھاری ہے ۔ کَبُرَ ماضی واحد مذکر غائب (باب کرم) ناگوار ہونا۔
= تَذْکِیْرِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میرا نصیحت کرنا ۔ میرا سمجھانا ۔ تَذْکِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ذِکْرٌ مادّہ۔
= غُمَّةً ۔ تاریک ۔ مشتبہ ۔ مبہم ۔ دشوار ۔ پوشیدہ۔
الغُمُّ کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کو چھپا لینا ۔ اسی طرح بادل کو الغمام کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے ۔ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً ۔ پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ رہے ۔ یعنی اس کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہ جائے جو بعد میں تمہارے لئے قلق واضطراب کا باعث ہو۔
= اِقْضُوْا اِلَیَّ ۔ تم کر گذرو ۔ تم فیصلہ کر لو ۔ قَضَاءٌ سے امر کا صیغہ ۔ جمع مذکر حاضر۔
= لَا تُنْظِرُوْنَ ۔ تم مجھے ڈھیل نہ دو ۔ تم مجھے مہلت نہ دو ۔ اِنْظَارٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

= مَقَامِیْ۔ اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں
۱۔ اس سے کنایۃً "نفس" مراد ہے۔ جیسے قرآن میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ (۵۵:۴۶)
ای خاف ربہ۔
۲۔ بمعنی مکثی۔ میرا (تمہارے درمیان) رہنا۔
۳۔ ای قیامی علی الدعوۃ میرا دعوت دینے کے لئے کھڑا ہونا۔
۴۔ مقام کے معنی عزت کا مقام۔ مذکورہ بالا جملہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ
یعنی تم پر میرا عزت کا مقام گراں گذرتا ہے۔
اس آیت میں اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكُمْ مَّقَامِیْ وَتَذْكِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ شرط ہے
اور فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جوابِ شرط ہے اور فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ جواب شرط پر معطوف
یا فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جملہ معترضہ ہو سکتا ہے اور فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ جواب
شرط ہے۔ اَمْرَكُمْ مضاف مضاف الیہ ہو کر اجْمَعُوْا کا مفعول ہے اور شُرَكَآءَكُمْ کا عطف
اَمْرَكُمْ پر ہے اور مفعول معہٗ ہے۔
۱۰:۷۲ = فَاِنْ۔ بایں ہمہ اگر۔ اگر پھر بھی۔
= تَوَلَّیْتُمْ۔ تم پھرتے ہو۔ تم منہ موڑتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَوَلِّیْ سے۔
۱۰:۷۳ = خَلٰٓئِفَ۔ خلیفہ کی جمع۔ جانشین۔ قائمقام۔ نائب۔ (یعنی ہم نے ان لوگوں کو جو حضرت
نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں بچا لئے گئے ہلاک ہونے والوں کے بعد زمین پر خلیفہ بنا دیا)
= اَلْمُنْذَرِیْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا سے ڈرایا گیا۔ ڈرائے
جانے والے۔
۱۰:۷۴ = فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ۔ پس نہ ہوئے وہ کہ ایمان
لاویں اس بات پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے (یعنی ان قوموں نے بھی اپنے پیشرووں کی طرح
بینات (روشن دلائل) کا انکار ہی کیا)
= اَلْمُعْتَدِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے۔ حق سے ہٹنے والے
حد سے تجاوز کرنے والے۔ اَلْمُعْتَدِ۔ اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کی تعمیل میں حق
و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جائے۔
الاعتداء معناہ تجاوز حدود الحق والعدل اتباعًا لھوی النفس وشھواتھا
(المنار)

۱۰: ۷۵ = مَلَائِهٖ - مضاف مضاف الیہ اس کے سرداروں کی جماعت۔
اَلْمَلَأُ - اسم جمع - سرداروں کی اور بڑے لوگوں کی جماعت - سردارانِ قوم کی جماعت۔
مَلْأٌ سے مشتق ہے۔ مَلَأَ یَمْلَؤُ (نصر) مَلْأٌ و مِلَاءَۃٌ - بھرنا۔ اَلْمِلْءُ - وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا (۳: ۹۱) سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائیگا۔
اَلْمَلَأُ - وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے

۱۰: ۷۷ = اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ - کیا تم حق کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو جب وہ (یعنی حق) تمہارے سامنے ہے۔

۱۰: ۷۸ = لِتَلْفِتَنَا - کہ تو ہم کو پھیر دے - لَفَتَ یَلْفِتُ (ضرب) لَفْتٌ سے واحد مذکر حاضر - نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔
= عَمَّا - عَنْ مَا
= تَكُوْنَ - ای یَكُوْنَ - یعنی اس لئے کہ اس سرزمین مصر میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے

۱۰: ۷۹ = اِئْتُوْنِیْ - میرے پاس لاؤ - اس میں نون وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم کی۔
= سٰحِرٍ عَلِيْمٍ - ماہر جادوگر۔

۱۰: ۸۰ = اَلْقُوْا - تم ڈالو اِلْقَاءٌ سے امر جمع مذکر حاضر - مُلْقُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر - ڈالنے والے ہو۔

۱۰: ۸۱ = اَلْقَوْا ماضی جمع مذکر غائب - انہوں نے ڈالا۔
= مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ - یعنی جادو وہ نہیں جو میں لایا ہوں بلکہ جادو وہ ہے جو تم پیش کر رہے ہو
= سَیُبْطِلُهٗ - سَیُمْحِقُهٗ او سَیُظْهِرُ بُطْلَانَهٗ - یعنی اس کو مٹا دیگا یا اس کا بطلان (جھوٹ) ظاہر کر دیگا۔
= لَا یُصْلِحُ - مضارع منفی واحد مذکر غائب - وہ نہیں سنوارتا - وہ تقویت نہیں دیتا۔ لَا یُقَوِّیْهِ (بیضاوی)

۱۰: ۸۲ = بِكَلِمٰتِهٖ - اپنے احکام سے - اپنے ارشادات سے - اپنے دلائل قطعیہ سے۔
= فَمَآ اٰمَنَ - مَا نافیہ ہے اور اٰمَنَ - اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔
= ذُرِّیَّةٌ - اَلذُّرِّیَّةُ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں - مگر عرف عام میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یہ کس مادہ سے مشتق ہے اس میں علمائے لغت کا اختلاف ہے!
ذَرْءٌ۔ ذَرْءٌ ذَرْذٌ اس کے مصادر بیان کئے گئے ہیں۔
یہاں ذُرِّیَّۃٌ سے مراد چھوٹی اولاد (نوجوان) لیا گیا ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔
بالکل چھوٹے بچوں کا ایمان لانا نہ لانا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ اتنا شعور ہی نہیں رکھتے۔ نوجوان اس لئے یہاں مراد لیا گیا ہے کہ ان کے اس فعل سے جو دوسری جانب سے ظلم وستم وعذاب وعتاب کا طوفان اٹھ کھڑا ہونے کا ڈر تھا اس کا مقابلہ جوان خون ہی کر سکتا ہے بوڑھے اس کی تاب نہیں لا سکتے۔
اور اس کی مثال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بھی ملتی ہے کہ آپ کی دعوتِ حق پر پہلے پہل جو اصحاب ایمان لائے تھے وہ سب نوجوان ہی تھے۔ حضرت علی بن ابیطالب حضرت جعفر طیار حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت مُصعب بن عمیر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔
ابتدائی مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ بن حارث ہی ایسے تھے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عمر کے تھے۔ اس لئے یہاں ذُرِّیَّۃٌ سے مراد نوجوان لینا ہی صحیح ہے۔
= قَوْمِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔
(۱) بعض کہتے ہیں کہ اس کا مرجع فرعون ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تو ساری کی ساری ان پر ایمان لا چکی تھی اور ان کی نبوت ورسالت کو مانتی تھی اس لئے چند نوجوانوں کا ایمان لانا حضرت موسیٰؑ کی قوم کی منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ فرعون کی قوم سے چند اشخاص نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لایا تھا۔ مثلاً حضرت بی بی آسیہ رضؓ (فرعون کی بیوی) فرعون کا خزانچی۔ اس کی بیوی اور چند جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔
لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان کا یہ استدلال چنداں وزنی نہیں ہے علماء ادب کی تحقیق کے مطابق اگر اٰمَنَ کا صلہ بِ ہو تو اس کے معنی کسی پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا صلہ لَ ہو تو پھر اس کا معنی اطاعت وانقیاد کے ہوتے ہیں یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہے پر چلنا اور عمل کرنا۔ یہاں اٰمَنَ کا صلہ ب نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کی اکثریت کا کفر ثابت ہو بلکہ اٰمَنَ لِ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرتِ موسیٰؑ کی رسالت کو مانتے تھے لیکن اس معرکۂ حق وباطل میں آپ کا ساتھ دے کر فرعون اور اس کی قوم کے ظلم وستم کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تھے
(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کا مرجع مُوْسٰی ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی

اور دوسری یہ کہ ضمیر ہمیشہ قریب تر کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر موسٰی کا لفظ ہے نہ کہ فرعون کا۔

= مَلَائِهِمْ۔ ان کے سرداران۔ ان کے سرداروں کی جماعت۔ مضاف مضاف الیہ۔
اس میں هِمْ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) هِمْ کا مرجع ذُرِّيَّةٌ ہے اور یہاں مراد خود بنی اسرائیل کے وہ نوجوان ہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام کی پیروی میں کھلم کھلا آگے آگئے تھے وہ اپنے سرداران یعنی بڑے بوڑھوں سے ڈرتے تھے کیونکہ اگرچہ ان کے بوڑھے حضرت موسیٰ کو مانتے تھے لیکن کھل کر سامنے آنے سے فرعون کے ظلم و عتاب سے بچنے کے لئے گریز کرتے تھے۔ اور انہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کے نوجوانوں کی دیدہ دلیری سے کہیں ساری قوم مورد عتاب نہ ہو جائے اس لئے وہ اپنے نوجوانوں کے اس اقدام پر خوش نہ تھے اور ان کو سختی سے روکتے تھے۔

(۲) اس کا مرجع فرعون ہے اور فرعون کے لئے ضمیر جمع لانے کی دو وجوہات ہیں۔
ا۔ فرعون کے لئے جمع کی ضمیر اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے
(ب) فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ اور مضر قبیلے کے افراد اپنے سرداروں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں هِمْ سے مراد آل فرعون ہے۔

= يَفْتِنَهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتَنَ سے اَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے هُمْ ضمیر مفعول۔ اَلْفَتْنُ کے اصل معنیٰ سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔
مثلاً يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱:۱۳)۔ اس دن جب ان کو آگ میں الٹا سیدھا کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (۵۱:۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ لفظ قرآن میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آزمائش، مصیبت۔ فساد تختۂ مشق۔ عبرت۔ وغیرہ۔

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ۔ میں يَفْتِنُ صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ اس کا فاعل یا تو
(۱) فرعون ہے اور صیغہ جمع اس لئے نہیں لایا گیا کہ سرداران فرعون بھی اس کے تابع امر تھے (خازن)
یا (۲) فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهِمْ ہے جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے اپنے ترجمہ میں استعمال کیا ہے کہ وہ انہیں کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دیں۔

= عَالٍ ۔ سرکش ۔ متکبر ۔ غالب ۔ عُلُوٌّ سے صیغہ اسم فاعل واحد مذکر ۔ عَالٍ اصل میں عَالِوٌ تھا ۔ واؤ پہلے ہی ہوا پھر گر گیا ۔ کیونکہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ ی ہو کر گر پڑتا ہے ۔

= مُسْرِفِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اِسْرَافٌ مصدر ۔ حدّ اعتدال سے یا حدّ مقرر سے بڑھنے والے بیجا صرف کرنے والے ۔

١٠: ٨٤ = يٰقَوْمِ ۔ اے میری قوم ۔ یہاں قوم سے مراد وہ نوجوان ہیں جو آیۃ ماقبل میں بالفاظ ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ ۔ مذکور ہیں ۔

١٠: ٨٥ = فِتْنَةً ۔ تختۂ مشق ۔ ملاحظہ ہو آیۃ ماقبل يَفْتِنَهُمْ ۔

١٠: ٨٧ = تَبَوَّاٰ ۔ مضارع تثنیہ مذکر حاضر ۔ تم دونوں ٹھہراؤ ۔ تم دونوں اتارو ۔ تم دونوں جگہ تیار کرو تَبَوُّءٌ (تفعّلٌ)

= قِبْلَةً ۔ کعبہ کا رُخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے ۔ سامنے کا رُخ ۔ جیسے اَيْنَ قِبْلَتُكَ ۔ تمہارا رُخ کدھر کو ہے ۔ جو چیز منہ کے سامنے ہو اسے بھی قبلہ کہتے ہیں ۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے اسے بھی قبلہ کہتے ہیں ۔

اصل لغت میں القبلہ بالمقابل آدمی کی حالت کو کہا جاتا ہے جیسے جِلْسَةٌ و قِعْدَةٌ ۔ عرف میں اس جہت کو قبلہ کہا جاتا ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی جاتی ہے ۔

یہاں قبلہ سے مراد نماز کا مقام ہے فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں ہی کو مقام نماز بنالو ۔ اور وہاں نماز پڑھا کرو ۔

اس آیہ میں تثنیہ کی ضمیر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی طرف راجع ہے پھر جمع کی ضمیر ہے جس میں تمام قوم شامل ہے ۔ اور پھر بَشِّرِ میں ضمیر واحد ہے جو حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے ۔

= لِيُضِلُّوْا ۔ میں لام تعلیل کا ہے ۔ یہ اس لئے کہ وہ گمراہ کریں ۔

١٠: ٨٨ = اِطْمِسْ ۔ امر واحد مذکر حاضر ۔ تو مٹا دے طَمْسٌ سے محو کرنا ۔ مٹا دینا ۔

اِطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ ۔ ان کے مال تباہ کر دے ۔ ان کے مال غارت کر دے ۔ جیسے قرآن میں ہے وَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۔ جب تارے مٹا دیئے جائیں گے ۔ یا وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ ۔ (٣٦: ٦٦) ۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کی روشنی کو مٹا دیں ۔

= اُشْدُدْ ۔ امر واحد مذکر حاضر ۔ تو سخت کر دے ۔ شَدٌّ سے (باب نصر ۔ ضرب) تو ان کے

دلوں پر) مہر لگادے۔

ترجمہ آیۃ :۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیوی زندگی میں سامان آرائش اور مال و دولت اس لئے دے رکھے ہیں اے ہمارے پروردگار کیا یہ اس لئے دے رکھے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے پھریں۔ (ربنا اطمس .... علیٰ قلوبہم جملہ دعائیہ ہے کافروں کے لئے بد دعا ہے) اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو تباہ کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے (ان پر مہریں لگادے)۔ (فلا یؤمنوا ...... الیم جواب دعا ہے) تاکہ جب تک وہ عذاب دردناک نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہ لائیں۔ (یعنی ایمان کی دولت اب ان کو آسانی سے میسر نہ آسکے بلکہ اس سے پیشتر وہ کئے کی خاطر خواہ سزا بصورت عذاب الیم چکھ نہ لیں)

۱۰:۸۹ = اِسْتَقِيْمَا۔ امر تثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں ثابت قدم رہو۔ استقامۃٌ سے (باب استفعال)

= لَا تَتَّبِعَآنِّ۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ اِتِّبَاعٌ مصدر (افتعال) تم دونوں ہرگز پیروی نہ کرنا۔ تم دونوں ہرگز اتباع نہ کرنا۔

۱۰:۹۰ = جٰوَزْنَا۔ ماضی جمع متکلم مُجَاوَزَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے ہم نے پار کردیا

= اَدْرَكَهُ۔ اس نے اس کو پالیا۔ اِدْرَاكٌ سے جس کے معنی کسی شے کو پوری طرح پالینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر کا مرجع فرعون ہے

= اَلْغَرَقُ۔ اسم فعل۔ ڈوبنا۔ غرقابی۔

اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ۔ جب غرقابی نے اس کو اچھی طرح آلیا۔ یعنی جب اس کا غرق ہوجانا یقینی ہوگیا۔

۱۰:۹۱ = آٰلْئٰنَ۔ اصل میں ءَ اَلْئٰنَ تھا۔ ءَ استفہام انکارو توبیخ کے لئے ہے اسم ظرف زمان ہے۔ اس کا عامل محذوف ہے۔ گویا عبارت کی تقدیر یوں ہے اَتُؤْمِنُ الْئٰنَ (حِيْنَ يَئِسْتَ مِنَ الْحَيَاتِ) کیا اب ایمان لاتے ہو جب زندگی سے بالکل مایوس ہوگئے ہو۔ (اور موت سامنے دکھائی دے رہی ہے)

۱۰:۹۲ = نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ۔ ہم تیرے بدن کو بچالیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون مصر میں حکمران تھا۔ وہ رعمیس ثانی (Rameses II) تھا جس کی لاش حنوط کی شکل میں مصر کی حنوط شدہ لاشوں میں دریافت ہوئی ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ زیر عنوان ممی)

۱۰: ۹۳ = بَوَّأْنَا۔ ہم نے جگہ دی۔ ہم نے مناسب مقام تیار کیا۔ ہم نے ٹھہرنے کی جگہ تیار کی۔ (ملاحظہ ہو ۱۰: ۸۷) بَتْوِیَۃٌ سے ماضی جمع متکلم۔ مُبَوَّأَ۔ اسم ظرف۔ ٹھہرنے کی جگہ مسکن۔ بَوَاءٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہموار ہو اور اس کے کچھ اجزاء اوپر نیچے نہ ہوں۔

= صِدْقٍ۔ راستی۔ سچائی۔ نام نیک۔ سچی بات۔ عمدہ۔ پسندیدہ۔ صَدَقَ یَصْدُقُ کا مصدر ہے اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لئے مجازاً نیک نام۔ ثناء اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اَلصِّدْقُ۔ اَلْکِذْبُ کی ضد ہے۔ اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا زمانہ مستقبل کے ساتھ۔ وعدہ کی قبیل سے ہو یا وعدہ کی قبیل سے نہ ہو۔ الغرض یہ بالذات قول ہی کے متعلق استعمال ہوتے ہیں پھر قول میں بھی صرف خبر کے لئے آتے ہیں دیگر اصناف کلام میں استعمال نہیں ہوتے۔ اسی لئے ارشاد ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ (۴: ۱۲۲) اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے؟ یا اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (۱۹: ۵۴) وہ وعدے کا سچا تھا۔

نیز ہر وہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہو اسے صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس بناء پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے

(۱) فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴: ۵۵) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(۲) اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۰: ۲) ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔

(۳) اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (۱۷: ۸۰) مجھے داخل کر اچھا داخل کرنا۔ یعنی میرا داخلہ اچھی طرح ہو۔

(۴) وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ۔ ہم نے بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانہ عطا کیا مُبَوَّأَ ـــــ مضاف۔ صِدْقٍ مضاف الیہ۔ مَنْزِلًا صَالِحًا۔ (ایک اچھا ٹھکانہ)

= اَلْعِلْمُ۔ سے مراد (۱) تورات ہے۔ اور اختلاف سے مراد وہ اختلافات ہیں جو تورات کے مندرجات کی تاویل میں ان میں پیدا ہو گئے۔ اور نتیجۃً وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے تفہیم القرآن۔ مدارک التنزیل)

(۲) قرآن ہے۔ اور اختلاف سے مراد یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے

بعض تورات میں مذکور نشانیوں کی بناء پر صحیح تاویل کرتے ہوئے قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض نے بغض و حسد کی بناء پر انکار کر دیا۔ (الخازن)

۱۰: ۹۵ = تَكُوْنَنَّ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ با نون ثقیلہ۔

لَا تَكُوْنَنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر با نون ثقیلہ۔ تو ہرگز نہ ہو۔

۱۰: ۹۶ = حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ۔ کے لفظی معنی ہیں جن پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہے۔ کلمہ بمعنی کلام۔ بات۔ حکم۔ اور یہاں کلمہ رب سے کیا مراد ہے۔ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی لئے ہیں۔

ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے (ابن کثیر)

جن پر تیرے رب کا قول راست آ گیا ہے۔ یعنی یہ قول کہ جو لوگ حق کے طالب نہیں ہوتے وہ اپنے دلوں پر ضد۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کے قفل چڑھائے رکھتے ہیں (تفہیم القرآن)

جن پر تیرے اللہ کا فرمان صادق آگیا (یعنی اس کا یہ قانون کہ جو آنکھیں بند کرلے گا اسے کچھ نظر نہیں آئے گا) (ترجمان القرآن)

تیرے رب کا حکم یعنی خلقت ھٰؤلاء للنار ان پر راست آ گیا (الخازن)

اس کا وہ قول جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یا اس کا یہ قول وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (۳۲: ۱۳) (مدارک التنزیل)

۱۰: ۹۷ = لَا يُؤْمِنُوْنَ پر وقف نہیں ہے۔ عبارت یوں ہے۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ۔ اگرچہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے (حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پائیں گے اس وقت ان کا ایمان ان کو نفع بخش نہ ہوگا)

۱۰: ۹۸ = فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔

لَوْلَا۔ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) لَوْلَا نافیہ ہے اور فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ۔ بمعنی فَمَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ہے (کوئی بھی بستی ایسی نہ ہوئی) یہ ہروی کا قول ہے۔

(۲) لَوْلَا استفہامیہ ہے۔ اور بمعنی هَلَّا۔ برائے سرزنش اور توبیخ کے استعمال ہوا ہے۔ یعنی کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی کہ اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ہوتا اور وہ عذاب سے بچ جاتی ؟

اِلَّا حرف استثناء ہے قَوْمَ يُوْنُسَ مستثنیٰ۔ اس میں مستثنیٰ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مستثنیٰ متصل ۔ (۲) مستثنیٰ منقطع ۔
مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدٌ ۔ زید قوم میں داخل تھا۔ لیکن اِلَّا سے قوم سے الگ (مستثنیٰ) ہو گیا۔ پس قوم مستثنیٰ منہ ہے۔
مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ اِلَّآ اِبْلِیْسَ (یہاں ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہ تھا۔ بلکہ وہ جنوں میں سے تھا۔)
۱۔ قَوْمَ یُوْنُسَ ۔ مستثنیٰ متصل اس صورت میں ہے کہ قریہ میں بھی افرادِ قوم ہی بستے ہیں۔ لہٰذا قوم یونس اور باشندگانِ قریہ ایک ہی جنس سے ہیں۔
۲۔ مستثنیٰ منقطع ۔ اس لحاظ سے ہے کہ قریہ اور قوم لفظی لحاظ سے ایک جنس نہیں ہیں۔
ابن عطیہ کا قول ہے کہ لفظی لحاظ سے یہ استثناء منقطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہے مَا اٰمَنَ مِنْ اَھْلِ قَرْیَۃٍ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ۔ (کسی بستی کے بسنے والے ایمان نہ لائے بجز قوم یونس کے)
= کَشَفْنَا عَنْھُمْ ۔ ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے ان سے دور کر دیا ۔ ہٹا دیا۔
= عَذَابَ الْخِزْیِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ رسوا کن عذاب ۔
= مَتَّعْنٰھُمْ ماضی جمع متکلم ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ ہم نے ان کو مال و متاع دے کر بہرہ مند کیا۔
۱۰: ۹۹ = اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ ۔ اَ ۔ استفہامیہ ۔ فَ مقدر عبارت پر دلالت کرتی ہے ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے تو روئے زمین پر سب کے سب ایمان لے آتے لیکن مشیتِ ایزدی یہ نہیں ہے تو کیا آپ ....) تُکْرِہُ مضارع واحد مذکر حاضر ۔ (باب افعال) اِکْرَاہٌ سے ۔ تو ان کو مجبور کرے گا یا تو ان سے زبردستی کرے گا (جب تک وہ مومن بن جاویں)
۱۰: ۱۰۰ = یَجْعَلُ الرِّجْسَ ۔ اَلرِّجْسُ ۔ کے اصل معنی ناپاک ۔ نجس ۔ پلید ۔ اور گندہ کے ہیں ۔ جیسے اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ (۶: ۱۴۵) یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بیشک ناپاک ہیں۔
وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ اور خدا (شرک و کفر کی) نجاست انہیں لوگوں پر ڈالتا ہے جو (دلائل وحدانیت میں) عقل کو کام میں نہیں لاتے۔
۱۰: ۱۰۱ = اُنْظُرُوْا ۔ نَظْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تم دیکھو ۔ تم غور کرو۔
= مَاذَا ۔ مَاذَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اسم جنس ہے (۲) موصول ہے اور اَلَّذِی کا ہم معنی ہے (۳) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے (۴) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے (۵) ذا اسم اشارہ اور مَا زائدہ ہے (۶) مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ ہے۔

مَاذَا۔ کیا۔ مَاذَا تَفْعَلُ تو کیا کر رہا ہے۔ لِمَاذَا جِئْتَ تو کیسے آیا۔ کس لئے آیا

= یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ہ (۲: ۲۱۹) تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔

یہاں آیۃ میں ذَا بمعنی اَلَّذِی آیا ہے۔

= مَا تُغْنِی۔ مَا نافیہ ہے۔

= اَلنُّذُرُ۔ نذیر کی جمع ہے ڈرانیوالے۔ یعنی رسول۔ پیغمبران۔ اور اگر النذیر بمعنی مصدر ہو تو بمعنی اِنْذَار (ڈرانا۔ تنبیہ کرنا) یعنی جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کو (اللہ کی) آیات اور رسول (یا اس کی تنبیہیں) کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتے۔

۱۰: ۱۰۲ = فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ۔ میں هَلْ نافیہ ہے۔

= اَیَّام۔ یَوْم کی جمع ہے۔ دن۔ وقت کے علاوہ یہ لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

والعرب تسمّی العذاب ایامًا والنعم ایامًا۔ لقوله تعالیٰ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ ۔

(۱۴: ۵) عرب عذاب کو بھی ایام کہتے ہیں۔ اور نعمت کو بھی ایام کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ۔ اور انہیں یاد دلاؤ اللہ کی نعمتیں۔

یا اَیَّام سے مراد وقائع۔ واقعات بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے عرب پہلے واقعات کو اَیَّامُ العرب کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں ایام الذین خلوا من قبلھم سے مراد ہے ان لوگوں کے واقعات و حالات جو ان سے قبل گذر چکے ہیں (یعنی جب اتمام حجت اور حق کے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جانے پر بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آتے تو ان پر مختلف طریقوں سے اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

۱۰: ۱۰۳ ثُمَّ۔ پھر (اس وقت)

= نُنَجِّی۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) تَنْجِیَةٌ۔ مصدر۔ ہم بچا لیتے ہیں۔

= كَذٰلِكَ۔ بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہی اللہ کا دستور ہے۔

نُنْجِ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْجَاءٌ۔ مصدر (باب افعال) اصل میں نُنْجِی تھا۔ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنوں کو بچا لیں۔

۱۰:۱۰۴ = یَتَوَفّٰکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّیٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ (جو) تمہاری جانیں لے لیتا ہے۔ تمہیں موت دیتا ہے۔

۱۰:۱۰۵ = حَنِیْفًا بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔

حَنِیْفًا۔ اَلدِّیْن۔ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور اَلْوَجْہُ کا بھی۔

پہلی صورت میں معنی۔ دوسرے ادیان سے بچ کر اس دین کو اختیار کروں۔ دوسری صورت میں معنی۔ تمام ادیانِ باطلہ سے منہ موڑ کر پوری استقامت کے ساتھ دین اختیار کروں۔

۱۰:۱۰۶ = لَا تَدْعُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ آخر سے واؤ حرف علت محذوف ہے۔ تو مت پکار۔ تو مت عبادت کر۔

۱۰:۱۰۷ = یَمْسَسْکَ۔ مَسَّ یَمَسُّ (باب سَمِعَ) مَسٌّ وَمَسِیْسٌ کسی کو ہاتھ سے چھونا کسی کو تکلیف پہنچنا۔ مَسٌّ ب پہنچانا۔ (متعدی) کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ۔ اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے۔

= لَا کَاشِفَ۔ اسم فاعل مفرد مذکر۔ کَاشِفُوْنَ جمع۔ کوئی تکلیف کو رفع کرنے والا نہیں۔ کَشْفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا (باب ضَرَبَ) باب سَمِعَ سے لازم ہے۔ بمعنی شکست کھانا

= رَآدَّ۔ ردّ کرنے والا۔ پھیرنے والا۔ دفع کرنے والا۔ روکنے والا۔ رَدٌّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= یُصِیْبُ بِہٖ۔ پہنچاتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ بِہٖ میں ضمیر کا مرجع فضل ہے۔ یعنی جس کو چاہتا ہے فضل عطا کرتا ہے۔

۱۰:۱۰۸ = وَکِیْلٌ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔

۱۰:۱۰۹ = یَحْکُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ وہ فیصلہ کر دے۔

(١١) سورہ ھُوْد مَکِّیَّۃٌ (٥٢)

١١: ١ = الٓرٰ۔ حروف مقطعات۔ ملاحظہ ہو۔
= کِتٰبٌ۔ ای ھو کِتٰبٌ۔ کتاب خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ یہ وہ کتاب ہے
= اُحْکِمَتْ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب اِحْکَامٌ سے۔ جس کے معنی مضبوط اور محکم کرنے کے ہیں۔ یوں پختہ اور استوار کرنا کہ اس میں کسی خلل اور نقص کا گمان تک نہ رہے۔ بمعنی مضبوط اور مستحکم بنادی گئی ہیں۔
= فُصِّلَتْ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْصِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) سے کھول کر بیان کی گئی ہیں۔
= لَدُنْ۔ ظرف مکان ہے۔ بمعنی طرف، پاس، عموماً اس سے پہلے مِنْ حرف جار آتا ہے جیسے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا (١٨: ٧٦) تم کو میری طرف سے (اپنے ساتھ نہ رکھنے کا) عذر حاصل ہوگا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ (١٨: ١٠) اے ہمارے رب ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما۔
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (١٨: ٦٥) ہم نے اسے اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔
مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ۔ بڑے دانا اور باخبر (خدا) کی طرف سے
١١: ٢ = اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط یہ مفعول لہٗ ہے ہر دو فعل اُحْكِمَتْ وَفُصِّلَتْ کا۔ بمعنی اس کی آیات کو محکم اور مضبوط بنایا گیا ہے۔ اور ان کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یا یہ کلام ماقبل سے منقطع ہے اور یہاں سے الگ کلام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے۔
تقدیر کلام یوں ہے قل لھم یا محمد الا تعبدوا الا اللہ۔
١١: ٣ = تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ۔ اس کی طرف لوٹو۔ ای ارجعوا الیہ بالطاعۃ والعبادۃ۔ اس کی

اطاعت وعبادت کو حرزِ جان بنا کر اس کی طرف متوجہ ہوجاؤ
= یُمَتِّعۡکُمۡ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو بہرہ اندوز کریگا۔ (باب تفعیل) مَتَاعًا حَسَنًا۔ اچھا مال ومتاع۔ خوشگوار نعمتیں۔
= ذِیۡ فَضۡلٍ۔ زیادہ نیکی کرنے والا۔ مَنۡ کَانَ لہ فضل فی العمل۔ جو زیادہ عمل (نیک) کرے گا۔ فَضۡلَہٗ۔ عطاءہٗ۔ جزاءہٗ۔ یعنی اسی قدر اس کی جزاء اور عطا میں اضافہ ہوگا
= یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ۔ یوم القیامۃ
١١: ٥ = یَثۡنُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ثَنٰی یَثۡنِیۡ (باب ضرب) ثَنۡیٌ الشَّیۡءُ۔ موڑنا۔ لپیٹنا۔ تہ کرنا۔ ثَنٰی صَدۡرَہٗ۔ اس نے اپنے دل میں دشمنی چھپائے رکھی حب اس کا صلہ عَنۡ ہو تو بمعنی موڑنا۔ پھیرنا۔ روکنا ہوتا ہے۔
اور جب اس کا صلہ عَلٰی ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر لپیٹنا تاکہ وہ چھپ جائے۔ یَثۡنُوۡنَ۔ وہ دوہرا کئے دیتے ہیں (اپنے کفر وعداوت کو چھپانے کے لئے)
= لِیَسۡتَخۡفُوۡا۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسۡتِخۡفَاءٌ (اِسۡتِفۡعَالٌ) سے۔ کہ وہ آڑ کرلیں پردہ کرلیں۔ چھپالیں۔ اصل میں یَسۡتَخۡفُوۡنَ تھا۔ لام تعلیل کی وجہ سے نون اعرابی گرگیا۔
= مِنۡہُ۔ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔
= یَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِیَابَہُمۡ۔ مضارع جمع مذکر غائب ثِیَابَہُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ اِسۡتِغۡشَاءٌ مصدر۔ (باب استفعال) وہ اوڑھتے ہیں۔ یَتَغَطَّوۡنَ بِہَا مُبَالَغَۃً فِی الۡاِسۡتِخۡفَاءِ۔ کپڑوں کو خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے آپ کو مزید چھپانے کے لئے۔
اَلَا حِیۡنَ یَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِیَابَہُمۡ یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ ؕ
خبردار (یاد رکھو) جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی۔

۔ پارہ نمبر ١١ الحمد للہ آج مورخہ یکم ذو الحجہ بروز پیر کو تمام ہوا۔ مطابق یکم مئی ١٩٩٥ء

پارہ
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ
(۱۲)
ھُود - یُوسُف

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ

۱۱: ۶ = دَابَّةٍ۔ الدَّبُّ وَالدَّبِيْبُ۔ (باب ضَرَبَ) کے معنی آہستہ چلنا اور رینگنا کے ہیں۔ یہ لفظ حشرات الارض کے متعلق زیادہ تر استعمال ہوتا ہے یہ لفظ عرف میں خاص کر گھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغت میں ہر حیوان ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ دَابَّةٍ۔ ہر چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا جانور۔ اس کی جمع دَوَابُّ اور مادہ د ب ب ہے۔ دَابَّةُ الْاَرْضِ۔ ایک غیر معروف قسم کا جانور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب خروج کرے گا اور نشان لگا کر ایمانداروں اور منکروں کو ایک دوسرے سے الگ کردے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۲۷: ۸۲) اور جب ان کے بارہ میں وعدہ (عذاب کا) پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا۔

= عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ کے ذمہ ہے۔

= مُسْتَقَرَّهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ مُسْتَقَرٌّ۔ ظرف مکان اِسْتِقْرَارٌ (باب استفعال) سے بمعنی قرار۔ مُسْتَقَرٌّ بمعنی قرارگاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع دَابَّةٍ ہے۔ مستقر سے مراد بعض کے نزدیک رحم مادر ہے۔ صاحب روح المعانی نے صلب پدر مراد لیا ہے۔

= مُسْتَوْدَعَهَا۔ اسم ظرف مکان ہے۔ مضاف منصوب۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ امانت رکھنے کی جگہ۔ اِيْدَاعٌ امانت رکھنا خواہ اپنے پاس یا دوسرے کے پاس اِسْتِيْدَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) بطور امانت کسی کے پاس کچھ رکھنا۔ تَوْدِيْعٌ (تَفْعِيْلٌ) مسافر کو الوداع کہنا۔ یا چھوڑ دینا۔ جیسے قرآن میں ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ (۹۳: ۳) (اے محمد) تمہارے پروردگار نے نہ تم کو چھوڑا ہے۔

آیہ ہذا میں امانت رکھنے کی جگہ سے مراد پشت پدر۔ قبر لیا گیا ہے۔ صاحب روح المعانی نے اس سے مراد موضعها فِي الْاَرْحَامِ (رحم مادر) لیا ہے۔

= كُلٌّ۔ ای كل واحد من الدواب ورزقها ومستقرها ومستودعها (ہر ذی حیات

جانور۔ اس کا رزق۔ اس کی قرار گاہ اور اس کی لبطور امانت رکھے جانے کی جگہ،

= کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۔ لوح محفوظ۔

۱۱ : ۷ عَرْشُهٗ ۔ عرش۔ تخت شاہی ۔ جیسے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲ : ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ یا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا (۲۷ : ۳۸) کوئی تم میں ایسا ہے کہ ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔

اَلْعَرْشُ ۔ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے قرآن حکیم میں آیا ہے وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (۲ : ۲۵۹) اور اس کے مکان اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے انگور کی بیلوں کے لئے ٹٹیاں بنانا بھی عرش کہلاتا ہے اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں کو مُعَرَّش کہتے ہیں۔ ان معنوں میں قرآن میں ہے۔ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ (۷ : ۱۳۷) جو وہ ٹٹیوں پر چڑھاتے تھے۔

عَرْشٌ بمعنی عزت۔ غلبہ۔ سلطنت بھی مستعمل ہے چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ ثُلَّ عَرْشُهٗ (فلاں کی عزت جاتی رہی)

اور جہاں تک عرش الٰہی کا تعلق ہے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں۔ اور اس کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا نہ کہ محمول۔ حالانکہ ذات باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔

= وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ۔ یہاں جملہ معترضہ ہے جو غالباً لوگوں کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ اگر آسمان و زمین اگر پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا کئے گئے تو پہلے کیا تھا؟ (تفہیم القرآن)

= لِیَبْلُوَكُمْ ۔ ل، تعلیل کے لئے ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ یَبْلُوَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ بَلَاءٌ مصدر (باب نصر) بَلْیٌ مادہ۔ تاکہ وہ آزمائش کرے یعنی اس نے آسمان و زمین اور ان کے مابین جملہ مخلوق، ان کا حیاتی انتظام و انصرام۔ بود و باش خوراک و پوشاک، وغیرہ اس لئے پیدا کئے کہ تم کو خلیفۃ اللہ بنا کر تم کو اختیارات سونپ کر اور تم پر اخلاقی ذمہ داریاں ڈال کر آزمائش کرے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

(تفہیم القرآن۔ روح المعانی)

= فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۔ لفظی معنی ہیں چھ دنوں میں۔ چونکہ جس زمانہ کے متعلق اس کا استعمال ہوا ہے سورج کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا دنوں کا لفظ عام معنوں میں نہیں لیا جا سکتا۔ عربی زبان میں

یہ مطلقاً وقت اور زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ زمانہ ایک دن کا ہو یا ایک سال کا۔ ایک صدی کا ہو یا ایک ہزار سال کا۔ خواہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو۔ آیۃ ہذا میں سِتَّةِ اَيَّامٍ سے مراد چھ ادوار زمانہ ہیں ہر دور کی مقدار کتنی تھی۔ قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

= لَئِنْ۔ میں لام زائدہ ہے اور اِنْ حرف شرط ہے اِنْ شرطیہ پر آنے والا لام ہمیشہ زائدہ ہوتا ہے

= مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔

١١: ٨ = اَخَّرْنَا۔ ہم روک لیں۔ ہم تاخیر کر دیں۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاخِيْرٌ (تفعیل) سے

= اُمَّةٍ۔ مدت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمّت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بناء پر ہو (جیسے امت محمدیہ) یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو (جیسے پچھلی امتیں) امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا۔ اور مضاف الیہ قائم مقام مضاف کے سمجھا جائے گا۔ مثلاً آیۃ موجودہ میں اصل میں یوں تھا۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى زَمَنِ اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ۔ زَمَنَ کو حذف کر کے اُمَّةٍ کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔

اُمَّتٌ کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں عربی میں ہے فُلَانٌ لَا اُمَّةَ لَهٗ۔ فلاں کا کوئی دین اور مذہب نہیں ہے۔

= يَحْبِسُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ حَبْسٌ سے (باب ضَرَبَ) (کس چیز نے) اس کو روک رکھا ہے۔

= اَلَا۔ حرف تنبیہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ دیکھو۔ سُن رکھو۔ کان کھول کر سُن لو۔ حرف بسیط ہے۔ مرکب نہیں ہے۔

= مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ۔ ان سے پھیرا نہیں جا سکیگا۔ ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔ ٹالا نہیں جا سکیگا اَلصَّرْفُ۔ کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ یا کسی اور چیز سے بدل دینا یعنی جس روز وہ واقع ہوگا پھر ٹلنے کا نہیں۔

= حَاقَ۔ اَلْحُيُوْقُ۔ اَلْحَيَقَانُ (باب ضرب) کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ بٖ کے ساتھ آئے تو متعدی ہوتا ہے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

آیۃ ہذا و آیۃ (۴۶ : ۲۶) اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے ان کو گھیر لیا۔

۱۱ : ۹ == اَذَقْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ اِذَاقَۃٌ سے ذَوْقٌ مادہ ۔ ہم چکھاتے ہیں ۔ ہم نے چکھایا۔ ذَاقَ یَذُوْقُ (باب نصر) چکھنا۔

== نَزَعْنَاہُ مِنْہُ ۔ ماضی جمع متکلم ۔ نَزْعٌ مصدر ۔ ہم نے اس (رحمت کو) اس سے چھین لیا۔ نَزْعٌ ۔ چھیننا ۔ نکال دینا ۔ چھانٹ کر نکال دینا ۔

== یَئُوْسٌ ۔ صیغہ صفت مشبہ ۔ یَاْسٌ سے ۔ ناامید ۔

== کَفُوْرٌ ۔ ناشکرا ۔ یَئُوْسٌ کَفُوْرٌ ۔ یَائِسٌ کَافِرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر ۔ مبالغہ کے صیغے ہیں

۱۱ : ۱۰ == نَعْمَآءَ وہ انعام جس کا اثر پانے والے پر ظاہر ہو ۔ مراد راحت و آسائش ۔

== فَرِحٌ ۔ وہ لذت جو مطلوب کے حاصل ہونے پر دل میں پیدا ہوتی ہے ۔ صفت مشبہ کا صیغہ خوش ۔ اترانے والا ۔ فرحت محسوس کرنے والا ۔

== فَخُوْرٌ ۔ مبالغہ کا صیغہ فَخْرٌ مصدر ۔ بہت زیادہ فخر کرنے والا ۔ شیخی خور ۔ یعنی وہ اترانے لگتا ہے کہ یہ مال و دولت کی فراوانی اور اقبال مندیاں اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہیں ۔

۱۱ : ۱۲ == لَعَلَّکَ ۔ لَعَلَّ اور کَ پر مشتمل ہے ۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے اور لَعَلَّ حرف مشابہ بفعل ہے ۔ حرف عامل ہے اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع ۔

اِنَّ یا اَنَّ ۔ کَاَنَّ لَیْتَ لٰکِنَّ لَعَلَّ ۔ ناصب اسم اند رافع در خبر ضد مَا وَلَا

امید و خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے ۔

(۱) امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے ۔ جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَۃَ (۲۶ : ۴۰) فرعون کی قوم والوں نے کہا ،، ہم کو امید ہے کہ (اگر وہ جیت گئے تو) ہم جادوگروں کی پیروی کریں گے ،،

یہاں امید کا رجوع خود یہ کلام کرنے والوں کی طرف تھا ۔

(۲) کبھی مخاطب کو امید دلانے اور امید وار رکھنے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع مخاطب کی طرف آتا ہے کیونکہ امید و بیم کی کیفیت مخاطب کے دل سے متعلق ہے مثلاً لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (۲۰ : ۴۴) شاید وہ غور کرلے یا ڈر جائے ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اس سے کہو کہ ہم اللہ کے رسول ہیں ۔ اور یہ امید لے کر جاؤ کہ ،، شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے ۔ یہاں امید دلانے کا تعلق حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے ہے ۔

(۳) کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے اور نہ مخاطب سے بلکہ کسی تیسرے شخص غائب سے ہوتا ہے

جیسے فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ (آیہ ہذا۔ ۱۱: ۱۲) اگر تمہارے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ "شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے۔ چھوڑ دو"۔ یہاں یہ امید کی کیفیت۔ لوگوں کے دلوں میں ہے لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور ہ۔ کَ۔ نَا۔ ھُمْ اس کا اسم۔

لَعَلَّ کا حرف جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے استعمال کرے تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ اس بناء پر بہت سی آیات میں لفظ کَیْ سے اس کی تفسیر کی گئی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشے کے معنی لینا صحیح نہیں ہے۔

لَعَلَّ طمع اور اشفاق (ڈرتے ہوتے چلنے) امید اور خوف۔ بیم و رجاء کے معنی ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لَعَلَّہٗ۔ شاید وہ۔ لَعَلَّكَ۔ شاید تو۔ لَعَلَّنَا۔ شاید ہم وغیرہ۔

= وَضَآئِقٌۢ بِهٖ ۔ ضَآئِقٌ۔ تنگ ہونے والا۔ ضَيْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اَلضِّيْقُ کے معنی تنگی کے ہیں یہ سَعَةٌ کی ضد ہے وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اس خیال سے تمہارا دل تنگ ہو۔ اس کا عطف تَارِكٌ پر ہے۔

= وَكِيْلٌ۔ نگہبان۔ نگران۔

۱۱: ۱۳ = اَمْ۔ کیا۔

= اِفْتَرٰىهُ۔ اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتِرَآءٌ (افتعال) سے۔ اِفْتَرٰى يَفْتَرِىْ ۔ فَرْىٌ مادہ۔ من گھڑت بات بنانا۔ عجیب بات۔ عظیم بات۔ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (۱۹: ۲۷) تم ایک عجیب شے لائی ہو۔ اِفْتَرٰىهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ کی طرف راجع ہے۔

۱۱: ۱۳ = مُفْتَرَيٰتٍ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ خود ساختہ۔ من گھڑت

۱۱: ۱۴ = فَاِلَّمْ اَیْ فَاِنْ لَّمْ۔

= لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ۔ اور اگر وہ تمہاری دعوت (برائے معاونت) قبول نہ کریں۔ مضارع نفی جحد بَلَمْ۔ لَكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مشرکین کی طرف راجع ہے جن کو یہ چیلنج دیا جارہا ہے اسی طرح سے فَاعْلَمُوْا میں بھی خطاب مشرکین سے ہے۔

= فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے۔

۱۱: ۱۵ = نُوَفِّ۔ وَفّٰى۔ يُوَفِّىْ تَوْفِيَةً (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔ نُوَفِّ اصل میں نُوَفِّىْ تھا جواب شرط ہونے کے سبب ىْ ساقط ہو گئی۔

= اٰيَةٍ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الدُّنْيَا ہے۔

= لَا يُبْخَسُوْنَ ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب بَخْسٌ سے اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رکھے جائیں گے ۔ اگر ھا ضمیر کا مرجع اعمال کا بدلہ ہے۔ تو ترجمہ ہوگا ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جائے گی ۔

۱۱: ۱۶ = حَبِطَ یَحْبَطُ (سَمِعَ) اکارت گیا۔ ضائع ہوگیا۔ مٹ گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب

= فِیْھَا ۔ ای فِی الدُّنْیَا

۱۱: ۱۷ = بَیِّنَةٍ ۔ کھلی دلیل ۔ برہان قاطع ۔ واضح دلالت کو بَیِّنَةٌ کہتے ہیں خواہ دلالتِ عقلیہ ہو یا محسوسہ ۔

بَیِّنَةٌ سے یہاں کیا مراد ہے۔ مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ۔ عقلی دلیل ۔ قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دینِ حق ۔

= اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ۔ پچھلی دو آیات (۱۵: ۱۶) میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جن کی ساری تگ ودو ۔ دنیاوی زندگی ۔ اور اس کے لوازمات کے حصول کی خاطر تھی ۔ اور اب آیۃ ہذا میں وہ لوگ مذکور ہیں جو محض رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے لئے کوشاں ہیں ۔

اس سوالیہ جملہ کا جواب محذوف ہے ۔ تقدیر کلام یوں ہے ۔

اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّہٖ کَمَنْ یُّرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا وَلَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۔ کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن اور واضح دین پر چل رہا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو محض دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا ہی خواہاں ہے اور جس کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہیں ۔

اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّہٖ سے مراد بعض نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب مراد لئے ہیں اور جواب محذوف کَمَنْ ھُوَ فِیْ ضَلَالَةٍ وَّکُفْرٍ لیا ہے

= یَتْلُوْہُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اگر یہ تِلَاوَةٌ مصدر سے ہے تو معنی ہوگا وہ تلاوت کرتا ہے ۔ وہ پڑھتا ہے اور اگر تُلُوٌّ مصدر سے ہے تو اس کا مطلب : وہ پیچھے چلتا ہے ۔ وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے ۔ ہر دو مصدر سے یَتْلُوْ بابِ نصر سے ہے ۔

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو مَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ہے یا صرف بَیِّنَةٍ ہے ۔

= شَاھِدٌ ۔ گواہ ۔ حاضر ہونے والا ۔ بتانے والا ۔ شَھَادَةٌ اور شُھُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۔ شَاھِدٌ سے کون مراد ہے (۱) اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں

ابن عباس ۔علقمہ ۔ابراہیم نخعی ۔مجاھد ۔عکرمہ ۔ضحاک وغیرہم۔
(۲) اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(حسن بصری ۔قتادہ)
(۳) اس سے مراد قرآن مجید ہے (الحسین بن الفضل)
= مِنْهُ۔ میں ہٗ ضمیر کا مرجع یا تو اللہ ہے۔ یا القرآن۔
= اِمَامًا۔ پیشوا ۔مقتدار۔ رہنما۔ بروزن فِعَالٌ۔ اسم ہے بمعنی مَنْ يُؤْتَمُّ بِهٖ۔ یعنی جس کا قصد کیا جائے۔ چونکہ راہنما اور مقتداء کا قصد کیا جاتا ہے غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ حق میں پیروی ہو یا ناحق میں۔ اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدا کریں۔ یا کتاب جس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے نیز جمع کے موقع پر بلفظ واحد بھی مستعمل ہے۔
= اُولٰٓئِكَ۔ ای من کان علیٰ بینۃ من ربہٖ۔ اسم اشارہ جمع۔

مندرجہ بالا آیت کے الفاظ کے متعلق مختلف اقوال کی روشنی میں

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ کا ترجمہ متعدد صورتوں میں ہو سکتا ہے مثلاً۔
(۱) کیا وہ شخص (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل کی پیروی کر رہا ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (تائید میں) آگیا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب راہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود ہو۔ (وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح انکار کر سکتا ہے) ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے۔
(تفہیم القرآن۔ یہاں اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ يَتْلُوْهُ بمعنی تِلْوٌ۔ ہٗ ضمیر برائے بَيِّنَةٍ شاہد براد قرآن مجید۔ مِنْهُ کی ضمیر ہٗ برائے پروردگار متصور ہوتی ہے)
(۲) کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف سے ایک بیّن دلیل پر قائم ہوں۔ اور جن کے پاس خدا کی طرف سے ایک گواہ (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اسے پڑھ کر سناتا ہو (مصدر تلاوۃ سے) اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب بطور راہنما و رحمت بھی موجود ہو۔ وہ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو اس کے منکر ہیں اور دنیاوی لالچ میں گرفتار ہیں)
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں ہر مومن شامل ہے جیسا کہ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ سے ظاہر ہے۔ اور بَيِّنَةٍ سے مراد قرآن حکیم ہے۔ شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (مولانا محمد علی)

(۳) پھر دیکھو جو لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ایک روشن دلیل رکھتے ہوں (یعنی وجدان و عقل کا فیصلہ) اور اس کے ساتھ ہی ایک گواہ بھی اس کی طرف سے آگیا ہو (یعنی اللہ کی وحی) ......
(ترجمان القرآن) وغیرہم۔

= یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ اور یَکْفُرُوْنَ بِہٖ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن المجید ہے

= اَلْاَحْزَابِ۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع ہے۔

= مَوْعِدُہٗ۔ اسم ظرف مکان۔ وَعْدٌ۔ مصدر۔ وعدہ کی جگہ۔ ٹھکانہ۔

= لَاتَكُ۔ تَكُ اصل میں تَكُوْنُ تھا۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ لا نہی کے عمل سے واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ لَا تَكُنْ رہ گیا۔ خلاف قیاس نون کو حرف علت کے مشابہ مان کر کثرتِ استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔ لَا تَكُ رہ گیا۔ تو نہ ہو تو مت ہو۔

۱۱: ۱۸ = یُعْرَضُوْنَ عَلٰی۔ پیش کئے جائیں گے۔ مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب عَرَضَ الشَّیْءَ لِفُلَانٍ کسی چیز کو کسی کے پیش کرنا عَرَضَ الشَّیْءَ عَلَیْہِ کوئی چیز کسی کو دکھلانا یا پیش کرنا۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَۃِ (۲: ۳۱) پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَی النَّارِ (۴۶: ۲۰) اور جس روز کافر دوزخ کے سامنے کئے جائیں گے۔

= اَلْاَشْھَادُ۔ گواہی دینے والے۔ گواہ۔ شَاھِدٌ کی جمع ہے۔ جیسے صَاحِبٌ کی جمع اَصْحَابٌ ہے یا شَھِیْدٌ کی جمع ہے۔ جیسے شَرِیْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے۔ یہاں اَشْھَادٌ سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ یا اس سے مراد رسول اور پیغمبر اور انبیاء ہیں یا اس سے مراد جملہ خلائق ہیں۔

۱۱: ۱۹ = یَصُدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَدٌّ۔ مصدر۔ (باب نَصَرَ) روکتے ہیں

= یَبْغُوْنَھَا۔ بَغْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو چاہتے ہیں۔ اس کا مرجع دین الٰہی ہے جس کو سَبِیْلِ اللّٰہِ سے تعبیر کیا گیا ہے مطلب ہوا کہ وہ دینِ الٰہی کو حق سے پھرا ہوا چاہتے ہیں۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنوں کو ٹیڑھے راستے پر لے جانے کے خواہشمند ہیں

= عِوَجًا۔ ٹیڑھا۔ کج۔

۱۱۔ ۲۰ مُعْجِزِیْنَ۔ عَجْزٌ کے اصلی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا۔ یا اس کا حاصل ہونا ایسے

وقت میں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے رہ جانے کی بولا جاتا ہے قرآن میں آیا ہے وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ (۴۲ : ۳۱) اور تم زمین میں خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی جسے وہ چاہے وہ کرنے سے تم اسے قاصر نہیں کر سکتے

= یُضٰعَفُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب مُضٰعَفَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ بڑھا دیا جائے گا۔ دوگنا کر دیا جائے گا۔

= خَسِرُوْٓا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فعل لازم۔ نقصان اٹھانا۔ گمراہ ہونا۔ ہلاک ہونا۔ (باب سمع) خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ۔ انہوں نے خود نقصان اٹھایا۔

= ضَلَّ عَنْھُمْ۔ ان کو چھوڑ گئے۔ ان سے گم ہو گئے (یعنی وہ جھوٹے بت جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ اور جو اپنے معبودانِ باطل سے انہوں نے موہوم امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب کہیں بھی نظر نہ آئیں)

۱۱:۲۲ = لَاجَرَمَ۔ یقینًا اور حقًّا کا ہم معنیٰ ہے اور بعض کے نزدیک لَاجَرَمَ کا معنیٰ ہے لَاضِدٌّ وَلَامَنْعَ۔ کوئی رکاوٹ نہیں۔ کوئی ممانعت نہیں۔ کوئی روک نہیں سکتا۔

لَاجَرَمَ وَلَاجُرْمَ۔ یعنی ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔ سبھی قسم کے معنیٰ دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ لَاجَرَمَ لَاَفْعَلَنَّ۔ قسم خدا کی میں ایسا ضرور کروں گا۔

بعض کے نزدیک لَا زائدہ ہے جَرَمَ فعل متعدی ہے اور کَسَبَ کے معنی میں ہے بعض نے فعل لازمی بنا کر وَجَبَ کے معنی میں لیا ہے بعض نے لَاجَرَمَ کو مرکب بنایا ہے حَقًّا کے معنی میں

= اَلْاَخْسَرُوْنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے زیادہ نقصان پانے والے۔ گھاٹا پانے والے۔ خَسَارَۃٌ وَخُسْرَانٌ مصدر۔ اَخْسَرُ کی جمع ہے۔

۱۱:۲۳ = اَخْبَتُوْٓا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ جھکے۔ انہوں نے عاجزی کی۔

اِخْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی تواضع۔ اور خشوع وخضوع کے ہیں۔ اَلْخَبْتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اَخْبَتَ الرَّجُلُ آدمی نے نشیبی اور نرم زمین کا قصد کیا یا وہاں اتر گیا۔ اس کے بعد لفظ الاخبات (افعال) نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ (۲۲ : ۳۴) اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

آیہ ہذا میں وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّھِمْ اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس کا معنی خافوا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے رجوع کا معنی کیا ہے۔

۱۱ : ۲۶ = عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۔ یوم کی صفت الیم مجازاً کی گئی ہے کہ عذاب کا وقوع دن ۔ (یعنی دن رات) میں ہی ہوتا ہے یعنی ایسا دن کہ جس میں دردناک عذاب ہی عذاب ہو یوم سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے اور یوم طوفان بھی ۔

. . . .

۱۱ : ۲۷ = اَرَاذِلُنَا ۔ ہم میں سے پنچ قوم ۔ ہمارے رذیل لوگ ۔ اَرْذَلُ کی جمع جو رِذَالَةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے ۔

بعض کے نزدیک یہ جمع الجمع ہے رذل کی جمع اَرْذُلٌ اور اَرْذُلٌ کی جمع اَرَاذِلُ ہے

= بَادِيَ الرَّاْيِ ۔ بادی النظر میں ۔ ظاہراً ۔ سرسری نظر میں ۔

۱۱ : ۲۸ = اَرَءَيْتُمْ ۔ اَخْبِرُوْنِيْ ۔ مجھے بتاؤ تو ۔ بھلا یہ تو بتاؤ

= فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۔ پھر وہ پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (یعنی وہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہو) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب ۔ تَعْمِيَةٌ (تفعیل) سے ۔ جس کے معنی اندھا کر دینے اور چھپا دینے کے ہیں ۔

= اَنُلْزِمُكُمُوْهَا ۔ الف استفہامیہ نُلْزِمُ مضارع جمع متکلم ۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول اوّل ۔ ھَا مفعول دوئم ۔ ضمیر کا مرجع الرَّحْمَةَ ہے ۔ واؤ دو ضمیروں کے درمیان وصل کے لئے ہے ۔ کیا ہم اس کو تم پر چپٹا دیں ۔ کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں ۔ (تھانوی)

اسی طرح اَسْقَيْنٰكُمُوْهُ (۱۵ : ۲۲)

= وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو ۔ جب کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو ۔

۱۱ - ۲۹ = يٰقَوْمِ ۔ اے میری قوم قَوْمِ اصل میں قَوْمِيْ تھا ۔

= عَلَيْهِ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ تبلیغ رسالت کے لئے ہے ۔ یعنی اس تبلیغ پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا ۔

= طَارِدٍ ۔ طَرْدٌ سے اسم فاعل ۔ واحد مذکر حاضر ۔ ہانکنے والا ۔ تَطْرُدُ (باب نصر) ہانکنا ۔ کسی کو ذلیل و حقیر جان کر دور کر دینا ۔ ہٹا دینا ۔

= وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ یعنی میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اپنے پاس سے اس واسطے دھتکارنے سے رہا ۔ جو تمہاری نظروں میں ذلیل ہیں لیکن وہ درحقیقت خداوند

تعالیٰ کے حضور شرف باریابی پانے والے ہیں۔

ایسا ہی مطالبہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الآیة ۶: ۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں۔ خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے۔

= تَجْهَلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جہالت کرتے ہو۔ تم نادانی کرتے ہو۔

اَلْجَهْلُ ۔ جہالت ۔ نادانی۔ جہالت تین قسم پر ہے۔

(۱) انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ اور یہی اس کے اصل معنیٰ ہیں۔

(۲) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہیئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہے یا غلط۔ جیسے قصدًا نماز ترک کر دینا۔

جاہل کا لفظ عمومًا بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بغیر مذمت کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کئے جا رہے ہو۔

= اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ الف استفہامیہ۔ تم کیوں غور نہیں کرتے۔ تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ تَذَكُّرٌ (تفعّلٌ) سے دھیان دینا۔ نصیحت پکڑنا۔

۱۱: ۳۱ = تَزْدَرِيْٓ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِزْدِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے زَرْیٌ مادہ (باب افتعال میں ت کو د سے بدلا گیا ہے) تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ (جنہیں تمہاری نظریں حقیر اور بے وقعت دیکھتی ہیں۔ یہ اصل میں تَزْدَرِيْهِمْ اَعْيُنُكُمْ تھا۔ (یعنی مفعول محذوف ہے) یعنی تم انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ زَرٰی عَلٰی ۔ کسی پر عیب لگانا۔

= لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۔ کہ اللہ ان کو بھلائی نہیں دیگا۔ اجر نہیں دے گا۔

= اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ای ان قلت شیئًا من ذٰلك انی اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (اگر میں کوئی ایسی بات کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا)۔

۱۱: ۳۲ = جَادَلْتَنَا (باب مفاعلہ) تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ جدلٌ مادہ۔

= تَعِدُنَا ۔ تو ہمیں ڈراتا ہے۔ تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم

وعدہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے (توہم سے وعدہ کرتا ہے) لیکن یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

۱۱:۳۳ = مُعْجِزِیْنَ ۔ ملاحظہ ہو (۱۱:۲۰) عاجز کر دینے والے۔

۱۱:۳۴ = یُغْوِیَکُمْ ۔ مضارع منصوب ۔ واحد مذکر غائب ۔ اِغْوَاءٌ (افعال) مصدر ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو کج راہ چھوڑ دے۔ وہ تمہیں گمراہ رکھے۔

۱۱:۳۵ = اِفْتَرٰىهُ ۔ اس نے اس کو گھڑلیا۔ اس نے اس کا افترا کیا۔ اِفْتَرٰی صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل کے فاعل جمہور کے نزدیک حضرت نوح ہیں۔ لیکن مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بصورت اول ہُ ضمیر سے مراد وہ کلام ہے جو حضرت نوح پر بذریعہ وحی نازل ہوا۔ اور دوسری صورت میں اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

= اِجْرَامِیْ ۔ میرے جرم کا وبال ۔ ای وبال اجرامی۔

= وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۔ جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

۱۱:۳۶ = لَا تَبْتَئِسْ ۔ تو غم نہ کھا۔ تو غمگین نہ ہو۔ اِبْتِئَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) غمگین اور رنجیدہ ہونا فعل نہی واحد مذکر حاضر۔

۱۱:۳۷ = بِاَعْیُنِنَا ۔ ہماری نظروں کے سامنے۔ ہماری حفاظت اور نگرانی میں۔ وَوَحْیِنَا اور ہماری ہدایات کے مطابق۔

= وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۔ اور ظالموں کے بارہ میں مجھ سے درخواست نہ کریں

۱۱:۳۹ = مَنْ یَّاْتِیْهِ ۔ ای اینا من یاتیہ نحن او انتم۔ یعنی عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ عذاب کس پر آتا ہے ہم پر یا تم پر۔

= یُخْزِیْهِ ۔ جو اس کو رسوا کرے گا (جس پر نازل ہوگا) (یہ عذاب دنیا ہے)

= عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۔ ایسا عذاب جو ہمیشہ رہیگا۔ (اور یہ عذاب آخرت ہے) مُقِیْمٌ اِقَامَةٌ سے اسم فاعل۔

۱۱:۴۰ = فَارَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب باب نَصَرَ۔ فَوْدٌ۔ فُتُوْرٌ اور فَوَرَانٌ مصادر اس نے جوش مارا۔ وہ ابل پڑا۔

= زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ ۔ دو زوج ۔ یعنی ایک نر اور ایک مادہ۔ زوج جوڑے کے ہر فرد کو کہتے ہیں۔ عورت کو بھی زوج کہا جاتا ہے اور مرد کو بھی۔ اس لئے جب زوجین (تثنیہ) ہوگا تو اس سے جوڑے کے دونوں فرد نر اور مادہ مراد ہوں گے۔

= اَھْلَكَ - تیرے گھر والے۔ تیرے گھر کے لوگ، اَھْل مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔
جب فعل استعمال ہو تو معنی اس نے ہلاک کیا۔ اس نے غارت کیا۔ کے ہوں گے۔
= وَمَنْ اٰمَنَ ۔کا عطف اَھْلَكَ پر ہے اور وہ بھی جو ایمان لائے ہوئے ہیں
اِلَّا حرف استثناء ہے۔
مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ مِنْہُمْ۔ مستثنیٰ۔
ماسوائے اُن کے جن پر پہلے ہی حکم (ان کے غارت ہونے کا) جاری ہو چکا ہے
۱۱: ۴۱ = قَالَ - ای قَالَ نُوْحٌ
= اِرْکَبُوْا۔ تم سوار ہو جاؤ۔ رُکُوْبٌ سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ رُکُوْبٌ کے اصل معنی جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں۔ لیکن یہاں کشتی پر سوار ہونے کے لئے مستعمل ہے
= فِیْھَا - ای فِی الْفُلْكِ
= مَجْرٖىھَا۔ مَجْرٰى۔ مصدر میمی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ جَرٰى یَجْرِیْ (باب ضَرَبَ) سے۔ اس کا پانی کی طرح ہمواری کے ساتھ رواں ہونا۔ یا مَجْرٰی ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی کشتی کے چلنے کی جگہ۔ یا چلنے کا وقت =
مُرْسٰىھَا۔ مُرْسٰی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ۔ مصدر میمی۔ اس کا ٹھہرانا اس کا جمانا۔ مادّہ رَسْوٌ۔ رَسَا یَرْسُوْ (باب نصر) رَسْوٌ کا معنی ٹھہرنا۔ جگہ پر جم جانا۔ اس سے مصدر میمی مَرْسًا آتا ہے۔ باب افعال سے مصدر اِرْسَاءٌ اور مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے ٹھہرانا جمانا۔ کشتی کا لنگر ڈالنا۔ مُرْسٰی۔ ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے
اِرْکَبُوْا میں جو ضمیر فاعل ہے وہ ذو الحال ہے اور بِسْمِ اللّٰہِ ..... الخ حال ہے۔
یعنی کشتی میں یہ کہتے ہوئے سوار ہو۔ بِسْمِ اللّٰہِ ...... الخ۔ مَجْرٰی وَ مُرْسٰی ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں ہو سکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں جہاں وہ چلتی ہے اور جہاں وہ رکتی ہے
بصورت ہر دو کے مصدر میمی ہونے کے مضاف (وقت) محذوف ماننا پڑے گا۔
ای وقت جریھا وارسائھا۔ جَرٰى یَجْرِیْ ثلاثی مجرد ہے اور اَرْسٰی یُرْسِیْ ثلاثی مزید فیہ۔
۱۱: ۴۲ = مَعْزِلٍ۔ اسم ظرف مکان۔ الگ جگہ۔ عَزْلٌ مصدر الگ کر دینا۔
۱۱: ۴۳ = سَاٰوِیْ - اَوٰی یَاْوِیْ (باب ضرب) اُوِیًّا۔ کسی جگہ نزول کرنا۔ کسی جگہ پناہ حاصل کرنا۔ اَوٰی اِلٰی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا۔ اٰوَاہُ (باب افعال) اِیْوَاءٌ۔ کسی کو جگہ دینا
سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا۔ اور باب افعال سے وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ

مَنْ تَشَآءُ (۳۳ : ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔

= یَعْصِمُنِیْ۔ عَصَمَ یَعْصِمُ۔ (باب ضَرَبَ) عِصْمَۃٌ مصدر۔ وہ مجھے بچالیگا۔

۱۱:۴۴ = اِبْلَعِیْ ۔ بَلَعَ یَبْلَعُ (فَتَحَ) امر واحد مؤنث حاضر۔ تو نگل جا۔ بَلْعٌ سے جس کے معنی نگلنے کے ہیں۔

= اَقْلِعِیْ۔ تو تھم جا۔ تو رک جا۔ (بارش سے رک جا) اِقْلَاعٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ امر واحد مؤنث حاضر۔

= غِیْضَ ۔ غَاضَ یَغِیْضُ غَیْضٌ۔ (باب ضَرَبَ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب پانی کو زمین میں جذب کر دیا گیا۔ پانی خشک کر دیا گیا۔ پانی اتر گیا۔

= اِسْتَوَتْ۔ اِسْتَوٰی یَسْتَوِیْ اِسْتِوَآءٌ۔ (افتعال) ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ (کشتی) ٹھہر گئی۔ جب یہ عَلٰی کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی کسی چیز پر چڑھنے۔ قرار پکڑنے اور مستوی ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں اِسْتَوٰی فُلَانٌ عَلٰی عَمَالَتِہٖ فلاں نے اپنا عہدہ سنبھال لیا۔ قرآن میں ہے فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ (۴۸: ۲۹) اور پھر وہ اپنی نال پر سیدھی ہو گئی۔ یا آیت ہذا میں۔ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ اور وہ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

= بُعْدًا۔ بُعْدٌ۔ دوری۔ ہلاکت۔ لعنت۔

اَلْبُعْدُ کے معنی دوری کے ہیں۔ یہ قُرْبٌ کی ضد ہے۔ بَعِدَ (سَمِعَ) کے معنی مرنا کے ہیں۔ اور عمومًا اَلْبَعَدُ ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (۱۱: ۹۵) جیسے ثمود تباہ ہو گئے۔

چونکہ موت و ہلاکت اور لعنت میں بھی دوری ہوتی ہے اس لئے بُعْد اور بَعِد کے معنی اکثر ہلاکت اور تباہی اور لعنت کے آتے ہیں۔ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ہلاکت اور بربادی ہو ظالموں کے لئے۔

= قُضِیَ الْاَمْرُ۔ قصہ تمام ہوا۔ حکم کی تعمیل ہو چکی۔ کام پورا ہو گیا۔ یعنی جنہوں نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے بچایا جانا تھا بچا لئے گئے

۱۱:۴۶ = اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۔ ای اِنَّہٗ ذُوْعَمَلٍ فَاسِدٍ۔ وہ صاحب اعمال فاسدہ ہے۔ یعنی اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں غیر صالح ہیں ذُوْ۔ کو مبالغہ کی خاطر حذف کیا گیا ہے

= فَلَا تَسْئَلْنِ اصل میں فَلَا تَسْئَلْنِیْ تھا۔ لَا تَسْئَلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ اور ی متکلم مفعول کے لئے ہے تو مجھ سے سوال مت کر۔ مجھ سے درخواست نہ کر۔

= اَعِظُكَ۔ وَعَظَ یَعِظُ وَعْظٌ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد متکلم كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں۔

۱۱: ۴۸ = اِھْبِطْ۔ تو اتر (یعنی اب کشتی سے اتر جاؤ۔ ھُبُوْطٌ سے (باب ضَرَبَ) امر واحد مذکر حاضر۔

= عَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ان لوگوں پر جو تیرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ یعنی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اُمَمٌ۔ اُمَّۃٌ کی جمع ہے بمعنی جماعت

= وَاُمَمٌ۔ اُمَمٌ۔ مبتدا۔ خبر محذوف ہے تقدیر کلام:

وَمِنْھُمْ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُھُمْ۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ہم مال ومتاع دیں گے۔ اپنی نعمتوں سے ان کو نوازیں گے۔

۱۱: ۴۹ = اَنْبَآءِ۔ خبریں۔ حقیقتیں نَبَاٌ کی جمع ہے۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَاٌ کہتے ہیں۔ اور جس خبریں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نَبَاٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نَبَاٌ کہلانے کی مستحق نہیں۔ جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ ورسول نے بیان کیا ہو۔ اسی لئے نبی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے حقیقتیں اور سچی خبریں بیان کرے

= نُوْحِیْھَا۔ نُوْحِیْ۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم وحی کرتے ہیں ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع اَنْبَآءِ ہے۔

۱۱-۵۰ = وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔ اس کا عطف اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ (آیۃ ۲۵) پر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَاَرْسَلْنَا اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔

اَخَاھُمْ (ان کا بھائی) یعنی انہیں کے نسب سے

= مُفْتَرُوْنَ۔ جھوٹے بہتان باندھنے والے۔ اصل میں اِفْتِرَآءٌ سے مُفْتَرِیُوْنَ تھا۔ اس کا واحد مُفْتَرِیٌ ہے

۱۱: ۵۲ = یُرْسِلِ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط (مکسور بالوصل) واحد مذکر غائب ہے بھیجے گا۔ اِرْسَالٌ (اِفْعَالٌ) سے

= السَّمَآءَ۔ آسمان۔ ابر۔ بارش۔

= مِدْرَارًا۔ صیغہ مبالغہ۔ بہت برسنے والا۔

اصل میں مِدْرَارٌ۔ دَرٌّ اور دِرَّۃٌ سے ہے جس کے معنی دودھ کے ہیں پھر بطور

استعارہ بارش کے لئے استعمال ہونے لگا۔

یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجیگا۔ یا تم پر بار بار بارش برسانے والے بادل بھیجے گا۔ یا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔

= لَا تَتَوَلَّوْا۔ (جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں) اس سے روگردانی نہ کرو۔ منہ نہ موڑو اعراض مت کرو۔

= مُجْرِمِیْنَ۔ ای مصرین علی ما انتم علیہ من الاجرام۔ اپنے جرموں پر اصرار کرتے ہوئے میری دعوت سے روگردانی مت کرو۔

۱۱: ۵۳ = تَارِکِیْ۔ تَارِکٌ کی جمع بحالت نصب وجر مضاف اٰلِھَتِنَا (مضاف مضاف الیہ) مضاف الیہ۔ تَارِکِیْ اصل میں تَارِکِیْنَ تھا۔ ن بوجہ اضافت کے حذف ہوگیا (ہم) اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے (نہیں) یعنی نہیں چھوڑیں گے۔

۱۱: ۵۴ = اِعْتَرٰىکَ۔ اِعْتَرٰى۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِعْتَرٰى یَعْتَرِیْ (افتعال) اِعْتِرَاءٌ۔ کسی شے کی طرف قصد کرنا اور اس پر چھا جانا۔ اِعْتَرٰى (رنج والم کا) کسی پر چھا جانا۔ اِعْتَرٰىکَ۔ تجھ پر غلبہ کرلیا ہے۔ تجھ پر چھا گیا ہے۔ عرو۔ عری مادہ

= اِنْ نَّقُوْلُ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= بِسُوْٓءٍ۔ بَا تعدیہ کے لئے لایا گیا ہے۔

اِنْ نَّقُوْلُ ..... بِسُوْٓءٍ۔ ہم (کچھ) نہیں بولتے سوائے اس کے کہ ہمارے کسی خدا نے تم کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے

= اُشْهِدُ۔ اَشْهَدَ یُشْهِدُ۔ اِشْهَادٌ۔ گواہ کرنا۔ میں گواہ کرتا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں

= اِشْهَدُوْا۔ تم گواہ رہو۔ شَهِدَ یَشْهَدُ (سمع) سے امر جمع مذکر حاضر۔ شَهَادَةٌ مصدر

= تُشْرِکُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ۔ (تشرکون پر وقف نہ کیا جائے) تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے (خدا کے) سوا۔

= اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ میں بیزار ہوں۔ میں بری الذمہ ہوں۔ میرا کوئی سروکار نہیں۔

۱۱: ۵۵ = فَکِیْدُوْنِیْ۔ میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو۔ کَیْدٌ مکروفریب۔ چال۔ داؤ۔ اچھی تدبیر۔ بری تدبیر۔

(جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو بمعنی اچھی تدبیر)

= جَمِیْعًا۔ تم سب۔ یا اَنْتُمْ وَاٰلِهَتُکُمْ۔ تم اور تمہارے (جھوٹے) خدا

= لَا تُنْظِرُوْنِ۔ مجھے مہلت نہ دو ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

۱۱:۵۶ = هُوَ۔ ای اللّٰہُ۔

= اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ پکڑنے والا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ پکڑے ہوئے ہے اس کو اس کی چوٹی سے۔ یعنی وہ سب پر قدرت رکھتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس پر اپنا تصرف رکھتا ہے۔

۱۱:۵۷ = اِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر تم روگردانی کرو۔ تَوَلَّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تا حذف ہو گئی۔ تَوَلِّیْ سے۔

= فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ۔ ای فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت بہ الیکم۔ اگر تم پھر روگردانی کرو تو میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں۔

= يَسْتَخْلِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ (باب استفعال) وہ جانشین بنا دیگا۔

= حَفِيْظٌ۔ نگہبان۔ نگہداشت کرنے والا۔

۱۱:۵۹ = جَحَدُوْا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ منکر ہوئے۔

جَحْدٌ و جُحُوْدٌ سے (باب فَتَحَ) ماضی جمع مذکر غائب

= جَبَّارٍ۔ سرکش۔ زبردست۔ دوسرے کو مجبور کر دینے والا۔ متکبر۔ خود اختیار۔ جَبَّارٍ ذات باری تعالیٰ کے لئے صفتِ مدح ہے۔ اور انسان کے لئے صفتِ ذمّ۔

= عَنِيْدٍ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ بروزن فَعِیْل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنُدٌ ہے عَنِيْدٍ۔ ضدی جو حق کو پہچانتے جانتے سے انکار کرے۔ جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے۔ اذا ابٰی ان یقبل الشیءَ وان عرفہ جانتے ہوئے کسی شے کو ماننے سے انکار کرے۔

۱۱:۶۰ = اُتْبِعُوْا۔ اِتْبَاعٌ (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کے پیچھے لگادی گئی۔

= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ بربادی۔ (ملاحظہ ہو ۱۱:۴۴)

= قَوْمِ هُوْدٍ۔ (ہود کی قوم) عطف بیان۔ اپنے متبوع عاد کی وضاحت کے لئے آیا ہے یعنی وہ قوم عاد جو لعنت دارین کی مستحق ہوئی۔ قوم عاد دو قبیلوں سے منسوب ہے عادِ اولیٰ جو حضرت ہود کی قوم تھی۔ اور عاد ثانی جو عمالقی تھے۔ یہ دونوں شاخیں عاد بن عوص

ارم بن سام بن نوح ؑ کی اولاد سے ہیں

۱۱:۶۱ = وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا۔ آیت ۱۱:۵۰ کی طرح اس کا عطف بھی اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ ۔ ۱۱:۲۵ پر ہے۔ ای وَاَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ان میں سے) صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔

= اَنْشَاَکُمْ۔ اَنْشَاَ یُنْشِیُٔ اِنْشَاءٌ (اِفْعَالٌ) اس نے پیدا کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔

= اِسْتَعْمَرَکُمْ ۔ اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ یَسْتَعْمِرُ اِسْتِعْمَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْعِمَارَۃُ۔ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ عَمَرَ اَرْضَہٗ یَعْمُرُھَا عِمَارَۃً ۔ اس نے اپنی زمین آباد کی۔

قرآن مجید میں ہے وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۹:۱۹) اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا۔ اور وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۔ (۵۲:۴) اور قسم ہے آباد کئے ہوئے گھر کی۔

اَلْعَمْرُ وَالْعُمُرُ۔ اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بدن زندگی کے ساتھ آباد رہتا ہے۔

= مُجِیْبٌ ۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر۔ نکرہ اِجَابَۃٌ ۔ مصدر (باب افعال) جَوْبٌ مادہ۔ دعا قبول کرنے والا۔

۱۱:۶۲ = مَرْجُوًّا۔ اسم مفعول حالت نصب رَجْوٌ ناقص واوی ۔ (باب نصر) سے اصل میں مَفْعُوْلٌ کے وزن پر مَرْجُوْوٌ تھا۔ دو واؤ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسرے میں مدغم کیا مَرْجُوٌّ ہو گیا۔ حالت نصب میں مَرْجُوًّا۔ رَجَا یَرْجُوْا رَجَاءٌ وَرَجْوٌ ۔ امیدوار رہنا ۔ امید کرنا خوف کرنا۔ مَرْجُوٌّ۔ وہ جس سے امیدیں وابستہ ہوں۔

(حضرت صالح کی شرافت ۔ متانت ۔ ذہانت وفطانت کو دیکھ کر ان کو امیدیں تھیں کہ وہ سیادت وقیادت ومشاورت میں سرمایہ قوم ثابت ہوگا اور ان کے دین سے موافقت کر کے اس کے عروج کا باعث بنیگا۔ لیکن جب انہوں نے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا)

= اَتَنْھٰنَا ۔ ا الف استفہامیہ تَنْھٰی واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔ کیا تو ہم کو منع کرتا ہے ہم کو روکتا ہے نَھْیٌ۔ (باب نصر۔ فتح۔ ضرب) روکنا۔ منع کرنا

= تَدْعُوْنَا۔ تو ہم کو بلاتا ہے ۔ تو ہم کو پکارتا ہے دُعَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔ دَعْوٌ مادہ۔

= مُرِيْبٌ۔ اسم فاعل اِرَابَۃٌ (باب افعال) رَيْبٌ مادہ۔ متردد بنا دینے والا۔ تردد میں ڈالنے والا۔ بے چین کر دینے والا۔

یہاں شَكٌّ کی صفت ہے فِيْ شَكٍّ مُرِيْبٍ (ہم) ایک ایسے شک میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ جو بے چین کر دینے والا ہے

۱۱: ۶۳ = اَرَءَيْتُمْ۔ بھلا بتاؤ تو سہی۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔

= تَزِيْدُوْنَنِيْ ۔ تم میرے لئے زیادہ کرتے ہو۔ زِيَادَةٌ (باب ضَرَبَ) سے مضارع جمع مذکر حاضر نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= تَخْسِيْرٍ (باب تفعیل) مصدر ہے زیاں کاری۔ نقصان پہنچانا۔ ہلاک کرنا (یعنی تم تو میرے نقصان میں اضافہ ہی کر رہے ہو)

= يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً۔ یہ کفار ثمود کے مطالبہ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۶: ۱۵۴) کے جواب میں ہے۔ اٰيَةً بوجہ حال کے منصوب ہے۔

= فَذَرُوْهَا۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔

= تَاْكُلْ۔ فعل مجزوم۔ جواب طلب کی وجہ سے ہے۔

= فَيَاْخُذَكُمْ۔ میں فَ حرف ناصبہ ہے جو فعل مضارع پر بتقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ جیسے زُرْنِيْ فَاُكْرِمُكَ

۱۱: ۶۵ = فَعَقَرُوْهَا۔ انہوں نے اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں۔

= تَمَتَّعُوْا۔ تم لطف اٹھالو۔ تم (دنیاوی مال ومتاع کا) فائدہ اٹھالو۔

۱۱: ۶۷ = اَلصَّيْحَةُ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ۔

صَاحَ يَصِيْحُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے۔ اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

= جٰثِمِيْنَ۔ اوندھے پڑنے والے۔ زانو کے بل گرنے والے۔

جُثُوْمٌ سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ اس کی واحد جَاثِمٌ ہے۔

۱۱: ۶۸ = لَمْ يَغْنَوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب۔ غِنًى مصدر۔ (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ غَنِيَ بِالْمَكَانِ۔ وہ مکان میں ٹھہرا۔ مَغْنٰى۔ فرودگاہ۔

كَاَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث

کا مرجع مِنْ دِیَارِھِمْ ہے۔
= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ ملاحظہ ہو ۱۱: ۴۴ : ۱۱: ۶۰۔
۱۱: ۶۹ = اِبْرَاھِیْمَ۔ ای اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔ منصوب بوجہ غیر منصرف ہونے کے (عجمہ اور معرفہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے)
= بُشْرٰی۔ خوشخبری۔ ایسی خبر جس کو سُن کر بشرہ (چہرہ) پر مسرت اور خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں
= قَالُوْا سَلٰمًا۔ سَلٰمًا کے نصب کی حسب ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) یہ بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور اس کا فعل محذوف ہے ای نُسَلِّمُ عَلَیْكَ سَلٰمًا ہم تجھ کو سلام کہتے ہیں۔
(۲) سَلٰمًا۔ قَالُوْا کا مفعول ہے انہوں نے سلام کہا۔
= قَالَ سَلٰمٌ ۔ سَلٰمٌ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف۔ تقدیر یہ ہے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ
= لَبِثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (سَمِعَ) وہ رہا۔ وہ ٹھہرا رہا۔ قرآن مجید میں ہے قَالَ کَمْ لَبِثْتُمْ (۲۳: ۱۱۳) خدا تعالیٰ پوچھیگا۔ تم کتنے برس رہے۔ مَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ۔ لفظی ترجمہ ہوگا وہ نہ ٹھہرا کہ آ گیا۔ یعنی جلدی ہی آ گیا۔
= حَنِیْذٍ۔ بریاں۔ تلا ہوا۔ بھونا ہوا۔ حَنْذٌ سے بروزن فعیل بمعنی مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ ہے۔ جیسے حَمِیْدٌ بمعنی مَحْمُوْدٌ ہے۔
= عِجْلٍ۔ بچھڑا۔ گائے کا بچہ۔
۱۱: ۷۰ اِلَیْهِ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عِجْلٌ
= نَکِرَھُمْ۔ اَلْاِنْکَارُ۔ عِرْفَانٌ کی ضد ہے اس نے نہ پہچانا۔ اس نے اجنبی خیال کیا۔ وہ ان کی طرف سے شبہ میں پڑ گیا۔ انکار عدم معرفت ہے۔ لیکن بعض اوقات، انسان جانتے ہوئے بھی انکار کر دیتا ہے۔ اسے کذب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے یَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا (۱۶: ۸۳) یہ خدا کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر واقف ہو کر انکار کرتے ہیں۔
المنکر۔ ہر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے۔ یا عقل کو اس کے حسن و قبح میں توقف ہو۔ مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔ قرآن مجید میں ہے وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (۲۹: ۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔
= اَوْجَسَ۔ اس نے محسوس کیا۔ اِیْجَاسٌ سے جس کے معنی دل میں محسوس کرنے اور قلب میں پوشیدہ آواز پانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَجْسٌ مَادَّہٗ۔

اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً۔ ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا۔ ایک اور جگہ آیا ہے فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی (۲۰ : ۶۰) (اس وقت) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ خوف اس بناء پر تھا کہ جب ان نوواردوں نے کھانے میں تامل کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیت پر شبہ ہونے لگا۔ کہ کہیں یہ دشمنی کے ارادے سے تو نہیں آئے۔ کیونکہ عرب میں جب کوئی کسی کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کرتا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا بلکہ قتل و غارت کی نیت سے آیا ہے۔

لیکن بعد کی تفسیر اس کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ اندازِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے تھے کہ یہ فرشتے ہیں اور چونکہ فرشتوں کا علانیہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات میں ہی ہوا کرتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف جس بات کا ہوا وہ دراصل یہ تھی کہ کہیں آپ کے گھر والوں سے یا آپ کی بستی کے لوگوں سے یا خود آپ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا جس پر گرفت کے لئے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں اگر بات وہ ہوتی جو بعض مفسرین نے سمجھی ہے تو فرشتے یوں کہتے کہ ڈرو نہیں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے آپ کا خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ "ہم تو قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں"، تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فرشتہ ہونا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی جان گئے تھے (تفہیم القرآن)

۱۱ : ۷۱ — فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ۔ حضرت سارہ کے ہنسنے کی دو وجوہ تھیں۔

(۱) جب آپ نے محسوس کیا کہ حضرت ابراہیم کی تشویش دور ہو گئی ہے اور آپ مطمئن ہو گئے ہیں تو خوشی سے ہنس پڑیں۔

(۲) عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ .... يَعْقُوْبَ فَضَحِكَتْ۔ ہم نے جب اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب (علیہما السلام) کی تو وہ فرطِ مسرت سے ہنس پڑیں۔

۱۱ : ۷۲ — يٰوَيْلَتٰٓى اصل میں يٰوَيْلَتِىْ تھا۔ افسوس یا حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ وَيْلٌ کا لغوی معنیٰ ہلاکت ہے۔ یہاں اس سے مراد اپنے لئے بد دعا کرنا نہیں محض اظہارِ حیرت و تعجب مقصود ہے۔ عورتیں اکثر اظہارِ حیرت و تعجب کے موقعہ پر ایسے کلمات بولتی ہیں ہائے میں مر گئی۔ ہائے میں مر جاؤں۔ یہ بھی ایسا ہی کلمہ ہے۔ یعنی یاعجبا یٰحسرتا۔

= ءَاَلِدُ ۔ ءَ برائے استفہام ۔ کیا میں جنوں گی ۔

= عَجُوْزٌ ۔ بڑھیا ۔ پیرزن ۔

= بَعْلِیْ میرا خاوند ۔ بَعْلِ مضاف ۔ ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۔

= شَیْخٌ بوڑھا ۔ شُیُوْخٌ جمع ۔

۱۱: ۷۳ = تَعْجَبِیْنَ ۔ تو تعجب کرتی ہے

= حَمِیْدٌ ۔ بروزن فعیل بمعنی مفعول مَحْمُوْدٌ صفت مشبہ ۔ ستودہ ۔ تعریف کیا ہوا سراہا ہوا ۔ حَمْدٌ سے ۔

= مَجِیْدٌ ۔ مجد یمجد مَجْدٌ کے معنی کرم و شرف اور بزرگی میں وسعت اور پہنائی کے ہیں ۔ ذات باری تعالیٰ کا اس صفت کے ساتھ متصف ہونا اس کے وسعتِ فیض اور کثرتِ جود کے سبب سے ہے مَجِیْدٌ وسعتِ کرم کا مالک ۔ وسیع الفضل ۔ کثیر الخیر ۔ رفیع الشان سب سے بڑھ کر بزرگ ۔

۱۱: ۷۴ = الرَّوْعُ ۔ خوف ۔ ڈر ۔ راعَ یَرُوْعُ کا مصدر ۔

= یُجَادِلُنَا ۔ مضارع واحد مذکر ۔ مُجَادَلَۃٌ وَجِدَالٌ مصدر ۔ باب مفاعلۃ نا ضمیر مفعول جمع متکلم ۔ وہ ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) جھگڑا کرنے لگا ۔

۱۱: ۷۵ = اَوَّاہٌ بروزن فَعَّالٌ ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت آہ آہ کرنے والا اپنے گناہوں پر دوسروں کی غمخواری میں ۔ گڑگڑا کر کثرت سے دعائیں کرنے والا ۔ رحمدل ۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا

= مُنِیْبٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ اِنَابَۃٌ مصدر (باب افعال) نَوْبٌ مادہ ۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ۔ خلوص کے ساتھ توبہ کرنے والا ۔ ہر طرف سے مڑ کر اللہ کی طرف لوٹنے والا ۔

نَابَ یَنُوْبُ (نَصَرَ) کسی چیز کا بار بار لوٹنا ۔ نَوْبَۃٌ کا بھی یہی معنیٰ ہے ۔ نَائِبَۃٌ وہ مصیبت جو بار بار لوٹتی ہے ۔

۱۱: ۷۶ = اٰتِیْھِمْ ۔ ان پر آنیوالا ہے ۔ اٰتِیٌ (آنیوالا) مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۔ اَتٰی یَاْتِیْ سے اسم فاعل ۔

= غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۔ مَرْدُوْدٍ (مفعول) اسم مفعول واحد مذکر ۔ رَدٌّ سے باب نصر ۔ ٹالا جانیوالا لوٹایا جانیوالا ۔ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۔ جو لوٹایا نہیں جائے گا ۔ جو ٹالا جانیوالا نہیں ۔

رد کیا گیا ۔ شَیْطَانٌ مَّرْدُوْدٌ

۱۱: ۷۷ = سِیْٓءَ بِھِمْ ۔ سُوْٓءٌ سے ماضی مجہول ۔ واحد مذکر غائب ۔ وہ دل گیر ہوا ۔ غمگین ہوا ۔

— ضَاقَ۔ ضِیْقٌ سے۔ وسعت کی ضد ہے۔ وہ تنگ ہوا۔
— ذَرْعًا۔ طاقت۔ گنجائش۔ ہاتھ کی کشادگی۔ اَلذِّرَاعُ۔ کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے اخیر تک کا حصہ۔ ہاتھ (لمبائی کی اصطلاح میں) ذِرَاعٌ۔ جمع۔ ذُرْعَانٌ وَاَذْرُعٌ۔

تفسیر الخازن میں ہے۔ "ازہری کا بیان ہے کہ: ذَرْعٌ۔ طاقت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے؛ اور اس کی اصل یوں ہے کہ اونٹ اپنی رفتار میں اگلے قدموں کو پچھلے قدموں کی وسعت کے اعتبار سے بڑھاتا ہے اور جب اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اگلے قدم تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو کر اپنی گردن لمبی کر دیتا ہے۔ پس ضِیْقُ الذَّرْعِ عبارت ہے ضِیْقُ الْوُسْعِ وَالطَّاقَۃِ سے پس ضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا سے معنی ہوئے کہ معاملہ کی خرابی سے رہائی کی صورت کوئی نہ مل سکی۔

علامہ بیضاوی رح لکھتے ہیں کہ: جب انسان کسی مکروہ امر سے مدافعت میں عاجز ہو جائے تو یہ الفاظ دل گرفتگی اور انقباض کے اظہار کے لئے بطور کنایہ بولے جاتے ہیں۔

عربی میں محاورہ ہے ضَاقَ بِکَذَا ذِرَاعِیْ۔ میں اس سے عاجز ہوں۔ پس ضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا کے معنی ہوئے اس نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بے بس پایا۔

— یَوْمٌ عَصِیْبٌ۔ عَصِیْبٌ۔ سخت۔ بھاری۔ عَصْبٌ سے۔ جس کے معنی سخت کس کر باندھنے اور گھیر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یَوْمٌ عَصِیْبٌ سخت دن۔ سخت بھاری دن۔

۱۱: ۷۸ — یُھْرَعُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِھْرَاعٌ مصدر۔ اِفْعَالٌ۔ تیز دوڑتے ہوئے مجہول کا صیغہ سرعت اور شدت جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ تیزی اور سرعت سے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑے جیسے انہیں کوئی بیرونی طاقت مجبور کر رہی ہے اور وہ اڑے جا رہے ہیں۔

یہ مجبوری کا مفہوم اس آیۃ میں بھی ہے فَھُمْ عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ یُھْرَعُوْنَ (۳۷: ۷۰) سو وہ بھی ان کے نقش قدم پر تیزی سے اندھا دھند چل پڑے (یعنی ان کے شوق و رغبت کی یہ شدت تھی کہ انہوں نے دلیل صحیح کی پیروی چھوڑ کر اندھی تقلید شروع کر دی گویا مجبور محض تھے)

نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۲۰ (وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ اور جادوگر بے اختیار سجدہ میں گر گئے)

— بَنٰتِیْ۔ میری بیٹیاں۔ یعنی قوم کی عورتیں۔ (جو بیشتر قوم کے افراد سے شادی شدہ تھیں اور باقاعدہ نکاح میں تھیں) اور جو کہ ایک نبی کے لئے بمنزلہ بیٹیاں ہی ہوتی ہیں۔

= ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ۔ خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لئے وہ زیادہ پاکیزہ اور بہتر ذریعہ ہیں
= وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ۔ یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔
یہ لفظ خِزْیٌ سے بنا ہے بمعنی رسوائی یا خِزَایَۃٌ سے بمعنی حیا۔ مطلب ہوگا مجھے شرمندہ نہ کرو
۱۱: ۷۹ = حَقٍّ۔ حق سے یہاں مراد حاجت، ضرورت، سروکار ہے۔ ای لیس لنا بھن حاجۃ ولا لنا فیھن شَھْوَۃٌ۔ یعنی نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی خواہش۔
۱۱: ۸۰ = اٰوِیْ۔ میں بیٹھوں گا۔ میں فروکش ہو جاؤں گا۔ اُوِیٌّ سے باب ضرب اٰوٰی اِلَی الْبَیْتِ۔ گھر میں اترا۔ ٹھکانہ لیا۔ یا پناہ لی۔ قرآن میں ہے سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱: ۴۳) میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔
= رُکْنٍ۔ سہارا۔ کسی چیز کی وہ جانب جس کے سہارے وہ قائم ہوتی ہے۔ استعارہ کے طور پر زور اور قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیۃ ہذا: اے کاش! مجھ کو تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑ سکتا۔
۱۱: ۸۱ = لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ یہ (لوگ) تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ای لن یصلوا الیک بضرر ولا مکروہ۔ یعنی وہ تمہیں کوئی گزند یا تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔
= اَسْرِ۔ تو رات کو لے کر چل۔ اِسْرَاءٌ سے جس کے معنی رات کو لے کر چلنے کے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔
قرآن مجید میں ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (۱۷: ۱) پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات۔
= بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ القطع فی اٰخر اللیل۔ رات کے پچھلے حصہ میں وقیل من اول اللیل۔ رات کے پہلے حصہ میں۔
= لَا یَلْتَفِتْ۔ نہی واحد مذکر غائب۔ اِلْتِفَاتٌ (افتعال) مصدر۔ لَفْتٌ مادہ مڑ کر نہ دیکھے
= اِلَّا امْرَاَتَکَ۔ اِلَّا۔ حرف استثناء اِمْرَاَتَکَ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ اَھْلَکَ۔ مستثنیٰ منہ۔ یعنی رات کو اپنے گھر والوں کو لے کر چل پڑو ماسوائے اپنی بیوی کے (یعنی اس کو نہ لیجانا)
= مُصِیْبُھَا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ اس کو پا لینے والا۔ اس پر پہنچ جانے والا۔ اَصَابَ یُصِیْبُ سے۔
= مَوْعِدَھُمْ۔ مَوْعِدٌ اسم ظرف زمان۔ مضاف۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

ان کے وعدہ کا وقت

۱۱:۸۲ = سِجِّیل ۔ کنکر۔ فارسی سنگ و گِل۔ جو عربی میں آکر سِجِّیل بن گیا

سِجِّیل کا لفظ سَجْلٌ سے بنا ہے بمعنی جاری کرنا۔ دے دینا۔ یعنی ہر پتھر دیا ہوا یا بھیجا ہوا تھا۔

یا سِجِلٌّ سے بنا ہے بمعنی لکھا ہوا۔ یعنی اللہ نے پتھروں پر لکھ دیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ سجیل اصل میں سجین تھا ن کو ل سے بدلا گیا۔ دوزخ کا ایک طبقہ

= مَنْضُوْدٍ۔ اسم مفعول ۔ واحد مذکر۔ تہ برتہ۔

نَضَدْتُ الْمَتَاعَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ کے معنی ہیں سامان کو قرینے سے اوپر نیچے رکھنا۔ قرینے سے رکھے ہوئے سامان کو مَنْضُوْدٌ یا نَضِيْدٌ کہتے ہیں۔ جس تخت پر سامان جوڑ کر رکھا جائے اسے بھی نَضِيْدٌ کہتے ہیں۔ اس سے استعارۃً فرمایا طَلْعٌ نَضِيْدٌ (۵۰: ۱۰) جن کا گابھا تہ برتہ ہوتا ہے۔ یا طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (۵۶: ۲۹) اور تہ بہ تہ کیلوں۔

۱۱:۸۳ = مُسَوَّمَةً۔ اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ نشان زدہ حِجَارَةً کی صفت ہے۔ سِمَةٌ۔ سُوْمَةٌ۔ سِيْمَا۔ علامت۔ نشانی۔

= هِيَ ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب حِجارةً مُسَوَّمَةً کی طرف راجع ہے۔

۱۱:۸۴ = لا تنقصوا۔ فعل نہی ۔ جمع مذکر حاضر۔ نَقْصٌ (باب نصر) سے تم مت گھٹاؤ۔ تم مت کم کرو۔

= اَلْمِكْيَالَ۔ اسم آلہ۔ مفرد۔ غلہ کو ماپنے کا پیمانہ۔ کَيْلٌ۔ مصدر۔ (باب ضَرَبَ) فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ۔ (۱۲: ۸۸) آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا ماپ غلہ کا دیجئے۔

= اَلْمِيْزَانَ۔ اسم آلہ۔ وزن کرنے کا آلہ۔ ترازو۔ مصدر وزن کرنا (باب ضرب) جمع مَوَازِيْنَ

= اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ۔ میں دیکھتا ہوں تم بخیر ہو۔

(۱) یعنی تم صاحب مال و دولت ہو۔ تمہیں ڈنڈی مارنے اور کم ماپنے یا تولنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۲) میں تم کو اچھا بھلا خوشحال پاتا ہوں لہٰذا تم اپنی مذموم حرکات اور افعال سے یہ خداداد نعمت زائل مت کرو۔

= يَوْمٍ مُّحِيْطٍ۔ وہ دن جو مجرم کو ہر طرف سے گھیر کر اسے مجبور اور بے بس کر دے گا۔

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ۔ اس دن کا عذاب جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

روح البیان میں ہے وصف الیوم بالاحاطۃ والمراد العذاب۔ مُحِيْطٍ لفظاً یوم کی صفت ہے لیکن مراد اس سے عذاب ہے یعنی میں ڈرتا ہوں اس دن سے کہ تم پر عذاب محیط

آجائے۔

١١: ٨٥ — اَوْفُوْا۔ اِيْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) اَوْفٰى يُوْفِيْ اِيْفَاءٌ وفى (لفيف مفروق) فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم پورا کرو۔

= وَلَا تَبْخَسُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم کم نہ دو۔ بَخْسٌ سے باب فتح۔

= وَلَا تَعْثَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو۔

اَلْعَيْثُ وَ الْعِثِيُّ۔ سخت فساد پیدا کرنا۔ جس فساد کا ادراک حسی ہو عَيْثٌ وَعُثُوٌّ کہلاتا ہے اور جس فساد کا ادراک حکمی ہو اسے عِثِيّ کہتے ہیں۔ عَيْثٌ وَعَثْوٌ۔ باب نصر کے مصدر ہیں اور عِثِيٌّ وعُتِيٌّ (باب سمع) کے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (٢: ٦٠) اور ملک میں فساد اور انتشار مت پیدا کرو۔

١١: ٨٦ = بَقِيَّتُ اللّٰهِ۔ ای ما ابقى الله لكم من الحلال۔ حلال کی روزی اللہ جو بچت دیوے۔ (هُوَ) خَيْرٌ لَّكُمْ (مما تاخذونه بالتطفيف) وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس بچت سے جو تم ڈنڈی مار کر حاصل کرو۔

١١: ٨٧ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ (مخول سے کہتے ہیں کیا) تمہاری نمازیں تمہیں یہی حکم دیتی ہے

= اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔ ای او ان نترك فعلنا فی اموالنا ما نشؤ۔ (کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ الکشاف ذیلی نوٹ نمبر ٣)

= اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ۔ اَلْحَلِيْمُ۔ بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ اَلْحِلْمُ سے جس کے معنی ہیں نفس وطبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ وغضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے۔ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے۔ آیت اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ (٥٢: ٣٢) میں بعض کے نزدیک عقلیں مراد ہیں۔ اصل میں حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول کر سبب مراد لے لیا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں اکثر مفسرین نے حَلِيْمٌ کے معنی عقل مند دانا لیا ہے گو بعض نے اس کے اصلی معنوں میں لیا ہے یعنی بردبار۔ تحمل والا۔ جو دوسروں کے گناہ اور غلطیوں کو تحمل کے ساتھ برداشت کرے۔

اَلرَّشِيْدُ۔ نیک چال۔ راست باز۔ شائستہ۔ رُشْدٌ سے بروزن فعیل بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ اَلرَّشَدُ وَالرُّشْدُ۔ غَيٌّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے باب نَصَرَ۔ سَمِعَ۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ تحقیق تو بڑا عقلمند اور راستباز

دیندار ہے۔ لیکن یہ الفاظ استہزاءً کہے گئے ہیں مراد اُن کی اِن صفات کی ضد ہے یعنی تم تو بڑے احمق اور کج راہ ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم کسی کنجوس مکھی چوس کو کہیں کہ کیا کہنے تمہاری سخاوت کے اگر حاتم طائی بھی تمہیں دیکھ لے تو تمہارے آگے سجدہ میں گر پڑے۔

یا یہ کہ تم تو اچھے بھلے سمجھدار اور دیندار آدمی ہو تم سے ایسی باتوں کی امید نہ تھی۔ کہ طعن و تشنیع کا نشانہ ہمیں ہی بناؤ۔

یا یہ کہ تم تو بردبار حلیم الطبع اور راست رو آدمی ہو جو دوسروں کی غلطیاں دیکھ کر تحمل سے کام لیتا ہے لیکن تم ہو کہ ان صفات سے متصف ہوتے ہوئے بھی ہمیں نکتہ چینی کا ہدف بناتے ہو

۱۱: ۸۸ = اَرَءَیْتُمْ۔ جب ہمزہ استفہام رَاَیْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اَرَاَیْتَ کے معنی ہوتے ہیں اَخْبِرْنِیْ لہٰذا اَرَاَیْتُمْ بمعنی اَخْبِرُوْنِیْ ہے بھلا مجھے یہ تو بتاؤ

= مِنْهُ۔ مِنْ لَّدُنْهُ۔ اپنی (خدا کی) طرف سے

= رِزْقًا حَسَنًا۔ عمدہ روزی۔ رزقِ حلال۔ بخس اور تطفیف سے مُبَرّا یا اس سے مراد نبوت و رسالت ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی

اَرَاَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ میں جوابِ شرط محذوف ہے۔ یعنی اَخْبِرُوْنِیْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی حجة واضحة ویقین من ربی وکنت نبیًا علی الحقیقة ایصح لی ان لا اٰمرکم بترك عبادة الاوثان والکف عن المعاصی

بھلا بتاؤ تو سہی اگر میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیل ہو اور میں سچا نبی منجانب اللہ ہوں تو کیا یہ درست ہوگا کہ میں تمہیں بت پرستی کو ترک کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے نہ کہوں۔

= اُخَالِفَكُمْ۔ مخالفة (باب مفاعلة) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے اور كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہاری مخالفت کروں۔ کہا جاتا ہے خَالَفَنِیْ فُلَانٌ عَنْ کَذَا۔ جب کہ وہ اعراض کر رہا ہو اور تم اس چیز کا قصد کر رہے ہو۔ اور خَالَفَنِیْ اِلٰی کَذَا۔ جبکہ تم اعراض کرنے والے ہو اور وہ قصد کرنے والا ہو۔

= مَا اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ۔ جس سے میں تم کو منع کرتا ہوں۔

مَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَا اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس کا خود ارتکاب کروں۔ یعنی جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں تمہیں

راہِ راست کی ترغیب دے کر اُلٹا اس بات کی طرف خود جھک جاؤں۔

= تَوْفِيْقِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری توفیق۔ میری مقدرت۔ مجھ سے بن آنا۔ توفیق کا معنی ہے اچھے مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب کا مہیّا کر دینا۔ یعنی میری کامیابی انحصار محض اللہ کی اعانت وتائید پر ہے۔

= اُنِيْبُ۔ اَنَابَ يُنِيْبُ (افعال) اِنَابَةٌ۔ نَوْبٌ مادہ) سے مضارع واحد متکلم۔ میں رجوع کرتا ہوں۔ النَّوْبُ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا۔ ثلاثی مجرد میں باب نصر سے آتا ہے۔

۱۱:۸۹ = لَا يَجْرِ مَنَّكُمْ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ تاکید جَرْمٌ مصدر باب ضَرَبَ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہرگز تم کو نہ اکسائے۔

= شِقَاقِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری مخالفت۔ میری عداوت

شِقَاقٌ بمعنی ضد۔ مخالفت۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔

= اَنْ يُّصِيْبَكُمْ۔ مبادا کہ پہنچے تمہیں۔ اَنْ بمعنی کہ۔

يُصِيْبَ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةٌ (باب افعال) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کہ تم کو مصیبت پہنچے

۱۱:۹۰ = وَدُوْدٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ محبت کرنے والا۔ ثواب دینے والا۔

اَلْوُدُّ۔ کے معنی ہیں کسی چیز سے محبت کرنا اور اس کے ہونے کی تمنا کرنا۔ وَدَّ يَوَدُّ (سمع) وُدٌّ وَمَوَدَّةٌ مصدر۔

۱۱:۹۱ = مَا نَفْقَهُ۔ مضارع منفی جمع متکلم۔ ہم نہیں سمجھتے۔ فِقْهٌ۔ مصدر۔ فَقِهَ يَفْقَهُ (سمع) فِقْهٌ۔

اَلْفِقْهُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں اور یہ علم سے اخص ہے۔ قرآن میں ہے فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (۴:۷۸) ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات ہی نہیں سمجھ سکتے۔ علم الفقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے۔ فِقْهٌ سمجھ، دانش علم۔ فَقِيْهٌ۔ عقل مند۔ دانشور۔ عالم دین سمجھ دار۔

= رَهْطُكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیری برادری۔ تیرے بھائی بند۔ رَهْطٌ بمعنی نفر۔ شخص قبیلہ۔ برادری۔ بھائی بند۔ نفر اور شخص کے معنوں میں آیا ہے تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ (۲۷: ۴۸) نو آدمی تھے جو ملک میں فساد کرتے تھے۔

برادری۔ قبیلہ۔ بھائی بند کے معنوں میں آیت ہذا۔ اور اس سے اگلی آیت (۱۱:۹۲)

یٰقَوْمِ اَرَھْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ۔ اے میری قوم! کیا میری برادری کے لوگ تمہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہیں ــــ اور آیت ہذا کا ترجمہ۔ اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔ رھط خاندان کے ان افراد کو کہتے ہیں جو کسی شخص کی تقویت کا باعث ہوں اور دکھ سکھ میں اس کے شریک ہوں۔

رھط الرجل عشیرتہ الذی یستند علیھم و یتقوی بھم۔

= وَمَآ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ۔ عزیز کے معنی محبوب۔ غالب۔ عزت والا۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر سبھی ہیں۔ عَزِیْزٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر عِزَّۃٌ سے بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی نہ تو تو ہمارا اتنا لاڈلا ہے کہ ہم تیری زیادتیوں کو محبت کی خاطر برداشت کرتے رہیں۔ نہ تو ہم پر اتنا غالب اور اتنا طاقتور ہے کہ ہم اپنی کمزوری کے پیش نظر چپ رہیں۔ اور نہ تو اتنا معزز اور گرامی قدر ہے کہ ہم تیرا لحاظ کریں۔ ہم تو محض تیری برادری کی وجہ سے تیرا لحاظ کر رہے ہیں۔

۱۱: ۹۲ ــــ اَعَزُّ۔ عِزٌّ (بمعنی عزت) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ عزت والا۔ زیادہ طاقت ور۔

= عَلَیْکُمْ۔ ای عِنْدَکُمْ۔

= اِتَّخَذْتُمُوْہُ۔ اصل میں اِتَّخَذْتُمْ تھا۔ ضمیر ہُ کے اتصال کی بناء پر واؤ لایا گیا ہے تم نے اس کو ٹھیرایا۔ تم نے اس کو ڈال دیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

= وَرَآءَکُمْ۔ وَرَاءَ۔ مصدر ہے جس کا معنی آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ اور سوا کے ہیں۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ۔ (۲: ۹۱) اور وہ انکار کرتے ہیں اس سے جو اس کے سوا ہے۔

نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ (۲: ۱۰۱) اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کتاب اللہ کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا۔ پھینک مارا۔

آیت ہذا میں بھی پس پشت ڈالنے۔ ناقابلِ لحاظ اور ناقابلِ اعتناء سمجھنے کے معنی میں آیا ہے اور آگے ہونے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَکَانَ وَرَآءَھُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا۔ (۱۸: ۷۹) اور ان کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

اوٹ اور آڑ کے معنوں میں آیا ہے اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ۔ (۵۹: ۱۴) یا دیواروں کی اوٹ میں۔

= ظِھْرِیًّا۔ بھولا بسرا۔ فراموش شدہ۔ پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ۔ وَالظِّھْرِیُّ مَنْسُوْبٌ اِلَی الظَّھْرِ والکسر من تغیرات النَّسَبِ

ونظیرہ فی قولھم فی النسبۃ الیٰ اَمْسِ ۔ اَمْسِیّ۔ ظِھْرِیٌّ ظَھْرٌ کی طرف منسوب ہے۔ اور کسرہ نسبت کے تغیرات میں سے ہے۔ جیسے کہ اَمْسِ (کل گذشتہ) کی نسبت کرتے ہیں تو اَمْسِیْ بولتے ہیں۔

منتہی الارب میں ہے اِمْسِیْ بکسر ہمزہ منسوب است بِاَمْسِ برخلاف قیاس۔

ظِھْرِیًّا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے یہ مفعول ثانی ہے۔ اِتَّخَذْتُمُوْہُ کی ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول اوّل ہے

= مُحِیْطٌ اسم فاعل واحد مذکر اِحَاطَۃٌ مصدر حَوْطٌ مادہ باب افعال ۔ ہر طرف سے گھیرے میں لے لینے والا۔

۱۱: ۹۳ = اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ۔ (۱) اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرو (۲) اپنے حدِ امکان تک کوشش کرو (۳) اپنی حالت کے مطابق کام کرو (۴) اپنی جگہ پر کام کرو۔

= اِنِّیْ عَامِلٌ ۔ ای انی عامل علیٰ مکانتی۔

= یُخْزِیْہِ۔ (جو) اس کو رسوا کرے گا۔

= اِرْتَقِبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ اِرْتِقَابٌ مصدر باب افتعال۔ تم انتظار کرو۔

= رَقِیْبٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل۔ انتظار کرنے والا۔ منتظر۔

۱۱: ۹۴ = اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم۔ یعنی ہمارا عذاب۔

= اَلصَّیْحَۃَ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ ملاحظہ ہو ۱۱: ۶۷

= جٰثِمِیْنَ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔ (ملاحظہ ہو۔ ۱۱: ۶۷)

۱۱: ۹۵ = کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۶۸)

= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۴۴۔ بَعِدَتْ۔ وہ تباہ ہوئی۔ اس پر لعنت ہوئی وہ دور ہوئی۔ (باب سمع) بُعْدٌ مصدر۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔

۱۱: ۹۶ = بِاٰیٰتِنَا۔ وھی الأیات التسع (یہ نو نشانیاں تھیں)

(۱) العصا۔ (۲) الید البیضآء (۳) الطوفان (۴) الجراد (ٹڈی)، (۵) القمل۔ غلہ کو کھا جانے والا کیڑا چچڑی) (۶) الضفادع (مینڈک)، (۷) الدَّمَ (خون) (۸) النقص من الثمرات (پھلوں میں کمی) (۹) النقص من الانفس (جانوں کی تلفی)

= سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ بُرْھَانٍ مُّبِیْنٍ۔ برہان قاطع۔ حجۃ باہرہ۔ صریح دلیل۔ کھلی سند (یعنی معجزہ)، مادہ سَلَطٌ (ثلاثی مجرد) یا سَلْطَنٌ (رباعی مجرد)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک جگہ سُلْطٰن سے حُجّت مراد ہے۔

١١: ٩٧ = مَلَاۡئِهٖ۔ اس کے سرداروں کی جماعت۔ اَلْمَلَاُ اسم جمع معرف باللام۔ مَلْأٌ۔ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَأٌ کہتے ہیں نیز ملاحظہ ہو ١١: ٨٧

= رَشِيْدٍ ۔ ہدایت والی راہ۔ درست۔ اور فرعون کی بات کچھ راہ کی بات تو تھی ہی نہیں۔

نیز ملاحظہ ہو ١١: ٨٧۔

١١: ٩٨ = يَقْدُمُ قَوْمَهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب قُدُوْمٌ مصدر باب نصر۔ وہ پیشوائی کریگا وہ آگے آگے ہوگا اپنی قوم سے۔

= اَوْرَدَهُمْ۔ اَوْرَدَ۔ اِيْرَادٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پہنچایا۔ وہ لے آیا۔ اس نے لا ڈالا۔ اِيْرَادٌ کے اصل معنی گھاٹ پر لانے کے ہیں مگر بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو لا ڈالیگا آتشِ (جہنم) میں۔

= الْوِرْدُ۔ اسم۔ اترنے کی جگہ۔ وارد ہونے کی جگہ۔ پانی کا گھاٹ۔ یا گھاٹ کا پانی۔ پانی کا حصہ اس کا مصدر وُرُوْدٌ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تلاش میں جانا۔ قصد کرنا۔ پھر ہر جگہ کا قصد کرنے پر بولا جاتا ہے اور پانی پر پہنچنے والے کو وَارِدٌ کہتے ہیں اور اس کو بھی کہتے ہیں جو قافلے کے آگے جا کر پانی کی تلاش کرتا ہے اور مہیا کرتا ہے جیسے قرآن میں ہے فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ (١٢: ١٩) اور انہوں نے (پانی کے لئے) اپنا سقہ بھیجا۔

= اَلْمَوْرُوْدُ۔ وِرْدٌ کی صفت ہے مفعول کے وزن پر۔ یعنی وارد ہونے کی جگہ۔ جس جگہ کا (پانی کے لئے) قصد کیا گیا ہو۔ وِرْدُ الْمَوْرُوْدِ۔ پانی کا وہ حصہ یا جگہ جسے قصداً تلاش کر کے حاصل کیا گیا ہو۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

فالورد نصیب من الماء والمورود صفتہ والمخصوص بالذم محذوفٌ وھو النار۔

ورد کا معنی ہے پانی کا حصہ۔ یہ موصوف ہے اور الْمَوْرُوْدِ اس کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ النار (آتشِ جہنم ہے) وِرْدُ اور مورود دونوں مل کر بِئْسَ کے فاعل ہیں

تفسیر ماجدی میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے :۔ اور بری ہے وہ جگہ اترنے کی جہاں یہ اتارے جائیں گے ۔

کیا ہی برا ہے وہ گھاٹ پانی کا جہاں وہ لوگ اپنی پیاس بجھانے کیلئے لیجائے جائیں گے

۱۱: ۹۹ = اُتْبِعُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِتْبَاعٌ (افعال) مصدر۔ ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کا پیچھا کیا جاتا رہے گا۔ (ماضی بمعنی مضارع) لَعْنَةً ۔ لعنت اور پھٹکار کے ساتھ ۔یعنی ان پر لعنت بھیجی جاتی رہیگی

= فِیْ هٰذِهٖ ۔ ای فی الدُّنْیا

= اَلرِّفْدُ ۔ (باب نصر) کے معنی عطا اور مدد کے ہیں۔ رَفَدَ یَرْفِدُ (باب ضرب) مدد دینا۔ عطا کرنا۔ مِرْفَدٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں عطیہ ڈال کر دیا جائے اسی بناء پر مِرْفَدٌ بمعنی پیالہ بھی آتا ہے ۔

= الرِّفْدُ ۔ عطیہ ۔ انعام ۔بخشش ۔ مدد ۔ اَرْفَادٌ ۔ رُفُوْدٌ ۔ جمع ۔

= اَلْمَرْفُوْدُ ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ عطا کی گئی ۔ انعام میں دی گئی۔

بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۔ بہت ہی برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا۔

۱۱: ۱۰۰ = اَنْبَآءِ الْقُرٰی ۔ اَنْبَاءٌ نَبَاٌ کی جمع ۔خبریں ۔حقیقتیں ۔

اَلْقُرٰی ۔ قَرْيَةٌ کی جمع ہے ۔ بستیاں ۔ دیہات ۔

= مِنْهَا ۔میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب القُرٰی کے لئے ہے ۔

= قَآئِمٌ ۔ آباد ۔ حَصِيْدٌ ۔ حِصَادٌ سے بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔کھیتی کٹی ہوئی ۔

اَلْحَصْدُ وَالْحَصَادُ ۔ کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں ۔ آیت وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (۶: ۱۴۱) اور جس دن پھل توڑو اور کھیتی کاٹو تو خدا کا حق بھی اس میں سے ادا کرو ۔ میں وہ کھیتی مراد ہے جو اس کے صحیح وقت پر کاٹی گئی ہو۔ لیکن آیت فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۔(۱۰: ۲۴) تو ہم نے کاٹ کر ایسا کر ڈالا کہ گویا وہاں کل کچھ تھا ہی نہیں ۔میں حَصِيْدٌ سے مراد وہ کھیتی ہے جو کہ بے وقت فساد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو۔ اسی طرح آیت ہذا میں بھی حَصِيْدٌ سے مراد تباہ اور برباد کردی ہوئی بستیاں ہیں

مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ : ان میں سے بعض تو قائم ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا۔

= فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ ...... مِنْ شَيْءٍ ان کے کسی کام نہ آئے ۔ یعنی اللہ کے عذاب سے

کچھ بچت بھی نہ کر سکے۔

= لَمَّا - جب۔

= تَتْبِيْب - خسارہ میں رہنا۔ گھاٹا میں رہنا۔ تباہ و برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔ خسارہ ۔ تباہی و بربادی ہلاکت۔ التَّبُّ وَ التَّبَابُ (ضرب) کے معنی مسلسل خسارہ میں رہنے کے ہیں ۔ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ (۱:۱۱۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ (یعنی وہ ہمیشہ خسارے میں رہے)

۱۱: ۱۰۳ = فِيْ ذٰلِكَ میں اشارہ ان امتوں کے قصوں کی طرف ہے ۔ جو اپنی نافرمانی اور عصیان کی وجہ سے برباد ہوگئیں اور جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ۔

اور ذٰلِكَ يَوْمٌ میں اشارہ یوم القیامۃ کی طرف ہے ۔

= لَهُ - اس (دن) میں مَجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ اس دن (روز قیامت) کُل انسان جمع کئے جائیں گے ۔

= مَشْهُوْدٌ - اسم مفعول واحد مذکر - حاضر کیا گیا۔

اَلْمَشْهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ کے معنی کسی چیز کے مشاہدہ کرنے کے ہیں خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے ہو اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۱۲:۵۹) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ مَشْهُوْدٌ کے معنی صرف حاضر ہونا ہوں اور شَهَادَةٌ میں حاضر ہونے کے ساتھ مشاہدہ کا بھی اعتبار کیا جائے ۔

یہاں مَشْهُوْدٌ بمعنی مَشْهُوْدٌ فِيْهِ ہے (جب کہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب يَوْمٌ کے لئے ہے) یعنی وہ دن جب تمام انسان حاضر کئے جائیں گے ۔

۱۱: ۱۰۴ = وَمَا نُؤَخِّرُهٗ - ہم نے اس (یوم قیامت) کو ملتوی نہیں کر رکھا اِلَّا (مگر) لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ - ایک وعدہ کے لئے جو مقرر شدہ ہے ۔

۱۱: ۱۰۵ = يَوْمَ - ای اُذْكُرْ يَوْمَ - یعنی بوجہ اُذْكُرْ منصوب ہے ۔

= يَأْتِ - مضارع واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ مصدر - (باب ضَرَبَ) اصل میں يَأْتِيْ تھا - مقام شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے يا کو حذف کر دیا گیا۔ فعل لازم ہے (اگر اس کے بعد مفعول پر بآء آئے تو فعل متعدی ہوتا ہے)

يَأْتِ کا فاعل کون ہے ؟ اس کے متعلق صاحب الکشاف لکھتے ہیں :-

فَاِنْ قُلْتَ فاعل یاتی ما ھو ؟ قُلْتُ اللّٰہ عزّوجل ۔ اس صورت میں يَوْمَ يَأْتِ کا ترجمہ ہوگا - (یاد کرو وہ) دن جب اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوگا۔

اور مدارک التنزیل میں ہے۔

فاعل یأت ضمیر یرجع الی قولہ یوم مجموع لہ الناس۔ یعنی اس فعل کا فاعل وہ دن ہے جس دن تمام انسان جمع کئے جائیں گے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔

(یاد کرو وہ) دن جب حشر کا دن آئے گا۔

= لَا تَكَلَّمُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب "وہ نہیں بولے گی۔ وہ بات نہیں کرے گی۔ تکلم (تفعل) سے۔ اصل میں تتکلم تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی (کوئی شخص بول نہ سکیگا)

= اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (۷۸: ۳۸) کوئی نہ بول سکیگا بجز اس کے کہ جس کو خدائے رحمٰن اجازت دے۔

= فَمِنْهُمْ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی ان میں سے بعض۔ مِنْ جار۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب النَّاسُ۔ کے لئے جو مَجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ میں مذکور ہے۔ یعنی اہل محشر۔ مجرور۔ جار مجرور مل کر خبر مقدم شَقِيٌّ۔ مبتدا۔ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ۔ ان میں سے بعض شقی ہوں گے۔

= شَقِيٌّ۔ شَقَاوَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع اَشْقِيَاءُ ہے اَلشَّقَاوَةُ بدبختی۔ یہ سعادت کی ضد ہے۔ شَقِيَ (سَمِعَ) شَقْوَةٌ وشَقَاوَةٌ وشَقَاءٌ کے معنی بدبخت ہونے کے ہیں۔ غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا (۲۳: ۱۰۶) ہم پر ہماری بدبختی غالب ہو گئی۔ یہاں آیۃ ہذا میں شَقِيٌّ سے مراد الذی وجبت لہ النار لاساءتہٖ جس کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم اس پر واجب ہو گئی۔ اسی طرح السعید الذی وجبت لہ الجنۃ لاحسانہٖ۔ سعید وہ جس پر اس کے نیک اعمال کے سبب جنت واجب ہو گئی۔ خوش نصیب۔ خوش بخت۔ سزاوار جنت

۱۱: ۱۰۶ = شَقُوْا۔ شَقَاوَةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ بدبخت ہوئے۔

= فِيْهَا۔ ای فی النار۔

= زَفِيْرٌ۔ چلانا۔ زَفَرَ يَزْفِرُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ زَفِيْرٌ اور شَهِيْقٌ دونوں گدھے کی آوازیں ہیں۔ قال الضحاک والمقاتل والفراء الزفیر اول نھیق الحمار والشھیق اخرہٗ۔ زفیر گدھے کی شروع کی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری آواز ہے۔

الخازن بغدادی لکھتے ہیں:۔

الزفیر تردید النفس فی الصدر حتی تنتفخ منہ الضلوع والشھیق

رد النفس الی الصدر۔ زفیر سانس کا سینہ میں اندر باہر آنا جانا ہے۔ (اس شدت سے کہ پسلیاں اس سے پھولنے لگیں۔ اور شہیق سانس کا سینہ کے اندر لے جانا ہے۔

(والزفیر مدہ واخراجہ من الصدر) اور زفیر سانس کو کھینچ کر سینہ سے باہر نکالنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل دوزخ طرح طرح کی دردناک آوازوں میں چیختے چلاتے رہیں گے۔

= شَہِیْقٌ۔ دھاڑنا۔ چلانا۔ مصدر ہے۔ شَہَقَ یَشْہِقُ (ضرب) گدھے کا آواز نکالنا۔ نیز باب سمع اور فتح سے بھی آتا ہے۔

۱۱: ۱۰۷ = فَعَّالٌ۔ صیغہ مبالغہ فاعل ہے۔ زبردست کام کرنے والا۔ خود مختاری سے کرنے والا

۱۱: ۱۰۸ = سُعِدُوْا۔ سَعْدٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نیک بخت بنائے گئے۔ (باب فتح) سَعْدٌ (باب فتح) کے معنی نیک بخت کرنا۔ میں اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آیۃ ہذا سے استدلال کرتے ہوئے ان معنوں کو جائز رکھا ہے لیکن محققین اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ ان معنی میں عرب کا محاورہ اَسْعَدَہُ اللّٰہُ (اللہ اس کو نیک بخت کرے) ہے۔ اور یہ کہ سَعَادَۃٌ۔ شَقَاوَۃٌ کی طرح لازم ہے۔

سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ لغت قیاس سے خارج ہے۔ یا یہ باب فَعَلَ فَعَلْتُہٗ سے ہوگی یعنی لازم بھی اور متعدی بھی۔ جیسے کہ غَاضَ وہ گھٹ گیا۔ اور غِضْتُہٗ میں نے اس کو گھٹا دیا۔ اسی طرح سَعَدَ وہ نیک بخت ہوا۔ اور سَعَدْتُہٗ میں نے اس کو نیک بخت کیا۔

لیکن لغت الفرائد الدریہ اور لغت المنجد میں سَعِدَ (باب سمع) اور سُعِدَ کا مصدر سَعَادَۃٌ لکھا ہے۔ بمعنی نیک بخت ہونا۔ خوش نصیب ہونا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ ذکر ان الفراء حکی ان ھذیلا تقول: سعدہ اللّٰہ بمعنی اسعدہ۔ یعنی قبیلہ ہذیل کے لوگ سَعَدَ کو بمعنی اَسْعَدَ بولتے ہیں یعنی بطور فعل متعدی لیتے ہیں۔

پس سُعِدُوْا (بصورت فعل مجہول) کے معنی ہوں گے۔ وہ نیک بخت بنائے گئے۔ بصورت فعل لازم۔ جو نیک بخت ہیں۔

= عَطَآءً۔ عطا۔ بخشش۔ عطیہ۔ انعام۔ صلہ۔ اس کی جمع اَعْطِیَۃٌ اور اَعْطِیَاتٌ ہے۔ عَطَآءٌ اِعْطَاءٌ سے اسم ہے اس کی اصل عطاءٌ تھی (کیونکہ اس کا مادہ عَطْوٌ ہے) مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب الف کے بعد واؤ اور یاء آتے ہیں تو ان کو ہمزہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے دِدَایٌ سے رِدَاءٌ۔

عَطَاءً یہاں بطور مصدر استعمال ہوا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اُعْطُوْا عَطَاءً اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= غَيْرَ مَجْذُوْذٍ۔ مَجْذُوْذٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ جَذٌّ مصدر۔ باب نصر۔ منقطع۔ غیر مجذوذ غیر منقطع۔ دوامی۔ لازوال۔

اَلْجَذُّ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ اور پتھر یا سونے کے ریزوں کو جذاذ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا (۲۱: ۵۸) پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

۱۱: ۱۰۹ = فَلَا تَكُ تو مت ہو۔ کَوْنٌ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَكُ اصل میں تَكُوْنُ تھا لا نہی کے عمل سے واؤ حرف علت حذف ہوگیا اور نون کو خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرتِ استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔

= مِرْيَةٍ۔ اَلْمِرْيَةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردّد کرنے کے ہیں۔ اور یہ شک سے خاص ہوتا ہے فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِمَّا يَعْبُدُ هٰؤُلَاءِ۔ سو یہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلجان میں نہ پڑنا۔ یعنی مذہب شرک شک و تذبذب کا مستحق نہیں صاف صاف قطعی انکار کے قابل ہے

= لَمُوَفُّوْهُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے مُوَفُّوْا اسم فاعل جمع مذکر۔ تَوْفِيَةً (تفعیل) مصدر وفی مادہ۔ اصل میں مُوَفِّيُوْنَ تھا۔

= غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔ منقوص۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ نَقْصٌ مصدر۔ (باب نصر) کم کیا ہوا غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔ پورا پورا۔ بلاکم وکاست۔

نَقْصٌ نُقْصَانٌ۔ تَنَقَّاصٌ مصدر۔ باب نصر۔ کم ہونا۔ کم کرنا۔ (لازم و متعدی)

۱۱: ۱۱۰ = لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ۔ اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی بات طے نہ ہو چکی ہوتی۔ اس میں کلمۃ اللہ سے اس حکم ازلی کی طرف اشارہ ہے جس کی حکمت الٰہی مقتضی تھی اور یہ کہ کلمات الٰہیہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ان میں تغیر کی گنجائش ہوتی ہے دوسری جگہ آیا ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ (۴۲: ۱۴) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک وقتِ مقررہ تک کے لئے یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

یہاں کلمہ کا اشارہ عذاب الٰہی کی طرف ہے جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے کہ منکرین کو

آخرت میں دیا جائے گا۔

= لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۔ ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو ان کے درمیان معاملہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یعنی ان کو اسی دنیا میں عذاب دیدیا گیا ہوتا۔

= شَكٍّ مُرِيبٍ ۔ موصوف وصفت۔ ایسا شک کہ جس میں بےچینی اور خلجان ہو مُرِيبٍ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اِرَابَةٌ (باب افعال) سے ہے رَيْبٌ مادہ۔ بےچین کرنے والا۔ متردد بنا دینے والا۔

۱۱: ۱۱۱ = كُلًّا ۔ تمام۔ سارے۔ ہر ایک۔ كُلًّا کا نصب بوجہ عمل اِنَّ اور تنوین بعوض مضاف الیہ ہے۔ ای ان کل المختلفین المؤمنین و الکافرین۔

= لَمَّا ۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔ (۱) یہ اصل میں لَمِنْ مَّا تھا۔ نون کو میم سے بدلا گیا۔ لَمِمَّا ہو گیا تین میم جمع ہو گئے پہلے میم کو حذف کیا گیا۔ لَمَّا ہو گیا۔

(۲) یہ لَمٌّ سے لَمَّ يَلُمُّ (باب نصر) لَمًّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا۔ تنوین کے عوض تخفیف کے لئے الف آگیا۔ لَمَّا ہو گیا۔ اس صورت میں معنی ہوگا۔ اِنَّ كُلًّا جَمِيْعًا۔

(ب) لَمَّا میں لام لامِ قسم ہے۔ مَا زائدہ ہے لَيُوَفِّيَنَّهُمْ ۔ جوابِ قسم۔ اور تقدیرِ کلام یوں ہے وَاِنَّ جَمِيْعَهُمْ وَاللهِ لَيُوَفِّيَنَّهُمْ ۔ خدا کی قسم ہے وہ ان سب کو ضرور پورا پورا معاوضہ دیگا پس صدیقین کو ان کی تصدیق ویقین کا بدلہ جنت ملیگا۔ اور مکذبین کو اُن کی تکذیب کے بدلہ میں جہنم ملیگی۔

ج۔ اکثر قرّاء نے لَمَّا کو مخفف پڑھا ہے۔ اِنْ مخفف پڑھا جائے تو اِنْ نافیہ اور لَمَّا تشدید میم کے ساتھ استثنائیہ ہوگا۔ نہیں ہے کوئی مگر تیرا رب اس کے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔

= لَيُوَفِّيَنَّهُمْ ۔ میں لام برائے تاکید۔ يُوَفِّيَنَّ مضارع واحد مذکر غائب میں نَّ ثقیلہ برائے تاکید۔ وَفّٰى يُوَفِّيْ تَوْفِيَةً (تفعیل) سے وَفْيٌ مادہ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ضرور ہی ان کو پورا پورا دے گا۔

۱۱: ۱۱۲ = فَاسْتَقِمْ ۔ ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے تقدیرِ عبارت یوں ہے لَمَّا بَيَّنَ امر المختلفین فاستقم کما اُمِرْتَ ۔ جب ہر دو امر (حق و باطل) بیّن طور پر واضح ہو گئے ہیں تو ہمارے حکم کے مطابق (حق پر) قائم ہو جاؤ۔

اِسْتَقِمْ ۔ تو قائم رہ۔ تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتِقَامَةٌ سے باب افتعال سے امر واحد مذکر حاضر

== اُمِرْتَ ۔ اَمْرٌ سے ۔ ماضی مجہول واحد مذکر حاضر۔ کَمَا اُمِرْتَ جیسا تجھے حکم دیا گیا۔

== وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ۔ اور جو تائب ہوکر تیرے ہمراہ ہو گئے ہیں۔

وَ حرفِ عطف تَابَ مَعَكَ کا عطف اِسْتَقِمْ پر ہے ای فاستقم انت ولیستقم من تاب من الکفر ورجع الی اللّٰہ مُخْلِصًا۔ یعنی تو ثابت قدم رہ اور وہ لوگ بھی ثابت قدم رہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کرکے خالص اللہ کی طرف رجوع کیا (اور آپ کے ہمراہ ہیں)

== لَا تَطْغَوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم سرکشی نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ طُغْيَانٌ مصدر طَغَا يَطْغُوْا ۔ (باب نصر) طُغْوًا ۔ طَغْوَانًا ۔ طُغْيَانًا ۔ حد سے گذرنا ۔ طَغِيَ يَطْغَىٰ (باب سَمِعَ) طُغْيًا وَطُغْيَانًا ۔ ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر جانا۔

۱۱: ۱۱۳ == لَا تَرْكَنُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت جھکو۔ تم مت مائل ہو۔

رَكِنَ يَرْكَنُ (سَمِعَ) سے رُكُوْنٌ سے مادہ رُكْنٌ (باب نَصَرَ) سے بھی آتا ہے رُكُوْنٌ ..... اِلَيْهِ کسی کی طرف مائل ہونا جھکنا۔ کسی پر بھروسہ کرنا۔ آرام لینا۔ سہارا لینا۔ اسی سورۃ میں آیا ہے لَوْاَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۔ (۱۱: ۸۰) اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑتا۔

== فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ فَ جواب نہی میں واقع ہے ۔ یعنی الیسا مت کرو ورنہ ...... مَسَّكُمْ مَسَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو پہنچے گی۔ تم کو چھوئے گی۔ مَسَّ يَمَسُّ (باب نصر) مَسٌّ ۔ مصدر۔

== وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۔ یہ جملہ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ کا حال ہے۔ اور حالت یہ ہوگی کہ اس وقت جب تمہیں آگ آچھوئے گی تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

== ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۔ پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی۔

۱۱: ۱۱۴ == طَرَفَيِ النَّهَارِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ طَرَفَيِ اصل میں طَرَفَيْنِ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ طَرَفٌ سے تثنیہ ۔ دن کے دونوں کنارے۔

== زُلَفًا ۔ زُلْفَةٌ کی جمع بحالت نصب۔ بمعنی ساعت۔ منزلت۔ قربت۔ پاس۔ قریب۔ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۔ اور رات کی ساعتوں میں۔

== ذِكْرٰى ۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت۔

(باب نصر) سے مصدر۔ کثرتِ ذکر کے لئے ذِكْرٰى بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔

۱۱: ۱۱۶ == فَلَوْلَا ۔ لَوْلَا کا استعمال دو طرح پر ہے۔ ایک شے کے پائے جانے سے

دوسری شے کا ممتنع ہونا۔ اس کی خبر ہمیشہ محذوف ہوتی ہے۔ اور لَوْلَا کا جواب قائمقام خبر کے ہوتا ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ۔ (۳۴: ۳۱) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔

دوئم۔ یہ اکثر هَلَّا کے معنی میں آتا ہے۔ اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے مثلاً لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (۲۰: ۱۳۴) تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ نیز آیۃ ہذا میں فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تو کیوں نہ ہوئے تمہارے سے قبل کی امتوں میں سے (ایسے زیرک۔ سمجھدار لوگ)

= اُولُوْا بَقِيَّةٍ۔ اولوا۔ (والے) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اُولُوْا۔ اور بحالت نصب وجر اُولِي۔ بَقِيَّةٌ۔ بمعنی بچی ہوئی چیز۔ باقیماندہ۔ باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيْلَةٌ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اُولُوْا بَقِيَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے باقی ہے یا اس سے مراد ارباب فضل ہیں۔ فضل کو بقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے میں سے سب سے اچھی چیز کو باقی رکھنے کا خواہشمند ہے۔ اسی لئے عربی میں فُلَانٌ مِنْ بَقِيَّةِ الْقَوْمِ اس آدمی کے لئے بولتے ہیں جو قوم میں صاحب فضل ہو یا صاحب عقل و رائے ہو۔ سب سے عمدہ ہو۔

= اِلَّا قَلِيْلًا ماسوائے چند آدمیوں کے (جن کو ہم نے نجات دی) یعنی ان قدیم امتوں میں سے چند ایک ہی ایسے تھے جو دوسروں کو فساد فی الارض سے روکتے رہے اور خود بھی بچے رہتے اور انہیں ہم نے عذاب کی گرفت سے بچالیا۔ مِنْهُمْ۔ ان قدیم امتوں میں سے۔

= اِتَّبَعَ۔ اس نے اتباع کیا۔ پیروی کی۔ پیچھے پڑے رہے۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے تَبِعٌ مادہ۔

= مَا اُتْرِفُوْا فِيْهِ۔ یہ جملہ اِتَّبَعَ کا مفعول ہے۔ یعنی وہ جس نازونعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے۔

اُتْرِفُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب وہ آرام دیئے گئے۔ وہ نازو نعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ سے تَرَفٌ مادہ۔

اَلتُّرْفَةُ عیش و عشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فُلَانٌ فَهُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرت دولت کی وجہ سے بدمست ہے قرآن مجید میں ہے وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۳: ۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= لِيُهْلِكَ۔ میں لام نفی کی تاکید کے لئے ہے

= بِظُلْمٍ۔ اگر ظلم کو مفعول کا حال لیا جائے تو معنی ہوں گے آپ کا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ہلاک کر دے (محض) ان کی زیادتیوں (یا کفر و شرک) کے باعث درآں حالیکہ ان کے رہنے والے

صلح و آشتی میں لگے ہوئے ہوں۔

اور اگر ظلم کو فاعل کا حال لیا جائے تو ترجمہ ہو گا۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کر دے جب کہ ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔

= وَاَهْلُهَا۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ در آں حالیکہ۔

۱۱: ۱۱۸ = وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ۔ لیکن وہ اختلاف کرنے والے ہمیشہ ہی رہیں گے۔

(اس سے پہلے عبارت محذوف ہے۔ جو بدیں مطلب ہے۔ لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اس نے ایسا نہ چاہا اب حقیقت یہ ہے کہ وہ لَا يَزَالُوْنَ مختلفین .... الخ

= وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اور اسی لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں "اس جملہ کا تعلق آیت کے کس حصہ کے ساتھ ہے؟ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس کا تعلق اِلَّا مَا رَحِمَ رَبُّكَ کے ساتھ ہے یعنی انسان کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ہمیشہ ہدایت کی راہ پر گامزن رہے۔ فقال ابن عباس و مجاھد وقتادۃ وضحاک وللرحمۃ خلقھم۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا تعلق اختلاف سے ہے یعنی انسان کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی راہ اختیار کرے۔ اسے کسی ایک راہ پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ قال الحسن والمقاتل وعطاء۔ ایماء الاشارۃ للاختلاف ای للاختلاف خلقھم۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ ذٰلِكَ کا مشار الیہ اختلاف اور رحمت دونوں ہیں اور واحد اسم اشارہ کا مشار الیہ دو متضاد چیزیں ہوتی رہتی ہیں، جیسے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (۱۰: ۵۸) آپ فرما دیجئے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے پس چاہئے کہ وہ اس پر خوشی منائیں۔

علامہ قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذٰلِكَ اواحد، کو واحد تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اب آیت کا مطلب ہوگا کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لئے پیدا کیا اور اہل رحمت کو رحمت کے لئے پیدا کیا گیا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں ھٰذَا احسن الاقوال انشاء اللہ یہ توجیہ سب سے بہتر ہے"

۱۱: ۱۱۹ = لَاَمْلَئَنَّ۔ مضارع واحد متکلم لام تاکید اور نون ثقیلہ برائے تاکید۔ میں ضرور ضرور بھر دوں گا (جہنم کو)

۱۱: ۱۲۰ = كُلًّا۔ ای کل نبأٍ۔ یہ تمام خبریں۔ قصے۔ تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض ہے اور نصب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے ہے نَقُصُّ عَلَيْكَ کا۔ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مضاف الیہ

محذوف کی صفت ہے مِنْ تبعیضیہ ہے یا بیانیہ ہے۔
= مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۔ کُلًّا سے بدل ہے (الکشاف) عطف بیان ہے (روح المعانی)
= فِیْ هٰذِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ان قصوں کے لئے ہے۔ جو اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔
= مَوْعِظَةً ۔ پند و نصیحت ۔ ذِكْرٰی ۔ یاد دہانی۔ دونوں کا اَلْحَقّ پر عطف ہے۔
۱۱ : ۱۲۱ = عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ۔ اپنی حد امکان تک ۔ ملاحظہ ہو (۱۱ : ۹۳)
= اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۔ ای انا عاملون علیٰ مکانتنا۔

(۱۲) سُوْرَةُ یُوْسُف (۵۳)

۱۲ : ۱ = الٓرٰ ۔ الف لام را ۔ حروف مقطعات ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۱)
= تِلْكَ ۔ اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث ۔ اصل میں اسم اشارہ تِیْ ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے اور كَ حرف خطاب ہے ۔ جس کی حسب احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے ۔ یہاں مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں ہیں ۔
= اَلْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۔ موصوف صفت ۔ واضح کتاب ۔
۱۲ : ۲ = اَنْزَلْنٰهُ ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے ۔ بمراد قرآن
= قُرْءٰنًا ۔ مادہ قرء ۔ اَلْقَرْءُ کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے ۔ اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے ۔ بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے مثلاً لفظ مائدہ کہ دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے ۔ لہٰذا قَرْءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا ۔ بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہا جاتا۔ اور ایسے ہی حائض جسے متواتر خون آرہا ہو اس کو بھی ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (۲: ۲۲۸) تین حیض تک اپنے تئیں روکے رکھیں، میں ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ کے معنی تین مرتبہ حالت طہر سے حالت حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل لغت کا قول ہے کہ قَرْءٌ کا لفظ قَرْءَ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ تو انہوں نے زمانہ طہر اور زمانہ حیض کو جمع کرنے کے معنی کا اعتبار کیا ہے

اَلْقِرَاءَةُ کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قرأت نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ عام ہر چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہٰذا اَجْمَعْتُ الْقَوْمَ کی بجائے قَرَأْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے۔

اَلْقُرْاٰنُ اصل میں کُفْرَانٌ اور رُجْحَانٌ کی طرح مصدر ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ کسی نے قَرْءٌ کا معنی جمع کرنا لیا ہے قرآن سابقہ کتب الہیہ کا حاصل اور مجموعہ ہے۔ راغب نے کہا ہے کہ قرآن تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ سورتوں کا مجموعہ ہے۔

بہر حال سب نے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کرنے میں جمع کا مفہوم پیشِ نظر رکھا ہے

پروفیسر عبد الرؤف نے کہا ہے کہ یہ وجہ تسمیہ غلط ہے۔ قرآن کا نام سب سے پہلے سورۃ مزمل میں آیا ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسری سُورۃ ہے اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا اور نہ کتب سابقہ کا نچوڑ اور خلاصہ۔ بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرأت و تلاوت ہے آیت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۷۵: ۱۷) سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمعِ قرآن سے قرأتِ قرآن الگ چیز ہے۔

اور اگلی آیت فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۷۵: ۱۸) جب ہم اسے پڑھیں (یعنی جب ہمارا فرشتہ تمہیں وحی سنائے) تو اس کی قرأت کا اتباع کرتے رہئے۔ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بمعنی قرأت یا پڑھنا ہے۔

اگرچہ قرآن کے لغوی معنی متذکرہ بالا ہیں لیکن عرفِ عام میں یہ اللہ کی اس کتاب کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

= عَرَبِيًّا۔ عَرَبِيٌّ جو عرب کی طرف منسوب ہو۔ یا یائے نسبتی ہے عَرَبِيٌّ عرب کا باشندہ یا عرب کی زبان۔ اَلْعَرَبُ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اَلْاَعْرَابُ عَرَبٌ کی جمع ہے

مگر یہ لفظ بادیہ نشین لوگوں کے ساتھ مختص ہوچکا ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا (۴۹: ۱۴) بادیہ نشین نے آکر کہا کہ ہم ایمان لے آئے ۔ اَلْاَعْرَابِیُّ اَعْرَابٌ کا واحد ہے ۔
اَلْاِعْرَابُ ۔ کسی بات کو واضح کردینا ۔ اس سے اَلْعَرَبِیُّ ۔ فصیح ۔ وضاحت سے بیان کرنے والا ۔ یا واضح اور فصیح کلام ۔ اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِہٖ اس نے بات کو واضح بیان کردیا ۔ قرآن حکیم میں آیا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (۲۶: ۱۹۵) صاف عربی زبان میں ۔
لہٰذا قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا (آیہ ہذا) قرآن واضح اور فصیح (عربی) زبان میں ۔ اس کے نصب کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں ۔
(۱) قُرْاٰنًا بدل ہے اَنْزَلْنٰہُ کی ضمیر کا اور عَرَبِیًّا اس کی صفت ہے (روح المعانی)
(۲) قُرْاٰنًا حال ہے ضمیر مفعول ہٗ (اَنْزَلْنٰہُ) کا عَرَبِیًّا تمہید و تاکید حال ہے (" ")
(۳) عَرَبِیًّا ضمیر کا حال ہے اور قُرْاٰنًا بطور تمہید و تاکید حال ہے (ضیاء القرآن بحوالہ قرطبی)
۱۱: ۳ = بِمَا ۔ اس کے ذریعہ سے
= اِنْ کُنْتَ ۔ میں اِنْ مخففہ اِنَّ (ثقیلہ) سے ہے ۔ اس کو اِنْ نافیہ سے فرق کرنے کے لئے لام فارقہ لایا گیا ہے =
= اَلْغٰفِلِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ بے خبر ۔ لاعلم ۔ غافل
۱۲: ۴ = اِذْقَالَ یُوْسُفُ ۔ احسن القصص سے بدل اشتمال ہے
= یُوْسُفُ بوجہ معرفہ اور عجمہ کے غیر منصرف ہے ۔ عبرانی لفظ ہے ۔
= یٰاَبَتِ ۔ یا حرف ندا ۔ اَبَتِ میں تائے تانیث ۔ یائے اضافت کے عوض لائے ہیں یا اَبِیْ سے یا اَبَتِ ہو گیا ۔
= رَاَیْتُھُمْ ۔ میں نے ان کو دیکھا ۔ رَاَیْتُ ماضی واحد متکلم ۔
رَاَیْتُ ۔ رُؤْیَۃ سے بھی ہوسکتا ہے اور رُؤیا سے بھی ۔ لیکن اگلی ہی آیت میں لفظ رُؤْیَاکَ صریحًا ظاہر کرتا ہے کہ یہ رُؤْیَا سے ہے ۔ جس کے معنی ہیں خواب میں دیکھنا ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے ۔ رَاَیْتُھُمْ میں نے ان کو خواب میں دیکھا ۔
۱۲: ۵ = یٰبُنَیَّ ۔ یا حرف ندا ۔ بُنَیَّ ۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہے ۔ مضاف یَ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث ی کو ی میں مدغم کیا گیا ۔ بُنَیَّ میں تصغیر تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شفقت اور محبت کے لئے ہے اور نحوی اسے تصغیر الحبیب کہتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے ۔
= فَیَکِیْدُوْا ۔ ف سببیہ ہے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے ۔ یَکِیْدُوْا مضارع منصوب

بوجہ فاء سببیہ یا جواب نہی میں بوجہ اضمار اَنْ (اضمار مضمر۔ پوشیدہ محذوف) مثال لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ فَیَمُوْتُوا۔
کَادَ یَکِیْدُ کَیْدًا (باب ضَرَبَ) خفیہ تدبیر کرنا۔ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا۔ ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی چال ضرور چلیں گے۔

۱۲ : ۶ = کَذٰلِکَ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذٰ اسم اشارہ لَ علامت اشارہ بعید۔ آخری کاف حرف خطاب (واحد مذکر) ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ ای مثل ذٰلک الاجتباء

= یَجْتَبِیْکَ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجْتِبَاءٌ افتعال۔ سے مصدر۔ جَبْیٌ مادہ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ کو منتخب کر رہا ہے۔ چن رہا ہے۔ مُجْتَبٰی برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ منتخب شدہ

= اَلْاَحَادِیْثِ۔ کہانیاں۔ باتیں۔ حَدِیْثٌ کی جمع۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے۔ خواہ بذریعہ سماعت۔ خواہ بذریعۂ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ اس کو حدیث کہتے ہیں۔

= تَاْوِیْلٌ۔ اس کا مادہ اَوْلٌ ہے بروزن تفعیل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا اصل کی طرف رجوع ہونا۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مَوْئِل (جائے بازگشت) کہتے ہیں۔ پس تاویل کسی چیز کو اس غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایتِ علمی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ (۳:۷) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور غایت عمل کے متعلق ہے ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ (۷:۵۳) اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے (یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی)

تَاْوِیْلٌ۔ اصلی غایت۔ اصلی مراد۔ اصل حقیقت۔ ٹھیک ٹھیک مقصود۔

۱۲ : ۷ = فِیْ یُوْسُفَ۔ یوسف۔ بوجہ معرفہ وعجمہ غیر منصرف ہے۔ فِیْ یُوْسُفَ ای فی خبر یوسف۔ خبر (مضاف محذوف) یُوْسُفَ۔ مضاف الیہ۔

= السَّآئِلِیْنَ۔ پوچھنے والے۔ جویندگانِ علم۔ طالبانِ حق۔ سوال کرنے والے۔

۱۲ : ۸ = عُصْبَۃٌ۔ عَصَبٌ سے اَلْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے۔ جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں اَلْاَعْصَابُ۔ پٹھے۔ مضبوطی کے ساتھ باندھنے کو عَصَبٌ کہتے ہیں۔ مثلاً لَاَعْصِبَنَّکُمْ عَصْبَ السَّلْمَۃِ۔ میں تمہیں سلمہ درخت کی طرح باندھ کر چھوڑوں گا۔ فُلَانٌ شَدِیْدُ الْعَصَبِ فلاں کے جوڑ مضبوط ہیں۔ وَقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ (۱۱:۷۷) اور بولے یہ بہت سخت دن ہے۔
عَصِیْبٌ بمعنی فاعل اور مفعول دونوں طرح مستعمل ہے۔

= اَلْعُصْبَةُ ۔ وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ اور اس طرح طاقت، اور مضبوطی کا سبب بنیں ۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۔ ایک طاقت ور جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتیں۔

وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ۔ (آیت ہذا) حالانکہ ہم ایک پوری جماعت کی جماعت ہیں ۔

عُصْبَةٌ کی جمع عُصَبٌ ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں عُصْبَةٌ وَعِصَابَةٌ دس اور دس سے زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں بعض چالیس تک بتاتے ہیں ان کا یہ نام اس واسطے پڑ گیا کہ اتنے اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہو جاتی ہے اور وقت پڑے یہ لوگ کافی سمجھے جاتے ہیں۔

۱۲:۹ = اِطْرَحُوْهُ ۔ اس کو پھینک دو۔ اس کو دور کہیں پھینک آؤ۔ طَرَحَ يَطْرَحُ (فتح) طَرْحٌ جس کے معنی پھینک دینے اور دور ڈال دینے کے ہیں ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔

= يَخْلُ لَكُمْ ۔ خَلَا يَخْلُوْ خَلَاءٌ وخُلُوٌّ (باب نصر) خالی ہونا۔ خالی رہ جانا۔ خَلَا الْاِنَاءُ ۔ برتن خالی ہو گیا۔ خَلَا الرَّجُلُ ۔ آدمی تنہا رہ گیا۔ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ تمہارے لئے خالی ہو جائے گا تاکہ تمہارے باپ کی توجہ (صرف) تمہاری طرف ہو جائے

= وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۔ اس کے بعد تمہارے سب کام بن جائیں گے یا اس کا معنی یہ ہو سکتے ہیں ۔ اس کے بعد تم بھلے آدمی بن جانا۔ (یعنی توبہ کر کے نیک بن جانا) اکثر مفسرین نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

۱۲ : ۱۰ = غَيٰبَتِ ۔ اَلْغِيَابَةُ ۔ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں ۔ اور اسی سے گھنے جنگل کو غَابَةٌ کہا جاتا ہے ۔ غِيَابَةٌ ۔ تاریکی۔ گہرائی مجازًا۔

= اَلْجُبِّ ۔ وہ کنواں جس کی کوٹھی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ یا جو پختہ اور لپا ہوا نہ ہو۔

غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۔ کچے کنویں کے اندھیرے میں ۔ کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں

= يَلْتَقِطْهُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ التقاط (اِفْتِعَالٌ) سے لَقْطٌ مادّہ۔ وہ نکال لیگا لَقْطٌ ۔ (باب نصر) زمین پر پڑی ہوئی چیز کو اٹھا لینا۔

= السَّيَّارَةِ ۔ کارواں ۔ قافلہ ۔ چلنے والے مسافر۔

سَيَّارٌ کا مؤنث ہے جو سَيْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ اس کی تانیث جمع کے معنی کے لحاظ سے ہے۔

= لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ تو ہم کو امین نہیں بناتا یوسف پر۔ یعنی یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتا۔

اصل میں تَاْمَنُنَا (اَمِنَ یَاْمَنُ سَمِعَ) تھا۔ نون نون میں مدغم کر دیا گیا۔

= لَنَاصِحُوْنَ ۔ نَاصِحٌ کی جمع ۔ خیر خواہ ۔ خیر خواہی کرنے والے ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

۱۲ : ۱۲ = یَرْتَعْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب رَتْعٌ رَتَعٌ وَرُتُوْعٌ ۔ مصدر (باب فتح) جس کے اصل معنی جانوروں کے چرنے کے ہیں پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر یہ لفظ بولا جانے لگا۔ رَتْعَۃٌ فراخی ۔ ارزانی ۔ رَاتِعٌ چرنے والا ۔ مَرْتَعٌ چراگاہ ۔ مُرْتَعٌ فراخ دل وسیع الرزق ۔

یَرْتَعْ ۔ وہ خوب جی بھر کر کھائے پیے ۔ یَرْتَعْ وَیَلْعَبْ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ اس کی دیگر مثالیں۔

(۱) فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (۳ : ۳۱) میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا

(۲) فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ۔ (۲ : ۱۵۲) مجھے یاد کرتے رہو میں بھی تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔

= یَلْعَبْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ لَعِبٌ مصدر (باب سَمِعَ) وہ کھیلے کودے۔

۱۲ : ۱۳ = اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ ۔ میں لام ابتدائیہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی حال کے لئے مختص ہو جاتے ہیں ۔ جیسے اِنِّیْ لَاُطَالِعُ الْجَرَائِدَ میں اخبار دیکھ رہا ہوں ۔ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ۔ تجھے خوب معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ اَنْ تَذْھَبُوْا بِہٖ ۔ بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے (یہ بات) کہ تم اسے لیجاؤ (اور اس طرح اسے مجھ سے جدا کر دو)

= وَاَخَافُ ۔ اور میں ڈرتا ہوں (یہ حضرت یعقوب کا دوسرا اندیشہ تھا) اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ کہ کہیں اسے بھیڑیا کھا جائے ۔

۱۲ : ۱۴ = وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ (ملاحظہ ہو ۱۲ : ۸) حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں ۔

۱۲ : ۱۵ = اَجْمَعُوْا ۔ وہ سب جمع ہو گئے ۔ سب نے بالاتفاق فیصلہ کر لیا۔ سب نے پختہ ارادہ کر لیا۔

= جواب لَمَّا محذوف ہے۔ ای یجعلوہ فی غیٰبت الجبّ وفعلوا بہ مافعلوا من الاذی

= اَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ ۔ اور ہم نے اس پر وحی کی ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع حضرت یوسف ہیں۔ یہ وحی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ الہام کے معنی میں ہے جو غیر نبی کو یا نبی کو قبل از نبوت ہوتا رہتا ہے

= لتنبئنھم۔ تو ضرور ان کو جتلائے گا۔ تو ضرور ان کو بتلائے گا۔ (باب تفعیل) مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر حاضر تَنْبِئَۃٌ اور تَنَبِّئٌ سے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (برائے برادرانِ یوسف)

= وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ درآں حالیکہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے کہ تو یوسف ہے۔

۱۲: ۱۷ = نَسْتَبِقُ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِسْتِبَاقٌ (اِفْتِعَالٌ) سَبْقٌ۔ مادہ۔ ہم ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی دوڑ دوڑنے لگے۔ اِسْتِبَاقٌ اور تَسَابُقٌ (افتعال و تفاعل) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا۔

ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ۔ ہم اپنے سامان کو رکھ کر ایک طرف) گئے کہ مقابلہ کی دوڑ دوڑیں۔ یا ہم جاکر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے۔

= مُؤْمِنٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ایمان رکھنے والا۔ یقین کرنے والا۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ آپ ہم پر یقین تو نہیں کریں گے۔

۱۲: ۱۸ = وَجَآءُوْا عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ۔ کَذِبٍ ای ذِیْ کِذْبٍ۔ مصدر کو صفت کے لئے مبالغہ کی خاطر استعمال کیا ہے۔ دَمٍ کَذِبٍ موصوف وصفت۔ علٰی قَمِیْصِہٖ ای فَوْقَ قمیصہ والمعنی اتو بدم کذب فَوْقَ قَمِیْصِہٖ۔ وہ لے آئے جھوٹ موٹ کا خون اس کی قمیص پر لگا ہوا۔

= سَوَّلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب تَسْوِیْلٌ (باب تفعیل) سے جس کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کو مزین کرکے دکھانا جس پر وہ حریص ہو۔ (بلکہ تمہارے نفسوں نے یعنی تمہارے دلوں نے ایک بات جو جھوٹی ہے) مزین اور معقول شکل میں بنالی ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ اَلشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ (۴۷: ۲۵) شیطان نے یہ کام انہیں مزین کر دکھایا۔

= اَلْمُسْتَعَانُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِسْتِعَانَۃٌ (استفعال) سے مصدر، وہ جس سے اعانت طلب کی جائے۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ معاونت باہمی مدد کرنا۔ تعاون ایک دوسرے کے ساتھ مددگار ہونا۔

۱۲: ۱۹ = سَیَّارَۃٌ۔ قافلہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۰)

= وَارِدَھُمْ۔ اسم فاعل۔ مضاف۔ ھُمْ مضاف الیہ۔ پانی پر پہنچنے والا۔ قافلہ کے آگے جاکر پانی کی تلاش کرنے والا سقہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۸) انہوں نے اپنا سقہ بھیجا۔

= اَدْلٰی۔ اس نے لٹکایا۔ اس نے ڈول لٹکایا۔ اِدْلَاءٌ سے جس کے معنی ڈول ڈالنے اور ڈول

کھینچنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= یٰبُشْرٰی۔ واہ خوشخبری۔ ارے واہ۔ کلمہ تعجب و انبساط۔
= اَسَرُّوْہُ۔ اَسَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب انہوں نے اس کو چھپا لیا
سِرٌّ سے۔ سرر مادہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہے یا برادرانِ یوسف کے
لئے کہ انہوں نے یوسف کی اصلی حقیقت کو چھپالیا اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہم سے خرید لو۔
= بِضَاعَۃً۔ منصوب بوجہ حال کے۔ بطور مال تجارت کے۔ بِضَاعَۃٌ پونجی۔ سامانِ تجارت
بضاعۃ بَضْعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں گوشت کا بڑا ٹکڑا۔ اسی سے ہے المِبْضَعُ
(اسم آلہ) گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا آلہ۔ نشتر۔ یا کہتے ہیں فُلَانٌ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ۔ فلاں
میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ اَلْبِضْعُ (با کی کسر کے ساتھ) عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہیں۔ یہ لفظ
تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ سے اوپر اور دس سے کم۔
اور علمائے لغت کے نزدیک تین سے نو تک کے لئے ہے۔ اسی سورۃ میں ہے
بِضْعَ سِنِیْنَ۔ (۱۲:۴۲) چند سال۔

۱۲: ۲۰ = شَرَوْہُ انہوں نے اس کو بیچا۔ شِرَاءٌ سے (باب ضرب) جس کے معنی ہیں
خرید و فروخت کرنے کے۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (برائے یُوسُف)
اور اگر اس کو خریدنے کے معنی میں لیا جائے تو ضمیر جمع مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہوگی۔
= ثَمَنٍ بَخْسٍ۔ موصوف۔ صفت۔ حقیر قیمت۔ بَخْسٌ ناقص۔ ظلم سے کسی شے کے
گھٹانے یا کم کرنے کو بَخْسٌ کہتے ہیں۔
= فِیْہِ مِنَ الزّٰھِدِیْنَ۔ فِیْہِ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب۔ حضرت یوسف کے
لئے بھی ہوسکتی ہے اور قیمت کے لئے بھی۔
زَاھِدِیْنَ۔ الزُّھْدُ سے ہے جس کے معنی حقیر چیز کے ہیں۔ اس لئے کسی چیز سے
بے رغبتی کرنے والے۔ یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والے کو زَاھِدٌ فِی الشَّیْءِ کہا جاتا ہے
پس وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزّٰھِدِیْنَ وہ اس کے بارہ میں بے رغبت تھے۔

۱۲: ۲۱ = اَکْرِمِیْ۔ اِکْرَامٌ (اِفْعَالٌ) سے امر واحد مؤنث حاضر۔ تو با عزت کر۔
= مَثْوٰىہُ۔ مَثْوٰی مضاف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کی قیام گاہ۔ اس کا
ٹھکانہ۔ اس کی مہمانی۔ مَثْوٰی ظرف مکان مَثَاوٰی جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے
کا مقام۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) ثَوَاءٌ وہ اقامت پذیر ہوا۔ قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے وَالنَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ (۴۷: ۱۲) اوران کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اَکْرِمِیْ مَثْوٰىہُ۔ اس کے قیام کو باعزت واکرام بنانا۔ یعنی اسے دوران قیام عزت وتوقیر سے رکھنا۔

= کَذٰلِکَ۔ کاف حرف تشبیہ۔ ذٰلِکَ اسم اشارہ۔ اس طرح یعنی جس طرح ہم نے اس کو بھائیوں، کے ہاتھوں قتل سے بچاکر۔ کنویں کی گہرائیوں سے نجات دلاکر اس پر احسان کیا۔ اسی طرح ہم نے اس پر اپنی کرم نوازی سے عزیز مصر کے ہاں عزت واکرام کا ٹھکانہ دلاکر ملک مصر میں اس کے قدم جما دیئے۔

۱۲: ۲۱ = فِی الْاَرْضِ۔ ای فی ارض مِصْرَ۔ مصر کی سرزمین۔

= مَکَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم مَکَّنَ یُمَکِّنُ تَمْکِیْنٌ (تفعیل) ہم نے اس کو ٹھکانہ عطا کیا ہم نے اس کو جماؤ بخشا۔ تمکین دی۔ ہم نے اس کے پاؤں جما دیئے

= وَلِنُعَلِّمَہٗ لام تعلیل کے لئے۔ یعنی ہم نے یوسف کے قدم ارض مصر میں جما دیئے اور اس کو جاہ وتمکنت عطا کی کہ (اب) اسے تاویل احادیث کا علم بھی عطا کریں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: پھر ہم نے مصر میں لاکر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرما دیں۔

۱۲: ۲۳ = رَاوَدَتْہُ۔ اس عورت نے اس کو پھسلایا۔ اس سے خواہش کی گفت وشنید کی الرَّوْدُ۔ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ بار بار کسی چیز کی طلب میں آمدورفت کے ہیں رَاوَدَ یُرَاوِدُ مُرَاوَدَۃً (مفاعلۃ) عَنْ نَّفْسِہٖ وعَلٰی نَفْسِہٖ۔ کسی کو گناہ کی رغبت دلانا۔ اَرَادَ یُرِیْدُ اِرَادَۃً۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ رغبت کرنا۔ اَرْوَدَ یُرْوِدُ (افعال) اِرْوَادٌ۔ رُوَیْدٌ نرمی کرنا...... فِی السَّیْرِ نرم رفتار سے چلنا۔

رَاوَدَتْہُ عَنْ نَّفْسِہٖ۔ وہ عورت اس کو گناہ کی رغبت دلانے لگی۔ اَلَّتِیْ ھُوَ فِیْ بَیْتِھَا وہ عورت جس کے گھر میں وہ تھا۔

= غَلَّقَتْ۔ اس عورت نے بند کیا (دروازہ) غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ۔ اس عورت نے دروازے بند کر دیئے۔

= ھَیْتَ لَکَ۔ ادھر آؤ۔ چلے آؤ۔ ھَیْتَ لَکَ۔ لَکُمَا۔ لَکُمْ۔ لَکُنَّ۔ چلے آؤ۔ تو ایک۔ تم دونو۔ تم سب وغیرہ۔

ھَیْتَ۔ اَقْبِلْ۔ اَسْرِعْ۔ اسم فعل بمعنی امر۔ آؤ۔ جلدی کرو۔

= مَعَاذَ اللّٰہِ ۔ مَعَاذَ ۔ مصدر میمی اور اسم ہے ۔ مضاف ۔ اللّٰہِ مضاف الیہ ۔ اللہ کی پناہ (یعنی یہ گناہ کا کام ہے میں اس کے کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

عَوْذٌ اور مَعَاذٌ ۔ کسی کی پناہ پکڑنی اور کسی سے وابستہ ہوجانا ۔ جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ میں (ہر گناہ سے) اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

= اِنَّہٗ رَبِّیْٓ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عزیز مصر بھی ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ۔ لہٰذا پہلی صورت میں رَبِّیْ (میرا رب) سے مراد (میرا آقا) عزیز مصر ہوگا ۔ اور دوسری صورت میں میرا رب یعنی میرا خدا ہوگا ۔ اِنَّہٗ رَبِّیْ وہ میرا مربی ہے ۔

= اَحْسَنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے اچھا کیا ۔ اس نے اچھا بنایا ۔

= مَثْوَایَ ۔ میرا ٹھکانہ ۔ میری قیام گاہ ۔ میری مہمانی ۔ مضاف ۔ مضاف الیہ

اَحْسَنَ مَثْوَایَ ۔ اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا ہے ۔ اس نے میرے قیام کا نہایت اچھے طریق پر بندوبست کیا ہے ۔

= اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے ۔

۱۲ : ۲۴ = ھَمَّتْ بِہٖ ۔ اس عورت نے اس مرد کا ارادہ کر لیا ۔

اَلْھَمُّ کا معنی پگھلا دینے والے غم کے ہیں اور یہ ھَمَمْتُ الشَّحْمَ فَانْھَمَّ کے محاورہ سے ماخوذ ہے ۔ جس کے معنی ہیں : میں نے چربی کو پگھلایا چنانچہ وہ پگھل گئی ۔

اصل میں ھَمَّ کے معنی ارادہ کے ہیں جو ابھی دل ہی میں ہو ۔ (راغب)

ھَمَّ بِالْاَمْرِ اِذَا قَصَدَہٗ وَعَزَمَ عَلَیْہِ ۔ ھَمَّ کا معنی ہے کسی چیز کا قصد کرنا اور عزم کرنا ۔ (الکشاف) الھم ھو المقاربۃ من الفعل من غیر دخول فیہ ۔ ھَمَّ کے معنی ہیں کسی فعل سے مقاربت بغیر وہ فعل کئے کے ۔ (الخازن)

ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا ۔ اس عورت نے اس مرد کا قصد کر لیا تھا ۔ اور وہ آدمی بھی اس عورت کا قصد کر لیتا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ ۔ اگر اس نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا ۔

متذکرہ معنی کے لحاظ سے کلام میں تقدیم و تاخیر ہے ۔ عام قاعدہ کے مطابق شرط پہلے اور جزاء بعد میں آنا چاہئے تھی ۔ اور کلام یوں چاہئے تھا ۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ ھَمَّ بِھَا ۔ لیکن یہاں جزاء کو مقدم لایا گیا ہے اور شرط کو بعد میں لایا گیا ہے ۔ یہ طرز کلام شاذ نہیں ہے قرآن مجید میں اور جگہ بھی ایسا کیا گیا ہے ۔ مثلاً وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی

فَرِغًا۔ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا (۲۸: ۱۰) اور اُمِّ موسیٰ کا دل ایسا بیقرار ہوا کہ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط دمربوط نہ کردیا ہوتا۔ یہاں بھی جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر۔

تو گویا اس صورت میں آیت کا مطلب ہوا۔ اس عورت نے اس کا عزم بالجزم کرلیا تھا اور اگر حضرت یوسف ؑ نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو دیکھ لیا اس لئے ان کے ارادہ کی نوبت ہی نہ آئی۔

بعض کے خیال میں هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ ایک مستقل جملہ ہے اور لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ نیا جملہ ہے جس کی جزاء محذوف ہے (تو ضرور اس کے دام تزویر میں پھنس جاتا) اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے اپنی خواہش رانی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال بھی ہو چلا تھا۔ لیکن یہ خیال جس کی پشت پر کوئی عزم نہ تھا کوئی عیب نہیں ہے کہ یہ ایک امر طبعی ہے خلوت کی یکجائی میں جوان تندرست مرد کا محض خیال اگر جوان حسین عورت کی طرف جائے خصوصًا جبکہ پیشقدمی اور تشویق (شوق دلانا) عورت کی طرف سے ہو رہی ہو تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح اور تندرست ہونے کی (ضیاء القرآن)

مال الی مخالطتها بمقتضی الطبیعة البشریة کمیل الصائم فی الیوم الحار الی الماء البارد۔ ومثل ذلك۔ لایکاد یدخل تحت التکلیف (روح المعانی)

وہ مائل ہوئے بمقتضائے طبیعت بشریہ جیساکہ روزہ دار شدید گرمی کے دن کو ٹھنڈے پانی کی طرف مائل ہوتا ہے (لیکن نہ تو اس کی نیت پانی پینے کی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی پینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھاتا ہے) اس قسم کا میلان قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

والمراد بهمه علیه السلام میل الطبع ومنازعة الشهوة لا القصد الاختیاری (بیضاوی) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد سے مراد فطری میلانِ طبیعت ہے اور تقاضائے شہوت ہے قصد اختیاری مراد نہیں ہے۔

ہاں اگر وہ اپنے رب کی برہان واضح نہ دیکھ لیتے تو (ہو سکتا ہے کہ) وہ بھی اس کے دام میں پھنس جاتے۔

الکشاف میں ہے (لولا ان راٰ برهان ربه) جوابه محذوف تقدیرہ لولا ان راٰ برهان ربه لخالطها۔ اس کے ساتھ خلط ملط ہوجاتا۔ (خالَطَ جماع کرنا۔ (الفرائد الدریة)

= بُرْهَانَ رَبِّهٖ - اپنے رب کی برہان - اَلْبُرْهَانُ کے معنی دلیل اور حجت کے ہیں۔ رُجْحَانٌ کی طرح فُعْلَانٌ کے وزن پر ہے۔
بعض کے نزدیک یہ بَرِهَ یَبْرَهُ کا مصدر ہے جس کے معنی سفید اور چمکنے کے ہیں
بُرْهَان دلیلِ قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زور دار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو۔ روشن دلیل

یہ برہان حالیہ سلسلہ میں کیا تھی اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں

(۱) بعض کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کو اس وقت اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے جو اسے اس فعل قبیح سے منع کر رہے تھے۔
(۲) بعض کے نزدیک انہیں عزیز مصر سامنے نظر آیا جس کے دیکھنے پر اس کے احسانات و شفقت یاد آگئی۔ اور وہ اس فعل سے باز رہے۔
(۳) بعض کے نزدیک ان کو آیات قرآنی لکھی ہوئی نظر آئیں لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (۱۷: ۳۲) زنا کے پاس بھی مت جاؤ یقیناً وہ بڑی بے حیائی اور بُری راہ ہے
= كَذٰلِكَ - ایسے ہی - اسی کی طرح - (یعنی جس طرح ہم نے اس وقت ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچا لیا - اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے۔
= لِنَصْرِفَ - تاکہ ہم دور کر دیں - نَصْرِفَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام - جمع متکلم - اَلصَّرْفُ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا - صَرَفَ عَنْهُ اس کی طرف سے پھیر دینا۔
= اَلسُّوْٓءَ - برائی - برا فعل - گناہ - عیب
= اَلْفَحْشَآءَ - اَفْحَشُ فَحْشَآءُ فُحُشٌ سے اسم تفضیل واحد مؤنث فُحْشٌ مادّہ - وہ قول یا فعل جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو - اور اس کا سننا یا کرنا برا لگے - بیحیائی کی بات -
= مُخْلَصِيْنَ - برگزیدہ - چنے ہوئے - خالص -
۱۲: ۲۵ = وَاسْتَبَقَا - اِسْتَبَقَ يَسْتَبِقُ اِسْتِبَاقٌ (افتعال) سَبْقٌ مادّہ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب - وہ دونوں دوڑے - ان دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی - اِسْتِبَاقٌ کے معنی ہیں ایک کا دوسرے پر سبقت لیجانا۔
= قَدَّتْ - ماضی واحد مؤنث غائب - اس عورت نے پھاڑ دیا۔
= قَمِيْصَهٗ - اس مرد کی قمیض کو - یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی قمیض پھاڑ دی - قَدٌّ مادہ

= مِنْ دُبُرٍ۔ پیچھے سے۔ دُبُرٌ۔ پیٹھ۔ پشت۔
= اَلْفَیَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ انہوں نے پایا۔ اِلْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ لَفْیٌ مادہ۔ اَلْفَیْتُ وَجَدْتُ۔ کسی چیز کو پالینا۔ بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا۔ (۲: ۱۷۰) ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔
۱۲: ۲۶ = رَاوَدَتْنِیْ۔ اس عورت نے مجھ کو پھسلایا۔ ماضی واحد مؤنث غائب ملاحظہ ہو۔ ۱۲: ۲۳
= شَہِدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اَلْشُہُوْدُ وَالشَّہَادَۃُ۔ کسی چیز کا مشاہدہ کرنا۔ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
شہادت جب اپنی ذات کے متعلق ہو تو اس کے معنی اقرار کے ہوتے ہیں۔ مثلاً قَالُوْا بَلٰی شَہِدْنَا۔ (۷: ۱۷۲) انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔
اور کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے ہوتے ہیں مثلاً آیت ہذا۔ شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ اَہْلِہَا۔ اس کے خاندان کے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ دیا۔ (یہاں یہ آدمی موجود تو تھا نہیں۔ لہٰذا اس کا وقوعہ کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)
۱۲: ۲۸ = کَیْدِکُنَّ۔ تم عورتوں کی چال کَیْدٌ مصدر۔ اسم مصدر۔ اچھی تدبیر۔ بُری تدبیر۔ مکر وفریب۔ داؤ۔
۱۲: ۳۰ = تُرَاوِدُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ بہلاتی ہے۔ وہ پھسلاتی ہے۔ خواہش رکھتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۲: ۲۳۔ اور ۱۲: ۲۶۔
= فَتٰہَا۔ اس کا غلام۔ مضاف مضاف الیہ۔
اَلْفَتٰی۔ نوجوان۔ فَتَاۃٌ۔ نوجوان عورت فَتَاءٌ مصدر۔
بعدہٗ ہر دو فَتٰی و فَتَاۃٌ غلام اور لونڈی کے معنی میں استعمال ہونے لگے۔
= شَغَفَہَا۔ شَغَفَ واحد مذکر غائب۔ ماضی۔ شَغَفَ یَشْغُفُ (فتح) شَغْفٌ سے۔ جس کے معنی محبت کا دل کے پردوں میں اتر جانے کے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب وہ (آدمی) اس عورت کے دل میں اتر گیا۔ اس نے اس کو فریفتہ کر لیا۔
شَغَافٌ کے معنی پردۂ دل کے ہیں قَدْ شَغَفَہَا حُبًّا اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ حُبًّا۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے
۱۲: ۳۱ = مَکْرِہِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کا مکر۔ چال۔ مکّارانہ باتیں۔

(ملاحظہ ہو ۳: ۵۴) الکشاف - بیضاوی - مدارک التنزیل میں مکر کو لفظ اغتیاب کا ہم معنی لکھا ہے۔ (اغتیاب بمعنی عیب گیری کرنا۔ غیبت کرنا) کیونکہ مکر بھی خفیہ ہوتا ہے اور غیبت بھی پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے۔ لہٰذا مکر بمعنی لعن وطعن طنز وتشنیع

= اَرْسَلَتْ اِلَیْھِنَّ - ای دعتھن - اس عورت نے ان عورتوں کو دعوت دی۔

= اَعْتَدَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب اس نے تیار کی - اعتاد (اِفْعَالٌ) سے - عَتَّدَ وَاَعْتَدَ الشَّیْءَ - تیار کرنا - عَتُدَ یَعْتُدُ الشَّیْءَ - تیار ہونا - آمادہ ہونا - اَلْعَتِیْدِ - تیار - مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (۵۰: ۱۸) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار رہے۔

= مُتَّکَأً - اسم ظرف مکان - سہارا لگانے کی جگہ - جس پر ٹیک لگائی جائے۔ گاؤ تکیہ مسند وغیرہ - اِتَّکَأَ یَتَّکِأُ اِتِّکَاءٌ (افتعال) عَلَی السَّرِیْرِ - تخت پر سہارا لے کر بیٹھنا - تَوَکَّأَ عَلٰی عَصَاہُ - سہارا لگانا - ٹیک لگانا - مجازاً مراد کھانا ہے - یعنی طعام یا ضیافت جس میں لوگ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں - امام رازی کا قول ہے مُتَّکَأً سے مراد کھانے کی وہ چیز جس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت ہو

= اُخْرُجْ - امر - واحد مذکر حاضر - خَرَجَ یَخْرُجُ (نصر) خُرُوْجٌ سے (اے یوسف ذرا) باہر تو نکل

= اَکْبَرْنَہٗ - ماضی جمع مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب - اِکْبَارٌ (اِفْعَالٌ) سے ان عورتوں نے اس کو بڑا سمجھا - ای اعظمنہ - اس کو انہوں نے عظیم پایا - مراد یہ کہ اس کے حسنِ بیمثال کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں - دم بخود ہو گئیں۔

= قَطَّعْنَ - انہوں نے (ہاتھ) کاٹ ڈالے - تَقْطِیْعٌ (تَفْعِیْلٌ) سے ماضی جمع مؤنث غائب مراد یہ کہ انہوں نے ہاتھ زخمی کر لئے۔

= حَاشَ لِلّٰہِ - کلمہ تعجب - اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ ہے الف کو تخفیف کے لئے گرادیا گیا۔

= مَا ھٰذَا بَشَرًا - میں مَا نافیہ ہے اور عاملہ ہے اور لَیْسَ (فعل ناقص) کا عمل کرتا ہے یعنی خبر منصوب ہوگی۔ قرآن حکیم میں اس کی اور مثال یہ ہے - مَا ھُنَّ اُمَّھٰتِھِمْ (۵۸: ۲) وہ عورتیں (یعنی ان کی بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہیں۔

مَا مشابہ بِلَیْسَ کی اور مثال مَا زَیْدٌ قَائِمًا - (زید کھڑا نہیں ہے) ای لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا -

= اِنْ ھٰذَا - میں اِنْ نافیہ ہے۔

۱۲: ۳۲ - لُمْتُنَّنِیْ - لُمْتُنَّ - ماضی جمع مؤنث حاضر - نِیْ مفعول لَوْمٌ سے (باب نصر) تم عورتوں نے مجھے ملامت کی - لَوْمَۃٌ ملامت - لَائِمٌ ملامت کرنیوالا - لَوْمَۃَ لَائِمٍ

(۵۴:۵) ملامت گر کی ملامت۔
= فِیْهِ۔ جس کے بارہ میں
= ذٰلِكُنَّ۔ ذٰ۔ اسم اشارہ۔ یہ۔ یہی۔ كُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب خطاب کے لئے ہے۔
ذٰلِكُنَّ الَّذِیْ۔ اے عورتو یہی ہے وہ شخص
= اِسْتَعْصَمَ۔ اس نے بچالیا۔ اس نے تھام لیا۔ اس نے روک لیا۔ اِسْتِعْصَامٌ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب۔
= لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ۔ لام غیر عاملہ ہے۔ اِنْ لَّمْ يَفْعَلْ۔ اگر اس نے نہ کیا۔
= مَآ اٰمُرُهٗ۔ مَا موصولہ ہے۔ اور ضمیر ہٗ کا مرجع ہے۔ ای مَآ اٰمُرُهٗ بِهٖ جس کا میں حکم دوں یا مَا مصدریہ ہے۔ اور ہٗ ضمیر یوسف کی طرف راجع ہے۔ ای ولئن لم یفعل امری ایاہ۔ اگر اس نے میرا حکم نہ مانا۔
= لَيُسْجَنَنَّ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تو وہ ضرور قید میں ڈالا جائے گا۔
= لَيَكُوْنًا۔ لام تاکید بانون خفیفہ۔ جو بولنے میں آگیا ہے لیکن لکھا نہیں گیا۔ وہ یقیناً ہوگا
= صَاغِرِيْنَ۔ ذلیل وخوار۔ صَغَارٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ جر۔ صَاغِرٌ واحد صَغُرَ (كَرُمَ) صِغَرٌ۔ صُغْرٌ۔ صَغَارٌ۔ ذلیل وخوار ہونا۔ اور صِغَرٌ۔ صَغَرٌ۔ صَغَارَةٌ۔ چھوٹا ہونا۔ صَغِيْرٌ۔ چھوٹا۔

۱۲:۳۳ = رَبِّ۔ ای یا رَبِّیْ اے میرے رب۔
= اَحَبُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ پیارا۔ زیادہ عزیز۔
= يَدْعُوْنَنِیْ۔ يَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب دَعْوَةٌ سے (باب نصر) نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ وہ مجھے بلاتی ہیں۔
= اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ۔ اِلَّا۔ اِنْ لَّا۔ صَرَفَ عَنْ۔ کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا۔ ہٹادینا۔ لَا تَصْرِفْ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ۔ اگر تو ان کے چرتر کو مجھ سے پھیر نہ دیگا ہٹا نہ دے گا۔ یا دور نہ کردے گا۔
= اَصْبُ۔ صَبَا يَصْبُوْا (باب نصر) صَبْوَةٌ وصَبُوٌّ۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ اَصْبُ مضارع واحد متکلم۔ میں مائل ہوجاؤں گا۔ اَصْبُ اصل میں اَصْبُوْ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے واؤ حذف ہوگیا۔

= اَکُنْ اصل میں اَکُوْنُ تھا۔ مضارع واحد متکلم۔ جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہوکر واؤ بوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ میں ہوجاؤں۔

۱۲: ۳۴ = اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ (افتعال) سے جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔

۱۲: ۳۵ = بَدَا۔ یَبْدُوْا (نصر) بَدْوٌ و بَدَاءٌ سے جس کے معنی نمایاں اور ظاہر ہوجانے کے ہیں ۔ ظاہر ہوگیا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وبَدَا لَھُمْ سَیِّئَاتُ مَاکَسَبُوْا (۳۹: ۴۷) اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہوجائیں گی۔

اَلْبَدْوُ۔ حَضَرٌ کی ضد ہے۔ اور آیہ کریمہ وَجَاءَ بِکُمْ مِنَ الْبَدْوِ (۱۲: ۱۰۰) اور تمہیں (صحرا) سے یہاں لے آیا۔

یہاں بَدْوٌ بمعنی بَادِیَۃٌ صحرا ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں ظاہر نظر آتی ہوں۔ اسے بَدْوٌ بَادِیَۃٌ (صحرا) کہا جاتا ہے۔

= لَھُمْ میں ضمیر عزیز مصر اور اس کے اہل و اقرباء وغیرہ کے لئے ہے۔ بَدَا لَھُمْ ان پر ظاہر ہوگیا انہوں نے بھی مناسب سمجھا۔ ان کو یہی مصلحت نظر آئی۔

= مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ بعد اس کے کہ وہ (حضرت یوسف کی پاکبازی کی) نشانیاں دیکھ چکے تھے۔

= لَیَسْجُنُنَّہٗ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول حضرت یوسف کی طرف راجع ہے کہ وہ اسے ضرور قید ہی کر دیں۔ یعنی حالات کے تحت مناسب یہی سمجھا کہ حضرت یوسف کو قید کر دیا جائے۔

۱۲: ۳۶ = اَرٰىنِیْ۔ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں۔ اَرٰی رُؤْیَۃٌ سے مضارع واحد متکلم نون وقایہ ی واحد متکلم کی ضمیر۔

= اَعْصِرُ۔ میں نچوڑتا ہوں عَصَرَ یَعْصِرُ (ضرب) عَصْرٌ سے جس کے معنی نچوڑنے کے ہیں۔

= نَبِّئْنَا۔ ہمیں آگاہ کر۔ تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم اَمر واحد مذکر حاضر

۱۲: ۳۷ = لَا یَاْتِیْکُمَا۔ مضارع منفی مجزوم بوجہ عمل لا۔ نہی صیغہ واحد مذکر غائب کُمَا۔

ضمیر تثنیہ مفعول۔ وہ نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس

= تُرْزَقٰنِہٖ۔ تم دونوں کو وہ یعنی کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مضارع مجہول تثنیہ مذکر حاضر۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب طعام کی طرف راجع ہے۔

= نَبَّاْتُکُمَا۔ میں تم دونوں کو آگاہ کردوں گا۔ ماضی (بمعنی مضارع) واحد متکلم۔ کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر۔

= یَّاْتِیَکُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب کُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر حاضر منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ (پیشتر اس کے کہ) تمہارے پاس (طعام) آئے۔

= ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔ یہ (تعبیر) منجملہ اس علم کے ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے (یہ کہانت اور قیافہ شناسی نہیں ہے)

= تَرَکْتُ۔ میں نے ترک کردیا۔ چھوڑ دیا۔ تَرْکٌ سے مضارع واحد متکلم۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کبھی اس دین پر قائم تھے بلکہ یہ کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تَرْکٌ بمعنی کسی چیز سے اعراض کرنا۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔

= مِلَّۃَ۔ دین۔ مذہب

۱۲: ۳۸ = مَا کَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک ٹھہرائیں۔

۱۲: ۳۹ = یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ۔ صَاحِبَیْ۔ دو ساتھی۔ دو رفیق۔

صَاحِبَیْ اصل میں صَاحِبَیْنِیْ (میرے دو ساتھی) تھا۔ منادیٰ۔ (صَاحِبَیْنِ) یؔ (ضمیر واحد متکلم) کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ی گر گئی۔ اور یہ مضاف مضاف الیہ مل کر السِّجْنِ (مضاف الیہ) کا مضاف ہوا۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے قیدخانہ کے میرے دو ساتھیو!

= ءَاَرْبَابٌ۔ رَبٌّ کی جمع۔ ءَ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا جدا جدا بہت سے رب بہتر ہیں یا کہ ایک اللہ۔ جو سب پر غالب ہو۔ یعنی جدا جدا بہت سارے رب بہتر نہیں ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ایک اللہ ہو جو سب پر غالب ہو۔

۱۲: ۴۰ = مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً۔ یعنی اس کے سوا تم جن چیزوں کی پرستش کرتے ہو وہ محض چند نام ہیں (جن کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے من گھڑت نام دے رکھے ہیں)

= بِهَا۔ میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع وہ معبودانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے ازخود نامزد کر رکھا ہے

= سُلْطَانٍ۔ حجت۔ سند۔

= الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ موصوف و صفت وہ دین جو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہو۔ درست ٹھیک سیدھا۔

۱۲: ۴۱ = یَسْقِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ پلائیگا۔ سَقْیٌ مصدر (باب ضرب)

= رَبَّهٗ۔ اپنے مالک کو۔

= یُصْلَبُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب صَلْبٌ مصدر (ضَرَبَ)، وہ سولی دیا جائیگا

= قُضِیَ الْاَمْرُ۔ بات فیصلہ ہو چکی ہے۔ یہ امر (اسی طرح) مقدر ہو چکا ہے۔

= تَسْتَفْتِیٰنِ۔ تم دونوں پوچھتے ہو۔ تم دونوں فتویٰ طلب کرتے ہو۔

اِسْتِفْتَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔ فَتَیٌ مادہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ۔ (۴: ۱۲۷) اور وہ تم سے یتیم عورتوں کے بارہ میں فتویٰ مانگتے ہیں۔

۱۲: ۴۲ نَاجٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں نَاجِیٌ تھا۔ نَجَاةٌ مصدر (نصر) نَجَا یَنْجُوْ نَجَاةٌ وَ نَجَاءٌ وَ نَجَایَةٌ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ نَجْیٌ مادہ۔

= فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ۔ شیطان نے اس کو (ذکر کرنا) بھلا دیا

= بِضْعَ سِنِیْنَ۔ بِضْعَ۔ چند۔ کئی۔ بعض کے نزدیک ۳۔ سے ۹ تک بعض کے خیال میں ۵ سے ۹ تک کے عدد بضع میں داخل ہیں۔ بِضْعَ سِنِیْنَ۔ کئی سال۔

۱۲: ۴۳ = سِمَانٍ۔ موٹی۔ سَمِیْنٌ کی جمع جو بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ السِّمَنُ کے معنی موٹاپا کے ہیں۔ اور یہ هُزَالٌ کی ضد ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ط (۸۸: ۷) جو نہ فربہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

= عِجَافٌ۔ لاغر۔ دُبلی۔ اَعْجَفُ کے معنی انتہائی لاغر اور دُبلا کے ہیں اس کی مؤنث عَجْفَاءُ ہے اور جمع عِجَافٌ۔ یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر اس کی جمع عُجْفٌ چاہئے تھی۔

دراصل یہ نَصْلٌ اَعْجَفُ سے مشتق ہے جس کے معنی پتلے اور باریک تیر کے ہیں اَعْجَفَ الرَّجُلُ اس کے مویشی دبلے ہو گئے

= سُنْۢبُلٰتٍ۔ بالیں۔ خوشے۔ سُنْۢبُلَةٌ کی جمع۔

= خُضْرٍ۔ سبز۔ ہرے۔ اَخْضَرُ۔ خَضْرَاءُ۔ خُضْرٌ کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے
= یٰبِسٰتٍ۔ اسم فاعل۔ جمع مؤنث یَابِسَۃٌ کی جمع یُبْسٌ مصدر (باب سَمِعَ) سوکھی ہوئی۔ جو سبز اور تروتازہ نہ ہو۔
= اَفْتُوْنِیْ۔ مجھے جواب دو۔ مجھ کو بتاؤ۔ اَفْتُوْا۔ اِفْتَاءٌ سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۴۱)
= تَعْبُرُوْنَ۔ اگر تم تعبیر بیان کرتے ہو۔ عِبَارَۃٌ سے جس کے معنی تعبیر بیان کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ (باب نصر)

۱۲: ۴۴ = اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ۔ خیالی خواب۔ پریشان خواب۔ اَضْغَاثٌ ضِغْثٌ کی جمع ہے ریحان۔ خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائے۔ قرآن میں ہے خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا (۳۸: ۴۴) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو۔ اَحْلَامٌ حُلْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں۔ چونکہ گھاس یا شاخوں کے گٹھے میں گھاس یا لکڑیاں ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خواب ہائے پریشان کو اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں (خیالی خوابوں کا مٹھا۔ مضاف مضاف الیہ۔

اَحْلَامٌ۔ حِلْمٌ کی بھی جمع ہے حِلْمٌ بمعنی بردباری۔ عقل۔
= اَلْاَحْلَامُ۔ المنامات الباطلہ۔ خواب ہائے پریشان۔

۱۲: ۴۵ = نَجَا۔ اس نے نجات پائی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= اِدَّكَرَ۔ اس کو یاد آیا۔ اِدِّکَارٌ (افتعال) سے جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں اصل میں اِذْتَکَرَ تھا۔ ت کو دال میں بدلا۔ اور ذال کو دال میں مدغم کر دیا۔
= اُمَّةٍ۔ مدت۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ (۱۱: ۸) اور اگر ہم ان پر سے عذاب کچھ مدت تک ملتوی کر دیں۔
= اُمَّةٍ کے معنی اُمت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین بھی ہیں
= اُنَبِّئُكُمْ۔ میں تم کو بتاتا ہوں۔ خبر دیتا ہوں۔ بتائے دیتا ہوں۔

۱۲: ۴۶ = اَفْتِنَا۔ ہمیں بتا۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔

۱۲: ۴۷ = تَزْرَعُوْنَ۔ تم کاشت کروگے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ زَرْعٌ (باب فتح) سے بمعنی کھیتی کرنا۔ اگانا۔
= دَاَبًا۔ دَاَبَ یَدْاَبُ (نصر۔ فتح) کا مصدر ہے جس کے معنی لگاتار کسی کام میں لگنے اور

مشقت برداشت کرنے کے ہیں اور اسی سبب سے اس کا استعمال عادت اور طریقے کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہاں دَاَبًا بمعنی حسب طریقہ سابق۔ حسب عادت۔ حسب دستور کاشت کئے جاؤ۔ قرآن مجید میں ہے کہ: کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ (۸: ۵۴) آلِ فرعون اور ان سے قبل کے لوگوں کی طرح (یعنی ان کے طریقہ کے مانند) انہوں نے (کفار مکہ نے) بھی اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

= مَا حَصَدْتُّمْ۔ جو کچھ بھی تم کاٹو۔ (جو فصل تم برداشت کرو) حَصَادٌ سے (باب نصر) جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔

= فَذَرُوْہُ۔ اس کو چھوڑ رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

۱۲: ۴۸ = سَبْعٌ شِدَادٌ۔ سات سال بہت سخت

= یَاْکُلْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب اَکْلٌ سے وہ کھا جائیں گی۔ یعنی یہ سات سال قحط کے کھا جائیں گے (جو ان سالوں میں استعمال کے لئے تم نے ذخیرہ کر رکھا ہوگا۔

= مَا قَدَّمْتُمْ۔ جو تم نے پہلے سے رکھ چھوڑا ہوگا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی پہلے سے کرنا۔ پہلے سے بھیجنا۔ پہلے زمانہ میں کر چکنے کے ہیں

= مَا تُحْصِنُوْنَ۔ جو تم بچا رکھو گے۔ جو تم محفوظ رکھو گے۔ اِحْصَانٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۔ صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا۔ جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑ دو گے حِصْنٌ مادہ۔ اس کے تمام مشتقات میں حفاظت۔ بچاؤ۔ احتیاط کا پہلو ہوتا ہے۔

۱۲: ۴۹ = یُغَاثُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کا مادہ غَوْثٌ وغَیْثٌ ہے الغیث کے معنی بارش کے ہیں۔ اور الغوث کے معنی مدد کے ہیں۔ باب استفعال سے مدد مانگنا کے طلب کے معنی میں مستعمل ہے جیسے بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔ میں تیری رحمت کا طلب گار ہوں۔ یا اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ (۸: ۹) جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگتے تھے۔ اسی باب سے یَسْتَغِیْثُوْنَ (غَیْثٌ) سے پانی مانگنا بھی آتا ہے۔

یُغَاثُ (فعل مجہول) بھی دونوں معنی میں آتا ہے۔ مدد مانگنے کی صورت میں باب افعال سے اَغَاثَ یُغِیْثُ۔ اور دوسری صورت میں (پانی مانگنا) غَاثَ یَغِیْثُ سے (باب ضرب)۔ آیت ہذا میں یُغَاثُ (مضارع مجہول) غَیْثٌ مصدر سے ہے (باب ضَرَبَ) مینہ برسایا جائے گا۔ یُغَاثُ النَّاسُ لوگوں کے لئے مینہ برسایا جائے گا۔

= فِیْهِ میں ہ ضمیر عامٌ (سال) کے لئے ہے۔
= یَعْصِرُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب عَصْرٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ رس نچوڑیں گے۔
(یعنی کھیتی اور پھلوں کی فراوانی ہوگی)
۱۲: ۵۰ = بَالُ - حال - خبر - جس حال کی پرواہ کی جائے وہ بال کہلاتا ہے اور کبھی جس حالت میں دل جمنے لگے اس کو بھی بال کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے مجازاً اس کے معنی دل اور جی کے بھی آتے ہیں
مَا بَالُ النِّسْوَۃِ (ان) عورتوں کی حقیقت حال کیا تھی؟
۱۲: ۵۱ = قَالَ - بادشاہ نے عورتوں کو بلا کر پوچھا!
= مَا خَطْبُکُنَّ - تم عورتوں کا کیا معاملہ تھا۔
اَلْخَطْبُ وَالْمُخَاطَبَۃُ وَالتَّخَاطُبُ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا اسی سے خُطْبَۃٌ اور خِطْبَۃٌ کا لفظ ہے لیکن خُطْبَۃٌ وعظ و نصیحت کے معنی میں آتا ہے اور خِطْبَۃٌ کے معنی ہیں نکاح کا پیغام۔
اَلْخَطْبُ - اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت تخاطب ہو جیسے آیہ ہذا۔ یا فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ - (۲۰: ۹۵) (پھر سامری سے کہنے لگے) کہ سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔
= رَاوَدْتُّنَّ - تم (عورتوں) نے پھسلایا۔ تم نے بہلایا۔ مُرَاوَدَۃٌ سے جس کے معنی دوسرے کو کسی کام پر پھسلانا۔ یا آمادہ کرنا جس کے کرنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ رود مادہ۔
= حَاشَ لِلّٰہِ - کلمہ تعجب۔ اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ تھا۔ الف کو تخفیف کے لئے گرادیا گیا ملاحظہ ہو ۱۲: ۳۱۔
= مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْءٍ - ہم نہیں جانتیں اس کے خلاف کوئی برائی۔
= اَلْئٰنَ - اب - ظرف زمان ہے۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔
= حَصْحَصَ الْحَقُّ - کے معنی ہیں کہ حق بات جو کسی دباؤ کی وجہ سے چھپی ہوئی تھی اب اس دباؤ کے دور ہونے کی وجہ سے واضح ہو کر سامنے آگئی ہے۔ حَصَّ وَحَصْحَصَ (ثلاثی و رباعی) دونوں طرح آتا ہے جیسے کَفَّ وَکَفْکَفَ عَنْ۔ دور رکھنا۔ دور کرنا۔ کسی کو بچانا۔ اور کَبَّ وَکَبْکَبَ الرَّجُلُ عَلٰی وَجْھِہٖ - پچھاڑ دینا۔
۱۲: ۵۲ = ذٰلِکَ - (یہاں سے حضرت یوسف کا کلام شروع ہوتا ہے) میں نے اس لئے

اس الزام کی تحقیق کرانا چاہی تھی تاکہ عزیزِ مصر کو اطمینان ہو جائے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔

= لَمْ اَخُنْہُ۔ لَمْ اَخُنْ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بَلَمْ۔ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب عزیزِ مصر کے لئے ہے۔ میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔

= بِالْغَیْبِ۔ اس کی غیر حاضری میں۔ اس کی پیٹھ پیچھے۔

= لَا یَھْدِیْ۔ کامیاب نہیں کرتا۔ چال کو سیدھی راہ پر (کامیابی کی راہ پر) نہیں چلنے دیتا

= اَلْخَائِنِیْنَ۔ خیانت کرنے والے۔ دغاباز۔ خِیَانَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

رُمُوزِ اَوْقافِ قُرآن مَجِید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں کہیں نہیں ٹھہرتے کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کردی ہیں جن کو رموزِ اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں :۔

جہاں بات پوری ہوجاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقف لازم کی ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہوجائے اس کی مثال اُردو میں یوں سمجھنی چاہئے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اٹھو۔ مت بیٹھو۔ جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہوجائے گا۔ جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہوجائے گا!

ط وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہئے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے

ج وقفِ جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے

ز علامت وقف مجوز کی ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرخص کی ہے یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا ز کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے!

صلے: الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملاکر پڑھنا بہتر ہے۔

ق: قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔

صل: قدیوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف: یہ لفظ قِفْ ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملاکر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س یا سکتہ: سکتہ کی علامت ہے یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے:

وقفہ: لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفہ میں زیادہ

لا: لاؔ کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت آیت کے اوپر کہیں استعمال ہوتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہئے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اُسی جگہ نہیں چاہئے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ک: کذلک کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وُہی یہاں سمجھی جائے!

ترتیب قرآن مجید منازل القرآن کے مطابق

(۱) **المنزل الاوّل** : سورۃ الفاتحہ (شمار سورۃ نمبر۱) کی آیت نمبر (۱) سے لے کر سورۃ النساء (شمار سورۃ نمبر۴) کی آخر آیت تک۔

(۲) **المنزل الثانی** : سورۃ المائدہ (شمار سورۃ نمبر۵) کی اوّل آیۃ سے لے کر سورۃ توبہ (شمار سورۃ نمبر۹) کی آخر آیت تک۔

(۳) **المنزل الثالث** : سورۃ یونس (شمار سورۃ نمبر۱۰) کی اول آیت سے لے کر سورۃ النحل شمار سورۃ نمبر۱۶ کی آخر آیت تک

(۴) **المنزل الرابع** : سورۃ بنی اسرائیل (شمار سورۃ نمبر۱۷) کی اوّل آیت سے لے کر الفرقان (شمار سورۃ نمبر ۲۵) کی آخر آیت تک

(۵) **المنزل الخامس** : سورۃ الشعراء (شمار سورۃ نمبر۲۶) کی اول آیۃ سے لے کر سورۃ یٰسین (شمار سورۃ نمبر ۳۶) کی آخر آیت تک

(۶) **المنزل السادس** : سورۃ صافات (شمار سورۃ نمبر۳۷) کی آیت اوّل سے لے کر سورۃ الحجرات شمار سورۃ نمبر۴۹ کی آخر آیت تک :

(۷) **المنزل السابع** : سورۃ ق (شمار سورۃ نمبر ۵۰) آیت اوّل سے لے کر سورۃ الناس (شمار سورۃ نمبر۱۱۴) کی آخر آیت تک :

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

بلحاظ پارہ

شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ	شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ
۱	سورۃ فاتحہ		۱	۲۳	سورۃ مومنون		۱۸
۲	سورۃ بقرہ		۱-۲-۳	۲۴	سُورۃ النُور		۱۸
۳	سورۃ آل عمران		۳، ۴	۲۵	سورۃ فرقان		۱۸-۱۹
۴	سورۃ نساء		۴-۵-۶	۲۶	سورۃ شعرار		- ۱۹ -
۵	سورۃ مائدہ		۶-۷-	۲۷	سُورۃ نمل		۱۹ - ۲۰
۶	سورۃ انعام		۷-۸	۲۸	سُورۃ قصص		۲۰
۷	سورۃ اعراف		۸-۹	۲۹	سورۃ عنکبوت		۲۰-۲۱
۸	سورۃ انفال		۹-۱۰	۳۰	سُورۃ روم		۲۱
۹	سُورۃ توبہ		۱۰-۱۱	۳۱	سُورۃ لقمان		۲۱
۱۰	سورۃ یُونس		۱۱	۳۲	سورۃ سجدہ		۲۱
۱۱	سُورۃ ہُود		۱۱-۱۲	۳۳	سورۃ احزاب		۲۱-۲۲
۱۲	سُورۃ یُوسف		۱۲-۱۳	۳۴	سُورۃ سباء		۲۲
۱۳	سورۃ الرعد		۱۳	۳۵	سورۃ فاطر		۲۲
۱۴	سورۃ ابراہیم		۱۳	۳۶	سورۃ یٰسین		۲۲: ۲۳
۱۵	سورۃ حجر		۱۳-۱۴	۳۷	سُورۃ صافات		۲۳
۱۶	سورۃ نحل		۱۴	۳۸	سورۃ صٓ		۲۳
۱۷	سورۃ بنی اسرائیل		۱۵	۳۹	سُورۃ زُمر		۲۳-۲۴
۱۸	سورۃ کہف		۱۵-۱۶	۴۰	سورۃ مُومن		۲۴
۱۹	سُورۃ مریم		۱۶	۴۱	سورۃ حٰم سجدہ		۲۴: ۲۵
۲۰	سُورۃ طٰہٰ		۱۶	۴۲	سورۃ شوریٰ		۲۵
۲۱	سورۃ انبیار		۱۷	۴۳	سُورۃ زُخرف		۲۵
۲۲	سورۃ الحج		۱۷	۴۴	سورۃ دُخان		۲۵

شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ
۴۵	سورۃ جاثیہ		۲۵
۴۶	سورۃ احقاف		۲۶
۴۷	سورۃ محمّد		۲۶
۴۸	سورۃ فتح		۲۶
۴۹	سورۃ حجرات		۲۶
۵۰	سورۃ قٓ		۲۶
۵۱	سورۃ ذاریات		۲۶-۲۷
۵۲	سورۃ طور		۲۷
۵۳	سورۃ النجم		۲۷
۵۴	سورۃ قمر		۲۷
۵۵	سورۃ رحمان		۲۷
۵۶	سورۃ واقعہ		۲۷
۵۷	سورۃ حدید		۲۷
۵۸	سورۃ مجادلہ		۲۸
۵۹	سورۃ حشر		۲۸
۶۰	سورۃ ممتحنہ		۲۸
۶۱	سورۃ صف		۲۸
۶۲	سورۃ جمعہ		۲۸
۶۳	سورۃ منافقون		۲۸
۶۴	سورۃ تغابن		۲۸
۶۵	سورۃ طلاق		۲۸
۶۶	سورۃ تحریم		۲۸
۶۷	سورۃ ملک		۲۹
۶۸	سورۃ قلم		۲۹
۶۹	سورۃ حاقّہ		۲۹
۷۰	سورۃ معارج		۲۹
۷۱	سُورۃ نُوح		۲۹
۷۲	سُورۃ جنّ		۲۹
۷۳	سورۃ مزّمّل		۲۹
۷۴	سورۃ مدثّر		۲۹
۷۵	سورۃ قیامۃ		۲۹
۷۶	سورۃ دھر		۲۹
۷۷	سورۃ مرسلات		۲۹
۷۸	سورۃ نباء		۳۰
۷۹	سورۃ نازعات		۳۰
۸۰	سورۃ عبس		۳۰
۸۱	سورۃ التکویر		۳۰
۸۲	سورۃ انفطار		۳۰
۸۳	سورۃ مطففین		۳۰
۸۴	سورۃ انشقاق		۳۰
۸۵	سورۃ بروج		۳۰
۸۶	سُورۃ طارق		۳۰
۸۷	سُورۃ الاعلیٰ		۳۰
۸۸	سُورۃ غاشیہ		۳۰
۸۹	سُورۃ الفجر		۳۰
۹۰	سُورۃ بلد		۳۰
۹۱	سُورۃ شمس		۳۰
۹۲	سورۃ لیل		۳۰
۹۳	سورۃ ضحیٰ		۳۰
۹۴	سُورۃ انشراح		۳۰

ترتیب قرآن مجید بلحاظ پارہ

حصّہ اوّل

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱	الٓمّٓ	۱	۷	وَاِذَا سَمِعُوا	۴۰۹
۲	سَیَقُوْلُ	۱۱۵	۸	وَلَوْ اَنَّنَا	۴۵۵
۳	تِلْكَ الرُّسُلُ	۲۱۳	۹	قَالَ الْمَلَأُ	۵۰۱
۴	لَنْ تَنَالُوْا	۲۸۵	۱۰	وَاعْلَمُوْا	۵۵۳
۵	وَالْمُحْصَنٰتُ	۳۲۹	۱۱	یَعْتَذِرُوْنَ	۶۰۹
۶	لَا یُحِبُّ اللّٰہُ	۳۷۱	۱۲	وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ	۶۶۷

حصّہ دوم

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱۳	وَمَا اُبَرِّئُ	۱	۱۸	قَدْ اَفْلَحَ	۳۷۶
۱۴	رُبَمَا	۶۱	۱۹	وَقَالَ الَّذِیْنَ	۴۵۱
۱۵	سُبْحٰنَ الَّذِیْ	۱۲۷	۲۰	اَمَّنْ خَلَقَ	۵۴۷
۱۶	قَالَ اَلَمْ	۲۰۸	۲۱	اُتْلُ مَا اُوْحِیَ	۶۲۸
۱۷	اِقْتَرَبَ	۲۹۸	—	———	———

ترتیب قرآن مجید سورتوں کے مطابق

حصہ اوّل

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوعات	مکی	مدنی
۱	الفاتحہ	۵	۲	۱	۷	۱	مکی	
۲	البقرۃ	۱۱	۱۱	۱-۲-۳	۸۶	۴۵		مدنی
۳	آل عمران	۸۹	۲۶۱	۳-۴	۲۰۰	۲۵		〃
۴	النساء	۹۲	۳۱۷	۴-۵-۶	۱۷۶	۲۴		〃
۵	المائدہ	۱۱۲	۳۸۵	۶-۷-	۱۲۰	۱۶		〃
۶	الانعام	۵۵	۴۲۴	۷-۸	۱۶۵	۲۵	مکی	
۷	الاعراف	۳۹	۴۷۸	۸-۹	۲۰۶	۲۴	مکیؔ	
۸	الانفال	۸۸	۵۳۷	۹-۱۰	۷۵	۱۰		مدنی
۹	التوبۃ	۱۱۳	۵۶۸	۱۰-۱۱	۱۲۹	۱۶		〃
۱۰	یُونس	۵۱	۶۲۸	۱۱	۱۰۹	۱۱	مکیؔ	
۱۱	ہُود	۵۲	۶۶۵	۱۱-۱۲	۱۲۳	۱۰	〃	
۱۲	یُوسُف	۵۳	۷۰۹	۱۲-۱۳	۱۱۱	۱۲	〃	
	حصہ دوئم							
۱۳	الرَّعد	۹۶	۱۸	۱۳	۴۳	۶	مکیؔ	
۱۴	ابراھیم	۷۲	۴۱	۱۳	۵۲	۷	〃	
۱۵	الحجر	۵۴	۶۰	۱۳-۱۴	۹۹	۶	〃	
۱۶	نحل	۷۰	۸۴	۱۴	۱۲۸	۱۶	〃	
۱۷	بنی اسرائیل	۵۰	۱۲۷	۱۵	۱۱۱	۱۲	〃	
۱۸	الکہف	۶۹	۱۷۳	۱۵-۱۶	۱۱۰	۱۲	〃	
۱۹	مریم	۴۴	۲۲۰	۱۶	۹۸	۶	〃	

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع	مکی	مدنی
۲۰	طٰہٰ	۴۵	۲۵۱	۱۶	۱۳۵	۸	مکی	
۲۱	الانبیاء	۷۳	۲۹۸	۱۷	۱۱۲	۷	〃	
۲۲	الحج	۵۳	۳۳۴	۱۷	۷۸	۱۵		مدنی
۲۳	المؤمنون	۷۴	۳۶۷	۱۸	۱۱۸	۶	مکی	
۲۴	النور	۱۰۲	۴۰۹	۱۸	۶۴	۹	〃	
۲۵	الفرقان	۴۲	۴۳۹	۱۹-۱۸	۷۷	۶	〃	
۲۶	الشعراء	۴۰	۴۸۱	۱۹	۲۲۷	۱۱	〃	
۲۷	النمل	۴۸	۵۲۳	۲۰-۱۹	۹۳	۷	〃	
۲۸	القصص	۴۹	۵۶۶	۲۰	۸۸	۹	〃	
۲۹	العنکبوت	۸۵	۶۱۳	۲۱-۲۰	۶۹	۷	〃	
۳۰	الرّوم	۸۴	۶۴۰	۲۱	۶۰	۶	〃	
۳۱	لقمان	۵۷	۶۶۸	۲۱	۳۴	۴	〃	
۳۲	السّجدۃ	۷۵	۶۸۹	۲۱	۳۰	۳	〃	
۳۳	الاحزاب	۹۰	۷۰۷	۲۲-۲۱	۷۳	۹		مدنی

ترتیب نزولؒ

مرتبہ علماءِ ازہرؒ

مکیؒ

تفصیل	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	نمبر سورت	نام سورت	نمبر شمار
	۱۹	۹۶	اَلعَلَق	۱
آیات ۱۷ تا ۳۲ اور ۴۸ تا ۵۰ مدنی ہیں	۵۲	۶۸	اَلقَلَم	۲
آیات ۱۰، ۱۱، ۲۰ مدنی ہیں۔	۲۰	۷۳	اَلمُزَّمِّل	۳
	۵۶	۷۴	اَلمُدَّثِّر	۴
	۷	۱	اَلفَاتِحَة	۵
	۵	۱۱۱	اللّهب	۶
	۲۹	۸۱	التکویر	۷
	۱۹	۸۷	اَلاَعلٰی	۸
	۲۱	۹۲	اللّیل	۹
	۳۰	۸۹	اَلفَجر	۱۰
	۱۱	۹۳	اَلضُّحٰی	۱۱
	۸	۹۴	اَلَم نَشرَح	۱۲
	۳	۱۰۳	اَلعَصر	۱۳
	۱۱	۱۰۰	اَلعٰدِیٰت	۱۴
	۳	۱۰۸	اَلکَوثَر	۱۵
	۸	۱۰۲	اَلتَّکَاثُر	۱۶
پہلی تین آیات مدنی ہیں	۷	۱۰۷	اَلمَاعُون	۱۷
	۶	۱۰۹	اَلکَافِرُون	۱۸

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ	تفصیل
۱۹	اَلْفِیْل	۱۰۵	۵	
۲۰	اَلْفَلَق	۱۱۳	۵	
۲۱	اَلنَّاس	۱۱۴	۶	
۲۲	اَلْاِخْلَاص	۱۱۲	۴	
۲۳	اَلنَّجْم	۵۳	۶۲	آیت ۳۲ مدنی ہے
۲۴	عَبَسَ	۸۰	۴۲	
۲۵	اَلْقَدْر	۹۷	۵	
۲۶	اَلشَّمْس	۹۱	۱۵	
۲۷	اَلْبُرُوْج	۸۵	۲۲	
۲۸	اَلتِّیْن	۹۵	۸	
۲۹	قُرَیْش	۱۰۶	۴	
۳۰	اَلْقَارِعَۃ	۱۰۱	۱۱	
۳۱	اَلْقِیٰمَۃ	۷۵	۴۰	
۳۲	اَلْھُمَزَۃ	۱۰۴	۹	
۳۳	اَلْمُرْسَلٰت	۷۷	۵۰	آیت ۴۸ مدنی ہے
۳۴	قٓ	۵۰	۴۵	آیت ۳۸ 〃 〃
۳۵	اَلْبَلَد	۹۰	۲۰	
۳۶	اَلطَّارِق	۸۶	۱۷	
۳۷	اَلْقَمَر	۵۴	۵۵	۴۴ تا ۴۶ مدنی ہیں
۳۸	صٓ	۳۸	۸۸	
۳۹	اَلْاَعْرَاف	۷	۲۰۶	آیات ۱۶۳ تا ۱۷۰ مدنی ہیں
۴۰	اَلْجِنّ	۷۲	۲۸	
۴۱	یٰسٓ	۳۶	۸۳	آیت ۴۵ مدنی ہے
۴۲	اَلْفُرْقَان	۲۵	۷۷	آیات ۶۸ تا ۷۰ مدنی ہے
۴۳	فَاطِر	۳۵	۴۵	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۴۴	مَرْیَم	۱۹	۹۸	آیات ۵۸ و ۷۱ مدنی ہیں
۴۵	طٰہٰ	۲۰	۱۳۵	آیات ۱۳۰ و ۱۳۱ مدنی ہیں
۴۶	اَلْوَاقِعَہ	۵۶	۹۶	آیات ۸۱، ۸۲ 〃 〃
۴۷	اَلشُّعَرَاء	۲۶	۲۲۷	آیات ۱۹۷، ۲۲۴ تا ۲۲۷ مدنی ہیں
۴۸	اَلنَّمْل	۲۷	۹۳	
۴۹	اَلْقَصَص	۲۸	۸۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مدنی ہیں اور آیت ۸۵ دورانِ ہجرت جُحفہ کے مقام پر نازل ہوئی
۵۰	اَلْاِسْرَاء	۱۷	۱۱۱	آیات ۲۶، ۳۲، ۳۳، ۵۷ اور ۷۳ تا ۸۰ مدنی ہیں
۵۱	یُوْنُس	۱۰	۱۰۹	آیات ۴۰ و ۹۴، ۹۵، ۹۶ مدنی ہیں
۵۲	ھُود	۱۱	۱۲۳	آیات ۱۲، ۱۷، ۱۱۴ مدنی ہیں
۵۳	یُوْسُف	۱۲	۱۱۱	آیات ۱ تا ۳ اور ۷ مدنی ہیں۔
۵۴	اَلْحِجْر	۱۵	۹۹	آیت ۸۷ مدنی ہے
۵۵	اَلْاَنْعَام	۶	۱۶۵	آیات ۲۰، ۲۳، ۹۱، ۹۲، ۱۱۴، ۱۴۲ اور ۱۵۱ تا ۱۵۳ مدنی ہیں۔
۵۶	اَلصّٰفّٰت	۳۷	۱۸۲	
۵۷	لُقْمٰن	۳۱	۳۴	آیات ۲۷ تا ۲۹ مدنی ہیں
۵۸	سَبَا	۳۴	۵۴	آیت ۶ مدنی ہے
۵۹	اَلزُّمَر	۳۹	۷۵	آیات ۵۲ تا ۵۴ مدنی ہے
۶۰	الغافر (مومن)	۴۰	۸۵	آیات ۵۶، ۵۷ مدنی ہے
۶۱	فُصِّلَت (حٰمٓ سجدہ)	۴۱	۵۴	
۶۲	اَلشُّوْرٰی	۴۲	۵۳	آیات ۲۳ تا ۲۵ اور ۲۷ مدنی ہیں
۶۳	اَلزُّخْرُف	۴۳	۸۹	آیت ۵۴ مدنی ہے
۶۴	اَلدُّخَان	۴۴	۵۹	
۶۵	اَلْجَاثِیَہ	۴۵	۳۷	آیت ۱۴ مدنی ہے۔
۶۶	اَلْاَحْقَاف	۴۶	۳۵	آیات ۱۰، ۱۵، ۳۵ مدنی ہیں۔

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۶۷	اَلذّٰارِیٰت	۵۱	۶۰	
۶۸	اَلغَاشِیَة	۸۸	۲۶	
۶۹	اَلکَھف	۱۸	۱۱۰	آیات ۳۸، ۸۳تا ۱۰۱ مدنی ہیں
۷۰	اَلنَّحل	۱۶	۱۲۸	آخری ۳ آیات مدنی ہیں
۷۱	نُوح	۷۱	۲۸	
۷۲	اِبرَاھِیم	۱۴	۵۲	آیات ۲۸، ۲۹ مدنی ہیں
۷۳	اَلاَنبِیَاء	۲۱	۱۱۲	
۷۴	المؤمِنُونَ	۲۳	۱۱۸	
۷۵	اَلسَّجدَة	۳۲	۳۰	آیات ۱۶ تا ۲۰ مدنی ہیں ۔
۷۶	اَلطُّور	۵۲	۴۹	
۷۷	اَلمُلك	۶۷	۳۰	
۷۸	اَلحَاقَّة	۶۹	۵۲	
۷۹	المَعَارِج	۷۰	۴۴	
۸۰	النَّبَا	۷۸	۴۰	
۸۱	اَلنّٰزِعٰت	۷۹	۴۶	
۸۲	اَلاِنفِطَار	۸۲	۱۹	
۸۳	اَلاِنشقاق	۸۴	۲۵	
۸۴	اَلرُّوم	۳۰	۶۰	آیت ۱۷ مدنی ہے
۸۵	اَلعَنکَبُوت	۲۹	۶۹	آیات ۱ تا ۱۱ مدنی ہے
۸۶	اَلمُطَفِّفِینَ	۸۳	۲۶	

مدنی

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بسمیہ کے بغیر	تفصیل
۱	اَلْبَقَرَۃ	۲	۲۸۶	آیت ۲۸۱ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی
۲	اَلْاَنْفَال	۸	۷۵	آیات ۳۰ تا ۳۶ مکی ہیں۔
۳	اٰلِعِمْرَان	۳	۲۰۰	
۴	اَلْاَحْزَاب	۳۳	۷۳	
۵	اَلْمُمْتَحِنَۃ	۶۰	۱۳	
۶	اَلنِّسَآء	۴	۱۷۶	
۷	اَلزِّلْزَال	۹	۸	
۸	اَلْحَدِیْد	۵۷	۲۹	
۹	مُحَمَّد	۴۷	۳۸	آیت ۱۳ ہجرت کے موقع پر راستہ میں نازل ہوئی
۱۰	اَلرَّعْد	۱۳	۴۳	
۱۱	اَلرَّحْمٰن	۵۵	۷۸	
۱۲	اَلدَّھْر	۷۶	۳۱	
۱۳	اَلطَّلَاق	۶۵	۱۲	
۱۴	اَلْبَیِّنَۃ	۹۸	۸	
۱۵	اَلْحَشْر	۵۹	۲۴	
۱۶	اَلنُّوْر	۲۴	۶۴	
۱۷	اَلْحَجّ	۲۲	۷۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی
۱۸	اَلْمُنٰفِقُوْن	۶۳	۱۱	
۱۹	اَلْمُجَادَلَۃ	۵۸	۲۲	
۲۰	اَلْحُجُرَات	۴۹	۱۸	
۲۱	اَلتَّحْرِیْم	۶۶	۱۲	
۲۲	اَلتَّغَابُن	۶۴	۱۸	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	
۲۳	اَلصَّفُّ	۶۱	۱۴	
۲۴	اَلْجُمُعَۃُ	۶۲	۱۱	
۲۵	اَلْفَتْحُ	۴۸	۲۹	حدیبیہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی !
۲۶	اَلْمَائِدَۃ	۵	۱۲۰	آیت ۳ حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں نازل ہوئی
۲۷	التَّوْبَۃ	۹	۱۲۹	آخری دو آیات مکی ہیں
۲۸	اَلنَّصْر	۱۱۰	۳	حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی ۔

مَاخذِ کتاب

لُغَات

(۱) المعجم الوسیط (عربی سے عربی) مؤلفہ ابراہیم مصطفیٰ۔ حامد عبدالقادر وغیرہ
(۲) المنجد (عربی سے اردو ترجمہ)
(۳) فیروز اللغات (عربی۔ اردو)
(۴) الفرائد الدرّیہ۔ از جے۔ جی ہاوہ (عربی۔ انگریزی)
(۵) منتہی الارب فی لغات العرب۔ از عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
(۶) کلمات القرآن تفسیرٌ وبیانٌ۔ از حسنین محمد مخلوف، مفتی دیار المصریۃ
(۷) مفردات القرآن۔ از امام راغب اصفہانی۔ اردو ترجمہ محمد عبدہٗ فیروز پوری
(۸) لغات القرآن از مولانا عبدالرشید نعمانی و مولانا سید عبدالدائم الجلالی، ندوۃ المصنفین۔ ۶ جلد
(۹) قاموس القرآن از قاضی زین العابدین۔
(۱۰) روح المعانی۔ از علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود، آلوسی بغدادیؒ
(۱۱) تفسیر بیضاوی۔ از ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاویؒ
(۱۲) الکشاف۔ از ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمیؒ
(۱۳) تفسیر الخازن۔ از علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازنؒ
(۱۴) مدارک التنزیل وحقائق التاویل۔ از ابوالبرکات عبداللہ بن محمود النسفیؒ
(۱۵) اضواء القرآن۔ تفسیر القرآن بالقرآن۔ از محمد الامین بن محمد المختار الجکنی والشنقطی
(۱۶) تفسیر جلالین از جلال الدین محمد بن احمد المحلی وجلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ
(۱۷) تفسیر مظہری۔ از علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ فارسی سے ترجمہ۔ از مولانا سید عبدالدائم الجلالی۔
(۱۸) تفسیر ابن کثیر۔ از اسماعیل بن عمر بن کثیر البصروی ثم الدمشقی (لقب عماد الدین)
(۱۹) قرآن حکیم۔ ترجمہ وتفسیر (انگریزی) عبداللہ یُوسف علی۔

۲۰ ۔ تفسیر حقانی ۔ از مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی رح
۲۱ ۔ بیان القرآن ۔ از مولانا اشرف علی تھانوی رح
۲۲ ۔ ترجمان القرآن ۔ از مولانا ابوالکلام احمد آزاد رح
۲۳ ۔ تفسیر ماجدی ۔ از مولانا عبدالماجد دریابادی رح
۲۴ ۔ ضیاء القرآن ۔ از پیر کرم شاہ ایم اے (الازہر) بھیرہ ۔
۲۵ ۔ تفہیم القرآن ۔ از ابوالاعلیٰ مودودی رح

تراجم : ۲۶ ۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از محمد علی لاہوری
۲۷ ۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از مارماڈیوک پکتھال
۲۸ ۔ قرآن مجید اردو ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری رح
۲۹ ۔ قرآن مجید ۔ اردو ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رح

صرف و نحو ۳۰ ۔ کتاب الصرف و کتاب النحو ۔ از مولنا عبدالرحمٰن امرتسری رح
۳۱ ۔ علم الصرف و علم النحو ۔ از مولوی مشتاق احمد چرتھاولی رح
۳۲ ۔ علم الصرف از مولنا عبداللہ محمد بن یوسف السورتی
۳۳ ۔ تمرین النحو از مولانا محمد مصطفیٰ ندوی
۳۴ ۔ شرح مائۃ عامل ۔ مصنف عبدالقاہر جرجانی ۔ شارح الشیخ عبدالرحمٰن جامی
۳۵ ۔ ایضاح المطالب (شرح کافیہ از علامہ جمال الدین بن حاجب رح) از مولانا مشیت اللہ دیوبندی رح
۳۶ ۔ اساس عربی از محمد نعیم الرحمٰن ، ایم اے ۔ لیکچرار الٰہ آباد یونیورسٹی
۳۷ ۔ ترکیب القرآن : قدرت اللہ ۔ جامعہ محمدیہ ۔ اوکاڑہ ۔ (صرف پارہ اوّل)
۳۸ ۔ اصطلاحات نحو عربی (انگریزی ۔ عربی)
۳۹ ۔ عربی زبان کی گرامر (انگریزی) از ڈبلیو رائٹ ۔ ایل ۔ ایل ڈی ۔

متفرق ۴۰ ۔ الاتقان فی علوم القرآن دو جلد از علامہ جلال الدین سیوطی رح ۔ اردو ترجمہ مولانا عبدالحلیم انصاری
۴۱ ۔ معجم المفہرس لالفاظ القرآن الحکیم ۔ از محمد فواد عبدالباقی ۔